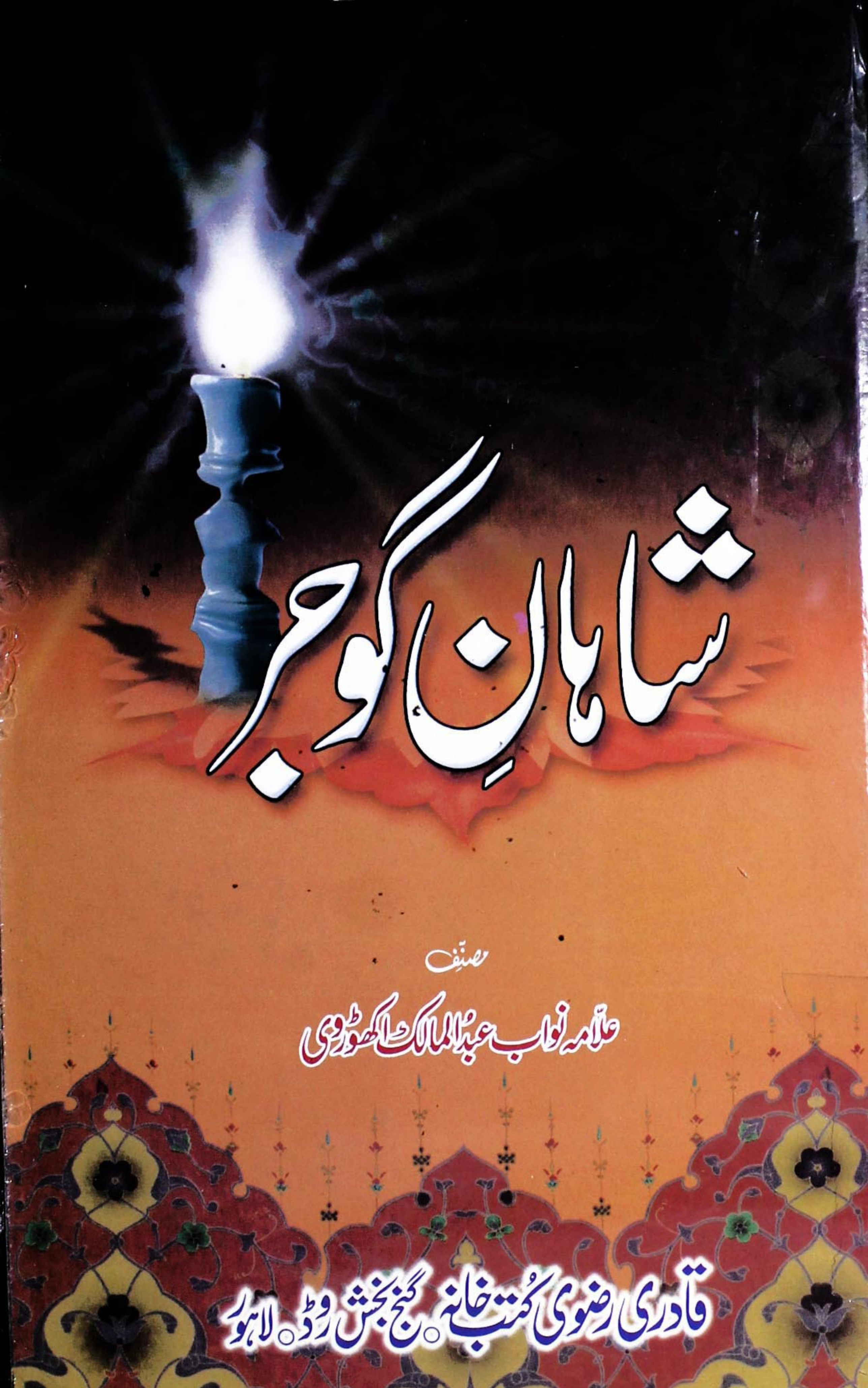
شاہانِ گوہر
مصنف
علامہ نواب عبدالمالک اکھوڑوی
قادری رضوی کتب خانہ ۔ گنج بخش روڈ ۔ لاہور

Marfat.com

شاہانِ گوہر

مصنف

ابوالبرکات مولوی محمد عبدالمالک خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ

قادری رضوی کتب خانہ ○ گنج بخش روڈ ○ لاہور

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿جملہ حقوق محفوظ ہیں﴾

98083

نام کتاب	ــــــــ	شاہانِ گوجر
مصنف	ــــــــ	ابوالبرکات مولوی محمد عبدالمالک رحمۃ اللہ علیہ
پروف ریڈنگ	ــــــــ	چوہدری نور احمد چوہان لاہور
طباعت	ــــــــ	2009ء
زیرنگرانی	ــــــــ	چوہدری محمد خلیل قادری
تحریک	ــــــــ	چوہدری محمد ممتاز احمد قادری
صفحات	ــــــــ	704
پیشکش	ــــــــ	چوہدری محمد عارف (کراچی) رانا محمد علی (کراچی)
ناشر	ــــــــ	چوہدری عبدالمجید قادری
قیمت	ــــــــ	[redacted] روپے

ملنے کے پتے

Rana Muhammad Ali Chech A Gurjar, House
B.938 Block # 1 Metrovile, S.I.T.E. Karachi

مکتبہ حنفیہ گنج بخش روڈ لاہور

قادری رضوی کتب خانہ۔ گنج بخش روڈ لاہور

Hello: 042-7213575, 0333-4383766

Marfat.com

فہرست

عنوان	صفحہ نمبر
دیباچہ ومقدمہ	5
تاریخ کی تعریف اور اس کے اثرات	16
تاریخ کا موضوع	20
تاریخ کن امور سے مرتب ہوتی ہے	25
مبادیاتِ تاریخ	30
غرضِ تالیف	42
شکریہ احباب وعزیزان	43
باب اوّل	45
دنیا کی پیدائش اور ذاتوں کا امتیاز	45
باب دوم	63
گوجروں کے ابتدائی حالات	63
فصل اول، گوجر کے لفظ کی تحقیقات	64
فصل دوم گوجر، گجر، گزجر ایک ہیں	69
فصل سوم، مختلف ملکوں میں گوجر کے لفظ کا استعمال	74
فصل چہارم، گوجروں کا ابتدائی وطن	78
فصل پنجم، گوجر کے قبائل کس کس وقت ہندوستان میں آئے	82
فصل ششم، گوجروں کا مذہب	87
فصل ہفتم، دوارکا کے کرشن دیوتا کا بیان	95
فصل ہشتم، گوجروں کی زبان	100
فصل نہم، گوجروں کے اخلاق وعادات	103
فصل دہم، گوجروں کے رسوم ولادت و شادی	116
فصل یازدہم، خاندیس کے ریوا کنبے	125
گوجروں کے رسوم شادی	125
فصل دوازدہم، گوجروں کی سپاہگری	129
فصل سیزدہم، گوجروں کی زراعت و کاشتکاری	136
فصل چہاردہم، گوجروں کی تجارت	137
فصل پانزدہم، گوجر کہاں کہاں آباد ہیں	138
فصل شانزدہم، گوجر قوم کی آبادی (مردم شماری)	140
باب سوم	159
قبائل گوجر وراجپوت وجاٹ	159
فصل اول، مقابلہ اقوام گوجر وراجپوت وجاٹ	159
فصل دوم، گوجروں کے مشہور گوت	162
فصل سوم، بعض گوتوں کی تشریح	169
فصل چہارم، جاٹوں کے مشہور گوت	226
فصل پنجم، راجپوتوں کے مشہور گوت	236
فصل ششم، جاٹوں کی شجاعت اور ان کے کارنامے	249
فصل ہفم، اگنی کل گوجروں کے حالات	253
فصل ہشتم، چھتری خاندانہائے شاہی کی فہرستیں	257
باب چہارم	269
راجگان تومر	269
فصل اول، شاہانِ تومر	269

Marfat.com

مضمون	صفحہ نمبر
فصل دوم، راجہ تورمن اور قبیلہ ہُن کا تعلق نسبی	272
فصل سوم، کچھواہیہ کا ذکر	276
باب پنجم	277
شاہان کسانہ و افتالوی	277
فصل اول، شاہان کسانہ و افتالوی	277
فصل دوم، افتالوی گوجر	290
باب ششم	292
خاندان گوجر چہاوڑی	292
باب ہفتم	309
فصل اول، گجرات کے سولنگی گوجر راجے	309
فصل دوم، گھیلہ خاندان کے گوجر راجے	339
باب ہشتم	343
داتاپی اور کلیانی کے سولنگی، یا چلکیا گوجر راجے	343
فصل اول، چلکیا خاندان	343
باب نہم	360
پرمار (پوار) گوجر راجے	360
باب دہم	371
فصل اول، چوہان گوجر راجے	371
فصل دوم، چوہان خاندان کی شاخیں	387
باب یازدہم	388
ولبھی اور گھلوٹ راجاؤں کے حالات	388
باب دوازدہم	400
پریہار، یا پرتھار خاندان کے گوجر راجے	400
باب سیزدہم	416
فصل اول، بنگال کے خاندان پال کے گوجر راجے	416
فصل دوم، خاندان چندیل کے راجے	424
باب چہاردہم	429
گجرات، کاٹھیاوار پر گوجر سلاطین کی حکومت	429
باب پانزدہم	484
مختلف اضلاع اور علاقوں کے گوجروں کا (بہ ترتیب حروف تہجی) اجمالی تذکرہ	484
باب شانزدہم	590
مختلف تواریخ انگریزی، فارسی اور ہندی، عربی کے انتخابات	590
انتخاب رپورٹ مردم شماری 1931ء جس میں تعداد نفوس اقوام گوجر صوبہ پنجاب درج ہے	687
خاتمہ تاریخ	700
قومی نظم از مؤلف	702

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰھُمَّ مَالِکُ الْمُلْکَ تُؤتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِکَ الْخَیْرِط اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌط اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًاo

دیباچہ ومقدمہ

دستاں سرائے مجلس دوشینہ ایم ما
از مافسانہائے کہن میتواں شنید

باہمی تعارف کے اصول پر انسان کئی قسموں پر منقسم ہے جنس کے لحاظ سے عورت اور مرد رنگ کے اعتبار سے کالا اور گورا، عمر کی حیثیت سے جوان اور بوڑھا، صفات ذاتی کی رو سے عالم اور جاہل، صفاتِ عارضی کی وجہ سے دولتمند اور مفلس، توانا اور کمزور، مقام کی نسبت سے عربی و عجمی، فرنگی وہندی، بخاری و مشہدی، کسب وحرفت کی نوعیت سے درزی اور لوہار اور کاشت کار، مذہب کی بنا پر عیسائی اور یہودی، ہندو اور مسلمان، سکھ اور چین، فرقوں کے لحاظ سے شیعہ اور سنی حنفی اور شافعی، مالکی اور حنبلی، نسبی خصوصیت سے سید اور شیخ، گوجر اور جاٹ، مغل اور پٹھان، راجپوت اور اعوان لیکن ان تمام اقسام کے متعلق تین چیزیں قابل بحث ہیں۔

(۱) اتحادنسبی (۲) اتحاد مذہبی (۳) اتحاد وطنی

اول اتحادنسبی

نسب کا اتحاد سلسلۂ تنظیم کو مستحکم کرتا ہے اور ایتلاف کی خصوصیات کو محفوظ رکھتا ہے چنانچہ خطبوں میں بجائے اس کے کہ افراد کی تفصیل کی جائے، صرف

Marfat.com

خاندان یا قوم کا حوالہ کافی ہوتا ہے۔ سلسلۂ نسب کا محفوظ رکھنا اور اس کو یاد کرنا، انسان کی ضروریاتِ زندگی میں سے ایک ضرورت ہے، عرب کا بچہ بچہ نہ صرف اپنے نسب نامے یاد رکھتا تھا بلکہ دوسرے خاندانوں کے نسب نامے بھی سنا سکتا تھا، نسب کی تعلیم فطری ہے اور یہ خدا کا بہت بڑا احسان ہے اس کا ارشاد ہے۔

وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا. اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقٰكُمْ.

ترجمہ: ہم نے تمہیں شعوب اور قبائل میں تقسیم کر دیا تا کہ تم باہم آشنا ہو جاؤ تم میں سے اللہ کے نزدیک زیادہ معزز وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔

قرآن شریف جس طرح اور باتوں کی وضاحت کرتا ہے، ایسا ہی نسب کے بارہ میں توضیح کرتا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے تمہاری قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کر کے علیحدہ علیحدہ جماعتیں بنا دیں تا کہ تم بیگانہ ویگانہ میں تمیز کر سکو، اگر تمام دنیا کے انسانوں کی ایک ہی قوم یا ایک ہی قبیلہ ہوتا تو آج قرابت واخوت کی جو نعمت ہمیں میسر ہے، وہ حاصل نہ ہوتی، اور اقوام وقبائل کے دلوں میں مقابلۃً جو جوش مسابقت و مقاومت پیدا ہوتا ہے، وہ نہ ہوتا کیوں کہ زیادہ تر ترقی کا مدار رشک و تقابل پر ہے، انسان کے وجود میں منجملہ دیگر جواہر فضیلت کے رشک بھی ایک جوہر ذاتی ہے جس کے ذریعہ سے انسان مقصود کے اعلیٰ مدارج پر فائز ہوتا ہے، چنانچہ اس آیت میں خدا تعالیٰ نعمتِ جلیلہ کے نتائج کا ذکر کرتا ہے کہ قبائل اور شعوب کی تقسیم اس لئے ہے کہ تمہاری معرفت میں اضافہ ہو۔ معرفت ایک وسیع اور لق و دق بیابان ہے۔ محبّت، عشق اور اتحاد اس کے مراحل ہیں، ایک انسان دوسرے سے ملتا ہے، اس کا نام ملاقات ہے اور جب میل جوں زیادہ ہوتا ہے تو محبت پیدا ہوتی ہے اور محبت سے عشق اور عشق سے اتحاد فی الذات کا درجہ حاصل ہوتا ہے، اس مرتبہ کی تشریح اس شعر میں ہے۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی
تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

Marfat.com

جب یہ درجہ حاصل ہو جاتا ہے، تو قوم اور قبائل کے افراد میں وحدتِ اجتماعی پیدا ہوتی ہے اور جب کوئی جماعت وحدت قومی کی حیثیت حاصل کرتی ہے، تو پھر کوئی دوسری قوم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور اسی کا نام حقیقی تنظیم ہے، جو دنیا کے مدارج ترقی کی کفیل اور حمایت دینی کی وکیل ہے، اور اسی کی تشریح خدائے پاک اِنَّ اَلْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہَ اَنْفُسَکُمْ سے کرتا ہے، پس کسی قوم کا باہمی تعارف اور ہمدردی اور پاکبازی اس کی ترقی کے اسباب اولین ہیں۔

تعارف باعثِ اتحاد اور اتحاد باعثِ تنظیم افراد ہوتا ہے اس میں ایک نکتہ مخفی ہے، کہ قوموں کی تنظیم کس طرح ہو سکتی ہے اور فنا فی القوم کا رتبہ افراد کو کس طرح ملتا ہے؟ اس ادق مسئلہ کے سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم چند مطالب کو بطور اصول بیان کریں۔

انسانوں کا اتحاد کئی نوع کا ہوتا ہے، ڈاکوؤں کی جماعت میں اتحاد ہوتا ہے، کہ وہ مجتمعاً یک جان و یک دل ہو کر کسی گاؤں پر حملہ کرتے ہیں، دو سلطنتوں میں رابطۂ موالات ہوتا ہے کہ وہ ایک دوسری کی حلیف ہو کر تیسری سلطنت کو تباہ کرنے کے لئے لشکر کشی کرتی ہیں، مکاروں اور فریبیوں میں بھی ایتلاف ہوتا ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کو دام تزویر میں پھانسنے کے لئے باہمی سازش کے جال پھیلاتے رہتے ہیں، چوروں کا بھی جتھا ہوتا ہے کہ وہ کسی کا گھر لوٹنے کے لئے منصوبے باندھتے ہیں، ارکانِ حکومت میں بھی اتفاق ہوتا ہے، کہ وہ اپنی متحدہ پالیسی سے ادنیٰ و اعلیٰ (رعایا) پر کسی جدید ٹیکس کا یا مقررہ ٹیکس پر اضافہ کا بوجھ رکھتے ہیں اور جب رعایا کی گردن ایسے بارگراں سے ٹوٹنے لگتی ہے، تو وہ مرافعات (اپیلوں) کے سہارے ایوان حکومت کے در پر فریاد کرتی ہے اور جب ہر جگہ سے وہ مایوس ہو جاتی ہے تو بغاوت پر آمادہ ہو جاتی ہے، رشوت خواروں میں بھی اتفاق ہوتا ہے کہ ماتحت اہلکار بڑے افسران کے لئے رشوت کا حصہ مقرر کرتے ہیں اور بڑے افسران کی غلطیوں اور بے ایمانیوں کی پردہ پوشی کرتے

Marfat.com

ہیں۔ وعلیٰ ہذا القیاس اس قسم کی اکثر مثالیں اس زمانہ میں پائی جاتی ہیں، مگر یہ اتحاد اور اتفاق حقیقی نہیں، اس کا شیرازہ چند دنوں میں بکھر جاتا ہے اور اس کو کبھی ثبات و استقلال میسر نہیں آتا۔ اس کا نام اتحاد فی الشر ہے، ایسی جماعت آخر اپنے منصوبوں میں ناکامیاب رہتی ہے، اور ایک دن اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے، اس لئے معرفت سے مراد ایسی معرفت ہے جس کا نتیجہ **اتحاد فی الخیر** ہو، **ان اکرمکم عنداللہ** میں اسی اتحاد فی الخیر کی طرف اشارہ ہے، اگر کسی قوم کے افراد منہیات سے متنفر اور اوامر کے مطیع ہوں تو اس قوم میں اتحاد فی الخیر ہو گا جس کو کوئی قوت جنبش نہیں دے سکتی، اتحاد فی الشر کی مثال ریت کی دیوار اور اتحاد فی الخیر کی تمثیل روئین حصار کی ہے۔

جہاز میں مختلف مذہب، ملک اور قوم کے لوگ سوار ہوتے ہیں، اگر اس میں رخنہ ہو جائے تو سب کے سب مجتمعاً اس رخنہ کو بند کرنے کے لئے دوڑتے ہیں یا کسی مکان میں آگ لگ جائے تو تمام شہر کے لوگ اس کے فرد کرنے کے لئے اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈال دیتے ہیں تا کہ شہر آگ کے شعلوں سے محفوظ رہے، یہ اجتماع علی الخیر ہے، جس میں سب کی غرض جہاز یا مکان کو بچانے کی ہے، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر جہاز اور مکان تباہ ہو گیا، تو وہ بھی تباہ ہو جائیں گے، اس کے برخلاف ڈاکوؤں، چوروں اور بدمعاشوں کا اجتماع اپنی خود غرضی اور دوسروں کو نقصان پہنچانے کے ارادہ سے ہوتا ہے جو اصول تمدن اور فطرت کے خلاف ہے، اور جو فعل یا عمل فطرت کے خلاف ہو وہ کبھی قائم نہیں رہ سکتا کیونکہ فطرت کے اجزاء و تاثیرات میں تناسب و التصاق ہوتا ہے، ایک جزو دوسرے جزو سے اس طرح ملصق یا ملحق ہو جاتا ہے، جس طرح کوئی ایک چیز قوتِ مقناطیسی کے اثر سے دوسری چیز سے جا ملتی ہے، اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ ظالم کی جڑ زمین کے اوپر اور عادل کی جڑ زمین کی تہ میں ہوتی ہے، جس طرح اچھی زمین میں درخت پھلتا پھولتا ہے، اسی طرح عادل بادشاہ اور نیکو کار شخص اپنی

Marfat.com

عدالت اور نیکی سے پھلتا پھولتا ہے اور جس طرح ناقص زمین میں درخت خشک ہو جاتا ہے اسی طرح بدکردار آدمی بُری خصلتوں سے برباد ہو جاتا ہے۔

جس قوم میں صلاحیت ہو گی وہی خدا کے نزدیک مقرب ہو گی جس کا نتیجہ اقبال مندی و سعادت مندی ہو گا، اگر کوئی قوم اوجِ حشمت و جلال پر قدم رکھنا چاہتی ہے، تو اس کی اولین منزل نیک کرداری اور صلاحیت و تقویٰ ہے، نا تراشیدہ پتھروں سے دیوار چننا دشوار ہے، جب تک ایک ایک پتھر کے تمام پہلو ہموار نہ کر لئے جائیں تا کہ ایک پتھر دوسرے پتھر پر ٹھیک طور پر منطبق ہو جائے، اسی طرح قومیت اور اتحاد قوم کے لئے لازمی ہے کہ پہلے ان کے اخلاق کی اصلاح کی جائے، جس طرح کہ ناہموار پتھر آپس میں پیوست نہیں ہو سکتے، اسی طرح قوم کے ناہنجار افراد اتحاد و حقیقی کے سلک میں منسلک نہیں ہو سکتے، مخلص اور منافق کے دل کو کون ملا سکتا ہے؟ مختلف طبیعت کے لوگوں میں کس طرح الفت و محبت کا سلسلہ قائم رہ سکتا ہے۔

عرب کی حکومت جس سرعت کے ساتھ عرب و عجم میں پھیلی، روئے زمین کی تاریخ اس کی کوئی نظیر پیش نہیں کر سکتی، اہلِ عرب کے پاس نہ تو دوسرے بادشاہوں کے برابر جہاز تھے، اور نہ سامان حرب ہی کچھ بڑے پیمانہ پر تھے، ٹوٹی پھوٹی کشتیوں پرستو، اور کھجوروں کا زادِ راہ ساتھ لیا، اور بحر ہند کو عبور کر کے سندھ کی سرزمین پر اُترے، بجلی کی طرح چمکے، اور دنوں میں مشرق سے مغرب تک نورِ اسلام سے دنیا کو منور کر دیا، دنیا اس تنویر سے متحیر اور جہاں اس تسخیر سے متعجب ہے، یہ اتحاد فی الخیر کی برکت ہے، کہ عرب کے ہر ایک سپاہی کے دل میں اعلائے کلمۃ اللہ کا شوق اور تبلیغ اسلام کا ذوق تھا، جس نے ایک لحظہ میں دنیا کی کایا پلٹ دی اور دشت و جبل اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اُٹھے، خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اِنَّ الْاَرْضَ یَرِثُھَا عِبَادِیَ الصَّالِحُوْنَ o زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہوا کرتے ہیں، کیونکہ دنیا کی بنیاد نیکی اور بھلائی پر ہے، دنیا ایک گلزار ہے،

Marfat.com

اس کا باغبان وہی ہوسکتا ہے جوفن باغبانی سے واقف ہو اور اپنی صلاحیت خداد سے اس کو آراستہ و پیراستہ رکھ سکے، ثمر وار درختوں کے بڑھنے اور پھولنے کے لئے ان کو مناسب اوقات پر پانی دے، اور ان کے نازک پتوں کو بادِ سموم سے بچائے، گھاس پھوس سے تختہ ہائے گلزار کو پاک وصاف رکھے، خشک شدہ شاخوں کو کاٹے ناکارہ درختوں کو بیخ و بن سے اُکھاڑے، شاخوں میں پیوند لگائے تا کہ اچھے پھل ہوں، یہی مثال دنیا کی بادشاہت وقومی سیادت کی ہے، قوم میں کیوں تنظیم نہیں ہوتی، اس کے گئی اسباب ہیں۔

(۱) قوم میں بعض افراد ایسے ہیں جو تن اور بے ثمر درختوں کی طرح اپنی روز افزوں بالیدگی کی ہوس میں اپنے زیر سایہ ثمر دار بوٹوں کی قوتِ نامیہ کا خون چوستے رہتے ہیں۔

(۲) بعض قبائل کے افراد ایسے ہیں جن کے اعمال و کردار کی بدنما صورت قوم کے نیک کردار بچوں کے لئے غول بیابانی ہے جس کی شکل سے وہ کوسوں دور بھاگتے ہیں، جب تک قوم کے افراد خود تقویٰ و صلاحیت کا نمونہ نہ بنیں، اس وقت تک قوم ترقی نہیں کر سکتی، جو افراد تقویٰ و صلاحیت کے لباس سے عاری ہیں، وہ ناتراشیدہ پتھر ہیں، جو کسی تنظیمی عمارت میں لگانے کے قابل نہیں، وہ ہمیشہ اپنی ہی سر بلندی و بالیدگی سے سرمست ہیں، انہوں نے کبھی قوم کی افتادگی وپسماندگی پر ہمدردی کے آنسو نہیں بہائے۔

خانۂ قوم خراب است کہ یاران ہمہ روز
در عمارت گریِ گنبد دستارِ خود اند

اگرچہ ہم شعوب وقبائل کی دلچسپ تفسیر بیان کرنے میں بموجب:

ع لطیف بود حکایت دراز تر گفتم

کہیں سے کہیں نکل گئے، لیکن دائرۂ موضوع سے باہر نہیں گئے اور ابھی

Marfat.com

کئی نکات بیان کرنے باقی ہیں۔

لِتَعَارَفُوْا، میں یہ اشارہ ہے کہ انسان کی شعوب وقبائل میں تقسیم صرف مؤدت ومحبت کے لئے ہے۔ کسی اور غرض کے لئے نہیں، جیسا کہ آج کل لوگوں کے مدنظر رہتا ہے یعنی وہ اپنا نسب اس لئے بیان کرتے ہیں کہ دوسری قوموں سے اظہارِ فخر کریں، اس قسم کا اظہارِ فخر شرعاً و اخلاقاً ناجائز ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَلَا فَخْرٍ ۔ میں اولادِ آدم کا سردار ہوں لیکن میں اس پر فخر نہیں کرتا۔ کیونکہ فخر ذاتی اعمال وافعال پر ہونا چاہیے، عرفی نے ذیل کے اشعار میں دونوں پہلوؤں سے اس حقیقت کی شرح کی ہے۔

تا گوہرِ آدم نسبم باز نہ استد — زآبائے خود اربشمرم اصحابِ کرم را
اما نبود وصفِ اضافی ہنر ذات — این فتوی ہمت بودا رباب ہمم را
ایں برق نجابت کہ جہد از گہر من — مدح است ولے گوہر ذات اب وعم را
وصفِ گل وریحان بہوا باز نہ گردد — ہر چند ہوا عطر دہد قوت شم را
المنتہ للہ کہ نیازم بہ نسب نیست — اینک بشہادت طلیم لوح و قلم را

اگر انسان میں ذاتی وصف نہ ہو، تو اضافی وصف (شرفِ خاندانی) کام نہیں آتا، البتہ انسان کے وصف ذاتی سے خاندان کی عزت بڑھتی ہے، یعنی جس انسان میں ذاتی قابلیت ہو وہ خاندانی نجابت وشرافت کی خود دلیل ہے، اور ایسی حالت میں اس کو خاندانی شوکت وسطوت کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

بے ہنروں اور بد اعمالوں کا خاندانی شوکت پر افتخار کرنا کچھ فائدہ نہیں دیتا بلکہ وہ ان کے لئے باعثِ ننگ وشرم ہے چنانچہ عربی کے اس شعر میں اس امر کو زیادہ وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔

اِن انْتَخَرْتَ بِاٰبَآءٍ مَّضَوْا سَلَفًا
قُلْنَا صَدَقْتَ وَلٰکِنْ بِئْسَ مَا وَلَدُوْا

اگر تو اپنے گذشتہ باپ دادوں پر فخر کرے تو ہم کہیں گے کہ جو کچھ تو کہتا

Marfat.com

ہے سچ ہے مگر ان کی اولاد بہت بُری ہے۔ (جو خود تو کوئی قابلیت نہیں رکھتی اور اپنے باپ دادوں پر فخر کرتی ہے)

قرآن نے قوم وقبیلہ کے دونوں پہلو دکھا دیئے ہیں اور قومیت وقبیلہ کی تقسیم کے فلسفہ کو ایسے الفاظ میں بیان کیا ہے، جس سے قومی امتیاز کا غرور بالکل مٹ جاتا ہے۔

اسی طرح ویدوں اور گرنتھ میں قومی اور خاندانی فخر کی مذمت کی گئی ہے اور وہ تقریباً مندرجہ بالا تشریح کے حرف بحرف مطابق ہے۔

دویم اتحاد مذہبی

قومی اتحاد و ایتلاف کے قائم کرنے میں مذہبی اضافت ومشربی نسبت کو سب سے زیادہ دخل ہے اور اس کی قوت و طاقت سب سے زبردست ہے، یہی حقیقی اتحاد ہے لیکن اس اتحاد کے لئے بھی چند امور کی ضرورت ہے جن کا ہم نے اتحاد قومی میں ذکر کیا ہے، برائے نام مسلمانوں میں کبھی اتحاد پیدا نہیں ہو سکتا، جس طرح ناتراشیدہ پتھر، تراشیدہ پتھر کے ساتھ منطبق نہیں ہوتا اور اگر اُسے لگا بھی دیا جائے، تو رخنے رہ جاتے ہیں، اسی طرح مخلص مومن و منافق کے دل آپس میں نہیں ملتے، اس حقیقت کی بھی قرآنِ کریم توضیح کرتا ہے۔

وَاذْ كُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا ط

اس آیت کی تفسیر یہ ہے۔

مسلمانوں پر خدائے تعالیٰ نعمت کا اظہار کرتا ہے، کہ تم آپس میں ایک دوسرے کے سخت مخالف دشمن تھے، خدائے تعالیٰ نے تمہارے دلوں سے منافقت اور شقاق کا کانٹا نکال دیا اور تم کو رشتہ، اتحاد و اتفاق میں منسلک کر دیا اور آج تم خدائے تعالیٰ کی عنایت سے بھائی بھائی ہو گئے۔

Marfat.com

مسلمان ، بھائی بھائی اسی صورت میں ہو سکتے ہیں، جب سنتِ نبوی پر ہر ایک کا عمل ہو یہ وہی اتحاد فی المذہب ہے، جس نے عربوں کو تمام دنیا کا مالک بنا دیا، یہ وہی ایتلاف فی الملۃ ہے، جس سے شاہانِ زمانہ لرزتے رہے، اس طاقت کا کوئی سلطنت مقابلہ نہیں کر سکتی تھی، اس اتحاد نے متعدد مخالف سلطنتوں کو تباہ و برباد کر دیا اور پھر ایسے مذہب کا اتحاد جس کی بنیاد اصول فطرت پر ہو، اگر ایسا اتحاد عملی صورت اختیار کرے، تو تمام دنیا میں وحدتِ ملی جلوہ گر ہو جاتی ہے۔

تعجب ہے کہ آج مسلمانوں کی انجمنیں اور مجلسیں پے بہ پے اس راز کی دریافت کے لئے منعقد ہو رہی ہیں کہ مسلمانوں کے تنزل کا کیا باعث ہے؟ اور بڑے بڑے مضمون اس عنوان پر لکھے جا چکے ہیں، کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ مگر حقیقت تک بہت کم رسائی ہوئی ہے، دراصل یہ مسئلہ اسلام کی تاریخ پڑھنے سے حل ہوسکتا ہے۔

اگر ہم دورِ گذشتہ وحال (ابتدائے عروجِ اسلام وانتہائے زوال اسلام) کا مقابلہ کریں اور اسباب وعلل کو بطریق قیاس استقرائی جمع کریں، تو اس مدوجزر کا سبب سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ جس زمانہ میں مذہب کی تبلیغ اس حکم کے ماتحت تھی۔

يَاأَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاأُنْزِلَ اِلَيْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ط وَاللّٰهُ يَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ط

ترجمہ: اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ آپ دنیا کو سنا دیں۔ اگر آپ ایسا نہیں کریں گے تو سمجھا جائے گا کہ آپ نے حقِ رسالت ادا نہیں کیا۔ اللہ آپ کو (آدمیوں کی دستبرد) سے محفوظ رکھے گا۔

اس وقت اسلام اعلیٰ اوج وعروج پر تھا، اور جس وقت سے تبلیغ کا سلسلہ بند ہو گیا، اس وقت سے اسلام زوال پذیر ہونے لگا۔

Marfat.com

سوئم اتحاد وطن

اشتراک وطن سے بھی اتحاد ہوتا ہے لیکن یہ اتحاد، اتحادِ مذہبی وقومی سے کم درجہ کا ہے۔ اگر چہ زمانۂ حال میں ہر جگہ اشتراک وطن ہی ہر قوم وملت کو متحد کر رہا ہے تا ہم یہ اشتراک وطن مذہبی وقومی اتحاد کو نہیں پہنچ سکتا، زمانہ کے حالات سے بعض وقت اتحادِ وطن کو غلبہ ہو جاتا ہے، لیکن اتحادِ مذہب و اتحاد قوم کا وہ مقابلہ نہیں کر سکتا، اس میں کچھ شک نہیں کہ اپنا وطن ہر ایک کو عزیز ہوتا ہے، اور طبعاً اس سے محبت ہوتی ہے، پرندے بھی اپنے گھونسلوں میں کسی دوسرے پرندے کو گھسنے نہیں دیتے اور وحشی جانور بھی اپنے بھٹوں اور بلوں میں کسی دوسرے جانور کو پھٹکنے نہیں دیتے، وطن کی گدائی دوسرے ملک کی شاہانہ جاہ وحشمت پر غالب ہوتی ہے۔

یوسف کہ بمصر بادشاہی می کرد
می گفت گدابودن کنعان خوشتر

عرفی کو نجف سے ارادت تھی، مرنے کے بعد بھی نجف میں پلکوں کے بل پہنچنے کی آرزو رکھتا ہے۔

بکاوشِ مژہ از گور تا نجف بردم
اگر بہ ہند ملا کم کنی وگر بہ تتارا

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکہ چھوڑنے کے وقت فرمایا۔ ''اے میرے پیارے شہر اگر مجبوری نہ ہوتی، تو میں کبھی تجھ کو نہ چھوڑتا'' ہر ایک شخص اسی اصول پر آزادی کا خواہاں ہے کہ اس کے وطن کی خاک اس کے باپ دادا کے جسم وخون واستخوان کا جزو ہے، وہ گوارا نہیں کرتا، کہ اس کے باپ دادا کے خون وجسم کی جواز و وبوم ہے اس کو دوسرے لوگ پامال کریں، وطن کی محبت میں عرب و ایران و یونان کے شاعروں نے نہایت دلکش نظمیں لکھی ہیں جن سے قومی شجاعت

Marfat.com

کا خون جوش میں آتا ہے اور باشندگان ملک صعب ترین دشمن کے مقابلہ میں لڑنے مرنے پر تیار ہو جاتے ہیں، مصر میں روز مرہ وطن کی آزادی کے لئے اخبارات ورسائل میں مضامین لکھے جارہے ہیں اور بازاروں میں ارزاں قیمت پر فروخت ہوتے ہیں۔ میں نے ایک رسالہ میں العیش فی الوطن کے عنوان سے ایک دلچسپ مضمون دیکھا تھا، تاریخ شاہد ہے کہ کسی ملک پر غیر وطن کا بادشاہ خواہ کیسا ہی زبردست و طاقتور ہو، امن سے سلطنت نہیں کرسکتا، کیونکہ رعایا کی وطن پرستی کا جوش خواہ کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو، شاہی قوت پر خواہ وہ کتنی ہی طاقتور و زبردست ہو، غالب آتا ہے، اس لئے کہ حُب الوطن فطری ہے اور شاہی طاقت اکتسابی ہے، فطرت ہمیشہ اکتساب پر غالب آتی ہے، لیکن یہ غلبہ تب ہوتا ہے جب اتحادِ قومی یا مذہبی مکمل ہو۔

ابتداء میں ہندوستان مختلف قوموں کی وجہ سے مختلف حصوں میں منقسم تھا، شاہان اسلام کے تسلط سے یہ فائدہ ہوا کہ ہندوستان تقسیم در تقسیم کے خطرناک آئین سیاست سے کسی قدر محفوظ ہو گیا، اور انگریزی سلطنت نے چونکہ ہندوستان کے اطراف پر اور زیادہ وسعت سے قبضہ کیا ہے، اس لئے ہندوستان نے اس زمانہ میں اتحاد کی طرف جلد جلد قدم بڑھایا ہے گویا سلطنت انگریزی نے اس کے پراگندہ اجزاء کو وحدت سیاسی میں جمع کر دیا ہے اور حقیقت میں یہ بہت بڑی ترقی ہے جو ہندوستان کے حق میں بہت مفید ہے یہ ایسے سیاسی مسائل ہیں جو فلسفہ سیاست کی کتابوں میں بسط اور تفصیل سے لکھے گئے ہیں۔

Marfat.com

تاریخ کی تعریف اور اس کے اثرات

چونکہ ہماری قوم کے اکثر افراد تاریخ کا مفہوم نہیں جانتے اس لئے ضرور ہے کہ ان کو سمجھایا جائے کہ تاریخ کیا چیز ہے تا کہ وہ اس کے مفہوم سے بخوبی واقف ہو جائیں۔

محققین نے تاریخ کے متعدد معنی بیان کئے ہیں۔ مگر یہ ایسی بحث ہے کہ جس میں پوری توجہ کی ضرورت ہے جب تک کہ اس میں کامل غوروفکر نہ کیا جائے۔ یہ مسائل سمجھ میں نہیں آسکتے۔

ایک فاضل نے یہ تعریف کی ہے کہ نیچر کی خاصیتوں نے جو تبدیلی انسان کے حالات میں پیدا کی اور انسان نے جو اثر فطرت پر ڈالا۔ ان دونوں کے مجموعہ کا نام تاریخ ہے۔

بعض نے یہ تعریف کی ہے کہ واقعاتِ گذشتہ و حالاتِ موجودہ سے ایک منطقی قیاس کا مرتب کرنا، اور اس سے نتیجہ نکالنا کہ آیا حالاتِ موجودہ واقعاتِ گذشتہ کے نتائج ہیں یا واقعات گذشتہ حالاتِ موجودہ کے اسباب ہیں۔

بعض نے لکھا ہے کہ کسی چیز کے تغیرات کا ذکر اس غرض سے کرنا کہ ان سے عبرت حاصل کی جائے۔

بعض نے یہ لکھا ہے کہ واقعاتِ ماضیہ سے افرادِ قوم کے حالات جمع کرنا اور اس سے اصول کلیہ کا مرتب کرنا مقصود ہوتا ہے۔

مثلاً کتابوں میں بادشاہوں کے واقعات تمدنی، اقتصادی، مذہبی، آئینی، اخلاقی، طریق جنگ وغیرہ درج ہوتے ہیں۔ ان کو جمع کر کے باصول قیاس استقرائی یہ کلیہ مرتب کرتے ہیں کہ عیاش، بزدل، ظالم بادشاہ کی سلطنت بہت جلد زائل ہو جاتی ہے مگر بہادر، عادل، محنت کش، پرہیزگار بادشاہ کی سلطنت دیرپا ہوتی ہے، نیز جو کچھ ہو رہا ہے۔ وہ اسباب وعلل کا نتیجہ ہے، اگر کوئی قوم عروج

Marfat.com

حاصل کرتی ہے، تو اس کے اسباب ہوتے ہیں اور اگر کوئی قوم ذلیل ہوتی ہے تو اس کے بھی وجوہ ہوتے ہیں۔ جہان میں علت ومعلول کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے، کوئی واقعہ یا چیز بلا سبب نہیں ہوتی لیکن اس زمانہ میں عام طور پر تاریخ کا یہ مفہوم سمجھا جاتا ہے کہ چند کتبِ تاریخ کو لے کر ان کا انتخاب لکھ دیا اور ان واقعات کو دوسرے الفاظ میں فصاحت و بلاغت کا رنگ دے دیا لیکن اس پر تاریخ کی تعریف صادق نہیں آتی ہے اس کو نقل یا خلاصہ یا تشریح کہہ سکتے ہیں۔ ایسی تاریخ کا مؤلف، مورخ کا لقب نہیں پا سکتا، دنیا میں جس قدر انسان ہیں، وہ تعلقات کے رشتہ سے وابستہ ہیں۔ ایک قوم کا دوسری قوم سے تعلق ہے، بادشاہ کو رعایا کے ساتھ اور رعایا کو بادشاہ سے واسطہ ہوتا ہے۔

ان تعلقات کی حقیقت کتابوں کے پڑھنے سے معلوم ہوسکتی ہے۔ علوم و فنون کا کوئی شخص خواہ کتنا ہی ماہر کیوں نہ ہو۔ جب وہ اپنی تاریخ سے ناواقف ہے تو سمجھنا چاہیے کہ وہ کچھ بھی نہیں جانتا کیونکہ بقاء وحیات کے لئے یہ علم ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ علم معاش، اس سے بڑے بڑے کام نکلتے ہیں، تاریخ کے ذریعے سے ملکوں کو تسخیر اور فتح کیا جاتا ہے اور اسی کے ذریعہ سے مردہ قوم میں روح پھونکی جاتی ہے، تاریخ کے ایک ہاتھ میں غلامی کا گردن گسل طوق اور پاشکن زنجیر ہے، تو دوسرے ہاتھ میں ایسی کلید ہے جو جیل کے قفل کھول کر قیدیوں کو طوق و زنجیر کی گرانباری سے نجات دیتی ہے، تاریخ سے وہ کام نکلتے ہیں جو توپ اور تفنگ سے نہیں نکلتے جس شخص کو عربی تاریخ پر عبور ہے وہ جانتا ہے کہ مورخین عرب ہر ایک واقعہ کے ساتھ ساتھ اپنی شوکت و بسالت کا ذکر بھی ضمناً و التزاماً کرتے ہیں تا کہ کسی قوم یا بادشاہ کی جلالت و ایالت کے مقابلہ میں یہ نہ سمجھا جائے کہ عرب کی طاقت کم ہے، مقصود یہ ہوتا ہے کہ عرب کی ہیبت و رعب کا سکہ دلوں میں اس قدر گہرا بٹھایا جائے کہ دوسرے بادشاہ کی شان وشوکت اس کو محو نہ کر سکے، سلسلۃ التاریخ مطبوعہ پیرس 1811ء میں لکھا ہے۔

Marfat.com

ملک الجز ر وھو کثیر الجیش لیس لا حد من الھند مثل خیلہٖ وھو عدو العرب غیر انہ مقر ان ملک العرب اعظم الملوک ولیس احد من الھند اعدی الاسلام منہ.

ایک مورخِ عرب گوجر مہاراجہ کا ذکر کرتا ہے، اس مہاراجہ گوجر کے پاس اتنا بڑا لشکر ہے جو ہندوستان کے کسی دوسرے راجہ کے پاس موجود نہیں باوجودیکہ وہ مہاراجہ بادشاہ عرب کا دشمن ہے مگر وہ یہ تسلیم کرتا ہے کہ سلطان العرب دنیا کے سب بادشاہوں سے بڑا ہے، جس قدر یہ مہاراجہ اسلام کا دشمن ہے ۔ ہندوستان میں اور کوئی راجہ اسلام کا دشمن نہیں ہے۔

مؤرخِ عرب گوجر مہاراجہ کی جلالت و امالت و کثرت لشکر کے واقعات کو تو نہیں چھپا سکتا تھا کیونکہ عرب مؤرخین کسی واقعہ کے اخفاء کو گناہِ عظیم سمجھتے ہیں مگر ان کے ساتھ دوسرے واقعہ کو منضم کر دیتا ہے کہ گوجر مہاراجہ لشکر عظیم رکھتا ہے اور عرب و اسلام کا سخت ترین دشمن ہے مگر عرب کی سطوت و شوکت سلطانی کو مانتا ہے اور یہ دونوں واقعے صحیح ہیں۔

سکندر کی جہانگیری کا بڑا راز یہ تھا کہ وہ جس ملک کو فتح کرتا تھا وہاں اس کے مدح خوان اس کے جانے کے بعد اس کے گذشتہ واقعات شجاعت و تسخیر دہراتے رہتے تھے جس سے مفتوح قوم کے حوصلے پست ہو جاتے تھے، ہندو بلا ضرورت تاریخ ہند کے واقعات کو دہراتے ہیں اور ان پر اس کے سوا اور کچھ اضافہ نہیں کرتے کہ شاہانِ اسلام اور خصوصاً اورنگ زیب کو مہتمم کریں کہ ہندو کش تھا، ظالم تھا، ستم گر تھا اور ان کے فرضی مظالم کو جن کی کچھ اصلیت نہیں درد انگیز الفاظ میں بیان کرتے ہیں تا کہ ہندوؤں کی مردہ بسالت زندہ ہو، دوسری طرف اسلام کی مقناطیسی طاقت اور اس کی صداقت و حقیقت کو ایسی عبارت میں پیش کیا جاتا ہے جس سے ہندوؤں کو شاہانِ اسلام اور اسلام سے نفرت ہو ہر ایک زندہ قوم تاریخ کے حربہ سے کام لیتی ہے۔ اگرچہ شاعری کو دنیا کی کایا پلٹنے کا دعویٰ ہے لیکن

Marfat.com

تاریخ کا وہ مقابلہ نہیں کر سکتی، ایسی تاریخ جس میں واقعات کے خلاف قصے تراشے جائیں، اس کا اثر دلوں پر اسی قدر ہوتا ہے جس قدر کہ دروغ بے فروغ کو ہوا کرتا ہے۔ اس لئے جدید تاریخیں جو اسلام کے خلاف لکھی گئی ہیں۔ اسلام کو نقصان نہیں پہنچا سکتیں۔ جو قوم اپنی تاریخ سے واقف نہیں ہے۔ اس میں اور حیوانوں میں کچھ فرق نہیں، دنیا کی قومیں ترقی کر رہی ہیں۔ کوئی ایسی قوم اس وقت دنیا میں نہیں جس کی تاریخ نہ ہو۔ اگر چہ بعض اقوام کی تاریخ روئے زمین کی تاریخوں کا ناتمام خلاصہ یا انتخاب ہے مگر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ قوم تاریخ نہیں رکھتی۔ ہر قوم کی ترقی کا اولین زینہ تاریخ ہے جو قوم تاریخ سے بے بہرہ ہے وہ دولت و اقبال سے بھی بے بہرہ ہے اور اس کے برابر اور کوئی قوم غافل و ناعاقبت اندیش نہیں ہو سکتی کس قدر جہالت اور احسان فراموشی ہے کہ جس خاندان سے کوئی قوم پیدا ہوئی ہو وہ اس کے نام ونشان سے بے خبر ہو دوسری قوموں کے بچے دس بیس پشت تک اپنا نسب نامہ بتا سکتے ہیں وہاں ہماری قوم کے بچوں کا ناطقہ، دادی کا نام لیتے ہی بند ہو جاتا ہے ہم اگر اپنے باپ دادوں کے مزاروں پر دعائے مغفرت کے گلدستے چڑھانے اور عقیدت و ارادت کی قندیلیں روشن کرنے سے محروم ہیں، تو یہ ہماری بدقسمتی ہے مگر یہ بے نصیبی اس بدقسمتی سے کمتر ہے جب ہم کو یہ بھی معلوم نہ ہو کہ ہم کس کی یادگار ہیں۔ ہم مذہبی احکام سے غافل، اپنے آباؤاجداد کے کارناموں سے بے خبر ہیں، نہ دین کے رہے نہ دنیا کے۔ اس قوم کے افراد کی مثال بچھڑوں کی سی ہے۔ پیدا ہوئے گائے کا دودھ پیا، بڑے ہوئے بھوسہ کھا کر موٹے ہوئے۔ ہل میں جوتے گئے اور دس سال کسان کے ڈنڈے کھا کر مر گئے، قرآن شریف ایسی ہی قوم کی نسبت **اولئک لانعام بل ھم اضل** فرماتا ہے، ایسی قوم چار پایوں سے بھی گئی گزری ہے۔

❁❁❁❁

Marfat.com

تاریخ کا موضوع اور مؤرخین کے طبقے

ایشیائی اور یورپین مؤرخین کو ان کی تاریخوں کے اعتبار سے چند طبقوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک طبقہ وہ ہے جو بادشاہوں کے صرف محاربات کو قلمبند کرتا ہے، نہ تو وہ بادشاہوں کے اخلاق سے بحث کرتا ہے اور نہ انکی آئینِ انصاف وغیرہ کا تذکرہ کرتا ہے۔

گویا ان کے نزدیک تاریخ اسی کا نام ہے کہ بادشاہ کس سنہ میں تخت نشین ہوا کس سے اس نے جنگ کی، کب قتل ہوا یا مرا۔ ایک گروہ محاربات کے ساتھ بادشاہ کے اخلاق و عادات کا بھی ذکر کرتا ہے لیکن اس کے مذہب و آئین کا ذکر نہیں کرتا۔

ایک طبقہ مندرجہ بالا امور پر روشنی ڈالتا ہے مگر اس قوم کے تمدن کا ذکر نہیں کرتا جس پر وہ حکمران ہے، ہمارے تعلیم یافتہ نوجوان جانتے ہیں کہ بالعموم تاریخ میں بادشاہوں کی اولوالعزمی اور ان کے معرکوں کا ذکر ہوتا ہے مگر ان قوموں کا جن پر وہ حکمران رہے ہوں کوئی ذکر نہیں ہوتا۔ آریہ ایک مشہور قوم ہے مگر اس وقت تک اس کے ابتدائی حالات کا سورج شک و شبہ کے گرہن سے نہیں نکلا، بڑے بڑے محقق آج تک اس کی تحقیق میں متفکر و سرگرداں ہیں، مکمل تاریخ کسی بادشاہ یا قوم کی وہ ہے جس میں مندرجہ ذیل موضوع سے بحث کی جائے۔

(۱) بادشاہ کا حسب و نسب۔

(۲) اس کی مدت حکومت، بقید سنین و وسعتِ سلطنت، خراج دیار و ترتیب و تعداد عساکر۔

(۳) اس کے اخلاق و عادات و مذہب و مشرب۔

(۴) اس کے محاربات اور ان کے موجبات اور نتائج۔

(۵) اس کی جہانبانی کے قواعد و ضوابط۔

Marfat.com

(٦) رعایا کے حالاتِ تمدن و اخلاق و مذہب (جس پر بادشاہ حکمران رہا)
(٧) من حیث المجموع ملک کی ترقی یا تنزل کا ذکر جو اس کے عہد میں ہوا۔
(٨) مندرجہ بالا امور میں سے بعض کے باہمی تعلقات و تناسب کی تشریح اور اسباب و علل کی تلاش۔

اگر اس معیار کو سامنے رکھ کر کسی تاریخ کا مطالعہ کریں تو وہ ناقص ہی نظر آئے گی، شاہانِ مغلیہ کی تاریخوں میں بہت اہتمام ہوا، بعض مورخ موجودہ حالات کے لکھنے پر مقرر تھے، کئی بادشاہوں نے التزام کے ساتھ اپنا روز نامچہ خود لکھا، مگر ان کے عہد کی کوئی تاریخ بھی مکمل نہیں ہے۔

علامہ ابوالفضل نے آئین اکبری کی تدوین جامعیت کے ساتھ کی ہے، یہاں تک کہ چراغ افروزی، فراش خانہ، آبدارخانہ، مطبخ، کبوتر بازی، خوشبوخانہ، توشکخانہ، قورخانہ، الغرض ہر قسم کے آئین کا ذکر کیا ہے۔ مگر اصول جہانداری سے آئین اکبری کی بیاض معرا ہے، اکثر ضروری امور کو چھوڑ دیا، اور غیر ضروری کا ذکر کیا ہے، نہ تو ہم اس مجموعہ کو آئین جہانبانی کہہ سکتے ہیں نہ تاریخ شہنشاہ اکبر ہم تو اس کو اگلے وقتوں کی بیاض کہیں گے جس میں متقدمین اشعار طب کے نسخے، سفرنامہ، دیگر مختلف حالات، حساب آمد و خرچ جو کچھ چاہتے تھے، لکھ دیتے تھے، اس وقت تک کسی قسم کی تقلید عائد نہیں ہوئی تھی کہ تاریخ میں کن امور کو ضبط تحریر مین لانا چاہیے، بعض مؤرخین کو امام فن تاریخ کہا گیا ہے، اور بعض نے تاریخ کے اصول و ضوابط بھی مرتب کئے ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ جس قدر خود امام فن یا اس کے متبعین نے تاریخیں لکھی ہیں، ان میں کسی نے امامت و تقلید کا حق ادا نہیں کیا ممکن ہے کہ ان کو حالات نہ ملے ہوں، مگر ہمارا دعویٰ تو ثابت ہے کہ کوئی تاریخ مکمل نہیں ہے۔

اس تحریر سے نہ خیال کیا جائے کہ ہم مورخین متقدمین یا موخرین پر اعتراض کر رہے ہیں بلکہ تاریخ کی تعریف اور مقاصد جو ان مورخین نے قرار

Marfat.com

دیئے ہیں ۔ ان کے معیار سے ایک حقیقت کو ظاہر کرنا تھا۔ اور اس ضمن میں اپنی نارسائی کا اعتراف ہے۔

تاریخ کے نامکمل ہونے کا یہ بھی سبب ہے کہ مؤرخ کے مذہب وقومیت کی جھلک تاریخی واقعات میں نظر آتی ہے اور مورخ یا تو خود (یا اس کی قوم) کسی بادشاہ کی ناقدر دانی کا شکار ہوتا ہے، اس لئے وہ اس کی تاریخ نہیں لکھتا، بلکہ مذمت لکھتا ہے۔ چنانچہ ابنِ عرب شاہ نے تاریخ تیموری میں تیمور بادشاہ کی نسبت جو لکھا ہے، وہ اسی قبیل سے ہے۔

وکان هو وابوه من الفدا دین ومن طائفة اوشاب لا عقل لهم ولا دین وقیل کانا من الحشم الرجالة والا وباش البطالة وکانت ماوراء النهرما واهم وتلک الضواحی مشتاهم وقیل کان ابوه اسکافا فقیراً جداً. وکان هوشاباحدیدا جلدا ولکنه لما کان به من القلة یتجرم وبسبب تلک الاجرام تیضرر ویتضرم ففی بعض اللیالی سرق غنمة واحتملها. فضربه الراعی فی کنفه بسهم فابطلها وثنی علیه بآخرنی فخذه فاخطلها فاز دا دکهرا علی فقره ولوما علی شره ورغبة فی الفساد وحنقا علی العباد والبلادo

(تیمور کے حسب ونسب میں مختلف روایات ہیں) بعض کہتے ہیں کہ وہ اور اس کا باپ زمینداروں کے طبقے سے تھے، بعض کہتے ہیں کہ وہ دونوں غنڈوں کے گروہ سے تھے، جو عقل اور دین سے بے بہرہ ہوتے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ وہ پیادہ سپاہیوں میں سے تھے، بعض کہتے ہیں کہ وہ آوارہ اوباش لوگوں میں سے تھے، ماوراء النہر میں رہتے تھے۔ اور ان اطراف میں موسم سرما بسر کرتے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ اس کا باپ ایک بہت ہی غریب موچی تھا، لیکن تیمور بذاتہ تیز طبع بہادر نوجوان تھا اور غربت کی وجہ سے جرائم کا ارتکاب کرتا تھا اور ان جرائم کی وجہ سے نقصان اٹھاتا تھا اور غصہ سے بھڑک اُٹھتا تھا، چنانچہ ایک رات بکری چرا کر

98083

Marfat.com

لے جا رہا تھا، چرواہے نے اس کے شانے پر تیر مارا جس نے اس کے شانے کو بیکار کر دیا، دوسرا تیر اس کی ران میں مارا جس سے اس کی ران بیکار ہو گئی، اب وہ اپنی تنگدستی کے ساتھ لنگڑا پن میں اور اپنی برائی کے ساتھ کمینگی میں اور فتنہ و فساد کی خواہش اور بندوں اور شہروں پر غیظ و غضب کرنے میں بڑھ گیا۔

کیا اس کو تاریخ کہیں گے؟ ہرگز نہیں، اس قسم کی تحریر نے تاریخ پر بہت بُرا اثر ڈالا ہے اگرچہ بعض مسلمان، ہندو عیسائی اور یہودی مورخین آزادانہ واقعات نویسی کے مدعی ہیں، مگر عملی طور پر یہ دعویٰ ثابت نہیں ہوتا یہ ایک فطری بات ہے اور اس آلایش سے پاک ہونے کا بہت کم مورخین دعویٰ کر سکتے ہیں اور پھر ہر ایک کی روایت مختلف ہے کوئی مورخ کسی واقعہ کو کسی نظر سے دیکھتا ہے، کوئی کسی نظر سے اور بعض مورخین تو محض اس لئے تاریخ لکھتے ہیں کہ بعض بادشاہوں کو جن کے عہد میں ان کی قوم کثرت سے بادشاہ کے مذہب میں داخل ہوئی ہو بُرا بھلا کہنے کا موقع ملے، ترقی دین کو ظلم پر محمول کیا جائے، ان امور نے تاریخ کے واضح اور روشن مسائل کو تاریکی میں ڈال کر تاریخ کی اصلیت و حقیقت کو چھپا دیا ہے۔

ع شد پریشان خواب من از کثرت تعبیر ہا

پس ہر ایک تاریخ پڑھنے کے وقت اس امر کو مدنظر رکھنا چاہیے کہ اس میں کہاں تک خارجی خیالات کا دخل ہے، زیادہ تر یہ عیب یورپ کے مؤرخین میں پایا جاتا ہے کہ وہ سیاسی امور کی نگہبانی اور مذہبی تعصب سے شاہانِ اسلام کے کارناموں اور مذہب اسلام کے برخلاف وہ باتیں لکھتے ہیں جو مالبداہتہ باطل ہیں ہم ایسے جزئیات کی تفصیل سے (جو کثرت سے یورپ کے مؤرخین کی تاریخوں میں پائی جاتی ہیں) دیباچہ کو طول دینا نہیں چاہتے۔ ان کی تاریخوں سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ تاریخ کا میدان قوموں اور مذہبوں کا نبرد گاہ ہے اس کی آڑ میں جو کچھ چاہیں لکھ سکتے ہیں۔

Marfat.com

تاریخوں کا ایک ایسا بھی ذخیرہ ہے جو کسی بادشاہ کے دورِ حکومت کے چلے جانے کے بعد شائع ہوتا ہے اور اس خیال سے لوگوں کو اس کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے کہ مؤرخ بادشاہ کے عہد میں صحیح واقعات لکھتا رہا مگر بادشاہ کے خوف سے شائع نہ کر سکا لیکن ایسی تاریخیں ثبوت کی محتاج ہوتی ہیں ان کو احتیاط سے پڑھنا چاہیے، یہ وہ امور تھے جن کے ذکر کو میں اس موقع پر ضروری سمجھتا تھا اس کا یہ مطلب نہ لیا جائے کہ کسی نے اور مکمل تاریخ نہیں لکھی ہے اور ہم نے لکھی ہے بلکہ یہ اس تالیف میں نقائص کے رہ جانے پر ایک قسم کی معذرت ہے۔

Marfat.com

تاریخ کن امور سے مرتب ہوتی ہے

جن واقعات کو مؤرخ کسی بادشاہ کی سلطنت یا کسی قوم کی تمدنی حالت کے متعلق قلمبند کرتا ہے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ واقعات مرعیہ جن کو مؤرخ خود دیکھتا ہے اور جن کو وہ روایات کے اعتبار پر لکھتا ہے وہ واقعات سماعیہ کہلاتے ہیں۔ سماعی واقعات میں اس امر کی ضرورت ہے کہ سلسلۂ رواۃ کو دیکھا جائے کہ اس میں کوئی ایسا راوی تو نہیں جو قوت حافظہ نہیں رکھتا یا وہ کسی ایسے مذہب وفریق سے تعلق تو نہیں رکھتا جس سے اس کی روایت قابل اعتبار نہیں رہتی یا افتراء پروازی اور قصہ سازی سے تو مہتم نہیں اگر ایسا ہے تو اس کے بیان کردہ واقعات کچھ وقعت نہیں رکھتے، جب دیدہ وشنیدہ واقعات نہیں ملتے تو پھر آثار وتمدن سے جس میں ہر قسم کی عمارت، کھنڈر، برتن اور ہتھیار وغیرہ شامل ہیں اور نوشتوں سے جن میں کتبے اور سکے، مذہبی اور سیر وغیرہ کی کتابیں داخل ہیں تاریخی واقعات کو اخذ کیا جاتا ہے اور ضرب الامثال اور قصے کہانیوں کی تنقید کی جاتی ہے، ان میں سے جو بات شہادتوں سے ثابت ہو تاریخ کا جزو ہوسکتی ہے تاریخی واقعات کے انکشاف میں الفاظ سے بھی بہت کچھ امداد ملتی ہے کیونکہ الفاظ اور ان کی ترکیب سے یقینی نتائج حاصل ہوتے ہیں ہم اسی تاریخ کے الفاظ متعلقہ کو بطور مثال پیش کرتے ہیں، گجرات، ہزارہ، گوجر، گوجر خان، گوجرانوالہ، گوجر گھڑی، گوجر ٹھٹی، گوجرٹھٹہ، گوجرہ، گوجر بانٹھ، موہڑہ گوجراں، پنڈی گوجراں، گوجر گڈھ، گوجر چک، گج گراں، واڑہ گوجراں، گوجر پور، گوجرنگر، گورجستان[1]، گرج کے نام پر شہر یا گاؤں جس ملک یا صوبہ یا علاقہ میں پائے جائیں گے فوراً ہمارا ذہن گوجر قوم کی طرف منتقل ہوگا کہ یہ شہر اور گاؤں گوجروں کا آباد کردہ یا مسکن ہے اور ضرور ہے کہ یا تو اس وقت اس سرزمین میں گوجر آباد ہیں یا گذشتہ زمانہ میں آباد تھے، پھر

---

[1] گورجستان، گرج ایک ہیں، گوجر اور گرجر ایک، را اور ج کا قلب مکانی ہوگیا ہے، اس کی بہ مفصل آئے گی۔

Marfat.com

ہم اس علاقہ کے باشندوں کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم کو قوم گوجر کا پتہ ملتا ہے لیکن قیاس استقرائی میں مستثنیات بھی ہوتے ہیں۔ ایسا ہی ہمارے اس قیاس استقرائی میں بھی ممکن ہے کہ کسی گاؤں کا نام گوجر کے نام پر ہو اور وہ دراصل گوجروں کا آباد کردہ نہ ہو مثلاً قلعہ گوجر سنگھ، ضلع گوجرانوالہ میں ایک قصبہ سردار گوجر سنگھ کا آباد کردہ ہے لیکن اس میں بھی ایک نسبت قوم گوجر سے ہے، مہاراجہ رنجیت سنگھ کی عملداری کے بعد جو سکھ سردار مختلف صوبوں کے صوبہ دار یا سپہ سالار کی حیثیت سے بڑے بڑے شہروں میں رہتے تھے۔ ان میں سے بعض نے اپنے لڑکے کا نام اس شہر کے نام پر رکھا جس میں کہ وہ پیدا ہوا مثلاً پشورا سنگھ، لاہورا سنگھ، جو پشاور لاہور میں پیدا ہوئے، چونکہ گوجر سنگھ گجرات میں پیدا ہوا تھا اس لئے اس کا نام گوجر سنگھ رکھا گیا، تاہم یہ قصبہ ایک قوم کی اطلاع دیتا ہے مگر ایسا بہت ہی کم اور شاذ و نادر ہوتا ہے جس سے ہمارا کلیہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ علم منطق میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ قیاس استقرائی ایک حجت ہے اور وہ دعویٰ کے اثبات میں قبول کیا جاتا ہے۔

اور جہاں ہم گوجروں کے گوت پر دیہات کے نام پاتے ہیں اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ یہ دیہات بھی گوجروں کے آباد کردہ ہیں۔

ضلع گجرات میں

کولیان، کھاریاں، چوہان، باہر وال، دہدر، لوہسر، کالس، مہلو، چھالہ، اوانہ، ہیسی، بانٹھ، ڈنگہ، فتالیاں، پوڑ، چھاوڑی، ٹھیکریاں، بانیاں، چاڑ، کسانہ، بھکلہ، ڈوگہ، نجیران، بگنا گورسی، سانگو، ہود، راجو بھنڈ، فتا بھنڈ، بجاڑ والہ، دھکڑ، لانمبڑہ، کمٹی، آدم ٹوپہ، چھوکر، پسواں، میکن، سومبڑی، بسوئے، لادیاں، بارو، جاگل، ڈوئیاں، ڈھینڈو، بوکن، بہلیسر، مواضع بالا، گوجروں کے گوتوں کے نام پر ہیں اور اب بھی ان میں گوجر آباد ہیں۔

Marfat.com

ضلع ہزارہ میں

پڈھانہ ، جاگل، دیدڑ، موٹہ، ڈنگے، چیچیاں، ڈوئیاں، سرلی، پسوال، بائیں گوجری، جائل، ڈوگہ، راٹھی، الٰہی منگ وغیرہ وغیرہ دیہات گوجروں کے گوت پر مشہور ہیں۔

ضلع جہلم میں

بھملہ، پٹیا، ڈھینڈ و، کول پور، بجاڑ، مونن، راٹھی، بوکن، اوانہ، ٹھکریاں دوکالس، گوجر بانٹھ، مہیساں، کولیاں، لوہسر وغیرہ وغیرہ گوجروں کے آباد کردہ ہیں

راولپنڈی میں

بجاڑہ، کالس، چیچی، چوہان، ٹھکریاں، پھامبڑہ، گوجراں، گورسی، لودے، بھلیسر، بوکن، بجیرانہ، سراندے، بٹھیان، گھیلہ، کوٹ کولیاں، نون، سود، بوکڑ وغیرہ وغیرہ گوجروں کے دیہات ہیں۔

ایبٹ آباد میں

بھلیسر، ڈویاں ، گیلہ کلاں، گیلہ خرد، چھوکر، چک سانگو، تلہ بجاڑ، کولیاں، ٹھلہ، بانیاں، وغیرہ گاؤں گوجروں کے گوتون پر ہیں۔ اسی طرح پنجاب کے تمام ضلعوں اور دوسرے صوبوں میں گوجروں کے گاؤں موجود ہیں دیکھو آئین اکبری وفہرست دیہات اضلاع پنجاب وغیرہ۔

اگر ہم گوجروں کے کل گوت جمع کر لیں اور تمام ہندوستان کے مواضع کی صوبہ دار فہرست کے ساتھ مقابلہ کریں تو جس جس ضلع میں گوجروں کے گوت کے مواضع ملیں گے، ان سے ثابت ہوگا کہ وہاں یا تو اب گوجر آباد ہیں یا زمانہ گذشتہ میں آباد رہ چکے ہیں ، ہم نے اکثر ضلعوں اور ریاستوں سے دیہات کی مفصل فہرست منگوا کر تاریخ میں امداد لی ہے۔

Marfat.com

تاریخ میں حروف کی تبدیلی اور اصوات کے اصول سے بہت کچھ انکشاف ہوتا ہے

الفاظ سے بھی تاریخی واقعات پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے لیکن بعض الفاظ میں اس قدر تعلیل در تعلیل ہوتی ہے کہ لفظ کی اصلی صورت بالکل محو ہو جاتی ہے اور ایک حرف بھی باقی نہیں رہتا جو زبان داں حروف کی تبدیلی وتغیرات پر وسیع نظر رکھتا ہے جب اس کے سامنے کسی اسم کی اصلیت بیان کی جائے تو فوراً تسلیم کر لیتا ہے، لیکن جو لوگ اس علم سے بے بہرہ ہیں، اگر دو اسموں میں ایک نکتہ کا بھی فرق ہو تو وہ تسلیم نہیں کرتے۔

اسموں کی تبدیل شدہ یا مسخ شدہ صورتوں کے معلوم کرنے کے لئے ضوابط وقواعد مرتب ہو سکتے ہیں، تبدیل حروف وتعلیل کلمات کی کئی قسمیں ہیں۔

(۱) کسی اسم کا اسی زبان میں باختلاف مقام یا زمان تبدیل ہو جانا۔

(۲) دوسری زبان میں جا کر شکل کا متغیر ہو جانا۔

اس کی پھر کئی اقسام ہیں، کسی حرف کا اول یا آخر یا وسط میں زیادہ کرنا اول یا وسط یا آخر سے حذف کر دینا، حرف کو حرف سے بدل دینا، حروف کو آگے پیچھے کر دینا، یہ نہایت ہی دلچسپ فن ہے۔ ہر ایک زبان کی گریمر میں کچھ نہ کچھ اس کی بحث ہوتی ہے، مصدر سے افعال واسماء کے اشتقاق کی بحث اسی علم کا شعبہ ہے، اس دیباچہ میں مختصر طور پر اس کا ذکر اس لئے ضروری ہے کہ اس علم کے بعض مسائل ہماری اس تاریخ کے اجزاء ہیں۔ اگر ہم ان کی تشریح نہ کریں تو ایسے الفاظ وکلمات کے سمجھنے میں دقت ہوگی۔

دریاؤں کے ناموں کو دیکھو، ستلج کی اصل ''ستدریا شتدر'' ہے، بیاس کی بیاسا بہت کی بتتا بدستا، وتستا چناب کی چندر بھاکا، راوی کی اراوتی، تپتی کی تاپی۔

(آئین اکبری جلد سوم)

Marfat.com

اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ الفاظ میں کس قدر تبدیلی واقع ہوتی ہے مگر تبدیل شدہ اسما سے کسی طرح انکار نہیں ہوسکتا، اس تاریخ میں بہت سے ایسے الفاظ آئیں گے جن کی صورتیں بدلی ہوئی ہیں اور ان کی اصلی صورت کو ہم نے بیان کیا ہے اور اس سے اپنے دعویٰ کو ثابت کیا ہے۔ بعض ایسے الفاظ ہیں کہ ان میں اصلی ایک حرف بھی باقی نہیں رہا، تعلیل در تعلیل کی وجہ سے ان کی اصلیت پر مشکل سے اطلاع ہوسکتی ہے۔

ہم مختصر طور پر چند حرفوں کی تبدیلی کا ذکر کرتے ہیں مگر تبدیلی صرف یہیں تک محدود نہیں ہے۔

(ا) اکثر حذف ہو جاتا ہے اور تبدیل بھی ہو جاتا ہے اسکندر، سکندر اور راوی، اراوئی۔

(ب) ب اور واو، باہم تبدیل ہوتے ہیں، جیسے واڑی، باڑی، کھیت کے گرد جو خار بندی کی جاتی ہے، واڑہ، بارہ (قلعہ) وسنا، بسنا۔

(پ) ف، پ باہم تبدیل ہوتے ہیں گوسفند، گوسپند، فوج، پھوج (شکر)

(ج) ج اور خ اور ز، ح باہم تبدیل ہوتے ہیں مثالیں کثرت سے ہیں۔

(چ) س، ج سے تبدیل ہوتی ہے، جیسے چین اور صین، جون اور چون (حرف تشبیہ)

(خ) سین سے تبدیل ہوتی ہے، جیسے سسر اور خسر، ادرک سے جیسے کمند، خمند۔

(ک) سین سے تبدیل ہوتا ہے، جیسے ناک، ناس، باس (عذاب سختی) مغرب باک، فارسی، پاس، پاک۔

(ق) گاف سے تبدیل ہوتا ہے جیسے قندھار، گندھار۔

وق علی ہذا القیاس۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مبادیات تاریخ

جب ہم دیباچہ ختم کر چکے تو سمجھتے تھے کہ ابتدائی مراحل کوٹ کر کے منزل مقصود کی شاہراہ پر پہنچ گئے ہیں اور اصل موضوع (تاریخ گوجر) پر قلم اٹھانے کا وقت آ گیا ہے لیکن ایک زبردست خیال نے ہمارا قلم روک دیا کہ جس قوم کے سامنے یہ تاریخ پیش ہونے والی ہے اس کے بعض افراد تاریخ ہند کے واقعات سے بالکل خالی الذہن ہیں۔ اس تاریخ کے مقاصد سمجھانے کے لئے ضرورت ہے کہ اولاً ہندوستان کے قدیم باشندوں اور بعد میں آنے والی قوموں کا مختصر ذکر کیا جائے جن میں قوم گوجر بھی شامل ہے مقابلہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب دوسری قوموں کا علم ہو ایسے خیالات ہمیں آگے چلنے نہیں دیتے، اور ہماری منزل دور ہوتی جاتی ہے، اب اس کے سوا چارہ نہیں ہے کہ ہمارا قلم قریب و بعید کے سب منازل کو طے کرے۔ قوم کی خاطر اس قسم کی مشکلیں اٹھانی آسان ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ تاریخ سے اس کو دلچسپی پیدا ہو جس سے وہ شاہراہِ ترقی کی تلاش کرے اور اس تاریخ کے مباحث کو سمجھنے کے لائق ہو۔

مقالۂ اولیٰ

ہندوستان ایک تماشا گاہ یا نمایش گاہ ہے جس میں ہر ملک کی قومیں موجود ہیں۔ مؤرخین نے ان کی تقسیم مختلف طور پر کی ہے مثلاً:

(ا) باعتبار رنگ و تشخص وقد و قامت۔ (ب) بحیثیت زبان

(ج) بحیال رسم و رواج و تمدن۔ (د) من حیث المذہب والملت

(ہ) بلحاظ حکمرانی و محکومی۔

تشخص و رنگ کے اعتبار سے مؤرخین نے قوموں کو تین انواع پر تقسیم

Marfat.com

کیا ہے۔اس کی نسبت ہم نے اس باب میں کچھ زیادہ تشریح کی ہے۔

(۱) پست قامت، سیاہ رنگ، چپٹی ناک والے قدیم باشندے ہیں۔

(۲) طویل القامت، سفید رنگ، بلند بینی والے، آریہ نسل ہیں۔

(۳) پست قامت، سفید رنگ، چھوٹی ناک والے، منگولین ہیں۔

(دیکھو گورکھا اور تبتیون کو جو ہر جگہ پائے جاتے ہیں)

مندرجہ بالا مختلف قومیں کسی وقت ہندوستان میں شمال مغرب کی سمت (وسط ایشیا) سے دوار ہوئیں، اس زمرہ میں آریہ، یونانی، شاک، یوپی، ہن وغیرہ کو شامل سمجھا جاتا ہے۔

صحیح طور پر ان کے آنے کا وقت معلوم نہیں ہے۔ مؤرخین قیاسات سے کام لیتے ہیں اور اس میں اختلاف کا دائرہ بہت وسیع ہو جاتا ہے، مشہور روایات یہ ہیں۔

سکندر کی فوج کے کچھ لوگ ہندوستان کی تسخیر کے بعد یہاں رہ گئے، اور کچھ یونانی جماعتیں حملۂ سکندر سے کئی سال بعد پنجاب اور مغربی سرحد ہندوستان پر مسلط ہو گئیں، ایک جماعت دوسری صدی قبل از مسیح میں وارد ہندوستان ہوئی جس کو ساکا یا شاک کہتے ہیں، یہ جماعت مختلف خط و خال کا مجموعہ تھی، کچھ سروقدر، سفید رنگ، آنکھ ناک کے خوشنما اور کچھ کریہ المنظر تنگ چشم تھے۔

اس کے بعد ایک اور خانہ بدوش گروہ آیا جس کا لقب یوچی ہے، یہ سیلاب کی طرح دریائے نربدا بلکہ ساحل سمندر تک پہنچ گیا، یہ بلند قامت، تنومند، سفید رنگ اور عالی ہمت تھے اور بیان کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ ایرانی نسل سے تعلق رکھتے تھے۔

پانچویں صدی کے اخیر اور چھٹی صدی کے بعد ایک اور جرار، محنت کش، توانا اور خوبصورت قوم نے جس کو ہن کہتے ہیں، پہاڑوں کے دروں سے نکل کر ہند کی وادیوں اور مرغزاروں پر قبضہ کر لیا۔

Marfat.com

مؤرخین کا خیال ہے کہ راجپوتوں کی بعض شاخیں اور گوجر جاٹ اسی باغ کے پھل پھول ہیں۔ اس کے علاوہ عرب مغل، پٹھان، (حملہ آور قومیں) تاخت و تاراج کے بعد مختلف اطراف ہند میں متوطن ہو گئے اور رفتہ رفتہ یہ پردیسی قومیں بھی ہندوستان کی قوموں میں مل جل گئیں۔

Marfat.com

مقالۂ دویم

ہندوستان کے اصلی باشندوں کی دو قسمیں ہیں۔ اول درآور۔ دویم کولاری، جو ہند کے شمال وسط میں آباد ہیں اور ان کے کئی گروہ ہیں۔ اول سنتھال جن کی تعداد تقریباً پچیس لاکھ ہے، شمالی بنگال میں متمکن ہیں، دویم بھیل جن کی تعداد چودہ لاکھ کے لگ بھگ ہے، وسط ہند کے پہاڑوں میں آباد ہیں، سوم کانڈیا، گونڈ جن کے نام سے علاقہ گونڈوانہ مشہور ہے، جو اوڑیسہ میں رہتے ہیں اور ان کی تعداد 21 لاکھ سے کم نہیں ہے۔[1] حقیقت یہ ہے کہ جن قوموں کو مؤرخین نے قدیم باشندہ لکھا ہے وہ بھی قدیم زمانہ میں دوسرے ممالک سے آئی ہیں چونکہ ان کے زمانۂ ہجرت کے پہلے تاریکی ہے جس میں کسی اور قوم کی صورت نظر نہیں آتی، اس لئے ان کو قدیم باشندوں کا لقب دیا گیا ہے، آریہ اس لئے قدیم باشندوں کے لقب سے محروم رہے کہ یہ بعد میں آئے تاریخوں نے سب کو گڈریا اور خانہ بدوش لکھا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جو قومیں دوسرے ملک میں قسمت آزمائی کے لئے ہجرت کرتی ہیں، وہ اہل وعیال و مال و مویشی کو ساتھ لاتی ہیں اور ہمیشہ کے لئے اپنے وطن کو خیرباد کہتی ہیں، ایسی ہر قوم کو خانہ بدوش صحرا نور ادائی کہا جاتا ہے۔

آریہ پہلے پنجاب کی سرسبز وادیوں میں مویشی چراتے تھے، پھر دریائے سندھ کے مرغزاروں کو چھوڑ کر مشرق کی طرف بڑھنے لگے، اور بڑھتے بڑھتے وادی گنگ تک پہنچ کر کئی قبائل میں منقسم ہو گئے، مشہور قبیلے بھارت اور پورو ہیں، ہندوستان کے ایک حصہ کو بھارت کے نام کی نسبت سے بھارت ورش کہتے ہیں

---

[1] اس کے علاوہ اور قومیں بھی ہیں، جو قدیم کہلاتی ہیں، مالا بار میں قوم نبیر مشہور ہے اور نیل گری میں قوم ٹوڈہ اوکوٹہ آباد ہیں، ہندوستان کے شمال مشرق میں قوم منگول پائی جاتی ہے، جو کسی زمانہ میں چین یا منگولیا سے آئی تھی۔

Marfat.com

جو قومیں گنگا کے پار آباد ہیں ، وہ مگدھ کو رو کونسل پنجال کے نام سے معروف ہیں۔ آریہ جب ہندوستان کے اکثر حصص پر قابض ہو گئے تو ان کی طاقت زبردست ہوگئی اور وہ ہندوستان کے قدیم راجاؤں کو دھمکانے لگے روز مرہ کی جنگ جدول سے فن جنگ میں مشاق ہو گئے اور اپنی اولاد کو آئندہ فتوحات و مدافعات کے لئے تیار کرنے لگے اس وجہ سے ان کی شوکت و اقبال کا آفتاب ہند کی سرزمین پر طالع ہوا، رفتہ رفتہ وہ کئی علاقوں پر حکمران ہو گئے اور قدیم باشندوں کو دباتے دباتے قافیہ تنگ کر دیا، کچھ لوگ تو ان کے مطیع ہو گئے اور کچھ مختلف اطراف میں جا کر پناہ گزیں ہوئے، قدیم اصطلاح ہند کے بموجب آریوں نے راجہ اور مہاراجہ کا لقب اختیار کیا اور با قاعدہ لشکروں کی ترتیب اور ملک کے قانون کی تدوین کرنے لگے۔

Marfat.com

مقالۂ سوم

محققین یورپ کہتے ہیں کہ آریہ پہلے پنجاب میں حملہ آوروں کی حیثیت سے نمودار ہوئے اور اصلی باشندوں کو اپنی زبردست طاقت سے اس سرزمین سے بیدخل کردیا، جس سے ان کی فوجی سطوت بہت بڑھ گئی اور پنجاب کو مرکزِ حکومت بنا کر ہر طرف سیل مواج کی طرح بڑھنے لگے اور اپنی تمدنی حالت کی بہت کچھ اصلاح کی ویدوں کی ترویج کے ساتھ ساتھ انتظام ملک کے ضوابط وقوانین بھی مرتب کر لئے اور سرزمین سپت سندھو میں مستقل، آزاد، زبردست سلطنتیں قائم کیں ہیت سندھو اُن کی اصطلاح میں اس علاقہ کو کہتے ہیں جس میں سات دریا، سندھ، جہلم، چناب، راوی، ستلج، بیاس، شرستی، جاری ہیں جس طرح کہ پانچ دریاؤں جہلم، راوی، بیاس، ستلج، چناب کی سرزمین کو پنجاب کہتے ہیں سپت سندھو کو ہندو مؤرخین تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

(۱) سرسوتی کی ملحقہ بالائی سرزمین۔ (۲) بھارتی یعنی وہ علاقہ جو سرستی کے کنارۂ زیریں کے ساتھ ساتھ جاتا ہے جس میں بھارتی رہتے ہیں (۳) کشمیر کی وادی ایلا۔

آریوں کے پانچ قبائل بھارتی، ترتستو، انو، ورموا، تربوش (یادو)

یہ پانچ قبائل پانچ جن کہلاتے ہیں، ان کے علاوہ دو اور جماعتیں ہیں جو دوابوں میں رہتی ہیں اور پورا اور چھیدی مشہور ہیں، آریوں کا ایک اور قبیلہ ہے جس کو مہذب آریہ دسیو کہتے تھے۔ یہ آریوں کے مذہب ورسم سے آزاد، لوٹ مار پر گزارا کرتا تھا، مغربی محققین کا خیال ہے کہ وسیو ہندوستان کے اصلی باشندے ہیں، بعض تاریخوں میں لکھا ہے کہ آریوں کے 190 قبیلے ہیں مگر زمانۂ حال کی تفصیلات سے ان کے قبائل کی تعداد چار ہزار تک شمار کرتے ہیں، تاریخوں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت کے آریہ تنگ خیال نہیں تھے،

Marfat.com

یگ میں سبیل اور گھوڑے کی قربانی بھی کرتے تھے، جس کو وہ ویدوں کے رو سے جائز سمجھتے تھے، ملاحظہ ہو ہسٹری آف پنجاب مؤلفہ بھائی پرمانند ایم اے۔

اس زمانہ کے راجپوت اپنے آپ کو انہیں آریہ کی نسل ظاہر کرتے ہیں، آریوں کے عالموں کا دعویٰ ہے کہ یورپ کی قومیں بھی آریہ ہیں، مگر ان کے اصل وطن کی نسبت اب تک کسی خاص مقام کا متفق علیہ طور پر تعین نہیں ہوا، زمانۂ حال میں جو ہندو عالموں نے اپنے اپنے خیال سے سنگھٹن کی غرض ہے تاریخیں لکھی ہیں، ان میں اختلاف روایات کی جھیل اس قدر وسیع ہے کہ میں اسکو عبور نہیں کر سکتا اور حقیقت جیسا کہ پہلے تھی اب بھی تاریکی میں ہے۔

گنگا دھر تلک کی یہ رائے ہے کہ آریوں کا اصلی وطن بحر منجمد شمالی کے قریب تھا وہاں ہی رگ وید لکھا گیا اور وہاں سے یہ لوگ ہندوستان یورپ، ایران کو گئے۔

بابو اپناش چندر داس کہتا ہے کہ یہ بالکل غلط ہے، آریہ سپت سنپو، ہفتاب (پنجاب) میں رہتے تھے اور وہاں ہی وید لکھے گئے، کیونکہ سپت سندھو (ہفتاب) دنیا میں سب سے زیادہ قدیم و ابتدائی زمین ہے، اس پر بابو اپناش چندر آر کی آلوجیکل سروے کی دلائل پیش کرتا ہے، الغرض ایک علم ہیئت سے دوسرا علم الارض سے اپنے اپنے نتائج کی صحت پر ثابت قدم ہے جن میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

Marfat.com

مقالۂ چہارم

یہ امر مسلم ہے کہ ہندوستان کی ابتدائی تاریخ نہایت تاریکی میں ہے، جستہ جستہ جو کچھ حالات ہم کو معلوم ہوئے ہیں وہ آثار قدیمہ سکوں، کتبوں، ہتھیاروں، غاروں، عمارتوں، مذہبی اقوال اور جنگ و جدال کے تذکروں سے اخذ کئے گئے ہیں۔لیکن یہ تحقیقات اب تک ختم نہیں ہوئی۔ روز بروز نئے نئے واقعات کا انکشاف ہوتا جاتا ہے، جب ہم نے ایک قسم کے پتھروں کے برتن، مکان اور ہتھیار دیکھے تو سمجھا کہ یہ ایک ہی قوم کا اثات البیت ہے، اس کو ہم نے زمانۂ سنگ کہا اور جب ہم نے تانبے لوہے کے برتن اور ہتھیار دیکھے تو کہا کہ یہ دوسری قوم کا تمدن ہے۔ اس کا نام ہم نے دورِ آہن رکھا۔ ٹیکسلا کے شہروں کی بنیادوں کے مختلف آثار اور اُن کے مختلف سنگِ تعمیر اور زیور کے نمونوں سے مختلف قوموں کی زندگی کی روش معلوم ہوتی ہے لیکن اس پر بھی ہمارا شک رفع نہیں ہوسکتا کہ یہ قومیں فی الحقیقت مختلف ہیں، یا ایک ہیں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ ترقی و تنزل کے مختلف دور ہیں، آپ دیکھتے ہیں کہ ایک ہی گاؤں میں ایک ہی قوم کبھی درختوں کے سایہ میں رہتی تھی، پھر اس نے بھلی بُری جھونپڑیاں بنالیں، پھر کچے مکان، پھر پختہ عالیشان کوٹھیاں تعمیر کرلیں اور کوٹھیوں کے صحن میں باغ اور باغ میں روشیں بنائیں، تو کیا یہ مختلف قوموں کا تمدن ہے یا ایک ہی قوم کی ترقی کے مختلف دور ہیں؟

ہم پہلے بیان کرآئے ہیں کہ مؤرخین شکل و شباہت کے اختلاف سے قوموں کی تفریق کرتے ہیں، پست قامت چپٹی ناک گول چہرے چوڑے پاؤں والی زرد رنگ قوم کو چینی یا جاپانی خیال کرتے ہیں، پست قامت، سیاہ رنگ، لاغر اندام کو ہندوستان کے قدیم باشندے سمجھتے ہیں لیکن یہ بھی یقینی نہیں ہے بسا اوقات قوموں کا تشخص آب و ہوا اور خوراک سے بھی تبدیل ہو جاتا ہے، گورکھا

Marfat.com

قوم جو پنجاب کے پہاڑوں میں تین چار پشت سے مقیم ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے قدوقامت وتشخص میں بہت تبدیلی ہوگئی ہے، جس نے ہندوستان اور کاغان وسوات بنیر کے گوجروں کو دیکھا ہو وہ کبھی نہیں کہہ سکتا کہ ایک ہی نسل کے افراد ہیں، کیونکہ کاغان کے گوجروں کی شکل و شباہت اور قدو قامت پٹھانوں کی شکل سے ملتی جلتی ہے اور یہ قدرتی امر ہے کہ ہر ملک کی آب وہوا، وہاں کے باشندوں پر اثر ڈالتی ہے، اس اصول سے ہم یقینی طور پر قوموں کی تفریق نہیں کر سکتے، رفتہ رفتہ ایک قوم کا تشخص آبائی دوسرے ملک میں آ کر تبدیل ہو جاتا ہے، جیسا کہ کسی جنس کا تخم ایک ملک سے دوسرے ملک میں لا کر بویا جاتا ہے، وہ تیسری چوتھی فصل میں اپنی ابتدائی حالت پر قائم نہیں رہتا، کشمیر سے جو پنجاب میں آ کر آباد ہوئے ہیں، ان کا رنگ روپ تبدیل ہو گیا ہے، ہاں ابتدائی زمانہ میں اختلاف رنگ وشکل سے قوموں کا کچھ نہ کچھ امتیاز کر سکتے ہیں مگر صدی دوصدی کے بعد یہ امتیاز زائل ہو جاتا ہے، خصوصاً جب قومیں باہمی ازواج سے اپنے خون کا تبادلہ کرتی ہیں، تو آئندہ نسلوں میں بہت جلد تبدیلی واقع ہو جاتی ہے ہم پیشہ ہونے کی وجہ سے بھی قوموں کی تقسیم نہیں کر سکتے، کیونکہ لوگ اپنے پیشے کو بدلتے رہتے ہیں، ہم قدیم باشندگان ہندوستان کی تاریخ پڑھتے ہیں کہ ابتداء میں یہ لوگ وحشی جانوروں کا شکار کر کے گزارہ کرتے تھے، اس کے بعد ترقی کرتے کرتے کھیتی کرنے لگے اور کھیتی پر اُن کی زندگی کا مدار ہو گیا اور پھر ایک دوسرے سے مدافعت کے لئے سوٹا، پتھر، تیر، چاقو، چھرا، تلوار، خنجر، بندوق، توپ کا بالتدریج استعمال کرنے لگے۔

الغرض پیشہ وطرز تمدن میں تبدیلی واقع ہوتی رہتی ہے، اس سے ہم ان کو دیکھ کر اتحاد قومی کا حکم نہیں لگا سکتے۔

ابتداء میں گاؤں گاؤں کا سرکردہ جدا تھا، پھر چند گاؤں کا علاقہ وار اور چند علاقوں کا صوبہ دار اور چند صوبوں کا راجہ اور چند راجوں کا مہاراجہ یا بادشاہ مقرر

Marfat.com

ہوا اور بادشاہوں میں سے زیادہ طاقتور شہنشاہ کہلانے لگا اب ایک وہ زمانہ آنے والا ہے کہ تمام دنیا کا ایک ہی بادشاہ ہو گا یا سب بادشاہ ایک کونسل کے ماتحت ہوں گے کیونکہ ہمیشہ کثرت وحدت میں مدغم ہو جاتی ہے کوئی ایسی قوم نہیں ہے جس نے تمدن کے ان منازل کو طے نہ کیا ہو، ہر ایک بچہ پہلے گہوارہ میں پڑا رہتا ہے، پھر بیٹھنے لگتا ہے، پھر چلتا ہے، پھر دوڑتا ہے اور نیز ہم دیکھتے ہیں، ادنیٰ اور اعلیٰ تمام انسان تربیت اور نشوونما کے ان مدارج کو طے کرتے ہیں اور یہ بدیہی امر ہے کہ ہمارے ادراک ونظر اور تحقیقات کی حد مقرر ہے، جس حد مقررہ سے آگے ہم جا نہیں سکتے ، ہندوستان پر کیا موقوف ہے ہر ملک کی تاریخ کی ابتدائی حالت تاریکی میں ہے کیونکہ تاریخ کے واقعات پر احاطہ کرنا اور نتائج کا استخراج ہماری قوت ادراک پر موقوف ہے،اور قوت بدرکہ ناتمام ہے، اگر ہم قوموں کی شرافت و دذالت کا سلسلہ چلائیں تو عجیب عجیب حالات معلوم ہوتے ہیں، شرافت رذالت سے اور دذالت شرافت سے تبدیل ہو جاتی ہے، جن لوگوں کو کسی مؤرخ نے شریف لکھا ہے دوسرے دور میں ان کو دوسرا مؤرخ رذیل لکھتا ہے، شرافت و رذالت کا مدارا اخلاق پر ہے اور اخلاق میں حسب حالات تبدیلی واقع ہوتی رہتی ہے اور پھر اقوام کے افراد میں شرافت و رذالت اس طرح متبدل ہوتی رہتی ہے کہ ہر صدی کے بعد قوموں کی از سر نو تقسیم ہو سکتی ہے، ہر ایک قوم کے رذیلوں کا ایک فرقہ اور اس کے شریفوں کا دوسرا فرقہ انتخاب کر کے ان کی جدا جدا قوم بن سکتی ہے، اسی طرح اوصاف خلقی کے لحاظ سے بہادر قوم بزدل اور بزدل بہادر عالم جاہل اور جاہل عالم ، پاک باز ناپاک، ناپاک پاک باز ہو جاتے ہیں بلکہ ایک ہی شخص ایک زمانہ میں شریف اور دوسرے وقت میں رذیل کہلاتا ہے۔

تو ان رسید بیک روز در شمائل مرد
کہ تا کجاش رسیدہ است پائے گاہِ علوم
ولے زباطنش ایں مباش وغرہ مشو

Marfat.com

کہ خبث نفس نہ گردو بسا لہا معلوم

اس اصول سے ثابت ہے کہ ہندوستان کی جدید اور قدیم قوموں میں بہت کچھ اشتراک و اختلاط پایا جاتا ہے، فارسی تاریخوں میں ایک قوم کے دوسری قوم میں شامل ہونے کی کئی مثالیں ہیں، اس اشتراک اور اختلاط کے لئے اسباب ہوتے ہیں، مذہب کی وجہ سے دنیاوی اغراض سے ایک قوم اپنا شجرۂ نسب دوسری قوم سے ملحق کر دیتی ہے، یہ ایسا بدیہی مسئلہ ہے کہ دنیا میں اس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا، اب تو بعض ہندو بھی جو ذات پات کے امتیاز کے سخت پابند تھے، اس امر سے انکار نہیں کرتے کہ ان میں دوسری قوموں کا عنصر بھی موجود ہے، اسی اصول پر قوموں کی تفریق و افتراق کو دیکھنا چاہیے، جو تاریخیں حال میں ہندو مؤرخین نے لکھی ہیں، ان میں علی الاعلان تسلیم کیا ہے، کہ آریہ قوم میں دوسری قومیں بھی شامل ہیں اور اس کی انہوں نے متعدد مثالیں دے کر اس مسئلہ کو ہر طرح ثابت کر دیا ہے، جس سے قومیت کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا ہے، یہ وہ مسائل ہیں جو ہماری تاریخ کے مطالب کے سمجھنے میں کار آمد ہوں گے۔

Marfat.com

مقالۂ پنجم

ہندو چار وید، رگ وید، یجر وید، سام وید، اتھرو وید کو الہامی مانتے ہیں اور ان کے احکام کی تقلید کو فرض سمجھتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ جیسا خدائے تعالیٰ قدیم ہے ویسے وید بھی قدیم ہیں۔ ہندوؤں کے متعدد فرقے ہیں مگر دو زیادہ مشہور ہیں، آریہ سماجی، سناتن دھرمی، آریہ سماجیوں کا اعتقاد ہے کہ ویدوں کے حکم سے خدا کے سوا اور کسی کی عبادت جائز نہیں ہے، ویدوں میں جو متعدد دیوی دیوتاؤں کا ذکر ہے وہ دراصل اسمائے الٰہی ہیں چنانچہ وہ اس کا ثبوت ویدوں کے الفاظ و معانی سے دیتے ہیں۔

اگن، اندر، دُرن، مہتر جو قابل تعظیم ہیں، وہ دراصل اسمائے الٰہی ہیں یہ فرقہ توحید کی طرف مائل ہے، سناتن دھرمی ویدوں کے الہامی ہونے میں تو متفق ہیں اور اس امر کو بھی مانتے ہیں، کہ قابل پرستش وہی ایک خدا ہے، جس کا کوئی شریک نہیں مگر دیوی، دیوتا خدائے تعالیٰ کے مظاہر ہیں اور وہ علیحدہ ہستی رکھتے ہیں، اس لئے ان کی پرستش بھی لازمی ہے۔

آریوں کی اور بھی کئی ایک مذہبی کتابیں ہیں، وہ کہتے ہیں کہ برہمن، اُپنشد، اتہاس پران ویدوں کی تفاسیر وتشریحات ہیں مگر اکثر سائن دھرمی ان کو بھی ویدوں کی طرح الہامی جانتے ہیں۔ اپنشد کے معنی راز وعرفان کے ہیں، اس کے اکثر مسائل اسلام کے تصوف سے ملتے جلتے ہیں، جس طرح عربی میں مختلف علوم ہیں، ایسے ہی سنسکرت میں علوم ہیں صرف اجمال وتفصیل کا فرق ہے، البتہ بعض مسائل واصول مختلف ہیں۔

Marfat.com

مقالۂ ششم

یجر وید کے ایک منتر کے رو سے ہندوؤں کا یہ اعتقاد ہے کہ برہمن خدا کے منہ سے اور کھشتری بازو سے اورویش ناک سے اور شودر پاؤں سے پیدا ہوئے ہیں اور انہوں نے اس اعتقاد پر زمانۂ مدید تک ذات پات کا بہت کچھ امتیاز قائم رکھا، مگر چونکہ یہ امتیاز اصولِ قدرت کے مخالف تھا۔ اس لئے وہ قدرت کا مقابلہ نہ کر سکا، جب کسی شودر قوم کے راجہ نے زور پکڑا تو وہ کھشتری ہو گیا اور جب کسی شودر نے علم عرفان وتصوف میں فاضلانہ معلومات حاصل کئے تو وہ برہمن ہو گیا جب کوئی مہاراجہ تخت سے گر گیا تو وہ ادنیٰ قوم میں شمار ہونے لگا، اگر کوئی برہمن بُرے کام کرنے لگا تو وہ شودر سمجھا گیا۔ ہم ان کی تفصیل بحوالہ آئین اکبری آگے چل کر کریں گے۔ یہ امور بھی ہماری تاریخ کے بعض واقعات کے موید ہیں۔

غرضِ تالیف

قوم کے معززین! ہم نے اس تاریخ کو نہ تو بغرض اظہار لیاقت اور نہ بارزوی حصول زراور نہ بخیال تحسین وآفرین لکھا ہے۔

نہ ستایش کی تمنا نہ صلہ کی پروا

بلکہ قوم کے اکابر کے حکم کی تعمیل کی ہے اور اس ضمن میں یہ بھی مطلوب ہے کہ قوم کے تعلیم یافتہ نوجوان خواہ کسی مذہب وملت کے ہوں اس کو پڑھیں اور ان کے دل ودماغ میں آبائی شوکت وعظمت کا خیال پیدا ہو جس سے وہ راہِ ترقی پر چل نکلیں اور یہ بھی مقصود ہے کہ اس تاریخ کو فضلائے زمانہ تنقیدگی نظر سے مطالعہ کریں اور جو روایت غلط ثابت ہو اس کی درستی کی جائے اور جو واقعہ رہ گیا ہو اس کو درج کیا جائے ہم نے اپنی استعداد کے موافق ایک کام کیا ہے۔

ع شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

ہمیں یہ اعتراف ہے کہ اس پر بہت کچھ اضافہ ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

شکریہ

ہم پر واجب ہے کہ ہم اپنے ان احباب اور عزیزوں کا شکریہ ادا کریں، جنہوں نے ہمیں اس تاریخ کی ترتیب و تالیف میں کسی نہ کسی نوع کی امداد دی، خدائے تعالیٰ ان کی سعی کو مشکور کرے۔

(۱) محترمی علامہ سید سلیمان ندوی صدر مصنفین دارالمصنفین، اعظم گڈھ۔

(۲) عزیزم علامہ مولوی محمد عبداللہ ایم اے، ایل ایل بی۔ مولوی فاضل منشی فاضل ایم او ایل محدث ساکن گھکر ضلع گجرات حال ایڈوکیٹ، پنڈی گیپ ضلع اٹک۔

(۳) عزیزم چوہدری لعل دین خان بی اے، بی ٹی ہیڈ ماسٹر خلف الرشید، چوہدری نظام الدین خان کٹاریہ، ساکن موضع لکڑا تحصیل شکر گڑھ، ضلع گورداسپور۔

(۴) مکرمی سید ارشاد حسین متقی کلارک فارن آفس، انڈیا۔

(۵) مکرمی سید اسحاق، مینجر شاہ جہان ہوٹل بمبئی۔

(ہم ان کے خاص طور پر ممنون ہیں کہ ان صاحبوں کو باوجودیکہ ہم سے کوئی تعلق قومی نہیں، انہوں نے ہم کو بہت امداد دی)

(۶) فرزندم محمد عبداللہ خان بیرسٹرایٹ لا ملتان۔

(۷) فرزندم اختر علی خان اسسٹنٹ منتظم آبادی بھاولپور۔

(۸) فرزندم اکبر علی خان، بی ایس سی، اگریکلچرل اسسٹنٹ لائل پور۔

(۹) برادر زادہ ام مولوی غلام محبوب سبحانی مولوی فاضل منشی فاضل پروفیسر بھاولپور کالج۔

(۱۰) برادر زادہ ام مولوی غلام محبوب سبحانی مولوی فاضل نمبردار چک 124 ضلع ملتان۔

Marfat.com

(۱۱) حکیم محمد حیات خان، ساکن چک محمد یار علاقہ جموں۔

(۱۲) عزیزم چوہدری عبدالغفور خان، ہیڈ ماسٹر، بی اے، بی ٹی جگراؤن ضلع لودہانہ۔

(۱۳) برادر زادہ ام چوہدری محمد خان کلارک محکمہ زراعت لاہور ساکن کھوڑی۔

خادم القوم

ابو البرکات محمد عبدالمالک چوہان پنشنر مشیر مال ریاست بھاول پور خلف، علامہ الدہر حضرت مولٰنا مولوی محمد عالم صاحب مرحوم رئیس کھوڑی ضلع گجرات، پنجاب۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اول

دنیا کی پیدائش اور ذاتوں کا امتیاز

الحمد للہ ہم دیباچہ و مبادیات کے متفرق امور سے فارغ ہو کر شاہراہِ مقصود پر پہنچ گئے ہیں، اگرچہ کئی اور امور بھی لائق بیان تھے مگر جس قدر تفصیلات ضروری تھیں وہ بیان کر دی گئی ہیں اور اس تاریخ میں اس سے زیادہ بیانات کی گنجائش بھی نہیں ہے۔

دامانِ نگہ تنگ گل حسن تو بسیار
گل چین بہار توز دامان گلہ دارد

مذہبِ اسلام تو بہت سادہ اور سیدھا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے کُن کہا اور کل دنیا ایک آن میں پیدا ہوگئی۔ انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون۔ خدائے تعالیٰ کا حکم زبردست ہے جب کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو حکم کرتا ہے کہ ہو جا وہ چیز فوراً عالم وجود میں آ جاتی ہے۔

حکما کہتے ہیں کہ چونکہ ایک فاعل سے ایک وقت میں ایک ہی فعل ظہور پا سکتا ہے اس لئے خدائے تعالیٰ نے پہلے عقل اول کو پیدا کیا، عقل اول سے پہلا آسمان اور عقل دوم اور عقل دوم سے دوسرا آسمان اور عقل سوم پیدا ہوئے، اسی طرح دس عقل اور نو آسمان عالم وجود میں آئے یہ نظریہ علت و معلول کے سلسلہ پر مبنی ہے جو باطل ہے۔

سندس بسے جوید از راز شان
نداند کہ چون کر دی آغاز شان

Marfat.com

بعض فلاسفروں کا خیال ہے کہ کائنات رفتہ رفتہ مکمل ہوئی جمادات نے نباتات کا اور نباتات نے حیوانات کا اور حیوانات نے انسان کا مرتبہ بالتدریج حاصل کیا چنانچہ حیوانوں سے بوزینہ شکل و شباہت وفطرت میں انسان کے قریب ہے یہ منازل ترقی وارتقاء کے ہیں بعض کہتے ہیں کہ زمانہ قدیم ہے جس کی ابتداء نہیں ہے یہ مذہب دہریون کا ہے، جو خدا کی ہستی کے قائل نہیں اور مادہ و ہیولیٰ کو قدیم مانتے ہیں، ان تمام خیالات کو علم کلام میں رد کیا گیا ہے۔

دریں ورطہ کشتی فرشد ہزار
کہ پیدا نشد تختۂ برکنار

ہندوؤں کے مذہب میں دنیا کی پیدائش کا کچھ اور ہی سلسلہ ہے، حقیقت الامر یہ ہے کہ اسلام کے سوا جس قدر اور مذہب ہیں، وہ خدائے تعالیٰ کو قادر علی الاطلاق اور منزہ نہیں سمجھتے، سیدھا اور صاف راستہ مذہب اسلام کا ہے کہ خدائے تعالیٰ کی ہستی مخلوقات کی ہستی سے اعلیٰ اور الگ ہے خدا اور مخلوق کے درمیان خالقیت اور مخلوقیت کے سوا اور کوئی رابطہ و واسطہ نہیں ہے اور خدا اسباب و علل کا محتاج نہیں ہے بلکہ وہ تمام اسباب و علل کا خالق و مختار کل ہے، جس وقت جس چیز کو چاہے پیدا اور جس آن میں جس شے کو چاہے معدوم کرسکتا ہے، خدا کی ہستی کا اقرار اُسی صورت میں صادق و مکمل ہوسکتا ہے کہ اس کو قادر مطلق، خالق، علیم بصیر، فعال، واجب بذات سمجھا جائے۔

علامہ ابوالفضل نے آئین اکبری میں تخلیق عالم اور ذاتوں کے قصے کو واضح الفاظ میں لکھا ہے اور یہ الفاظ ہندوؤں کے مذہب کی صحیح طور پر ترجمانی کرتے ہیں، ابوالفضل کے وقت میں ہندو مذہب کے بڑے بڑے فاضل موجود تھے جن سے اس نے تحقیق کر کے مسائل لکھے ہیں۔

ہندو برہما دیوتا کو دنیا کا خالق سمجھتے ہیں اور اس کے متعدد نائب قرار دیتے ہیں اور یہ علت و معلول کا سلسلہ تقریباً حکماء کے اعتقاد سے ملتا جلتا ہے،

Marfat.com

اگر فرق ہے تو اصطلاحی ہے کوئی عقل اول نام رکھتا ہے کوئی برہما یہ مفروضات ایک غلط قیاس پر مبنی ہیں وہ یہ ہے کہ ایک فاعل سے ایک وقت میں ایک ہی کام انجام پا سکتا ہے گویا وہ انسانوں کے افعال پر خدا کی شان قدرت کو قیاس کرتے ہیں۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

خدا تعالیٰ جیسا کہ اسباب و سامان کا محتاج نہیں ہے ایسا ہی زمان و مکان کی حدود سے بالاتر ہے وہ ہستی مطلق ہے اور ہستی مطلق نہ علت کی محتاج ہے اور نہ سبب کی اس کو ضرورت ہے خدائے تعالیٰ کی ہستی کے بارہ میں بے شمار پیچ در پیچ دلائل اور مذہب ہیں جن میں سے سوائے سادہ اصول اسلام کے کوئی بھی درست نہیں ہے، آریہ مادہ کو قدیم مانتے ہیں جس سے ان کا مذہب بالبداہتہ باطل معلوم ہوتا ہے کہ خدائے تعالیٰ تخلیق عالم میں ذرات کائنات کا محتاج ہے جب وہ مادہ کو قدیم مانتے ہیں، تو خدا کی بارگاہ قدامت میں ایک اور چیز کو شریک کرتے ہیں، حالانکہ خدائے تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے خدا تعالیٰ اسی صورت میں خدا ہے جب واجب بذاتہ اور منزہ عن الشرک ہو، اسلام خدا کی شان کو احتیاج و نقص سے اعلیٰ وارفع و مکمل خیال کرتا ہے اور خدا کے علم و قدرت کو نامتناہی قرار دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام کی تبلیغ جلد جلد بڑھتی جاتی ہے اور دوسرے مذاہب آہستہ آہستہ گھٹ رہے ہیں۔

آریہ جیسا کہ ہم نے کسی اور جگہ ذکر کیا ہے، بُت پرستی کی تاریکی سے نکل چکے ہیں اب وہ مادہ پرستی کی ظلمات میں سرگرداں ہیں، اس کے بعد آفتاب اسلام کی روشنی سے ان کی آنکھیں منور ہوں گی، اور یہ نظریہ جلد تر ان کی سمجھ میں آجائے گا کہ اگر دنیا کا پیدا ہونا، ذرات کی قدامت پر موقوف ہے تو خدا محتاج الی الغیر ہوا اور محتاج الی الغیر خدا نہیں ہوسکتا۔

آریوں کا بہت پیچیدہ مذہب ہے، خدا، ذرات، روح تین چیزوں کو قدیم مانتے ہیں اور ان تین قدیم چیزوں سے دنیا کی آفرینش جانتے ہیں۔ اس

Marfat.com

مذہب کی دو فقروں سے تردید ہو سکتی ہے، کیا یہ تین چیزیں آفرینش عالم میں ایک دوسری کی محتاج ہیں یا نہیں، اگر محتاج ہیں تو خدا محتاج نہیں ہو سکتا، اگر محتاج نہیں ہیں، تو پھر دوسری کی ضرورت ہی کیا ہے، کیونکہ دوسرے کا وجود اس صورت میں ضروری ہے جب ایک کسی کام کے کرنے کی قدرت تامہ نہ رکھتا ہو اس باب میں ہماری کتاب الرسالۃ والنبوۃ شائع ہو چکی ہے جس میں عقلی دلائل سے خدا کی ہستی اور نبوت کو ثابت کیا گیا ہے۔

علامہ ابوالفضل آئین اکبری جلد سوئم ص 42 میں لکھتے ہیں۔

حکیم ہندی نژاد سعادت گرائے را چہار گونہ برثمرد وآن راچار برن گوید (بجیم فارسی و الف و وراوفتح باوسکون راوفتح نون) براہمن (بفتح باوراو الف و سکون ہاوفتح میم ونون) وامروز بہ برہمن زبانز دروزگار، چہتری (بفتح جیم فارسی وہائے خفی و کسرتائے فوقانی مشدور اوسکون یائے تحتانی) ودرین زبان بہ گھتری مشہور ویش (بفتح واووسکون یائے تحتانی و فتح شین منقوطہ) وبہ پیش شہرت دارد، شودر (بضم مجہول شین منقوطہ وسکون واود دال ورا) واین بسودر برگذارند وجز اینان راملیچھ برگویند، (بفتح میم و کسر مجہول لام وسکون یائے تحتانی و فتح جیم فارسی مشدد وہائے خفی) درسر آغاز آفرینش آزدہن برہما کہ فتح حال اور گفتہ آمد نخستیں پیدایش گرفت وازبازودوین وازراں سومین واز پاچہارمین، پنجمین، از گاد کام وہین وہمان نام، برنژادایناں گذارش یابد۔

شش چیز راپیشہ برہمن دانند، [1]خواندن بیدودیگرعلوم [2]وآموزش دیگران [3]وجاگ کردن (بجیم والف وکاف فارسی) یعنی برائے دیوتہا نقدوجنس دادن، و دیگر [4]انرابران داشتن، [5]خیر دادن، [6]وخیرگرفتن وکھتری ازان شش سہ [1]کند، [2]خواندن، جاک کردن، [3]خیردادن، [4]وخدمت گاری برہمن، [5]وپاسبانی عالم و گرفتن دست مزد آن [6]ونکہبانی دین، [7]وتاوان گرفتن از بدکار واندازۂ آن نگہداشتن وسزاورخورنمودن، وزراندوختن، وجائے خرج کردن، وفیل واسپ وگاؤ

Marfat.com

و بندگان خدمت گزار را ایتمارداری کردن، وجا آویزش نمودن، وناخواستن از مردم واعتبار افزوں نیکوکاران و مانند آن وبیش نیز آن سه کار برہمن کند لیکن پرستاری و کشاورزی، وبازرگانی، وگاوبانی وستر باری واز ہنگام آبستن تا نزبار یستن دہ کار کہ گفتہ آمد ہرسہ کنند سودر راجز نوکری ہرسہ سزا وار نبود، پوشیدہ وپس خوردۂ آنہا بپوشدو بخورد، پیکر نگاری وزرگری و آہنگری و درودگری وسودائے نمک وشہد وشیر و ماست وروغن وغلہ خاص اوباشد و پنجمین رابیرون ازین دین شمارند چوتر ساوجہود وجز آن۔

گویند از پیوند یکدیگر شانزدہ قسم صورت گیرد، اگر پدر و مادر برہمن دانند، واگر مادرکھتری موردھاوسگٹ (بضم میم وسکون واودرا ودال وبائے خفی والف و فتح واوٗد وسکرحین وسکون کاف و فتح تائے فوقانی ہندی) درمادر بیش انٹٹ (بفتح ہمزہ ونون خفی و فتح تائے فوقانی وسکون تائے فوقانی ہندی) ومادرسودر، نشاد (بکسرنون وشین منقوطہ والف و فتح دال) واگر پدروبادرکھتری، کھتری گویند، واگر مادربرہمن (اگرچہ نارواست) آن راسوت نامند، (بضم میم وسکون واووفتح تائے فوقانی) ومادربیش ماہیس (میم والف وکسر مجہول ہاوسکون یائے تحتانی و فتح سین) وما درسودر اوگز (بضیم ہمزہ وسکون واوکاف فارسی و فتح را) واگر مادر درپدربیس بیس دمادر برہمن (وآن نارواست) بیدیہ (بفتح باوسکون یای تحتانی و کسر مجہول دال وسکون یائے تحتانی و فتح ہاء) ومادرکھتری (وآن ہم نارواست) ماگدھ (میم والف وکاف فارسی و فتح دال وہائے خفی) ومادرسودکرن (بفتح کاف وراء ونون) وپدرو مادرسودر سودر مادربرہمن (وآن نارواست) چنڈال (بفتح جیم فارسی ونون خفی ودال ہندی والف وفتح لام) ومادرکھتری (وآن ہم نارواست) چہتا (بفتح جیم فارسی وہائے خفی وتائے فوقانی والف) ومادربیس آیوگو (بہمزہ والف وضیم یائے تحتانی وسکون واووفتح کاف فارسی دواو) ہمچنین دیگر فروع برآور

لہ سوائے آن ۱۳ این امور مذکور ہم از پیشۂ چھتری است،

Marfat.com

وندوہرکدام رادر رسم و پرستش تفاوت برنہا دہ اندو ہریکے رابہ نسبت جاۂ پیشۂ وبزرگی نیا گان شاخو برشدہ وشمارہ آن بگفت درنگنجد ا

ترجمہ: مؤرخ سعادتمند، ہندی نسل کو چار قسم پر شمار کرتا ہے جس کو وہ چار برن یعنی چار ذاتیں کہتا ہے، اول برہمن جو اس زمانہ میں برہمن کے نام سے مشہور ہے، دوم چھتری جو آجکل کھتری کے نام سے مشہور ہے سوم وبش جو بیش کے لفظ سے شہرت رکھتا ہے چہارم شودر جس کو سودر بھی کہتے ہیں۔ ابتدائے پیدائش میں برہما (جس کا کچھ ذکر پہلے ہو چکا ہے) کے منہ سے برہمن اور اس کے بازو سے کھتری، اور اس کی ران سے ویش (بیش) اس کے پاؤں سے شودر پیدا ہوئے اور ان کے علاوہ ایک اور قوم ملیچھ ہے جس کی نسبت ہندوؤں کا خیال ہے کہ وہ گاو کام دھین سے پیدا ہوئے، ملیچھ مثلاً عیسائی، یہودی، مسلمان کو بے دین اور ناپاک سمجھتے ہیں اور یہی نام مذکورۂ بالا ان کی آئندہ نسلوں پر بولے جاتے ہیں، گاؤ کام دھین، کام دھین گاؤ کی تعریف ہے کام دھین ہندی لفظ ہے، کہ وہ گائے جو دنیا کے اکثر کام دیتی ہے، وہیں دینے والی برہمن کا پیشہ چھ چیزیں ہیں۔ اول بیدو علوم کا پڑھنا، دوم دوسرے لوگوں کو تعلیم دینا، سوم خود جگ کرنا یعنی دیوتاؤں کے لئے نقد وجنس دینا چہارم دوسرے لوگوں کو جگ کرنے پر آمادہ کرنا پنجم خیرات دینا، ششم دوسرے لوگوں سے خیرات وصول کرنا اور کھتری کی چھ متذکرۂ بالا کاموں سے تین کام ہیں۔ اول بیداور علوم کا پڑھنا، دوم جگ کرنا، سوم خیرات دینا، علاوہ اس کے حسب ذیل کام بھی اس کے ذمہ ہیں۔

اول برہموں کی خدمت گاری، دوم سلطنت کی نگہبانی اور اس کے معاوضہ میں تنخواہ یا جاگیر کا حاصل کرنا۔ سوم دین کی حفاظت چہارم ملزموں سے جرمانہ وصول کرنا اور اس کا حساب کتاب رکھنا پنجم حسب حیثیت جرم سزا دینا ششم محصول جمع کرنا اور اس کو اپنے محل پر خرچ کرنا، ہفتم ہاتھی، گھوڑا اور گائے اور سپاہ کی ہمدردی کرنا، ہشتم موقع مناسب پر جنگ کرنا، نہم آدمیوں سے سوال کرنا، نیکو

Marfat.com

کار وغیرہ لوگوں کی عزت ، درجہ بڑھانا (یہ بارہ کام کھتری کے ہوئے) ویش برہمنوں کے تین کام وید اور علم کا پڑھنا، جگ کرنا، خیرات دینے کے علاوہ حسب ذیل کام اس کے ذمہ ہیں، خدمت گزاری کاشت کاری ، سوداگری، گائے چرانا، بوجھ کا اٹھانا، پیدائش سے لے کر جنیو کے باندھنے تک دس کام جن کا بیان اوپر ہو چکا ہے، تینوں فرقے کرتے ہیں، شودر کا فرض ہے کہ وہ تینوں فریق برہمن، کھتری دیش کی خدمت کرے اور ان تینوں کا جوٹھا کھائے اوران کا پھٹا پرانا کپڑا پہننا، نقاش، سنار، لوہار اور بڑھئی کا کام کرنا، نمک ، شہد، دودھ، دہی، روغن اور غلہ بیچنا اس کا خاص کام ہے، ان چار قوموں کے باہمی اختلاط و ازدواج سے سولہ قسم کی اولاد پیدا ہوتی ہے۔ اگر برہمن باپ کی اولاد برہمن عورت سے ہو، تو اس کو برہمن[1] کہتے ہیں، اگر برہمن باپ کی اولاد کھتری عورت سے ہو، تو اس کو موردھا[2] وسکٹ کہتے ہیں اور اگر ویش عورت سے ہو، تو اس کو انٹ[3] کہتے ہیں اور اگر سودر عورت سے ہو تو اس کو نشاد[4] کہتے ہیں اور اگر کھتری باپ کی اولاد کھتری عورت سے ہو تو اس کو کھتری[5] کہتے ہیں اور اگر عورت برہمن ہو (اگرچہ یہ ازدواج ناجائز ہے) تو اس کی اولاد کو موت[6] کہتے ہیں اور اگر بیش یعنی ویش عورت سے ہو تو اس کی اولاد کو مابیس[7] کہتے ہیں اور اگر سودر عورت سے ہو تو اولاد کو ادگر[8] کہتے ہیں اور اگر بیش مرد کا عقد بیش عورت سے ہو تو اس کی اولاد بیش[9] کہلاتی ہے اور اگر اولاد برہمن عورت سے ہو (اگرچہ یہ عقد ناجائز ہے) تو اس کو بیدیہ[10] کہتے ہیں اور اگر کھتری عورت سے ہو (اور یہ عقد بھی ناجائز ہے) تو اس کی نسل کو ماگدھ[11] کہتے ہیں اور اگر سودر عورت سے ہو تو اس نسل کو کرن[12] کہتے ہیں اور اگر سودر ماں باپ سے اولاد ہو تو اس کو سودر[13] کہتے ہیں اور اگر برہمن عورت سے ہو (اور یہ ناجائز ہے) تو اس نسل کو چنڈال[14] کہتے ہیں اور کھتری سے ہو (اور یہ عقد بھی ناجائز ہے) تو اس اولاد کو چھتا[15] کہتے ہیں اور اگر بیش عورت سے ہو تو اوس اولاد کو آیوگو[16] کہتے ہیں۔

Marfat.com

اور ایسا ہی دوسری کئی شاخوں کو محبوب کرتے ہیں اور ہر ایک شاخ کی راہ و رسم وطریق پرستش الگ الگ قرار دیتے ہیں اور پھر ہر ایک شاخ پیشہ و مقام اور باپ دادوں کی بزرگی کے لحاظ سے کئی شاخوں پر منقسم ہے جن کا شمار احاطۂ تقریر وتحریر سے باہر ہے۔

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوؤں کے اصول ذات خلاف عقل وروایت ہیں برہما کو (آفرینندۂ جہان) خدا سمجھتے ہیں اگر خدا ان کے نزدیک مجسم ہے، تو ہر ایک عضو مقدس ہونا چاہیے کیونکہ پاک چیز کے سب اجزاء پاک ہوتے ہیں اور پاک اجزا سے جو پیدا ہو وہ مساوی درجہ پر ہونا چاہیے۔

یہ کس قدر فضول بات ہے کہ انسان خدائے تعالیٰ کے جسم کا جزو ہے، یعنی اس کے اعضا سے پیدا ہوا ہے اور باعتبار حیثیت اعضاء مخلوق کی حیثیت کو اعلیٰ و ادنیٰ قسم دیا، جیسا کہ پہلے مذکور ہوا کہ برہمن برہما کے منہ سے اور چھتری اس کے بازو سے اور ویش اس کی ران سے اور شودر اس کے پاؤں سے اور ملیچھ مسلمان ونصاری، یہودی وغیرہ گائے کے منہ سے پیدا ہوئے اس لئے وہ مراتب میں کم وبیش ہیں۔

یہ تمام قصے برہمنوں کے بنائے ہوئے ہیں جس پر ہزار سال تک ہندو تمدن و مذہب کا مدار رہا یہ نیچر (فطرت الٰہی) کے برخلاف ہے کہ خدائے تعالیٰ ابتدائے آفرینش میں انسان کو اچھا بُرا بنا دے اور ہمیشہ کے لئے جو اچھے ہیں، وہ اچھے اور جو بُرے ہیں وہ بُرے ہیں بلکہ فطرت کا یہ حکم ہے کہ **لیس للانسان الا ماسعیٰ**، انسان کا ترقی یاب ہونا اس کی کوشش پر موقوف ہے اور جب ہم رومرہ دیکھتے ہیں کہ بادشاہ تخت سے گرائے جاتے ہیں اور ادنیٰ قوم کے لوگ بتدریج ترقی کرتے کرتے بادشاہ ہو جاتے ہیں تو ذات کے متعلق ہندوں کا یہ اصول تو ہم تخیل سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا کیونکہ ہر ایک مذہب کو قدرت کی کسوٹی پر کسا

Marfat.com

جاتا ہے۔

تاریخ کے صفحوں پر سینکڑوں اور ہزاروں مثالیں موجود ہیں کہ شودر راجہ ہو گئے اور راجہ شودر اور کئی ہندو راجہ مسلمان یا عیسائی ہو گئے، یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ جو انسان خدا کے منہ سے پیدا ہوا تھا اس کی فطرت بدل کر وہ شودر یا ملیچھ ہو جائے اور شودر جو پاؤں سے پیدا ہوئے ہیں وہ راجہ ہو جائیں ہیوں سانگ لکھتا ہے کہ جب وہ علاقہ گجرات کی سیاحت کر رہا تھا تو اس نے دیکھا کہ ایک علاقہ پر شودر راجہ حکمران تھا اگر ہندوؤں کا یہ اصول درست ہو تو پھر برہما کے پاؤں کا پیدا شدہ کس طرح برہمن کھتری دیش (جو برہما کے مونہہ، بازو، ران سے پیدا ہوئے ہیں) پر حاکم ہو گیا۔

چونکہ ہندوؤں کا یہ عقیدہ غلط ہے اور یہ عقیدہ تفرقہ کا باعث ہے پس جو اعتقاد فضول امور پر مبنی ہو وہ اعتقاد بھی باطل ہوتا ہے اور اس کے بعد برہمن کھتری، ویش شودر، ملیچھ کے ازواج سے جو اولاد پیدا ہو اس کو مختلف نام سے موسوم کرنا مجنونانہ خیال ہے۔

اسلام کے کیا زریں اور مختصر اصول ہیں کہ اسلام میں آنے سے ہر ایک قوم کے ساتھ دوسری قوم کا نکاح ہو سکتا ہے۔ **والولد ینسب الی الاب**۔ اولاد باپ کی طرف منسوب ہوتی ہے سب جزئیات ایک اصول کے ماتحت ہیں یہ کیسا بُرا اصول ہے کہ شودر جو انسان ہیں ان کو بید (کلام الٰہی) پڑھنے کا اور جگ کرنے کا اختیار نہیں ہے حالانکہ کلام الٰہی پڑھنے کا ہر ایک کو اختیار ہے اور پھر یہ ظلم ہے کہ عمارات جن پر مہاراجگان فخر کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے مقابلہ میں نفیس ترین محلات فلک بوس تعمیر کرتے ہیں ان کے کاریگروں کو شودر (ادنیٰ ذات) میں شمار کیا گیا ہے ان کے ہاتھ کی بنی ہوئی چیز شوالے اور مندر اور شاہی عمارتیں مقدس خیال کی جاتی ہیں، مگر خود وہ ناپاک ہیں، درزی جو راجاؤں کا لباس سیتے

Marfat.com

ہیں جس کو وہ دوسرے راجاؤں کے جلسوں میں شان وشوکت کے اظہار کے لئے پہنتے ہیں، وہ تو سرمایہ عزت واحتشام ہے مگر درزی کمینہ ہے، آہنگر جو تیروتفنگ بناتے ہیں توپ ڈھالتے ہیں جن کے ذریعے راجہ مہاراجہ اپنے دشمن پر فتح پاتے ہیں یا اپنے ملک کو محفوظ رکھتے ہیں، حیف ہے کہ اس اسلحہ کو محافظ جان وسلطنت سمجھتے ہیں مگر ان کے بنانے والے کو کمینہ تصور کیا جاتا ہے، گائے کی ہندو پرستش کرتے ہیں اور اس کو دیوی جانتے ہیں اور مقدس سمجھتے ہیں یا اس کو ایک مفید جانور سمجھ کر اس کی تکریم وتعظیم تو کرتے ہیں مگر وہ لوگ جو گائے کی خدمت و حفاظت کرتے ہیں اس کو چراگاہ میں لے جا کر صبح سے شام تک اس کے ساتھ رہتے ہیں تا کہ کوئی اس کو نہ پھاڑ کھائے یا اس کو کوئی اور تکلیف نہ پہنچے اور وہ سبزہ زاروں اور چراگاہوں کی کھلی ہوا میں پرورش پائے اس کو ادنیٰ ذات قرار دیا جاتا ہے اور یہی عقیدہ آج تک ہندوؤں کے دلوں میں مستحکم ہے جس کی وجہ سے وہ مسلمانوں، عیسائیوں، یہودیوں کو بُرا سمجھتے ہیں جب ان کا مذہب ہے کہ برہما نے حسب تفاوت انسان کو پیدا کیا تو گویا یہ برہما کے فعل پر اعتراض ہے۔

دراصل ذاتوں کی یہ تقسیم فطری نہیں ہے بلکہ وضعی و عارضی ہے، دنیا کا انتظام جب تک کہ مختلف جماعتیں مختلف پیشے اختیار نہ کریں نہیں چل سکتا اور تمدن ومعاشرت کی بنا قائم نہیں رہ سکتی اخلاق کی کتابوں میں بھی مختلف پیشوں پر مختلف اشخاص کا مقرر ہونا لازمی سمجھا گیا ہے۔

علمائے فلسفہ نے انسان کے متعلق حسبِ ذیل بحث کی ہے۔

انسان کی شکل وشباہت ایک ہی قسم کی ہے عقل وفکر بھی یکساں ہے، اگر کچھ فرق ہے تو رنگ وقد وقامت میں ہے انسان کی ذات یا تعریف حیوان ناطق ہے صاحب عقل وتمیز ہونے کی وجہ سے وہ دوسرے حیوانات سے ممتاز ہے، ہر ملک کا انسان فطرۃً ایک ہی خصلت وخو رکھتا ہے اور اس میں شہوائی و روحانی قوتیں اور اوصاف حسنہ سخاوت وشجاعت علم ورشد یکساں ہیں جب انسان پر صحبت

Marfat.com

کا اچھا بُرا اثر پڑتا ہے، تو اوصاف فطری میں تبدیلی واقع ہو جاتی ہے، خدا خالق و عادل ہے وہ ہر ایک انسان کو اس کی فطرت پر پیدا کرتا ہے، ہر ایک[1] کو اس نے بالمساوات پاؤں ہاتھ، آنکھیں دیگر اعضائے متناسبہ دیئے ہیں تا کہ وہ اپنے مقاصد و اغراض کو حاصل کر سکے، یہ خدا کو منظور نہیں ہے کہ انسان اپنے قوائے ذاتیہ کو ضائع و بیکار کرے کوئی لڑکا غبی و بے دین پیدا نہیں ہوتا، مگر تعلیم کا بُرا طریق اور بُری صحبت اس کو غبی[2] و بے دین کر دیتی ہے، خدا ہر ایک کو توحید کا راستہ دکھلاتا ہے، مگر وہ خارجی اثرت سے راہ راست پر نہیں آتا۔

خدا نے کسی واحد قوم کے لئے بادشاہت، علم و فضل، شجاعت، مختص نہیں کی کیونکہ ایسا کرنا، اس کی عدالت کبریائی کے شایان شان نہیں ہے، ہر ایک قوم اور شخص کو اختیار ہے، کہ وہ فطرت کے مقررہ راستوں پر چلے اور سب سے زیادہ بڑھ جائے، رذالت و شرافت کسی قوم کا خاصہ نہیں ہے، یہ اکتسابی امور ہیں اور اس کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ دولت و حشمت اور علم و فضل کے ستارہ اقبال و عروج کا مطلع تبدیل ہوتا رہتا ہے، دنیا ایک میدان ہے جس میں سعادت و حکومت کی گیند رکھی ہے ہر ایک انسان کو خدائے تعالیٰ نے چلنے دوڑنے کی قوت دی ہے جو مشاق ہیں، بازی لے جاتے ہیں سست کاہل ندامت اٹھاتے ہیں یہ کب ہو سکتا ہے کہ خدا قدرۃ ہمیشہ کے لئے ایک کو غلام اور دوسرے کو آقا کر دے جو کچھ ہو رہا ہے بُرے اچھے اعمال کا نتیجہ ہے، ایک معمولی شخص کا بادشاہ بن جاتا، معمولی بات ہے تیمور نادر نپولین کے واقعات روزمرہ ایسی ایسی مثالیں پیش کرتے ہیں اور یہ ایسے واقعات ہیں جن سے ہر شخص کا حوصلہ پڑھنا چاہیے۔

کسی خاص قوم یا خاندان کا کوئی حق کسی ملک پر نہیں ہے بلکہ شجاعت،

---

[1] جو بچے ناقص الاعضا پیدا ہوتے ہیں، اس کی نسبت حکماء لکھتے ہیں کہ وہ اس کی والدہ کا قصور ہے کہ وہ ایام حمل میں کوئی ایسی تکلیف اٹھاتی ہے، جس سے بچہ کی جسمانی بناوٹ میں نقص آجاتا ہے، اور وہ تکلیف اس کی خود پیدا کردہ ہوتی ہے۔ (مؤلف)

[2] میرا یہی عقیدہ ہے کہ کوئی لڑکا غبی و کند ذہن نہیں ہوتا۔

Marfat.com

عدالت، صلاحیت اور ہمیت سے بادشاہت قائم رہتی ہے، جہاں ان اوصاف میں سے کسی وصف کا زوال ہوا سلطنت کا قلع قمع ہو گیا۔

انسانوں میں جہاں اور کئی قسم کے نقائص ہیں وہاں ایک نقص یہ بھی ہے کہ برخلاف فطرت ذات پات کے اعلیٰ وادنے ہونے پر لڑتے مرتے ہیں اور ان جھگڑوں سے انہوں نے دینی، دنیاوی، جسمانی، روحانی ترقی کو برباد کر دیا ہے، جس قدر قومیں ہیں۔وہ اپنا شجرۂ نسب واحد شخص (آدم علیہ السلام) یا کسی اور تک فہتی کرتی ہیں اور پھر افراد قوم آپس میں قومی مباہات و مفاخرت سے ایک دوسرے کو حقیر سمجھتے ہیں اور ان کے نزدیک ہنر مندی اور بے ہنری کا کوئی امتیاز نہیں ہے، اس جہالت نے قوموں کو ڈبویا، اور خاندانوں کو تباہ کیا، بادشاہت کسی کا ورثہ نہیں ہے، کہ ہمیشہ ایک ہی خاندان باوجود نااہلیت کے اس کا مالک بنا رہے، انسانوں میں رفتہ رفتہ نسبی مباہات کا عیب طبعی ہو گیا ہے اور اس نے تمدن و نظام عالم پر بُرا اثر ڈالا ہے، جس زمانہ سے یہ جاہلانہ مقابلہ شروع ہوا، بعض نے اپنے نسب ہی کو کھو دیا ہے، بعض نے اپنا رشتہ خدا تک پہنچایا بعض نے سورج چاند تک کوئی عقلمند ایک لحظہ کے لئے یہ تسلیم نہیں کر سکتا کہ خدائے تعالیٰ کی بیوی اور اولاد ہو سکتی ہے (استغفر اللہ) اور نہ کوئی یہ تسلیم کر سکتا ہے کہ چاند اور سورج کے ہاں بیٹے پیدا ہو سکتے ہیں، وہ اجرام سماوی ہیں اور انسان خاکی نژاد ہے، زمین آسمان کا فرق اس مباہات و مفاخرت کا یہ نتیجہ نکلا کہ نسب و حسب کی صحت کو تو لوگوں نے درایۃً وروایۃً ضائع کر دیا، اس کے علاوہ ارتقائے قومیت کی زبان ان لوگوں نے اس قدر بلند کر دی ہے کہ وہاں تک وہم و تصور بھی نہیں پہنچ سکتا مگر لوگ اس نردبان پر چڑھے جاتے ہیں لیکن حقیقت شناسوں کی نظروں میں گرتے جاتے ہیں، ہزاروں دیکھتے دیکھتے سید و قریشی بن گئے، ہزاروں جاٹ اور گوجر، نائی، موچی، جولاہے، راجپوت کہلانے لگے، بجائے اس کے کہ کوئی نیک نیتی اور محققانہ طریق سے اپنی حسب ونسب کا علم حاصل کرتا اور **من عرف نفسه فقد**

Marfat.com

عرف ربہ۔ کے درجہ پر پہنچتا اپنے آپ کو کسی خاندان سے جس کو اچھا دیکھا، ملصق کر دیا، اپنے باپ دادا کی صحیح النسبی کو کھودیا اور یہ سخت گناہ ہے اور یہ سب کچھ اظہار مفاخرت کے لئے ہے، اور پھر یہ جرأت ہے کہ ایسے اشخاص کے باپ دادا کو لوگ جانتے ہیں اور اس پر آفتاب ماہتاب صادق گواہ ہیں کہ اس کے باپ دادا فلاں قوم سے تھے مگر وہ روز روشن میں اپنی ذات تبدیل کر رہے ہیں۔

چہ ولا وراست وزد سے کہ بکف چراغ وارد

اس مباہات نے کہاں تک دوراز عقل روایات و خلاف فطرت روایات کی بناوٹ پر لوگوں کو آمادہ کیا ہے، راجپوتوں کا باہمی مقابلہ ہوا ایک نے اپنا سلسلہ سورج تک پہنچایا۔ دوسرے نے ان کے مقابلے میں چاند کو اپنا بزرگ فرض کیا، ان تمام فرضی قصوں سے راجپوتوں کے قومی مدارج میں کچھ ترقی نہیں ہوئی بلکہ اہل دنیا ایسے قصوں کو جھوٹ اور لا طائل سمجھ کر ان کی عقل و دانش پر ہنسے اور کہا کہ راجپوت گو شجاعت میں برتر ہوں مگر عقل، دانش میں کمتر ہیں اور پھر راجپوت کے لفظ کے اختیار کرنے سے تمیز و فوقیت جاتی رہی، اس لفظ کے معنوں میں عمومیت ہے کوئی راجہ کسی قوم کا ہو، اس کا بیٹا راجپوت کہلا سکتا ہے، اس لفظ میں ادنیٰ اعلیٰ راجپوت شامل ہو گئے ہیں جیسا کہ بادشاہزادہ کا لفظ، اس میں خاندان بادشاہانِ مغلیہ، غوری، غلامان، لودھی، خلجی کے شاہزادگان شامل ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ شاہ و گدا، راجہ اور پرجا سب کے سب خاکی ہیں خدائے تعالیٰ کا کوئی بیٹا نہیں ہے اور نہ اجرام اسماوی کا کوئی فرزند ہوسکتا ہے ایک طرف برہمن، کشتری، ویش، شودر کی تقسیم، دوسری طرف سورج بنسی، چند بنسی، سوم بنسی کی تفریق، بناء الفاسد علی الفاسد کے قبیل سے ہے، اور یہ ایسے قصے ہیں کہ آئندہ ان کو کبھی زبان پر نہ لانا چاہیے اور اس خواب پریشان کی تعبیر، بجز خلل دماغ وفتور عقل کے کچھ نہیں ہے، عقلمند لوگ بھی یہاں تک علوی حسب و نسب کے گرویدہ ہیں کہ سورج اور چاند کو استعارہ سمجھ کر ان القاب قوی کے اطلاق کو جائز

Marfat.com

سمجھنے لگے، حالانکہ ہندوؤں کی کتابوں میں سورج بنسی اور سوم بنسی کا اطلاق نہ تو بطور استعارہ ہوا ہے اور نہ بہ سبیل تشبیہ بلکہ یہ لوگ حقیقۃً اپنے آپ کو سورج اور چاند کی نسل سے بیان کرتے ہیں۔

علامہ ابوالفضل جلد سویم ص 43 آئین اکبری میں ذاتوں کی (ہندوؤں کے اقوال کے بموجب) تشریح کرتے ہیں۔

کھتری بردو گونہ باشد، سورج بنسی، بضم سین وسکون و اووفتح راوسکون جیم و فتح بادنوں خفی وکسر سین وسکون یائے تحتانی، وسوم بنسی، بضم مجہول سین و سکون و اووفتح میم تحتین را از نژاد آفتاب دانند، گوبند بخواہش برہما برنچہ، پدید آمد (بکسر باوراونوں خفی وکسر جیم فارسی وہائی خفی) واز دکشپ بفتح کاف وشین مشدو، منقوطہ، وفتح بای فارسی) واز و آفتاب طراز پیدائی گرفت واز و بیوسوتھ من، بفتح باوسکون یائی تحتانی و فتح واووسکون سین و فتح واووتائے فوقانی، وہائی خفی ومیم وضم نوں واز واکھ باک بکسر ہمزہ و فتح کاف مشدد ہائے خفی و باو الف وضم کاف از راہ بنسی بعطسہ پدید آمد ازان پس سلسلہ زائیدن سر آغاز شدواز ین گروہ سہ کس فرمانروا اے عالم گشتبند و بہفت اقلیم دست چیرگی برکشاوند راجا سگر، بفتح سین وکاف فارسی وراء، وراجا گھٹوانگ بفتح کاف وہای خفی و فتح تائے فوقانی ہندی دو اووہمزہ ونون خفی و فتح کاف فارسی و راجا رگھ، بفتح رواوضم کاف فارسی وہائی خفی، ودومین را از فرزندان ماہ شمرنداز برہما اتر، پیدا شد، بفتح ہمزہ وسکون تائے فوقانی و کسر را، واز چشم راست او ماہ خرامش نمود، واز دعطار دواز سر آغاز توالد شدو دوکس ازیں میاں بعالمگیری اختصاص گرفتند راجا جدشٹر بضم جیم وکسر دال وسکون شین منقوط و فتح تائی فوقانی ہندوی وراء وراجا سانک بکسر سین ونون والف وکسر نون و فتح کاف، دکھتری از پانصد قوم متجاوز است و پنجاہ و دوازان امتیاز دارند، دو وازدہ بس معتبر و امروز از کھتری نشانے پیدا نیست، برخے از نژاد آن سپاہی گری و آہشتہ بدیگر معاملات افتاوندو بزبان روزگار کھتری ایں گروہ راگیند وطائفہ شمشیر

Marfat.com

برگزیدہ دیگر آئین برگذاشتند آنہارا بزبان عرف راجپوت خوانند و بہزاران قسم منقسم، چندے کہ امروز دریں دولت جاوید طراز نامور بری برمی نویسد، راٹھور، براو الف وفتح تای فوقانی ہندی وہائے خفی وسکون واووفتح راچندگونہ از نوکر وایماق این الوس شصت ہزار سوار و دولک پیادہ باشند چوہان بفتح جیم فارسی وسکون واودہا والف و فتح نون، چند شاخ شدہ اند، سون گراتضم سین وسکون واؤ ونون ، وکسر کافِ فارسی وراو الف کھچی، بکسر کاف وہائے خفی وسکون یای تحتانی وکبیر جیم فارسی س سکون یائے تحتانی دیوارا بکسر مجہول وال وسکون یائے تحتانی فتح واو والف ھاڑا بہاو الف و دال ہندی والف بزبان، بکسر نون وسکون راوبا والف ونون، سپاہی این گروہ پنجاہ ہزار سوارو دولک پیادہ پنوار، بفتح بائے فارسی ونون خفی وواو والف وراء پیشین زمان فرمانروائی ہندوستان دریں گروہ بودو فراوان بوونڈ، امروز دوازدہ ہزار سوار وشصت ہزار پیادہ، جادون بجیم والف و فتح وال وسکون واو ونون خفی پنجاہ ہزارو دو مالک پیادہ بھاٹی۔ بباوہائے خفی والف وکسر تائے فوقانی ہندی وسکون یائے تحتانی جاریچہ کیم والف وکسر مجہول راوسکون یائی تحتانی و فتح جیم فارسی وہائے مکتوب جنوھ بفتح جیم وضم نون وسکون واووفتح باوہای مکتوب وخانزاد ہائی میوات ازیں گروہ اندگھلوت، بکسر کاف فارسی وسکون باؤ فتح سین وسکون واووفتح تائے فوقانی ، بیست ہزار سوا روسہ لک پیادہ میلسودیا بکسر سین وسکون یای تحتانی و فتح سین وسکون واووکسر دال ویای تحتانی والف چند راوت بفتح جیم فارسی ونون خفی ودال دراو الف و فتح واووتائے فوقانی روشناس این الوس کچھواہ بفتح کاف وسکون جیم فارسی وہائے خفی وواو والف وفتح ہاوہائے مکتوب بیست ہزار ویک لک پیادہ سولنکھ بضم مجہول سین وسکون واووفتح لام ونوں خفی وکسر کاف وہائے خفی وسکون یای تحتانی، سی ہزار ویک لک پیادہ پرھار بفتح بای وکسر رااوہا اولف وفتح رانچ ہزار سو اروہ ہزار پیادہ تونور بضم تائے فوقانی وسکون واوونوں خفی و فتح واووسکون رانختے سلطنت ایں مرزدرین گروہ بود، دہ ہزار وبیست و پنج ہزار پیادہ بڈگوجر بفتح باوکسون

Marfat.com

دال ہندی وضم کاف فارسی وسکون واووفتح جیم وسکون را، دہ ہزار سوار وچہل ہزار پیادہ دہرکدام را ازیں چنگ لک سال نسب نامہادر دست وسرمایہ بینش افروزی کار آگہان، داین داستان افزوں ترازانست کہ بطفیلی گفتار دل ازاں داپر داختہ آید، وہمچنیں بیس وشودرشاخ درشاخ چنانچہ یک قوم بیس راکہ بتک گویند بفتح بادکسر نوں وفتح کاف زبان عرف بنیہ سراید بفتح باوسکون نوں وفتح یائے تحتانی وہای مکتوب وتازی بقال خواند، ہشتادو چہار گونہ است۔

(آئین اکبری، جلد سوم صفحہ 43-44)

ترجمہ: کھتریوں کی دو ذاتیں ہیں ایک سورج بنسی دوسری سوم بنسی، سورج بنسی جن کا یہ خیال ہے کہ وہ سورج کی نسل سے ہیں اپنی پیدائش کا قصہ اس طرح بیان کرتے ہیں، برہما (آفرینندہ جہان) نے برنچہ (دیوتا) کو پیدا کیا، اور برنچہ سے کشب دیوتا پیدا ہوا، اور اس سے سورج نے نقش پیدائش لیا یعنی سورج نے طلوع کیا اور سورج سے بیوسوتھ من اور بیوسوتھ من کی ناک سے بذریعہ چھینک کے اکھ باک پیدا ہوا اور اس سے آگے دنیا میں ولادت کا سلسلہ چلا اور اکھ باک کی اولاد سے تین بادشاہ دنیا کے حکمران ہوئے ہیں جن کی سلطنت ہفت اقلیم پر تھی۔

اول راجہ سگر، دوم راجہ کٹوانگ، سوم راجہ رکھ اور دوسرے یعنی سوم بنسی کو چاند کی اولاد سمجھتے ہیں اور اس کا سلسلہ نسب یوں بیان کرتے ہیں کہ برہما سے اتر اور اتری داہنی آنکھ سے چاند نکلا چاند سے عطارد پیدا ہوا اور عطارد سے توالدو تناسل شروع ہوا۔

اس خاندان میں اول راجہ جدشٹر، دوم راجہ سنانک ہفت اقلیم کے بادشاہ ہوئے ہیں، کھتریوں کی ذاتیں یوں تو پانسو سے زیادہ ہیں مگر ان مین سے باون مشہور وممتاز ہیں اور پھر باون سے بادہ ذاتیں اعلی درجہ (چوٹی) کی ہیں، جو رتبہ میں سب سے بڑھکر ہیں، اس زمانہ میں اصل کھتری نایاب ہیں کیونکہ ان میں سے اکثر نے پیشہ سیاہ گری کو چھوڑ کر دوسرے پیشے اختیار کر لئے ہیں، باوجود اس

Marfat.com

کے لوگ ان کو اب بھی کھتری کہتے ہیں اور بعض دوسرے فرقوں نے اپنے پیشے چھوڑ کر تلوار اٹھالی ہے اور فوج میں ملازم ہیں ان کو عُرف میں راجپوت کہتے ہیں، ان کی ہزار ہا شاخیں ہیں ہم ان راجپوتوں کے فرقوں کی جو اس دولت جاوید نشان (اکبر بادشاہ کی سلطنت) میں معزز و نامور اور دست و بازوئے سلطنت ہیں، تفصیل دیتے ہیں۔

راٹھور، مختلف صیغوں میں جو اس قوم کے نوکر چاکر ہیں، ان کی تعداد ساٹھ ہزار سوار اور دو لاکھ پیادہ ہے، علاوہ اس کے سونگڑا کھچی، دیوار، باڈا (جن کی تعداد ملازمان سلطنت کی تفصیل نہیں دی گئی۔

تربان اس قوم کے لوگ لشکر میں پچاس ہزار اور دو لاکھ پیادہ ہیں۔

جادوں پنجاہ ہزار سو اردو لاکھ پیادہ..... بھاٹی (بھٹی) جار یحہ جنبو ہہ (جنجوہلہ) میوات کے خان زادے اسی خاندان سے ہیں، (ان کے ملازمان کی تعداد درج نہیں ہے) گھلوٹ بیس ہزار اور تین لاکھ پیادہ ہیں، چندراوت جس کی شاخیں اور تعداد ذیل میں درج ہے۔

کچھواہہ بیس ہزار سوار اور ایک لاکھ پیادہ، سولنگی (سولگی) تیس ہزار سوار اور ایک لاکھ پیادہ، پرہار، پانچ ہزا سوار اور دس ہزار پیادہ، تونور (عرصہ تک اس ملک پر ان کی سلطنت رہی ہے یعنی اس ملک کے یہ مہاراجہ تھے) دس ہزار سوار اور پچیس ہزار پیادہ۔

بڈگوجروس ہزار سوار، اور چالیس ہزار پیادہ۔

ان میں سے ہر ایک لاکھوں سال کا شجرہ نسب اور اپنے بزرگوں کی دانش و مینش کے کارنامے رکھتا ہے اور یہ روایات اور داستانیں اس قدر طویل ہیں کہ قلم اور زبان سے ادا نہیں ہو سکتیں۔

راجپوتوں کی طرح بیس اور سودر بھی بے شمار شاخ در شاخ ہیں چنانچہ بیس میں سے ایک شاخ نیک ہے، جس کو ہندی زبان میں بنیا اور عربی میں بقال

Marfat.com

کہتے ہیں۔ اس کی 84 شاخیں ہیں۔

ابو الفضل کی اس تحریر سے کئی نتائج نکلتے ہیں اول اکبر بادشاہ کے وقت میں بھی راجپوت قوم مخلوط ہو گئی تھی، بعضے اصلی راجپوتوں نے سپاہ گری کا پیشہ چھوڑ کرنوں تیل بیچنا شروع کر دیا، اور بعض دوسری قوموں نے دوسرے پیشے چھوڑ کر سپاہ گری شروع کر دی، جن راجپوتوں نے سپاہ گری کا پیشہ یا بڑھئی یا جولاہا کا پیشہ اختیار کیا، یا سبزی، بزازی، نون، تیل، آٹا، دال کی دوکان کھول دی وہ شودر ہو گئے اور جن لوگوں نے یہ پیشے چھوڑ کر سپاہ گری اختیار کی، وہ راجپوت ہو گئے پس اس منزل میں ذاتوں کا امتیاز اعلی و ادنی پیشوں پر مبنی ہو جاتا ہے اور اسی وجہ سے کہ مختلف قوموں نے سپاہ گری کا پیشہ اختیار کر لیا، اور راجپوت کہلانے لگے، ان کی شاخیں ہزار در ہزار ہو گئیں اور اس زمانہ میں بھی یہی صورت ہے کہ نائی، ساہنسی، مسلی وغیرہ ادنیٰ قوم کے لوگ رسالہ وار وصوبہ وار و جمعدار ہو گئے اور اصلی راجپوت ان کے سائیس وار دلی ہیں، شاید فوجی افسروں کو اس بات کا علم نہ ہو کہ لوگ اپنی ذات بدل کر اعلیٰ عہدے حاصل کرتے ہیں۔

اسپ تازی شدہ مجروح بزیر پالان
طوق زریں ہمہ در گردن خرے بینم

دوم اکبر بادشاہ کے لشکروں میں گوجروں کی بہت بڑی تعداد تھی اور وہ راجپوتوں کی مشہور و نامور تر 12 شاخوں میں شمار کئے جاتے تھے۔

سوئم راجپوتوں کی ذاتیں، پانسو سے متجاوز ہیں، پس جہاں اس قدر شاخیں ہوں وہاں ان کا دوسری قوموں میں مخلوط ہونے سے انکار نہیں ہو سکتا۔

یہ نتیجہ تاریخی حیثیت سے نہایت ہی قیمتی ہے کہ راجپوتوں کے پاس اس قدر طویل شجرہائے نسب تھے جن سے راجپوتوں کی قدامت لاکھوں سال کی معلوم ہوتی ہے۔ پنجم، بادشاہان مغلیہ کی زیادہ تر کشور کشائی ہندوستانی فوج کے ذریعہ سے ہوتی تھی جس میں مختلف قومیں تھیں۔

نتیجہ یہ کہ گوجر ایک مستقل اور قدیم قوم ہے اور راجپوت غیر مستقل جدید

Marfat.com

قوم اس کی تشریح آئندہ ابواب میں کی جائے گی۔

باب دوئم

گوجروں کے ابتدائی حالات

یہ بات ہم نے اپنی مقامی تحقیقات اور روایات اور متعدد انگریزی، عربی، فارسی، ہندی، تاریخوں اور متفرق مضامین سے جو گرجروں کی تاریخ کے متعلق لکھے گئے ہیں مرتب کیا ہے اور تبدیلی حروف کی نسبت استقراء اور فارسی اور ہندی کتابوں سے امداد لی ہے اور ہر ایک امر کی نسبت ہمارے پاس سند ہے۔

ہم نے بعض بعض مسائل پر اپنی طرف سے اصول مسلمہ پر تنقید کی ہے اور چند امور کو جو عرصہ سے زیرِ بحث چلے آتے تھے حل کیا ہے۔

اس باب نے محققین کے لئے تحقیق کا میدان بہت وسیع کر دیا ہے اگر ہم نے کسی قیاس کے مرتب کرنے میں غلطی کی ہے تو محققین ہمیں معاف کریں گے۔ من صنف قد استھدف یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، ہمیشہ سے مصنف لوگوں کے اعتراض اور ردوقدح کا نشانہ بنتے رہے ہیں۔

Marfat.com

فصل اول:

گوجر کے لفظ کی تحقیقات

گوجر کی وجہ تسمیہ کے متعلق متعدد وتوجیہات ہیں۔

گوجر ایک قدیم قوم کا نام ہے یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر ایک اسم کے کچھ نہ کچھ لغوی معنی ہوں انسان نے جو الفاظ اولاً وضع کئے اور جس جس چیز پر ان کا اطلاق ہوا وہی ان کے معنی ہیں ، تلوار ایک ہتھیار اور اونٹ ایک جانور کا نام ہے۔ پس یہی اس کے معنی ہیں اگر ہر ایک اسم کے معنی تلاش کئے جائیں تو سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا ، سوال یہ ہوگا کہ پہلے کون لفظ وضع ہوا اور بعد میں کون جس قدر نام رکھے جاتے ہیں، ان کے معنی مسمّی ہوتے ہیں، سرور دین جب ہم کسی کا نام رکھتے ہیں تو اس کے لغوی معنی مقصود نہیں ہوتے ، بلکہ ایک خاص شکل و شباہت کا شخص مراد ہوتا ہے۔

اس لئے گوجر کے معنی کی تشریح ضروری نہیں ہے جن لوگوں نے گوجر کے معنی گاؤ چرا کیا ہے۔ وہ کسی صورت میں مستند نہیں ہے ، تاریخ میں ہندوستان کے تمام جدید وقدیم گروہوں کی نسبت لکھا ہے کہ یہ ابتداء میں جانور چراتے تھے، اور دریاؤں کی وادیوں میں اقامت گزیں ہوئے تھے اور اب بھی دیکھو جاٹ اہیر گوجر راجپوت سب جانور چراتے ہیں ، کوئی ایسا ملک نہیں ہے، جس میں لوگ جانور نہ چراتے ہوں دنیا کے چاروں حصوں ، ایشیا، یورپ ، امریکہ ، افریقہ میں کثرت سے جانور ہیں اور ان کے چرانے والے بھی ہیں لیکن کسی خاص قوم کو گوالا نہیں کہا جا سکتا البتہ انفرادی اور عارضی طور پر گوالا کہا جاتا ہے۔

پس یہ کہنا کہ گوجر کا لفظ گاؤ چرا سے نکلا ہے ، صریحاً غلط ہے، اگر یہ نام گاؤ چرانے کی وجہ سے ہوتا تو سب سے پہلے یہ لقب آریا منگولی کا ہوتا، جو ابتداً اپنے جانوروں کو لے کر تمام سرسبز وادیوں پر یکے بعد دیگرے متسلط ہو گئے تھے،

Marfat.com

دوسرے گاؤ چرا ترکیب فارسی ہے، نہ کہ ہندی ، ہندوستان میں یہ فارسی کا لفظ کیوں استعمال ہوا اگر جانور کی پرورش کے لحاظ سے گوجر کا نام ہندوستان میں وضع ہوتا ،تو چرواہا، گوالا، گڈریا ہوتا کیونکہ ہندوستان میں یہ الفاظ قدیم سے موجود اور استعمال کئے جاتے تھے، ہندوستان میں کوئی شخص کسی قوم کا ہو جب جانور چراتا ہے،تو گڈریا یا چرواہا کا خطاب پاتا ہے، جانور چرانے والوں کے لئے فارسی و عربی میں الگ الگ متعدد الفاظ موضوع ہیں، فارسی میں گلہ بان، فیلبان، شتربان، گاؤبان، عربی میں راعی، سائس فارسی میں گاؤ کے چرانے والے کو گاؤبان کہتے ہیں جیسا کہ خواجہ نظامیؒ کا شعر ہے۔

چوشیر یکہ آتش بدم ورزند
دم گاؤ بان را بہم برزند

بعض نے لکھا ہے کہ گوجر سنسکرت کا لفظ ہے مگر سنسکرت کے عالموں نے اس خیال پر تعجب کیا ہے کیونکہ سنسکرت میں گوجر کا کوئی لفظ نہیں ہے، جس کے معنی گوالا ہوں (دیکھو مسٹر پنڈارکر کا آرٹیکل دربارۂ قوم گوجر) سنسکرت میں لفظ گورچر آیا ہے، نیز گوجر کا نام بہ تبدیل بعض حروف دوسرے ممالک میں بھی آتا ہے مثلاً خزر جُرز چُرز گزر وغیرہ۔

پس دوسرے ملکوں میں اس لفظ کا پایا جانا، اس امر کی بین دلیل ہے کہ گوجر کے لفظ کا گاؤ چرا سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ یہ اور ہی لفظ ہے، متعدد تبدیلیوں کے بعد ہندوستان میں پہلے پہل یہ تلفظ گُرجُر استعمال ہوا اور پھر گرجر سے گوجر ہو گیا ، گوجر میں داؤ علامت ضمہ ہے جیسا کہ بعض تاریخوں میں خزر کو خازر اور گزر کو گازر لکھا ہے ، الف علامت فتح ہے دیکھو تیمور اصل میں تمرو ہے کسرہ کی جگہ ی اور ضمہ کے واسطے واؤ لکھا ہے۔

بعض کا خیال ہے کہ گوجر سکندر کی اولاد ہیں، سکندر نے اپنے بیٹے کو فتوحات کے صلہ میں گرز عطا کیا، گرز سے گرج ہوا اور گرج سے گوجر یہ قابل تسلیم

Marfat.com

نہیں، کیونکہ گوجر تو سکندر سے پہلے کی ایک مشہور قوم ہے اور اس کا قدیم ہونا اس وجہ تسمیہ کو باطل کرتا ہے اور نیز گرز تو اس زمانہ میں عام قوموں کا ہتھیار تھا پھر واقعات اور سنین سے بھی ثابت نہیں ہوسکتا۔ اگر سکندر نامۂ نظامی کو تاریخی حیثیت دی جاتی ہے تو خزر کا ذکر سکندر نامہ میں بھی آتا ہے کہ سکندر کے وقت یہ قوم موجود تھی جو سکندر کے دربار میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ جنگلی وحشی ہم کو تکلیف دیتے ہیں، پہاڑ کے درّوں سے نکل کر ان کے کھیتوں کو تباہ کرتے ہیں ان دروں کو بند کر دیں تا کہ ہم آرام کی زندگی بسر کریں۔

اشعار

درین پاس گاہ رخنہائے کہ ہست
عمارت کند تاشود سنگ بست

اس محفوظ مقام میں جو رخنے یعنی درے ہیں ان کو بادشاہ عمارت کر کے بند کر دے تا کہ یہ مقام مضبوط ہو جائے۔

مگرز آفتِ آن بیابانیاں
براحت رسد کا رخرزانیاں

ممکن ہے کہ ان وحشی جنگلیوں کی تکلیف سے خرزانی لوگ آرام پائیں۔

بفر موشاہ تاگزر ہا ہے کوہ
بہ بندند خزرانیاں ہم گروہ

بادشاہ نے حکم دیا کہ پہاڑ کے درے
خرزانے لوگ اور بادشاہ کا لشکر ملکے بند کر دیں

اس سے ثابت ہوا کہ خزر (گوجر) سکندر کے وقت موجود تھے، پس ہم کس طرح گوجروں کو سکندر کی اولاد کہہ سکتے ہیں۔

بعض نے گوجر کے کچھ اور ہی معنی بیان کئے ہیں کہ گوجر دراصل گرگ

Marfat.com

تھا، چونکہ یہ قوم سخت جنگ آور اور دلیر تھی اور دوسری قوموں کو چیرتی پھاڑتی تھی اور تکلیف دیتی تھی اس لئے اس کو گرگ (بھیڑیے) سے تشبیہہ دی گئی۔

ہمارے ایک فاضل دوست بہت اصرار کرتے ہیں کہ واقعی گوجر اصل میں گرگ تھا، وہ تاریخ طبقات الامم مطبوعہ مصر صفحہ 8,7 کا حوالہ[1] دیتے ہیں، بعض مورخین نے خرز کی نسبت لکھا ہے کہ یہ ترک کا ایک قبیلہ ہے، خرز اور گوجر ایک ہیں اور ترک قوم کو درندہ یعنی گرگ کہتے ہیں، اس لئے گرگ اور گوجر ایک ہیں، گرگ کا کاف ج سے تبدیل ہو کر گرج ہو گیا اور گرج سے بہ تقدیم ج گجر ہوا۔

وکانوا نسیتمون ملک الترک ملک الستباع نسجاعة الترک وشدة باسهمo

ترجمہ: ترکوں کی شجاعت وسخت جنگ جوئی کی وجہ سے ان کے بادشاہ کو درندوں کا بادشاہ کہتے تھے۔

پس اس سند سے گرجر کے معنی گرگ ہر طرح سے دلچسپ ومعقوں ہیں، لیکن ہمارا تو یہی خیال ہے کہ ہر ایک اسم کے معنی کی تلاش کرنا ضروری نہیں اور کچھ مفید بھی نہیں اور نہ انسان کی عقل معانی کے مدارج اور وجہ تسمیہ کو کلیۃً طے کر سکتی ہے کیونکہ اس میں تسلسل اور دور کی اس قدر طویل اور دشوار گزار منازل ہیں

---

[1] تاریخ طبقات الامم (اس میں دنیا کے قدیم قومی گروہوں کی تفصیل ہے) میں علامہ قاضی ابو القاسم) صاعد بن احمد اندلسی جو 463ء میں فوت ہوئے لکھتے ہیں۔

والامة الخامسة

اجناس الترک من الخرلخية، وكيماک، والتغزغزوالخزر، والسرير وجيدان وخزدان وطبلسان وكشک وبرطاس كانت لغتهم واحدة ومملكتهم واحدةo

دنیا کا پانچواں گروہ ترک ہے جس کے قبائل خریخیہ، کیماک، تغزغز، خزر، (گوجر) سریر چیدان، خزدان، طیلسان، کشک برطاس ان کی زبان وملک ایک ہے۔

مؤلف: اگر یہ صحیح ہے تو اس سے یہ مسئلہ بالکل صاف ہو گیا ہے کہ خزر (گوجر) ترکوں کا ایک قبیلہ ہے اور یہ قدیم قوم ہے۔

Marfat.com

کہ ان کا طے کرنا فکر کے لئے آسان نہیں ممکن ہے کہ قدیم زمانہ میں ''جزر'' کسی شخص کا نام ہو جس کی نسل کو جزر کہا گیا ہو اور پھر یہ نام ایک نسل کا ہو گیا ہو اگر وجہ تسمیہ کا معلوم کرنا لازمی ہو تو ہر ایک نام کے لئے معنی تلاش کرنے پڑتے ہیں، ہاں یہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ بعض قومیں کسی وصف یا شہر یا اپنے باپ دادے کے نام پر مشہور ہیں، عالمانہ خیال یہی ہے کہ جو ہم نے بیان کیا ہے ہمارے لئے اسی قدر کہنا کافی ہے کہ گوجر گرجستان سے آئے اور گوجر کہلائے۔ گرجستان کی کئی ہزار سال کی تاریخ موجود ہے اور گرجستان بہت قدیمی ملک ہے۔

Marfat.com

فصل دوئم:

گوجر یا گجر اور گرجارا یا گُرجَرا ایک ہیں

تاریخ ہند وغیرہ میں ایک فتحمند وظفر یاب قوم گرجرا کا ذکر آیا ہے جس نے ہندوستان کے وسیع علاقوں پر سینکڑوں سال تک نہایت کروفر سے سلطنت کی ہم قارئین کرام کو اس امر سے واقف کرنا ضروری خیال کرتے ہیں کہ گوجر، گرجراء، گرجارا، گجر ایک ہی لفظ ہے، جہاں گرجرا کی سلطنت کا ذکر کسی تاریخ میں ہے، اس کو گوجر کی سلطنت سمجھنا چاہیے ہم نے اس کو کوئی طرح سے ثابت کیا ہے، ایسے مسائل کا علم الصوت یا علم اللسان کے باب التعلیل والتبدیل سے حل کرنے کا دستور قدیم سے جاری ہے اور جب یہ مسئلہ اصول کے رو سے ثابت ہو جائے تو وہ شہادت ناطق ہے جس سے کسی کو انکار کی گنجائش باقی نہیں رہتی، ہم نے ایک دفعہ کسی اخبار میں ایک مختصر نوٹ کہ ''گوجر اور گرجرا اور گرجر ایک ہیں'' لکھا تھا۔ اس کو علماء نے تو تسلیم کیا لیکن ایک شخص نے جو تاریخ اور علم التعلیل سے بالکل بے بہرہ تھا، انکار کیا، ممکن ہے اب بھی اس تاریخ کے مطالعہ کے وقت بعض لوگوں کا شک رفع نہ ہو اس لئے ہم اس کو زیادہ تشریح کے ساتھ لکھتے ہیں اور اس کو علم اللسان والصوت کی متعارف مثالوں سے اچھی طرح واضح کرتے ہیں تا کہ ادنی سمجھ کا آدمی بھی سمجھ جائے اور اس کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ میرا شک رفع نہیں ہوا گوجر اور گرجرا گجر اور گرجارا کے حروف میں جس قدر نمایاں اتحاد ہے، وہ محتاج تشریح نہیں، ان کے متجانس ہونے کا انکار کرنا، بداہت کا انکار کرنا ہے، اگرچہ پہلے جہالت کی وجہ سے یا تبدیلی کے باعث بعض اوقات مختلف نوشتوں میں مختلف الفاظ گوجر اور گرجرا اور گرجارا گجر استعمال ہوتے رہتے ہیں، لیکن تجانس کی وجہ سے تحقیقات جدید نے ثابت کر دیا ہے کہ دراصل یہ ایک ہی لفظ اور ایک ہی قوم

Marfat.com

ہے، الفاظ کا ہیر پھیر اس قدر ہوتا ہے کہ بسا اوقات ابتدائی اور اصلی حروف بالکل محو ہو جاتے ہیں اور نیز حرکات کے بجائے جو حروف لکھے جاتے ہیں ان سے بھی الفاظ کی ہیئت کچھ نہ کچھ بگڑ جاتی ہے۔

مگر علم تبدیل الحروف سے جب ثابت کیا جائے تو حقیقت کا انکشاف ہو جاتا ہے اور اس میں کسی طرح کا شک وشبہ نہیں رہتا چنانچہ خان اور سائیں کے لفظ میں بظاہر کوئی تجانس مغلوم نہیں ہوتا لیکن علم تبدیل الحروف کے بعض محققین کا یہ خیال ہے کہ سائیں اور خان ایک ہی لفظ ہے، سین خاء سے تبدیل ہو جاتا ہے، جیسے خسرو سسر پس سائیں خان ہو گیا اور درمیان میں جو ہمزہ آ گیا، وہ بوجہ اختلاف تلفظ ہے کہ ہند کے لوگ اس طرح اس لفظ کو ادا کرتے ہیں کہ ہمزہ پیدا ہو جاتا ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک لفظ جب دوسری زبان میں استعمال ہوتا ہے تو اس میں بعض حروف کم ہو جاتے ہیں اور بعض زائد آ جاتے ہیں اور اس تبدیلی کی مثالیں مختلف زبانوں میں کثرت سے ملتی ہیں اور جس کو اس قسم کی تبدیل الحروف کی مثالیں دیکھنے کا شوق ہو، وہ اس قسم کے نوشتوں کا مطالعہ کرے، غور سے دیکھو کہ تبدیل الحروف سے کس طرح گرجرا اور گرجارا سے گوجر بن گیا، انگریزی تاریخوں مین گرجرا لکھا جاتا ہے، انگریزی رسم الخط میں بعض لفظوں کے آگے ای E یا اسے A بڑھا دیتے ہیں مگر یہ حرف تلفظ میں نہیں آتا مثلاً لاہور کے آگے ای LAHORE اسی طرح رامائیں راجہ کرن، مہابھارت کے اخیر میں (اے) A لکھا جاتا ہے، مگر وہ تلفظ میں نہیں آتا، ایسا ہی گرجارا کا اخیر الف زائد ہے، گرجر اور اصل گرجرا بلا الف ہے، اس میں اور گجر میں ایک حرف کا فرق ہے لیکن بعض وقت رحذف کی جاتی ہے اور اس کی مثالیں کثرت سے پائی جاتی ہیں جن کی توضیح ذیل میں کی جاتی ہے۔

(۱) کرشن، کشن (نام) (۲) چندر، چند (چاند) (۳) چیتر، چیت (مہینے کا نام ہے) (۴) کھیتر، کھیت (قطعۂ زمین) (۵) سورج، سج (آفتاب)

Marfat.com

(٦) درم، دام، دم (سکہ کا نام) (٧) گرہن، گہن (چاند گرہن) (٨) گرج، گج، یا گد (پرندہ کا نام) (٩) بادل کا گرجنا، بادل کا گجنا (١٠) ڈاہر، ڈاہا، (قوم کا نام ہے) (١١) برسنا، بسا (بادل کا برسنا) (١٢) کرم، کم (کام) (١٣) سرپ، سپ (سانپ) (١٤) سرب، سب (١٥) نیند، نیندر (خواب) (١٦) کروہ، کوہ (کوس) (پیمانہ مسافت)، (١٧) گرب، گپ (حمل) (١٨) چرم، چام، چم (چمڑا) (١٩) سوتر، سوت (٢٠) کیچڑ، کیچ، (گل)، (٢١) پُتر، پوت، پُت (پسر، بیٹا) (٢٢) راٹھور، راٹھ (قوم کا نام ہے)، (٢٣) دوہڑا، دوہا (گیت کی ایک قسم) (٢٤) سدارنا، سدھانا (سکھانا) (٢٥) ترک، تکا، ٹاکی، (کپڑے کا ٹکڑا) (٢٦) چھتری، چھاتا (٢٧) برہمن، بہمن (قوم کا نام ہے)، (٢٨) پرارسال، پرسال (گذشتہ سال) (٢٩) پردیسی، بدیسی (٣٠) تریجا، تیجا (تیسرا)، (٣١) اڑتالیس، اٹھتالی (٤٨ عدد)، (٣٢) گراہی، گاہی (لقمہ) (٣٣) گرنڈ، گنڈ (چکی کا وہ حصہ جس میں آٹا جمع ہوتا ہے)، (٣٤) گرنڈو، گنڈوا (پرندہ کا نام ہے) (٣٥) گھروہ، گوہ (سوسمار) (٣٦) ارے، اے، (حرف ندا)، (٣٧) گوتر، گوت (قوم کی شاخ)، (٣٨) پرسرور، پسرور (پنجاب میں ایک قصبہ ہے)

زمانہ سابق کے کاغذات میں پرسرور لکھا ہے۔ اب پسرور لکھتے ہیں (دیکھو آئین اکبری) علیٰ ہذا القیاس کئی مثالیں رکے حذف کی پائی جاتی ہیں۔

واضح ہوا کہ جو الفاظ ہم نے لکھے ہیں وہ ہندوستان کے کسی نہ کسی حصہ میں ضرور استعمال ہوتے ہیں خواہ پنجابی میں خواہ ہندی میں اور ان میں سے اکثر الفاظ متعارف ہیں جب ایک ہی ملک کی یہ حالت ہے کہ اس کی اپنی زبان کے الفاظ مختلف صوبوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں، تو غیر ملک کے الفاظ دوسرے ملک میں آ کر کیوں تبدیل نہ ہوں، ہم نے دیباچہ میں ایک لفظ کی مختلف زبانوں میں تبدیل ہونے کی مثالیں دے کر جو تشریح کی اس سے غرض یہ تھی کہ ہمارے آئندہ دلائل کو قارئین دلچسپی سے پڑھیں جن لوگوں نے ان کو اچھی طرح پڑھا ہے ان

Marfat.com

کے لئے یہ مسائل آسان ہیں گوجر اور گرجرا کی تبدیلی بالکل ایک معمولی تبدیلی ہے اگر ایسی تبدیلی سے انکار کر کے ان کو علیحدہ علیحدہ خاندان سمجھا جائے تو پھر علم الصوت کے مسائل مسلمات کا وجود ہی باقی نہیں رہتا اس امر کی ایک اور بین دلیل ہے کہ گرجرا اور گوجر ایک ہیں، اگر گرجرا ، گوجر ایک نہیں ہیں تو گرجرا جیسی زبردست قوم جس نے ہندوستان کے اکثر حصص پر عرصہ دراز تک حکومت کی ضرور تھا کہ کسی نہ کسی حصہ پر موجود ہوتی یا کوئی شاخ اس کی ایسی پائی جاتی جو گرجرا کی طرف منسوب ہوتی لیکن علیحدہ اس نام سے ہندوستان کے کسی حصہ میں کوئی قوم نہیں ہے ہر ایک ضلع میں گوجر کے لفظ پر قوم کا نام مشہور ہے پس گرجرا جب اس وقت تک کوئی علیحدہ قوم نہیں ہے، تو پھر کیوں نہ تسلیم کیا جائے کہ گوجر اور گرجرا ایک ہی ہیں ہم نے متعدد طریقوں سے ثابت کر دیا ہے کہ گوجر اور گرجرا ایک ہی ہیں نیز قدیم تاریخ میں گرجرا قوم اور اس کی فتوحات اور کارناموں کے بکثرت واقعات موجود ہیں یہ تمام کارنامے گوجر قوم کے ہیں ، اس سے ہم گوجروں کی تاریخ کو بہت مبسوط کر سکتے ہیں اور زمانۂ گذشتہ کے کئی قرنوں کی معلومات پر آگاہی حاصل کر سکتے ہیں۔

مسٹر اے سمتھ اور دوسرے مؤرخین نے بالتصریح لکھ دیا ہے کہ گرجرا اور گوجر ایک ہے دو نہیں نیز خاندان گجر کے جن بادشاہوں کا ذکر انگریزی تاریخوں میں ہے، ان کو انگریزی مؤرخوں نے گرجرا لکھا ہے اور گوجر راجگان کو عربوں نے جز لکھا ہے۔

پس یہ مسئلہ بالکل صاف ہو گیا ہے کہ گوجر اور گرجرا ایک ہیں اگرچہ علماء وفضلاء کے لئے یہ بحث غیر ضروری ہے مگر کیا کیا جائے ہمارے مخاطب وہ لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ گوجروں کی حکومت کبھی کسی علاقہ پر نہیں ہوئی اور جس قوم گرجرا کا ذکر تاریخوں میں ہے وہ قوم ہی اَور ہے اور بعض لکھے پڑھے کہتے ہیں کہ گرجرا نام ہُن[1] قوم کا ہے جو وسط ایشیا سے آئی اس نے ہند پر سلطنت کی اب

Marfat.com

اس کا نام ونشان باقی نہیں ہے یا تو وہ تمام کے تمام مارے گئے یا بقیہ السیف نے اپنا نام تبدیل کر دیا ہم نے جو ضروری امور تھے وہ بیان کر دیئے ہیں اور اس کا ثبوت آئندہ ابواب سے اور زیادہ ملے گا۔

مؤلف کہتا ہے کہ ہُن کے افراد اس زمانہ میں بھی موجود ہیں گوجروں کا گوت ہے اور ان کی بستیاں بھی موجود ہیں۔

ونسنٹ اے سمتھ اپنی تاریخ باب دواز دہم قوم گوجر کے عنوان میں لکھتا ہے:

''کتابوں اور کتبوں میں ہنون کا ذکر اکثر ایک اور قوم گرجر کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے جس کا نام آج کل بھی گوجر کی صورت میں باقی رہ گیا ہے جو شمال مغربی ہندوستان میں بہت پھیلی ہوئی ہے، قدیم گرجر معلوم ہوتا ہے کہ بیرونی آبادکار تھے، اور ان کا بہت قریبی تعلق اور ممکن ہے کہ خون کا رشتہ بھی ہنون کے ساتھ ہو انہوں نے راجپوتانے میں ایک بڑی سلطنت قائم کر لی جس کا صدر مقام کوہ آبو کے شمال مغرب میں پچاس میل کے فاصلے پر بھلمان یا سریماں تھا۔

Marfat.com

فصل سوم:

مختلف ملکوں میں لفظ گوجر کا استعمال

ہر ایک ملک کا تلفظ مختلف ہوتا ہے اس وجہ سے گوجر مختلف ملکوں میں مختلف تلفظوں سے استعمال کیا جاتا ہے، ہندوستان میں گوجر، انگریزی تاریخوں میں گرجرا چین میں کوسا، روس میں کھوالیس یا خوالیس، روم میں چوراز آرمینا میں خزر، عرب میں خزر یا جُرز، بحیرہ آزاف میں گزر، شام میں گھیسر یا غسیر، کاکیشیا میں غاسر یا گاسر، ایران میں کاجار یا قاچار۔

(ملاحظہ ہو بمبئی گزیٹر حصہ اول جلد 9 صفحہ 472,471)

کوسا کا لفظ تو بالکل ہندوستان کے لفظ سے ملتا جلتا ہے، ایک جنوبی ضلع میں گوجروں کا گوت کوسا بھی ہے، ہمارے خیال میں یہ لفظ گورسی سے لیا گیا ہے گورسی کو مختلف اضلاع میں گرس، گورسی کہتے ہیں، آئین اکبری میں گراسیہ درج ہے، گورسی میں را حذف ہو جاتی ہے، جیسا کہ ہم نے لفظ گرجرا میں لکھا ہے اگر را حذف کی جائے تو گوسی رہ جائے گا، گ، ک، ایک ہی حرف ہیں، آخر میں ہی الف سے تبدیل ہو گئی کوسا ہو گیا پنجاب میں بعض لوگ گوجر کو کوسی کہتے ہیں پس چین اور ہند کا ایک گوت کوسا بالکل آپس میں ملتا ہے، کھوالیس اور خوالیس کھ اور خ ایک ہی حرف ہیں مثلاً خر (گدہا) کو کھر بھی کہتے ہیں یعنی خ، کھ سے تبدیل ہو جاتی ہے، کھیس (ایک قسم کا کپڑا کو فارسی میں خیس کہتے ہیں پس کھوالیس کا خوالیس ہو گیا مگر خوالیس اور لفظ گوجر کی مطابقت ہماری سمجھ سے بالا تر ہے ممکن ہے کہ اس میں تعلیل در تعلیل یا قلب در قلب ہو یا اس قوم کا تعلق گوجر قوم سے ہو۔

چوزار میں واؤ، الف علامت ضمہ وفتحہ ہے اس کو حذف کیا گیا تو چُزر رہ

Marfat.com

گیا اور چازار میں دونوں الف علامت فتح ہیں، ان کو حذف کیا تو چزر ہو گیا گویا دونوں ایک ہی لفظ ہیں صرف پہلے حرف پر ضمہ یا فتحہ ہونے سے اختلاف پیدا ہو گیا ہے جو قابل لحاظ نہیں ہے چ گاف سے اور زمیم سے بدل جاتی ہے، پس چزر گجر ہو گیا، خزر بضم خا معجمہ اور جزر بضم جیم معجمہ ایک ہی لفظ ہے، دیکھو لفظ خراس (دانہ پیسے کی بڑی چکی جو چشموں یا ندی یا نالہ میں لگائی جاتی ہے) کو پنجابی میں گھراس یا کرھاٹ کہتے ہیں، اس میں خ گاف سے بدل گئی ایسا ہی ذ اور جیم کا تبادلہ ہو جاتا ہے، جٹ (نام قوم) کو عرب زط کہتے ہیں، جیم کی جگہ ز اور ٹ کی جگہ ط گزر میں زکوج سے بدل دیا تو گجر ہو گیا۔ گھیسر، عیسر، گاسر، غاسر تو تقریباً ایک ہی لفظ ہیں، غ و ز گاف و جیم سے تبدیل ہو جاتے ہیں، جیسا کہ گیلانی کو جیلانی پڑھا جاتا ہے اور لگام کو لجام کہا جاتا ہے، دیگر مثالیں گلولہ، غلولہ، غزنی، گجنی، اس میں غین گاف سے زجیم سے تبدیل ہو گئی ہے، یاد رکھنا چاہیے کہ زبان کا مقابلہ عام طور پر کیا جاتا ہے، خواہ تعلیم یافتہ شہری طبقہ کی زبان ہو یا غیر تعلیم یافتہ دیہاتیوں کی زبان ہو کیونکہ جب ایک زبان کا لفظ دوسری زبان میں آتا ہے، تو بعض الفاظ کی ہیئت میں کچھ نہ کچھ فرق آجاتا ہے، یہ بدیہی امر ہے کہ ایک زبان میں جو لفظ غیر مانوس ہوتا ہے اس کے تلفظ و کتابت میں اکثر تبدیلی کی جاتی ہے ایک عرب مجھ سے اردو پڑھتا تھا، وہ اچھی طرح اردو میں تقریر کر سکتا تھا، مگر بعض اردو الفاظ کی ایسی مٹی خراب کرتا تھا کہ جب تک وہ عربی میں ان کی تشریح نہ کرتا میں نہیں سمجھ سکتا تھا، عرب کے بدوؤں (بادیہ نشین) کی زبان کا اگر کتابی عربی سے مقابلہ کیا جائے تو حیرت ہوتی ہے عرب بدو قل کو گل کہتے ہیں قندھار کو گندھار، اسی طرح وہ ق کو بالعموم گ سے تبدیل کر دیتے ہیں حالانکہ ہم کو استاد نے پڑھایا تھا کہ حروف گاف، چ، ڈ، ڑ، ژ، پ، ٹ عربی میں نہیں آتے، زمانہ کے ساتھ ساتھ زبان بھی بدلتی رہتی ہے ص، پنجابی زبان کو دیکھو جاہل لوگ رکوج سے بدل دیتے ہیں زبان کو جبان، زور کو جور، زرو، کو جرو، زبردست کو جبردست

Marfat.com

جوروست کہتے ہیں۔

بعض نے گوجر کو تغزغز لکھا ہے ممکن ہے کہ اس سے لفظ خزر (گوجر) بنا ہو، یا خزز سے تغزغز، مگر موجودہ صورت میں بظاہر کوئی مناسبت پائی نہیں جاتی۔

عربی تاریخوں میں تغزغز کا لفظ آیا ہے جو ترک قوم کا ایک قبیلہ ہے مگر خزر بخائے معجمہ بھی ترک قوم کا ایک قبیلہ ہے۔

پس ہم خزر وتغزغز میں سے ایک ہی لفظ لیں گے نہ کہ دونوں اور آسان تر ہمارے لئے یہ ہے کہ ہم خزر کو لے کر ثابت کریں کہ یہ گوجر کے تلفظ کو ادا کرتا ہے، نہ کہ تغزغز کو پس تغزغز کو بظاہر کوئی نسبت گوجر سے نہیں ہے، البتہ غزغز ایک تبدیلی ہے گرگر اور دوسری تبدیلی سے گوجر ہوسکتا ہے، مگر یہ تعلیل دلپسند نہیں ہے، اس میں کچھ شک نہیں کہ علم الصوت و تشعلیل بہت ہی دلچسپ فن ہے کیونکہ اس سے نئے نئے معلومات حاصل ہوتے ہیں اس تشریح سے ثابت ہوتا ہے کہ چین، روس وغیرہ میں گوجر پائے جاتے ہیں اور یہ ایک قدیم قوم ہے، جن عرب مؤرخین نے یہ لفظ وسط ایشیا سے لیا انہوں نے لفظ خزر لکھا کیونکہ بجیرۂ خرز میں خ، زاپنی اصلی حالت میں پائے جاتے تھے، جوعربی کی زبان پر ثقیل نہ تھے اور جن عرب مؤرخین نے ہندوستان سے لفظ گوجر لیا انہوں نے گ کو جیم سے اور جیم کو ز سے تبدیل کر کے جزر کہا جیسا کہ بھنگ (ایک بوٹی نشہ دار ہوتی ہے) اس کو عرب بنج کہتے ہیں اور گیلان کو جیلان، انگریز کو انجریز لکھتے ہیں عربی اخباروں میں انگریز کو انکلیز لکھتے ہیں اور بعض اوقات گاف کو قاف سے بدل لیتے ہیں، گندھار کو قندھار کہتے ہیں، ہر ایک زبان دان اپنی سہولت کے لئے غیر ملک کے الفاظ میں حروف کی تبدیل یا تقدم و تاخر کر لیا کرتا ہے بلکہ خود زبان میں فطرۃ مختلف زمانوں میں تبدیلی واقع ہو جاتی ہے اور اس کی مثالیں اس قدر ہیں کہ ہمیں اس بارہ میں کچھ زیادہ تفصیل کی ضرورت نہیں، حروف کی تبدیل کا میدان اس قدر وسیع ہے کہ اس کی نسبت کوئی کلیہ قاعدہ مرتب نہیں ہوسکتا، میرے بعض دوست اس کو تسلیم نہیں

Marfat.com

کرتے اس لئے زیادہ تشریح کرتا ہوں، مسٹر بھنڈا کر ایم اے نے خزر نجائے معجمہ اور جرز تحیم کو ایک ہی لفظ قرار دیا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک تبدیلی کے بعد دوسری تبدیلی واقع ہو چنانچہ اس کے لئے ان الفاظ کو غور سے دیکھنا چاہیے، خا جیم سے بدل جاتی ہے مثلاً اسفا ناخ واسپاناج مشہور سبزی ہے اس میں ف، پ سے اور خا جیم سے تبدیل ہوئی اور خ، غ کے ساتھ بھی بدل جاتی ہے۔ دیکھو ستیخ اور ستیغ (بمعنی سیدھی چیز، مانند تیر یا ستون) اور قاف کے ساتھ بھی جیسے چخماخ، چقماق اور کاف کے ساتھ اس کی تبدیلی کی کئی ایک مثالیں ہیں خمان کمان خمند کمند، خرتا کرتا اور زا اور جیم کی تبدیلی اور ایسا ہی ز اور گاف کی تبدیلی مسلمہ ہے پس خزر، جزر، گجر دراصل ایک ہی لفظ ہے۔ (از جواہر الحروف)

Marfat.com

فصل چہارم:

گوجروں کا ابتدائی وطن

بعض تاریخوں میں بالاتفاق یہ بیان کیا گیا ہے کہ دوسری صدی قبل از مسیح کے وسط میں، وسط ایشیا کے خانہ بدوش ترکی خاندانوں میں باہم مخالفت پیدا ہوئی، یہاں تک کہ آپس میں لڑنے بھڑنے لگے اور شدید جنگ تک نوبت پہنچی، یہ جنگ چند مہینوں تک جاری رہی اور تمام حلیف قبائل اس جنگ میں شامل ہوئے تھے، دونوں طرف کا بہت نقصان ہوا اور جنگ کی وجہ یہ تھی کہ ایک علاقہ کی نسبت تنازع پیدا ہوا کہ یہ کس کا حق ہے، نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ ایک خاندان نے (جس کو چینی مورخ ''نیگ نو'' کہتے ہیں) دوسرے خاندان کو جو یوچی کے لقب سے ملقب تھا، ایسی شکست دی کہ وہ وہاں رہنے کے قابل نہ رہا، اب اس خاندان کے لئے اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ ''بموجب ملک خدا تنگ نیست، پائے گدالنگ نیست'' وہ کسی اور جگہ ہجرت کرے۔ چنانچہ اس نے اپنا آبائی وطن علاقہ کن سُہ جو ملک چین کا شمالی مغربی صوبہ تھا چھوڑ دیا اور مغرب کی طرف رُخ کیا تا کہ اپنی قسمت آزمائی کرے اور شاید اس کو کسی ملک میں کوئی وسیع سرسبز علاقہ مل جائے، اس گروہ کے سپاہیوں کی تعداد دو لاکھ کے لگ بھگ تھی، یہ چلتے چلتے کلمکان کے صحرا میں پہنچ گئے، ان کو پھر وہی مصیبت پیش آئی جس کے ڈر سے وہ بھاگے تھے، یعنی ایک اور قبیلہ دُوسن سے جو یوچی کا ہم نسل بیان کیا جاتا تھا اور جو دریائے ایلی اور اس کے دو معاون رتیکے اور کنگیز کے دوآبہ میں رہتا تھا۔ مقابلہ ہوا اگرچہ دوسن کی تعداد بہت ہی تھوڑی تھی مگر اس نے مدافعت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا اور اس کی غیرت قومی نے یہ گوارا نہ کیا کہ ان کی سرزمین پر یوچی کا عمل دخل ہو، دوسن کے نوجوانوں نے حق مردانگی ادا کیا مگر وہ قلتِ تعداد کی وجہ سے اس ٹڈی دل کو روک

Marfat.com

نہ سکے گو اپنے ملک پر اپنی جانیں نثار کر دیں اور ان کا سردار مارا گیا، یوچی ایک تند سیلاب تھا جس طرف اس کا رُخ ہوتا کوئی چیز اس کے آگے ٹھہر نہ سکتی تھی، آخر وہ جھیل ایسک کل کو عبور کر کے وسیع ترین چراگاہوں پر مسلط ہو گیا، اس قوم کا ایک حصہ تو تبت کی سرحد پر آباد ہو گیا اور دوسرا بڑا حصہ مغرب کی طرف بڑھتا چلا گیا، اگرچہ قوم تک ''یاسی'' نے اس کے روکنے کی ناکامیاب کوشش کی مگر قوم سک کا بھی قوم دوسن کی طرح بُرا حال ہوا اور وہ اپنے کشتوں کی لاشیں میدان کارزاء میں چھوڑ کر بھاگ گئی، آخرکار یہی قوم ہندوستان کی سرسبز چراگاہوں اور زرخیز زمین کی تلاش میں شمالی دروں سے نکل کر منزل مقصود (سرسبز چراگاہوں) پر پہنچ گئی، پہلے بیان ہو چکا ہے کہ دوسن قوم کو یوچی قوم نے برباد کر دیا تھا، اس وقت سے دوس کے بہادر انتقام لینے کے لئے پیچ وتاب کھا رہے تھے، اور جنگی تیاریوں میں مصروف تھے، اتفاقاً ان کو یوچی قوم کے قدیم دشمن کے ساتھ جنہوں نے اس کو ملاقہ کن سہ سے نکال دیا تھا، اتحاد قائم کرنے کا موقع مل گیا۔

دوسن قوم کے نوجوان شہزادے نے یوچی قوم کے قدیم دشمنوں کی عانت سے یوچی قوم پر جارحانہ حملہ کیا اور اپنے باپ کا انتقام لیا اور یوچی کو اس علاقہ سے نکال دیا، جو اس نے سک قوم سے غضب کیا تھا، اس شکست سے یوچی قوم وادی سیحون کی طرف بھاگ گئی اور یہاں کی ٹاہیا قوم کو مغلوب کیا، رفتہ رفتہ تمام علاقہ باختر پر اس کی شوکت وسطوت کا سکہ بیٹھ گیا اور اس کا اثر و اقتدار بہت جلد دریائے سیحون کے جنوب تک بڑھ گیا، یوچی بہادر تو دو تین پشتوں تک تو عارضی طور سے یہاں متمکن رہے لیکن جب ان کے پاؤں اس سرزمین پر جم گئے تو انہوں نے مستقل شہر اور قصبے تعمیر کر لئے اور متمدن ہو گئے اور اپنے مقبوضات کو بڑھانے لگے، دریائے سیحون کا جنوبی علاقہ جس میں سغدانیہ اور اس کے ملحقات بھی شامل تھے، سب کا سب ان کے زیرنگین تھا، جب یوچی قوم مقتدر ہو گئی تو اس نے بموجب تعداد قبائل علیحدہ علیحدہ پانچ ریاستیں قائم کر لیں اس کے بعد ایک سو

Marfat.com

سال تک یوچی قوم کی نقل وحرکت کا کچھ پتہ نہیں چلتا، تاریخ اس کے حالات بیان کرنے سے خاموش ہے، پہلی صدی مسیح کے ابتداء میں یوچی قوم کے سردار اعظم نے جو یورپ میں گڈفائسس اول کے نام سے مشہور ہے، اپنے چھوٹے چھوٹے قبائل کو منظّم کر لیا یعنی سب کو اپنے جھنڈے کے نیچے جمع کر کے عہدو پیمان لیا اور ہندوکش کی دشوار گزار گھاٹیوں کو طے کر کے کابل و کشمیر کو مسخر کر لیا اور پھر پنجاب میں قدم جمائے، اس کے بعد کا حال کشاں بادشاہوں کے باب میں درج ہے، یہ تمہید گوجروں کی ہجرت کو ثابت کرتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ گوجروں کا اصلی وطن وسط ایشیا تھا جس میں کچھ حصہ چین اور روس وغیرہ کا بھی شامل ہے۔

اس امر پر گرجستان جو گوجروں کے نام سے کلی مطابقت رکھتا ہے قطعی شہادت ہے کہ گوجر خاندان یوچی ہے اور یوچی سیتھین ہیں اور چونکہ گوجر کو خزر بھی کہتے ہیں اس لئے بحیرہ خزر ایک اور شاہد ہمارے خیال کی تائید میں ہے بحیرۂ خزر کو اس لئے خزر کہتے ہیں کہ اس کے کنارے پر خزر (گوجر) آباد تھے، اور نیز روس و چین میں گوجروں کا ہونا مزید شہادت ہے۔ بعض تاریخوں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بیروت کے محاذی سمندر کے دونوں[1] کناروں پر گوجر قوم زمانہ قدیم میں آباد تھی، میجر مینگلی نے ایک واضح بیان لکھا ہے جو ہمارے مندربالا دعویٰ کی تائید وتشریح ہے، بدھ مذہب کے عروج وزوال کے درمیانی عرصہ میں یعنی 242ء قبل مسیح سے لے کر 500 سال تک ہندوستان لگا تار بیرونی حملہ آوروں کا دنگل بنا رہا۔ باختر کے یونانیوں نے سیتھین اقوام کو نکال دیا اور وہ پہلی اور دوسری صدی قبل مسیح کے مابین وارد ہندوستان ہوئے، بیان کیا جاتا ہے کہ وہ پہلے ہی حملے میں اڑسیہ تک فتح کرتے چلے گئے، اس وقت متعدد سیتھین قومیں آہستہ آہستہ جیحون کے کنارے سے جنوبی افغانستان کی طرف بڑھ رہی تھیں، جہاں سے وہ لڑتی

---

[1] میری رائے میں دونوں کناروں پر گوجروں کی سکونت کا ثابت کرنا مشکل ہے، البتہ این روی سمندر پہنچی گوجروں کی حکومت تھی۔

Marfat.com

بھڑتی درہ بولان اور کوہِ سلیمان سے گزر کر سرحد ہندوستان میں داخل ہو گئیں اور بعد ازاں انہوں نے پنجاب میں رایات اقبال نصب کئے یہ سیتھین قوم تھی جس کی ایک شاخ قوم یوچی ہے، جس کا ایک قبیلہ موجودہ زمانے کے گوجر اور دوسرا قبیلہ جاٹ ہیں یوچی قوم کے بہادروں نے کابل، کشمیر اور شمالی پنجاب میں اپنا تسلط بٹھایا، جہاں ان کی آبادی کا ثبوت گوجرانوالہ اور گجرات وغیرہ سے ملتا ہے، تیسری صدی کے اخیر تک یوچی قوم کے ایک حصہ نے جنوب کی طرف بڑھنا شروع کیا، اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اپنے شمالی جاٹ بھائیوں کے قبائل سے جو ان سے سبقت کر کے درہ بولان کے راستے سے آگے بڑھ گئے تھے، جدا ہو گئے، وہ گوجر جو دریائے سندھ کی وادی میں اقامت گزیں تھے بالآخر سور اشٹر یعنی گجرات و کاٹھیاوار میں قیام پذیر ہوئے اور انہوں نے اصلی باشندوں یعنی اہیروں وغیرہ کو مطیع کیا سندھ کے کنارے سے لیکر سمندر کے ساحل تک تمام علاقہ ان کے قبضے میں تھا، سیتھین ہر طرف پنکھے کی شکل میں شمالاً جنوباً کوہستان نمک سے لے کر اَرَولی پریت اور چینل تک اور شرقاً غرباً سندھ اور پنجاب سے دریائے جمنا تک پھیل گئے، اس طرح انہوں نے پنجاب اور شمالی راجپوتانہ اور گنگا کے دوآبہ کا نصف غربی علاقہ آباد کر لیا، ان صوبوں کے باشندوں کا زیادہ حصہ یقیناً اسی سیتھین نسل سے تھا کہ طبقات الامم کا مصنف گوجر کو ترکِ کا ایک قبیلہ قرار دیتا ہے، جس کا ذکر کسی اور جگہ کیا گیا ہے پس گوجروں کا ترکوں یا ستھین قبائل سے ہونا اور لفظ گوجر کی الفاظ گورجستان اور بحیرہ خزر سے مجانست یہ ایسی شہادتیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کو گوجر وسط ایشیا سے آئے تھے۔

❁❁❁

Marfat.com

فصل پنجم:

گوجر خاندان کب ہندوستان میں آیا

بعض مورخین کہتے ہیں کہ گوجر ہندوستان کے قدیم باشندے ہیں، ٹاڈ راجستان باب 21 جلدوں میں لکھتا ہے کہ ہندوستان کی قدیم اقوام حسب ذیل ہیں۔ مینا، میر، گونڈ، بھیل، سربا، سرجا، ایھر، گوجر لیکن وسط ایشیا میں گرجستان کی موجودگی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بیرونی قوم ہے، جو گرجستان وغیرہ وسط ایشیا سے آئی تھی، بعض تاریخوں سے ثابت ہے کہ گوجر آریہ قوم سے ہیں کیونکہ وہ بھی کئی فرقوں پر مشتمل تھی، یا ان سے پہلے یا بعد میں آئے ہوں، ہم نے تاریخوں کی بہت کچھ چھان بین کی ہے، تاہم گوجروں کے ہندوستان میں آنے کا زمانہ معین کرنا مشکل ہے کیونکہ روایات مختلف ہیں۔

پرانوں میں جو ہندوستان کی مقدس کتابیں اور ہزار سال کی لکھی ہوئی ہیں اور ہندوؤں کے نزدیک ان کے واقعات بہت صحیح ہیں، لکھا ہے کہ برہما جی نے پشکر میں گوجروں کے ایک امیر خاندان (جو برہما جی کا معتقد تھا) کی ایک لڑکی سے شادی کی اس لڑکی کا نام گاتری تھا، گاتری کا استھان اس وقت تک پشکر میں موجود ہے، جہاں ہندو گوجر دور دور سے آ کر اپنے مردے جلاتے ہیں، یا پشکر میں مردوں کی خاکستر لے جا کر پیوند زمین کرتے ہیں جس طرح کہ ہندو اس زمانہ میں مردوں کی ہڈیاں گنگا میں بہاتے ہیں۔

- اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ گوجر کئی ہزار سال سے ہند میں موجود ہیں۔ (دیکھو بمبئی گزیٹر و دیگر تاریخ ہند)

کرنل ٹاڈ تاریخ راجستان میں لکھتا ہے۔

میواڑ کے رانا کہتے ہیں کہ ہم سری رام چندر کے فرزند لو کی اولاد ہیں،

Marfat.com

اور بیر گوجر کا بھی یہی دعویٰ ہے پس اس روایت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سری رام چندر بھی گوجر تھے، اور سری رام چندر کا خاندان چند ہزار سال سے وارد ہند ہے۔ (دیکھو باب پنجم ٹاڈ راجستان)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ گوجر چند ہزار سال سے ہند میں ہیں، مؤرخین مندرجہ ذیل روایات بھی بیان کرتے ہیں، دوسری صدی قبل از مسیح میں سک اور پہلی صدی قبل از مسیح میں یوچی پاکستان اور پانچویں صدی عیسوی میں ہن وارد ہندوستان ہوئے اور گوجر انہی قوموں کے قبائل وعشائر ہیں۔

ہم مختلف تاریخوں کے مطالعہ سے اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ دراصل یہ تمام قومیں ایک کان کے موتی ہیں اور سب سیتھیں قوم سے ہیں۔

گوجروں کا نام اس وقت روشن ہوا جب برہمنوں نے گوجر کے چاروں قبائل، پرمار، پرہار، سولنگی اور چوہان کوکوہِ آبو پر آگ سے غسل آتشیں دیکر پاکیزہ کیا جس کا مفصل ذکر ہم نے اس تاریخ میں کسی اور جگہ کیا ہے اور انہوں نے راجپوتانہ میں ریاستیں قائم کیں۔

روایات و واقعات کی بنیاد پر اس دعویٰ سے انکار نہیں ہوسکتا کہ گوجر مسیح سے بہت پہلے ہند میں موجود تھے اور ہند میں ان کی آمد کا سلسلہ اپنے دیگر بھائی بندوں کے ساتھ برابر قائم رہا، بعض مورخین کہتے ہیں کہ گوجر جارجیا ہیں جو جرجان سے آئے (جرجان بہت قدیم مشہور شہر ہے) گرگان، جرجان، لفظ گوجر سے صریح طور پر مناسب رکھتا ہے اور گرجستان اور جرجان وسط ایشیا میں شامل ہیں۔

ماحصل یہ ہے کہ گوجر بہت ہی قدیم زمانہ سے ہندوستان میں وارد ہیں، اگرچہ ہم ٹھیک تاریخ ان کے آنے کی مقرر نہیں کرسکتے مگر پرانوں کی روایت اور ہر گوجر کا دعویٰ ثابت کرتا ہے کہ وہ قدیم ترین فاتح ہند قوم ہے نیز ہندوؤں کے نوشتوں میں یہ لکھا ہے کہ سری کرشن کے وقت برج ویس میں گوجر موجود تھے اور بہت معزز و بہادر سمجھے جاتے تھے اور یہ لوگ کرشن بھگوان کے سیوک (خادم) تھے،

Marfat.com

بھارت کے زمانہ میں بیشم پت جو مشہور تیغ آزما تھا، اس کے پیدا ہوئے ہی اس کی والدہ کا انتقال ہو گیا، اب ضرورت یہ پیش آئی کہ اس کی تربیت کسی شریف گھر میں ہو، وہاں ایک امیر کبیر گوجر خاندان تھا اس سے التجا کی گئی کہ اس لڑکے کی پرورش کسی معزز خاندان میں مطلوب ہے چنانچہ اس خاندان نے خود اس کی پرورش کا ذمہ اُٹھایا، یہ مشہور شجاع، تیغ زن، قوی ہیکل تھا، دشمنوں کے مقابلہ میں اپنے دودھ کا فخر کیا کرتا تھا چونکہ گوجر مسلم طور پر بہادر تھے، اس لئے اس زمانہ میں یہ مثال مشہور تھی کہ گوجر شیر ہوتے ہیں اور ان کی شجاعت ماؤں کے دودھ کی تاثیر ہے، پس ان روایات سے بھی ہند میں گوجروں کی قدامت ثابت ہوتی ہے، اور پہلی یا دوسری صدی قبل مسیح کی روایات کو گوجروں کے مابعد آنے والے قبائل پر اطلاق کیا جا سکتا ہے اور پانچویں صدی عیسوی میں آمد کی روایات ان کے عروج و اقبال پر مبنی و محمول ہیں کیونکہ گوجروں کے گروہ مختلف زمانے میں آتے رہے اور سمندر کی مدوجزر کی طرح وہ بڑھتے گھٹتے رہے۔

ہم عنوانِ گذشتہ (گوجروں کا ابتدائی وطن) میں ذکر کر آئے ہیں کہ زمانۂ قدیم میں ترکی خانہ بدوش قبائل میں سخت جنگ ہوئی اور ایک قبیلہ یوچی نے شکست کھا کر ہندوستان کی طرف ہجرت کی، اب ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ یہ جنگ کب واقع ہوئی، مورخین نے اس کی تاریخ 165ء قبل از مسیح تحریر کی ہے اور ڈاکٹر فلیٹ نے واقعات اور کتبوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ جنگ 74 و 160 قبل مسیح کے درمیانی زمانہ میں واقع ہوئی تھی، جس سے ہم ہندوستان کی طرف یوچی قوم کی ہجرت کا سنہ زیادہ سے زیادہ 174 قبل از مسیح قرار دے سکتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ گوجر اس کے بعد کسی سال میں ہندوستان پہنچ گئے ہوں گے، تاریخوں سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ 15ء میں یوچی کا سردار اعظم اپنی قوم کو لے کر یورپ کی طرف روانہ ہوا اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ 10ء قبل مسیح میں یوچی قوم دریائے سیحون اور اس کے متعلقہ علاقوں پر قابض تھی، لیکن اس سے یہ ثابت

Marfat.com

نہیں ہوتا کہ گوجروں کی ہجرت اس کے بعد ہندوستان کی طرف ہوئی ممکن ہے کہ اس سے پہلے یوچی کا کوئی اور قبیلہ ہندوستان پہنچ گیا ہو۔

ہم میجر مینگلے کی رائے گذشتہ عنوان میں ذکر کر آئے ہیں کہ سیتھیں قوم جس کی نسل سے گوجر ہیں، قبل از مسیح پہلی یا دوسری صدی میں ہندوستان آئی تھی۔

تاریخوں کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان ایک پُر بہار گلزار ہے، جس میں دوسرے ملکوں کے خوشنوا پرندے وقتاً فوقتاً آ کر چہچہاتے رہے، یا سبز سبز چراگاہ ہے، جس میں مختلف ولایتوں کے ہرن گاہے گاہے چرتے رہے، متعدد مختلف قومیں بار بار اس پر حملہ آور ہوتی رہیں، چنانچہ بعض مورخین کے نزدیک گوند اور بھیل اور ڈر اور قومیں بھی دراصل دوسرے ملکوں کی رہنے والی تھیں، جنہوں نے کسی قدیم زمانہ میں ہندوستان کو اپنا مسکن بنایا گوجروں کے ہندوستان میں قدیم الایام سے موجود ہونے پر ایک اور دلیل بھی ہے، راجہ رام چندر، سیتا، راون اور ہنومان کے مشہور قصے میں لکھا ہے کہ:

جب سیتا کو راوں لے گیا تو راجہ رام چندر کسکند ہا پہاڑ پر پہنچا، وہاں ایک بہادر سے اس کی ملاقات ہوئی، جو بانر قوم سے تھا اور راجہ سگریو کا مدارالمہام تھا، اس نے اپنا نام ہنومان بتایا وہ اس کو راجہ سگریو کے پاس لے گیا، جس کا گوت بھالوت تھا، یہ دونوں گوت آج کل گوجروں کے میں۔

بانر اور بھالوت قوموں نے رام چندر کو امداد دے کر راون کو پائمال کیا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ راجہ رام چندر کے وقت میں بھی گوجر موجود تھے، یہ خیال بالکل لغو اور خلاف فطرت ہے کہ رام چندر کو بندر اور ریچھوں سے مدد دی تھی۔

(ماخوذ از بالمیکی رامائن)

اس تنقید کے بعد ہر سلیم الطبع یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ گوجر آریہ قبائل و عشائر سے جدا نہیں ہیں یا ان کی طرح قدیم زمانہ سے ہند میں موجود ہیں۔

تکشلا کے قریب ڈیری شاہاں وغیرہ گاؤں کے بعض گوجر لوگ کہتے ہیں

Marfat.com

کہ ان کے بزرگ قدیم زمانہ سے یہاں کے رہنے والے ہیں اور ٹیکسلا دراصل تکشلا تھا، اس پر تک یا تکشک قوم (گوجر) کی حکومت تھی، اگرچہ ہم گوجر کے آنے کا زمانہ آریوں کی طرح صحیح طور پر مقرر نہیں کر سکتے، مگر اس میں شک نہیں کہ سکندر کے حملے سے پہلے گوجر اس سرزمین میں موجود تھے، اور اس سے بھی کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ وسط ایشیا سے ان قوموں کی آمد وقت برابر جاری رہی۔

Marfat.com

فصل ششم:

گوجروں کا مذہب

جہاں تک گوجروں کی مذہبی تاریخ کا مطالعہ کیا گیا، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ گوجر ابتدا میں آفتاب پرست تھے اور اس وجہ سے گوجروں کو مہرایا مہر (آفتاب) کہتے ہیں کہ یہ سورج کی پرستش کرتے تھے، گوجروں میں اس قدر آفتاب پرستی کی دیوانگی تھی کہ ہر موقع پر سورج کو مہاراج کہہ کر یاد کرتے تھے اور ہر ایک گوجر بات بات پر سورج کا نام لیتا تھا مثلاً ''جب میں گھر سے نکلا تھا تو سورج مہاراج میرے سر پر سایہ افگن تھے''، یعنی دوپہر کا وقت تھا اور ''جب میں واپس آیا تو سورج مہاراج مغربی پہاڑ پر جلوہ افروز تھے'' یعنی شام کا وقت تھا۔ ''جب فلاں شخص ہمارے پاس آیا، تو سورج مہاراج کی سواری نکل رہی تھی یعنی صبح کا وقت تھا۔ میں اس وقت گھر سے چلا جب سورج مہاراج کی سواری گزر گئی'' یعنی رات ہوگئی۔

اگرچہ عام طور پر لوگ وقت کا اندازہ سورج سے کرتے ہیں لیکن یہ گروہ آفتاب پرستی کا ایسا شیفتہ تھا کہ ہر گھر میں آفتاب کی پرستش کی ایک جگہ مقرر تھی، جہاں چھوٹا بڑا جا کر صبح و شام آفتاب کی پرستش کرتا تھا، آفتاب کی نسبت ان کا یہ خیال تھا کہ دنیا و مافیہا کا نظام اسی کی ذات سے وابستہ ہے، دراصل آفتاب پرستی خدا پرستی کا سراغ ہے۔ آفتاب آسمانوں کے ستاروں میں نیر اعظم ہے، سب سے پہلے جب انسان اپنے معبود کی تلاش کرتا ہے تو آفتاب کو سب کائنات سے برتر سمجھتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ یہی قابل پرستش ہے قرآن شریف میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ مشہور ہے کہ آپ نے جب ستارے کو دیکھا تو کہا کہ یہ میرا خدا ہے لیکن جب وہ غروب ہو گیا تو کہا یہ خدا نہیں ہو سکتا، پھر جب چاند کو

Marfat.com

دیکھا تو دوسرے ستاروں سے بظاہر بڑا تھا، تو کہا کہ یہ خدا ہے مگر جب وہ بھی غروب ہوگیا تو کہا یہ بھی معبود نہیں ہوسکتا، پھر سورج کو دیکھ کر کہا کہ یہ خدا ہے مگر وہ بھی ڈوب گیا تب آپ نے کہا کہ میں غروب ہونے والوں کی پرستش نہیں کرنا چاہتا، میرا معبود وہ ہے جس نے ستاروں، مہتاب، آفتاب کو پیدا کیا، ایسا ہی حال گوجروں کا ہے کہ بعض قبائل گوجر آفتاب پرستی کی تاریکی سے نکل کر خدا پرستی کی روشنی میں آگئے۔ لیکن ابھی تک ایک جماعت آفتاب پرستی و بت پرستی میں مبتلائے ضلالت ہے ہندو گوجروں کے ہر ایک فرقہ میں آفتاب پرستی کے مختلف رسوم ہیں، ہر ایک تقریب شادی وموت وولادت وغیرہ کے موقع پر سورج کی پوجا کی جاتی ہے۔ اصول تو ایک ہے مگر طریقے مختلف ہیں، بعض قبائل سونے چاندی کی حمائل پہنتے ہیں جس پر سورج کی تصویر ہوتی ہے، عورتوں کی چادر کے اس حصہ پر جس سے وہ بڑوں یا نامحرموں سے اپنا منہ چھپاتی ہیں جس کو گھونگٹ کہتے ہیں سورج مکھی کی تصویر ہوتی ہے۔

سورج پوجا کے اوقات بھی مختلف ہیں عام قاعدہ یہ ہے کہ شام کے وقت غروب آفتاب سے پہلے زمین پر ایک فٹ قطر کا دائرہ بنا لیتے ہیں اور اس کو گائے کے گوبر سے پاک وصاف کر کے اس میں سورج مکھی یا چاندی کا پھول اور مختلف سکے اور پانی کا پیالہ اور گیہوں کے لڈو رکھتے ہیں قوم کا سردار تھوڑا سا گھی لے کر چمچہ میں ڈالتا ہے اور سجدہ میں گڑگڑا کر دعا مانگتا ہے کہ سورج مہاراج اس گھر کی حفاظت کرو اور ہمارے مال و دولت میں برکت دو، بعض گوجر میٹھے لڈو کی بجائے میٹھی روٹیاں اور بعض ماش وغیرہ کے دانے اور نیم کی شاخ رکھتے ہیں دعا کے بعد لڈو اور روٹیاں آپس میں تبرکاً تقسیم کی جاتی ہیں۔

بعض قبائل دوپہر کے وقت ہر مہینے کی آٹھویں تاریخ کو آفتاب کی پرستش کرتے ہیں اور پرستش کے وقت عورتیں سورج مکھی کی حمائل پہنتی ہیں بچہ کی پیدائش کی تقریب پر جو آفتاب کی پرستش ہوتی ہے، اس میں ماں اپنے بچہ کو گود میں لے کر

Marfat.com

چوکے کے گرد چند بار طواف کرتی ہے اور بچہ کے ترقی عمر کے لئے دعا مانگتی ہے۔

ایک فرقہ ہندو گوجروں میں سے سفید میڈھے کی اس لئے پرستش کرتا ہے کہ اس کی قربانی سے ماتا دیوی خوش ہوتی ہے اور مرادیں جلد حاصل ہوتی ہیں کیونکہ سفید مینڈھا ماتا دیوی کو زیادہ پسند ہے۔

بعض ہندو گوجر گھوڑے کی پوجا کرتے ہیں، ان کا اعتقاد ہے کہ گھوڑا جنگ کی فتح ونصرت کا ذریعہ ہے۔

بعض ہندو گوجر سانپ کی عبادت کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ یہ دیوتا ہے جو غم و تکلیف کو رفع کرتا ہے، ان کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ سانپ کی پوجا کرنے والے کو سانپ نہیں ڈستا، یہ توہمات باطلہ ہیں۔

جب بحیرہ کیپس کے مشرقی ساحل پر عیسائی مبلغ آئے تو کچھ گوجر قبائل حضرت مسیح علیہ السلام کے پیرو ہو گئے جب آتش پرستوں کے مبلغ آئے تو آفتاب پرستی چھوڑ کر آتش پرست ہو گئے کیونکہ ہزارہا سال کے آتشکدوں کو دیکھ کر ان کو یقین ہو گیا کہ یہ آگ کبھی سرد نہ ہو گی اور یہ ہمیشہ رہنے والی دیوی ہے یا بالفاظ دیگر آگ خدا کا مظہر ہے، آتش پرستی کے بھی کئی طریق ہیں آتشکدہ میں صندل وغیرہ کی لکڑیاں ڈالنا، اور کئی قسم کا تیل جس میں طرح طرح کی خوشبوؤں کی آمیزش ہوتی ہے، آگ میں ڈال کر سجدہ کرنا اور دعا مانگنا کہ ہماری مرادیں جلد حاصل ہوں، گوجروں کا اعتقاد ہے کہ آگ کی پرستش سے تمام گناہ سوخت ہو جاتے ہیں اور انسان پوتر (پاک) ہو جاتا ہے، اسی اصول پر کوہ آبو کا اگنی کنڈ تیار کیا گیا تھا اور چار نوجوان بہادر گوجروں کو غسل آتیش دے کر (یعنی آگ کے شعلوں سے گزار کر) ہندوؤں نے اپنے مذہب میں شامل کیا جس کی تفصیل ناظرین کسی آئندہ باب میں ملاحظہ کریں گے۔

جب گوجر ہندوستان میں مختلف اوقات میں آئے تھے تو ہر ایک فرقہ کا پیشوا اُن کے ساتھ تھا اور یہ عجیب بات تھی کہ گوجروں میں باوجود اختلاف مذہب

Marfat.com

کے باہمی مخالفت کم ہوتی تھی، جس کا نتیجہ تھا کہ وہ تمام ہندوستان میں پھیل گئے اکثر گوجروں نے ہندوستان آ کر بدھ مذہب اور جین مت اختیار کر لیا تھا اور اس کو اس قدر رواج دیا کہ ہر ایک گوشہ میں اس کی اشاعت ہو گئی، اگر گوجروں کے حملے ہندوستان پر نہ ہوتے، تو بدھ مذہب کو اس قدر عروج حاصل نہ ہوتا، گوجر راجاؤں کی سلطنت مین جب ملک کشمیر شامل تھا، تو کشمیر کی آمدنی بدھ مذہب کی تبلیغ کے لئے وقف تھی، بدھ مذہب کے ستوپوں اور خانقاہوں پر کڑوڑوں روپیہ گوجروں نے صرف کیا، بڑی خدمت بدھ مذہب کی گوجروں نے یہ کی کہ بدھ مذہب کے جو مختلف اصول وفروغ تھے، ان کا اختلاف رفع کرنے کے لئے کشمیر کے کسی مشہور شہر میں ایک انجمن پیشوایانِ مذہب کی قائم کی جس کے لئے مختلف اصول کی کتابوں کو جمع کیا گیا، اس انجمن کے 500 ممبر تھے، جنہوں نے تمام اختلافی مسائل کا فیصلہ کر کے متفق علیہ مسائل کی تدوین کی اور ان مسائل کو تانبے کی چادروں پر کندہ کر کے محفوظ کر دیا اور اس کی نقلیں بڑی بڑی خانقاہوں میں آویزاں کر دی گئیں زیادہ تر خدمت بودھ مذہب کی مہاراجہ کنشک کسانہ نے کی تھی کہ جا بجا بدھ مذہب کے بیت العلوم اور معبد اور خانقاہیں تعمیر کیں اور جہاں جہاں بدھ مذہب کی روشنی مدھم ہو گئی تھی۔ اس کو از سر نو روشن کیا۔ الغرض گوجر ہر مذہب میں پائے جاتے ہیں۔

معشوق من بشیوۂ ہر کس برابر است
باما شراب خود وبزا ہد نماز کرد

گوجروں کا ایک اور دیوتا میواڑ کے علاقہ بیلرنور کا رہنے والا دیو جی تھا جس کو سات سو سال سے زیادہ عرصہ گذرا ہے، وہ مختلف شعبدے دکھاتا تھا، اجمیر کے گوجر آج تک اس کی پرستش کرتے ہیں۔

گوجروں کی مذہبی شیفتگی و پرہیز گاری کی یہ مسلمہ دلیل ہے کہ چینی مذہب کے پیرو اپنا پروہت (پیشوائے مذہب) گوجروں میں سے انتخاب کرتے ہیں

Marfat.com

(خصوصاً چیچی قوم سے) چچی قوم کی پشکر میں ایک مشہور زیارت گاہ ہے، متمول زائرین سے مدت تک چیچی سونے کا ٹکا دو مہریں مندر کے متولی ہونے کی حیثیت سے وصول کرتے رہے ہیں اور پشکر میں ایک متبرک تالاب بھی ہے، جس کے بانی چیچی گوجر ہیں، اس تالاب پر جو نذر و نیاز چڑھائی جاتی تھی، وہ بھی انکا حق سمجھا جاتا تھا، عام گوجروں کا پیشوائے مذہب چیچی فرقہ سے منتخب ہوتا تھا، ان روایات سے چیچی گروہ کا مذہبی تقدس ہر طرح سے ثابت ہوتا ہے۔

طبعاً گوجروں کو علم عرفان کا بہت شوق ہے چنانچہ ہزاروں گوجر علم عرفان کی تعلیم پا کر بلند درجہ پر فائز ہو گئے، گور برہمن گوجروں کی ایک شاخ ہے جو علمی و مذہبی فضیلت کی وجہ سے تمام برہمنوں سے برتر سمجھے جاتے ہیں بلکہ انہی گوجروں میں سے سینکڑوں عرفان و عبادت و ریاضت کی وجہ سے دیوتاؤں میں شمار ہونے لگے۔

گوجروں کا صلاح و تقویٰ کسی زمانہ میں ضرب المثل تھا جس طرح کہ آج کل نیکوکار آدمی کو صوفی یا عارف کہتے ہیں، اسی طرح شریف و خدا ترس آدمی کو خواہ کسی خاندان کا ہو گوجر کہتے تھے مثلاً فلاں آدمی تو گوجر ہے اس زمانہ کے مسلمان گوجر اکثر تسبیح رکھتے ہیں اور بعض تسبیح کو صافہ میں باندھ لیتے ہیں، گوجروں کا بالعموم کوئی نہ کوئی مرشد پیشوا ہوتا ہے، اگنی کھنڈ سے ایک سولنگی گوجر کا جنیو (زنار) پہنے ہوئے ہاتھ میں وید (الہامی کتاب) لے کر نکلنا اس امر کی دلیل ہے کہ گوجر زنار پوش اور بید خوان تھے یعنی مذہب کے مکمل طور پر مقلد تھے اور ہر حالت میں دین کی عزت و تکریم کو مدنظر رکھتے تھے، میریکل (مہر کل) جس کی وسعت فتوحات کے کارناموں سے تاریخیں پر ہیں، ایک ملہم من اللہ (پیغمبر) جنگجو تسلیم کیا گیا تھا، گوجر اس کو فتح کا دیوتا کہتے تھے، اور اس کے دیوتا ہونے کا یقین یہاں تک بڑھ گیا تھا کہ خود میریکلا (مہر کل) کو یہ اذعان ہو گیا تھا کہ وہ فی الحقیقت دیوتا ہے، ان کے عقیدہ میں اس کے لئے غارت و قتل و غصب سب کچھ

Marfat.com

جائز تھا اس کے جان نثار اس کے ان افعال کو (فعل الحکیم لایخلوعن الحکمة) حکمت پر محمول کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اس کو عام لوگ نہیں سمجھ سکتے، اور اس کا خود دعویٰ تھا کہ میں خدا کی طرف سے ملہم ہوں، یہ سب ظلم وستم غصب وقتل اور خلق آزادی خدا کے حکم سے کر رہا ہوں یہ مذہبی جنون تھا جس سے اس نے دنیا کو برباد اور قوم کو گمراہ کیا۔

میں اس روایت سے یہ نتیجہ نکالتا ہوں کہ گوجر قوم سریع الاعتقاد ہے، ہندو چوہان گوجر گوگا دیوتا کی پرستش کرتے ہیں اور مالیدہ تیار کر کے اس کا ثواب اس کی روح کو پہنچاتے ہیں۔ گوگا چوہان کا نام اب تک مشہور ہے کہ وہ سانپ کی پرستش کرتا تھا، چوہانوں میں روایت ہے کہ گوگا ایک سال کا بچہ گہوارے میں سو رہا تھا، سانپ آیا تو اس نے اس کا سر پکڑ لیا، دیر تک پکڑے رکھا اس کی ماں دیکھ کر ڈر گئی، جب گوگا نے سانپ کو چھوڑ دیا تو سانپ چلا گیا، ایسے واقعے بھی کبھی دیکھے جاتے ہیں میں نے دیکھا ہے کہ چھوٹے بچوں کو کُتے نہیں کاٹتے اور کوا ان کے ہاتھ سے چیز چھین لیتا ہے، ایک شخص اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتا ہے کہ جہاں اس کا بچہ سو رہا تھا، اس کے پاس ہی سانپ بیٹھا تھا بچہ کو اس نے کوئی تکلیف نہ دی، میرا خیال ہے کہ سانپ اسی وقت ڈستا ہے جب اس کو جان کا اندیشہ ہوتا ہے۔

ازان مار برپاے راعی زند
کہ ترسد سرش را بکوبد بسنگ

گوجروں کی چھتیس دیویاں ہیں جن کی پرستش مختلف قبائل کرتے ہیں ان میں سے مشہور یہ ہیں۔

(۱) دیوی آسا پورنا عرف کالکا جی (۲) گاجن ماتا
(۳) کھیونوچ ماتا (۴) سانچر ماتا
(۵) بوانی ماتا (۶) کل ماتا
(۷) بن ماتا (۸) کیوائی ماتا

Marfat.com

(۹) نوسراماتا

علاوہ ازیں مقام جوالا مکھی عرصہ مدید تک گوجر قوم کی زیارت گاہ رہا ہے، گوجروں کا ایک مکشیر دیوتا تھا جس کی نسبت وہ کہتے ہیں کہ اس کا مقام مکہ معظّمہ تھا اور مکشیر یا مکشیشا کی وجہ سے مکہ مشہور ہے یعنی مکشیر کا مکہ ہو گیا، یا مکشیر کی طرف منسوب ہے۔

یہ بات تو خدیو مصر کے سکریٹری نے بھی اپنے سفر نامہ میں لکھی ہے جب وہ خدیو مصر کے ساتھ حج کو گیا تھا یہ سفر نامہ عربی میں ہے، ہم نے مکہ کے کتب خانہ میں اس کا مطالعہ کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ کسی زمانہ میں مکہ ہند کے ہندوؤں کا زیارت گاہ تھا جن کا خیال تھا کہ یہ کشیر ویوتا کی جگہ ہے، گوجروں کو مذہبی تاریخ پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گوجروں نے جس مذہب کو اختیار کیا پروانہ وار اس پر قربان ہو گئے، اس قوم کا ذہن وقوت حافظہ بدرجۂ کمال ہے ضلع گجرات و جہلم میں جس زمانہ میں قرآن شریف کے حفظ کا ان کو شوق تھا تو سینکڑوں آٹھ نو سال کی عمر کے لڑکے حافظ قرآن ہو جاتے تھے، اب بھی بہت سے اس عمر کے لڑکے موجود ہیں، ضلع گجرات میں علم عرفان کے وارث زیادہ گوجر ہی تھے، ان اضلاع میں بڑے بڑے عالم فاضل اہلِ معرفت گزرے ہیں اور سیکنڑوں مقدس خانقاہیں مقدس گوجروں کی مختلف اضلاع میں موجود و مشہور ہیں جو اپنے اپنے وقت میں ولی اللہ تھے، اگرچہ گوجروں میں اس زمانہ میں تعلیم کا شوق بہت کم ہے، لیکن جو جواں میدان تعلیم میں نکلتے ہیں وہ دوسری قوموں کے مقابلہ میں فی الجملہ ممتاز رہتے ہیں ضلع گجرات میں جس قدر عالم فاضل اس قوم میں ہیں اور کسی قوم میں نہیں ہیں۔

سوات بینر کے اخوند صاحب اور پشاور کے پنجو شاہ صاحب گوجر ہیں جن کے لاکھوں مرید ہیں، مگر اب ان کے مرید اخوند صاحب کو پٹھان اور پنجوشاہ صاحب کو سید کہتے ہیں اور ان کے شجر ہائے نسب مرتب کر لئے ہیں، ان پر ''پیران نمی پرند مریدان می پرانند'' کی مثل صادق آتی ہے۔

Marfat.com

بعض تاریخوں میں درج ہے کہ باوا نانک صاحب عارف کے معتقدات کی گوجروں نے کم تقلید کی ہے، یہ غلط ہے ، ہزاروں سکھ گوجر، باوا صاحب کے سیوک ہیں، کیونکہ باوا صاحب کی تبلیغ موحدانہ طریق پر تھی، جس کو لوگوں نے جلد قبول کر لیا تھا، میں نے جب مختلف ملکوں اور شہروں کے حالات جمع کئے تو ایک سکھ بھائی گوجر نے جو بہت بڑا معزز سردار ہے میرے نام پر تعجب کیا کہ کیا چوہان مسلمان بھی ہیں ؟ وہ اب تک یہی سمجھتا تھا کہ تمام چوہان سکھ ہیں میں نے جواب میں لکھا کہ کیا چوہان سکھ بھی ہیں، اس زمانہ میں گوجر اسلام، بدھ، سکھ، آریا، سناتن دھرم ، جین وغیرہ مت (ملت) میں بہت پائے جاتے ہیں اور مسلمانوں کے ہر ایک فرقہ شیعہ، اہلسنت جماعت، اہلحدیث، اہل قرآن، احمدی میں شامل ہیں اور ہر ایک جماعت میں بلحاظ اعتقاد و مذہب خدماتِ ملت بمقابلہ دوسری قوموں کے بڑھ چڑھ کر ہیں اور جان نثاری و خلوص اعتقاد میں خاص شہرت رکھتے ہیں یعنی سکھ گوجر اور جینی گوجر مقابلۃً مذہبی فرائض شناسی میں اپنے دوسرے ہم مذہبوں سے ہر طرح فائق ہوتا ہے۔

گوجروں کا ایک قبیلہ گوسالہ کی پرستش کرتا ہے یہ گروہ چیچی خاندان کا ایک جز ہے اور اپنے آپ کو نیکدی کہتا ہے، اس کا یہ خیال باطل ہے کہ اس کے بزرگ گپت نیکدا کو خدا نے بوجہ اس کے تقدس کے گائے کے پیٹ سے پیدا کیا تھا تا کہ وہ حساً نساً پاک ہو کہا جاتا ہے کہ یہ متھرا میں رہتا تھا اور گائیں چراتا تھا، اس کی بانسری گایوں کو مست کرتی تھی ، جب یہ بانسری بجاتا تو تمام گائیں اس کے گرد جمع ہو جاتی تھیں، (اور یہ کوئی نیا شعبدہ نہیں سیٹی اور بولی پر ہر ایک سدھایا ہوا جانور دوڑتا چلا آتا ہے) گوجروں کی تبدیلی مذہب کی یہ مشہور روایت ہے کہ انہوں نے دوارکا کے کرشن کی بجائے متھرا کے کرشن کا مذہب اختیار کیا، جو ایک صغر سن لڑکا تھا جس کے حالات ہم آئندہ فصل میں لکھتے ہیں۔

Marfat.com

فصل ہفتم:

ووارکا کا کرشن دیوتا یا کرشن کلان

ہندوستان میں دو کرشن دیوتا ہوئے ہیں، پہلا دوسری صدی مسیح میں اور دوسرا چھٹی صدی مسیح میں متھرا میں ہوا ہے، یہ قوم کا گوجر تھا چونکہ یہ دونوں نام مشابہ ہیں، ہم ان کے حالات ایشیا تک سوسائٹی کے رسالوں سے نقل کرتے ہیں تا کہ ان دونوں کا فرق ظاہر ہو قدیم زمانہ میں دوارکا کے کرشن کی پرستش، کابل کے پہاڑوں اور سندھ کی وادیوں میں کی جاتی تھی، یہ دوارکا کا سردار بہت طاقتور تھا، مہا بھارت کی رزمیہ نظم سے اس کے کارنامے روشن ہیں، اس کا دوسرا بھائی بالا رام تھا، یہ دونوں بھائی رتھوں میں سوار ہو کر جنگ میں شامل ہوتے تھے، اس کا دعویٰ تھا کہ وہ دشمنوں کی طاقت کو نگاہوں کے تیر سے نیست و نابود کر سکتا ہے، یہ دوسری صدی مسیح میں شمال مغربی سرحدی علاقہ میں بڑا دیوتا شمار کیا جاتا تھا، ہر وقت مخمور رہتا تھا، اس کا چہرہ اور آنکھیں سُرخ تھیں اور اس کو دیکھ کر خوف پیدا ہوتا تھا۔

یونانیوں کا دیوتا ہرکلیس تھا، جس کی وہ پرستش کرتے تھے، چونکہ ہرکلیس کے عادات اور جنگی کارنامے دوارکا کے کرشن کے کارناموں سے بہت مشابہ تھے، اس لئے یونانی بھی دوارکا کے کرشن کا اکرام و احترام کرتے تھے۔

متھرا کا کرشن دیوتا یا کرشن خرد

علاقہ براج یعنی متھرا کے خانہ بدوش گوجروں کا ایک عجیب مذہب تھا کتاب وشنو پران میں کرشن خانہ بدوش قوم گوجر کو اس طرح خطاب کرتا ہے، شعر:

ہم جنگل کے داسی ہیں اور گئو ہماری دیوی ہے

Marfat.com

ہمیں اندر سے کیا غرض و واسطہ ہے، مواشی اور پہاڑ مظہر خدا وندی ہونے کے لحاظ سے ہمارے لئے کافی ہیں، برہمن لوگ دعاؤں سے پوجا کرتے ہیں مگر ہم جنگلوں اور پہاڑوں میں اپنے ریوڑ چراتے ہیں، ہمارے لئے ان کی خدمت کرنا عبادت میں داخل ہے، دوار کا کا کرشن نہ تو جنگ میں اپنے ہتھیار استعمال کرتا تھا، اور نہ بانسری بجانے کا اس کو شوق تھا، مگر متھرا کے کرشن کے عادات بالکل اس کے برخلاف تھے، وہ گوجروں کے گھرانے میں پیدا ہوا اور انہوں نے اس کو پالا پوسا، اور اس کے اکثر خصائل و عادات کا جلوہ اس کی قوم کے اخلاق و عادات کو منور کرتا تھا، اس کی قوم ہمیشہ اپنے مواشی میں رہتی تھی، اور جہاں سرسبز چراگاہیں دیکھتی، وہاں اپنے مواشی لے جا کر جھونپڑیاں ڈال لیتی، اس کے افراد نہ تو شہروں میں جاتے اور نہ شاہی دربار میں شامل ہونے کی خواہش رکھتے، ان کے آنے سے پہلے علاقہ براج (متھرا) کچھ متبرک خیال نہیں کیا جاتا تھا، مگر جب اس قوم نے وہاں اپنا قدم رکھا تو یہ علاقہ متبرک شمار ہونے لگا، اس قوم کے ناموں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ گائے کو قابل تعظیم و تکریم سمجھتے تھے، مثلاً گوکل کے معنی گائیوں کا ریوڑ، گوردن، گائیوں کا رکھوالا، براج کے معنی ریوڑ کے ہیں، یہ لوگ ہندوستان کے باشندے نہیں تھے، بلکہ دوسرے ملکوں سے آئے تھے۔

دیشنو پر ان میں لکھا ہے کہ وہ مکان میں نہیں رہتے تھے، بلکہ اپنی گاڑبون میں رہتے تھے جیسا کہ سیتھین قوم کی عادت تھی، یہ لوگ جنگلوں اور پہاڑوں میں رہتے تھے اور ان کو انہی مقامات کی سکونت مرغوب تھی جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ کسی پہاڑی علاقہ سے ہجرت کر کے یہاں وارد ہوئے، اس وقت بھی علاقہ براج (متھرا) میں بہت سے گوجر اور جاٹ آباد ہیں، اس علاقہ میں گوجروں کے آنے سے پہلے دیس والے جٹ یعنی قدیم باشندے موجود تھے، یہ لوگ کاشتکاری کرتے تھے اور ان کا کرشن دیوتا سے کوئی تعلق نہیں تھا، اس کے برعکس گوجروں کو بہت کچھ تعلق کرشن دیوتا سے تھا، اور یہی لوگ اس کو اپنے قدیم

Marfat.com

وطن سے متھرا میں لائے تھے، ان کا ذکر وشنو پران میں مفصل موجود ہے اور اب تک یہ لوگ آزادانہ زندگی بسر کرتے، اور اپنے مواشی کو جمنا کی سرسبز وادیوں میں چراتے ہیں، ان کا دلربا نغمہ جس سے جمنا کی وادی گونج اُٹھتی ہے یہ ہے شعر:

جمنا کا ہو کنارہ اس پر کدم[1] کی چھاں
چرتی پھریں وہاں پر کتنی ہزاروں گیاں

اس میں شک نہیں کہ پہاڑوں کی سرسبز وادیوں کا چرانا اور چرواہوں کا پہاڑ کی چوٹی پر ان کی نگہداشت کرنا اور مختلف رنگ کی گایوں اور ان کے ساتھ خوبصورت بچھڑوں کو اچھلتا کودتا دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ باغ میں مختلف قسم کی کلیاں اور شگفتہ پھول ہیں جن کو یاد بہاری وجد میں لا رہی ہے اور پھر وہ نظارہ زیادہ دلکش ہوتا ہے، جب بوندیں بھی پڑ رہی ہوں۔

پہاڑ کی چوٹی پر چرواہے کا بیٹھ کر گایوں کی تعریف میں نغمے گانا اور اس کے ساتھ پہاڑ کی گھاٹیوں کا ہم نوا ہونا ایک دلکش منظر ہے، ہم ان گایوں کی کیا تعریف کریں جب خدا ان کی تعریف **فاقع لونھا تر الناظرین** ۔فرماتا ہے اور پھر رات کو ان کا تازہ دودھ پینا، اور دودھ کی نہروں کا دیکھنا بہشت کا نظارہ ہے۔

چرواہوں کی مثال بادشاہ کی ہے جو دربار میں اپنے امراء کو مختلف لباس اور شکل وصورت میں دیکھ کر مسرور ہوتا ہے۔

پوکھرن میں جو زیارت گاہ تھی، گوجر گاؤ پال زیارت کے لیے آیا جس سے ارجن پرجن پیدا ہوئے پرجن کی اولاد بابا نند اور بابا اہیر تھے، اور جن کی پشت سے اچھرنند، بلیا نند اور دھنسک پال پیدا ہوئے، جن کے چھیاسی قبائل مشہور ہیں ان کے اکثر قبائل مذہبی پیشرو تھے۔

(خلاصہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی اکتوبر 1907ء لندن)

---

[1] کدم ایک سایہ دار بڑے قد کا درخت ہوتا ہے جس کے سایہ میں آدمی بیٹھ سکتے ہیں جیسا کہ پیپل کا درخت۔

Marfat.com

نیکدی گوجر علاقہ اجمیر میں اب بھی بکثرت پائے جاتے ہیں اور یہ دوسرے گوجروں سے اپنے آپ کو ممتاز سمجھتے ہیں اور وجہ امتیاز یہ ہے کہ وہ مذہبی رسوم کے پورے مقلد ہیں، گوجروں کے کئی گروہ شیو کی بندگی کرتے ہیں اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ گوجر جلد جلد اپنا مذہب تبدیل کر لیتے ہیں اور ان کا دل مذہبی تبلیغ سے بہت جلد متاثر ہو جاتا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ بعض گاؤں میں بے نماز، رند، شرابخوار بد اعمال اشخاص گوجروں کے پیشوا بنے ہوئے ہیں جن کو یہ لوگ خدا رسیدہ سمجھتے ہیں۔ ایسے عیاروں کی نسبت ان کا اعتقاد ہے کہ یہ معصوم ہیں اور تکلیفات شرعیہ نماز روزہ سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ جب کوئی ولی اللہ خدا کا حقیقی قرب حاصل کرتا ہے تو اس پر شرعی تکلیفات کی پابندی نہیں رہتی، اس قسم کے خیالات باطلہ ان کو گمراہ کرتے ہیں۔ اگر گوجر قوم کو رسوم و بدعات سے روکا جائے تو فوراً رک جاتی ہے۔ اگر نماز یا حج پر آمادہ کیا جائے تو جلد آمادہ ہو جاتی ہے اگر مبلغین اسلام اس کی اصلاح پر توجہ کریں تو یہ قوم اصلاح پذیر ہو سکتی ہے۔ ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ گوجر باوجود اختلاف مذہب کے سیاسی اغراض میں متحد رہتے تھے۔ ہندوستان پر جب حملہ آور ہوئے تو مختلف المذہب و مختلف النوع تھے مگر ملکوں کے فتح کرنے میں کبھی مختلف نہیں ہوئے یعنی ان کے لشکر میں مختلف النسل و مختلف المذاہب مثلاً آتش پرست، آفتاب پرست، مار پرست، دہریہ، یہودی، کسانہ فتالوی فرقوں اور قوموں کے لوگ تھے، مگر قومی مقاصد میں متحد تھے، اگر اب بھی قوم گوجر مذہبی اختلاف کو نظر انداز کر دے اور متحد ہو کر سلطنت موجودہ سے دوسری اقوام کے مقابلہ میں اپنا حق مانگے تو یہ بہت جلد ترقی کے زینہ تک پہنچ سکتی ہے کیونکہ یہ ایک ہی خون کے قطرے ایک ہی درخت کی شاخیں ہی ہاتھ کی انگلیاں ایک ہی دریا کی لہریں ایک ہی آسمان کے تارے اور ایک ہی باغ کے پھول ہیں اور ہمارا مقصد اس تاریخ کے لکھنے سے یہی ہے کہ قوم کے مختلف المذاہب افراد متحد ہو کر اپنی قوم کی بہتری و ترقی کی تجاویز پر متفقہ طور پر غور کریں،

Marfat.com

ہم پھر اس فقرے کو دہراتے ہیں کہ قوم کے افراد (عیسیٰ بدیں خویش و موسیٰ بدیں خویش) خواہ وہ کسی مذہب کے مقلد ہوں، اس وجہ سے کہ ان کا خون ایک ہے، امور عامۂ زندگی میں متفق ہو جائیں تا کہ ان کی متفقہ کوشش سے ان کے خاص مطالبات دوسری قوموں کے مقابلہ میں بہترین صورت میں سرانجام ہوں۔

❁❁❁

Marfat.com

فصل ہشتم:

گوجروں کی زبان

جس وقت ابتداء میں گوجر، جرگے ہندوستان آئے تو ان کی زبان سکزی یا ہردی وغیرہ تھی، جب وہ کئی قرنوں تک راجپوتانہ اور گجرات دکن میں اقامت پذیر ہوئے تو ان کی زبان ہندی ہوگئی، اس امر کا پتہ لگانا کہ اس وقت ہندی زبان کا معیار کیا تھا، مشکل ہے 1858ء میں محققین السنہ نے وادی سوات کے رہنے والے گوجروں کی زبان کو راجپوتانہ کی زبان کے مشابہ ظاہر کیا ہے کہ راجپوتانہ اور سوات بنیر کے درمیان میں کئی زبانیں مختلف علاقوں میں بولی جاتی ہیں، مگر سوات نبیر اور راجپوتانہ کی زبان کا مشابہ ہونا بظاہر تعجب خیز ہے۔

ہم نے خود سرحدی، پہاڑی اور میدانی علاقوں میں جا کر مختلف قبائل گوجر سے ملاقات کی پونچھ، ایبٹ آباد، کشمیر کے گوجر ایک قسم کی فصیح زبان گوجری جس کا تلفظ نرم ہے، بولتے ہیں۔

ہمارے گاؤں اور گردونواح کے دیہات میں اب تک بہت سے آدمی بوڑھے جوان اور بچے موجود ہیں، جو اسی قسم کی زبان بولتے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ گوجر قبائل ہندوستان میں اپنی سکڑی زبان لائے اور پھر انہوں نے رفتہ رفتہ ہندی زبان اختیار کی اور اس کے بعد جب انہوں نے رجعت قہقری کی تو وہ ہندی زبان کو ساتھ لے گے۔

پنجاب میں گوجروں نے اپنی زبان کو پنجابی زبان سے تبدیل کرنا شروع کیا یہاں تک کہ بہت کچھ تبدیلی ہوگئی ہے، جہاں جہاں گوجر قومیں مجتمعاً آباد تھیں وہاں تو گوجری زبان عرصہ تک بولی جاتی رہی اور جہاں ان کی آبادی دوسری قوموں کے ساتھ مخلوط تھی وہاں گوجری زبان ایک دو پشتوں میں تبدیل ہوگئی، اب

Marfat.com

بھی پنجاب میں گوجری زبان اور جٹکی زبانیں مشہور ہیں جیسا کہ ملتانی اور گجراتی۔

اب پنجاب میں گوجری زبان بولنے والے بعض بعض گاؤں میں فی صدی کے قریب پائے جاتے ہیں، ورنہ بالعموم گوجروں کی زبان جٹکی یا پنجابی ہو گئی ہے، ہمارے دیکھتے دیکھتے تمام گاؤں کے عمر رسیدہ آدمی گوجری زبان بولتے تھے، اب عام طور پر یہ زبان مٹتی جاتی ہے، البتہ بعض گھروں میں بالکل محفوظ ہے لیکن سوات بنیر، پونچھ، کشمیر، ایبٹ آباد کے پہاڑی علاقہ میں یہ زبان اصلی حالت پر موجود ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں دوسری زبانوں اور دوسرے لوگوں کا اختلاط کم ہے، یہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اردو زبان کا ماخذ یہی زبان ہے یعنی راجپوتانہ کی زبان جو گرجری زبان سے ملتی جلتی ہے، اب ہم چند الفاظ اس زبان کے جو خاص ہمارے گاؤں مین بولی جاتی ہے تحریر کرتے ہیں۔

(۱) تھارو ناں کیوٗ ہے۔
تمہارا نام کیا ہے، تمہارا کی جگہ تھارو، کیا کے بجائے کیوٗ کہتے ہیں۔

(۲) تَم کت گیا تھا۔
تُم کہاں گئے تھے، تم بالضم کے بجائے تم بالفتح بولتے ہیں۔

(۳) مارو باپ دادا دہلی سے آئیو تھا۔
ہمارے باپ دادے دہلی سے آئے تھے، ہمارے کی بجائے مارو، آئے تھے کی جگہ آئیو تھا۔

(۴) ہم نے سوالاکھ روپیوٗ دے کے گجرات مُلّ لیو تھو۔
ہم نے سوالاکھ روپیہ دے کر گجرات مول لیا تھا۔
(موجودہ اردو اور گوجری زبان میں گجرات کو مذکر بولتے ہیں)

(۵) مارو گاؤں اندر پنج سے گھر گوجراں کو ہے۔
ہمارے گاؤں میں گوجروں کے پانسو گھر ہیں۔

(۶) چیلیانوالہ میں سکھاں کی فرنگیاں کی لڑائی ہوئی تھی، فرنگیاں نے سکھ مار دیا۔

Marfat.com

چیلیانوالہ میں سکھوں اور فرنگیوں کی جنگ ہوئی تھی، فرنگیوں نے سکھوں کو قتل کر دیا تھا۔

(۷) ہم راجپوت ہاں مارو وڈ کا بڑا بہادر تھے۔

ہم راجپوت ہیں، ہمارا بزرگ بہت بہادر تھا۔

(۸) مارو باپ دادا و گوجری بولی بولے تھا۔

ہمارے باپ دادے گوجری زبان بولتے تھے۔

ہمارا ایک دوست اس عنوان میں ہم کو امداد دیتا ہے کہ اس وقت جو جے پور میں ہندوؤں، راجپوتوں کی اعلیٰ قوم کی زبان ہے، تقریباً وہی زبان سوات بنیر کے گوجر بولتے ہیں، کیونکہ ان کی موجودہ زبان مشرقی راجستان کی زبان سے ملتی جلتی ہے چنبہ کی پست پہاڑیوں سے لے کر کڑوال تک یہی زبان ہے، بلکہ پست ہمالیہ واقع سوات اور چنبہ سے لے کر عربی نیپال تک اور مشرقی راجستان کے علاقہ کی زبان آپس میں ملتی جلتی ہے، وہ اس سے یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ جو قبائل ایسی زبانیں بولتے ہیں، وہ ایک ہی نسل سے ہیں اور سوات کے گوجر اور جے پور کے راجپوت بالکل ایک ہی نسل کے معلوم ہوتے ہیں۔

(مؤلف) ''یہ تو ضروری نہیں ہے کہ جو لوگ ایک زبان بولتے ہیں، وہ ایک ہی نسل سے ہوتے ہیں، البتہ یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ جو لوگ ایک زبان بولتے ہیں، وہ کبھی ایک ملک میں اکٹھے رہ چکے ہیں، جیسا کہ سوات بنیر وغیرہ علاقوں کے گوجروں کی نسبت یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ وہ کبھی گجرات یا راجپوتانہ میں آباد تھے۔

Marfat.com

فصل نہم:

گوجروں کے اخلاق و عادات

اگر حقیقتہً دیکھا جائے تو ہم کسی قوم کے اخلاق کی نسبت کلیتہً کوئی رائے قائم نہیں کر سکتے کیونکہ اخلاق و عادات مستقل نہیں ہوتے بلکہ بدلتے رہتے ہیں، ایک قوم ایک وقت میں جرائم پیشہ ہوتی ہے اور دوسرے وقت میں صالح ہو جاتی ہے اور ایسا ہی اس کے برعکس صورتیں پائی جاتی ہیں، بنی نوع انسان کی فطرت خواہ وہ کسی قوم سے ہو، یکساں ہوتی ہے، الصحبۃ موثرۃ صحبت سے وہ بگڑتی بھی ہے اور سنورتی بھی ہے، زمانہ اور ضرورت وقتاً فوقتاً اس میں تبدیلی پیدا کرتے رہتے ہیں۔

خونخوار وحشی قومیں متمدن ہو کر اخلاق حسنہ حاصل کر سکتی ہیں اور متمدن قومیں وحشی ہو کر گرگ خصلت ہو جاتی ہیں، بزدل قوم دوسری قوم کے ظلم وستم سے (جو اس پر کیا جاتا ہے) بہادر و شجاع ہو جاتی ہے، شجاع و بہادر قومیں عیش و آرام سے بزدل ہو جاتی ہیں۔ زمانہ کا یہ دور ہمیشہ اپنا پہلو بدلتا رہتا ہے۔ ''مرد مان را بچشم حال نگر'' کا مقولہ صحیح ہے، البتہ ایک عام نظر سے کسی قوم کی نسبت وقتی نظریہ قائم کیا جا سکتا ہے، انسان بالطبع دوسرے پر غلبہ حاصل کرنے کا متمنی ہوتا ہے، اگر وقت و ذرائع اس کی مساعدت کریں تو وہ دوسروں پر غلبہ حاصل کر لیتا ہے۔

ہم کسی قوم کے گذشتہ چند صدیوں کے حالات سے اس کے عام اخلاق و عادات کی نسبت ایک مجمل خیال قائم کر سکتے ہیں، گوجروں کا وسط ایشیا سے

Marfat.com

ہندوستان یا یورپ جا کر سبزہ زاروں کو تلاش کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ یہ ایک اولوالعزم قوم ہے اور دوسری اقوام پر اقدامانہ مدافعانہ حملے کرنا اس کی شجاعت کی دلیل ہے، اور ان میں سے بعض افراد کا مذہبی یا سیاسی علوم میں امتیاز حاصل کرنا ان کی ذہانت کا ثبوت ہے، چنانچہ گذشتہ و موجودہ زمانہ میں گوجروں کا مذہبی پیشوا یا عالم فاضل ہونا یا دوسری قوموں پر فتح پانا ان کی ذہانت خداداد و شجاعت اجداد کی دلیل ہے۔

قوم کی مختلف مقامات پر مختلف حالت ہوتی ہے، گوجروں کی حکومت جب گجرات اور راجپوتانہ میں تھی، تو وہ ایک مہذب زبردست قوم خیال کی جاتی تھی، جب یہ قوم منتشر ہو گئی اور دوسری قوموں کے ساتھ رہنے لگی تو اس کی تہذیب یا طاقت کا دوسری قوموں کی کثرت یا قلت یا علم و جہالت کی نسبت سے اندازہ کرنا چاہیے، قوموں کی فضیلت یا رذیلت یا رسم و عادت کی نسبت مقامی حکام کی روایات سے نتیجہ نکالنا اور ان کی روایات کو کلیۂ قیاس منطقی کا رتبہ دینا صریح غلطی ہے، ایک نوجوان انگریز جو کسی ضلع کے بندوبست پر مقرر کیا جاتا ہے وہ نہ تو وہاں کے رسم و رواج سے واقف ہوتا ہے نہ باشندوں کے اطوار و عادات کا علم رکھتا ہے، جب وہ کسی پہاڑی ضلع کا گزیٹیر لکھتا ہے تو ظاہر کرتا ہے کہ گوجر اور جاٹ گلہ بانوں کا گروہ ہے، جو موسم گرما میں اپنی بکریوں کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جاتا ہے اور موسم سرما میں دامن کوہ میں واپس آ جاتا ہے، زراعت سے اس کو کوئی سروکار نہیں ہے، جب وہی افسر میدانی ضلع کا گزیٹیر لکھتا ہے جہاں کسی قوم کی زمین زیادہ غیر آباد ہوتی ہے، یا وہ قوم زمین کی کثرت اور مزارعین کی قلت کے سبب سے تمام زمین کو آباد نہیں کر سکتی تو وہ افسر اس قوم کو بُرا کاشتکار لکھ دیتا ہے اور جہاں زمین تھوڑی ہے اور قوم کی جمعیت کافی ہے تو وہ لکھتا ہے کہ یہ قوم اعلیٰ

Marfat.com

درجہ کی کاشتکار ہے حالانکہ وہ ایک ہی قوم ہے، جو مختلف مقامات پر آباد ہے، مگر وہ افسر حالات ضلع اور قوم کی کثرت وقلت کے اسباب پر مطلقاً توجہ نہیں کرتا، اس کی نظر سطحی اور اس کی فکر سرسری اور اس کا تجربہ ناقص ہوتا ہے، جس کے نتائج صحیح نہیں ہوتے (میں بھی بندوبست کا اعلیٰ افسر رہا ہوں، ابتداً مجھ سے بھی ایسی غلطیاں سرزد ہوتی رہی ہیں حالانکہ میں پنجاب کا رہنے والا تھا) مدت تک افسران بندوبست بھی خیال کرتے رہے کہ راجپوت اچھے کاشت کار نہیں ہوتے اور ایسا ہی خیال گوجروں کی نسبت رہا مگر اس غلطی کی وجہ یہی تھی کہ مقامی وقومی حالات پر غور نہیں کیا گیا تھا، ناظرین دیکھیں کہ گزیٹیر کے لکھنے والوں میں قوموں کے اخلاق و عادات ورسوم واطوار کی نسبت بہت اختلاف ہے ایک افسر گوجروں کی اولوالعزمی کاشت کاری اور اخلاق کی تعریف لکھتا ہے مگر دوسرا اس کے برعکس رائے پیش کرتا ہے، اس اختلاف کی تشریح میں ہم ایک مشہور مثال دیتے ہیں۔

پانچ اندھوں نے ہاتھی کی شکل وصورت دیکھنے کے لئے فیلبان سے تمنا کی ،فیلبان نے ایک کو کان دوسرے کو دانت ، تیسرے کو سونڈ، چوتھے کو دم، پانچویں کو ٹانگ دکھائی اب انہوں نے ہاتھی کی شکل کا نقشہ اس طرح کھینچا جس طرح کہ ان کو دکھلایا گیا تھا، ایک نے کہا ہاتھی کی شکل پنکھے کی طرح ہوتی ہے، دوسرے نے کہا نہیں تو جھوٹ کہتا ہے، وہ تو گاؤ دم لچک دار شاخ کی طرح ہوتا ہے، تیسرے نے کہا اس کی شکل ڈنڈے کی طرح ہے، جس کے سر پر چوڑی ہوتی ہے، چوتھے نے کہا نہیں وہ تو موٹے رسے کی طرح ہوتا ہے، پانچویں نے کہا نہیں وہ ستون کی طرح ہوتا ہے۔

پس جس افسر کو ایسے افراد قوم سے واسطہ پڑا جو ناشایستہ تھے، ان کی نسبت اس کو جو برے سے بُرا لفظ مل سکتا تھا، استعمال کیا مثلاً یہ کہ گوجر وحشی قوم

Marfat.com

ہے، یہ آباد کاری کی دشمن ہے، اس کا منشاء ہے کہ تمام ملک غیر آباد ہو جائے اور اس کے مواشی کے لئے چراگاہ بنے، گوجر اجر یعنی جہاں گوجر ہو گا وہ زمین غیر آباد ہو جائے گی، اس سے بھی زیادہ ترش اور بدترین الفاظ اس کے حق میں لکھے گئے ہیں لیکن:

پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق
آدمی کوئی ہمارا دمِ تحریر بھی تھا

اور جن اضلاع میں دیگر اقوام کے ساتھ یہ مشترکہ رہتے ہیں، چوری کا الزام، جاٹ اور راجپوت، گوجر پر مشترک لگایا جاتا ہے اور بعض افسروں نے چوری میں ان قوموں کا مقابلہ کیا ہے، حالانکہ مقابلہ خوبیوں میں کیا جاتا ہے اور تینوں قوم کی نسبت مذموم الفاظ لکھے ہیں، مگر گوجروں پر (نزلہ بر عضو ضعیف میریزد) زیادہ تر قلم کا نزلہ گرایا گیا ہے، جس سے لوگوں کے دلوں میں ان افسروں کی نسبت نفرت و حقارت کے جذبات پیدا ہو گئے ہیں، لیکن اس کے مقابلہ میں بعض افسروں نے گوجروں کو پُر امن، راستباز، بہادر، عمدہ کاشتکار، قابلِ اعتماد، وفادار، بہادر، شریف، معاملہ فہم، مہمان نواز جو اچھے سے اچھا لفظ مل سکتا تھا، لکھ دیا۔ ہم ان امور کو اس لئے زیرِ بحث لاتے ہیں کہ ہماری نسبت یہ خیال نہ کیا جائے کہ ہم اقوام ثلاثہ گوجر، جاٹ راجپوت کی مدح سرائی کرتے ہیں اور تصویر کے دوسرے رُخ کو نہیں دکھلاتے، دراصل ہماری یہ تحریر تمام اقوام کے اخلاق کے لئے ایک قسم کی صحیح تحقیقات ہے جس کی روشنی میں حقیقت حال اپنی اصلی صورت میں جلوہ گر ہوتی ہے، ہم سچ کہتے ہیں کہ ہمیشہ کے لئے یہ معاملہ طے ہو جائے ورنہ یہ سلسلہ نقل در نقل چلا جائے گا۔ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہمارے رسوم و عادات وخصائل کے لکھنے والے وہ لوگ ہیں، جو ہم سے اور ہمارے حالات سے

Marfat.com

بالکل ناواقف ہیں جن پر یہ مثال ''صد سال بادشاہی کردی ہنوز گاؤ را از خر نشناختی'' صادق آتی ہے، یاواقف توہیں، مگر حاکمانہ لہجہ میں کبھی گوجروں کو دھمکاتے ہیں، کبھی جاٹوں کو کبھی راجپوتوں کو ہم کہتے ہیں، کہ بقول ان کے اگر یہ جرائم ان تین قوموں کے ساتھ مختص ہیں، تو وہ کم سے کم ہم کو یورپ میں کوئی ایسا ملک دکھلا دیں جہاں قانون تعزیر رائج نہیں ہے، اگر رائج ہے تو پھر مدعیاں تہذیب اور ہم میں کیا فرق ہے، پھر بالتخصیص ہندوستانیوں کو کیوں مورد الزام بنایا جاتا ہے، اگر انگلینڈ میں چوری ہوتی ہے اور ضرور ہوتی ہے اور چوری کی سزا ملتی ہے تو۔

مصرع: ''پس فرق میاں من واو چیست بگو''

ہاں اگر انگلینڈ ان جرائم سے پاک ہوتا تو ایک بات تھی۔

اگرچہ فاسقم ورندومست و نامہ سیاہ
ہزار شکر کہ یاران شہر بے گنہ اندا

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ بعض اضلاع میں گوجروں جاٹوں اور راجپوتوں کے بعض افراد چوری کرتے ہیں کہ بعض اضلاع میں عام طور پر یہ اقوام امن پسند اور صلاحیت شعار ہیں لیکن حالات مختلف ہوتے ہیں۔ اگر بعض بعض علاقوں میں خاص حالات کی وجہ سے مختلف قسم کے جرائم بعض افراد سے سرزد ہوتے ہیں، تو اس سے کسی قوم کے لئے کوئی کلیہ قاعدہ بنانا غلطی اور بڑی غلطی ہے۔

یہ مناسب ہو گا کہ ہم اخلاق کی کتابوں سے انسانی اخلاق کی نسبت واضح طور پر چند مسلمہ اصول بیان کریں جن سے انسانی فطرت کی تشریح ہو، اور پھر دوسرے جرائم سے چوری کا مقابلہ کریں اور انسان کے ابتدائی حالات و فطرت سے ان لوگوں کو آگاہ کریں، جو دوسرے کی آنکھ کے تنکے تو دیکھتے ہیں،

Marfat.com

لیکن انہیں اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا۔

حکما سے اخلاق نے انسان میں تین متبائن قوتوں کو ثابت کیا ہے، اول نفس ناطقہ، اس قوت کے ذریعہ سے انسان فکر و تمیز کرتا ہے اور ہر ایک چیز کی حقیقت پر آگاہ ہونے کی کوشش کرتا ہے اور نیک و بد میں فرق کرتا ہے، دوم قوت غضبی یہ درندوں کی خصلت ہے، اسی وجہ سے اس کا نام نفس سبعی ہے۔ اس سے ہر قسم کی مجنونانہ جرأت و دلیری پیدا ہوتی ہے۔ جس سے انسان نفع و نقصان میں تمیز نہیں کرسکتا، آنکھیں بند کر کے خطرات مہالک کی جلتی ہوئی آگ میں کود پڑتا ہے اور اس کے دل میں ناجائز ہواؤ ہوس کا جوش موجزن ہوتا ہے، جس سے وہ چاہتا ہے کہ سب پر غالب ہو کر رہے اور تمام دنیا کو پائمال کر کے اہل دنیا کو اپنا غلام بنائے، سوم قوت شہوانی۔ یہ بہائم کی خصلت ہے اور اسی وجہ سے اس کو نفس بہیمی کہتے ہیں، یہ قوت انسان کو ہر قسم کی بہیمی خصلت خورد و نوش عیش و عشرت ہواؤ ہوس، طمع اور لالچ پر انگیختہ کرتی ہے۔

❁❁❁❁

Marfat.com

اگر تینوں قوتیں اعتدال پر ہوں تو ان کے نتائج اچھے ہوتے ہیں ، پھر اگر نفس ملکی میں اعتدال ہو یعنی انسان کی فکر وغور شک وگمان و وہم وطن سے پاک ہو اور حقیقت نفس الامر سے تجاوز نہ کرے تو اس قوت کا نتیجہ فضیلت وحکمت ہے اگر نفس ملکی میں اعتدال نہ ہو، تو نتیجہ وفاوت وجہل ہے اگر قوتِ غضبی میں اعتدال ہو مثلاً وہ اپنے حق سے زیادہ کا خواستگار نہ ہو اور ناجائز جبر وتشدد کو کام میں نہ لاے یا ناجائز حملوں کی مدافعت کرے اور خطرناک امور سے پہلو تہی کرے اور معمولی معمولی باتوں سے آگ بگولا نہ ہو جائے اور بھیڑیے اور شیر کی عادات و خصائل سے (کہ جو ان کے سامنے آئے اس کو کاٹتے ہیں) مجتنب ہو، تو اس قوت کا نتیجہ شجاعت و جوانمردی ہے اور اگر قوتِ غضبی میں اعتدال نہ ہو تو نتیجہ اس کا بزدلی و نامردی ہے اور قوت بہیمی (حیوانی) میں اگر اعتدال ہو یعنی جانوروں کی طرح شب و روز کھاتا پیتا نہ رہے اور سور کی طرح شہوت پرست نہ ہو بلکہ وہ غور وفکر کے تابع ہو کے اس قدر کھائے پیئے جس سے اس کی صحت بحال رہے، اور کھانے پینے کی لذتوں میں مصروف نہ ہو، تو اس کا نتیجہ عفت و پرہیز گاری ہے، ورنہ اس کا نتیجہ حرص وہوس ہے اور ان تینوں فضیلتوں، حکمت، شجاعت، عفت سے فضیلت عدالت جلوہ گر ہوتی ہے، جس کا ضد جور وستم ہے، کوئی انسان ان قوتوں سے خالی نہیں ہے اور ان قوتوں کو اعتدال پر رکھنا آسان امر نہیں ہے، جو لوگ ان قوتوں کو اعتدال پر نہیں رکھتے، وہ کسی نہ کسی ذلیل کام کے مرتکب ہوتے ہیں ، مثلاً چوری کو لیجئے ہر ایک فرقہ کے بعض مہذب وغیر مہذب افراد میں کچھ نہ کچھ یہ پائی جاتی ہے، بعض اہل علم کتابوں کے چور ہوتے ہیں، بعض فیشوں اور کلرکوں کو دیکھا ہے کہ وہ ایک دوسرے کا قلم، نِب چرا لیتے ہیں، بعض مصنف و شاعر مضمون کا سرقہ کرتے ہیں یہ تو مہذب لوگوں کی چوری ہے، پیشہ وروں کو دیکھو درزی کپڑا اور سونار سونا، چاندی چراتے ہیں ، اسی وجہ سے مثل مشہور ہے کہ ہر ایک پیشہ ور اپنے پیشہ کا چور ہوتا ہے، دنیا میں کوئی جماعت اور فرقہ ایسا نہیں ہے جس کے بعض افراد

Marfat.com

میں کم و بیش چوری کی عادت نہ ہو کیونکہ کوئی قوم خواہ کتنی ہی کوشش کرے کسی فطری قوت کو اپنے ہر ایک فرد کی طبیعت سے ہمیشہ کے لئے مطیع و منقاد نہیں کر سکتی، اس اصول سے ہم کسی قوم کو کلیۃً پاک و مبرہ نہیں کہہ سکتے۔

چوری دراصل شجاعت کا ایک مذموم طریق ہے، چوری وہی شخص کر سکتا ہے جو متہور، قوی دل ہو، دیکھو چور کس جرأت سے ایک شہر کے اندر (جہاں پولیس گشت کر رہی ہے، اور دوکانوں پر ساہوکاروں کے چوکیدار محافظ ہیں) داخل ہوتا ہے، وہ شہر کے گلی کوچوں سے واقف نہیں ہوتا۔ اس کو معلوم نہیں ہے کہ جس گھر میں نقب لگانی ہے یا جس صحن سے کوئی چیز اٹھانی ہے، اس کے رہنے والے جاگتے ہیں یا سوتے ہیں مگر وہ نڈر ہو کر نقب لگاتا ہے، گویا وہ تن تنہا یا بعض صورتوں میں اپنے ہم پیشہ جماعت کے ساتھ شہر کے باشندوں اور پولیس کے مقابلے کی پرواہ نہیں کرتا، وہ بعض اوقات آنکھوں کا کاجل نکال لیتا ہے اور مواشی کو روز روشن میں اُڑا لے جاتا ہے، چوروں کے عجیب و غریب قصے سنے جاتے ہیں، ہمارا چشم دید واقعہ ہے کہ سندھ کا ایک ڈاکو موسیٰ خان جو ملتان اور خانپور کے اسٹیشنوں کے درمیان چلتی مال گاڑی میں چوری کرتا تھا، اس قدر دلاور تھا کہ چلتی ہوئی گاڑی پر سوار ہو جاتا تھا، کپڑوں کے گٹھے اور غلہ کی بوریاں پھینکتا جاتا تھا اور اس کے ہمراہی جن کے ساتھ وہ سمجھوتا کر لیتا تھا (کہ فلاں فلاں جگہ پر میں مال پھینکوں گا) اونٹوں اور گدھوں پر مال اُٹھا کر لے جاتے تھے، وہ غریبوں میں کپڑا اور غلہ مفت تقسیم کرتا تھا اور اس وجہ سے اس کا نام لکھ پال مشہور ہو گیا تھا، پنجاب اور سندھ کی پولیس نے عرصہ تک اس کی گرفتاری کی کوشش کی مگر وہ گرفتار نہ ہو سکا، آخر اپنے ایک دوست کی مخبری پر گرفتار ہوا ہم نے اس کو بلا کر دیکھا معمولی قد و قامت کا خوش پوش، پتلا و بلا چھریرے بدن کا نوجوان تھا، اس نے اپنی چوری کے (جس کو وہ بہادری سمجھتا تھا) کئی قصے سنائے اس کی شجاعت کا اصول یہ تھا کہ وہ غریب لوگوں کی امداد کرے، وہ کہتا تھا کہ یہ ظلم ہے کہ ایک

Marfat.com

بھوکوں مرے اور دوسرا گلچھڑے اڑائے، اس خیال نے اس کا دل مضبوط اور حوصلہ بلند کر دیا تھا اور اس قوت دل و بلند حوصلگی نے اس میں شجاعت مذموم کی رزالت پیدا کر دی تھی۔

چلتی گاڑی پر چڑھ جانا اور پھر چلتی گاڑی سے اُتر آنا، گاڑی کے بند دروازوں کا کھولنا، کپڑے کے گٹھوں اور غلے کی بوریوں کا پھینکنا باوجود یہ کہ پولیس کے چند سپاہی بھی ہر ایک مال گاڑی کے ساتھ ان دنوں مقرر کئے گئے تھے، معمولی جرأت نہیں ہے اور پھر سب سے زیادہ حیرت انگیز امر یہ ہے کہ میرے لڑکے محمد عبداللہ خان (بیرسٹرایٹ لا ملتان) جو موسیٰ لکھ پال کے کسی مقدمے میں وکیل تھے اور مجسٹریٹ کے ساتھ موقع پر بحث کے لئے گئے تھے، انہوں نے ہم سے خوش طبعی کے طور پر آ کر بیان کیا کہ میں موسیٰ کو رہا کرا کر آیا ہوں، ہم نے تعجب کیا کہ اس پر متعدد سنگین مقدمات تھے وہ کس طرح رہا ہوا۔ انہوں نے کہا کہ جب خانپور اسٹیشن پر گاڑی پہنچی تو گارد پولیس کے افسر نے کہا کہ رات کو ہم سو گئے تھے، موسیٰ لکھ پال بیڑی توڑ کر چلتی گاڑی سے کود گیا، مجسٹریٹ سے محمد عبداللہ خان نے کہا کہ میرا مقصود تو موسیٰ کی رہائی تھی، وہ حاصل ہو گیا۔ مجھے اجازت دی جائے کہ واپس جاؤں، مجسٹریٹ نے کہا میں بھی آپ کے ساتھ واپس جاتا ہوں یہ قریب تر زمانہ کا واقعہ ہے، ضلع ملتان میں ان واقعات کا ریکارڈ موجود ہے اس محقق واقعہ کے بیان کرنے سے ہمارا یہ مطلب ہے کہ فطرت انسانی میں کیا کیا متہورانہ قوتیں موجود ہیں۔

پس چوری شجاعت کا ایک جز ہے جو قوتِ دل پر مبنی ہے چور جانتا ہے کہ وہ پکڑا جائے گا قید کیا جائے گا، مارا جائے گا مگر وہ ان امور کی کچھ پروا نہیں کرتا بالعموم چوری انہیں اقوام کا پیشہ ہے جن کا دل گردہ بڑھا ہوا ہوتا ہے، تاریخ شاہد ہے کہ متعدد چور اور ڈاکو ترقی کرتے کرتے بادشاہ ہو گئے اور بادشاہ ہو کر انہوں نے فضیلت عدالت حاصل کی اور ملک کا انتظام کر کے اپنا لقب شہنشاہ عادل پایا، یا

Marfat.com

سلطنت کے بانی وہ انفاس متبرکہ ہوئے جنہوں نے اپنی صلاحیت وتقویٰ سے لوگوں کے دل مسخر کئے اور اپنا معتقد بنایا، اگر حقیقت میں دیکھا جائے تو چوری اس قدر تباہ کن چیز نہیں ہے جس قدر موجودہ زمانے کے جنگ آور بادشاہوں کا طریق جنگ ہے، اگر ایک چور نے ایک شخص کی بھینس چرالی تو بمقابلہ اس کے بہت ہی کم نقصان ہے کہ اگر ایک بادشاہ توپوں اور ایروپلین سے ایک شہر کو برباد و تباہ کر دے اس زمانہ کی لڑائیوں میں ہزاروں بے گناہ عورتیں اور بچے جل کر خاکستر اور ہزاروں آدمی ہمیشہ کے لئے بیکار ہو جاتے ہیں، یتیم بچوں اور بیوہ عورتوں پر رحم نہیں کیا جاتا، مسجد کے نمازیوں، مندر کے پجاریوں، گرجوں کے پادریوں اور دھرمشالوں کے بھکشوں کو جو اپنے معبود کی عبادت میں مصروف ہوتے ہیں، فنا کیا جاتا ہے لوگوں کے گھروں اور عبادت گاہوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جاتی ہے، بے زبان جانوروں اور پرندوں پر قیامت ڈھائی جاتی ہے، گیسوں کے بادلوں سے لشکر کے لشکر تباہ کر دیئے جاتے ہیں، مگر ان پر اس قدر جھاڑ نہیں ہوتی۔ جس قدر کہ چور پر ہوتی ہے مشین گن، توپ، تفنگ، ایروپلین، گیس سے لڑنا بزدلانہ بے رحمانہ اور غیر مہذبانہ طریق جنگ ہے جس میں ہر ایک قسم کا گناہ پایا جاتا ہے مگر چور کو دیکھو، اس کا مقصد کسی کے قتل کرنے یا کسی کے گھر کو جلانے یا کسی کی عبادت گاہ کر گرانے کا نہیں ہے، اس کا مطلب روپیہ پیسہ یا مواشی کا حاصل کرنا ہے، چور بالعموم جوشِ انتقام یا طمع نفسانی سے جماعت کے ایک فرد یا شہر کے ایک گھر کو نقصان پہنچاتا ہے، مگر بادشاہ اور اس کی فوج لشکر کے لشکر، شہر کے شہر تباہ کر دیتے ہیں اور پھر چوری کو غیر مہذب اور شہروں کی غارت گری اور بربادی کو نمونہ وشجاعت سمجھا جاتا ہے اور اس ضمن میں ملک گیری اور دشمن کشی کے لئے بہت سے حیلے تراشے جاتے ہیں اور ہر ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ کے مقابلہ میں تہذیب اور امن قائم کرنے کا مدعی ہوتا ہے، بادشاہ سو سال میں لوگوں کو اتنا امن نہیں دیتا، جتنا کہ وہ ان کو ایک دن میں برباد کر دیتا ہے، سینکڑوں بچے یتیم

Marfat.com

اور ہزاروں عورتیں بیوہ ہو جاتی ہیں، لوگ جلا وطن ہو جاتے ہیں، عورتوں کی عصمت دری اور مال ومتاع کی غارتگری ہوتی ہے، بلاوجہ و بلاسبب و بے گناہ قتل ہوتے ہیں، سینکڑوں خاندان ایسے بے چراغ ہوجاتے ہیں کہ دنیا میں ان کا نام و نشان تک نہیں رہتا، چوروں کے الزامات میں افسر اپنی رپورٹوں کو کئی کئی صفحوں تک طوالت دیتے ہیں لیکن کبھی انہوں نے یہ بھی خیال کیا ہے کہ دورہ میں جو خوراک ان کے گھوڑوں کو ملتی ہے وہ اسی چوری پیشہ گروہ کے کھیتوں سے جبراً کاٹ لی جاتی ہے اور جن گایوں بھینسوں کے دودھ سے ان کے لئے بالائی تیار کی جاتی ہے وہ بعض حالت میں چوری کا ہوتا ہے۔

ضلع میں اور جماعتیں بھی ہیں، جو چوری کرتی ہیں مگر اس سختی سے ان کا نوٹس نہیں لیا جاتا، جس قدر کہ ان اقوام ثلاثہ کا لیا جاتا ہے، رشوت بھی ایک قسم کی چوری ہے اور اس کے حصول کے لئے طرح طرح کی صورتیں علاوہ نقدی کے ایجاد کی گئی ہیں کبھی غلہ کی شکل میں، کبھی گھی کے نام سے، کبھی جانوروں کی صورت میں، یہ رشوت اسی چوری کا جزو ہے جس کا الزام راجپوت، جاٹ اور گوجر کو دیا جاتا ہے اور اس کی مالیت کی مقدار مقابلہ اشیائے مسروقہ کے چند گنا زیادہ ہوتی ہے، ہم دہقانوں کی چوری اور اہلکاروں کی رشوت میں کچھ فرق نہیں سمجھتے، سوائے اس کے کہ یہ کہیں کہ ایک بلاواسطہ ہے اور دوسری بالواسطہ یا ایک کو خفیہ کہیں اور دوسری کو علانیہ، یا بقول شخصے، رشوت چوری تو ہے مگر ایک مہذب طریق ہے، لوگ بعض امور کو سطحی نگاہ سے دیکھتے ہیں لیکن اگر وہ تعمق کی نظر سے دیکھیں تو چوری سے بدتر سینکڑوں اعمال ہیں، جن سے دنیا تباہ ہوگئی ہے اور ہوتی جاتی ہے، مگر ان کی نسبت حکومت کو کم توجہ ہے، ایک راجپوت یا گوجر سے بوجہ بدنامی کے ضمانت لی جاتی ہے لیکن بعض رشوت ستاں افسروں پر جن کی بدنامی ضلع کے گوشہ گوشہ میں ہے کوئی نوٹس نہیں لیا جاتا، ہمارے خیال میں رشوت ایک قسم کی بزدلانہ اور بدترین چوری ہے جس سے عام حالت میں فریقین کو نقصان پہنچتا ہے، اور یہ نقصان

Marfat.com

متعدی ہوتا ہے، گوجر اور راجپوت اور جاٹ کے بعض افراد کی چوری احیاناً بہادرانہ بھی ہوتی ہے یا تو وہ اپنے دشمن سے انتقام لیتے ہیں یا افلاس کی وجہ سے مصارف زندگی کی برداشت کی طاقت نہیں رکھتے، ان کی فطری جرأت اور شجاعانہ تہواران کو اس رذالت پر آمادہ کرتا ہے اور بسا اوقات خود رشوت ہی چوری کا باعث ہوتی ہے کہ ان کو آئے دن رشوت دینی پڑتی ہے اور ان کے پاس چوری کے سوا کوئی ذریعہ اس قدر روپیہ حاصل کرنے کا نہیں ہوتا اور اس کی مثالیں سینکڑوں ہیں، دیہات میں بنیے بھی چور ہیں، سادہ لوح دیہاتیوں کے قرضوں کے حساب و کتاب میں فرضی رقموں کا اندراج کرتے ہیں، اور حساب کو حسب ضرورت تبدیل کر لیتے ہیں، ان کے بہی کھاتے کے اوراق رجسٹر انتقال کے اوراق نہیں ہیں کہ ایک ہی اڈیشن کے چھپے ہوئے ہوں، اور ان پر طبع شدہ نمبر شمار دیا گیا ہو، حساب کے رد و بدل میں ہر طرح سے بنیے کو اختیار ہوتا ہے، دستِ خود دہاں خود کا معاملہ ہے اور پھر جاہل قوم کا انگوٹھا جہاں چاہا لگا لیا اور جو چاہا لکھ دیا۔

اس بحث سے ہمارا یہ مقصود نہیں ہے کہ ہم چوری کے فعل شنیع کی حمایت کریں یا اس کو معمولی گناہ قرار دیں اور نہ یہ کہ کسی قوم کے وہ بعض افراد جن کا پیشہ چوری ہے، قابل سرزنش نہیں، چوری بہر حال رذیلانہ اور قبیح فعل ہے اور اسی لئے دزدی پیشہ افراد کو بہر حال اقوام ثلاثہ کے شرفاء اور خود انہیں کے خویش و اقارب قابل نفریں سمجھتے ہیں اور چور یہاں تک ناقابل اعتبار ہو جاتا ہے کہ قوم کی پنچایت میں اس کی قسم تسلیم نہیں کی جاتی، قوم علانیہ چوروں کو بُرا کہتی ہے، اور شرفا ایسے لوگوں سے اپنے تعلقات قطع کر لیتے ہیں اور نیز قوم کا اعتقاد ہے کہ چور کا انجام بُرا ہوتا ہے، اس کا مال حرام اور اس کا قول باطل سمجھا جاتا ہے، چوری کی تہمت لگانے کے وقت اس پہلو کو بھی دیکھنا چاہیے کہ قوم چوروں کو کس قدر بُری نگاہ سے دیکھتی ہے، ہم یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ گوجر، جاٹ، راجپوت میں چوروں کی تعداد 4 فی صدی سے زیادہ نہیں ہے مگر رشوت

Marfat.com

خواروں کی تعداد 50 فی صدی سے کم نہیں ، پس ان چند افراد سے تمام قوم پر ایک عام حکم لگانا کہاں تک جائز ہوسکتا ہے۔

نتیجہ یہ ہے کہ تینوں قومیں عام طور پر اخلاقاً متواضع ، وفادار، بہادر، محنتی اور ہمدرد ہیں ان پر مواعظ کا فوری اثر ہوتا ہے اور ان میں سے جو افراد دزدی پیشہ ہوتے ہیں ان کو قوم بنظر حقارت دیکھتی ہے، یہ ایک واقعہ ہے جس کو ہم دنیا کے سامنے بلند آہنگی سے پیش کرتے ہیں یہ تینوں قومیں فطرۃً شریف و اولوالعزم ہیں، جو الزامات ان پر بطریق کلیہ عائد کئے جاتے ہیں وہ نادرست ہیں، باقی رہا فطرت انسانی کا تقاضا تو یہ ہر ایک قوم کے افراد میں کم وبیش پایا جاتا ہے۔

ناظرین معاف فرمائیں گے ہم نے اس مضمون کو کچھ طویل کر دیا ہے مگر یہ امر ہماری تاریخ کے فرائض میں داخل تھا کہ ہم ان غلط فہمیوں کا ازالہ کریں، جو بعض اشخاص کی تحریر سے پیدا ہوگئی ہے۔

ہمارا مطلب دوسری قوموں اور فرقوں کے اعمال کے مقابلہ کرنے سے یہ نہیں ہے کہ چوری کو ہم جائز سمجھتے ہیں، بلکہ مقصود یہ ہے کہ ان اقوام کی نسبت جو کلیتہً بدگمانی کی گئی ہے اس کو غلط ثابت کریں، اس سے بہتر موقع ہمارے لئے اور نہیں تھا کہ ہم علی رؤس الاشہاد ایک حقیقت کو آشکارا کریں۔

Marfat.com

فصل دہم:

گوجروں کے رسوم ولادت وشادی وغیرہ

یہ رسوم باعتبار مذہب وقومیت و مقامی حیثیت جدا جدا ہیں، مسلمانوں کے ہاں جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو مسجد کا امام یا اور کوئی مقدس آدمی ایک کان میں اذان، دوسرے کان میں تکبیر کہتا ہے، ساتویں دن بچے کی موتراشی کی جاتی ہے اور لڑکے کا ختنہ بھی کیا جاتا ہے اور نام بھی تجویز ہوتا ہے، مگر بعض جہلا ساتویں دن موتراشی نہیں کرتے اور نہ ختنہ کرتے ہیں، نذر مانتے ہیں کہ کسی پیر کی خانقاہ پر موتراشی کر کے بچے کے بال کے برابر چاندی یا سونا چڑھائیں گے اور ختنہ کے لئے وہ خاص اہتمام کرتے ہیں، دوست واقارب کو بلا کر کھانا کھلاتے ہیں، بعض ڈوم، ڈھاریوں کا ناچ گانا بھی کراتے ہیں، اور بہت کچھ اسراف کرتے ہیں، مگر اب شرفاء اور تعلیم یافتہ جماعت میں بہت کچھ اصلاح ہوگئی ہے، ان جہلاء کو یہ معلوم نہیں ہے کہ ختنہ سنتِ ابراہیمی ہے اس کو شرعی طریق پر کرنا چاہیے، جس کی ہدایت ہر ایک مقامی عالم سے مل سکتی ہے، سنت ابراہیمی کو باجے گاجے سے ادا کرنا اصول اسلامی کے مخالف ہے۔

ایسا ہی شادی کی تقریب پر کئی بُری رسمیں ہیں، جن کے نام الگ الگ ہیں اور ہر ایک تقریب پر بہت کچھ خرچ کرنا پڑتا ہے، جہلا دولہا اور دولہن کے ہاتھ پر گانا باندھتے ہیں، جو پشم کا ڈورہ ہوتا ہے اور اس میں لوہے کے چھلے پروئے جاتے ہیں، گویا یہ ایک گنڈہ سمجھا جاتا ہے، جس سے دولہا اور دولہن آسیب سے محفوظ رہتے ہیں، جہلا کا خیال ہے کہ شادی کے ایام میں جن بھوت کا حملہ ہوتا ہے اور بعض قبائل میں دیکھا گیا ہے کہ دولہا ہاتھ میں چھری یا کٹار یا لوہے کی چھری رکھتا ہے، اس سے بھی یہی مقصود ہوتا ہے کہ دولہا آسیب سے محفوظ رہے۔

Marfat.com

شادی کے دن یا ایک دو دن پہلے چھٹیوں کی رسم ادا ہوتی ہے لڑکیاں دولہا کو لے کر گیت گاتی جاتی ہیں اور اس کے سر پر چھٹی کے دھاگے مارتی جاتی ہیں، چھٹی کیا ہے، ایک دو فٹ کی لکڑی کے ایک طرف چھ لمبے لمبے دھاگے باندھ کر دھاگوں میں کپڑے یا کاغذ کے رنگین پھول پروئے جاتے ہیں، لڑکیاں دولہا کو لے کر گلیوں میں پھراتی ہیں، چھٹی کو دولہا کے سر پر مارنے سے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ دنیا کا اقبال و دولت اس پر فدا ہو، یہ بہت بُری رسم ہے جس میں نامحرم مرد عورتوں سے چھیڑ چھاڑ کرتے ہیں۔

ایک اور رسم گھڑولی[1] کی ہے کہ یہ ایک عورت ٹھلیا (جھجری) اٹھا کر، دریا، یا ندی نالہ، یا تالاب سے دولہا کے لئے پانی لاتی ہے، گھڑولی کے وقت لڑکیوں کا ایک گروہ ساتھ ہوتا ہے اور لڑکیاں خلاف تہذیب گیت گاتی ہیں، گاؤں کے قریب عورتیں جھومر کھیلتی ہین، جب لڑکیاں پانی بھر کر لاتی ہیں، تو دولہا کو ایک ٹوکرے یا چوکی پر بٹھایا جاتا ہے، اور اس کے سر پر ایک رنگین چادر جس کے چاروں کنارے چار لڑکیاں پکڑ کر دولہا کے سر پر بطور سائباں کھینچے رکھتی ہیں اور دولہا کو نائی یا مراسی نہلاتا ہے جب وہ نہانے سے فارغ ہو جاتا ہے تو اس کے خویش و اقارب مثلاً چچا یا ماموں یا بھائی اور دوست و احباب جمع ہو جاتے ہیں، کوئی کہتا ہے کہ میں تم کو گھوڑا دوں گا، کوئی بھینس کوئی اونٹ دینے کا وعدہ کرتا ہے، لیکن یہ زبانی داد و دہش ہوتی ہے عمل کم ہوتا ہے اور اس کو کھارا[2] اترائی یعنی وہ انعام جو دولہا کو نہانے کے بعد چوکی سے اُترنے کے وقت دیا جاتا ہے، دیتے ہیں جس وقت دولہا نہا کر چوکی سے اترتا ہے، تو مٹی کی چھوٹی چھوٹی سات

---

[1] گھڑولی، پنجابی لفظ ہے، گھڑا بڑا ہوتا ہے اور گھڑی چھوٹی ہوتی ہے، جس کو اردو میں ٹھلیا اور فارسی میں سبوچہ کہتے ہیں۔

[2] کھارا پنجابی لفظ ہے جس کو پنجابی میں ٹوا کرا بھی کہتے ہیں اور اردو میں کھونچا (بانس کا یا جھاؤ وغیرہ کا بنا ہوا کہتے ہیں)

Marfat.com

پیالیاں زمین پر رکھتی ہیں جن پر دولہا زور سے لات مارتا ہے جس قدر پیالیاں ٹوٹ جائیں، ان سے یہ فال لی جاتی ہے کہ آئندہ وہ اس قدر مشکلات پر غالب آئے گا، اس کے بعد اس کو سرخ کپڑے پہنائے جاتے ہیں، اگر تمام سرخ نہ ہوں تو سر کا صافہ بالعموم سرخ ہوتا ہے۔ پھر فرش پر بٹھا کر سہرا باندھا جاتا ہے، سہرا مختلف قسم کا ہوتا ہے مثلاً تانبے وغیرہ کی تاروں یا پھولوں کا سہرا قریبی رشتہ دار لڑکی باندھتی ہے مثلاً حقیقی بہن یا پھوپھی یا چچا کی لڑکی سہرا باندھنے والی لڑکی کو اس موقعہ پر دولہا کا باپ یا کوئی اور رشتہ دار جو شادی کا منصرم ہوتا ہے، گائے بھینس، یا روپیہ دینے کا وعدہ کرتا ہے یہ بھی فرضی اور رسمی انعام ہوتا ہے اس کے بعد دولہا کے آگے تھال (طشت) رکھا جاتا ہے جس میں تنبول کا روپیہ ڈالا جاتا ہے اور بالعموم کوئی ہندو ساہوکار جو تنبول کا خزانچی ہوتا ہے، تنبول لکھتا جاتا ہے جس وقت کل تنبولی جمع ہو جائے تو بالعموم باشتنائے خاص، ساہوکار سب روپیہ اپنی گرہ میں باندھ لیتا ہے، اس کے بعد بارات کی تیاری ہوتی ہے، اس کا عام طور پر کوئی انتظام نہیں ہوتا، بعض شادیوں میں بے شمار سوار اور پیادے برات میں شامل ہوتے ہیں جن کا انتظام اس گاؤں والوں سے جہاں برات جانی ہے ناممکن ہوتا ہے جب برات وہاں پہنچتی ہے تو چند رسوم کی ادائیگی کے بعد براتیوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے، کھانا کھلانے کا کوئی معقول انتظام نہیں ہوتا، اگر کسی کے پاس روٹی ہے تو سالن نہیں، سالن ہے تو روٹی نہیں، اگرچہ کھانا کافی تیار ہوتا ہے مگر کھلانے کا کچھ انتظام نہیں ہوتا، البتہ بعض فہمیدہ لوگ خوب انتظام کرتے ہیں اور کئی قسم کا کھانا دیتے ہیں، بالعموم براتی ایک رات رہتے ہیں، رات کو ایک رسم بیڑا گھوڑی[1] کی ادا کی جاتی ہے، کھٹولی پر تیلیاں باندھ کر ان کے سرے باندھ لیے جاتے ہیں، اس کی شکل خیمہ کی طرح ہوتی ہے، اس کے اندر آٹے کی کئی مورتیں بنائی جاتی ہیں اور کھٹولی کے چاروں کونوں پر چراغ جلاتے ہیں، دولہا کو بُلا کر محلّہ کی لڑکیاں اس

---

[1] پنجابی لفظ ہے۔

Marfat.com

کے باپ یا بہنوں یا ماں یا پھوپھی وغیرہ کی ہجو بیان کرتی ہیں، ایک لڑکی سوال کرتی ہے دوسری اس کا جواب دیتی ہے یونہی فرضی قصہ ہوتا ہے۔

سوال: یہ دونوں مورتیں جو آمنے سامنے کھڑی ہیں، کون ہیں۔

جواب: ایک دولہا کا باپ اور دوسری دولہا کی ماں ہے۔

سوال: یہ کیا گفتگو کر رہے ہیں؟

جواب: دولہا کی ماں نے اپنے شوہر کی داڑھی پکڑی ہے کہ ہمارا ایک ہی بیٹا ہے روٹی دو تین گاؤں میں دینی ہے، بھانڈ اور نقارچی ضرور بلانے ہیں، دولہا کا باپ کہتا ہے میری کل زمین دو بیگھ ہے، مجھے توفیق نہیں ہے، دولہا کی ماں کہتی ہے میں تو دولہا کی خوشی پوری دیکھوں گی، یا گھر سے نکل جاؤں گی، مرد ہاتھ جوڑ رہا ہے کہ برباد نہ کر، اگر زمین بک گئی تو ہمارا کس طرح گزارہ ہوگا۔ عورت کہتی ہے، روز روز شادی نہیں کرنا ہے، نہ باپ دادا نے روپیہ جمع کیا نہ ہمیں جمع کرنا ہے۔

سوال: یہ کون ہے؟

جواب: ریلا[1] رام شاہ۔

سوال: اس کے ہاتھ میں کیا ہے؟

جواب: بہی۔

سوال: یہ کیوں آیا ہے؟

جواب: یہ بہی پر انگوٹھا لگوانے آیا ہے، عورت مرد کی صلح ہوگئی ہے۔ آٹھ سو روپیہ قرض لیا ہے، سود رعایتی پچیس روپیہ فی صدی ششماہی مقرر ہوا ہے۔

اس قسم کی فضول باتیں عام طور پر ہوتی رہتی ہیں، مگر بعض نہایت ہی نتیجہ خیز ہوتی ہے، صبح نکاح پڑھایا جاتا ہے اور دولہن کو ڈولی میں بٹھا کر ماچھی (جو غیر محرم ہوتے ہیں) دولہا کے گھر پہنچاتے ہیں۔ جہیز کھلے میدان میں لے جا کر

---

[1] پنجاب میں ہندو ساہوکار کو شاہ کہتے ہیں۔ ان کے لئے وہ بادشاہ ہوتا ہے، حالانکہ یہ مخصوص سادات کرام ہے۔

Marfat.com

دکھلایا جاتا ہے اور میراسی کھڑا ہو کر جہیز کی تفصیل بیان کرتا ہے، تعلیم یافتہ اور شرفاء اب جہیز کی نمایش نہیں کرتے، بلکہ محض صندوقوں یا بقچوں میں رکھ کر دولہا کے باپ کے حوالہ کر دیتے ہیں، بعض چودھری گوجر بیل، بھینس اور ایک بھینسہ جہیز میں دیتے ہیں اور بھینسے کے گلے میں چاندی کی ہنسلی ہوتی ہے روز بروز جہیز کی مقدار بڑھتی جاتی ہے، لوگ اس سے تباہ ہو رہے ہیں اور بالعموم جو متوسط اسحال لوگ جہیز دیتے ہیں وہ زیادہ تر زیر بار قرض ہو جاتے ہیں، جب دولہا ڈولی لے کر رخصت ہوتا ہے، تو مراسی اور دوسرے گداگر جمع ہو جاتے ہیں اور سب لوگوں کو ایک احاطہ میں داخل کیا جاتا ہے، ایک ایک کو ایک آنہ سے لے کر ایک روپیہ تک حسب حیثیت دے کر احاطہ سے باہر نکالا جاتا ہے، اگر زیادہ مراسی ہوں تو احاطہ باڑہ[1] کے ایک سے زیادہ دروازے رکھے جاتے ہیں، جب تمام مراسی اور گداگر احاطہ سے روپیہ لے کر نکل جاتے ہیں تو دولہا کا باپ اور منصرم کارگھر کو روانہ ہوتے ہیں اور ان کے پیچھے پیچھے ڈھول بجتا جاتا ہے، جس کے یہ معنی ہیں کہ انہوں نے میدان جیتا اور وہ درحقیقت میدان ہارتے ہیں کہ سینکڑوں روپیہ کے مقروض ہو جاتے ہیں۔

شادی کے چند روز کے بعد ساہوکار بہی کھاتا لے کر حاضر ہوتا ہے اور مبارکباد دیتا ہے۔ اس وقت باصطلاح ساہوکاراں دولہا کا باپ بادشاہ ہوتا ہے اور ساہوکار ایک شاہی ملازم جس نے بادشاہ کی کوئی مشکل ترین مہم سر کی ہو، اول خلعت کا فیصلہ ہوتا ہے، ساہوکار کہتا ہے کہ چودھری صاحب جس قدر آپ مجھے بڑھیا خلعت دیں گے، آپ کی اور میری عزت بڑھے گی، یہ خلعتِ کارگزاری عام طور پر حسبِ حیثیت 25 روپیہ سے دو سو روپیہ تک ہوتا ہے، یہ رقم خرچ میں ڈال کر حساب شروع ہوتا ہے، پہلے تو ساہوکار گھی، کھانڈ، لون، تیل، کپڑا، زیور کی (جو اس نے چوہدری کو خرید کر دیا ہے) قیمت لگاتا ہے، چوہدری کو کچھ معلوم نہیں

---

[1] پنجابی میں ایسے احاطہ کو واڑہ یا باڑہ کہتے ہیں، بارہ فارسی لفظ اسی کے معنی میں آتا ہے۔

Marfat.com

ہے کہ چاندی اور سونے کا نرخ کیا ہے اور نہ کپڑوں ہی وغیرہ کے نرخ کا اس کو کچھ علم ہوتا ہے، ساہوکار کی مثال دستِ خود وہاں خود کی ہوتی ہے جو چاہا لکھا اور جو لکھا وہ لے لیا، حساب کے بعد شاذ و نادر ہی کوئی خوش نصیب ہوگا جس کی آمدنی تنبول و خرچ شادی برابر ہوتا ہے۔

مقدر میں اگر سود و زیاں ہے
تو ہم نے یاں نہ کچھ کھویا نہ پایا

جس قدر تنبول کسی کو حاصل ہوتا ہے، دراصل وہ قرض ہوتا ہے، جس کو اسے سرکاری لگان سے بھی پہلے ادا کرنا پڑتا ہے، یہ یقینی امر ہے کہ جس کو ایک ہزار روپیہ تنبول وصول ہوتا ہے اس کو دو ہزار یا ڈھائی ہزار روپیہ دینا پڑتا ہے اور بعض کم حیثیت ناعاقبت اندیش تو تنبول کے علاوہ ہزار دو ہزار کے مقروض ہو جاتے ہیں، جس سے ان کی تمام جائیداد قرض میں چلی جاتی ہے۔

جن رسموں کی ہم نے تشریح کی ہے ان کی شرفا اور عاقبت اندیش لوگوں نے کچھ کچھ اصلاح کر دی ہے، مگر ایسے لوگ فی صدی سے زیادہ نہیں ہیں، ہم نے تبلیغ کا سلسلہ بھی شروع کر دیا ہے، جس سے لوگ کم از کم یہ سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ رسوم فی الحقیقت تباہ کن ہیں ایں ہم غنیمت است۔

ضلع گجرات کے گوجروں میں ایک اور رسم قابلِ اصلاح ہے، ضلع گجرات میں 85 در ہیں، در کے معنی دروازے کے ہیں، جو استعارہ ہے۔ 85 خاندانوں سے بعض خاندانوں کا ایک در ہے، بعض کے ایک سے زیادہ در ہیں مگر بعض لوگوں کا دروازہ تو نہیں ہے، لیکن دریچہ[1] ہے۔ گوجروں کی یہ مخصوص قومیں ہیں اور اس امر پر فخر کرتی ہیں کہ ہمارا در ہے، قاعدہ اس کا یہ ہے کہ شادی کے موقع پر آٹھ آنہ سے لے کر پانچ روپیہ تک یہ خاندانوں کے میراسیوں کو بطور انعام دیا جائے اور دریچہ سے مراد نصف در ہے یعنی چند گھر ایسے بھی ہیں کہ ان کا

---

[1] یعنی بھاجی، یعنی نصف در جن کا نام ہم نے استہزا کے طور پر دریچہ رکھا ہے۔

Marfat.com

نصف در ہے، یہ خاندان شادی کے موقع پر در والے خاندانوں کے مراسی کو دو چند دیتے اور کمچند لیتے ہیں مثلاً ایک شخص در کی رسم ادا کرتا ہے، جس خاندان کا ایک در ہے، اس کا مراسی ایک روپیہ اور جس کے تین در ہیں، تین روپیہ لے گا، اور جس چوہدری کی شادی ہے، وہ مراسی کو دس بیس روپیہ روٹی کے لئے بھی دے گا کہ جب دوسرے مراسی جمع ہوں، تو ان کا مراسی دوسرے مراسیوں کو دعوت دے اور اگر کوئی دَر نہ کرے، تو وہ گویا خاندانی حیثیت سے گر جاتا ہے، میں نے اس کی بابت تحقیقات کی کہ یہ بدعت کہاں سے شروع ہوئی تو مجھے معلوم ہوا کہ اکبر بادشاہ اور اس کے نورتن، سیاسیات میں بڑی مہارت رکھتے تھے، جب گجرات پنجاب آباد ہوا، تو بادشاہ نے گوجروں میں سے 20 معزز اشخاص منتخب کئے جن کی شادیوں پر اکبر بادشاہ صوبہ دار علاقہ کو حکم دیتے تھے کہ بادشاہ کی طرف سے تنبول وخلعت دیا کرے، ایسا ہی جاٹوں پر الطاف خسروانہ مبذول ہوا، گوجروں کے 20 چوہدری بادشاہ کے بھاجی[1] دار مقرر ہوئے تھے، جب ہم نے 20 دروں کی تحقیق کی، تو ایک تحریر سے معلوم ہوا کہ یہ بادشاہ درباری تھے یعنی ان کو شرفِ حضوری حاصل تھا، تاریخ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابتداً گوجروں کے سات پتے اور 20 توپیں مقرر تھیں، اس روایت سے ہمیں اس نوشتہ کی تصدیق ہوگئی جس میں 20 در لکھے ہوئے تھے، اس وقت یہ بیس خاندان اکبر بادشاہ کے اعزاز سے خاص طور پر معزز سمجھے گئے، اکبر بادشاہ کے بعد معلوم نہیں کہ کسی اور بادشاہ نے ان کی تعداد میں اضافہ کیا یا 20 خاندانوں نے اپنے اختیار سے دوسرے چوہدریوں کو شامل کرنا شروع کیا مگر چونکہ اب تک دروں کی فہرست کھلی ہوئی ہے، اس لئے قیاس یہی ہے کہ چوہدریوں نے اپنے اختیار سے دروں میں اضافہ کرلیا ہے، مراسی بیان کرتے ہیں کہ اگر کوئی نیا در تجویز ہوتا ہے تو نیا چوہدری دوسرے قدیم چوہدریوں کو جمع کر کے دعوت دیتا ہے اور در کی منظوری حاصل کرتا ہے اور

---

[1] بھاجی دار پنجابی لفظ ہے، جو ایک دوسرے کی شادی میں تنبول وغیرہ دیں۔

Marfat.com

اس کو دس روپیہ فی در ہر ایک میراسی کو دینا پڑتا ہے اور 850 روپیہ دے کر وہ معزز ہو جاتا ہے، اگر ہمارے خاندان کا در نہ ہوتا، تو ہم ضرور یہ سستا اعزازی سودا 850 میں خرید لیتے، مگر بزرگوں پر رحمت ہو کہ انہوں نے دَر کا منصب پہلے ہی سے حاصل کر لیا تھا، ہم دیکھتے ہیں کہ در والوں کی کوئی خاص عزت نہیں ہے، نہ تو یہ امتیاز ہے کہ ان کو آسانی سے رشتہ مل جائے نہ ان کو قومی معاملات میں بلایا جاتا ہے، یہ بالکل فضول امر ہے، ظاہر ہے کہ جن خاندانوں کے دَر ہیں، وہ ان خاندانوں میں لڑکیاں دیتے ہیں، جن کا دَر نہیں ہے، واڑہ کی طرح دَر کی رسم بھی فضول و اسراف ہے، جاٹوں میں راٹھا چاری[1] ہے، راٹھا چاری کے خاندانوں کی تعداد 45 ہے، جن میں ایک ہندو کا خاندان بھی ہے، اس میں بھی ہر ایک مراسی[2] کو کچھ نہ کچھ دیا جاتا ہے۔

ہم ایک ہندو خاندان کی شادی میں شامل ہوئے، انہوں نے تنبول کے شروع کرنے کے وقت پہلے ایک روپیہ اکبر بادشاہ کا فرضی طور پر تھال میں رکھا، پھر پروہت نے بآواز بلند کہا، کہ کوتر سو روپیہ (یعنی ایک سو ایک روپیہ) اکبر بادشاہ کا تنبول باعثِ عزت وفخر ہوا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کئی علاقوں میں اس قسم کی اکبر بادشاہ کی ہر دلعزیزی کی پالیسی جاری تھی، اکبر بادشاہ جہاں ہندوؤں کے طریق پر پرستش کرتا تھا، وہاں مسلمانوں کی طرح نماز بھی پڑھتا تھا، مقصود اس سے رعایا کے ساتھ اتحاد و موانست کا سلسلہ پیدا کرنا تھا تا کہ وہ ہمیشہ بادشاہ کے وفادار رہیں، یہ سب ابوالفضل اور راجہ ٹوڈرمل کے سبق تھے۔

در پسِ آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند
آنچہ استاذ ازل گفت ہماں میگویم

---

[1] راٹھا چاری پنجابی لفظ ہے، راٹھ بمعنی: شریف۔

[2] مراسی پنجاب میں ایک قوم ہے، جو ہمارے نسب نامے سناتی ہے اور بیاہ شادی میں کاروبار کرتی ہے۔ (مؤلف)

Marfat.com

ہمارے خیال میں ایک بیرونی بادشاہ کے لئے یہ بہترین اور ضروری پالیسی ہے، دَر کی رسم قوم کی جہالت ہے اور مراسیوں کی ثنا گوئی کا جادو کہ چوہدری بے در ہو گئے مگر دَر نہ چھوڑا تا کہ وہ خاندان سے خارج نہ ہو جائیں۔

قارئین! آپ خیال کرتے ہوں گے کہ ایسی رسموں کا اس طرز سے لکھنا متانت تاریخی کے خلاف ہے، مگر کیا کیا جائے جب تک قوم کے رسوم کی شکل قبیح اور اس کے بُرے نتائج نہ دکھلائے جائیں وہ رسم بد کی قباحت نہیں سمجھ سکتی، گوجروں میں علم وفن کی کمی ہو گئی ہے، ان کے اعداد وشمار میں جہاں تک میرا علم ہے جاہلوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

❁❁❁

Marfat.com

فصل یازدہم:

خاندیس کے ریوا کنبے گوجروں کے رسوم شادی

ان کے مراسم شادی عجیب وغریب ہیں، فریقین منجم (ستارہ شناس) کے کہنے پر شادی کی تاریخ مقرر کرتے ہیں، شادی کی پانچ رسمیں مشہور ہیں۔

اول ہلدی ملنا، دوئم سمنت پوجن، سوم سہل اور مصافحہ کرنا، (ہاتھ جوڑنا) گانٹھ آگ کی پرستش، جس کو چروی بھوری کہتے ہیں، چہارم سن مکھ، ساس اپنی بہو پر نقدی وغیرہ نثار کرتی ہے، پنجم جھل، برہمنوں کو ٹوکروں میں کپڑے رکھ کر دیئے جاتے ہیں، ہر ایک رسم کے ساتھ دعوت لازمی ہے، ان میں سے دو دعوتیں تیسری اور پانچویں جو بڑے پیمانہ پر ہوتی ہیں، دلہن کا باپ دیتا ہے، ہلدی ملنے کی رسم دولہا اور دلہن کے گھر میں الگ ادا کی جاتی ہے۔

ایک اور بدعت عمل میں آئی ہے، دولہا کو لکڑی کے تختے پر بٹھایا جاتا ہے اور اس کے سامنے پانچ لکیریں کھینچی جاتی ہیں اور ان پر آٹا یا چونہ ڈالا جاتا ہے اور ان کے اندر تانبے کا پانی بھرا ہوا برتن (جس پر ایک ناریل اور پانچ پان کے پتے ہوتے ہیں) رکھا جاتا ہے، پانچ عورتیں دولہا کے گرد حلقہ باندھتی ہیں اور برہمن منتر پڑھ پڑھ کر پانی میں سپاری ڈالتا جاتا ہے یہ گن پتی دیوی کی پرستش کہلاتی ہے جس سے دولہا اور دولہن کے لئے عافیت و آسایش کی دعا مانگی جاتی ہے، اس کے بعد پانچ عورتیں، پانچ طشتریاں (جن میں چاول، ہلدی اور سرخ رنگ ہوتا ہے) لے کر گیت گاتی ہوئی دولہا کے چہرے پر ہلدی مل کر سُرخ رنگ کا تلک لگاتی ہیں اور تلگ پر چند چاولوں کے دانے چسپاں کرتی ہیں، اس رسم میں تمام گاؤں کے لوگ جمع ہوتے ہیں اور تمسخر ہوتا ہے، اس کے بعد برہمن دولہا کو خاندان کی دیوی کے پاس لے جاتا ہے اور اس کی پرستش کراتا ہے، اس رسم میں

Marfat.com

برہمن کو دو چار آنوں تک دیا جاتا ہے، اس کے بعد برات کی تیاری ہوتی ہے، رتھوں میں عمدہ بیل جوتے جاتے ہیں جن کے گلوں میں خوبصورت ہار اور پیروں میں گھنگرو ڈالے جاتے ہیں، تمام رشتہ دار، دوست احباب، ڈوم، گویئے، پروہت برات میں شامل ہوتے ہیں اور باجے گاجے شان وشوکت کے ساتھ بارات اس طرح روانہ ہوتی ہے جس طرح کوئی شاہی لشکر کسی مہم پر روانہ ہو، جب دلہن کے گاؤں کے قریب برات پہنچتی ہے، تو مروتی کے مندر میں جو گاؤں کے باہر ہوتا ہے، سمانتی کی رسم ادا کی جاتی ہے، پھر لوگ وہاں ٹھہر جاتے ہیں اور گاؤں کی برادری کے سب لوگ برات کا استقبال کرتے ہیں، اور دولہا کے آگے کپڑے اور انگشتری پیش کی جاتی ہے، دولہا کا کوئی وارث ان کو اٹھا لیتا ہے، بدستور سابق دولہا کو تخت پر بٹھا کر برتن اور پان کے پتے رکھ کر گن پتی کی تعریف میں برہمن منتر پڑھتا ہے، یہ رسم پہلی دفعہ دولہا کے گھر ادا کی جاتی ہے، دوسری دفعہ اس وقت جب بارات دلہن کے گاؤں کے قریب پہنچتی ہے، اس کے بعد دلہن کا باپ دولہا کو کپڑے اور انگشتری پہناتا ہے، جو پہلی دفعہ پیش کئے گئے تھے، داہنے پاؤں میں کڑا چاندی کا پہنایا جاتا ہے، دولہا کا باپ دلہن کے باپ کو کپڑے دیتا ہے۔

پچنا کنبے گوجروں میں ایک اور رسم ہے کہ ناریل جس پر ایک سنہری پان کا پتہ رکھتے ہیں، جس کو بیگد کہتے ہیں، نوشہ کے ہاتھ پر رکھا جاتا ہے، تلولا گوجر اور ڈور کنبوں گوجروں مین ناریل کی بجائے نوشہ کو چاقو ملتا ہے، اس کے بعد برات گاؤں میں داخل ہوتی ہے اور دلہن کے گھر کے سامنے ایک خیمے یا مکان میں دولہا کو اُتارا جاتا ہے اور گاؤں کے لوگ دولہا کو دیکھنے کے لئے جمع ہو جاتے ہیں اور باقی برات کے لوگ مختلف مکانوں میں جہاں ان کے قیام کا انتظام ہوتا ہے، چلے جاتے ہیں اور سسرال کی عورتیں اور لڑکیاں دولہا کے پیچھے پڑ جاتی ہیں اور کچھ دعائیہ اور کچھ اس کی مذمت کے گیت کا کر اس کو چھیڑتی ہیں۔

Marfat.com

تزوتج کی رسم

ایک مربع چبوترہ پر دو چوکیاں رکھی جاتی ہیں اور ان کے درمیان کپڑے کا پردہ لٹکایا جاتا ہے،ایک طرف دولہا اور دوسری طرف دلہن آ کر بیٹھتی ہے، برہمن (نکاح خوان) کوٹھے کی چھت یا کسی درخت پر چڑھ کر غروب آفتاب کا انتظار کرتا ہے، جب آفتاب نصف غروب ہو جاتا ہے،تو برہمن تالی بجاتا ہے اور بلند آواز سے کہتا ہے کہ ہوشیار ہو جاؤ، (مراد یہ کہ تزوتج کا وقت آ گیا) برہمن آفتاب غروب ہونے پر اُتر آتا ہے،تب پردہ اٹھایا جاتا ہے،لڑکی کا کوئی وارث، باپ یا چچا یا بھائی،لڑکی کا ہاتھ دولہا کے ہاتھ میں دیتا ہے یہی ایجاب وقبول ہے، برہمن اس وقت اپنا ہاتھ ان دونوں ہاتھوں پر رکھ کر کچھ منتر پڑھتا ہے، اس کے بعد پان کے نو پتے ،نو کھجوریں،نو ناریل رکھ کر دولہا دلہن گت پتی دیوی کی پرستش کرتے ہیں، اس حالت میں دولہن کا باپ ان کے ہاتھوں پر پانی ڈالتا ہے، اس سے کنیاوں کی رسم مکمل ہو جاتی ہے، اس کے بعد دولہا دلہن کا ہاتھ چھوڑ دیتا ہے اور برہمن دولہا کا دامن دولہن کے دامن سے باندھ دیتا ہے اور کپاس یا کسی اور درخت کی چند سبز شاخوں پر تیل یا گھی ڈال کر جلاتا ہے جب آگ بھڑک جاتی ہے تو دولہا اور دلہن آگ کے گرد سات بار گھومتے ہیں، اس کے بعد وہ مکان کے اندر جا کر اپنی قوم کے دیوتا کی پوجا کرتے ہیں ، جب پوجا سے فارغ ہوتے ہیں تو ان کو پھر آمنے سامنے چوکیوں پر بٹھایا جاتا ہے اور ان کے سامنے کھانے کا طشت رکھا جاتا ہے اور وہ مل کر کھاتے ہیں، کھا کر وہ آپس میں تمسخر کرتے ہیں، ہلدی، ناریل کے ٹکڑے ایک دوسرے پر پھینکتے ہیں ۔ ایک دوسرے کے منہ سے پان چھینتے ہیں، یہ سب امور اس لئے رسوم میں داخل کئے گئے ہیں تا کہ ان کا حجاب دور ہو اور ان کی محبت بڑھے، ان رسوم کے بعد برات رخصت ہوتی ہے، دولہا ڈلفی لگائے گھوڑے پر یا رتھ میں سوار ہوتا ہے اور برات کے سوار و پیادے

Marfat.com

باترتیب اس کے پیچھے چلتے ہیں، عورتیں گاتی ہیں، شادیانے بجتے ہیں، آتشبازی چھوٹتی ہے اس وقت یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی لشکر کسی مہم یا ملک کو سر کرنے کے بعد واپس جا رہا ہے، جب دولہا دلہن کو لے کر گھر آتا ہے تو اس کی ماں رونمائی کی رسم ادا کرتی ہے اور اپنی بہو کو چند روپے دے کر اس کا منہ دیکھتی ہے، پھر دولہا اور دلہن کو چوکیوں پر بٹھایا جاتا ہے اور ان کے آگے مٹھائی کی ٹوکریاں کپڑے، زیورات پیش کئے جاتے ہیں اور اس وقت برہمن پھر دولہا دولہن سے گن پتی کی پرستش کراتا ہے، اس کے بعد دولہا کی ماں اپنی انگلی میں شکر لگا کے بہو کے منہ میں ڈالتی ہے، یہ فال اس امر کی ہے کہ ہمیشہ اس کا منہ میٹھا رہے، یعنی اس کی کل مرادیں حاصل ہوں اور وہ مسرور رہے۔ اس کے بعد دولہن کو زیور اور کپڑے پہنائے جاتے ہیں اور دیگر رشتہ داروں کو حسب مراتب خلعت ملتے ہیں، اس کے بعد عام دعوت دی جاتی ہے، اور ایک بڑی ٹوکری (جس کو جھل[1] کہتے ہیں، اور اس میں ایک کپڑا، نو کھجوریں، نو ناریل، نو ہلدی کی گانٹھیں اور کچھ چاول اور نشاستہ کی نو پنیاں (لڈو) ہوتی ہیں) لائی جاتی ہے، دولہا اور دولہن اس کے گرد پانچ چکر لگاتے ہیں اور برہمن کچھ پڑھتا ہے اور ٹوکری کی اشیاء برہمن کی نذر کی جاتی ہیں اس کے بعد بھانڈوں، میراسیوں اور کمیں لوگوں کو جنہوں نے شادی میں کام کیا ہو، انعام دے کر رخصت کیا جاتا ہے۔

شادی کے مصارف حسب حیثیت 100 روپیہ سے دو ہزار تک عموماً ہوتے ہیں۔ اس کے بعد سب براتی رخصت ہوتے ہیں یہ نہایت شاندار تقریب ہوتی ہے۔ ایک طرف لڑکیاں الوداعی گیت گاتی ہیں اور دوسری طرف بھاٹ اور نائی وغیرہ جس کو دولہا کی پارٹی انعام و خیرات دیتی ہے، بہ آواز بلند دعائیں دیتے ہیں، کوئی رتھ میں بیل لگا رہا ہے، کوئی رتھ پر سوار ہو کر جا رہا ہے ایک دوسرے کی دعا و سلام کا شور ایک ہمہمہ پیدا کر دیتا ہے جس سے تمام گاؤں گونج اُٹھتا ہے۔

---

[1] جھل ہندی لفظ اصطلاحی ہے۔

Marfat.com

فصل دوازدہم:

گوجروں کی سپاہ گری

یورپین فوجی افسروں کو اس وجہ سے کہ گوجروں کی کوئی علیحدہ فوج یا رسالہ نہیں تھا، عرصہ تک اس قوم کی بہادری و محنت سے لاعلمی رہی اور اس قوم کے جو نوجوان فرداً فرداً بھرتی ہوتے تھے، وہ دوسری قوموں کے سرداروں کے ماتحت کام کرتے تھے، یورپ کی جنگ عظیم کے دوران میں ہمارے عہدہ کے متعلق رکروٹنگ افسر کے فرائض بھی تھے، ہم نے مختلف قسم کے ہزاروں سپاہی بھرتی کیئے، مختلف چھاؤنیوں میں جانے سے ہمیں معلوم ہوا کہ دیسی افسران فوج جیسا کہ اپنی قوم کے نوجوانوں سے ہمدردی رکھتے ہیں، غیر قوموں کے جوانوں کے ساتھ نہیں رکھتے اور یہ ایک قدرتی بات ہے اس کو کسی اور امر پر مبنی نہیں سمجھا جا سکتا۔ اپنی قوم کے سپاہیوں سے اگر کوئی بڑی غلطی یا فروگذاشت ہو تو ان سے چنداں باز پرس نہیں کی جاتی، مگر دوسری قوم کے سپاہیوں کو ذرا ذرا سی غلطی پر ٹوکا جاتا ہے۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ جو گوجر نوجوان فوج میں فرداً فرداً بھرتی ہوتے تھے، ان کی ہمدردی و غم گساری کم ہوتی تھی، مشہور مثل ہے کہ جگر جگر ہست و دگر دگر ہست'' گوجر سپاہیوں کی غلطیوں کی رپورٹ اعلیٰ افسروں تک کی جاتی تھی۔ ایسی صورت میں گوجر نوجوانوں کے حوصلے پست ہو جاتے تھے اور نیز دیسی افسر اپنے امیدواروں کو ترجیح دے کر کیپٹن سے بھرتی کرا لیتے تھے اور گوجر امیدوار محروم رہتے تھے اور جو گوجر جوان ملازمت سے سبکدوش ہو کر گھر آتے تھے وہ اپنی تکالیف کو بیان کرتے تھے۔ ان میں سے نئے امیدواروں کے حوصلے پست ہو جاتے تھے۔ رفتہ رفتہ لوگوں میں یہ مشہور ہو گیا کہ گوجر جوان فوج میں بھرتی ہی نہیں ہو سکتا، سینکڑوں ایسی مثالیں ہیں کہ گوجر نوجوانوں نے اپنی ذات بدل کر

Marfat.com

فوج میں جگہ حاصل کی، چونکہ وہ فطرۃً جوہر شجاعت و قابلیت سپاہگری رکھتے تھے، اعلیٰ فوجی عہدوں پر فائز ہوئے اور بعض اپنی اصلی ذات گوجر ہی لکھوا کر سپاہیوں میں داخل ہو گئے۔ اعلیٰ منصف پر پہنچ گئے، سب سے اول سمالی لینڈ کی جنگ میں گوجر رجمنٹ نے خطرناک موقعہ پر آتشین چادروں کے درمیان پہنچ کر ایسی بہادری دکھلائی کہ اعلیٰ افسرانِ فوج اپنی غلطی پر متاسف ہوئے محاربۂ سمالی لینڈ میں گوجروں نے اس غلط فہمی کے نقش کو جو انگریز افسران فوج کے دلوں میں ماتحت افسروں کے کہنے پر قائم ہو گیا تھا، مٹایا یعنی گوجر نوجوانوں کو عام طور پر بھرتی کرنا شروع کیا گیا، مگر کوئی خاص رسالہ یا رجمنٹ ان کے نام پر قائم نہ ہوئی۔ جنگ عظیم میں ان کی جدید رجمنٹیں چونکہ جنگ ختم ہو گئی اور ضرورت نہ تھی، تخفیف کی گئیں بعض افسران فوج نے لکھا ہے کہ گوجر اس لئے پیچھے رہ گئے کہ ان کا کوئی بارسوخ نمائندہ نہ تھا، جو ان کی ہمدردی کر کے ان کو آگے بڑھاتا، ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے کہ گوجروں میں کوئی معزز بارسوخ شخص نہیں ہے، ہر ایک ضلع میں بڑے معززین قوم ہیں، البتہ اس کوتاہی کو تسلیم کرتے ہیں کہ قوم میں تنظیم نہیں ہے یہاں تک کے ایک ضلع کے گوجروں کی دوسرے ملحقہ ضلع میں کچھ زیادہ راہ رسم اور رشتہ داری نہیں ہے، اور قوم کا کوئی ایسا جان نثار برسرکار نہیں آیا، جو اپنی درماندہ قوم کو اُٹھائے اور بڑھائے وہ لوگ جن کا حکام سے کچھ تعارف تھا اپنی ذاتی اغراض کے حصول میں اس حد تک منہمک رہے کہ وہ اپنے قریبی رشتہ داروں کی بھی امداد نہیں کر سکے، اگر کوئی قومی کام ان سے ہوا تو درحقیقت اس لئے ہوا کہ وہ اس کے ذریعہ سے اپنی ذات کے لئے کچھ حاصل کر سکیں۔

ع این ہمہ از پئے آنست کہ زر میخواہد

ہماری قوم کا علیحدہ رسالہ یا فوج نامزد نہ ہونا اتنا بڑا نقصان ہے کہ اس کی تلافی نہیں ہو سکتی۔ ہمارا دل پارہ پارہ اور جگر چاک چاک ہوتا ہے، جب انگریزوں کے سابقہ ریمارکس میں پڑھتے ہیں کہ گوجر کچھ اچھا سپاہی نہیں ہوتا۔

Marfat.com

اس سے زیادہ ہم پر اور کیا ظلم وستم ہوسکتا ہے کہ ایک حقیقت کو روز روشن میں چھپایا گیا ہے ہماری اس تاریخ کے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ گوجر کون ہیں اور ان کی ہستی کیا ہے۔ اس تاریخ میں ہم نے یورپین مورخین کی تحقیقات کے نتائج درج کئے ہیں تا کہ انگریز افسروں کو معلوم ہوا کہ ہمارا دعویٰ یورپ کے مستند مورخین کی تحقیقات پر مبنی ہے، اسی قرن میں سکون اور کتبوں کے صحیح معنی سمجھنے سے یہ امر ثابت ہوگیا ہے کہ گوجر ایک شاہی قوم ہے اور اس کے بادشاہ ہندوستان میں مختلف علاقوں پر حکمران رہے ہیں، مہر بھوج، کنشک، مہر کل، الکھان وسلاطین گجرات وغیرہ وغیرہ گوجر تھے، جن کی سلطنت کا دائرہ بہت وسیع تھا، ملاحظہ ہوں بادشاہانِ مندرجہ بالا کے حالات یہ عجیب بات ہے کہ جس قوم نے ہزار سال تک بادشاہت کی ہو، آج اس کے فرزندوں کو ست سپاہی کا خطاب ملتا ہے، سونا اور عود اپنی کان اور جنگل میں کوئی قیمت نہیں رکھتے لیکن جب وہ باہر نکلتے ہیں تو ان کی قیمت بڑھتی ہے، ایسا ہی اس قوم کی مثال ہے۔ **عند الرھان تعرف السوابق** گھوڑ دوڑ میں تیز گھوڑوں کی شان ظاہر ہوتی ہے۔

یورپین و دیگر مورخین گوجروں کی نسبت لکھتے ہیں کہ انہوں نے بادشاہانِ دہلی اور شہاب الدین غوری اور سلطان محمود سبکتگین کے محاربات میں بہادرانہ وغیرت مندانہ مقابلہ کیا اور یہ بھی لکھا ہے کہ ایک ضلع کے گوجروں نے سرکار انگریزی کے فوجی دستوں کو ایام غدر میں ان کی چوکیوں سے بیدخل کر دیا، اگرچہ انہوں نے دوسرے لہجہ میں یہ واقعات بیان کئے ہیں، مگر ہم ان امور کو ان کی بہادری و اولوالعزمی کے شواہد میں پیش کر سکتے ہیں، اگر یہ شہادتیں صحیح ہیں تو بعض فوجی افسروں کا لکھنا کہ گوجر اچھا سپاہی نہیں ہوتا، دروغ گوئی بر روئے من کی مثال ہے، اگر ہندوستان میں کوئی مسلمہ جنگی قوم ہے تو گوجر ہیں۔ برہمنوں نے اپنی حکومت کے مستحکم کرنے میں گوجر نوجوانوں کو کوہ آبو کے اگنی گنڈ سے پوتر (پاک) کیا۔ جنہوں نے اپنی شجاعت کا ثبوت دیا، مقامِ تعجب ہے کہ آج ان کی

Marfat.com

اولاد بندوق اٹھانے کے لائق نہیں سمجھی جاتی ہے۔ ہاں اگر یہ خیال ہو کہ گوجر شورہ پشت ہیں، جو بادشاہان وقت کا مقابلہ کرتے ہیں اور اس حیثیت سے ان کو فوج میں جگہ نہیں مل سکتی، تو یہ اور بات ہے لیکن یہ تہمت کہ گوجر، برا اور نا قابل سپاہی ہوتا ہے، ہمارے تن کو آگ لگا دیتی ہے، جنگ عظیم میں جس قدر گوجروں نے خدمات انجام دی ہیں، ان کے برابر اور کوئی دوسری قوم جان نثاری و شجاعت کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ انہوں نے ہر ایک معرکہ میں یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ نہ صرف بہادر ہیں بلکہ وفادار بھی ہیں، انگریزوں کو ہند میں حکمرانی کرتے ہوئے سو سال کا عرصہ ہو چکا ہے، مگر اب تک وہ اقوام ہند کی سپاہگری کا اندازہ نہیں لگا سکے اور یہ ہماری قوم کے لئے کچھ کم صدمہ نہیں ہے اور اگر ہماری کسی جماعت نے کسی جگہ بادشاہان دہلی، یا سرکار انگریزی کا مقابلہ خاص حالات میں کیا ہے تو اس سے تمام قوم پر یکساں حکم نہیں لگایا جا سکتا اور نیز جن قوموں نے ہم سے زیادہ مخالفت کی تھی، ان کو تو برابر فوج میں بھرتی کیا جاتا ہے، اس تاریخ نے بہت بڑا کام یہ کیا ہے کہ گوجر قوم کی بہادرانہ و مدبرانہ خدمات فوجی و ملکی کے بارہ میں مسلمہ شہادت و واقعات پیش کئے ہیں اور غلط فہمیوں کو مٹا دیا ہے، کاش کہ آزاد انگریز فوجی افسروں کی رائے کی تنقید کی جاتی، عیاں راچہ بیاں۔

بعض مورخین یورپ لکھتے ہیں کہ گوجر سپاہی، خوبصورت، سرو قامت، روئیں تن ہوتا ہے اور ان خواص کی نسبت کسی کو اختلاف نہیں ہے کیا سپاہ گری کے یہ اولین اوصاف نہیں ہیں؟ ہمارے جوان ہر ایک جگہ لڑتے لڑتے یا تو کامیاب ہوتے ہیں یا بہادرانہ موت سے مر کر نام پیدا کرتے ہیں۔ اس اتہام کی وہی وجہ ہے جو اوپر بیان کی گئی ہے کہ غیر اقوام کے سرداروں کے ماتحت ان کو چھاونیوں میں کام کرنا پڑتا ہے جو ان کو تھوڑی تھوڑی بات پر نا قابل ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں مگر میدان جنگ میں سب سے زیادہ ان کا جوہر شجاعت چمکتا ہے، جس سے رفتہ رفتہ وہ قدیم خیال دور ہو گیا ہے اور یہ حقیقت کہ گوجر بہترین

Marfat.com

سپاہی ہوتا ہے، آشکارا ہو چکی ہے، جس کا یہ ثبوت ہے کہ کرنل مینگلے نے پورے تجربہ و تحقیقات کے بعد اہیر، جاٹ ،گوجر کے خواص و اخلاق عامہ اور فوجی سپاہگری کی نسبت مدلل و معقول بحث کی ہے، اس کی کتاب اہیر، جاٹ گوجر طبع شڈہ ہے وہ گوجروں کے خواص کے عنوان کے ماتحت حسب ذیل رائے لکھتا ہے۔

گوجر بڑے محنتی، ہوشیار، بُروبار، دلیر، سخت طبیعت کے سپاہی ہوتے ہیں اور سپاہیانہ مزاج کے باعث سپاہگری کے فن کے لئے نہایت موزوں ہیں لیکن تعلیم کے لحاظ سے بہت پیچھے ہیں، اہیر اپنے جاٹ گوجر بھائیوں کے مقابلہ میں زیادہ تعلیم یافتہ ہیں، اس کے بعد اخلاق اقوام کے ذیل میں کرنل موصوف تحریر کرتا ہے۔

دیگر اقوام کے مقابلہ میں جاٹ ، گوجر، اہیر عیش پرستی سے مستثنیٰ ہیں۔ ان کا اخلاق اعلیٰ درجہ کا قابلِ تعریف ہے، دختر کشی کا رواج گوجروں میں بالکل نہیں ہے، اگرچہ ان کی نظر میں لڑکیوں کی منزلت لڑکوں کے برابر نہیں ہے تاہم وہ لڑکیوں کی کافی عزت واحترام کرتے ہیں اور ان کو محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، وہ اپنے آپ کو ستھرا رکھتے اور صاف لباس پہنتے ہیں، برہمنوں اور راجپوتوں سے دوسرے درجہ پر ہیں، باقاعدہ غسل و مسواک کرتے ہیں اور مجامت بنواتے ہیں، نوجوان گوجر، کشتی لڑنے اور مگدر ہلانے کے بہت شوقین ہوتے ہیں اور دیگر کھیلوں میں (جن سے طاقت وتوانائی وریاضت بدنی کا امتحان ہوتا ہے) بڑے شوق سے شامل ہوتے ہیں۔

ایک فوجی اعلیٰ افسر کی یہ رائے ثابت کرتی ہے کہ گوجر ایک اچھا سپاہی ہے، اسی کتاب میں کرنل مینگلے اپنی مجبوری بھی ظاہر کرتا ہے، ملاحظہ ہو اس کی کتاب کا دوسرا باب۔

گوجروں میں کافی تعلیم یافتہ اور معزز اشخاص کم ہیں، اس لئے براہِ راست ان کو کمیشن نہیں مل سکتا، افسروں کے لئے گوجروں کو اعلیٰ عہدوں پر ترقی

Marfat.com

دینے میں تکلیف کا سامنا ہوتا ہے ورنہ ان کی بہادری میں جیسا کہ سمالی لینڈ کی جنگ میں ثابت ہو چکا ہے کچھ شک وشبہ نہیں ہے۔

(مؤلف) میں پہلے ہی لکھ چکا ہوں کہ گوجر قوم کے معزز نمائندے ہر ایک ضلع میں کافی ہیں لیکن چونکہ وہ اپنی درماندہ قوم کے لئے افسروں کی خدمت میں سفارشیں کم کرتے ہیں، اس لئے کرنل مینگلے اس امر کے فرض کرنے میں حق بجانب ہیں کہ اس قوم کا کوئی نمائندہ بارسوخ نہیں ہے۔ اگرچہ اب اس قوم میں کافی تعداد گریجوایٹوں کی ہے اور بہت وکلا اور بیرسٹر اور رای، اے، سی اور تحصیلدار و افسر پولیس ہیں تاہم بمقابلہ مردم شماری کے ان میں تعلیم کی بہت کمی ہے، گوجر نوجوان انٹرینس اور مڈل تک تعلیم یافتہ کثرت سے ہیں، مگر فوج میں اُن کو بہت کم جگہ ملتی ہے، وہ طریقۂ تعلیم اور پٹواری کا امتحان دے کر اعلیٰ نمبروں میں پاس ہونے کی وجہ سے اسکولوں اور محکمہ مال اور دفتر کے کلرکوں میں ملازمت حاصل کر لیتے ہیں اور کچھ پولیس میں بھرتی ہو جاتے ہیں، اور ہم دیکھتے ہیں کہ مدرسوں اور پٹواریوں اور پولیس کے زمرہ میں اچھے اچھے معزز گھرانوں کے جوان جو ہر طرح سے فوجی ملازمت کے قابل ہیں، گمنامی کی حالت میں اوقات بسر کر رہے ہیں، اگر یہ نوجوان فوج میں بھرتی ہوں، تو قوم کی عزت وشوکت بڑھتی ہے، تاریخوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر زمانہ میں گوجر بالعموم فوجی ملازمت میں برابر حصہ لیتے رہے، اکبر بادشاہ کے وقت گوجروں کے دس ہزر سوار اور چالیس ہزار پیادہ سپاہی ہر وقت جنگ کے لئے چھاونیوں میں پابرکاب وشمشیر بدست رہتے تھے، ملاحظہ ہو آئین اکبری جلد 3 ص 44۔

اس امر کی ضرورت ہے کہ ہمارے نوجوان کثرت کے ساتھ فوجی ملازمت میں داخل ہوں اور شرف امتیاز حاصل کریں۔

اس وقت بھی گوجر قوم کے افسران فوج میں کافی تعداد میں ہیں اور کئی پینشن پا چکے ہیں۔

Marfat.com

ہمارے معززین سول اور ملٹری کے عہدہ داروں کا فرض ہے کہ وہ ایک باقاعدہ انجمن بنائیں اور بلا لحاظ مذہب وملت سب معززین قوم کو جمع کر کے اپنی ترقی کی تجاویز سوچیں، اگر قوم ترقی کرے گی تو ہر ایک فرد کی ترقی ہو گی، ہم نے اپنی قوم کے سول اور ملٹری عہدہ داروں کی فہرست مرتب کی ہے جو تکمیل کے بعد علیحدہ طبع کرائی جائے گی۔

ہم نے جو کچھ لکھا ہے ایک حقیقت کا اظہار کیا ہے کیونکہ قوم گوجر کی شجاعت و بہادری میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہے، ہم اس عنوان کو ذیل کے شعر پر ختم کرتے ہیں۔

فَلَسْنَا عَلَى الْاَعْقَابِ تَدْمِى كَلُوْمَنَا
وَلٰكِنْ عَلٰى اَقْدَامِنَا يَقْطُرُ الدَّمَا

ہم وہ نہیں ہیں کہ ہمارے زخموں کا خون ایڑیوں پر گرے، (یعنی ہم بھاگ کر پیٹھ کر زخم نہیں کھاتے) بلکہ ہم وہ بہادر ہیں کہ ہمارے زخموں کا خون پاؤں پر گرتا ہے (یعنی دشمن کے بالمقابل ہو کر لڑتے ہیں) اور ہمارے زخم منہ کی طرف ہوتے ہیں نہ کہ پیٹھ کی طرف۔

Marfat.com

فصل سیزدہم:

گوجروں کی زراعت

گوجر قدیم زمانہ میں فرمانروائی اور حکمرانی کے ساتھ ساتھ زراعت کی طرف بھی خاص توجہ رکھتے رہے ہیں، جو جو گروہ آئے اپنے راجاؤں کے لشکر میں سلاح بردار تھے، وہ اپنے ہاتھ سے کاشت بھی کرتے تھے، گویا سپاہ گری اور زراعت دونوں میں مشہور تھے۔

ڈاکٹر کلہارن نے راجہ متھان دیو کے کتبہ میں جو پرہار قوم کا گوجر راجہ تھا، ایک گاؤں کے عطیہ کا ذکر کیا ہے، یہ گاؤں گوجروں کے زیر کاشت تھا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ گوجر قدیمی کاشتکار ہیں (دیکھو مسٹر بھنڈاکر ایم اے کا مضمون) اور یہ ہر طرح سے ثابت ہے کہ قدیم زمانہ میں ریاست الور کی سرزمین سب کی سب گوجروں کے زیر کاشت تھی، اور ایسا ہی پنجاب کے قدیم ٹیلے اور جدید آبادیاں گوجروں کے نام پر مشہور ہیں، اضلاع پنجاب دیوپی میں گوجروں کا زیادہ تر ذریعہ معاش زراعت ہے، گورنمنٹ کی کوئی نئی آبادی پنجاب میں ایسی نہیں ہے جہاں گوجروں کا عنصر موجود نہ ہو کل کی بات ہے کہ نواب محمود خان گوجر کٹھانہ نے ڈیرہ غازی خان اور مظفر گڑھ کے غیر آباد جنگلوں کو نہروں اور کنوؤں سے آباد کیا جس کا تذکرہ اب تک ان اضلاع کے جغرافیوں میں ہو رہا ہے، انتظامِ آبادی و کاشت تو گوجروں کا خاصۂ طبیعی ہے موجودہ زمانہ میں تو گوجر کاشتکاری اور فنِ زراعت میں سب قوموں سے سبقت لے گئے ہیں، خصوصاً باغات کے لگانے میں ان کی مہارت مسلم ہے اور نہروں اور تالابوں کی تعمیر میں ان کی شہرت کا تذکرہ بالعموم تاریخوں میں پایا جاتا ہے، پہاڑوں کی ڈھلوانوں میں چھوٹے چھوٹے کھیت بنا کر کاشت کرنا گوجروں کی ایجاد ہے۔

Marfat.com

فصل چہاردہم:

گوجروں کی تجارت

تاریخوں سے ابتدائی زمانہ میں گوجروں کے بعض گروہوں کا تجارت پیشہ ہونا ثابت ہوتا ہے، مگر بہت ہی کم کسی زمانہ میں ان کے بعض گروہ کشتیوں کے ذریعہ زنجبار، عرب، ہرمز، وغیرہ مختلف ملکوں میں جا کر تجارت کرتے تھے، اب بھی ایک گروہ سندھ کا جو درحقیقت گوجر ہیں، مگر اب وہ اپنے آپ کو گوجر نہیں کہتے، روس اور ایران میں ہر قسم کی دکانیں رکھتے ہیں، اس زمانہ میں گوجروں کا شریمال خاندان خاص طور پر تجارت کرتا ہے، عام طور پر اس قوم میں یہ بہت کمی ہے کہ تجارت سے بے بہرہ ہیں، اگر کسی کسی جگہ کے مثلاً ضلع گجرات و جہلم کے بعض اشخاص انگلینڈ، امریکہ و افریقہ جا کر تجارت کرتے ہیں، تو وہ اس قدر قلیل ہیں کہ نہ ہونے کے برابر ہیں اس میں مسلمان، سکھ، ہندو، گوجر سب برابر ہیں۔

Marfat.com

فصل پانزدہم:

گوجر کہاں کہاں آباد ہیں

اس زمانہ میں کثیر التعداد گوجر ہندوستان کے شمال مغربی حصہ میں سندھ سے گنگا تک اور کوہستان ہزارہ سے گجرات تک پھیلے ہوئے ہیں، بنگال بھی کسی زمانہ میں گوجروں کا مرکز تھا مگر اب وہ دوسری ذاتوں میں تبدیل ہو گئے ہیں، دریائے گنگا اور جمنا کے کناروں کے ساتھ ساتھ اور ضلع سہارنپور میں جو کسی زمانہ میں گجرات کے نام سے موسوم تھا، گوجروں کی تعداد زیادہ ہے، جانبِ مشرق علاقہ بندھیل کھنڈ کی ایک چھوٹی سی ریاست سمتھر میں اور گوالیار کے ایک شمالی ضلع میں جسے آج تک گوجر گڑھ کہتے ہیں، گوجر کافی تعداد میں آباد ہیں، ریاست رام پور اور بندھیل کھنڈ میں گوجروں کی بہت تعداد ہے، ہندو اور مسلمان دونوں قسم کے گوجر پائے جاتے ہیں، خاص رام پور میں ایک بہت بڑا محلّہ گوجروں کا ہے جس کو گوجر ٹولہ کہتے ہیں۔

مشرقی راجپوتانہ میں ان کے چھوٹے چھوٹے گروہ وسیع علاقہ میں پھیلے ہوئے ہیں، مگر ریاستہائے غربیہ اور گجرات کی طرف آبادی کا زیادہ حصہ اقوام گوجر کا ہے، دہلی سے جانب جنوب راجگان دیواڑی گوجر ہیں، پنجاب کے جنوب میں ان کی آبادی تھوڑی ہے مگر شمالی اضلاع پنجاب میں ان کی تعداد زیادہ ہے اور وہاں کئی اضلاع انہی کے نام سے موسوم کئے جاتے ہیں مثلاً دوآبہ رچنا میں گوجرانوالہ، دوآبہ چج میں گجرات اور دوآبہ سندھ ساگر میں گوجر خان، ضلع جہلم اور علاقہ حسن ابدال میں نیز ہزارہ میں تمام ضلع میں ان کی آبادی کثرت سے ہے، پشاور سے سوات نبیر تک ان کی مسلسل وغیر مسلسل آبادی چلی جاتی ہے، ہزارہ کا تو نام ہی آئین اکبری میں ہزارہ گوجر ہے، ضلع ہزارہ کے تمام پہاڑوں میں اور کشمیر

Marfat.com

اور پونچھ کے پہاڑوں میں گوجر آباد ہیں، چترال کی وادی شیشی کوہ اور پشگال میں ان کی آبادی کافی ہے، گجرات کاٹھیاوار تو گوجروں کا مدت مدید سے مرکز ہے۔ (اگرچہ اس وقت اپنی ذات انہوں نے تبدیل کر لی ہے)۔

گوجر تمام سمندر کے کنارے دور تک آباد تھے، یہاں تک کہ بیروت سے محاذی سمندر کا کنارہ چیچی قوم گوجر کا مستقر تھا اور اب یہ قوم کئی اور قوموں میں مدغم ہوگئی ہے، وادی شیشی کوہ اور شغال میں گوجروں کے گروہ در گروہ موجود ہیں، ریاست ابنہ اور چترال میں بھی گوجر پائے جاتے ہیں، کشمیر اور گوالیار تو گوجروں کا گھر ہے، ٹیکسلا کے اردگرد ٹیری شاہان کے قرب و جوار میں گوجر ایک غالب قبیلہ ہے، سندھ کے پرگنوں چلاس اور پلاس میں اور دریا کے مغربی ملحقہ علاقوں میں ان کی تعداد خاصی ہے، ہندوکش کے جنوبی علاقہ کا نام ہے کوجل کیونکہ گوجر وہاں کثرت سے آباد ہیں، بنگال میں بھی ابتداً ایک بڑی جماعت گوجر مہاجرین کی جا کر آباد ہوئی تھی اور اس میں شک نہیں ہے کہ بنگال میں گوران کے نام کو تازہ کرتا ہے۔

وسط ایشیا خوارزم آذربائیجان تو ان کا وصل وطن ہے اور کسی اور جگہ ہم نے بیان کیا ہے کہ دریائے ہلمند کے کنارہ پر گورجستان، گوجر خاشی، دو مشہور مقام ہیں، گوجر خاشی سیستان کی سڑک پر واقع ہے اور گورجستان تاریخی مقام ہے، جس کی دس ہزار برس کی تاریخ ہے اور کابل کے علاقہ میں گرجانی ایک گاؤں ہے جس میں کبھی گوجر آباد تھے، دوسرے ممالک روس، چین، ترکستان، ایران، تبت، گلگت، مصر وغیرہ میں گوجر آباد ہیں۔ بحیرۂ خزر تو اب تک خزر (گوجر) کے نام پر مشہور ہے، گوجر آبادی کی فہرستوں سے ان کی تعداد بالتفصیل معلوم ہو سکتی ہے۔

❁❁❁

Marfat.com

فصل شانزدہم:

گوجر قوم کی آبادی

اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ جب کوئی قوم کسی مقصد کے لئے انتقال مکانی یا ہجرت کرتی ہے یا دوسرے ملک پر حملہ آور ہوتی ہے، تو اس کا ایک حصہ اصلی مقام میں مقیم رہتا ہے ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ گوجر وسط ایشیا سے آئے اس لئے وسط ایشیا میں اب تک یہ قوم موجود ہے، دریائے ہلمند پر دو علاقے گرجستان اور گوجر خاشی موجود ہیں اور غزنی کے پاس بھی گوجروں کے ایک گاؤں گرجستان کا پتہ ملتا ہے، گوجر خیل ایک قوم بھی سرحدی ممالک میں پائی جاتی ہے، یہ بھی اصول تمدن ہے کہ جہاں کسی قوم کا مرکز ہوتا ہے، اس کے اطراف میں وہ قوم کم و بیش پھیل جاتی ہے۔ اس لئے ہمارا یہ نظریہ کہ چین، روس اور دیگر ملحقہ علاقوں میں بھی گوجر موجود ہیں، ہر طرح سے صحیح ہے جیسا کہ ہم نے روس اور چین اور دیگر ممالک کے گوجر کے تبدیل شدہ ناموں کوسا، قاذر، خزر وغیرہ کا ذکر کیا ہے، ایسا ہی ترکستان کابل میں بھی یہ قوم پائی جاتی ہے، ممکن ہے کہ انہوں نے باتباع دوسری قوم کے اس زمانہ میں اپنا حسب ونسب تبدیل کر دیا ہو مگر اس میں شک نہیں ہے کہ ایک قوم گوجر خیل اب تک موجود ہے، ہم ان لوگوں سے ملاقاتی ہوئے ہیں، جیسا کہ کاغان اور کشمیر میں پونچھ کے گوجروں کی ملاقات کا ہمیں فخر حاصل ہے، ایسا ہی گوجر خیل کے لوگوں سے مل کر ہمیں خوشی حاصل ہوئی ہے۔

خوارزم، سپین، آذربائیجان، سیستان، ترکستان وغیرہ وغیرہ میں، گوجر جرگوں کا مقام رہا ہے اور اب بھی ہے۔

ساحل عرب پر گوجر قوم کا مسلط ہونا تو بہت پہلے سے معلوم تھا، ہمارے لئے قومی تحقیقات کا میدان بہت وسیع ہے، گورجستان کی ہزاروں سال کی تاریخ

Marfat.com

ہے اگر جنگ کابل نہ چھڑ جاتی تو اس کے حاصل کرنے میں ہم کامیاب ہو جاتے۔اس نظریہ کو بھولنا نہ چاہیے کہ گوجر ترک ہیں، اس سے گوجر قوم کی قیامگاہ کا پتہ آسانی سے مل سکتا ہے اور نیز گوجر گوتوں سے ان کے مستقر اور گذشتہ حال کی اطلاع مل جاتی ہے، یہ خیال گورجستان سے لے کر سنٹرل انڈیا تک ہماری رہنمائی کرتا ہے بلکہ سمندر کے ساحل تک۔

بعض مؤرخین نے قوم بروئی اور ہزارہ کو بھی گوجر لکھا ہے، ہم نے مشہور گوتوں کی تفصیل کسی اور جگہ درج کی ہے، یہ ایک حقیقت ہے کہ وسط ایشیا سے لے کر پنجاب اور سنٹرل انڈیا اور اس سے آگے سمندر کے ساحل تک کم و بیش اس قوم کی آبادی ثابت ہے، بعض بعض علاقوں میں یہ قوم دوسری قوموں میں مل جل گئی ہے یا اس نے کوئی دوسرا گوت اختیار کرلیا ہے، چوہان، پرمار، پیرتہار، سولنگی، تمر، گھلوٹ بلاشک وشبہ گوجر ہیں لیکن اپنے آپ کو راجپوت لکھواتے ہیں۔

گوندل اور اس کی تمام شاخیں چوہان ہیں وہ جاٹوں میں شامل ہو گئے ہیں۔

گجرات کاٹھیاوار میں جہاں گوجر قوم کی سلطنت تھی، لاکھوں کی تعداد میں گوجر آباد تھے، لیکن اب ان کی تعداد بہت ہی کم ہو گئی ہے کچھ تو بوجہ قحط شمال کی طرف ہجرت کر گئے ہیں اور بعض افراد نے دوسرے پیشے زرگری، معماری وغیرہ کے اختیار کر لئے، ان کی ذات اسی پیشہ سے مشہور ہو گئی، یہاں تک کہ یہ لوگ گوجر کے لفظ کو بھی بھول گئے ورنہ اس قدر وسیع ملک جس کا نام گوجر کی سلطنت کی وجہ سے گجرات ہو گیا تھا گوجر کی کثرت سے کیوں خالی نظر آتا۔

ہمارے بعض ہم قوم بھائی اس وجہ سے کہ گوجر قوم کی عظمت و شوکت سے واقف نہیں ہیں یا اس خیال سے کہ بعض گزیٹیر کے لکھنے والوں نے گوجر قوم کی نسبت اچھے الفاظ نہیں لکھے یا یہ کہ شہروں میں رہنے والے گوجر شیر فروش ہیں، گوجر قوم سے متنفر ہو گئے اور کہنے لگے کہ دراصل ہم راجپوت تھے اس ضلع میں

Marfat.com

آ کر گوجروں کی رشتہ داری کی وجہ سے گوجروں میں شمار ہونے لگے ہیں، اب یہ اپنے آپ کو مردم شماری میں گوجر نہیں لکھواتے ان کو نہایت غور سے تاریخ پڑھنی چاہیے وہ گوجر رہ کر بھی راجپوت ہو سکتے ہیں کیونکہ اس تاریخ نے ثابت کر دیا ہے کہ گوجر شاہی قوم ہے اور راجپوت اور وہ (گوجر فی الجملہ) ایک ہی ہیں اور ان میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے، اور نیز ان کو ہم باادب سمجھاتے ہیں کہ بعض شہروں میں راجپوت اور کشتری بھی شیر فروش ہیں جب یہ صورت ہے تو پھر وہ کس قوم میں شامل ہوں گے جس قوم میں شامل ہوں گے وہاں یہی مشکل موجود ہے۔

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

یہ کس طرح ممکن ہے کہ خاندان کا کوئی فرد بھی ادنیٰ پیشہ اختیار نہ کرے اس زمانہ میں بادشاہ بھی اپنے خاندان کے ہر فرد کے لئے معززانہ معاش کا انتظام نہیں کر سکتے، پس ان کے لئے یہی بہتر ہے کہ ان کے باپ دادا نے جو گوت دفتر سرکاری میں لکھایا ہے اس کو برقرار رکھیں، اب وہ اس ورطہ سے کس طرح نکل سکتے ہیں جب کہ گوجروں کے ساتھ ان کی رشتہ داری بھی کئی پشتوں سے چلی آتی ہے، نہ سرکاری دفتر دھویا جا سکتا ہے اور نہ اپنے رشتہ داروں ہی سے قطع تعلق کیا جا سکتا ہے۔ ہمارے خیال میں شیر فروشی کو حقیر اور روغن فروشی کو معزز کا روبار سمجھنا، کسی معقول وجہ پر مبنی نہیں ہے، آپ نے نہیں سنا کہ مہذب ملکوں میں بڑے بڑے خاندان دودھ بیچا کرتے ہیں، ابھی ابھی ہم ذکر کر آئے ہیں کہ بڑے بڑے شہروں میں دوسرے لوگ بھی دودھ بیچا کرتے ہیں، اگر ہماری قوم کی کوئی جماعت کوئی ادنیٰ پیشہ اختیار کرے تو اس کا علاج یہ ہے کہ ہم اس کی اصلاح کریں نہ یہ کہ خود اس قوم سے نکل جائیں، آپ سب قوموں کو دیکھیں کیا کوئی ایسی قوم ہے جس کے افراد سب کے سب نیک کردار ہوں اور سب کے سب معزز پیشہ رکھتے

Marfat.com

ہوں، تجارت آزاد ہے، انسان ہر ایک مناسب اور جائز پیشہ اختیار کر سکتا ہے، اس کے لئے آزادی ہے، البتہ ناجائز پیشے چوری، غارت گری باعثِ ننگ و عار ہیں، عربی کی ایک مثل ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کا رتبہ اس کے ذاتی اخلاق سے ہے، نہ کہ اس کے پیشے سے اگر ایک شخص جوہر فروش ہے مگر اس کے اعمال اچھے نہیں تو ایسا شخص ننگ خاندان ہے، اگر ایک مزدور نادار ہے مگر اس کے اخلاق بے عیب ہیں تو وہ فخر قوم ہے، حدیث نبوی میں آیا ہے۔

لاماتونی بانسابکلم واتونی باعمالکمo

ترجمہ: میں تمہارے باپ دادا کی اعلیٰ نسبی کو نہیں سننا چاہتا بلکہ تمہارے اعمالِ صالحہ کو دیکھنا چاہتا ہوں۔

عربی کا شعر ہے۔

بِجَدٍّلَا بِجَدٍّ کُلُّ مَجُدٍ

وَمَا جَدٌّبِ لَّا مَجُدِبِجَدٍّ

ترجمہ: ہر طرح کی بزرگی کوشش سے حاصل ہوتی ہے، نہ اس وجہ سے کہ اس کے باپ دادا بزرگ تھے، اور نہ کوئی دادا بزرگی کے بغیر دادا بننے کے قابل ہے یعنی جس شخص میں بزرگی نہیں ہے وہ آئندہ نسلون کا جد بزرگوار کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔

از قوم خویش قطع تعلق چرا کنی

ایں قوم تو ہمان کہ ترا سرفراز کرد

اس تمہید کے بعد جو بہت ضروری تھی ہم پنجاب کی مردم شماری 1921ء کا نقشہ پیش کرتے ہیں۔ باوجود ان حالات کے جو ہم نے تمہید میں ظاہر کئے ہیں گوجروں کی مردم شماری کے اعداد تسلی بخش ہیں۔ اگر ہم ان اقوام کو بھی شامل کریں جو فی الحقیقت گوجر قوم کا سرمایہ ناز ہیں مگر دوسری قوموں میں مدغم ہو گئے ہیں تو قوم گوجر کی مردم شماری پچاس لاکھ تک شمار ہو سکتی ہے۔

Marfat.com

نقشہ نمبر اول تعداد گوجراں بموجب مردم شماری 1921ء صوبہ پنجاب

نمبر شمار	نام ضلع	ہندو		مسلمان		سکھ		میزان		
		مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	کل میزان
1	حصار	4184	2846	2060	1727	-	-	6244	4573	10817
2	رہتک	3067	2255	1394	1070	1	-	4464	3325	7789
3	گوڑگاؤں	19124	15388	364	274	-	-	19488	15662	35150
4	کرنال	13407	9990	4324	3539	1	-	17732	13537	31269
5	انبالہ	11708	9028	12325	10320	123	114	24156	19462	43618
6	شملہ	26	4	275	24	-	-	301	28	329
میزان	قسمت انبالہ	51516	29519	20744	16954	125	114	72385	56587	128972
7	کانگرہ	586	542	4553	3913	1	-	5140	4455	9595

Marfat.com

8	ہوشیار پور	12952	11818	30256	27053	808	659	44016	39530	83546
9	جالندھر	325	59	10232	7938	7	-	10564	7997	18561
10	لودھیانہ	454	77	15126	11890	8	4	15588	11971	27559
11	فیروز پور	617	148	6953	5467	5	1	7575	5616	13191
میزان	قسمت جالندھر	14934	12644	67120	56261	829	664	82883	69569	152452
12	لاہور	600	130	4956	3682	4	-	5560	3812	9372
13	امرتسر	60	14	2411	1653	16	-	2487	1667	4154
14	گورداسپور	21	8	27654	22691	4	-	27689	22699	50388
15	سیالکوٹ	26	35	5462	3489	-	-	5488	3524	9012
16	گوجرانوالہ	84	48	2477	1070	-	-	2561	1118	3679
17	شیخوپورہ	301	11	953	434	6	-	1260	445	1705
میزان	قسمت لاہور	1102	246	43913	33019	20	-	45045	33265	78310

Marfat.com

18	گجرات	141	26	56756	53553	-	-	56897	53579	110476
19	شاہ پور	128	-	1985	1055	4	3	2117	1058	3175
20	جہلم	17	65	10410	9399	-	-	10427	9464	19891
21	راولپنڈی	131	20	13566	11051	-	-	13697	11071	24768
22	اٹک	3	-	6268	5353	-	-	6271	5353	11624
23	میانوالی	23	-	19	5	-	-	42	5	47
میزان	قسمت راولپنڈی	443	111	89004	80416	4	3	89451	80530	169981
24	منٹگمری	268	67	1436	929	-	-	1704	996	2700
25	لائل پور	456	35	6780	4969	1	2	7237	5006	12243
26	جھنگ	8	4	310	331	-	-	318	235	553
27	ملتان	142	124	610	427	-	-	752	551	1303
28	مظفر گڑھ	8	9	83	102	-	-	91	111	202

Marfat.com

29	ڈیرہ غازیخاں	-	-	195	178	-	-	195	178	373
میزان	قسمت ملتان	882	239	9414	6836	1	2	10297	7077	17374
کل میزان	جملہ قسمتہائے پنجاب	68877	52759	230195	193486	989	783	300061	247028	547089

Marfat.com

وہ ریاستیں جن کا تعلق حکومتِ پنجاب سے ہے

نمبر شمار	نام ریاست	ہندو		مسلمان		سکھ		میزان		
		مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	کل میزان
1	دوجانہ	29	21	-	-	-	-	29	21	50
2	پٹودی	5	2	-	-	-	-	5	3	7
3	کلیسہ	1450	1140	1601	1586	3	3	3062	2729	5791
4	لوہارو	50	18	-	-	-	-	50	18	68
5	ناہن	650	458	781	665	-	-	1439	1123	2562
6	بلاسپور	1766	1524	138	11	2	-	1906	1535	3441
7	منڈی	689	707	387	349	-	-	1076	1056	2132
8	سکیت	76	63	24	19	-	-	100	82	182

Marfat.com

9	کپورتھلہ	24	13	2444	2716	70	51	3538	2780	6318
10	مالیرکوٹلہ	56	-	1384	989	-	-	1440	989	2429
11	فریدکوٹ	117	21	545	438	-	-	662	459	1121
12	چنبہ	-	-	1227	1348	-	-	1327	1348	2675
13	پٹیالہ	10200	7839	9578	7273	192	83	19970	15195	35165
14	جنید	883	636	290	204	4	-	1177	840	2017
15	نابھ	1914	1623	1703	1344	12	8	3629	2975	6604
16	بہاولپور	23	11	492	393	-	-	515	404	919
میزان جملہ	ریاستہائے پنجاب	17948	14076	21694	17335	283	145	39925	31556	71481
میزان کل	صوبہ پنجاب	86825	66835	251889	210821	1272	928	339986	278584	618570

Marfat.com

اس نقشہ سے ثابت ہوتا ہے کہ پنجاب میں گوجروں کی تعداد 618570 ہے۔ ہم نے دوسرے صوبوں کے نقشے بھی بہ تفصیل ضلع و ریاست منگوائے تھے، مگر ان کی اندرونی میزان میں مطابقت نہیں تھی، اس لئے ان کو ہم اس تاریخ میں جگہ نہیں دے سکتے تھے ہم شکریہ ادا کرتے ہیں کہ ہمارے مکرم مہربان خان صاحب سردار احمد حسن خان صاحب، بہادر ایم اے سپرنڈنٹ مردم شماری صوبہ پنجاب نے از راہ مہربانی ہم کو مجملاً صوبہ وار اعداد اپنی نگرانی میں نہایت صحت سے مرتب کرا کے ارسال کئے ہیں۔

نقشہ نمبر دوم مردم شماری ہند 1921ء

آبادی قوم گوجر صوبہ وار و مرد و عورت وار سال 1921ء

نمبر شمار	نام صوبہ	اشخاص	مرد	عورت
۱	صوبہ جات متوسط و برابر	۵۴۶۸۷	۲۸۸۶۰	۲۵۸۲۷
۲	شمال مغربی سرحدی صوبہ	۸۵۵۹۰	۴۷۴۷۵	۳۸۱۱۵
۳	پنجاب بمعہ دہلی	۶۴۰۹۶۹	۳۵۲۴۲۷	۲۸۸۵۴۲
۴	صوبہ جات متحدہ	۳۳۷۳۹۱	۱۸۹۵۵۱	۱۴۷۸۴۰
۵	وسط ہند ایجنسی بمع ریاست گوالیار	۱۸۲۶۹۹	۹۹۲۲۹	۸۲۴۷۰
۶	ریاست کشمیر	۳۶۲۱۰۷	۱۹۱۰۰۴	۱۷۱۱۰۳
۷	راجپوتانہ ایجنسی بمعہ اجمیر مارواڑا	۵۱۶۰۴۲	۲۸۰۹۴۳	۲۳۵۰۹۹
	کل میزان	۲۱۷۹۴۸۵	۱۱۸۹۴۸۹	۹۸۹۹۹۶

اس نقشہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کل ہندوستان کے گوجروں کی تعداد ۲۱۷۹۴۸۵ ہے۔ اس امر کا ظاہر کرنا ضروری ہے کہ نقشہ مفصل میں صوبہ پنجاب کی تعداد ۶۱۸۵۷۰ ہے اور سردار صاحب کے نقشہ میں تعداد ۶۴۰۹۶۹ ہے۔ ان

Marfat.com

دونوں نقشوں میں ۲۲۳۹۹ کا فرق ہے۔ وجہ فرق یہ ہے کہ مفصل نقشہ صوبہ پنجاب میں دہلی کا حلقہ شامل نہیں ہے اور سردار صاحب موصوف کے نقشہ میں دہلی کا حلقہ شامل ہے، چنانچہ ہر دو نقشوں کے مقابلہ سے یہ امر ظاہر ہوسکتا ہے، اس کے علاوہ جو سب سے بڑھ کر قیمتی اطلاع سردار صاحب بہادر نے ہم کو ارسال کی ہے، اس میں مذہب وار گوجروں کی تعداد درج ہے، ملاحظہ ہو نقشہ نمبر سوئم۔

تمام ہندوستان کی آبادی قوم گوجر مذہب وار بموجب کاغذات مردم شماری 1921ء

نمبر شمار	مذہب	اشخاص	مرد	عورت
۱	ہندو	۱۱۹۴۲۱۰	۶۵۹۴۰۰	۵۳۴۸۱۰
۲	آریہ	۲۹	۱۷	۱۲
۳	سکھ	۲۷۸۰	۱۵۸۳	۱۱۹۷
۴	مسلم	۹۸۲۴۶۵	۵۲۸۴۸۸	۴۵۳۹۷۷
۵	اشخاص جن کا نام مذہب گوجر درج ہوا	۱	۱	۱
	میزان کل	۲۱۷۹۴۸۵	۱۱۸۹۴۸۹	۹۸۹۹۹۶

اس نقشہ میں چینی اور عیسائی، دہریہ اور آتش پرست کا اندراج نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ چینی مذہب کے لوگوں نے ہندو مذہب لکھایا اور عیسائی گوجروں نے اپنی ذات اُڑادی ہے، ایسا ہی دہریہ نے، حالانکہ ہم بالیقین جانتے ہیں کہ گوجروں کی بڑی تعداد ان مذاہب میں شامل ہے، ان کو ہم بذاتِ خود جانتے ہیں، لیکن ہمیں ایسی دقیق تحقیقات کی ضرورت نہیں ہے قارئین کے لئے اسی قدر اجمالی علم کافی ہے۔

Marfat.com

ریاست سواد نبیر کی مردم شماری باقاعدہ طریق پر نہیں ہوتی، مگر ایک ذریعہ سے جو صحت کے قریب ہے۔ اکسٹھ ہزار ہے ممکن ہے اس میں کوئی اور علاقہ بھی شامل ہو۔

ہر صورت میں ہندوستان میں گوجروں کی تعداد بائیس لاکھ کے قریب ہے جس کا اندراج قوم نے خود کرایا ہے، اگر یہ قوم منظّم ہو جائے، تو بہت کچھ اپنے مطالبات گورنمنٹ سے حاصل کر سکتی ہے۔

ہماری تاریخ کے لکھنے تک مردم شماری 1931ء کے نقشے مرتب نہیں ہوئے، البتہ دو نقشے پنجاب کے موصول ہوئے ہیں جن کو درج کیا جاتا ہے۔ اگر دوسرے نقشے وقت پر مل گئے تو ان کو بطور تتمہ درج کیا جائے گا۔

Marfat.com

نقشہ بابت مردم شماری و تعلیم اقوام گوجر اور جاٹ باتہ ضلع گجرات دیگر اضلاع پنجاب

ماسوائے گجرات اور ریاست ہائے پنجاب (بابت مردم شماری سال 1931ء و 1921ء)

تفصیل	مذہب		گوجر						جٹ					
			کل مردم شماری			تعداد خواندہ اشخاص			کل مردم شماری			تعداد خواندہ اشخاص		
			مرد	عورت	میزان	مرد	عورت	میزان	مرد	عورت	میزان	مرد	عورت	میزان
گجرات پنجاب	کل مذہب	1931ء	63932	55006	118938	2267	64	2331	135087	110910	245997	3812	211	4023
		1921ء	56897	53579	110476	-	-	-	124300	101339	225639	-	-	-
	ہندو	1931ء	276	73	349	18	-	18	1310	989	2299	65	5	70
		1921ء	141	26	167	-	-	-	1385	1058	2443	-	-	-
	سکھ	1931ء	4	1	5	-	-	-	1459	1263	2722	149	35	184
		1921ء	-	-	-	-	-	-	1495	1244	2739	-	-	-

Marfat.com

تفصیل	مذہب		گوجر						جٹ					
			کل مردم شماری			تعداد خواندہ اشخاص			کل مردم شماری			تعداد خواندہ اشخاص		
			مرد	عورت	میزان	مرد	عورت	میزان	مرد	عورت	میزان	مرد	عورت	میزان
دیگر اضلاع پنجاب بماسوائے گجرات	عیسائی	1931ء	-	-	-	-	-	-	13	8	21	-	-	-
		1921ء	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
گجرات پنجاب	مسلم	1931ء	63652	54932	118584	2249	64	2313	132206	108594	240800	3576	158	3734
		1921ء	56756	53553	110309	-	-	-	121420	99037	220457	-	-	-
	عیسائی	1931ء	-	-	-	-	-	-	99	56	155	22	13	35
		1921ء	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
	کل مذاہب	1931ء	269648	219491	489139	7817	610	8427	2551248	2054141	4605389	122189	12723	134912
		1921ء	243164	193449	436613	-	-	-	2346959	1838531	4185490	-	-	-
	ہندو	1931ء	73732	56017	129749	1356	78	1434	425938	344309	770247	14757	728	15485
		1921ء	68736	52733	121469	-	-	-	466487	365194	831681	-	-	-

Marfat.com

تفصیل	مذہب		گوجر						جٹ					
			کل مردم شماری			تعداد خواندہ اشخاص			کل مردم شماری			تعداد خواندہ اشخاص		
			مرد	عورت	میزان	مرد	عورت	میزان	مرد	عورت	میزان	مرد	عورت	میزان
دیگر اضلاع پنجاب ماسوائے گجرات	سکھ	1931ء	1860	1488	3348	50	3	53	873967	662343	1536310	70940	8926	79866
		1921ء	989	783	1772	-	-	-	742534	537105	1279639	-	-	-
	جین	1931ء	-	-	-	-	-	-	73	57	130	3	-	3
		1921ء	-	-	-	-	-	-	22	5	27	-	-	-
	مسلم	1931ء	194048	161984	356032	6409	529	6938	1250803	1047162	2297965	36421	3043	39464
		1921ء	173439	139933	313372	-	-	-	1137916	936227	2074143	-	-	-
	عیسائی	1931ء	8	2	10	2	-	2	467	270	737	68	26	94
		1921ء	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
	کل مذاہب	1931ء	48792	39573	88365	415	16	431	681344	537302	1218646	24878	2295	27173
		1921ء	44813	36026	80839	-	-	-	596512	455762	1052274	-	-	-

Marfat.com

ریاستہائے پنجاب										تفصیل
عیسائی		مسلم		جین		سکھ		ہندو		مذہب
1921ء	1931ء	1921ء	1931ء	1921ء	1931ء	1921ء	1931ء	1921ء	1931ء	
-	-	23500	25885	-	-	591	707	20722	22200	مرد
-	-	18921	20846	-	-	414	586	16691	18141	عورت
-	-	42421	46731	-	-	1005	1293	37413	40341	میزان
-	-	-	245	-	-	-	30	-	140	مرد
-	-	-	13	-	-	-	1	-	2	عورت
-	-	-	258	-	-	-	31	-	142	میزان
-	-	160589	221619	-	-	312465	339262	123232	120103	مرد
-	-	128936	181011	-	-	228613	256304	98019	99660	عورت
-	-	289525	402630	-	-	541078	595566	221251	219763	میزان
-	-	-	4058	-	-	-	19521	-	1299	مرد
-	-	-	130	-	-	-	2104	-	61	عورت
-	-	-	4188	-	-	-	21625	-	1360	میزان

Marfat.com

نقشہ متضمن کل آبادی و تعداد خواندہ اشخاص بابت قوم گوجر و جٹ
مطابق نقشہ نمبر 9 سال 1921ء

قوم	جائے وقوع (اضلاع و ریاست ہائے جہاں بکثرت پائے جاتے ہیں)	میزان کل: مرد	میزان کل: عورت	میزان کل: میزان	خواندہ: مرد	خواندہ: عورت	خواندہ: میزان	کیفیت
گوجر (ہندو)	الف[1]، ب، ج	88824	69135	157959	1076	48	1124	
گوجر[2] (مسلمان)	الف، ب، ج، دد	253424	212252	465676	5331	212	5543	
جاٹ (ہندو)	الف، ب، ج	578674	456731	1035405	12746	462	13208	
جاٹ (سکھ)	الف، ج، د	1056297	766584	1822881	57474	4299	61773	
جاٹ (مسلمان)	الف، ج، د	1418775	1163720	2582495	27299	2052	29351	

Marfat.com

۱ الف سے مراد شرقی پنجاب بشمول قسمت انبالہ ماسوائے ضلع شملہ ریاستہائے لوہارو، دوجانہ، پاٹودی، کلسیہ، سرمور۔
ب سے مراد وسط پنجاب پہاڑی علاقہ بشمول اضلاع شملہ اور کانگڑہ، شملہ کی پہاڑی ریاستیں دریاستہائے بلاسپور، منڈی سکیت، چنبہ۔
ج سے مراد وسط پنجاب میدانی علاقہ بشمول قسمت جالندھر ماسوائے ضلع کانگڑہ قسمت لاہور، اضلاع گجرات، لائل پور، جھنگ ریاستہائے پھولکیاں، کپورتھلہ، فریدکوٹ، مالیر کوٹلہ۔
د سے مراد غربی پنجاب بشمول باقی اضلاع قسمت ہائے راولپنڈی، ملتان اور ریاست بھاولپور۔ (مؤلف)

۲ گوجر مسلمان کی کل آبادی جو اس نقشہ میں دکھلائی گئی ہے۔ وہ سابقہ نقشہ کے مقابلہ میں بقدر 426 کم ہے۔ جس کی وجہ مردم شماری کے نقشہ نمبر 9، 1921ء میں درج ہے۔ دیگر متفرق اعداد اس نقشہ میں شامل نہیں ہو سکے۔

Marfat.com

باب سوم:

قبائل گوجر و راجپوت و جاٹ

فصل اول

مقابلہ اقوامِ گوجر و راجپوت و جاٹ

ہماری تاریخ کا یہ اہم باب ہے جس میں ہمیں جاٹ گوجر اور راجپوتوں کے گوتوں کو جمع کرنا اور ان کی بیان کردہ حسبی و نسبی روایتوں کا باہم مقابلہ کرنا ہے، ساتھ ہی ساتھ ان کے تعلقات کو بھی دیکھنا ہے اور حروف کے تغیر و تبدل کی نسبت بحث کرنا ہے، راجپوتوں اور جاٹوں اور گوجروں کے گوتوں کے لئے ہم کو بہت محنت کرنی پڑی، اور جہاں تک ممکن تھا سرکاری اور پرائیویٹ کتب خانوں کی کتابوں کے اوراق الٹے اور کچھ مقامی مراسیوں سے اطلاع حاصل کی قوم کے گوتوں کا اس قدر وسیع سلسلہ ہے کہ تمام گوتوں کو جمع کرنے کے لئے بڑا زمانہ چاہیے، ہر ہر ضلع و علاقہ میں برسوں دورہ کر کے یہ ذخیرہ معلومات جمع ہو سکتا ہے، تحقیقات سے ثابت ہے کہ گوجر جاٹ اور راجپوت فی الجملہ ایک ہیں، ہم نے گوتوں کو جس قدر جمع کیا ہے وہ ہمارے دعویٰ کے ثبوت کے لئے کافی ہیں، پہلے ہم گوجروں کے گوتوں کو لکھیں گے اور جو کچھ حسب و نسب کے بارہ میں ان کے دعا دی ہیں یا لوگوں میں مشہور ہیں ان کی تشریح کریں گے اور جہاں جہاں ضرورت ہو گی مورخین کی رایوں کو بھی نقل کریں گے کیونکہ اس سے نہایت دلچسپ نتائج نکلتے ہیں، ہم نے سہولت کے لئے بعض گوتوں کو جو دراصل ایک ہی ہیں، مختلف حرفی شکلوں میں لکھا ہے تا کہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ اس گوت کے مختلف تلفظ کیا کیا ہیں مثلاً گھیلہ ایک گوت ہے اس کو کھیلہ، واگھیلہ، باگھیلہ،

Marfat.com

گھیل، مختلف صورتوں سے لکھا جاتا ہے، چھاوڑی گوت کو چھاوڑی، جاوری، جاورہ، جارا، اور گھلوٹ کو گرہلوٹ، پھلوٹ، پلوٹ، بلوٹ، گھٹ کی صورتوں میں تحریر کیا جاتا ہے، بعض گوت ایسے بھی ہیں جن کو ہم نے درج تو کیا ہے لیکن ان کا دعویٰ کہ وہ کس خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، معلوم نہیں ہوا اس کے بعد جاٹوں کے گوت جمع کئے ہیں اور ان کے سامنے ان کے نسبی و عادی لکھدیئے ہیں۔ اس کے بعد راجپوتوں کے گوت لکھے ہیں۔ یہ ایسی ترتیب ہے کہ ہر صاحب بصیرت خود بخود موازنہ کرسکتا ہے، دلائل ہم نے کچھ تاریخوں اور کچھ کتبوں سے اور کچھ روایات متواترہ سے اخذ کئے ہیں، تحقیقات سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ایک ہی گوت کے اشخاص ایک ضلع میں اپنا نسب کچھ بتاتے ہیں اور دوسرے ضلع میں کچھ۔ تاہم اس کی تطبیق کے لئے جہاں تک ممکن ہوا صحیح قیاس قائم کیا گیا ہے، ہم کو صحتِ الفاظ میں بہت مشکلات پیش آئیں، بڑی کوشش سے الفاظ کی صحت کی گئی تاہم ہمیں اس کا اعتراف ہے کہ ایسے الفاظ جو ہم نے پہلے کبھی نہیں سُنے بلکہ کسی کتاب سے نقل کئے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس کتاب ہی میں غلط لکھے گئے ہوں، ہمارے لئے ان کا صحیح کرنا مشکل ہے اس کے بعد ہم نے مصدقہ راجپوتوں کی چھ فہرستیں لے کر ان کا مقابلہ کیا کہ راجپوتوں کی فہرستوں میں کس کس گوت کو جگہ ملی ہے اور اس سے نتیجہ نکالا ہے کہ جو گوت اقبال کی یاوری سے اس فہرست میں نمایاں ہیں، ہندو مؤرخین کے نزدیک ان کے راجپوت ہونے میں کوئی شک نہیں ہے، خواہ وہ گوت جاٹ کا ہو، یا گوجر کا، یا اہیر کا، اس ذخیرۂ معلومات کی قدر و قیمت لوگوں کی نگاہوں میں خواہ کچھ ہی ہو، مگر بہرحال ایک قابلِ التفات چیز ہے، ہم جانتے ہیں کہ ہمارے بھائی اور خاص خاص قوموں کے تاریخ نویس اس بات پر بڑی بحث کریں گے اور ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ وہ اچھی طرح تنقید کریں اور ہر عام و خاص کو حق ہے کہ اس پر بحث کرے جب کوئی نئی بات معلوم ہوگی تو شکریہ کے ساتھ اس کتاب میں اس کو جگہ دی جائے گی اور جن امور کے بیان کرنے میں ہم

Marfat.com

نے غلطی کی ہے، ان کو درست کر دیا جائے گا، ہماری اس محنت وتحقیقات میں چند معلومات بھی علماء وفضلاء کے نزدیک صحیح ہوں تو ہم سمجھیں گے کہ اپنی محنت کا ثمرہ پالیا۔

غالباً تعلیم یافتہ اصحاب واقف ہوں گے کہ قوموں کے شجرہائے نسب مکمل نہیں ہیں اور جہاں ہمیں مکمل ملے جب ان کا مقابلہ کیا گیا تو بہت فرق نکلا، دو تین سال تو ہم نے اسی خبط میں بسر کئے کہ شجروں کو مکمل کریں کچھ مکمل بھی ہوئے مگر بوجہ اختلاف ہمارے پاس کوئی ذریعۂ ترجیح نہیں تھا کہ کس کو صحیح اور کس کو غلط کہیں، اس خبط اور فضول محنت نے ہماری صحت پر بُرا اثر ڈالا۔ آخر ''ایں دفتر بے معنیٰ غرق مے ناب اولیٰ'' کہہ کر مکمل اور نامکمل شجر سے پھینک دیئے اور تحقیقات کا دوسرا راستہ اختیار کیا، اگرچہ یہ راستہ بھی مشکل تھا مگر موصل الی المطلوب تھا، ہمیں بے انتہا خوشی ہے کہ ہم تینوں قوموں کے مشہور گوتوں کو ایک جگہ دیکھتے ہیں، خدا کرے یہ تینوں ایک ہو جائیں۔

قوم اس تاریخ میں عجیب گوتوں کے نام سنے گی اور تعجب کرے گی لیکن اس کو معلوم ہونا چاہیے کہ جو کچھ ہم نے اس باب میں جمع کیا ہے، دانہ از انبار و ذرہ از کہسار ہے، گوت روز بروز بڑھتے جاتے ہیں، اور بعض اپنا اصلی نسب بھول بھی گئے ہیں، واقعی یہ خیال درست ہے کہ جس طرح کسی بادشاہ کی سلطنت زوال پذیر ہوتی ہے اسی طرح رفتہ رفتہ اس کا نام بھی صفحہ ہستی سے مٹ جاتا ہے، خواہ کئی دفتروں میں لکھا ہو کیونکہ دفتر بھی زوال پذیر ہیں۔

بس نامور بزیر زمین دفن کردہ اند
کز ہستیش بروے زمین یک نشان نماند

اور اختلافِ انساب کی یہی وجہ ہے اور حقیقت یہ ہے کہ میں کیا؟ اس کام کو کوئی مؤرخ بھی مکمل نہیں کر سکا۔

Marfat.com

فصل دوم:

گوجروں کے چند گوت بہ ترتیب حروف تہجی

الف

اَوَانَہْ ، آوانَہ ، اَمْرانَہ ، اَہْنِی ، اَدْ ہانَہْ ، اودال ، اَمَاوَتَا ، الگَارِیْ ، اتالا ، اَمْبَکْ ، اتری ، اگْنِی گَلَ ، اسول ، اندروار ، اہار ، المیچہ ، اندوہ ، افتالی ، یافتالی ، یاپنہالی ، ابھیر ، اندانہ ، اٹھوار ، اٹکیہ ، سوار ، اَسْیَا ، اہمانہ ، اکچل ، اتلانہ ، اہی وال ، آنجنا ، امولیا ، انولہیڑا ، انتہ ، آنہ ، آبیٹ ، انندما ، ایڑی ، ایسریا ، انٹوا ، اوار ، امٹ ، اودزاومر ، امروال ، اونتا ، اوگا ، اوٹھا ، اٹھوال ، اوہر۔

ب

باہروال ، برہ ، بجیراں ، بوکن یا بھوکن ، برکٹ ، بجاڑ ، بانٹھ ، بانیاں ، ببانیاں ، باگڑی ، بڈھانہ بٹار ، بالا ، بسویۂ یابرسویہ ، یاوسویہ ، بالاسیہ ، یابالسی ، یابالا ، یا بارسی ، ہیلی ، بکھن ، بسوال ، یا پسوال ، بور ، بڈی ، بانسلے ، یا بینسلے ، بٹھویہ ، باگھیلہ ، یاواگھیلہ ، یاگھیلہ ، یا گھیل ، ہارو ، بڈگوجر ، یا بڑگوجر ، بیرگوجر ، بوکڑ ، بگھاڑ ، بانگڑا ، بربر ، یابربرا ، بنکر ، بابر ، بہاددوج ، بانجا ، بلوٹ ، یا بھلوٹ ، بھالوت ، بیلود ، بیرپُر ، بیلیز ، برگو ، بندرا۔

بھ

بھنبلہ ، یاپہملہ ، یابہملہ ، بھٹی یا بھاٹی ، یابٹ ، بھرگڑ ، بھوسن ، یابوسن ، بھینٹ ، بھلیسر ، یاپھلیسر ، بھروی ، بھگروت ، بہامبر ، بھڈانہ ، یا پھڈیانہ ، بھدرویہ ، بھارو ، یاباروا ، بھلوٹ ، بھویہ ، بھنڈ ، یاپھنڈ ، بھلوٹ یابلوٹ۔

Marfat.com

پ

پاندھ، پلوٹ، یا پھلوٹ، پسوال، یا بسوال، پلیسر، پوڑ، پوجے، پرمار، یاپرمر، یاپوار، یا پنوارے، پرہارا، یا پرہار، یاپرتہار، یا پریہر، پلوان، پٹاؤ، پتا، پریاگ، پہوچہ یاپہوجہ، پنڈار، پونی، پبیا، پوربیہ، پانچہ، پورس، پامر، پرمر۔

پھ

پھڈیانہ، پھامبڑہ، پھگنا، یا پگنا، پھلڑا، یا پھولڑا۔

ت

تک یا تاک، یاتانک، یاتشک، یا تکیک یا تاس یا طاس تنور یاطور، یاتور، یاطوری، تنگار، تُمر، یاتومر، تینجا، تانتیا، ترک، تیڑویا، تیڑوا، تنتری، تیتراول۔

تھ

تھکر، یادھکر۔

ٹ

ٹوپہ، ٹونگر، یاٹوگرو، ٹاٹررا، ٹنبالی، تڑڑک، ٹونکن، ٹیڑا، توڑیوال، ٹیکیا، ٹوریا، ٹانک۔

ٹھ

ٹھلہ، ٹھکریہ، ٹھولے، ٹھینڈے، ٹھیکلہ، ٹھگ، ٹھگریا، یاٹھکریا، ٹھاکر

ج

جاگل، جنگل، جوید، جوبر، جندھر، یاجنیھڈ، یا چھندر، جاولا، جماورا، جام

Marfat.com

جالا جاریجہ، جنجوعہ، جاوری، یا چھاوری۔

جھ

جھادری، جھالے، یا جالے، جھاولا۔

چ

چاننے ، چانچی، چمچی، چوپڑہ، چرلے، چوہلے۔ یا جالے، یا چھالی، چوہان، چاڑ، چوبرا، چنیر، چترانہ، چندر، یا چندد، چکور چلوکیا، چلوک، چندیلہ، چرن، چوندا، یا چوڈا ، چوہدری، یا چاہدری، چاپ، چانپے، چوڑہ، چندیل، یا چندیالہ، چوہر۔

چھ

چھاوڑی یا چاورہ، یا جاورہ، چھوکر، چھوٹکنا، چھپروال، چھمبر، چھالے، (یاچالے) چھوڑی۔

د

دہڑ ، دیدڑ، داپہ، دیوڑا، دسا، دیدا، دودے، دوڑے، دوند (یادھوند، یادھند) دیس مکھی، دیبادراوتی، دیوڑائے۔

دھ

دھونچک ، دھکر یا تھکر، دہدد، دہل، دھوند (یا دھند) دھوننا۔

ڈ

ڈنگے، ڈوگہ، یا ڈوگھ، ڈاگڑ، ڈگس، ڈولی، ڈیڈے، یا ڈینڈی، ڈونک، ڈورے، ڈالے، ڈانگی، چیچی، ڈوئی۔

Marfat.com

ڈھ

ڈھو، ڈھوئے، ڈھینڈا، ڈھروال۔

ر

رانگر، راٹھی، راٹھور، رلائٹے، رومت، رُناسو، یا راؤناسو، روسا، ریوا، یالیوا، راجپوت، رند، رانا، راول، رویسیہ، یارویسے، زداک، رانکیا۔

ز

زیہان۔

س

ساک، یاسک، یاسی، سانگو، سرادنہ، یا سرامدنہ، یاسراندہ، سانولہ، سونی گر، سرارہ، سیگل یا سنگل، سپرا، سود، یا سیسود، سنگرانہ، یا سگر، سلیمانیہ، سولنگی، سیھڑھ یا سیہر، یا سلہر، سنادو، سنگم، سریمال، یاشریمال، سورٹھ، سمنہ، سام پال، یا ساہن پال، سخورا، سنگریچہ، سُرکی، سراویہ، سندھل، سوجہ، سدن۔

ش

شُکل۔

ط

طور، یاتور، یاطوری، طاس یاتاس، یاتک، یاتانک، یاتکشک۔

غ

غز غزِ۔

Marfat.com

ف

فتالی یا افتالی، یا پتھالی۔

ق

قاچار، یا کاچار، قاذر، یا کاذر۔

ک

کاب ،کلموہ، کیچی، کرنانہ، کٹاری، یا کٹاریہ، یا کٹارو، کسانہ، یا کشان یا کوشنی، کولی، یا کوہل، یا کول، کیسرا، کمرو، کپاسیہ، کرانہ، (راجہ کرن کی اولاد) کالس یا کلسان یا کلسیان یا کاس یا کایوسر، کوٹری، کاہور، یا کچیرہ، کالاچ، کیر، کلامور، کیراہنہ، یا کرہانہ، کاہاری، کتھیر ،یا کیجر ،کلیانہ، کچھواہیہ، کوٹوال، کنبے، کدوا، کارکیہ، کاشیاپ، کوشک، کاجار، یا قاچار، کوشلیہ۔

کھ

کھرے، یا کھریو، کھٹانہ، کھیڑ ، کھوبر، کھاری، یا کھاروا، کھرل، کھیرا، کھرسانہ، کھاجر، کھدان، کھاپڑا، کھدوا، کھینگر ، کہولہر، کھدور کھرہڈ، کھروارا۔

گہ

گجگاہیہ، گورسی ، یا گرس ، یا گراسیہ، یا گورس ، گورئی ، گمٹی ، گادری ، یا گاڈری، یا گادی، گسیٹے گودوانہ، گوسی ، گدی، گلہٹ ، یا گلوٹ، یا گھلوٹ، گوجرال، گوریا گوڑ، گرگر، گوٹوال، گیگی ، گوریا، گوجر، گٹر، گوہل، گونجل ، گوگلا، گالگل ، گاٹھیلہ، گانگھیلہ، گراٹیہ ، گروریار، گیدا، گچالیہ، گودالیہ، گڑلا، گروچانہ، گرٹل، گڑی، گوپلیہ، گوپ، گرڑ، گولہ، گلیریہ، گوگی ، گنگوہ، گھورے روپ۔

Marfat.com

گھ

گھیلہ، یاواگھیلہ، یاباگھیلہ، گھاکھلا، گرہوال، یاگھروال، یاگھورہال، گھن گس، گھرڑ، گھندا، گھاگھلا، گھریہ، گھاگل، گھوترا۔

ل

لودہ، یالودھی، یالادے، لہسر، یالوسر، لالی، لنبوڑ، یالمنبور، لیاسیہ، لکھار، لانبڑے یالیاڑی، لتالا، لکھن رائے، لوہر، لیوایاریوا، لوندارى، لاوا، لوا، لوریالوہر، گنگاہ، لکواہن، لانتے۔

م

موتن، (آخرت۔ن) مہنکل، ممیان، موٹے، یاموٹھ سرے، موتلے، فہرمنگ، میروے، منیا، مولا، مہیسی، مونن، (آخر میں دونوں) مہلو، (یامیلو) ماڑو، میترک، مدیچہ، مراڑی، مادی، مدار، منریرا، منی ہار، ملیاوت، مڈھار، یامنڈھار، مریڑہ، سنڈن، مالی، یامالانی، میر، مہر، موری، مکڑ، میانہ، مانگریامہنگر، ماری۔

ن

ناگڑی، نرارا، ندواسیہ، نون، نکادیا، نورے، نپساک، نیمار، نیکدے۔

و

ویٹن، وسویہ، یابسویہ، داگھیلہ، یاباگھیلہ، یاگھیلہ، واشتھ، ولبھی، یا بلبھی، واہگری۔

ہ

ھیل، یاھیلو، ہکلہ، ہامڑا، ہن، یاہون، ہتکر، ہرکوٹ، ہر۔

Marfat.com

ی

یسیا، یوسرا۔

ایک تحریر ہماری نظر سے گزری ہے اس میں ہزار سے زیادہ گوت درج تھے۔ ہم نے مشہور مشہور گوت لکھے ہیں۔ دراصل گوتوں کا شمار نہیں ہوسکتا، کیونکہ نئے نئے گوت مشہور ہوتے جاتے اور کئی قدیم گوت محو ہو گئے ہیں، جن کا کوئی قبیلہ اب نہیں ملتا، یا تو وہ دوسرے گوت میں شامل ہو گئے یا اس گوت کا نام تبدیل ہو گیا ہے یا حروف میں ایسی تبدیلی ہوگئی ہے کہ اصل صورت مسخ ہوگئی ہے۔

گوت یا تو کسی مشہور باپ یا دادے کے نام پر ہوتے ہیں یا مقام سکونت کی نسبت سے یا کسی اچھی بُری صفت سے گوت مشہور ہو جاتا ہے یا کسی کسب و ہنر کی وجہ سے نیا گوت شہرت پاتا ہے یا مذہب یا فرقہ کی وجہ سے لوگ اپنا گوت نیا مقرر کر لیتے ہیں یا جسمانی بناوٹ سے لوگ ان کا مناسب نام رکھتے ہیں اور یہ تمام قسمیں ہماری فہرست سے ظاہر ہوتی ہے۔

ہم نے بہت صحت کے ساتھ گوتوں کے حروف کو لکھا ہے مگر ممکن ہے کہ ہم نے غلطی کی ہو، اس لئے ہم مشکور ہوں گے اگر ہم کو ایسی فروگذاشتوں کی اطلاع ملتی رہے تا کہ ہم اس کی صحت کرتے رہیں اردو میں ہندی ناموں کو صحیح طور پر لکھنا مشکل ہے، ابو الفضل ہندی اسماء کے ساتھ حروف و حرکات لکھتا ہے ہم کہاں تک حروف و حرکات کا ضبط کریں۔

❁❁❁

Marfat.com

فصل سوم:

بعض گوتوں کی تشریح، تاریخوں یا متفرق مضامین یا بھاٹوں اور مراسیوں کی روایات، یا سربرآوردہ اقوام کے بیان سے معلوم ہوتی ہے اس کو درج کیا جاتا ہے، ہر ایک تشریح کی سند موجود ہے۔

اسول:

مورخین متفق ہیں کہ اسول گوجر ہیں، سلنگی کہتے ہیں کہ ہم آسول کی نسل سے ہیں، اسول کا نام آسیانگری کی وجہ سے مشہور ہوا، جو ان کا قدیمی مسکن تھا، آسیانگری، جودھپور سے شمال کی طرف 18 میل کے فاصلہ پر ہے، یہ لوگ اب تک بااقتدار و معزز و دولت مند و بہادر اور کثیر التعداد ہیں اور نیز اس وجہ سے بھی یہ ممتاز ہیں کہ شروک قوم کا سردار ان میں سے منتخب ہوتا ہے یہ کہانی کہ آسول دراصل سولنگی ہیں اور جین مت میں اس وجہ سے شامل ہو گئے کہ ایک سردار کے لڑکے نے سانپ کے کاٹنے سے جینی پیشواؤں کے منتر سے صحت پائی تھی، ایک مسلمہ کہانی ہے جینی کسی جانور کو تکلیف نہیں دیتے، اس لئے ان کا اعتقاد ہے کہ کوئی موذی جانور ان کو ضرر نہیں دے سکتا۔

جینی فہرستوں سے یہ اخذ کیا گیا ہے کہ آسول خاندان کے سردار راجہ امان کی نسل سے ہیں، جس کی حکومت 743ء میں تھی، ان کی قومی تقسیم ابتدا دو شاخوں میں ہے، ایک بڑی اور دوسری چھوٹی بڑی شاخ میں دس گوت ہیں۔

اُہادہ، چچیدہ، نڈولہ، یانا ڈالہ، نیاہتہ، یانا ہاٹا، ممیا، اجلپس، جنگڑا، یادوگاڈا، للانہ، لونیاں، سوڈھا، چھوٹی شاخ میں دو گوت ہیں، نگد اور سوڈا۔

ایک اور شاخ ہے کمکمالولہ یا کمکمولہ، یہی گوت احمد آباد کے ناگر سیٹھوں کی ہے۔

Marfat.com

پنجاب میں یہ گوت پایا نہیں جاتا، البتہ ریاست کشمیر اور ہندوستان کے صوبہ جات متحدہ میں پایا جاتا ہے اور ان کو اوسول بھی کہتے ہیں۔

اَوَانہ

اس کے تین تلفظ ہیں ۔ اَوَانہ بفتح اول و ثانی ، وآوانہ، الف ممدو وہ ، واعوانہ، بفتح الف وسکون عین اعوان کی طرف منسوب ، اس خاندان کے بزرگوں نے ضلع گجرات کے بندوبست میں لکھایا ہے کہ ہم کٹھانہ قوم کی شاخ ہیں مگر یہ قابل غور ہے کیونکہ کٹھانہ کے ساتھ ان کا شجرہ نسب نہیں ملتا۔ یہ روایت زیادہ معقول ہے کہ یہ اعوان ہیں ، عام بول چال میں عین حذف ہو گیا ہے، اس کی جگہ الف ممدودہ نے لی، اعوانہ سے آوانہ مشہور ہو گیا، ان کا ایک بزرگ عبدالرحمٰن سلطان محمود کے وقت شہر دیپ (واقعہ ہندوستان) سے ضلع گجرات میں آیا، اور موضع فتح پور آباد کیا، گجرات کے کئی دیہات میں اوانہ ہیں اور اوانہ کے نام پر ضلع گجرات میں دو موضع مشہور ہیں۔

یہ بہت ذہین و عقلمند قوم ہے، ان کے بعض معزز علماء و فضلا کا یہ خیال ہے کہ ہم گوجر نہیں ہیں، بلکہ اعوان کی اولاد ہیں ، اعوان وانصار کے فضائل مشہور ہیں۔

مولف: ہم بھی لفظی مناسبت کے قائل ہیں جس طرح کہ برہ اپنے آپ کو جنجوعہ کہتے ہیں۔ اغلب ہے کہ یہ گوت دراصل اعوان ہو اور رفتہ رفتہ تبدیلی حروف سے اوان ہو گیا ہو، مگر عام طور پر اوانہ اپنے آپ کو گوجر کہتے ہیں اور ان کے بزرگوں نے سرکاری دفتروں میں اپنے آپ کو گوجر لکھوایا ہے اس لئے ہم نے اس گوت کو گوجروں میں درج کیا ہے ۔ اس خاندان میں حضرت مولانا صدر الدین و مولانا شیخ عبداللہ و مولانا امان اللہ علامہ عصر جامع العلوم فاضل تھے، جن کی یادگار مولوی سلام اللہ ہیں ۔ جو تقویٰ و ورع میں ایک مثال ہیں۔

Marfat.com

بانیان

یہ سورج بنسی ہیں، چونکہ ابتداً انہوں نے سپاہگری کا پیشہ چھوڑ کر دکانداری کا کام شروع کیا تھا۔ اس وجہ سے بانیان مشہور ہو گئے۔ان کا کوئی مورث ضلع گجرات میں آیا اور دکانداری چھوڑ کر زمینداری شروع کی۔اس قوم کے نام پر دو موضع بانیان ضلع گجرات میں موجود ہیں۔

بیلود

یہ میر گوت کی ایک شاخ ہے اور یہ سب شاخوں سے اس لئے اعلیٰ ہیں کہ بیوہ کی شادی نہیں کرتے، ہندو رسموں کے پورے طور پر مقلد ہیں، اپنے دیوتاؤں کی پرستش میں زیادہ تر اخلاص سے کام لیتے ہیں اور دوسری شاخوں میں شاذ و نادر ہی شادی کرتے ہیں۔ان کے اخلاق اعلیٰ اور ارادے غیر متزلزل ہوتے ہیں، ان کے معززین اور نمایندوں کو لوگ میر کہہ کر خطاب کرتے ہیں، ان کو اگر کوئی میر نہ کہے تو یہ بُرا مانتے ہیں، خیر پور کی ریاست کے رئیس بھی میر ہیں، کشمیر میں کثرت سے یہ میر ہیں۔

بارو

ان کا شجرۂ نسب خاندان کھوکھر سے ملتا ہے، بارو نامی ان کا مورث، پہلے چوہر کا نہ بار میں جانور چراتا تھا۔ان کے پاس جانوروں کی بہت بڑی تعداد تھی، بار کے قدیم باشندے ان کے جانور چرا لے جاتے تھے، اس لئے تنگ آ کر یہ لوگ ضلع گجرات میں چلے آئے اور اپنے مورث کے نام پر موضع بارو آباد کیا، یہ اگرچہ کھوکھر کہلاتے ہیں مگر ان کی رشتہ داری گوجروں سے ہے۔

Marfat.com

بانیان

یہ سورج بنسی ہیں، چونکہ ابتداً انہوں نے سپاہگری کا پیشہ چھوڑ کر دکانداری کا کام شروع کیا تھا۔ اس وجہ سے بانیان مشہور ہو گئے۔ان کا کوئی مورث ضلع گجرات میں آیا اور دکانداری چھوڑ کر زمینداری شروع کی۔اس قوم کے نام پر دو موضع بانیان ضلع گجرات میں موجود ہیں۔

بیلود

یہ میر گوت کی ایک شاخ ہے اور یہ سب شاخوں سے اس لئے اعلیٰ ہیں کہ بیوہ کی شادی نہیں کرتے، ہندو رسموں کے پورے طور پر مقلد ہیں، اپنے دیوتاؤں کی پرستش میں زیادہ تر اخلاص سے کام لیتے ہیں اور دوسری شاخوں میں شاذ و نادر ہی شادی کرتے ہیں۔ان کے اخلاق اعلیٰ اور ارادے غیر متزلزل ہوتے ہیں، ان کے معززین اور نمایندوں کو لوگ میر کہہ کر خطاب کرتے ہیں، ان کو اگر کوئی میر نہ کہے تو یہ بُرا مانتے ہیں، خیر پور کی ریاست کے رئیس بھی میر ہیں، کشمیر میں کثرت سے یہ میر ہیں۔

بارو

ان کا شجرۂ نسب خاندان کھوکھر سے ملتا ہے، بارو نامی ان کا مورث، پہلے چوہر کا نہ بار میں جانور چراتا تھا۔ان کے پاس جانوروں کی بہت بڑی تعداد تھی، بار کے قدیم باشندے ان کے جانور چرا لے جاتے تھے،اس لئے تنگ آ کر یہ لوگ ضلع گجرات میں چلے آئے اور اپنے مورث کے نام پر موضع بارو آباد کیا، یہ اگرچہ کھوکھر کہلاتے ہیں مگر ان کی رشتہ داری گوجروں سے ہے۔

Marfat.com

برکٹ

مشہور ہے کہ گوجروں کی ڈھائی ذاتیں ہیں اور یہی ڈھائی ذاتیں اصل گوجر ہیں، باقی سب راجپوت یا جاٹ ہیں۔ روایت یہ ہے کہ راجہ سد گوجر کے تین فرزند، برکٹ، گورسی اور کسانہ تھے۔ گورسی اور کسانہ کو راجہ سد نے سالم سالم پرگنے دیئے اور برکٹ کو آدھا پرگنہ۔ بعض کہتے ہیں کہ گورسی اور کسانہ کی اولاد زیادہ تھی اور برکٹ کی کم۔ اس لئے ڈھائی ذاتیں مشہور ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ گورسی اور کسانہ بہادر تھے اور برکٹ بزدل تھا۔ ان کا باپ ان کی نسبت کہا کرتا تھا کہ میرے ڈھائی بیٹے ہیں جیسا کہ اب محاورہ ہے کہ اگر سب اولاد نامقابل ہو تو باپ کہتا ہے کہ وہ لاولد ہے اور اگر ایک فرزند لائق اور دوسرا نالائق ہو تو نالائق کو بیٹوں میں شمار نہیں کرتا۔ پہلے یہ قوم صوبہ مالوہ میں آباد تھی، ان کا مورث گدی نام ضلع گجرات میں آیا اور موضع گدھیال آباد کیا۔ پھر یہ کئی مواضع میں پھیل گئے، واقعی برکٹ نرم طبع اور مرنج و مرنجان قوم ہے۔ برخلاف اس کے گورسی اور کسانہ، تند مزاج جنگ جو اور بہادر ہیں، ان کی حکومت صدیوں تک ہندوستان وغیرہ پر رہی ہے، گور، گورسی، گرسی، گراسیہ، گوسی مخفف گورسی ایک ہیں اور قدیم تاریخوں میں جابجا ان کا ذکر آتا ہے، اصل وطن ان کا مالوہ ہے۔

بوکن

بوکن، راجہ جگدیوں کی اولاد (کھٹانہ) سے ہیں، ان کا مورث، بوکن نامی تھا، اس کی اولاد ملک دکن سے اس علاقہ میں آئی اور کئی دیہاتوں میں اپنا قدم جمایا، موضع بوکن ضلع گجرات و جہلم میں ان کے نام پر آباد ہے اور متفرق طور پر ان کی ملکیت کئی گاؤں میں ہے یہ قوم متواضع اور منکسر المزاج ہے۔

Marfat.com

بجاڑ

بجاڑ، راجہ جگدیو کی اولاد سے ہیں، جگدیو کے خاندان سے بجاڑ نامی ملک پنجاب میں آیا اور بجاڑ والا (ایک گاؤں) آباد کیا۔ اس کی اولاد سے بالیا نامی ایک شخص حضرت میراں فاضل گجراتی (جو مشہور اہل اللہ تھے) کی خدمت میں آیا اور مسلمان ہو گیا اور جام شہادت پی کر زندہ جاوید ہوا۔ مختلف دیہات میں ان کی ملکیت ہے اور یہ مختلف اضلاع میں پائے جاتے ہیں۔ بجاڑ والہ اسی قوم کے نام پر دو تین گاؤں ضلع گجرات میں ہیں، یہ ایک زبردست شجاع قوم ہے صاحب سنگھ جو سکھوں کا صوبہ دار تھا، اس نے کچھ گستاخانہ کلمات ان کے کسی بزرگ کے حق میں کہے تھے، یہ سب کے سب شمشیر بدست اور سر بکف ہو گئے اور تین روز تک اس کے لشکر کے مقابلہ میں پہاڑ کی طرح کھڑے رہے آخر اس نے تنگ آ کر صلح کی۔

بجیران

یہ راجپوت، تنور، سورج بنسی ہیں اور اپنے مورث بجیران کے نام سے مشہور ہیں۔ بجر کی اولاد میں سے کوئی شخص قحط کی وجہ سے ضلع گجرات میں آ کر اقامت گزین ہوا۔ پہلے اس نے کھیریوال نام ایک گاؤں آباد کیا جس میں مدت تک اس کی چند پشتیں رہیں جب وہ گاؤں کسی وجہ سے غیر آباد ہو گیا تو پھر یہ قوم مختلف جگہ منتشر ہو گئی اس قوم کے نام پر بجیران نام ایک موضع اب بھی موجود ہے۔ اس قوم کی ملکیت کئی گاؤں میں ہے یہ لوگ سادہ دل اور متواضع ہوتے ہیں۔

بسویہ

یہ برّوں کے بھائی بند ہیں جیسا کہ برّہ کے ذکر میں بیان ہو گا، راجہ مل کے پانچ بیٹوں میں سے ایک بسویہ تھا، ضلع گجرات میں ان کے تین گاؤں ہیں۔

Marfat.com

بسویہ، سویہ، سوہاوہ۔ دراصل یہ ایک ہی نام ہے، پنجابی میں ب حذف ہو جاتی ہے جیسا کہ بگیلہ کو گیلہ کہتے ہیں۔ اس قوم کے اشخاص توانا دل اور متحمل مزاج ہوتے ہیں۔

بانٹھ

یہ اپنا شجرۂ نسب قوم کھٹانہ سے ملاتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ ان کا مورث ملک گجرات کاٹھیاوار سے آیا اور ضلع گجرات میں موضع بانٹھ آباد کیا اور اب یہ قوم کئی گاؤں میں مالک زمین ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ برّہ قوم ہی کے بھائی بند ہیں، علیحدہ نہیں ہیں، راجہ مل کا ایک فرزند بانٹھ تھانوں غنہ کبھی حذف ہوتا ہے اور کبھی بحال رکھا جاتا ہے۔ بانٹھ اور باٹھ الگ الگ قوم نہیں ہیں چونکہ ضلع گجرات میں کھٹانوں کی کثرت تھی اس لئے اکثر خاندانوں نے اپنے کو کٹھانہ لکھایا۔

باہروال

یہ چوہان، سوم بنسی ہیں اور باہروال کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ میرتھ یا میرت، چوہان کے چار بیٹے تھے۔ نانو، بریوا، گھریوالہ، کانو۔ کانو مسلمان ہو گیا اس کا کھانا پینا الگ کر دیا گیا اور اس کو اندر آنے کی اجازت نہ تھی۔ اس کا نام باہر والا (خارج شدہ) رکھا۔ اس سبب سے باہر وال گوت ہو گیا باہر وال کا مورث سلطان محمود غزنوی کے وقت میں آ کر گجرات میں آباد ہوا۔ باہر وال ایک موضع بھی اس قوم کے نام پر ہے۔

ببانیاں

یہ اپنا شجرۂ نسب کھٹانہ سے ملاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ببانیاں کے نام

---

۱ ابوالفضل کا دستور ہے کہ جب وہ کسی ہندی لفظ کو لکھے گا تو حروف اور حرکات سے اس کے تلفظ کو ادا کرتا ہے۔

Marfat.com

سے ضلع گجرات میں ایک ویران شدہ گاؤں مشہور تھا۔ اس قوم نے اس کو آباد کیا تھا۔اس لئے اس گاؤں کے نام سے مشہور ہو گئے۔

(مولف) ہماری رائے میں ببانیاں دو(۲) ب اور بانیاں ایک ب سے ایک ہی ہیں کیونکہ ہندی زبان میں ناموں کی پہلی ب بعض وقت حذف کر دیتے ہیں، یہ کوئی علیحدہ گوت نہیں ہے چونکہ تلفظ علیحدہ علیحدہ ہے اس لئے عام لوگ اس کو دو گوت سمجھتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ یہ فرق معمولی ہے۔

بٹار

اس گوت کے لوگ بہادر مشہور ہیں ، پنجاب میں یہ لوگ کم ہیں یوپی میں ان کی تعداد کافی ہے، یہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ ہم ملتان اور اوچ کے علاقہ سے سہارنپور وغیرہ کے اضلاع میں آئے ۔ سہارنپور میں ان کے 52 مواضع ہیں یہ معزز زمیندار و کاشتکار ہیں۔

(مولف) ہمارے خیال میں بٹار دراصل بھٹی ہیں اور بٹار بھٹی کی طرف منسوب ہیں، جیسے پرتہار اپنے کسی مورث راجہ پرتھی کی طرف اور لوہار، سنیار لوہے اور سونے کی طرف منسوب ہیں۔ کشمیر میں یہ قوم بٹ کہلاتی ہے، ملتان میں کوئی بٹار نہیں ہے، بھٹی میں جو بیان کرتے ہیں کہ کچھ گردہ ہماری قوم کے مختلف ملکوں سہارنپور و کشمیر وغیرہ میں چلے گئے اور دوسرے ملکوں کے بٹار کہتے ہیں کہ ہم ملتان اور اوچ سے آئے، جہاں ہمارے بزرگ حکمران تھے، پس بٹار بھٹی راجپوت ہیں۔

برّہ

یہ جنجوعہ راجپوت کہلاتے ہیں اور اپنا نسب اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جنجوعہ کی اولاد میں سے مل نام ایک شخص تھا، اس کے پانچ بیٹے تھے ۔ برہ، بانٹھ، گیلہ، بٹنہ، بسویہ۔ ہر ایک کے نام پر علیحدہ گوت ہوا، برہ کے سر برآوردہ اشخاص

Marfat.com

بیان کرتے ہیں کہ ان کے بزرگ گڑھ مگھیانہ سے بعہد بادشاہ علاؤ الدین غوری آئے۔

آئین اکبری میں کئی شہروں کی مردم شماری میں بارہ برار لکھا ہے۔ دراصل برّہ وہی قوم ہے اور بانٹھ اور گھیلہ، بسویہ گوجروں کی شاخیں مشہور ہیں۔ مگر بنٹھ کوئی شاخ نہیں سُنی گئی ممکن ہے یہ لفظ دوسری صورت (بانٹھ) میں تبدیل ہو گیا ہو، برہ کے بعض خاندان پیشوا مانے جاتے ہیں اور لوگ ان کا ادب و تعظیم کرتے ہیں، ضلع گجرات کے دیہات حاصلانوالہ، ڈوگہ، موسی کمالہ، ڈرانچانوالہ دھنی، کلانوالہ، چنن، کالاکمالہ، گراٹیاں، چکوڑہ، ڈھنڈالی، ڈھنڈالہ، جاتریا، میانہ کوٹ وغیرہ میں یہ لوگ رہتے ہیں۔ ان کے بزرگوں کی مقدس قبریں کئی جگہ ہیں، جن پر لوگ نذریں چڑھاتے ہیں۔ موضع دینا، ضلع جہلم میں برہ کا مشہور خاندان ہے بعض کہتے ہیں کہ چونکہ ان کے بزرگ نیک ولی اللہ تھے، لوگ ان کو بررہ کہتے تھے، جو برکی جمع ہے، مسلمان بادشاہوں کے وقت میں عہدہ قضا ان کے لئے مختص تھا۔ وہ اپنی مہر میں خادم الابرار لکھتے تھے، جس سے یہ مطلب تھا کہ وہ برہ ہیں چنانچہ شہنشاہ اکبر کے عہد کی ایک سند ہم نے دیکھی، جو تقریباً 350 سال کی تحریر شدہ ہے۔ اس پر قاضی علاقہ کی جو مہر ثبت ہے اس میں لکھا ہے، خادم الابرار محمد فاضل بن مولانا شاہ محمد معلوم ہوتا ہے کہ مولانا محمد فاضل خاصلانوالہ یا وڑائچا نوالہ کے خاندان سے کوئی بزرگ ہیں کیونکہ ان مواضع میں اب بھی ایک خاندان قاضی کے نام سے مشہور ہے۔ اس قوم کے افراد بالعموم صالح و متقی و حافظ قرآن ہوتے ہیں۔ جنجوعہ قوم چندر بنسی ہے، وہیبت نامی جو ہندوؤں کی روایت کی بموجب ترتیا جگ میں پیدا ہوا تھا، ہند کا زبردست راجہ گزرا ہے۔ اس نے شہر دہلی اندر پت کے نام سے آباد کیا اس کی اولاد سے جنجوعہ، راجہ باگر کا پوتا تھا، اس خاندان میں مندرجہ ذیل عالم ہیں۔

خان صاحب قاضی حافظ محمد شفیع بی اے، ڈرانچانوالہ، حکیم مولوی نور الدین، ساکن ڈھنڈالہ، حکیم مولوی ثناء اللہ و مولوی ولی اللہ ساکنان گلیانہ ضلع

Marfat.com

گجرات و مولوی حافظ محمد ساکن دنیا ضلع جہلم ، مولوی نور عالم ساکن جتپن، حاصلانوالہ ایک اور گوجر عالم مونیا، حافظ محمد رحمتہ اللہ علیہ گزرے ہیں جو جامع معقولات ومنقولات تھے۔

بڑ گوجر بڈھ گوجر بر گوجر

یہ راجپوت کہلاتے ہیں اور تعجب یہ ہے کہ راجپوت باوجود یکہ ان کے ساتھ لفظ گوجر لگا ہوا ہے۔ ان کو راجپوت جانتے ہیں، بادشاہان دہلی کے زمانۂ عروج میں یہ شاہی لشکر کے جزو اعظم تھے، بہادر، ذہین اور باغیرت ہوتے ہیں۔ بڈ گوجروں کا مصدقہ شجرہ نسب ہم کو نہیں ملا۔ مگر وہ اپنا سلسلۂ نسب راجہ رام چندر سے ملاتے ہیں۔ ایک مشہور خاندان بڑ گوجر سے ہم نے خط و کتاب کی مگر انہوں نے تعجب کیا کہ ہم کو گوجروں میں شامل کیا جاتا ہے حالانکہ ان کے بزرگوں نے گوجر کے لفظ کی تعظیم بحال رکھی ہے۔ صرف لفظ راجپوت لوگوں کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے جس کی تشریح ہم نے کئی جگہ کر دی ہے۔

بعض تاریخوں میں لکھا ہے کہ دراصل ، بڈ، باڈا، خرز تھا جس کے معنی خوبصورت گوجر کے ہیں، مگر اس تاویل کی کیا ضرورت ہے بڑ گوجر یا وڈ گوجر کے معنی گوجر کا عالی خاندان ہیں، پنجابی میں وڈا کہتے ہیں۔ بڑے کو جیسا کہ وڈ کسائی، بڑا قصاب جو گائے وغیرہ کا گوشت فروخت کرتا ہے، بیر گرجر ب واؤ سے تبدیل ہو جاتی ہے۔ بیرویر بمعنی دوست یا بھائی چونکہ یہ زبردست قوم تھی، ہندو راجپوتوں نے ان کو ہڈیا بڑ گوجر کہہ کر اپنے ساتھ ملا لیا اور ان کو بھائی یا دوست کہہ کر پکارا اور ان کا شجرۂ نسب بھی رام چندر یا سری کرشن سے ملا دیا۔

اس زمانہ میں بھی بڑ گوجر مشہور و معروف اعلیٰ خاندان میں شمار ہوتے ہیں اور اکثر یوپی میں پائے جاتے ہیں۔ بعض بیر گوجر یا بڈ گوجر میں فرق کرتے ہیں۔ ہمارے خیال میں جیسا کہ تاریخوں میں دیکھا گیا ہے ۔ بیڈر، بڈور، بیر گوجر،

Marfat.com

بڈ گوجر ایک ہی ہیں ۔ ہم نے ایک دفعہ اس خاندان کی نسبت ایک مضمون لکھ کر ایک فاضل گوجر کی خدمت میں بھیجا تھا اور عنوان میں بڑ گوجر لکھا تھا لیکن بڑ گوجر کو تبدیل کر کے بڈ گوجر طبع کرایا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں بھی بڈ گوجر کہتے ہیں۔ آئین اکبری میں[1] بڈ گوجر بفتح باو سکون دال ہندی درج ہے۔ ضلع گجرات میں یہ گوت نہیں پایا جاتا۔

بھڈانہ

بھڈانہ، راجہ جگدیو کی اولاد سے ہیں۔ ان کا کوئی مورث بھڈانہ نام تھا۔ اس خاندان کا پیشہ پہلے سپاہ گری تھا۔ چنانچہ اس خاندان کے بہت سے لوگ اکبر بادشاہ کی فوج میں ملازم تھے۔ اس خاندان میں بعض نے موضع بھگواڑی علاقہ شیر گڑھ ضلع گورداسپور میں ۔ زمینداری شروع کی اس کے بعد مختلف علاقوں میں منتشر ہو گئے، چنانچہ ساہو نامی ان کا مورث گجرات آیا اور کئی گاؤں میں ملکیت حاصل کی، بھڈانہ ایک موضع ان کے نام پر ہے۔ اس خاندان سے منشی برکت علی شمیم منشی فاضل مدیر رسالہ مسلم گوجر دیتانگر ضلع گورداسپور ہیں۔

بھنڈ

یہ کھٹانوں کی شاخ اور کامل معروف کی اولاد سے ہیں، بھنڈ پنجابی میں شور وشر اور جھگڑے کو کہتے ہیں، چونکہ ان کا مورث اکثر لوگوں سے لڑتا رہتا، اور چھوٹی چھوٹی بات پر جھگڑے اٹھاتا تھا، اس لئے اس کا نام بھنڈ مشہور ہو گیا، بعض کہتے ہیں کہ بھنڈ نقال کو کہتے ہیں، چونکہ یہ لوگوں کی نقل کرتا تھا، اس لئے اس کو بھنڈ کہنے لگے، اس قوم کے نام پر فتا بھنڈ، کملا بھنڈ، راجو بھنڈ وغیرہ مواضع ہیں۔ یہ لوگ جنگجو، ناعاقبت اندیش ہیں، مگر محنت اور جرأت و تہور کی وجہ سے اچھے سپاہی ہیں۔

---

[1] ابوالفضل کا دستور ہے کہ جب وہ کسی ہندی لفظ کو لکھے گا تو حروف اور حرکات سے اس کے تلفظ کو ادا کرتا ہے

Marfat.com

بھٹی

گوجر، جاٹ، راجپوت سب میں پائے جاتے ہیں، پنجاب میں جس قدر مسلی[1] ہیں، سب بھٹی کہلاتے ہیں۔ اکثر خانہ بدوش لوگوں سے ہم نے دریافت کیا ہے کہ وہ اپنی ذات بھٹی بتاتے ہیں، ایک طرف تو اس قوم کا معیار اعلیٰ نظر آتا ہے اور دوسری طرف گرا ہوا ہے، اس قوم کو جوار بھاٹا سے تشبیہ دیتے ہیں کیونکہ اس کے بعض افراد ترقی کے اعلیٰ مدارج پر پہنچ کر حکمران ہوئے اور بعض ادنیٰ دوسری قوموں کے خدمت گار بنے، اصلی وطن اس قوم کا گجرات دکن ہے، آئینِ اکبری میں کئی شہران کے نام پر ملتے ہیں، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ ایک قدیم قوم ہے، زمانۂ قدیم میں کئی قلعے ان کے تھے، لیکن جنگ وجدال کی وجہ سے اس قوم کے بعض گروہ صحرانشیں ہو گئے اور جس قدر وہ آبادی سے دور ہوتے گئے اسی قدر تہذیب سے بیگانہ ہو گئے، یہ قوم بہادر، اولوالعزم جنگجو ہے اور جادو بنسی خاندان سے اپنا نسب ملاتی ہے، جن کو سوم بنسی بھی کہتے ہیں، یہ بیان کرتے ہیں کہ ان کا مورث بھٹی تھا، اصلی وطن اس کا بھیٹز تھا اور اسی شہر کی طرف منسوب ہونے سے بھٹی مشہور ہو گیا۔ ٹاڈ راجستان نے اس قوم کے مفصل حالات لکھے ہیں۔

دُلا بھٹی کے قصے پنجابی میں مشہور ہیں۔ یہ بڑا اولوالعزم اور بہادر تھا، پتلیون والے اس کے کارنامے سناتے ہیں اور اس کی مورت دکھلاتے ہیں، کشمیری بٹ جو معزز خاندان ہے دراصل بھٹی ہیں اور دوسری کشمیری قوموں سے بہادر، ذہین اور اولوالعزم ہوتے ہیں۔ بٹ کا لفظ بھٹی کا مخفف ہے، گوجروں مین نون اپنے آپ کو بھٹی راجپوت کہتے ہیں۔

(مؤلف) ہمیں اس میں شک نہیں کہ یہ ایک معزز قوم ہے۔

---

[1] پنجاب میں ایک قوم مسلی ہے، اس کے افراد اکثر سیاہ فام ہوتے ہیں اور روڑا کرکٹ گوبر اُٹھاتے ہیں، اکثر مزدوری پیشہ ہیں یہ کہتے ہیں کہ ہمارا بزرگ راجہ بھٹی قوم کا تھا، وہ مسلمان ہو گیا اور چونکہ نمازی تھا، اس لئے ہمارا لقب مصلی ہو گیا، مگر ہم ان کو مسلی سین سے لکھا کرتے ہیں۔ (مؤلف)

Marfat.com

بھلوٹ

یہ سوم بنسی ہیں اور ان کا سلسلہ نسب پنوار خاندان سے ملتا ہے، ان کا مورث بھلوٹ تھا، اس کی اولاد تغلق کے عہد میں گجرات میں آئی، ان کی کئی گاؤں میں ملکیت ہے اور کئی بے چراغ دیہات کا نام بھلوٹ ہے جن کی دوسری قوموں نے آباد کیا، مگر نام وہی رہا، یہ قدیم قوم ہے جو دکن سے آ کر پنجاب میں آباد ہوئی۔ یہ کھواہیہ بھی کہلاتے ہیں۔

بھوملہ یا بھنبلہ

یہ پنوار رکھ بنسی ہیں، بھوملہ ان کا مُورث راجہ تھا، چتور گڈھ کے راجہ کی مخالفت کے باعث پنجاب چلا آیا اور لاہور کے مضافات میں ایک ویران شدہ کالا نام گاؤں آباد کیا، یہ خاندان کئی پشتوں تک وہاں رہا، ان کا مورث الو چند بعہد عالمگیر غازی مسلمان ہوا، جس کا اسلامی نام عمر بخش رکھا گیا، اس کی اولاد نے ضلع گجرات، موضع ملوانہ وطاہر، لونگو، ہندو وغیرہ متعدد گاؤں آباد کئے، جو زمانۂ قدیم میں بھوملہ کا تپہ کہلاتا تھا۔ اس تپہ میں ملوانہ وطاہر، دو گاؤں بمقابلہ دوسرے گاؤں کے زیادہ مشہور ہیں، یہ روایت کہ موضع ملوانہ کا اصلی نام موہن پال تھا، معقول نہیں ہے کیونکہ جب عمر بخش بانی ملوانہ مسلمان ہو گیا تھا، تو وہ اپنے گاؤں کا نام موہن پال کیونکر رکھ سکتا تھا، بلکہ یہ توجیہ قرین قیاس ہے کہ چونکہ عمر بخش اور اس کے جانشین پابند صوم وصلوٰۃ تھے، اذان کہتے تھے، امامت کرتے تھے، اس لئے ان کو لوگ مُلا کہتے تھے اور اس لئے ان کے گاؤں کا نام ملوانہ ہو گیا، بعض تاریخوں میں لکھا ہے کہ یہ راجہ بھملہ کی اولاد ہیں، راجپوتوں کے شجرہ نسب میں ایک راجہ بھملہ کا نام درج ہے، یہ شریف و ذہین قوم ہے، اس قوم میں حافظ ہست رحمتہ اللہ علیہ اور حافظ نور احمد مغفور اور مولوی غلام محمد مرحوم عالم فاضل تھے، ان کی یادگار حافظ

Marfat.com

غلام رسول ہیں۔

بھوجہ

بھوجہ گوجروں کا گوت ہے، ان کا دعویٰ ہے کہ وہ راجہ بھوج کی اولاد سے ہیں، ضلع گجرات میں بہت تھوڑی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔

بھرگڑ

بیان کیا جاتا ہے کہ یہ شہر بھارا گڈھ کے رہنے والے ہیں۔ (ممکن ہے کہ پہلے زمانہ میں گجرات دُکن میں کوئی گاؤں ہو) مگر موجودہ تحقیقات میں اس کا پتہ نہیں ملتا، شاید بہادر گڈھ ہو، پہلے پہل ان کا مورث شیخ جھنڈا، ضلع گجرات میں قاضی مقرر ہو کر آیا، جھنڈانوالہ اسی کا آباد کردہ ہے، پھر یہ مختلف مقامات میں پھیل گئے، لوگ ان کی بہت تعظیم کرتے ہیں، وجع مفاصل کے سینکڑوں بیماراں کے پاس آتے ہیں اور اکثر شفایاب ہوتے ہیں، یہ متعدد دیہاتوں میں سکونت رکھتے ہیں، مگر زیادہ تر محل، میانہ چک، چکوڑی میں آباد ہیں (سندھ میں ایک معزز قوم بھرگری ہے ممکن ہے کہ اس خاندان کا تعلق اس قوم سے ہو) قدیم سے اس خاندان میں اکثر حافظ قرآن ہوتے آئے ہیں، جو ان کی ذہانت کا ثبوت ہے، اب بھی اس قوم میں کئی حافظ ہیں اور ان میں حافظ محبوب عالم جید عالم تھے، یہ خاندان باعتبار عزت وشرافت وخدمات دینی بہت معزز ہے، زمانہ حال میں حافظ مولوی محمد امین، حافظ اسماعیل اور حافظ محمد عالم مدیر رسالہ عالمگیر میاں محمد اجلال خاں قابل ہستیاں ہیں۔

بھلیسر

یہ چوہان کی شاخ ہیں، ان کا مورث بہلو تھا، پہلے پہل یہ لوگ موضع

Marfat.com

بھلیسر انوالہ ضلع گوجرانوالہ میں رہتے تھے، وہاں سے آ کر ضلع گجرات میں موضع بھلیسر انوالہ آباد کیا، اب کئی گاؤں میں ان کی ملکیت پائی جاتی ہے، ہمارے خیال میں یہ گوت بھالوت ہے جس نے رام چندر کو امداد دے کر راون کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا تھا، یہ قدیم قوم ہے جس کا ذکر تاریخوں میں بارہا آیا ہے۔

پوڑ

یہ پنوار سوم بنسی ہیں، ان کا مُورث راجہ پوڑ کی اولاد سے ملک دُکن سے اس ملک میں آیا اور ایک گاؤں اپنی قوم کے نام پر ٹھٹہ پوڑ آباد کیا، ٹھٹہ کے معنی پنجابی مین گاؤں اور بستی کے ہیں، ٹھٹہ پوڑ یعنی پوڑوں کی بستی۔

لیکن ہماری تحقیقات میں پوڑے کوئی علیحدہ ذات نہیں، یہ پوار کی بگڑی ہوئی شکل ہے کیونکہ یہ لوگ اپنے مورث کا نام پوڑ بتاتے ہیں اور نون غنہ کبھی حذف ہو جاتا ہے اور کبھی بحال رہتا ہے۔ چونکہ کھٹانہ بھی پنوار ہیں اور یہ بھی اپنا شجرہ نسب ان سے ملاتے ہیں۔ اس لئے ان کا یہ کہنا کہ ہمارا مورث پوار تھا۔ درست ہے، دراصل لفظ ایک ہی ہوتا ہے، مگر مختلف قوموں میں جا کر جب اس کا تلفظ مختلف ہو جاتا ہے، تو لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ علیحدہ علیحدہ قوم ہے۔

پسوال

یہ اپنے آپ کو گوجروں میں شامل نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ ہم حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی اولاد ہیں جو حضور رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں تھے، ان کا مورث ملک عرب سے ہند میں آیا، اور پھر کئی پشتوں تک یہ خاندان علاقہ جموں میں رہا، اور ملک کے رسم و رواج کے مطابق اس کے نام میں تبدیلی ہوگئی۔ اس خاندان کے نام میں الف لام نسبت کا ہے جیسا کہ سیال، بنگیال، ننگیال، چکوال، ہندوستان میں بھی پسوال ہیں، پوسوال و پسوال ایک ہی

Marfat.com

لفظ ہے ہم اس روایت کو اس خیال سے کئی اور اضلاع میں سکھ، ہندو، پسوال اپنے کو گوجر کہلاتے ہیں اور وہ حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے نام تک نہیں جانتے، اور ضلع گجرات میں بھی یہ گوجروں میں ایسے گڈمڈ ہو گئے ہیں، ہم ان کے دعویٰ کو تسلیم نہیں کر سکتے، جب تک کہ وہ کوئی ثبوت پیش نہ کریں، بعض کہتے ہیں کہ ان کا کوئی مورث ماس تھا، جو اس سرزمین پر آیا، جہاں اب قلعہ رہتاس ضلع جہلم ہے۔ دراصل علاقہ رہتاس وقلعہ رہتاس اسی قوم کے نام پر ہے، پھر اس کی اولاد مختلف جوانب میں پھیل گئی، ضلع گجرات کے کم سے کم 30 مواضع میں کم وبیش بطور حصہ داری آباد ہیں چونکہ یہ متفرق طور پر آباد ہیں۔ اس لئے کچھ زیادہ طاقتور نہیں، ان کے اخلاق عام طور پر پسندیدہ ہیں، یہ عجیب بات ہے کہ یوپی اور صوبہائے متوسط میں سکھ پسوال کثرت سے آباد ہیں وہ تو گوجر کہلاتے ہیں اور ضلع گجرات کے پسوال وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی اولاد ہیں، پشو، پسو ایک لفظ ہے چونکہ یہ لوگ جانور رکھتے تھے، اس لئے ان کا نام پشو والے ہو گیا، جیسا گوپال اس خاندان میں مولانا علاؤ الدین ساکن امرو ضلع گجرات صوفی مجددی نقشبندی فاضل اجل ہیں۔

پشکر

پشکر، گوجروں کا گوت ہے جو پشکر شہر کی طرف منسوب ہے، یہ چیچی کی شاخ ہے اور پشکر میں گوجروں کے مقدس مقامات یعنی مندر وغیرہ ہیں جن کے یہ لوگ متولی تھے اور لوگوں سے نذرانہ وصول کرتے تھے، پنجاب میں اس گوت کے لوگ نہیں ہیں، اس قوم کی جدّہ کا پشکر میں ایک عالی شان مندر ہے جس پر گوجر مہاراجگان بڑے بڑے نذرانے چڑھاتے تھے۔

پریہار

تاریخوں میں پریہار، پرے ہر، پرتھار، پرہار، مختلف صورتوں سے لکھا

Marfat.com

ہے، دراصل یہ سب نام ایک ہی ہیں۔

زبانوں کے اختلاف سے اس نام کی مختلف صورتیں ہو گئیں، یہ اگنی کل ہیں، ان کے گوجر ہونے کے صریح دلائل موجود ہیں، بعض کتبوں میں انہوں نے اپنے آپ کو پرہار گرجر لکھا ہے اور بعض کتبوں میں پرمار، کچھواہیہ، گچھواہیہ بلاشک وشبہ گوجر ہیں، جیسا کہ کسی اور جگہ ثابت کیا گیا ہے، پرتھیار ایک اور قوم بھی ہے، جو اپنے کسی مورث راجہ پرتھی نامی کی طرف منسوب ہے۔

پرمار

پرمرد پرمار کے معنی دشمن کش ہیں، یہ اگنی کل ہیں اور وسیع علاقہ پر حکمران رہے ہیں، یہ مثل مشہور ہے کہ دنیا پرمروں کی ہے یعنی وہ تمام دنیا کے مالک ہیں، ان کے فتوحات کی وسعت کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

اول: چوڑہ جو مسلمہ گوجر ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم پرمار کی نسل سے ہیں۔

دوئم: آسول جو گوجر ہیں، وہ بھی پرمار کی اولاد کہلاتے ہیں۔

سوئم: ہُن قوم کا وہ راجہ جس نے برولی کا یادگارِ روزگار مندر تعمیر کیا تھا، جب وہ عربوں کے برخلاف چتوڑ کی مدد کے لئے آیا تھا، پرمر انسل سے بیان کیا جاتا ہے چونکہ ہُن اور گوجر ایک سمجھے جاتے ہیں، لہٰذا پرمار گوجر ہوئے، ان کے راجاؤں کا ذکر علیحدہ باب میں کیا گیا ہے۔

پٹیل

حاجو مؤرخ نے ان کے حالات مفصل لکھے ہیں، ان کی بارہ شاخیں ہیں، جو گوجر کہلاتی ہیں، جن کی تفصیل یہ ہے، تین جہالے، چار چنداوت، دوشکناوت، دوراٹھور، ایک سلنگ دیو۔

مورخ مذکور یہ بھی بیان کرتا ہے کہ گوجر اور راجپوت، راجہ رام چندر پرمل

Marfat.com

جاتے ہیں لیکن سلیودیا اور کچھواہا گوجروں کی بہ نسبت راجہ رام چندر سے زیادہ قریب ہیں۔ وہ یہ لکھتا ہے کہ شجاعت واولوالعزمی گوجروں کا فطری جوہر ہے۔

پھامبڑہ

یہ پنوار سوم بنسی ہیں، ان کا مورث پھمان تھا جس کی اولاد پھامبرہ اور پھامبر کے نام سے مشہور ہے، پھمان کی اولاد میں سے کوئی شخص گجرات دُکن سے آ کر مغلیہ خاندان کے کسی بادشاہ کی فوج میں ملازم ہوا، پھر ملازمت چھوڑ کر ضلع گجرات میں زمینداری شروع کی، پھامبڑہ ایک گاؤں ان کے نام پر ہے اور کئی مواضع میں یہ قوم پھیلی ہوئی ہے، مہے کلاں، دادو برسالہ، ماجرا، ڈھنو، چک میانہ، اُتم، سعادت پور میں ان کی ملکیت ہے۔

پھگروٹ

اجمیر میں بھگروٹ گوجروں کا ایک گوت ہے، جس کا بزرگ بھاگ جی مشہور ہے، اس کی نسبت ایک عجیب حکایت تاریخوں میں لکھی ہے، بھاگ جی کا باپ، رام جی سولنگی، حوادث روزگار سے تباہ ہو کر اجی پال چوہان کی خدمت میں ملازمت کے لئے روانہ ہوا، راستہ میں ایک کھمار کا گھر تھا، کیا دیکھتا ہے کہ ایک عورت رو رہی ہیں، رام جی نے پوچھا، کیوں روتی ہے۔ اس نے کہا کہ چند مہینوں سے اِس شہر پر ایک شیر حملہ کرتا ہے۔ ہر رات ایک آدمی کو کھا جاتا ہے اور اس کے علاوہ کئی آدمیوں کو زخمی کر جاتا ہے۔ کچھ عرصہ سے راجہ کے حکم سے یہ تجویز ہوا ہے کہ ہر روز ایک آدمی سرشام اس درہ میں پہنچ جایا کرے، جو شیر کے آنے کا راستہ ہے تا کہ دوسرے لوگ اس کی اذیت سے محفوظ رہیں، آج میرے لڑکے کی باری ہے، رام جی نے اس عورت کو تسلی دی کہ آج شام کو وہ اس کے فرزند کے عوض خود قربان ہو گا، چنانچہ وہ وقت پر پہنچ گیا، جونہی شیر نکلا، رام جی

Marfat.com

نے تلوار سے شیر کے دو ٹکڑے کر دیئے، اس ملک کا راجہ چوہان تھا، اس نے اس صلہ میں اپنی بہن کا عقد رام جی سے کر دیا، جس سے ایک لڑکا پیدا ہوا، جس کا نام باگھ جی رکھا گیا۔ قوت و شجاعت کی وجہ سے اس لڑکے کو شیر سے تشبیہہ دی گئی، جب جوان ہوا تو راجہ نے اس کو ایک علاقہ کے محکمہ چنگی کا افسر مقرر کر دیا۔ اس کے پاس ایک ریشمی جھولا تھا جس پر وہ جھولتا تھا ایک دن شہر کی 13 راجپوتوں کی لڑکیاں یہ اطلاع پا کر کہ اس کے پاس ریشمی جھولا ہے اس کے پاس گئیں اور درخواست کی کہ وہ ان کو جھولا عنایت کرے، اس نے کہا کہ میں اس شرط پر دیتا ہوں کہ ہر لڑکی باری باری اس کے ساتھ جھولے، لڑکیوں نے منظور کیا۔ اور اس کے ساتھ بیٹھ کر جھولیں، جب ان لڑکیوں کی شادی کا وقت آیا تو بھاگ جی نے دعویٰ کیا کہ یہ سب انیک کے سوائے اسکے عقد میں آ چکی ہیں، اب ان کی شادی دوسری جگہ نہیں ہو سکتی، لڑکیوں نے تصدیق کی اور سب لڑکیاں اس کو دی گئیں جن میں سے ایک بھاگ جی کے خدمت گار برہمن کو ملی جو برہمن کے ساتھ جھولی تھی، اتفاقاً ہر ایک لڑکی کے بطن سے دو دو فرزند پیدا ہوئے جن سے مختلف قبائل کا سلسلہ جاری ہوا چنانچہ علاقہ اجمیر وغیرہ میں پھگروٹوں کی 24 شاخیں بھاگ جی کی نسل سے مشہور ہیں۔

ہم نے یہ التزام رکھا ہے کہ بعید از عقل کہانیوں کو لکھ کر تردید کریں، اس لئے شیر کا قصہ اور جھولے کی کہانی سب فضول باتیں ہیں، مستند واقعہ یہ ہے کہ پھگروٹ گوجر ہیں اور انیک کے 24 گوت ہیں۔ اس قسم کی کہانیاں بچپن میں مراسی سنایا کرتے تھے۔

ٹوپہ

یہ سورج بنسی ہیں، مورث ان کا آدم تھا، جو بعد میں ٹوپہ مشہور ہو گیا، جو ملک دکن سے جلال الدین اکبر بادشاہ کے عہد میں ضلع گجرات میں آیا، یہ وہی

Marfat.com

قوم ہے، جس کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے گجرات خریدا تھا اور روپیوں کا اندازہ شمار کرنے کے بجائے ٹوپوں سے کیا گیا تھا۔ اب بھی اس قوم کے افراد اس بات پر فخر کرتے ہیں۔ ہم نے کسی جگہ اس کی تردید کی ہے کہ نہ اس وقت کسی کے پاس اس قدر روپیہ تھا نہ ٹوپوں سے روپیہ کا اندازہ کیا گیا۔ یہ سب لغود فضول قصے ہیں۔

ٹھلہ

ٹھلہ گوجر کھٹانہ کی شاخ ہے، ان کا کوئی مورث راجہ ٹھلہ تھا، اس کی اولاد پنجاب میں آئی اور کئی جگہ زمین آباد کی ان کی ملکیت موضع دہڑ وغیرہ میں ہے، ایک گاؤں ٹھلہ بھی ان کے نام پر ہے۔

ٹھیکریہ

ٹھیکریہ، ٹھاکر کی طرف منسوب ہیں، ہندوستان میں اب بھی بعض راجاؤں کی اولاد ٹھاکر کہلاتی ہے۔ ان کا سلسلہ نسب راجہ بکرما جیت تک پہنچتا ہے۔ ان کا مورث جگہ نامی لاہور میں آیا اور حضرت علی داتا ہجویری (جو حضرت گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہیں) کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوا۔ کئی پشتوں تک اس خاندان کے نوجوانوں نے پیشہ سپاہگری اختیار کیا، یہ بہت اچھے سپاہی سمجھے جاتے تھے، رفتہ رفتہ زراعت کی طرف متوجہ ہوئے، تحصیل گجرات میں پہلے موضع پنڈوڑی میں سکونت کی پھر چک سکندر کے قریب ایک گاؤں آباد کیا جو ٹھکریہ کے نام سے مشہور ہے، ٹانڈہ موٹا تحصیل گجرات میں ایک مشہور خاندان ٹھیکریہ آباد ہے۔

جنگل

جنگل کھٹانہ کی شاخ ہے ان کا کوئی مورث راجہ جنگل تھا۔ اس کی اولاد نے ضلع گجرات میں آکر زمین آباد کی ان کی ملکیت موضع ڈوگہ بھوجپور، جادہ،

Marfat.com

بھاگو، سوہال، بور پانوالی میں ہے، یہ قلیل جماعت ہے، ایک دوسرے ملک کے جنگل کہتے ہیں کہ ان کا بزرگ جنگل میں مواشی چراتا تھا، جب وہ آبادی میں آیا اور کھیتی کرنے لگا تو اس کا نام جنگل ہو گیا، یہ توجیہہ کچھ معقول معلوم ہوتی ہے کیونکہ نوآبادیوں کے قدیم باشندوں کو اس زمانہ میں جنگلی کہتے ہیں۔

جھینڈر

جھینڈڑ، چوہان کی شاخ اور سورج بنسی ہیں، ان کا مورث راجہ جھینڈر تھا، جس کی اولاد میں سے کوئی شخص گجرات آیا، جھینڈر ایک موضع بھی اس قوم کے نام پر ہے، ان کی ملکیت جھینڈر فتح پور، کنگ نندووالؔ میں ہے یہ بھی قلیل جماعت ہے۔

چاڑ

چاڑ بھی سورج بنسی ہیں، راجہ جگدیو کی اولاد میں سے راجہ چاڑ تھا، اس کی نسل کے چند آدمی چتوڑ گڈھ سے پنجاب آئے اور کئی علاقوں میں پھیل گئے، ان کی ملکیت ماجرہ، ٹھٹھ پور، سانتل، موسیٰ کمالا، مراڑیاں، اوجریاں، کسانہ، راجو، بھنڈ، بٹی کالس، لونگو، حاصلانوالہ، موجیانوالہ، واڑہ چامیاں، ضلع گجرات میں ہے، یہ زبردست قوم ہے اور بالعموم ہر جگہ اچھی حالت میں ہے۔

چوہان

گوجر چوہان چندربنسی کہلاتے ہیں اور رائے پتھورا کی نسل سے اگنی کل ہیں، ہم اس جگہ رائے پتھورا کا مختصراً ذکر کرتے ہیں۔

تنوار خاندان دہلی میں حکمران تھا، اس خاندان کے پہلے راجہ اننگ پال ثانی کا کوئی بٹیانہ تھا، اس وجہ سے اس کے بعد اس کا نواسہ پرتھی راج جو اجمیر کے راجہ کا بیٹا اور چوہان خاندان سے تھا۔ 1170ء میں دہلی کے تخت پر بیٹھا۔ اس کو

Marfat.com

رائے پتھورا بھی کہتے ہیں ، یہ دہلی کا آخری ہندو راجہ تھا اور شمالی ہند میں سب سے مقتدر خیال کیا جاتا تھا۔ اس کی دلیری اور شجاعت کی کئی کہانیاں مشہور ہیں، جن کو ہم نے کسی جگہ لکھا ہے۔ وسط ہند میں چوہان خاندان کا ایک راجہ گھگ پنجاب میں آیا، اور ایک وسیع علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ منجملہ اس کے ایک قلعہ مانگو ہے، راجہ گھگ کی چار پانچ پشتیں با اقبال رہیں اور انہوں نے وسیع علاقہ پر تصرف کر لیا۔ اس کے بعد راجہ ملک و راجہ ایسر، قبل از حکومت ہمایوں، معمولی تعلقہ دار تھے جب ہمایوں تخت نشین ہوا تو ان کی رہی سہی ہستی بھی مٹ گئی، راجہ ملک تولا ولد مر گیا اور راجہ ایسر کسی اور ملک کو چلا گیا۔ جس سے مانگو کے چوہانوں کی شوکت و حشمت کا خاتمہ ہو گیا جو اولاد راجہ گھگ کی باقی تھی اس کی حیثیت معمولی زمینداروں کی تھی، قلعہ مانگو منہدم ہو گیا، بادشاہ عالمگیر کے زمانہ میں ان کا مورث مسلمان ہوا اور چوہانوں کا پتہ علیحدہ قرار دیا گیا، بادشاہ نے ان کی شجاعت و دلیرانہ زندگی کے باعث اس شاہراہ پر گاؤں آباد کرنے کا حکم دیا۔ جس شاہراہ سے کہ شمالی غارت گر لوگ آ کر لوگوں کو تکلیف دیتے تھے یعنی اس زمانہ میں پبّی (پہاڑ) کی شمالی طرف کی قومیں گوجروں کے دیہات کو لوٹتی تھیں۔ اس لئے راجو نے راجو اور اللہ دتا نے کھوڑی گاؤں آباد کیا۔ موضع کھوڑی پہلے پہاڑ کے دامن میں واقع تھا۔ اب دوسری جگہ آباد ہے۔ مانگو کا ٹیلہ اب کھوڑی کی حدود میں واقع ہے، چوہان متوسط القامت، جفاکش اور بہادر ہوتے ہیں، ضلع گجرات میں ان کے کئی گاؤں ہیں، کھوڑی راجو پنجن ، باہروال، چوہدووال، بوریانوالی وغیرہ وغیرہ، یہ قوم پنجاب و ہندوستان میں ہر جگہ پھیلی ہوئی ہے، خصوصاً راجپوتانہ میں ان کی دو قسمیں ہیں۔

ایک تو راجپوت کہلاتی ہے اور دوسری گوجر۔ فرق یہ ہے کہ جو چوہان بیوہ کی شادی کرتے ہیں۔ وہ ادنیٰ ہو گئے اور جو شادی نہیں کرتے وہ معزز ہو گئے اور نیز جو ہل چلانے لگے، وہ کمتر اور جو ہل نہیں چلاتے وہ مقتدر، چوہانوں کی کئی

Marfat.com

شاخیں ہیں۔ زیادہ تو چوہان ہندو اور سکھ ہیں، مگر وہ زُنار نہیں پہنتے، اور نہ ان کے ہاں چوکے کی رسم ہے، جیسا کہ ہندو اپنے باورچی خانوں میں پلستر وغیرہ کر کے چوکا بناتے ہیں جس میں کوئی مسلمان یا غیر قوم کا آدمی نہیں جا سکتا۔

ہندو چوہان آپس میں مل کر ایک برتن میں کھا پی لیتے ہیں، ایک گوت ان کا ہارا چوہان ہے، جو صوبجات متحدہ آگرہ و اودھ میں کثرت سے آباد ہے، ابتدائے زمانہ میں اجمیر پر انہوں نے سینکڑوں سال تک حکومت کی لیکن اب وہاں چوہانوں کی تعداد بہت کم ہے، یا تو وہ وہاں سے نکالے گئے، یا دوسری قوموں میں مدغم ہو گئے۔

(مولف) گوجروں اور راجپوتوں کی یہ عجیب تفریق قومی ہے کہ بیوہ کی شادی کرنے یا ہل چلانے سے ایک قبیلہ کی حیثیت کم ہو گئی، اب تو عام طور پر ہمارے معزز راجپوت بھائی بیوہ کی بھی شادی کرتے ہیں، اور ہل چلاتے ہیں، اب تو انہیں چوہان گوجروں کو اپنی قوم میں شامل کر لینا چاہیے۔

گو داں نہیں یہ واں کے نکالے ہوئے تو ہیں
نسبت ہے ان بتوں کو بھی کعبہ سے دور کی

قومیت کسی وصف یا کسی عارضی حیثیت سے تبدیل نہیں ہو سکتی کیونکہ اصول منطق کی رو سے ذاتی کلی کسی عارضی جزی سے تبدیل نہیں ہو سکتی، یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ آدھا تیتر ہو آدھا بٹیر ہو یعنی ایک ہی قوم دو حصوں میں تقسیم ہو جائے۔ اس سے پہلے لوگوں کو گوجر کی عظمت معلوم نہیں تھی۔ راجپوت کے لفظ پر مرتے تھے اور ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ وہ راجپوت کہلائے اور اس زمانہ میں محققین کے یہ دلائل بہت زبردست ہیں کہ اگنی کن خاندانوں کی جب تین تین شاخیں چولکی ، پرتھار، یا پر پہار، اور پرمار گوجر ہیں تو کیوں ان میں ایک اور اجنبی قوم (چوہان) شامل نہ کی جائے اس لئے چوہان کو گوجر تسلیم کرنا قرین قیاس ہے۔

(دیکھو دی اے جتھ کی تاریک ص 29 مطبوعہ 1916ء)

Marfat.com

ضلع گجرات کے اس خاندان میں بڑے بڑے جامع العلوم فاصل گزرے ہیں جن سے سینکڑوں آدمی مستند ہوئے۔

حضرت قبلہ والدی علامۃ الدہر استاد الکل مولانا مولوی محمد عالم صاحب تغمدہ اللہ بغضرانہ۔

الاخ الامجد مولانا مولوی غلام غوث بر واللہ مضجعہ۔

الاخ الاکرم مولانا غلام جیلانی ناظم ریاست ٹونک رحمتہ اللہ علیہ۔

الاخ العزیز حافظ قاری عبدالوارث علیہ الغفر ان۔

حضرت ابن عمتی مولانا مولوی صدر الدین رضی اللہ عنہ ساکن ملکہ۔

زمانہ حال میں میرے عزیز بڑے رتبہ کے فاضل ہیں جن سے لوگ استفادہ اٹھا رہے ہیں۔

مولوی محمد عبداللہ المحدث الصوفی الفاضل نقشبندی بن مولانا صدر الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

مولوی محمد عبید اللہ مولوی فاضل منشی فاضل بن مولانا صدر الدین علیہ الرحمۃ

مولوی حاجی احمد صاحب مولوی فاضل منشی فاضل ابن اخی مولوی غلام غوث بر داللہ مضجعہ۔

مولوی غلام محبوب سبحانی مولوی فاضل ابن اخی مولوی غلام جیلانی۔

مولوی عبدالغنی بن مولوی فیض احمد ساکن ملکہ۔

مولوی غلام احمد ساکن ڈوگہ۔

چیچی

یہ سورج بنسی راجہ جگدیو کی نسل سے ہیں، راجہ جگدیو کی اولاد میں سے راجہ چیچی تھا جس کی طرف یہ لوگ منسوب ہیں، راجہ چیچی کی نسل کا ایک شخص سلطان مسعود کی فوج میں بھرتی ہوا اور مسلمان ہو گیا، اس کی اولاد پنجاب میں پھیل گئی۔

Marfat.com

گجرات میں ایک سے زیادہ مواضع چیچی کے نام پر ہیں۔ اس خاندان میں سے لکھن خان جوانمرد ایک چودھری تھا۔ جس نے لکھن والا آباد کیا لکھن خان کے گیارہ فرزند تھے بعض نے ضلع گجرات میں گاؤں آباد کر لئے اور بعض صوبہ سرحد اور پنجاب کے دوسرے علاقوں میں چلے گئے، چیچی کی ایک شاخ ڈانگی چیچی ضلع انبالہ میں ہے، ان کی نسبت روایت ہے کہ انہوں نے ایک راجہ کا مقابلہ بجائے تلوار کے ڈانگ (لٹھ) سے کیا تھا۔ اور غالب آئے، گجرات میں چیچی اور چوہان کے تپتے پہلو بہ پہلو نقشہ انتظامیہ شاہان مغلیہ میں دکھلائے گئے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا ہے کہ چیچی اور چوہان میں برادرانہ تعلقات تھے چیچوں کی کسی زمانہ میں وسیع سلطنت تھی۔ جس کا ذکر ہم نے دوسری جگہ کیا ہے۔ اس خاندان میں راجہ لکھن رائے اول بجے رائے، بھوج دیو، راوچیل وغیرہ وغیرہ مشہور گزرے ہیں۔ اس خاندان میں حافظ کریم دین مرحوم ساکن جنجبان بڑے فاضل تھے اور زمانہ حال میں مولانا محمد خلیل چیچی محدث فاضل ہیں جو چوترہ ضلع جہلم کے رہنے والے تھے۔

چاپ یا چپہ و چوڑا گوجر

گوجروں کی دو قومیں مشہور ہیں اور اعلیٰ طبقہ میں شمار ہوتی ہے۔ اس امر کا ثبوت کہ چوڑا گوجر ہیں، برہما گبت نامی منجم کا یہ بیان کہ 628ء میں بھنمال کا گوجر بادشاہ درگر مکھا پوڑا خاندان سے تھا، ایک ناطق شہادت ہے چاپہ چپوت کتھ، سنسکرت زبان کے الفاظ ہیں جس کے معنی ہیں مضبوط کمان اور چوڑا ڈاکو کو بھی کہتے ہیں۔ غالباً ان اوصاف سے ان کا یہ گوت مشہور ہوا۔ پس چاپہ تعریفی اور چوڑا تحقیری لقب گوجروں کا ہے۔

چندیل

دوسرے خاندانوں کی طرح چندیل بھی نویں صدی عیسوی میں حکمران

Marfat.com

ہوئے ، راجہ انند چندیل نے 831ء میں ایک پرہار سردار کو مغلوب کیا اور ملک پر قابض ہو گیا۔ راجگان چندیل کی مشہور عمارتیں اور تالاب دنیا میں یادگار ہیں۔ چندیل خاندان کے آخری راجے محض مقامی سرداروں کی حیثیت سے سولہویں صدی تک بندھیل کھنڈ پر حکمران رہے۔ یہ قوم رفتہ رفتہ کمزور ہو گئی اور یہاں سے دوسرے علاقوں میں منتشر ہو گئی کسی زمانہ میں ان کا سب سے بڑا قابل ذکر نمائندہ بنگال میں مگھیر (مونگیر) کے قریب گدھور کا راجہ تھا۔

(مؤلف) مجھے اطمینان نہیں ہوا کہ چندیل گوجر ہیں۔

چرن اور نیساک

کچھ کے علاقہ میں چرن اور نیساک گوجروں کے گوت پائے جاتے ہیں۔ جو گوجر متمدن ہو چکے ہیں، وہ چرن کہلاتے ہیں اور جو خانہ بدوش کسی خاص مقام میں بود باش نہیں رکھتے اور سرسبز چراگاہوں میں مواشی لے کر اِدھر اُدھر پھرتے رہتے ہیں وہ نیساک کہلاتے ہیں، نیساک اس وجہ سے کہ بیوہ سے شادی کر لیتے ہیں چرن خاندان سے کم درجہ خیال کئے جاتے ہیں۔

چھالے

یہ پنوار سوم بنسی راجہ چھالا کی اولاد سے ہیں، ان کا ایک مورث کسی زمانہ میں پنجاب آیا تھا، پہلے یہ قوم دریائے راوی کی وادی میں جانور چراتی تھی، دوسری قوموں نے جب اس کا قافیہ تنگ کر دیا تو یہ جموں کے علاقہ میں چلی گئی اور پھر وہاں سے کچھ لوگ ضلع گجرات میں آ گئے، ان کا ایک موضع چھالی ہے، جو اپنی قوم کے نام پر انہوں نے آباد کیا، ضلع گجرات میں ان کی تعداد بہت کم اور مالی حالت کمزور ہے۔

Marfat.com

چھوکر

یہ تنور خاندان سے ہیں، چھوکر کی اولاد میں سے ان کا کوئی مورث کھٹانہ خاندان کے ساتھ اس ملک میں آیا اور اپنی قوم کے نام پر موضع چھوکر آباد کیا، ضلع گجرات میں یہ لوگ کئی مواضع میں بود باش رکھتے ہیں۔ ان کی تعداد کچھ زیادہ نہیں ہے، ان کی ملکیت بوریانوالی، چھوکر، دھکڑ چیچیاں میں ہے۔ یہ قوم بلند حوصلہ اور قومی دل ہے۔ یوپی میں اس کی تعداد زیادہ ہے اور یہ وسیع رقبوں کے مالک ہیں مگر اکثر سکھ ہیں۔

چورے، چھاوڑی، چاوڑا، جاورہ

چھاوڑی، چاوڑ، جاورہ ایک ہی قوم ہے، ملک گجرات میں یہ قوم 196 سال تک حکمران رہی ہے۔ اس قوم کا پہلا راجہ راج پوتر تھا، ہم نے اس کا مفصل ذکر کسی جگہ کیا ہے، اس قوم کے لوگ گجرات، دکن، احمد آباد سے گجرات پنجاب میں آئے اور متعدد مواضع میں ملکیت حاصل کی، یہ معزز اور شاہی قوم ہے، جو مختلف علاقوں میں آباد ہوئی، تاریخوں میں اس قوم کا اکثر نام آتا ہے، آئین اکبری و مرآتِ محمدی، و مراتِ احمدی میں اس کا ذکر ہے، پنجاب میں چھاوڑی قوم کو کمزور خیال کرتے ہیں، حالانکہ یہ خاندان گوجروں کا مایۂ ناز ہے، دراصل لوگ موجودہ حالت پر قیاس کرتے ہیں اور قدیم زمانہ کے واقعات کو بھلا دیتے ہیں۔ اس قوم کی ملکیت ٹھکریاں، چک ٹھکریاں، ندھیر، بھاؤ، گھسیٹ پور، اور پوڑانوالہ وغیرہ میں ہے۔

دھدڑ

یہ سٹرویہ خاندان سے ہیں، ان کا مورث جو راجہ دیدڑ کی اولاد میں سے تھا، ضلع گجرات میں آ کر آباد ہوا کھاری، مہیسی، دہدڑ، آپس میں بھائی بند ہیں اور

Marfat.com

ان کا سلسلۂ نسب متحد ہے، یہ بیان کرتے ہیں کہ سٹرویہ کے تین بیٹے تھے، دہڑ، کھاری، مہیسی جو گجرات دکن سے آئے تھے۔ ان کے نام پر ایک موضع دہڑ آباد ہے، ضلع گجرات کے کم وبیش 30 مواضع میں ملکیت رکھتے ہیں۔ اس قوم کے نوجوان، قومی دل اور محنتی ہیں۔

دہڑ

یہ بھی قوم کھٹانہ کی شاخ ہے، بعض کہتے ہیں کہ یہ راجہ دھڑ کی اولاد سے ہیں جس کی حکومت ملک سندھ میں تھی اور قوم دہڑ کی تاریخ مفصل ومکمل ہے۔ ان کی ملکیت ضلع گجرات میں کئی مواضع میں ہے، دھڑ ایک موضع بھی اس قوم کے نام پر ہے، دہر، میانہ چک، اُتم میں اس کی کافی جماعت آباد ہے اور شریف ومعزز ہے۔

دَھکڑ

یہ سورج بنسی ہیں، ان کا مورث جو راجہ دھکڑ کی اولاد سے تھا، ضلع گجرات میں آیا اور اس نے دھکڑ اور دھکڑ انوالی آباد کیا، چیلیانوالی، مٹوانوالہ، دھول وغیرہ میں بھی اس قوم کے کچھ لوگ موجود ہیں۔ اس قوم کے لوگ جہاں کہیں آباد ہیں، بالعموم شریفانہ خصلتیں رکھتے ہیں، موضوع دھکر میں مولانا مولوی محمد چراغ بڑے فاضل ہیں، جو مدرسہ انوارالعلوم گوجرانوالہ کے اعلیٰ مدرس ہیں۔

دھونچک

یہ قوم گوجروں کی بہت کم مشہور ہے۔ ضلع گجرات و ریاست جموں میں پائی جاتی ہے، یہ تنور سورج بنسی ہیں، دراصل یہ کھٹانہ خاندان کی شاخ ہے، لیکن ان کا شجرۂ نسب نہیں ملا۔ دھونچک ایک موضع ان کے نام پر ہے، علاوہ اس کے دیگر مواضع میں بھی مالک زمین ہیں۔

Marfat.com

ڈوگہ

یہ تنور سورج بنسی ہیں، ان کا مورث ڈوگہ تھا جس کے نام سے یہ قوم مشہور ہے۔ اس کی اولاد میں سے کوئی شخص بادشاہ اکبر جلال الدین کے وقت میں پنجاب آیا، رفتہ رفتہ اس قوم نے ضلع گجرات میں ایک موضع آباد کیا۔ جو اس گوت کے نام پر ہے، علاوہ اس کے دوسرے مواضع میں بھی ان کی ملکیت ہے۔

ڈویئے

یہ کھٹانہ کی شاخ ہیں، ان کا مورث ڈویئے نام تھا۔ اس کی اولاد میں سے کوئی شخص پنجاب آیا۔ پہلے مرالہ ضلع گجرات میں جو ایک مشہور موضع ہے مقیم رہا۔ اس کے بعد اس کی اولاد دوسرے مواضع میں پھیل گئی۔ اس علاقہ میں اس قوم کے نام پر ایک موضع ڈویئے ہے۔ ان کی ملکیت موضع رنگھڑہ، دھونی اور بگنہ وغیرہ میں ہے۔

ڈھوءَ

یہ اپنے مورث کا نام ڈھوءَ بیان کرتے ہیں اور اپنا نسب تنور خاندان بنسی سے ملاتے ہیں۔ یہ لوگ گجرات دکن سے ستاسیے[1] کے قحط عظیم کے وقت میں پنجاب چلے آئے اور اپنی قوم کے نام پر ڈھوءَ۔ بٹی ڈھوءَ کو آباد کیا۔ علاوہ اس کے چند دیگر مواضع میں بھی رہتے ہیں۔ اس قوم کے لوگ محنتی، صلاح اندیش، کم آزار، بے شر ہوتے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ سانگو، ڈھوءَ بجران تینوں ایک ہی مورث کی اولاد ہیں، مگر شجر ہائے نسب میں اختلاف ہے۔ میں نے بہت تحقیقات کی لیکن کوئی صحیح نتیجہ پیدا نہیں ہوا۔

---

[1] گجرات کاٹھیاوار میں 87ء میں قحط عظیم پڑا تھا اس وقت سے اس قحط کا نام ستاسیہ مشہور ہے معلوم نہیں کس سن کا سال ہے۔

Marfat.com

ڈھینڈہ

یہ منہاس ہیں، شجرہ نسب بھی ان کا قوم منہاس سے ملتا ہے، ان کا مورث کوئی ڈھینڈہ تھا، جس کے نام سے یہ قوم منسوب ہے۔ ان کا کوئی مورث ہندوستان سے پنجاب آیا اور پہلے علاقہ جموں میں مقیم ہوا۔ پھر ان میں سے کچھ لوگ ہزارہ کی طرف چلے گئے اور کچھ ضلع گجرات پنجاب میں اقامت گزیں ہوئے، چنانچہ ضلع ہزارہ میں ایک ڈھینڈہ گاؤں ان کے نام پر ہے، گجرات میں مواضع ذیل ان کے نام پر ہیں ڈھینڈہ خرو، ڈھینڈہ کلان ، حسن ڈھینڈہ، کوٹلہ ڈھینڈہ اور اس کے علاوہ دیگر مواضع میں بھی ان کی ملکیت پائی جاتی ہے، یہ قوم جری اور دلاور ہے۔

رلائٹے

یہ کھٹانہ کی شاخ ہیں، ان کے مورث اعلیٰ کی اولاد میں سے بھاگو نام ایک شخص پہلے دیونہ، پتہ کندو ضلع گجرات میں آیا اور پھر یہ لوگ علاقہ ڈنگہ تپہ بالا میں چلے گئے، بعض کہتے ہیں کہ جو شخص کھیتی میں شریک ہو۔ اسکو پنجابی میں رلنا کہتے ہیں، چونکہ ان کا ایک بزرگ کسی گاؤں میں جا کر شریک کاشت ہو گیا تھا۔ اس لئے ان کا نام رلائٹہ ہو گیا۔ اس قوم کے لوگ مختلف مواضع میں رہتے ہیں، یہ بہت ہوشیار قوم ہے۔ ہماری رائے میں رلائٹہ کی یہ وجہ تسمیہ معقول نہیں ہے کوئی اور ہی وجہ ہو گئی۔

سمہ

اس گوت کے گوجر کسی زمانہ میں سندھ میں آ کر آباد ہوئے، غالباً ان کا بزرگ سمّہ ہو گا، جب ان کی طاقت بڑھی تو انہوں نے سومرہ قوم کو مغلوب کر کے اپنی ریاست علیحدہ قائم کر لی۔ ملک سندھ میں رئیس یا حکمران کا خطاب جام ہے چنانچہ ریاست لس بیلہ کے رئیس کو جام کہتے ہیں۔ اس گوت میں جام اُنڑ اور جام

Marfat.com

جونہ زیادہ تر مشہور ہیں اور انز اور جونہ دو قبیلے ان کے نام پر اب تک سندھ میں موجود ہیں جو معززین اس قوم کے حکمران سلطان علاؤ الدین اور سلطان فیروز تغلق سے برسرِ پیکار رہے، جام خیر الدین و جام صلاح الدین، جام تغلق و جام سکندر وغیرہ کا ذکر سندھ کی تاریخوں میں مفصل ہے اور ان کے دلچسپ حالات قابلِ مطالعہ ہیں میں نے قوم انز اور جونہ وغیرہ کے سربرآوردگان سے ملاقات کی ہے۔ وہ راجپوت کہلاتے ہیں اور گوجر کا نام تک نہیں جانتے۔ یہ واقعہ ہے کہ چند گوت رفتہ رفتہ دوسری قوموں میں مدغم ہو گئے ہیں۔

سانگو

یہ راجہ سانگا کی اولاد ہیں جو ہندوستان میں زبردست راجہ گذرا ہے اور بابر جیسا اولوالعزم بادشاہ اس کے مقابلہ میں عاجز آ گیا۔ اسی خاندان سے چتوڑ کے رانے ہیں۔ اب بھی اودے پور کے راجے راجپوتانہ کے راجاؤں کے چشم و چراغ مانے جاتے ہیں۔ اس قوم کے بعض لوگ بالکل معمولی حیثیت رکھتے ہیں، یہ ناممکن ہے کہ ایک راجہ کی سب اولاد بااقبال ہو کیونکہ مسند و حکومت ایک ہی کے حصہ میں آتی ہے، باقی بیٹے جاگیردار ہوتے ہیں اور پھر جاگیر کا مالک بھی ایک ہی ہوتا ہے۔ دوسرے اس سے امداد لے کر اوقات بسر کرتے ہیں۔ اسی طرح تقسیم در تقسیم سے خاندانوں کی مالی حالت کمزور ہو جاتی ہے بڑے بڑے بادشاہوں اور مہاراجاؤں کی اولاد زمانہ کی گردش سے بھیک مانگتی پھرتی ہے۔ کجا راجہ سانگا اور کجا غریب کاشتکار سانگو گوجر، مگر چونکہ نسبت قائم رہتی ہے، اس لئے سانگو کی نسبت راجہ سانگا سے اب بھی باقی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ فطری تہور و شجاعت کے باعث اس قوم کی ایک بہت بڑی جماعت اکبر بادشاہ کے لشکر میں ملازم تھی، گردش فلکی سے اس کے افراد پنجاب آ کر زراعت کرنے لگے، گجرات میں اس قوم کے نام کا ایک موضع بھی ہے اور متعدد مواضع میں ان کی ملکیت ہے، موجودہ اشخاص

Marfat.com

میں بھی شجاعت وتہور کے جوہر چمکتے ہیں، جوان کو فطرت کی بارگاہ سے عطا ہوئے ہیں، راجہ سانگا کے کارناموں اور محاربات کی تفصیل تاریخ ہند سے معلوم ہوسکتی ہے، گوجروں کے مراسی ، سانگو ڈھیوَ، بجیر ان کو ایک ہی راجہ کی اولاد قرار دیتے ہیں، مگر ان کے اتحاد نسبی کا ثبوت نہیں ملتا۔

سیھر یا سھر

سیھر سورج بنسی ہیں، سھیر کی اولاد گجرات دُکن سے آئی، پہلے لنگر پور ضلع جہلم میں آباد ہوئی اور پھر گجرات میں متفرق طور پر رہنے لگی، بٹی سیھر اور سیھر دو مواضع اس قوم کے نام پر پائے جاتے ہیں اور اس کے علاوہ دیگر دیہات میں بھی یہ لوگ آباد ہیں، اس خاندان میں مولوی فضل الدین محدث جامع علوم عقلیہ ونقلیہ فاضل ہیں اور تقوی دورع میں اپنی آپ مثال ہیں اور کھاران ضلع گجرات میں رہتی ہیں۔

سرامدنہ یا سراندنہ

یہ اپنے آپ کو سورج بنسی کہتے ہیں، مگر اپنا نسب اچھی طرح بیان نہیں کرتے ان کی تعداد ضلع گجرات میں کم ہے، زیادہ تر موضع چاکانوالی میں آباد ہیں۔ اس شاخ کی اصلیت کی ہم نے بہت تحقیقات کی ، مگر کچھ پتہ نہیں چلا، سوائے اس کے کہ یہ اپنے آپ کو گوجر کہتے ہیں۔

سود یا سیسود

یہ سورج بنسی خاندان سیسود سے ہیں، سیسود کا ذکر بعض علاقوں کے ضمن میں آئین اکبری میں آیا ہے۔ سیسود صوبۂ اجمیر کے راجپوت ہیں، جن کا لقب رانا تھا، یہ اپنا سلسلۂ نسب نوشیروان سے ملاتے ہیں۔

علامہ ابوالفضل آئین اکبری میں رانا خاندان کی ایک داستان کے بعد

Marfat.com

اس خاندان کی وجہ تسمیہ لکھتا ہے۔

''چون در موضع سیسود بنگاہ ساختند ایں الوس راسیسودیہ گفتند وچوں درآغاز کار برہمنے بہ تیمار ایشاں پرواخت ازاں گروہ دانند''۔

ترجمہ: چونکہ یہ خاندان موضع سیسود میں رہتا تھا، اس لئے اس کا نام سیسودیہ ہو گیا اور اس وجہ سے کہ ایک برہمن ابتداء اس خاندان کا مربی تھا۔ اس لئے لوگ اس خاندان کو برہمنوں میں شمار کرتے ہیں۔ (آئین اکبری جلد دوئم ص 128)

ہم نے دیباچہ میں اس غرض سے ناموں کی تبدیلی کی بحث لکھی تھی تا کہ لوگ ہمارے حوالوں کو جو اس تاریخ میں ہم جا بجا دیں گے، اچھی طرح سمجھ جائیں اس اصول سے سود مخفف سیسود کا ہے، چنانچہ آئین اکبری میں راجہ دھرم سیسود کو دھرم راج سود لکھا ہے۔ (ملاحظہ ہو ص 102 جلد دوئم آئین اکبری)

سود، سیسود، سیسود یا سود یا ایک ہی قوم کے نام ہیں، جو مختلف تاریخوں میں ہماری نظر سے گزرے ہیں چونکہ عوائم کی معلومات محدود ہوتی ہے اور وہ آدمی کی گذشتہ حالت کو موجودہ حالت پر قیاس کرتے ہیں۔ اس لئے ان کی نظر سطحی ہوتی ہے اور جب کوئی شخص یا قوم کمزور حالت میں ہو اور تاریخ اس کو اعلیٰ رتبہ دے تو لوگ ایسی تاریخی روایت کو تعجب سے سنتے ہیں اور اس کو غلط کہتے ہیں۔ مگر انکار بے دلیل کی کچھ وقعت نہیں ہے۔

مہاراجہ رگھوناتھ سنگھ بہادر کے سی۔ ائی والی ریاست پرتاب گڈھ سیسود سورج بنسی ہیں۔ اس قوم کے نام پر اس ضلع میں موضع سود ہے۔ ضلع گجرات کے بندوبست میں انہوں نے اپنا نسب کھٹانہ لکھایا ہے۔ مگر یہ صریحا غلط ہے۔ یہ لوگ اپنا نسب نہیں جانتے، چونکہ ضلع گجرات میں کھٹانوں کی جمعیت اور قوت زیادہ تھی، اس لئے کھٹانہ اپنا نسب لکھدیا، اس خاندان میں حافظ ملاء الدین مرحوم بڑے فاضل تھے، جن کے قائم مقام اب مولوی محمد کمال ہیں۔

Marfat.com

سنگرانہ

یہ سورج بنسی ہیں، ان کا کوئی مورث راجہ سنگرانہ ہوا ہے، جس کی اولاد کسی زمانہ میں ضلع گجرات میں آئی، ان کی ملکیت چک سکندر، تندوال، مراڑیاں میں ہے۔

سیسود اور گھلوٹ

اس امر کی زبردست شہادت موجود ہے کہ سیسود اور گھلوٹ جو ہندوستان کے اعلیٰ خاندانوں میں شمار ہوتے ہیں، گوجر ہیں اور اس پر تاریخی دلیل ہے کہ گھلوٹ اور سیسود کا قدیم مسلمہ اور مشہور لقب بالا ہے اور بالا خاندان کے راجے ولبھی تھے اور ولبھی بلاشک و شبہ گوجر ہیں، کیونکہ ولبھی خاندان کا بانی میترک یا مہیرا، یامیر، گوجر تھا اور یہ بھی محقق ہے کہ جس خاندان نے دارالخلافہ ولبھی پر 525ء سے 770ء تک حکومت کی وہ مہیر گوجر تھا۔ اس خاندان کو ولبھی کا خطاب اس وجہ سے ملا کہ اس نے قوم گوجر اور میڈون اور ابیرون کا لشکر جرار لے کر ایک ہی حملہ میں کئی فتوحات حاصل کیں، جس کی وجہ سے لوگوں نے اس کی فتوحات پر ول بی کہا۔ یہ کلمہ تعجب و تعریف کا ہے جب کوئی شخص حیرت انگیز کام کرتا ہے تو لوگ اس موقع پر ول بھی کہتے ہیں پنجابی میں بلے بھائی، اردو میں بل بے، فارسی میں آفریں باد کہتے ہیں۔

(مولف) اگرچہ یورپین مورخوں نے ولبھی کی وجہ تسمیہ کلمہ تحسین لکھا ہے مگر یہ سراسر لغو ہے۔

سلنگی یا چلوکیا

سلنگی یا چولکیا کی سلطنت گجرات کاٹھیاوار میں عرصہ دراز تک رہی یہ بھی اگنی کل ہیں، ان کے گوجر ہونے کے یہ دلائل ہیں۔

Marfat.com

اول: سلنگی اپنے آپ کو آسول کی نسل سے کہتے ہیں اور آسول بالاتفاق گوجر ہیں

دوئم: مہاراستر کاٹھیا واڑ کا نام گجرات اس وقت سے ہوا، جب سلنگی اس پر حکمران ہوئے کیونکہ گوجروں کے متعدد قبائل مجتمعاً سولنگی کے سایۂ حمایت میں آباد تھے۔

سوئم: سورت اور کوتاریو کے گوجر اپنے آپ کو سلنگی کی نسل سے بیان کرتے ہیں۔

چہارم: میدلوں، اوگنا، بزدا کے کتبوں میں جو بھیل کے زمانہ کے ہیں، سولنگی کو جنگ میں گرجنے والا گوجر لکھا ہے۔

پنجم: قوم سولنگی کے مدحیہ قصائد میں بہیم سولنگی کو گوجر کہا گیا ہے۔[1]

ششم: انہلواڑہ کے متصل انجا مقام پر سدہ راجہ سولنگی (جس کی سلطنت 1089ء سے 1143ء تک رہی ہے) کی خدمت میں کھدر گوجروں کا پیشوا حاضر ہوا اور بوجہ ہم نسل ہونے کے سدہ راج کو چچا کہا اور اس کے غالیچہ پر بیٹھ گیا۔

ہفتم: ویدا اور واگھری گوجر، اپنے آپ کو سلنگی کی نسل سے بتاتے ہیں۔ ان روایات سے جو ہم کو تاریخوں میں ملتی ہیں، یہ ثابت ہوتا ہے کہ پرمار اور سولنگی منسلاً ایک ہی ہیں، بعد میں الگ الگ نام ہو گئے۔

شری مال

یہ مشہور قبیلہ گوجروں کا ہے، حکومت بھنمال کے حکمرانوں کے ساتھ ان کا رشتہ تھا اور بھنمال کے راجے شریمالیوں کی بیٹیوں کے ساتھ عزت و افتخار سے عقد کرتے تھے، یہ قوم فطرۃً بڑی بہادر ہے، شری مال کئی بڑے بڑے راجوں سے لڑتے تھے اور غالب آتے تھے، جب راٹھوروں اور شری مالیوں کے درمیان جنگ شروع ہوئی، تو شری مالیوں نے سولنگی کی امداد چاہی، مگر سلنگی ان کی امداد پر آمادہ

Marfat.com

نہ ہوئے، شری مالیوں نے جب تک کہ سولنگیوں نے معافی نہیں مانگی اور شریمالیوں کے ساتھ حلیف و معاون ہونے کا عہد نہیں کیا ان سے تعلقات منقطع رکھے، ملک کچھ میں مسلمان لوگ شری مالیوں کو گوجر کہہ کر پکارتے ہیں۔ بھمال کے شری مال ، پرمار، راجپوت کہلاتے ہیں۔ شری مالیوں کو تمام لوگ گوجر کہتے ہیں، بات ایک ہی ہے کیونکہ ہمارا یہ دعویٰ ہر جگہ ثابت ہوتا ہے کہ گوجر اور راجپوت ایک ہی ہیں۔

شروک

شروک گوجر ہیں اور ان کے گوجر ہونے کی یہ دلیل ہے کہ ان کی شاخیں گوجر جین اور گوجر ویناں ہیں اور نیز یہ دلیل ہے کہ ان کا سردار خاندان اسول سے منتخب ہوتا ہے چونکہ اسول گوجر ہیں لہٰذا شروک بھی گوجر ہوئے۔

فتالی یا افتالی

فتالی یا افتالی ایک ہی قوم ہے۔ اس قوم کے لوگوں کو یہ معلوم نہیں ہے کہ فتالی کون تھے لیکن تاریخ اس پر روشنی ڈالتی ہے کہ یہ ایک مشہور قوم ہے۔ اس قوم کے لوگ جو ضلع گجرات میں ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے بزرگ گڑ رنبا سے آئے اور اس علاقہ میں موضع فتالیاں آباد کر لیا ہم کسی دوسری جگہ ذکر کریں گے کہ کسی زمانہ میں فتالی مالک تخت و تاج تھے۔

کولی

کولی مشہور گوجر ہیں، ان کا ذکر آئین اکبری میں بھی ہے، ملک گجرات کے کئی صوبوں میں یہ قوم پھیلی ہوئی ہے جس کا ذکر مراۃ احمدی میں کئی جگہ آیا ہے، یہ اپنا شجرۂ نسب راجہ بکرماجیت تک پہنچاتے ہیں۔ یہ راجہ کومل کی اولاد ہیں۔ اس کی اولاد میں سے امیا نامی ایک شخص اوجین سے پنجاب آیا اور مسلمان ہو کر

Marfat.com

دریائے راوی کے کنارہ پر رہنے لگا۔ اس کی متعدد پشتیں وہیں رہیں، اس کی اولاد میں سے رترہ، گوبندی، پھورہ، کھونڈہ، یگی ضلع گجرات میں آئے ان کی ملکیت کئی مواضع میں ہے، کولیاں ہاشم، کولیاں شاہ حسین وغیرہ ضلع گجرات میں ان کے نام پر مشہور گاؤں ہیں۔ کولی شاہ حسین میں، مولانا جلال الدین، علامہ عصر گزرے ہیں، کولی برہمن بھی ہی' کولی، میر بھی کہلاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو عنوان میر وغیرہ۔ ضلع گجرات میں کھتری کولی بھی ہے، پور بندر واقع صوبہ بمبئی میں میرون کی شاخوں میں سے ایک کومل بھی ہے اور کوہلی اور گھلوٹ گوجروں کا بھاٹ ایک ہے اور جن قوموں کا بھاٹ ایک ہوتا ہے، وہ بالعموم ایک ہوتی ہیں، شادی کے موقع پر کوہل میر اور پور بند کی کولی کی عورتیں دُلھا کو میواڑ کا دُلھا کہتی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ گھلوٹ اور کولی ایک ہیں، جو کبھی میواڑا اور چتوڑ پر حکمران رہے تھے۔ آئین اکبری سے ظاہر ہوتا ہے کہ متعدد قلعے ان کے ماتحت تھے، جن کے عوض بادشاہانِ مغلیہ کو فوج کی امداد دیتے تھے۔ اس خاندان میں حضرت مولانا جلال الدین فاضل اجل گزرے ہیں، جو خان صاحب میاں غلام محی الدین خان ذیلدار کولیاں شاہ حسین کے بزرگان سے تھے۔

کسانہ

گوجروں کی ڈھائی ذاتوں میں سے جیسا کہ پہلے مذکور ہوا کسانہ ایک قوم ہے ان کا کوئی مورث سلطنت مغلیہ کے عہد میں پہلے مناور ضلع جموں میں آیا اور وسیع رقبہ پر قبضہ کر کے کاشت کرنے لگا۔ اب بھی علاقہ مناور میں کسانہ قوم کثرت سے ہے۔ آباد کاروں کی وجہ سے جب وہاں کافی زمین نہ ملی، تو پھر کچھ لوگ اس قوم کے مختلف اوقات میں ضلع گجرات کے ایک دیہات میں پھیل گئے۔

کسانہ ضلع گجرات میں تقریباً چالیس مواضع میں آباد ہیں اور کئی گاؤں اس قوم کے نام پر مشہور ہیں۔ یہ حاکم قوم ہے، جس کا حال کسی جگہ مفصل بیان کیا

Marfat.com

گیا ہے، ضلع ہشیار پور موضع تھتھل میں ایک معزز خاندان کسانہ کا ہے، مولوی کمال الدین اس خاندان میں ایک معزز خیر خواہ قوم گزرے ہیں، اس زمانہ میں خان بہادر مولوی فتح الدین بی اے اسسٹنٹ ڈائریکٹر محکمہ زراعت اور مولوی محمد الدین سول سرجن اپنے خاندانی اوصاف علم و فضل سے متصف ہیں۔

کٹاریہ یا کٹارو

یہ چوہان کی شاخ ہے، ان کا مورث کٹار تھا (جس کی طرف یہ قوم منسوب ہے) وہ ہر وقت کٹار اپنے پاس رکھتا تھا۔ یہ نام ایسا ہے جیسا شمشیر سنگھ، تیغ بہادر، ذوالفقار علی جس سے شجاعت کا مفہوم ظاہر ہوتا ہے۔ کسی زمانہ میں کٹاریہ، سلطنت مغلیہ کی سپاہ میں عہدہ دار تھے، بعد ترک ملازمت ضلع گجرات میں اقامت گزیں ہوئے، کئی مواضع میں ان کی ملکیت ہے اور متفرق طور پر رہتے ہیں اور بوجہ متفرق آبادی کے کمزور ہیں، ان کی بود و باش ضلع گجرات کے مواضع چکوڑی، کوٹلی، کوہار، گلیانہ مہنوال وغیرہ میں ہے۔

کاہدری، گاہدری، گادری

ان کے مختلف نام ہیں جو کہ عنوان میں لکھے گئے ہیں لیکن دراصل یہ ایک ہی نام ہے جو تھوڑی سی تبدیلی سے مختلف التلفظ ہو گیا ہے۔ یہ بھی اپنے آپ کو کھٹانہ کہتے ہیں۔ ان کی تعداد اس ضلع میں قلیل ہے یہ بیان کرتے ہیں کہ ان کا کوئی مورث گجرات دُکن سے گجرات پنجاب میں آیا۔ موضع مرالہ گمٹی میں مقیم ہو گیا اور کاشتکاری شروع کی۔

کالس یا کلسان

یہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سوم بنسی ہیں، سلطان مسعود نے جب ملک دُکن پر حملہ کیا تو ان کا کوئی مورث اعلیٰ راجہ ہدم مسلمان ہوا، اس کی اولاد میں ایک

Marfat.com

کالس راجہ تھا، اس کی اولاد پنجاب آئی ، پہلے انہوں نے چیلیانوالی کے جنگل پر قبضہ کیا۔ چنانچہ آج تک اس ٹیلہ کو جس میں انگریزوں کا قبرستان ہے، کالسوں کا ٹبہ (ٹیلہ) کہتے ہیں، مگر یہاں کے اصلی باشندوں سے (جو غالباً جاٹ ہوں گے) ان کی لڑائی رہتی تھی اور یہ فارغ البالی سے زمین آباد نہ کر سکے اور موضع کالس میں آ کر آباد ہوئے، (چیلیانوالہ وہ خطہ ہے جس پر زمانۂ حال میں خاندان گجگاہیہ قابض ہے) یہ لوگ فخر کرتے ہیں کہ کوئی گوجر ہمارے سوا یہاں جاٹوں کے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکا۔ ڈنگہ کے کھٹانہ چودھریوں کا بھی یہی دعویٰ ہے کہ ہم نے ڈنگہ میں آ کر جاٹوں کو آگے بڑھنے سے روکا۔ راجہ کالس کی اولاد سے دو شخص کٹاریخان و بلند خان معروف ہیں، کٹاری خان تو پونچھ کے سرسبز پہاڑوں میں چلا گیا، جس کی اولاد اب بھی وہاں موجود ہے اور بلند خان کی اولاد، جہلم، گجرات وغیرہ میں ہے، موضع بنی اسی قوم کے کسی مورث اعلیٰ نبی خان کا آباد کردہ ہے۔ میرٹھ وغیرہ اضلاع کے کلسان اور پنجاب کے کالس ایک ہی ہیں یہ ضلع گجرات میں دھامان ، اجنالہ وغیرہ چند مواضع میں بود باش رکھتے ہیں، ہندوستان کے اضلاع کے کالس چوہانوں سے اپنا شجرہ نسب ملاتے ہیں۔ یہ لوگ یوپی میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ یوپی کے کالس اپنے بزرگوں اور اپنے بھاٹوں کی تاریخوں سے اپنی تاریخ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ مہابھارت کے زمانہ میں راجہ امل یا الیان شہر الل کنڈ سے جو نیل گری پہاڑ پر واقع تھا، فتوحات کی ہوس میں ایک لشکر جرار لے کر روانہ ہوا اور فتح پر فتح کرتا ہوا ریڈر کے مقام پر پہنچا جو کوہ آبو سے پچاس میل کے فاصلے پر ہے، اس ملک کو خوشنما اور زرخیز دیکھ کر وہاں اپنی سلطنت کی بنیاد ڈالی اور متعدد گرج یعنی قلعی تعمیر کئے۔ جس کی وجہ سے اس قوم کا نام گوجر اور ملک کا نام گرجراسٹر ہو گیا۔

اس کی نسل میں ایک طاقتور راجہ اسم بامسمی ہوا جس کا نام چترنج تھا۔ اس نے سنبھول گرہ (زتبھور) کا علاقہ فتح کر لیا اور اپنی جدا سلطنت قائم کر لی

Marfat.com

اس کی نسل سے راجہ چاہیا اول پیدا ہوا اور اس کی اولاد میں راجہ اشب اچھت ہوا جس نے دھلے کے پاس اچھت پور آباد کیا اور وہاں فلک نما عمارتیں تعمیر کیں، اس راجہ نے گُرر بنا کو جو زمانہ کے حوادث سے برباد ہو گیا تھا آباد کیا اس کی اولاد سے راجہ گوگا ہوا ہے جو بہادر راجہ تھا، ان کو گوگا پیر بھی کہتے ہیں، اس کی سمادھ موضع دوریڑ ضلع سہارنپور میں ہے۔ اس کے دو لڑکے راجہ جیوراؤ اور راجہ سم چھت ہوئے۔ جیوراؤ کا لڑکا رانا ہرناؤ تھا جس کی نسل سے راجہ چاہیا دوم اور راجہ کالس ہوئے، جن کے اولاد کا گوت چوہان اور کالس مشہور ہوا، یوپی میں کالس کے تین چوراسی مشہور ہیں جس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ راجہ کالس کی تین رانیاں ایک راجہ کرانہ کی۔ دوسری راجہ سیالکوٹ کی اور تیسری ملبھی خاندان کی لڑکی تھی، ان تینوں کو 84,84 الگ الگ گاؤں عطا کئے، یوپی کے چوہان بھی اس بیان سے متفق ہیں مگر پنجاب کے چوہان اس قصہ سے متفق نہیں ہیں۔

گور، گورچ یا گزر

سندہ میں ایک ہندو جماعت ہے جن کی دوکانیں، کابل، بخارا، ایران، ماسکو، سینٹ پیٹرزبرگ وغیرہ میں ہیں اور تجارت کرتے ہیں۔ جب ہم نے تاریخ میں پڑھا، تو ہم اس قوم کے بڑے بڑے لوگوں سے ملے، یہ بہت یا اخلاق ہیں، وہ گوجر کی ذات کو نہیں جانتے، البتہ اپنی ذات گورج بیان کرتے ہیں وہ بہت بلند ہمت ہیں دور دراز ملکوں میں جا کر تجارت کرتے ہیں۔ کراچی، جیکب آباد، روڑی وغیرہ میں ان کی سکونت ہے، یہ اچھے، تنومند، بالا قامت شریف ہیں، ان کے نمائندوں نے ہم کو اپنے حالات بہت کچھ سنائے۔ یہ قوم بلاشک وشبہ گوجر ہیں مگر اپنے نسب کو بالکل بھول گئے ہیں۔ ان میں سے بعض لوگ اپنا شجرہ نسب گوجر راجاؤں سے ملاتے ہیں اور اصلی وطن گجرات کاٹھیاواڑ ظاہر کرتے ہیں۔

Marfat.com

گھدوا

یہ گوجر قوم کی ایک شاخ ہے اور ان کے افرد راجپوتانہ میں ملتے ہیں، جو گوجر کہلاتے ہیں، بہت بڑے محنتی اور قوی دل ہیں مگر ان کی مالی حالت بُری بیان کی جاتی ہے، ہم نے بہت کوشش کی کہ ان کے کسی نمائندے کا نام ملے۔ مگر کامیابی نہ ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قلیل جماعت راجپوتانہ میں کسی دوسری ذات میں تبدیل ہوگئی ہے۔

کل ہنیا

کئی تاریخوں میں اس گوت کا ذکر آتا ہے اور ایک تاریخ میں لکھا ہے کہ ضلع گجرات پنجاب میں چیچی اور چوہان کے ساتھ مشہور گوت کل ہنیا ہے، یہاں کے مراسیوں اور دوسرے واقف بھائی بندوں سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اس نام کی کوئی ذات نہیں ہے۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ کل ہنیا شاید دوسری گوت کا بگڑا ہوا نام ہے، جو پہلے کسی مورخ نے غلط لکھا یا نقل میں غلط ہو گیا، ممکن ہے کہ یہ کھٹانہ ہو، انگریزی تاریخوں میں کلہنیا لکھا گیا ہو، پھر دوسری تاریخوں میں اس کی نقل ہو گئی ہو، یا کلسان (کالس) ہو، یا کسانہ ہو، یا کٹھانہ ہو، کیونکہ چیچی اور چوہان کے ساتھ یہ قومیں نسبت رکھتی ہیں، اگر گجرات پنجاب کا نام نہ ہوتا اور اس کو چیچی اور چوہان کا رتبہ نہ دیا جاتا تو ہم تسلیم کرتے کہ یہ گوت کسی دوسرے ملک میں ہو گا ممکن ہے کہ ضلع گجرات یا کسی اور ملک میں یہ گوت ہو اور اب کسی دوسرے گوت میں مدغم ہو گیا ہو، یا اس کا نام تبدیل ہو گیا ہو یا زمانہ کے انقلاب سے صفحہ ہستی سے ہی محو ہو گیا ہو۔ ہم نے اس کو اس لئے تاریخ میں جگہ دی کہ ہماری قوم کے فاضل اس کی نسبت تحقیق کریں، بعض تاریخوں میں کال کینہ لکھا ہے اور گجرات کے چیچوں کے ساتھ کال کینوں کا ذکر کیا ہے ہمارے خیال میں یہ بھی غلط ہے۔

Marfat.com

کھرہاڈ معروف (ہاڈا)

یہ گوجروں کا گوت ہے۔ اس لفظ کی نسبت مختلف روایتیں ہیں ایک یہ کہ اس گوت کے افراد سخت تھے۔ اس لئے اس کو کارد (چھری) کہا گیا۔ جو بعد میں کھرہاڈ ہو گیا، دوسری فضول کہانی ہے کہ ایک دیوتا کو لوگ تنگ کرتے تھے، اس نے گدھے کی ہڈی سے ایک شخص کو پیدا کیا خر اور کھر ایک ہی لفظ ہیں۔ خ کھ سے تبدیل ہو جاتی ہے، ہاڈ اور ہڈ، ایک ہی ہیں۔ ایسے واہیات روایات کو ہم اس لئے بیان کرتے ہیں تا کہ ان کا بطلان ہو جائے یہ کب ممکن ہے کہ کوئی دیوتا انسان پیدا کرے اور پھر گدھے کی ہڈی سے، ممکن ہے کہ اس گوت کا خطاب بوجہ حماقت وضدی ہونے کے کھرہڈ ہو گیا ہو، یہ کوئی اور لفظ ہے، راجپوت کے کھرہاڈ اپنی ذات فخریہ گوجر بیان کرتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ گوجر قوم معزز ہے، وہ کسی کی تابع ہو کر نہیں رہتی، کھرہاڈوں اور گوجروں کی دیوی اور طریق پرستش ایک ہے۔ رتنا گری کے کھرباڈی برہمن ہیں اور یہ گوجر نسل سے ہیں۔

کھاری

اس قوم کے لوگ مختلف روایات بیان کرتے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ ہم گگھڑ ہیں بعض کہتے ہیں کہ ہم گوجر نپوار راجپوت ہیں۔ ان کا مورث خیر محمد تھا، جو غلط تلفظ سے کھیرا مشہور ہو گیا۔ پنجاب میں اکثر جاہل لوگ خیر کو کھیر کہتے ہیں، کھیر سے کھاری مشہور ہو گئے، ان کے نام پر ضلع گجرات میں ایک قصبہ کھاریاں جس میں تحصیل ہے مشہور ہے۔ اس کے علاوہ کئی اور دیہات یا سریان چیچیاں، دہر، نونا نوالی، دتے دال جمن کسانہ، چک لشکری، لادیاں وغیرہ میں ان کی ملکیت ہے۔ لیکن خیر محمد سے کھاری ذات کا قائم کرنا، بالکل غلط ہے، یہ قدیم قوم ہے جو اسلام سے بہت پہلے کی ہے تاریخوں میں کھاری قوم کا ذکر ہے، ممالک متحدہ میں

Marfat.com

کھاری گوجر کثرت سے آباد ہیں۔

کھوبر

پنجاب میں یہ گوت کم ہے، یوپی میں اس گوت کے بڑے بڑے زمیندار ہیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم وسط ایشیا کے رہنے والے ہیں حملہ آور قوموں کے ساتھ ہندوستان میں آئے، ہمارا تعلق ہُن قبائل سے ہے چونکہ ہم خوبرو تھے، اس لئے ہمارا نام ہندی الفاظ میں کھوبر ہوا۔ خ، کھ سے تبدیل ہوئی۔ واؤ حذف ہوگئی، خوبرو کا کھوبر ہو گیا۔

(مولف) عجیب بات ہے کہ لوگ کچھ نہ کچھ وجہ تسمیہ بنا لیتے ہیں، خواہ اصلیت کچھ اور ہی ہو۔

کھٹانہ

ضلع گجرات میں زیادہ تر آبادی کھٹانہ گوجروں کی ہے اور ان کی ملکیت متعدد مواضع میں ہے، چونکہ یہ زیادہ ہیں، اکثر ضلع گجرات کے گوجروں نے اپنا شجرۂ نسب ان کے ساتھ ملا دیا، جو بظاہر غلط معلوم ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو تاریخ مرزا اعظم بیگ، یہ سورج بنسی کہلاتے ہیں یعنی تنور اور اپنا سلسلہ نسب پانڈو تک پہنچاتے ہیں۔

راجہ جیپال ہندوستان کا مشہور راجہ تھا، اس نے اپنی طاقت جہانگیری سے سلطنت کو بہت وسعت دی یہاں تک کہ شمالی حصہ پنجاب کا بھی اس کی سلطنت کا ایک جزو ہو گیا۔

جب سلطان محمود غزنوی ہندوستان پر حملہ آور ہوا، تو راجہ نے غیر تمند گوجروں کی بھاری لشکر لے کر دریائے اٹک کے کنارہ پر شمشیر خون چکان وسنان جان ستان سے اس کا استقبال کیا، دونوں میں خونریز جنگ شروع ہوئی۔ گوجروں نے غزنی نژاد لشکر کے بہادروں کا بہت نقصان کیا، مگر غزنی کے سیلاب کو نہ اٹک

Marfat.com

کی آسمان پیما موجیں روک سکیں، نہ گوجروں کی شمشیر بکف فوجیں، آخر سلطان غزنوی کا لشکر، گوجروں کے حصار روئیں پر غالب آ گیا، راجہ جیپال نے جان دی، مگر آن نہ دی۔ بڑے بڑے بہادر گوجر آغشتہ خاک وخوں ہوئے، راجہ جیپال کا فرزند انند پال جب غزنوی شمشیر سے مطمئن ہوا اور سلطان غزنوی کے فتح ونصرت کا پرچم اُڑاتا ہوا غزنی کو چلا گیا، تو اس نے لاہور کی مسند پر پاؤں جمائے مگر تھوڑے عرصہ کے بعد سلطان کے خوف سے سب کچھ چھوڑ چھاڑ پنجاب سے چلا گیا اور راجہ جیپال کا آفتاب اقبال اس سرزمین میں ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔

اس خاندان کے بقیہ السیف راجہ کھٹانہ اور راجہ جگد یو، کا نام صفحۂ تاریخ پر نمایاں ہوتا ہے، جو پنجاب میں بطور یادگار خاندان جیپال تقدیر کا نوشتہ دیکھنے کے لئے جنگلوں اور پہاڑوں میں چھپے پھرتے تھے، راجہ کھٹانہ رہنمائی طالع سے حضرت علی ہجویری علیہ الرحمۃ کی بارگاہ میں (جن کی کرامت کی شہرت کوہ ہمالیہ سے لے کر ساحل سمندر تک پہنچ چکی تھی اور شاہانِ وقت ان کی آستان عرش نشاں پر اپنے تاج رکھتے تھے) پناہ گزین ہوا، اور کچھ عرصہ تک حضرت کی اعجاز نمائی کے کرشمے دیکھ کر، نورایمان اور شمعِ اسلام سے اس کا دل ودماغ منور ہو گیا اور حلقۂ مریدان خاص میں داخل ہوا۔ اس کے لئے ظاہری سلطنت کے مقابلہ میں یہ باطنی عزو جلال زیادہ قدروقیمت رکھتا تھا۔ ع نور باطن یافتم گر سلطنت بگذاشتم کے منظر سے اس کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ حضرتؒ کی توجہ سے بادشاہ نے راجہ کھٹانہ کو ایک وسیع رقبہ جاگیر میں دے دیا۔ اس نے ایک موضع شاہ پور واقعہ ضلع گجرات آباد کیا، جس کا اب کوئی نام ونشان نہیں ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جہاں اب دنیا چک ہے۔ اس جگہ شاہ پور تھا، راجہ کھٹانہ کی اولاد کئی پشتوں تک شاہ پور میں مقیم رہی، آٹھویں پشت میں راجہ جیپال کی نسل سے 12 فرزند مشہور تھے۔

(۱) میر، (۲) خوشی (۳) جیدا (۴) رنیا (۵) جاول (۶) ٹھلہ (۷) رترا (۸) اودیرا (۹) کورا (۱۰) کودلا (۱۱) لکھن (۱۲) مکھن۔

Marfat.com

ناسازگاری زمانہ سے ان میں سے کئی دوسرے ملکوں میں شاہ پور کو چھوڑ کر چلے گئے۔

ماآزمودہ اسیم دریں شہر بخت خویش
بیرون کشیدۂ باید ازیں شہر رخت خویش

اور کچھ محبت وطن کے گرویدہ ہو گئے اور رفتہ رفتہ اپنے مقبوضات کو وسعت دی۔

اکبر بادشاہ کے عہد میں ضلع گجرات کی سرزمین غیر آباد تھی، بادشاہ نے اس خطہ کے آباد کرنے کا حکم دیا۔ اس خاندان کے چار چوہدریوں آ کیا، کندہ، بالا، ہانڈو کو چار پتے اور ایک ایک پتہ چوہان وچیچی کو دیا گیا۔

ان میں سے بالا اور ہانڈو درویش سیرت اور عارف خصلت تھے، اسی وجہ سے ان کو پیر بالا اور پیر ہانڈو کہتے ہیں، پیر کے معنی پنجابی میں بزرگ اور مرشد کے ہیں۔

(مؤلف) ضلع گجرات کے کٹھانہ[1] قوم کی یہ روایت کہ وہ کٹھانہ راجہ کی اولاد ہیں، جو حضرت علی ہجویری علیہ الرحمۃ کے ہاتھ پر اسلام لایا، قابلِ غور ہے، لاکھوں ہندو سکھ کٹھانے اضلاع یوپی وغیرہ ممالک میں ہیں، وہ تو راجہ کٹھانہ نو مسلم کی اولاد نہیں ہیں، وہ کیوں کٹھانہ کہلاتے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ راجہ دیوت دائی گجرات میوات کے پانچ بھائی اور تھے جنہوں نے علیحدہ علیحدہ اپنی حکومتیں قائم کیں، چونکہ اس خاندان کی چھ حکومتیں تھیں لہٰذا ان کو کٹھانہ کہا گیا، کھٹ کے معنی سنسکرت میں چھ ہیں اور لفظ انہ نسبت کا ہے،

---

[1] اس خاندان میں بڑے بڑے فاضل گزرے ہیں، مولوی محمد عالم مرحوم ساکن گورسیان و مولانا مولوی فقیر محمد مغفور ساکن کنہیارہ ریاست جموں مولوی حافظ محمود محدث مرحوم و مولوی سلطان احمد محدث مغفور مولوی فاضل منشی فاضل ساکن گنجہ ضلع گجرات موجودہ زمانہ میں مولوی فضل کریم مولوی فاضل ساکن سلام ریاست جموں مولوی محمد اشرف محدث مولوی فاضل منشی فاضل ساکن چک چھتہ تحصیل جہلم، مستند عالم ہیں، طلبہ ان کے علم سے مستفید ہو رہے ہیں۔

Marfat.com

جو مقام یا جگہ کا مفہوم ظاہر کرتا ہے، جیسے گونڈوانہ، بیٹھانہ، گونڈ، اور بیٹھی قوم کا دارالخلافہ یا ملک اور بعض نے لکھا ہے کہ یہ راجے کھٹ شاستر کے مقلد تھے۔ اس لئے ان کو کھٹانہ کہا گیا، ہم کو تمام ہندوستان کے گوجروں کی تاریخ لکھنا ہے نہ کہ کسی خاص مقام کے گوت کی کہ ان کی روایات کو مقدم سمجھا جائے۔ اس زمانہ میں ان کی ایک ریاست سمتھر خودمختار ہے، جس کا ذکر کسی اور جگہ کیا گیا ہے۔

کھچی

کیچ مکران اور چھچھ ہزارہ میں آباد ہیں۔ چھچھ اس قوم کی نسبت بعض کا خیال ہے کہ یہ دراصل چیچی قوم ہے اور یہ بھی وسط ایشیا سے حملہ آوروں کے ساتھ آئی مگر ان علاقوں کے چیچی، یا چھاچھی اپنی تاریخ کچھ اور ہی بتاتے ہیں، جس کی بنا پر یہ کہنا مشکل ہے کہ دراصل کھچی اور چھاچھی چیچی ہیں۔ ممکن ہے کہ بعد کے انکشافات سے ان کا تعلق باہمی ثابت ہو جائے، مگر اس وقت کوئی تسلی بخش دلیل پیدا نہیں ہوئی جس سے یہ ثابت ہو کہ یہ تینوں ایک ہیں۔ اس سوال کا ذکر کرنا ضروری تھا تاکہ یہ سوال زیر بحث آ جائے۔ البتہ کسی زمانہ میں کیچ مکران کے علاقہ پر چیچی قوم کی حکومت رہی ہے۔

گجگاھیہ

یہ گوجر کھٹانہ کی ایک شاخ ہے ان کا گاؤں چیلیانوالہ مشہور قصبہ ریلوے اسٹیشن ہے، جہاں سکھوں اور فرنگیوں کی جنگ ہوئی تھی، یہ ذہین اور دلیر قوم ہے، جس کا مستقبل شاندار ہے، یہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ ان کا بزرگ سردار ولی محمد خان، شاہجہان کے عہدِ حکومت میں مشہور و مقتدر زمیندار تھا۔ وہ اپنے گھوڑے کے گلے میں گجگاہ ڈالتا تھا (گجگاہ گھوڑوں کا ساز ہے، چند گھنگرو رسی یا چمڑے کی پٹی میں ہار کے طور پر بنا کر، گھوڑے کے گلے میں ڈالے جاتے ہیں جو بجتے رہتے

Marfat.com

ہیں، مقصود اس سے اظہار شان وشوکت ہے) اس وجہ سے اس کا نام گجگاہیہ ہو گیا۔ اب اس کی قوم بھی اسی نام سے مشہور ہے، جو شخص اس ملک کے رسم ورواج اور تغیرات اسماء وگونت سے واقف ہے، اس کو اس قسم کی تبدیلی عجیب نہیں معلوم ہوتی، کیونکہ اس کی کئی مثالیں پائی جاتی ہیں، زمینداروں میں نئے نئے نام رکھنا اور گوتوں کا پیدا کرنا ہر جگہ کثرت سے پایا جاتا ہے۔ یہ قوم علاقہ جاٹ کی سرحد پر مقیم ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ اس قوم نے برسوں جاٹوں سے مقابلہ کر کے اپنے مقبوضات میں سے ایک چپہ بھر زمین جانے نہیں دی، ہم نے ایک تاریخ میں پڑھا ہے کہ گج. گاہیہ ایک فوج کا نام ہے جو راجہ پورس کی فوج میں ہاتھیوں پر سوار ہو کر سکندر سے لڑی تھی۔

گج، ہاتھی، گاہی سوار، گجگاہیہ، فیل سوار۔

گور برہمن، ناگر برہمن، میر برہمن، پشکر برہمن

گوجر قوم میں جو افراد دین و مذہب وعرفان کے عالم و پیشوا تھے، وہ برہمن کہلاتے تھے، برہمنوں کی نسبت مختلف روایات ہیں۔

ایک روایت یہ ہے کہ سیستان کے آتش پرست تھے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ یہ کابل اور قندھار کی وادی کے برہمن ہیں، ایک گروہ مہر کل کے ساتھ جو گوجر راجہ تھا، پنجاب میں آیا، دوسرا گروہ وہ اسول قوم گوجر کے ہمراہ مارواڑ میں وارد ہوا، تیسرا گروہ چاپ قوم گوجر کا پیشوا تھا۔

جب آفتاب پرستی کے مذہب کو زوال آیا تو انہوں نے ہندو مذہب قبول کیا اور مندروں کے پوجاری ہو گئے، یا مذہب جین کے مقلد ہو کر جینوں کے پروہت بن گئے، راجپوتانہ میں بوندی اور الور میں گوجر برہمن اور مارواڑ میں گوڑ برہمن اور واکوٹ واقعہ یوپی میں میر برہمن کی ذات ثابت کرتی ہے کہ گوجروں میں برہمن کے گروہ موجود ہیں اور گجا گت کے ناگر برہمن جو نہایت خوبصورت

Marfat.com

اور ذہین اور عرصہ تک ملکی اقتدار کے لحاظ سے ممتاز رہے ہیں اور نیز پوکرن متصل اجمیر کے پشکر برہمن یہ مانتے ہیں کہ اصلی برہمنوں کی فہرست سے ان کا نام سہواً خارج ہو گیا ہے۔ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ وہ کسی اور قوم سے ہیں اور چونکہ ان کے نام کے ساتھ گور اور پشکر کا لفظ ہے۔ اس لئے وہ گوجر ہیں کیونکہ گور گوجر کا مخفف ہے اور پشکر گوجروں کا مشہور مقدس مقام ہے جس کی طرف یہ منسوب ہیں اور گوجروں کا ایک گوت بھی پشکر ہے۔

ٹاڈ کی روایت ہے کہ پشکر گوجر بڑے کاریگر تھے۔ انہوں نے بمقام پوکرن ایک بڑا وسیع باقاعدہ تالاب بنایا جس کے صلہ میں ان کو برہمن کا لقب ملا تھا۔ یہ ابھی تک گوجروں کی دیوی کی پرستش کرتے ہیں، گویا برہمن ان کا ایک علمی اور مذہبی لقب ہے اور ناگر برہمن کی شکل و شباہت جنگو طبیعت، انتظام سلطنت کا مذاق رسم و رواج یہ تمام امور صحیح طور پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ اجنبی نسل سے ہیں۔

نیپال میں ایک ناگری کوینۃً جماعت ہے، قدیم زمانہ میں بیرون ممالک سے آ کر آباد ہوئی، تاریخوں میں ناگا نام ایک فاتح ہے جو شمال سے ہندوستان پر حملہ آور ہوا اور گوجروں کا ایک راجہ، ناگا، بہت مشہور ہے۔

ناگا اور ناگر کے الفاظ باہم ملتے ہیں اس لئے ناگری بیرونی قوم سے ہیں، برہمن ناگر کے لقب کو معزز سمجھتے ہیں، یوپی کے گوجروں میں ناگر برہمن ایک مشہور گوت ہے۔

گورسی

گورسی، سورج بنسی راجپوت کہلاتے ہیں۔ رائے گورسی کے نام سے یہ قوم مشہور ہے، آئینِ اکبری میں اس کو گراسیہ لکھا ہے اور گجرات دکن میں کسی وقت ان کی رفعت و حشمت کا نقارہ بجتا تھا، یہ قوم زبردست جنگجو اور بہادر ہے، اس قوم کے چند اشخاص گجرات دکن سے آ کر پہلے لاہور کے گردونواح میں

Marfat.com

حکومت کرتے رہے، پھر تمام پنجاب میں پھیل گئے، جموں کے علاقہ میں گورسی گاؤں مشہور ہے اسی قوم میں سے ایک شخص بھاگو تھا جس نے ضلع گجرات میں موضع بھاگو آباد کیا، سلطان مسعود کے عہد حکومت میں مسلمان ہوا کسی زمانہ میں اس قوم کا 86 محال پر قبضہ حاکمانہ تھا، مگر رفتہ رفتہ ان کے قبضہ کی وسعت کم ہوتی گئی اور دوسرے لوگ شریک ہو گئے، یہ حاکم قوم ہے جس کے متعدد مواضع گجرات میں ہیں، اس قوم کے لوگ توانا، قوی، ہیکل، بردباد اور ذہین ہیں، اس خاندان میں مولانا قاری علی محمد مرحوم محدث ادیب جامع العلوم گزرے ہیں، آپ نے ہندوستان کے بڑے بڑے مشہور فضلاء سے استفادہ کیا، اور عرصہ تک ریاست کوئٹہ کے مدرسہ عربی کے اعلیٰ مدرس رہے، آپ کے بڑے صاحبزادہ محمد عبداللہ محدث ایم اے، ایل ایل بی، مولوی فاضل منشی فاضل ایم، او، ایل نہایت متورع، متقی پنڈی گھیب ضلع اٹک میں وکالت کرتے ہیں، دوسرے صاحبزادہ مولوی عبدالرحمٰن مولوی فاضل وکیل اور تیسرے صاحبزادہ مولوی عبدالعزیز بی اے ہیں، این خاندان ہمہ آفتاب است یہ کنگھر تحصیل کھاریاں کے زمیندار ہیں۔ دراصل یہ برہ خاندان سے ہیں، مگر بوجہ رشتہ داری کے یہ گورسی گوت میں شامل ہو گئے، ایک اور صاحب فاضل گورسی مولوی احمد علی، مولوی فاضل، او، ٹی ساکن موضع گورسیان ضلع گجرات رسالہ العدل کے مُدیر ہیں۔

گرچانی

گرچانی، جو رند بلوچوں کی ایک مشہور شاخ ہے، دراصل گوجر ہیں اور بلوچوں میں بھی یہ روایت مشہور ہے کہ گرچانی دوسری قوم سے ہیں۔ اصل بلوچ نہیں ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گوجر قوم کا کوئی اعلیٰ خاندان رند بلوچ میں چلا گیا اور بلوچوں نے اس کو اپنا بھائی بند بنا لیا اور اس کو گرچانی کا لقب دیا، مگر گرچانی بلوچ اس کو تسلیم نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ صرف الفاظ کی باہمی مشابہت ہے، ایک قوم دوسری قوم میں شامل نہیں ہو سکتی، بلوچوں میں گرچانی ایک

Marfat.com

زبردست شاخ ہے ان کا تمندار علیحدہ ہے۔

گیگی

گیگی تنور راجپوت کہلاتے ہیں اور کھٹانوں کی شاخ سے اپنا شجرہ نسب ملاتے ہیں، یہ مختلف موضع راجووال، چوہدووال، دھوپ سڑی، خواص پور، سیداگول، مٹوانوالہ وغیرہ میں رہتے ہیں، گجرات میں دو موضع گیگیاں ان کے نام پر ہیں، یہ مسکین طبع، محنتی جفاکش ہیں، ضلع گجرات میں حضرت شیر شاہ غازی رحمتہ اللہ علیہ اسی خاندان کے درخشندہ گوہر تھے۔ جن کے سجادہ نشین ساداتِ کرام ہیں اور ان کے ہزاروں مرید ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ اپنے زمانہ میں قطب جہاں تھے، دور دور ملکوں سے آ کر لوگ ان کی بیعت کرتے تھے، ایک سید بھی مرید تھا، جو عالم عارف تھا، اس کو آپ نے سجادہ نشین کیا۔

گھیلہ، واگھیلہ، باگھیلہ

ایک ہی ہیں، واو، ب سے بدل کر واگھیلہ کا باگھیلہ ہو جاتا ہے اور کبھی واو حذف ہو جاتا ہے جیسا کہ واگرو، گرو، ضلع گجرات کے کئی گاؤں میں گھیلہ ہیں اور راولپنڈی کے ضلع میں ان کے نام پر دو مواضع آباد ہیں، گھیلوں کی داجدھانی ملک دُکن گجرات میں تھی، ان کی سلطنت ملک گجرات، احمد آباد پر ایک سو چھبیس سال تک رہی، یہ بڑی زبردست قوم گزری ہے، مگر اب پنجاب میں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

گوریہ

گوریہ، سورج بنسی کہلاتے ہیں، گوریہ، گورا یک ہی ہیں اور یہ زابلستان سے آئے تھے، گوریہ اپنے آپ کو راجپوت کہتے ہیں، ضلع گجرات میں گوریہ گوجر نہیں پائے جاتے۔

Marfat.com

لودہ یا لودی، یا لادی یا لودھی

یہ رگھ بنسی راجپوت کہلاتے ہیں ان کا مورث راجہ لودسین تھا، اس کی اولاد میں سے مالا نامی ملک گجرات دُکن سے پنجاب آیا۔ اس کی اولاد کئی پشت تک لودھانہ میں رہی، وہاں سے سیالکوٹ آئی اور حلقہ اسلام میں داخل ہوئی ان میں سے کاظم نامی ضلع گجرات میں آ کر اقامت گزیں ہوا، موضع لادی اسی قوم کے نام پر مشہور ہے اور چونکہ لودھانہ سے آئے تھے، اس لئے لادی مشہور ہوئے۔

لتالا

یہ گوجروں کا گوت ہے، اس گوت کے افراد، ریاست ٹالیر کوٹلہ میں پائے جاتے ہیں، اس گوت کی دریافت کے لئے بہت کوشش کی مگر پتہ نہیں ملتا اس خاندان کا پہلا راجہ للتا دیتہ تھا۔ اگرچہ یہ خاندان مسلمان ہے لیکن اس کی کچھ خصوصیات بھی ہیں کہ دوسری قوموں کے برخلاف ان کا کوئی مراسی نہیں ہوتا، بلکہ برہمن ہوتا ہے۔ گویا اس قوم نے اپنی قدیمی رواج کو قائم رکھا ہے۔ لتالا کا للتا کی اولاد سے ہونا زیادہ قرین قیاس ہے اور یہ معمولی تبدیلی ہے۔

لکھن رائے

اگرچہ ہم نے اس کا ذکر چیچی قوم کے ضمن میں مجملاً کیا ہے، مگر چونکہ یہ مستقل گوت ہے اس لئے اس کا علیحدہ ذکر کرنا بھی مناسب ہے۔ یہ چیچی قوم کی شاخ ہے لکھن رائے چیچی، ڈانگی چیچی، ایک ہی قوم ہیں چیچی اور ڈانگی چیچی اور لکھن رائے، تینوں اپنا مورث لکھن کو بتلاتے ہیں، ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ بعض گوت اپنے مورث کے نام سے براہ راست موسوم ہوتے ہیں اور بعض بالواسطہ، چنانچہ جو گوت لکھن رائے سے بلاواسطہ موسوم ہے وہ لکھن رائے کہلاتا ہے اور چیچی بالواسطہ لکھن رائے سے منسوب ہوتے ہیں، یہ لوگ اپنے مورث لکھن رائے کو لکھ بخش کہتے ہیں اور اپنی اس سخاوت کی نسبت کی بنا پر سب قوموں اور گوتوں پر فخر

Marfat.com

کرتے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اس قوم میں جوانمردی کا امتیاز قومی اب تک موجود ہے، گجرات میں لکھنوال گاؤں اسی قوم کی یادگار ہے، شاید اب کوئی شخص وہاں اس قوم کا نہیں رہتا، البتہ دوسرے مواضع مثلاً دھنی، ہرسہ چیچیاں، سید ابراہیم وغیرہ میں آباد ہیں، ڈانگی چیچی اس ضلع گجرات میں کوئی نہیں ہے انبالہ اور ریاست پٹیالہ وغیرہ میں پائے جاتے ہیں۔

لمبور

یہ کھٹانہ قوم کی شاخ ہے، ان کا مورث لمبور نامی تھا، اس کی اولاد میں سے شہنشاہ جلال الدین اکبر کے عہد میں کچھ لوگ آئے اور ضلع گجرات میں مقیم ہو کر زراعت کا کام شروع کیا، اب اس قوم کے لوگ لوہسر، پنڈوری، راجو بھنڈ، چکوڑی، نوشہرہ، جھنڈانوالہ وغیرہ میں پائے جاتے ہیں، یہ اچھے قد و قامت کے طاقتور جوان ہیں، ان کے نام پر ایک موضع بھی ہے۔

لوہسر

یہ بھی کھٹانہ کی شاخ ہے، ان کا بزرگ لوہسر نامی تھا، جس کے نام پر یہ گوت نامزد ہے، لوہسر کی اولاد سے دیپ نامی ایک شخص شہنشاہِ اکبر کے لشکر میں بھرتی ہوا اور کئی کارہائے نمایاں انجام دیئے اور پھر اس کی اولاد نے ضلع گجرات میں موضع لوہسر آباد کیا۔ اس قوم کی ملکیت ٹھٹھ پور، لمبور، اوتم وغیرہ میں پائی جاتی ہے، مگر متفرق ہونے کی وجہ سے ان کی چندان شہرت نہیں ہے۔

مراڑی یا مراڑیاں

یہ تنور سورج بنسی کہلاتے ہیں اور کھٹانہ کی ایک شاخ ہیں ان کے نام پر ایک موضع بھی مراڑی ہے۔ ان کی ملکیت مہیسی، ڈوگہ، دھوریہ، چک اسماعیل وغیرہ ضلع گجرات میں ہے۔

Marfat.com

مُکّر

یہ بھی اپنے آپ کو کھٹانہ خاندان سے منسوب کرتے ہیں، ان کا مورث مُکّر تھا، جس کی اولاد ملک دُکن سے پنجاب آئی۔ اس خاندان کے کچھ لوگ قصبہ ڈنگہ وغیرہ میں پائے جاتے ہیں۔

موٹن

یہ راجہ جگدیو کی اولاد ہیں۔ ان کا مورث موٹن نامی تھا، جس کی اولاد سے کچھ لوگ ملک دُکن سے ضلع سیالکوٹ میں آ کر آباد ہوئے، پھر ان میں سے بعض لوگ گجرات چلے آئے، یہ مختلف مواضع ڈوگہ، مچھیانہ، کھاریاں، ساہن وال وغیرہ میں رہتے ہیں۔

مہلو

مہلو، سورج بنسی راجپوت ہیں۔ ان کا مورث مہلو تھا، اس کی اولاد میں سے کچھ لوگ علاقہ پنجاب میں آ کر آباد ہوئے اور ان کی ملکیت ضلع گجرات کے 19,18 گاؤں میں ہے مثلاً چیچیان، ڈھوک، گوجران، کوٹلہ، شیخاں، فتا بھنڈ، سیکریالی، موجیانوالی وغیرہ۔

مہیسی

اس گوت کے لوگ کہتے ہیں کہ ہم سڑویہ راجپوت ہیں، سڑویہ کے تین بیٹے مہیسی، دیدڑ، کھاری تھے۔ جو اپنے گوت کے نام پر مشہور ہیں میہسی کے نام پر ایک موضع ضلع گجرات میں ہے، اور یہ لوگ مختلف مواضع میں رہتے ہیں۔

موریا موریا

یہ بھی گوجر ہیں، بعض مؤرخین نے سخت دھوکا کھایا، کہ ان کو گوجر سمجھ کر

Marfat.com

مود یا خاندان چندر گپت کو بھی گوجر سمجھا، ورنہ سوائے نام کے ان میں کوئی دور کی بھی نسبی نسبت نہیں پائی جاتی۔ یہ اپنے آپ کو خاندان ہن سے ظاہر کرتے ہیں۔ 720ء میں عربوں نے ان پر حملہ کیا تو تمام سردار راجپوت ان کو امداد دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ مور گوجر اکثر دریاؤں کے کناروں پر رہتے ہیں جو کچھوا اور مچھلی شکار کرتے ہیں اور بہت محنتی اور جفاکش ہوتے ہیں، جس طرح سینسی قوم کسی زمانہ میں لشکر شاہی سے نکل کر جنگلوں میں پھرتی رہی ہے، اسی طرح یہ قوم بھی اپنی اصلی قوم سے جدا ہو کر رذیل پیشہ اختیار کرنے پر مجبور ہوئی۔

نون

یہ راجہ گنج کی اولاد سے ہیں، نون، راجپوت، گوجر، جاٹ تینوں قوموں میں مشترک ہیں اور سوم بنسی ہیں۔ ان کو مورث نون نامی تھا، موضع نون اس قوم کے نام پر، نہر جہلم کے کنارہ پر ہے اور یہ کئی مواضع میں متفرق طور پر آباد ہیں مثلاً سَاہن خرد، ڈوگہ، سمن پنڈی وغیرہ اس قوم کے آدمی ذہین، محنتی، قابل اور بہادر ہوتے ہیں۔ اس خاندان میں مولوی فضل الدین مولوی فاضل وکیل بڑے فاضل ہیں۔

ناگری، منگلا، مہیر بروئی

ناگری، یوپی کے گوجروں کی ایک اعلیٰ قوم ہے اور وہ بلند شہر وغیرہ میں نہایت ہی معزز سمجھی جاتی ہے، ناگری اور منگلا اور مہیر، جو گوجروں کے گوت ہیں، بروہی قوم میں جو راجپوتوں کی شاخ ہے پائے جاتے ہیں۔

ناگر، برہمن ریاست بوندی، واقعہ راجپوتانہ میں بڑے بڑے عہدوں پر ممتاز رہے ہیں اور اس میں شک نہیں ہے کہ ناگر برہمن گوجر نسل سے ہیں۔

Marfat.com

نکاڈی

اجمیر میں گوجروں کی ایک جماعت نکاڈی کے نام سے موسوم ہے، جو ایک معزز وشریف گروہ سمجھا جاتا ہے، ان کی شرافت واعزاز کی وجہ یہ ہے کہ وہ بیوہ کا نکاح نہیں کرتے اور نہ ادنیٰ شاخوں میں عقد کرتے ہیں اور پکے ہندو ہیں۔

نیک دے

نیک دے اجمیر علاقہ میں پائے جاتے ہیں اور اپنے کارناموں اور ذات پر بہت فخر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تمام قوموں سے برتر ہیں۔

لبھی، سیسودیا، گھلوٹ، کچھواہہ

یہ سب گوجروں کے گوت ہیں اور جہاں تک ہم نے تاریخوں کا مطالعہ کیا، ان کا باہم نسبی تعلق ثابت ہوتا ہے، اس لئے ہم ان کو ایک عنوان میں جگہ دیتے ہیں اور ہر ایک کے مختصر حالات لکھتے ہیں۔

میر، مہیر، مہر، میترک متراک مختلف الفاظ استعمال میں آتے ہیں، جو دراصل ایک ہی ہیں، زبان کے تغیر وتبدل سے یہ فرق پیدا ہوا، جن کی مثالیں کثرت سے ناظرین اس تاریخ میں دیکھ چکے ہیں، میر کا اعزازی لقب برہمنوں کا بھی ہے جو گوجر گوتوں میں پایا جاتا ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان گوتوں میں برہمن بھی ہیں، بلکہ برہمن کے ساتھ بھی لفظ میر آتا ہے، جو ان کو دوسرے برہمنوں سے ممتاز کرتا ہے، مثلاً چوہان میر، گھلوٹ میر، ببلیو دمیر، برہمن میر، کولی میر۔

گوجروں کے نمائندوں کو مہر بھی کہتے ہیں جس سے وہ خوش ہوتے ہیں، نمبردار کا لقب زیادہ تر مہر ہے۔ مہر کے معنی مقدم ہیں، پنجابی میں مہر لا اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی قوم کا نمائندہ ہو اور جس پر فیصلہ کا دارومدار ہو یا قوم کی طرف سے گفتگو کرے یا قوم میں ممتاز ہو، بعض مورخین کی رائے میں یہی ان الفاظ کا

Marfat.com

ماخذ ہے۔

یا یہ لفظ امیر سے لیا گیا ہے، امیر کے معنی امر کرنے والا، زبانوں کے الفاظ باہم ملتے جلتے ہیں، سید کو میر کہا جاتا ہے، بہرحال یہ لفظ معزز ہے، ہمارا خیال ہے کہ اس قسم کی توجیہات فضول ہیں، قدیم تاریخوں کے تتبع میں مابعد کے مؤرخین نے بھی اس قسم کی رائیں ظاہر کر دیں۔

اجمیر وغیرہ کے علاقوں میں جو میر قوم ہے وہ اپنے آپ کو گوجر کہتی ہے اور اجمیر میں میر گوجروں کا عام خطاب ہے۔

ڈاکٹر بھگوان لال جو متفحص آثار قدیمہ ہے، تشریح کرتا ہے کہ مختلف کتبوں میں جہاں لفظ متراک یا تیراک ہے اس سے مراد قوم میر ہے اور میر گوجر ہیں، سندھ میں میروں کی مشہور ریاست ہے، مگر یہ گوجر نہیں کہلاتے، بعض مؤرخین اس خیال سے کہ سندھ میں عرصۂ دراز تک گوجروں کا ستارۂ اقبال اوج پر رہا ہے اور سندھ میں ان کی متعدد ریاستیں تھیں، یہ ریاست بھی گوجروں کی ہے۔

مؤلف کہتا ہے کہ صرف لفظ کی مشابہت سے جب تک اور شہادتیں نہ ہوں اس قسم کا دعویٰ نہیں کیا جا سکتا۔

البتہ اس میں شک نہیں ہے کہ یہ قوم ساتویں صدی سے لیکر گیارہویں صدی تک اس قدر طاقت ور رہی کہ کوئی دوسری قوم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی، کشمیر میں میروں کی بہت بڑی آبادی ہے جو بیان کرتے ہیں کہ ہم قحط کی مصیبت کے مارے راجپوتانہ سے کشمیر آئے۔

ہند میں ولبھی کے راجے مشہور ہیں جن کی نسبت ڈاکٹر ہلٹش کی تحقیقات کو سب مورخین نے بہ نظر استحسان دیکھا ہے۔ اس کی تحقیقات کا یہ نتیجہ ہے کہ جس راجہ نے ولبھی خاندان کی بنیاد قائم کی مہیر (مہر) تھا، جس نے 480ء سے 500ء تک حکومت کی پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ اس کو ولبھی کا کیوں لقب دیا گیا، مگر حقیقت یہ ہے کہ معقول طور سے اب تک ولبھی کی وجہ تسمیہ معلوم نہیں ہوئی۔ یہ بھی بعض

Marfat.com

تاریخوں میں لکھا ہے کہ راجہ بلہرا جس کا ذکر عرب مؤرخین نے کیا ہے، وبھی تھا۔ بظاہر اس کے الفاظ کچھ کچھ ملتے ہیں۔ بلہرا کے دو جزو ہیں، ایک بلہا، دوسرا رائے بمعنی راجہ، بلہا اور وبھی میں مطابقت ہوسکتی ہے۔

اس طویل اور مدلل تحقیقات سے انکار نہیں ہوسکتا کہ جس خاندان نے وبھی پر حکومت کی وہ خاندان میرو سیسودیا اور گھلوٹ تھے۔

بعض تاریخوں میں لکھا ہے کہ میر کی مندرجہ ذیل شاخیں ہیں۔

چوہان، پنوار، گھلوٹ، یا سیسودیا، پرہار، اسول۔

اس روایت اور اگنی کل کی روایت میں یہ فرق ہے کہ بجائے سلنگی کے گھلوٹ کا لفظ ہے اور سلنگی اور گھلوٹ اور سیسودیا اور کچھواہیہ میروں اور گوجروں کی دیویاں ایک ہیں۔ قانون، وراثت بھی ایک ہے پس ان تمام وجوہ سے ثابت ہوا کہ مندرجہ عنوان گوت گوجر ہیں۔

مارواڑ کے واکوٹ برہمن میر کہلاتے ہیں۔

ورما

ورما ایک تعظیمی کلمہ ہے، یہ گوت پنجاب میں نہیں ہے، مالوہ میں پایا جاتا ہے، اس کے افراد پشتہا پشت سے معزز چلے آتے ہیں۔ سکھوں اور جینیوں میں اس گوت کے افراد ملتے ہیں۔

ہکلہ

یہ کہتے ہیں کہ ہم راجہ جگدیو کی اولاد سے سورج بنسی ہیں، ان کا مورث، ہک، یا ہکل تھا۔ اس قوم کا راجہ برن اپنے بھائیوں سے لڑ جھگڑ کر ملک گجرات سے متھرا میں اقامت گزیں ہوا اور پھر متھرا سے بعہد سلاطین چغتائی ضلع گجرات آیا چنانچہ اس قوم کے نام پر ایک موضع بھی ہکلہ ہے۔ اس خاندان کے

Marfat.com

لوگ مختلف مواضع دیونا، مٹوانوالہ، بادلی، ہکلہ، سنجرائے، وہڑ، لادی، کراڑیوالہ، برنائی، موجیانوالی وغیرہ میں رہتے ہیں۔

مسٹر ایسٹ ڈپٹی کمشنر گجرات کی تاریخ میں ہکلہ قوم کو سکندر اعظم کی اولاد قرار دیا ہے اور چوہدری خواجہ دین مرحوم جو اس قوم کے نمایندہ تھے، وہ بھی یہی بیان کرتے تھے کہ ہم سکندر اعظم کی اولاد سے ہیں۔

مسٹر ایسٹ کی تحریر کا یہ خلاصہ ہے کہ سکندر اعظم جب پنجاب میں آیا، تو اس نے یہاں کی ایک راجکماری سے شادی کی۔ اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کی اولاد سے راجہ کنگ خراسان کا فرمانروا تھا۔ اس نے ہندوستان کے راجاؤں کے ساتھ بھی اتحاد پیدا کیا۔ راجہ کنگ کی اولاد میں سے ایک راجہ جگدیو نامی کی شادی متھرا کے ایک راجہ کی لڑکی سے ہوئی متھرا کا راجہ لاولد تھا۔ اس لئے جگدیو متھرا کا راجہ ہو گیا، جہاں اس کی اولاد 14 پشتوں تک حکمران رہی ان راجاؤں کے سلسلہ میں ایک راجہ گودام ہوا ہے۔ جس کی نسل ہکلہ کے چوہدری راجہ ہیں، گودام کا بیٹا راجہ بھوان اور اس کا بیٹا سنگانہ متھرا اور نگر کوٹ پر متصرف رہا، اس کی اولاد میں سے راجہ برن تھا، جس نے موضع برنالی کی بنیاد رکھی یہ موضع اب تک موجود ہے جو ہکلہ قوم کا صدر مقام ہے۔ سکھوں کے عہد میں چوہدری احمد خان اور انگریزوں کی موجودہ بادشاہت میں چوہدری مہر الدین اور چوہدری خواجہ دین، معزز اور مشہور تھے، موضع برنالی میں مولانا امام الدین مرحوم بہت بڑے فاضل تھے، اب ان کا قائم مقام ان کا فرزند مولوی عبدالعزیز ہے۔

❁❁❁

Marfat.com

فصل چہارم:

جاٹوں کے چند گوتوں کا ذکر

اچراء	کھوکھر راجپوت، ان کا مورث اچراء تھا۔
امرال	راجہ کرن سورج کی اولاد سے ہیں ان کا مورث امرال ہے۔
بھریار	سورج بنسی راجہ ڈھل کی اولاد ہیں۔
بانٹھ	جنجوعہ کہلاتے ہیں ان کا بزرگ بانٹھ تھا۔
بدھن	سٹرویہ راجپوت مورث ان کا بدھن ہے۔
بھٹی	سورج بنسی قدیم وطن ان کا بھیڑ ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ مورث ان کا راجہ بوٹھ تھا۔
بنگیال	بھٹی کی شاخ ہے۔
بوڑ	سورج بنسی، بجوہ، یا باجوہ کی نسل سے ہیں۔
بھورچہ	سورج بنسی بھٹی ہیں۔
بھون	سورج بنسی کہلاتے ہیں۔
بہالو	کھوکھر راجپوت، مورث ان کا بہالو تھا۔
بہلے	راجپوت کہلاتے ہیں۔
بھنڈ یا بھنڈر	راجہ کرن کی اولاد سے ہیں، مورث اس کا بھنڈر تھا۔
بسرائے	سورج بنسی مورث ان کا بسرائے تھا۔ کورڑ، کھرل، بھون، بھونہ کئی پشتوں کے بعد ان سے مل جاتے ہیں۔
بہلڑ	گوندل کی شاخ ہیں۔
بہدر یا پھدر	مغل برلاس کہلاتے ہیں۔
بوسال	گوندل کی شاخ ہے۔
بالہ	کھوکھر، راجپوت، مورث ان کا بالا تھا۔

Marfat.com

بھوک — قوم رانجھا کی شاخ ہیں، مورث ان کا بھوک ہے۔
بھاگٹ — بھاؤ راجپوت کہلاتے ہیں، بھاؤ ان کا مورث تھا۔
بگووال — آوان کہلاتے ہیں۔
بھلم — آپ کو مغل چوغطہ کے خاندان سے بتلاتے ہیں۔
بھکریل — جنجوعہ راجپوت کہلاتے ہیں۔
بڑویا — اپنے آپ کو سورج بنسی بیان کرتے ہیں۔
باجوہ — راجپوت کہلاتے ہیں۔
پتو — سندھو کی شاخ ہیں، مورث ان کا پتو تھا۔
پھپھرہ — مغل چوغطہ کہلاتے ہیں، مورث ان کا پھپھرہ تھا۔
پونی — سوم بنسی کہلاتے ہیں۔
پروے — بھٹی راجپوت ہیں۔
پوتی — سورج بنسی ہیں۔
تتے — جنجوعہ کہلاتے ہیں، مورث ان کا تتلا تھا۔
تہال — سوم بنسی، راجہ جگدیو کی اولاد ہیں۔
تھوتال — سورج بنسی ہیں ان کے مورث کے دو فرزند تھے۔ ایک کا نام تھا تو دوسرے کا نام نارو تھا۔ تھاتو کی اولاد تھوتال اور نارو کی ناروئے کہلاتے ہیں۔
تتلے — راجپوت جنجوعہ کہلاتے ہیں۔
تھتل — راجپوت چوہان کہلاتے ہیں، مورث ان کا تھتل تھا۔
تکھر — تنور راجپوت ہیں۔
تارڑ — راجہ کرن، سورج بنسی کی اولاد سے ہیں، سلطان محمود نے بوجہ شجاعت ان کو اپنی فوج میں ملازم رکھا تھا۔

Marfat.com

تنور — مختلف اضلاع میں پائے جاتے ہیں اور راجپوت کہلاتے ہیں، جاٹ گوجر راجپوت تینوں میں شامل ہیں۔

توڑ — راجپوت بھٹی، مورث ان کا توڑا تھا۔

تولے — گوندل کی شاخ ہیں، مورث ان کا وریام تھا، یہ بھی تینوں میں شامل ہیں۔

جم — قرشی، حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اولاد کہلاتے ہیں۔

جادو — سورج بنسی ہیں، تاریخوں میں ان کا ذکر بہت آتا ہے۔

جھمٹ — سپرا کی شاخ ہیں، ان کے مورث کا نام جھمٹ تھا۔

جالی — کھوکھر راجپوت ہیں۔

جویہ — دریائے ستلج کے کنارہ پر آباد ہیں اور زبردست قوم ہے اور یہ قوم گوجروں میں بھی شامل ہے۔

جکھڑ — پنوار، راجپوت سوم بنسی ہیں، ان کا مورث جکھڑ تھا۔

جسپال — گوندل ہیں، مورث ان کا راجہ جسپال تھا۔

جرال — راجپوت، جرال کہلاتے ہیں۔

جنجوعہ — سورج بنسی یا سوم بنسی راجپوت کہلاتے ہیں۔

چوغطہ — مغل کہلاتے ہیں۔

چیمہ، چٹھہ — رائے پتھورا کی اولاد کہلاتے ہیں اور طاقتور قبیلہ ہے۔

چوہان — سوم بنسی راجپوت ہیں، جاٹ، گوجر، راجپوت تینوں میں شامل ہیں۔

چھتر — سٹرویہ راجپوتوں کی نسل سے ہیں، مورث انکا چھتر تھا۔

چدھڑ — راجپوت کہلاتے ہیں، مگر ان کے مورث اعلی کا نام معلوم نہیں

چاچ — راجپوت لنگاہ کہلاتے ہیں، مورث ان کا چاچ تھا۔

Marfat.com

دھاڑیواں — بھٹی کی شاخ ہیں، یہ لوگ فخر کرتے ہیں کہ اکبر بادشاہ نے ان کے بزرگ مرہٹہ نامی کی لڑکی سے نکاح کیا، شادی کے وقت جب یہ راٹھا چاری کرتے ہیں، تو ان کے مراسی کو پہلے روپیہ دیا جاتا ہے، ان کا کوئی بزرگ میاں محمد فاضل مشہور ولی اللہ کی تلقین سے مسلمان ہوا تھا۔

دوہدرا — یہ کہتے ہیں کہ ہم اجودھیا کے راجپوتوں میں سے ہیں اور اپنے مورث کے نام پر مشہور ہیں۔

دہارڑ — راجہ رام چندر کی اولاد کہلاتے ہیں، اور منہاس راجپوت سے اپنا سلسلۂ نسب ملاتے ہیں۔

دھول — پنوار، راجپوت سوم بنسی ہیں، دھول ان کا مورث تھا۔

دھمال — راجپوت بھٹی ہیں، مورث ان کا دھم ہے۔

دھوتھڑ — راجہ کرن سورج بنسی کی اولاد سے ہیں۔ دھوتھڑ ان کا کوئی بزرگ تھا، بھون اور یہ آپس میں بھائی بند ہیں۔

ڈھنڈیہ — سٹرویہ، راجپوت ہیں۔

ڈھوڈہ — راجہ کرن بنسی کی اولاد سے ہیں، مورث ان کا ڈھوڈہ تھا۔

ڈب — اپنے آپ کو جنجوعہ کہتے ہیں، مورث ان کا گھوگا تھا، یہ کہتے ہیں کہ ہم نے اکبر بادشاہ غازی کو ایک ابلق گھوڑا دیا تھا، جس کو پنجابی میں ڈبہ کہتے ہیں اس لئے گوت ڈب ہو گیا۔

ڈھلو — ان کا مورث ڈھلو تھا، یہ گورائیہ جٹ کی شاخ ہے، سپرا خاندان سے نسلی تعلق رکھتی ہے۔

ڈھالے — راجپوت بھٹی ہیں، اس خاندان نے اکبر بادشاہ غازی کے حضور میں ڈھال پیش کی۔ اس لئے ان کا نام ڈھالے ہو گیا۔

رندھاوہ — بھٹی راجپوت کہلاتے ہیں۔

Marfat.com

رہنگ — رگ بنسی راجپوت کہلاتے ہیں۔ مسّمی رہنگ ان کا مورث تھا۔

رچھال — جٹ ہنجرا کی شاخ ہیں، یہ لوگ پنجاب ملک دُکن سے آئے تھے۔

رہسی — منہاس راجپوت کہلاتے ہیں مورث ان کا رہس نامی تھا۔

رینال — راجہ کرن کی اولاد ہیں، ان کا مورث رنیال تھا۔

ران — راجہ کرن کی اولاد ہیں، ران، دوہدر [illegible] تینوں بھائیوں کے نام سے ایک ایک قبیلہ موسوم ہے۔

سوہل — اپنا سلسلہ نسب چوہان سے ملاتے ہیں ان کا مورث سوہل تھا۔

سگڑ — وڑائچ کی شاخ ہے، مورث ان کا سگر تھا۔

سوہے — چوہان راجپوت ہیں، ان کا مورث سوہی تھا۔

ساہی — راجہ کرن کی اولاد ہیں، مورث ان کا ساہی تھا، سندھو اور ساہی آپس میں بھائی بند ہیں۔

سیال — راجپوت پنوار سوم بنسی ہیں رائے سیال ان کا مورث تھا، مشہور ہے کہ تین بھائی سیو گیو، ٹیو تھے، سیو کے سیال گیوٗ کے گھیئے، ٹیوٗ کے ٹوانے، یہ سب راجپوت کہلاتے ہیں۔

سیان — اپنا سلسلۂ نسب سٹرویہ راجپوت سوم بنسی سے علاقے ہیں، مورث ان کا سیان تھا۔

سندھو — راجہ جگدیو کی اولاد ہیں، ان کا مورث رائے ڈاکر تھا، جس کے پانچ فرزند سندھو، نارو ساہی، ڈھلو، تلوجر تھے۔ ہر ایک کے نام پر ایک قبیلہ (گوت) مشہور ہے۔

سندراز — گوندل ہیں، مورث ان کا سندر تھا۔

سُن — ڈھوڈہ کی شاخ ہیں، مسمی سُن ان کا مورث تھا۔

Marfat.com

سیکھو — راجہ کرن کی اولاد ہیں، ان کا بزرگ سیکھو تھا، جس کے نام سے یہ مشہور ہوئے۔

سہوترہ — راجپوت بھٹی ہیں، مورث ان کا سہوترہ تھا۔

سِدّہ — جٹ ڈھاریوال کی شاخ بھٹی ہیں، مورث ان کا سدھ تھا۔

سوہال — راجپوت سوم بنسی مورث ان کا سوہا تھا۔

سویہ — راجپوت بھٹی، مورث ان کا سویہ تھا۔

سُرائے — بھٹی راجپوت، ان کا مورث سرا تھا۔

پسرائے — تحقیقات سے کچھ پتہ نہیں ملا کہ کون ہیں، عام طور پر جاٹ ہیں، اور جاٹوں سے رشتہ ناتہ کرتے ہیں، مورث ان کا سپرا تھا۔

کنجیال — راجپوت جنجوعہ کہلاتے ہیں، مورث ان کا کنجو تھا۔

کلوال — راجپوت بھٹی ہیں۔

کوتھڑ — گگھڑ راجپوت کہلاتے ہیں۔

کریال — راجپوت سورج بنسی کہلاتے ہیں، مورث انکا کریال تھا۔

کدھر — سورج بنسی ہیں، ان کا کوئی مورث کدھر نامی پاک پٹن کی طرف سے کسی زمانہ میں پنجاب آیا۔

کھرل — باجوہ کی شاخ ہیں، ان کا مورث کھرل تھا جو ملک دُکن سے پنجاب آیا۔

کھیڑہ — رنگ پور، کھیڑہ مشہور موضع ان کی ملکیت ہے۔ مفصل حالات نسبی معلوم نہیں ہیں۔

کُنگ — یہ اپنے آپ کو اجودھیا کے راجپوتوں میں شمار کرتے ہیں، اس خاندان میں مشہور مقتدر شخص کنگ تھا، جس کی طرف یہ منسوب ہیں۔

کھیر — راجپوت بھٹی ہیں، ان کا مورث کھیر تھا۔

Marfat.com

کورڑا — راجپوت بھٹی ہیں اور سلسلۂ نسب جٹ دریاہ سے ملاتے ہیں

کوروٹانہ — راجپوت بھٹی کی شاخ ہیں۔

کلیال — راجہ سالباہن کی اولاد ہیں، مورث ان کا کلیال تھا۔

کتوار — راجپوت منہاس ہیں، ان کے مورث کا نام کتوار تھا۔

کھنب — یہ رانجھا کی شاخ ہیں، مورث ان کا کھنب تھا۔

کلیہ یا کلیار — چوہان راجپوت سے اپنا سلسلۂ نسب علاقے ہیں۔

گورایہ — یہ سٹرویہ راجپوتوں کی نسل ہے۔

گل — رائے پورب سورج بنسی کی نسل سے ہیں۔ مورث ان کا گل تھا۔

گدگور — قوم رانجھا کی شاخ ہے۔

گہلو — بھٹی راجپوت ہیں، لنگاہ، بھوٹہ، ڈہڑ نایت یا ناچ، سچرائے ان کے بھائی بند ہیں۔

گوندل — راجپوت چوہان پنجاب وغیرہ اضلاع میں پائے جاتے ہیں

گدہو — راجپوت بھٹی مورث ان کا گدہو تھا۔

گھومن — راجپوت جنجوعہ ان کا اور قوم ویس کا سلسلۂ نسب مل جاتا ہے۔

گھوگ — مورث ان کا گھوگ تھا، قوم گوندل کی شاخ ہیں۔

گجرال — بھٹی راجپوت ہیں، یہ بیان کرتے ہیں کہ مورث ان کا کنو تھا، اور چونکہ وہ یتیم رہ گیا تھا اور اس کی پرورش ایک گوجر خاندان میں ہوئی تھی، اس لئے گوجرال کے نام سے مشہور ہوا۔

گوچھ — ان کا سلسلہ نسب قوم بدھن سے ملتا ہے، یہ راجپوت کہلاتے ہیں۔

لدر — راجپوت بھٹی مسمی سنگڑا پسر بھٹہ کی اولاد سے ہیں، لدران کا مورث تھا۔

لوبدڑہ — راجپوت منہاس ہیں، مورث ان کا لوبدر تھا۔

Marfat.com

لک — سورج بنسی ہیں۔ رائے بھوٹہ ان کا مورث تھا، ضلع شاہ پور اور ملتان میں اس قوم کی بہت آبادی ہے۔

لنگاہ — راجپوت کہلاتے ہیں اور گوجروں میں بھی شامل ہیں۔

لنگڑیال — پانڈو کی نسل کہلاتے ہیں۔ ان کے مورث رتن و بھولا بابر بادشاہ کے عہد میں پنجاب آئے۔

لہے — راجپوت منہاس ہیں، منہاس کی اولاد سے ایک راجہ تیجو تھا، اس سے اپنا شجرہ نسب ملاتے ہیں۔

مہر — راجپوت بھٹی، مورث ان کا مہر تھا۔ باپ اس کا رائے جسر اکبر بادشاہ غازی کا ملازم تھا۔

ملہے — سورج بنسی ان کا مورث ملہے نامی مسلمان ہوا اور اس کی اولاد ملہے کے نام سے مشہور ہے۔

منڈ — صرف اس قدر معلوم ہوا ہے کہ جے سنگھ کی اولاد ہیں، جے سنگھ کے خاندان کا حال معلوم نہیں ہے۔

مٹو — جٹ دریاہ کی شاخ ہیں اور بھٹی راجپوت کہلاتے ہیں، ان کے مورث کا نام مٹو تھا۔

مہوٹہ — بھٹی راجپوت ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ ہوت قوم بلوچ کی نسل سے ہیں۔

مُلانہ — اپنا نسب مغل برلاس کے خاندان سے بتاتے ہیں، مل ان کا کوئی بزرگ تھا۔

ملتانی — دراصل راجپوت بھٹی ہیں چونکہ یہ قوم ملتان سے آئی تھی، اس لئے ان کا نام ملتانی ہوا۔

متّی — راجہ کرن کی اولاد سے اپنا نسب ملاتے ہیں، مورث ان کا متا تھا، جو ملک دُکن سے ہجرت کر کے پنجاب آیا۔

Marfat.com

منڈیر — مغل چغتائی کہلاتے ہیں ان کا بزرگ ہور سے پنجاب آیا۔

مُڑیال — جب بڈھن کی شاخ ہیں، مورث ان کا مڑی تھا۔

مرڑ — اپنا نسب برلاس بیان کرتے ہیں، مورث ان کا مرڑ تھا۔

میکن — سورج بنسی ہیں، مورث ان کا میکن تھا۔

مرل — راجپوت چوہانوں سے شجرہ نسب ملاتے ہیں۔

مائیر — راجپوت منہاس ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ ان کا کوئی بزرگ شہر بوندی سے پنجاب آیا۔

مانگٹ — پنوار راجپوت سوم بنسی کہلاتے ہیں، مانگٹ ان کا مورث اعلیٰ تھا۔

مَل — ان کا مورث مل تھا، جو ملک دُکن سے آیا، یہ معلوم نہیں ہے کہ وہ کس خاندان سے تھا۔

نت — یہ اپنا نسب سورج بنسی یعنی خاندان اجودھیا کے راجپوتوں سے بیان کرتے ہیں۔

ننگیال — راجپوت بھاو سے جو منہاس کی شاخ ہے، اپنا نسب ملاتے ہیں، مورث ان کا ننگیال تھا۔

ناروے — کہتے ہیں کہ ہم مغل برلاس کے خاندان سے ہیں، ان کا مورث نارو نامی ملک دُکن سے پنجاب آیا۔

نجرہ — اپنے آپ کو بھٹی راجپوت کی نسل سے بیان کرتے ہیں۔

ویس — یہ حضرت اویس قرنی رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد کہلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جاٹوں کے ساتھ مل کر ہم جاٹ ہو گئے۔

ورک — راجپوت منہاس ہیں، مورث ان کا ورک نامی تھا۔

دورائے — جٹ دھارڑ کی شاخ ہیں۔

Marfat.com

وڑائچ — یہ لوگ اپنے کو راجہ کرن سورج بنسی کی اولاد میں شمار کرتے ہیں، ان کا مورث اعلیٰ وڑائچ نامی ایک معتبر اور ذی عزت شخص تھا، اب بھی یہ قوم پنجاب میں معزز و نامور ہے، اور اس قوم کے افراد ذہین و عقلمند ہیں۔

ہنجراؤ — سٹرویہ راجپوتوں کی نسل سے ہیں، سورج بنسی کہلاتے ہیں، مورث ان کا ہنجر راؤ تھا، جو کثرتِ استعمال سے ہنجراؤ ہو گیا۔

ہرل — معروف ہرڑ، راجپوتِ کھوکھر کہلاتے ہیں، مورث ان کا ہرل تھا۔

ہنج — ہنجراؤ ہنج ایک ہی ہیں، صرف تلفظ الگ الگ ہے۔

ہیر — کہتے ہیں کہ ہم قطب الدین شاہ کی اولاد سے اوان ہیں، ان کا مورث ہیر تھا۔

ہونجن — راجپوت بھٹی ہیں، مورث ان کا ہونجن تھا۔

ہرچھال — صرف اس قدر بیان کرتے ہیں کہ وہ راجپوت ہیں اور ان کا کوئی بزرگ چنبہ پہاڑ سے پنجاب آیا، جس کا نام راجہ ہردیو تھا، جو بتغیر تلفظ ہریال ہو گیا اور ہریال سے ہرچھال ہوا۔

ہمیال — اپنا نسب مغل چغتائی بیان کرتے ہیں، ان کے مورث کا نام ہمیہ تھا، جو دہلی سے اکبر بادشاہ غازی کے لشکر میں شامل ہو کر پنجاب آیا۔

ہتیار — راجپوت بھٹی ہیں، ان کا بزرگ دخترکش ظالم تھا، جس کی وجہ سے قوم کا نام ہتھیار ہوا، ہتھیار کے معنی ظالم جفاکیش ہیں۔

Marfat.com

فصل پنجم:

راجپوتوں کے چند گوتوں کا ذکر

اترس — تاونی راجپوتوں کی شاخ ہے، اور ریاست پٹیالہ، وانبالہ وغیرہ میں رہتے ہیں۔

اندوال — ضلع ہزارہ وغیرہ میں رہتے ہیں، یہ دراصل دھونڈ کی ایک شاخ ہے، مگر اپنے کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد بیان کرتے ہیں اور ایک روایت یہ ہے کہ ان کا بزرگ تخت خان تیمور بادشاہ کے ہمراہ دہلی آیا اور اس کی اولاد سے زور آور خان شاہجہان کے عہد میں کہوٹہ میں متوطن ہوا۔

باگری — بیکانیر کے چولستان میں رہتے ہیں، راجپوت، جاٹ دونوں قوموں میں پائے جاتے ہیں، سرسہ، حصاز، پٹیالہ، سیالکوٹ میں ان کی تعداد زیادہ ہے، گورداسپور کے باگری سلہریا کہلاتے ہیں، علاء الدین خلجی کے عہد میں دہلی سے پنجاب آئے اور ایک علاقہ پر مسلط ہو گئے۔

بڈگوجر — 36 شاہی خاندانوں میں داخل ہیں، یہ رام چندر، سورج بنسی کے بیٹے لو کی اولاد سے ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، گوڑ گاؤں کے بڈگوجر جالندھر ہوشیار پور کے علاقہ سے دکن میں گئے، اور ذاتی شجاعت و تہور کے سبب سے راجپوتوں میں مل گئے، چناری اور بہانبو کے بڈگوجر، لال خانی کہلاتے ہیں، پہلے ان کی راجدھانی الور کے علاقہ راجو میں تھی، اور اب بھی یہ بلند شہر کے علاقہ میں معزز ہیں۔

بریاہ — جالندھر کے بریاہ اپنے آپ کو سورج بنسی راجہ کرن کی اولاد سے بتاتے ہیں، اور سیالکوٹ کے بریاہ کہتے ہیں کہ ہم چندر بنسی ہیں ان

Marfat.com

کا بزرگ دومل تھا۔

بھکرال بدہال
بعض ضلعوں میں یہ کہتے ہیں کہ ہم پنوار کی شاخ ہیں، بعض میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد کہلاتے ہیں، راولپنڈی ، جہلم، گجرات وغیرہ اضلاع میں پائے جاتے ہیں۔

بھٹی
شاہی خاندان راجپوت چندر بنسی ہیں، گوجر جاٹ ، راجپوت تینوں قوموں میں پائے جاتے ہیں۔ عرصہ تک ضلع سرسہ وحصار پر قابض رہے، اب تک ان کے مقبوضات کا نام بھٹیانہ ہے، بھٹی کے دو فرزند دوسل حبیل تھے، دوسل بھٹانہ کا حکمران رہا اور حبیل نے جیسلمیر کی راجدھانی قائم کی، سدھو اور برار جاٹ بھی دوسل کی اولاد کہلاتے ہیں اور وٹو بھی اسی قوم کی شاخ ہیں۔ ان کے سردار راجہ سالو نے، سیالکوٹ آباد کیا، یہ قوم کثیر التعداد ہے، کشمیر اور پنجاب کے اضلاع میں اب تک ان کے دیہات و مقبوضات ہیں ان کا اصلی وطن ٹبھیر ہے، ملتان کے نون اپنا نسب نامہ اسی قوم سے ملحق کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ دہلی سے آئے۔

پٹھیال
راجپوتوں میں ممتاز اور زبردست شاخ ہے، ضلع کانگڑہ، جالندھر، ہوشیار پور، راولپنڈی وغیرہ علاقوں میں پائے جاتے ہیں، گوندل پٹھیال کہلاتے ہیں۔

مؤلف: ہمارے خیال میں بھٹی ، ہٹھیال، پٹھیانہ، دراصل ایک ہی ہیں، معلوم نہیں کہ یہ کس خیال سے مختلف شاخیں بنیں اور اگر یہ مختلف النسب ہیں، تو ان کی تحقیقات ہونی چاہیے۔

پٹھیانہ
ضلع گودارسپور ، ہوشیار پور، کانگڑہ وغیرہ میں پائے جاتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ پٹھان کوٹ ان کے نام پر ہے اور اسی قصبہ کے نام کی وجہ سے پٹھانہ ہو گئے۔

Marfat.com

مولف: ہمارے خیال میں یہ بھی بھٹی ہیں۔

پندھیر: یہ مشہور خاندان راجپوتوں کا ہے اور ان کا اقتدار آٹھ سو سال سے پہلے اسقدر تھا کہ ان کے اقبال کے گیت گائے جاتے تھے۔

پرمار، پنوار: پرمار، پنوار، اگنی کل خاندان سے ہیں، ''دنیا پر ماروں کی'' مثل مشہور ہے اور یہ گوجروں میں شامل ہیں۔

تاوَنی: بھٹی کی شاخ راجہ سالباہن کے پوتے تان کی اولاد سے ہیں۔ راجہ تان کی نسل سے راجہ امیہ تھا۔ جس نے انبالہ آباد کیا۔ یہ لوگ انبالہ، کلسیہ، پٹیالہ، سرمور ناہن میں زیادہ ہیں اور دوسرے اضلاع میں کم و بیش۔

تنوار، تنور: جادو بنسی کی شاخ 26 قبائل شاہی میں داخل ہے؟ انبالہ، حصار، سرسہ، کرنال وغیرہ میں ہیں۔

طور: دہلی کی بنیاد 792ء میں راجگان تنور نے ڈالی ہے اس کا اخیر راجہ اننگ پال تھا جس نے اپنی سلطنت اپنے نواسے پرتھی راج کو دیدی تھی یہ گوجروں میں شامل ہیں۔

ٹوانہ: شاہ پور میں مٹھا ٹوانہ ایک مشہور قصبہ اس قوم کا ہے، یہ پنوار راجپوت کہلاتے ہیں، تین بھائی سیو، گیہو، ٹیو تھے۔ ٹیو کے ٹوانہ، گیہو کے گیہنے سیو کے سیال، اگر یہ روایت درست ہے کہ سیال اور ٹوانوں اور گیہیوں کا نسب ایک ہے تو پھر یہ جاٹ اور راجپوت دونوں میں شامل سمجھے جائیں، سر لیبل گریفن کی کتاب روسائے پنجاب کے صفحات 534,519 اور مہتمم بندوبست کی رپورٹ شاہ پور کے صفحہ 740 حرف الف میں لکھا ہے کہ ٹوانوں نے سکھوں کی فوجوں کا عرصہ تک مقابلہ کیا، اب وہ نیم گلہ بان اور نیم کسان قبیلہ ہیں اور فوج میں اچھے سپاہی ہیں خصوصاً رسالہ میں۔

ٹھاکر، ٹھکریہ، ایک ہی لفظ ہے، یہ سلہر یا راجپوت ہیں اور بعض اپنے خاندان کا

Marfat.com

ٹھکر: شجرۂ نسب چوہان سے ملاتے ہیں، یہ گوجروں میں بھی شامل ہوتے ہیں۔

جاٹو: تنوار سے اپنا شجرۂ نسب ملاتے ہیں، ضلع حصار و سرسہ اور ریاست رہتک، جنید وغیرہ میں پائے جاتے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ یہ لفظ دراصل جاٹ ہے لیکن جب تنوار راجپوتوں نے ان کو رشتہ دے کر اپنے قبیلہ میں شامل کرلیا تو دوسرے راجپوتوں نے تحقیراً، ان کو جاٹو کہا اور پھر یہ رفتہ رفتہ راجپوتوں کی ایک شاخ ہو گئے ، جاٹو، راگھوسترالوتینوں بھائی تھے۔

جادو: چندر بنسی ہیں، ضلع دہلی وٹپیالہ وغیرہ میں رہتے ہیں، بعض نے لکھا ہے کہ یہ بھٹی کی شاخ یا ان کے بھائی بند ہیں، تاریخوں میں اس قبیلہ کا بہت ذکر آتا ہے اور جاٹ قوم میں شمار کیا جاتا ہے۔

مؤلف: ہمارے خیال میں جاٹ ، جٹ، جاٹو ، جادو ایک ہی ہیں، حروف کا تغیر تبدل ہو گیا ہے۔

جاورہ: راجپوت سورج بنسی ہیں اور گوجروں میں بھی شامل ہیں۔

مؤلف: جاوڑہ، چھاوڑی ایک ہی قوم ہے ، جس کی سلطنت گجرات دُکن میں تھی۔

جسوال: ہشیار پور میں ان کی تعداد کافی ہے، زمانۂ سابق میں یہ حکمران خاندان تھا۔

جوئیہ: 36 خاندانوں میں داخل ہیں اور اگنی کل کہلاتے ہیں۔

مؤلف: گوجر، جاٹ، راجپوت تینوں میں شامل ہیں۔

جنجوعہ: جنجوا، جنوہہ، جنجوں سب طرح کا املاء تاریخوں میں دیکھا گیا ہے، یہ ایک مشہور خاندان جادو بنسی راٹھور کا ہے، یہ جودھپور اور قنوج سے پنجاب آئے اور کوہ نمک کے مضافات میں متمکن ہو گئے، یہ ہمیشہ گکھڑوں اور آوانوں کے مقابلہ میں شمشیر بدست وجاں بکف

Marfat.com

رہے، ان کا مورث راجہ بل راٹھور تھا۔

چندیل: 36 خاندان شاہی میں سے ہے، کہیں راجپوت ہیں، کہیں کسی دوسری قوم میں شمار ہوتے ہیں۔

چیٹھ: راجپوتوں کا مشہور خاندان ہے، دراب بن بہمن کی اولاد سے نعمان خراسان کا بادشاہ تھا، اس کی اولاد میں سے شاہزادہ گوہر شاہ، قسمت آزمائی کے لئے ملک دُکن کو گیا، کوکب اقبال نے یاوری کی، ماہر چند کا سپہ سالار رہوا، بوجہ فرط اعتماد راجہ نے اپنی لڑکی اس کے عقد میں دے کر بہت کچھ اس کے مناصب و مراتب میں اضافہ کیا، مگر شرط یہ تھی کہ زوجین اپنے اپنے مذہب کے پابند رہیں گے جیسا کہ بادشاہان مغلیہ کے ہاں شرط تھی، شاہزادہ گوہر شاہ کا اس رانی کے بطن سے ابدار ایک لڑکا پیدا ہوا، جو والدہ کے مذہب کے موافق ابدار چند موسوم ہوا، راجہ ابدار چند علاؤ الدین بادشاہ دہلی کا سپہ سالار تھا، جس کی اولاد سے راجہ چب چند کانگڑہ کے کسی علاقہ کا حکمران ہوا اس کی اولاد بھمبر وغیرہ میں کچھ مدت تک آباد رہی، ضلع گجرات میں اس خاندان کا مرکزی مقام پوٹھی بیسہ ہے، یہ دریائے جہلم کے بائیں کنارے پر دو مشہور گاؤں ہیں۔

چوہان: اگنی کل راجپوتوں کے سردار ہیں، جب چوہان آگ سے نکلا تو بڑے طمطراق سے نکلا، اس کے ہاتھوں میں چار مختلف ہتھیار تھے، چھلانگیں مارتا، ہتھیار تولتا ہوا باہر آیا، دیویوں نے اس کو بہت دعائیں دیں، اسی خاندان سے راجہ پرتھی راج راجپوتوں کا فخر تھا۔ چوہان پنجاب کے اکثر اضلاع میں پائے جاتے ہیں، اس قوم کے جوان بالعموم پتلے دبلے مگر چست، مستعد اور محنتی ہوتے ہیں، نمایاں حیثیت رکھتے ہیں، یہ گوجر، جاٹ راجپوت تینوں میں شامل ہیں۔

Marfat.com

خوجہ: جنجوعہ راجپوت ہیں۔

دوددال: یہ ڈوڈوال داتا پور کے قدیم حکمران خاندان سے ہیں۔ ان کا نام دادا (ضلع کانگڑہ) کی وجہ سے مشہور ہے، ضلع ہشیار پور کوہ شوالک کے مانسوال رانے دوددال کہلاتے ہیں۔

دھنیال: کوہستان نمک کے پہاڑی قبائل سے تعلق رکھتے ہیں اور بڑے طاقتور، ڈیل ڈول والے اور عالی ہمت ہیں، علاقہ دھنی ان کے نام سے مشہور ہے اور ان میں سے ایک جماعت کوہ مری کے نچلے پہاڑوں میں متوطن ہے۔

دھونڈی: ڈھونڈیا دھونڈی ستلج اور چناب کی وادیوں میں آباد ہیں، ان کا اصلی وطن میلسی ضلع ملتان ہے، اسی خاندان سے حضرت حاجی شیر محمد ولی تھے، ان کی قبر ملتان میں ہے۔

دھروال: سورج بنسی راجپوت ہیں، اور کانگڑہ کے پہاڑوں میں آباد ہیں۔

ڈھونڈ: ضلع ہزارہ کی تحصیل ایبٹ آباد اور ضلع راولپنڈی کے شمالی قطعات میں آباد ہیں۔

راوت: یہ قوم راوی اور جمنا اور اس کے اضلاع میں پائی جاتی ہے۔

راٹھور: سورج بنسی 36 خاندان شاہی میں شامل ہیں، قدیم زمانہ میں ان کا مرکزی مقام قنوج تھا، بیکائیر اور مارواڑ کے راٹھور مشہور ہیں۔

رانجھا: ضلع شاہ پور اور گجرات کی مشرقی آبادی میں متوطن ہیں، یہ بھٹی کی شاخ ہیں، جاٹوں میں بھی شامل ہیں۔

رگھ بنسی: پنجاب کے مختلف اضلاع میں متفرق طور پر رہتے ہیں، گورداسپور، سیالکوٹ میں زیادہ اور جموں میں کم وبیش موجود ہیں۔

سہگل: مشہور راجپوت ہیں، پنجاب میں اکثر ہندو کھشتری کہلاتے ہیں اور بعض جگہ گوجروں میں شامل ہیں۔

Marfat.com

سلہریا: راجہ سہگل کی اولاد سے ہیں، ضلع لاہور سیالکوٹ وغیرہ میں رہتے ہیں، یہ بہلول لودی بادشاہ کے عہد میں مسلمان ہوئے، مگر اب تک ان میں ہنود کی رسوم پائی جاتی ہیں، شادی کے موقع پر دولہا اور دلہن کی پیشانی پر بکرے کا خون لگایا جاتا ہے۔

سود: یہ مشہور راجپوت ہیں، گوجروں اور جاٹوں میں شامل ہیں۔

سیال: یہ رائے شنکر پنوار راجپوت کی نسل سے ہیں، انہوں نے اٹھارہویں صدی کے شروع میں بہت ترقی کی، ابتدا یہ گلہ بان تھے، مواشی چراتے اور زراعت کی طرف کم متوجہ تھے اور دریاؤں کے کناروں پر مواشی کی خاطر جھونپڑیوں میں رہتے تھے، ولی داد و عنایت اللہ کے عہد میں سیال قوم کو بڑا عروج تھا۔ اب بھی یہ قوم پنجاب میں معزز ہے۔

ستی: ضلع راولپنڈی اور ہزارہ وغیرہ میں رہتے ہیں۔

کٹوچ: کانگڑہ میں رہتے ہیں، کسی زمانہ میں ان کی ریاست بہت وسیع تھی، جس میں ضلع جالندھر و ہوشیار پور شامل تھا، ان کے کرسی ناموں میں مسلسل کئی راجاؤں کا ذکر ہے۔

کتوال: حضرت شاہ علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد کہلاتے ہیں۔

کلیچی: منج راجپوتوں کا مشہور گوت ہے۔

کاہوت: قدیم سے ان کا پیشہ سپاہگری ہے۔ شاہانِ مغلیہ کے لشکروں میں ملازم تھے، تحصیل چکوال میں متوطن ہیں۔

کسر: پہلے جموں کے پہاڑوں میں رہتے تھے، وہاں سے ضلع جہلم کے شمالی میدان میں جاگزیں ہوئے یہ بہت اچھے سپاہی اور بہادر ہیں۔

کنیال: راولپنڈی کے جنوبی مشرقی حصہ میں آباد ہیں۔

کیتوال: دھونڈ اور ستی کے قبائل سے ہیں اور بالعموم ان کے ساتھ پہاڑوں میں پائے جاتے ہیں۔

Marfat.com

کروال: اپنے آپ کو جنجوعہ بیان کرتے ہیں، زیادہ تر تحصیل گھوٹہ کے مشرقی پہاڑوں میں اقامت گزیں ہیں، یہ عمدہ ڈیل ڈول کے جوان بلند قامت اور طاقتور ہیں۔

گھمچی: یہ اپنا سلسلہ نسب چوہان سے ملاتے ہیں، ان کی ابتدائی جائے سکونت اجمیر اور دہلی ہے۔ اب پنجاب کے اضلاع میں کم و بیش پائے جاتے ہیں، چونکہ قدیم سے ان کو جانوروں سے محبت ہے۔ اس لئے اکثر ان کی قوم دریاؤں کی وادیوں میں آباد ہے۔

گولیریا: سورج بنسی ہیں، ان کے کرسی ناموں میں کئی راجاؤں کے نام ہیں۔

گوریا، 36 خاندانوں میں شامل ہیں۔ ان کی سلطنت عرصہ تک بنگال میں

گوریا، گو، رہی، یہ گنگا اور جمنا کی وادیوں میں اور اضلاع دہلی اور گوڑ گاؤں

گورو: میں بھی ان کی بستیاں ہیں۔

گوندل: گوندل بادشاہ پور اور گجرات کے ضلع میں ان کے نام سے مشہور ہے، وہ دریائے جہلم کے ایک حصہ میں دائیں کنارے پر کثرت سے آباد ہیں، یہ چوہان سے اپنا شجرۂ نسب ملاتے ہیں، گونڈل اور گونڈال دراصل ایک ہی ہیں، پہلے ہندو تھے، بابا فرید شکر گنج رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے مسلمان ہوئے۔

گھوڑیواہا: آج کل ان کا مرکزی مقام جالندھر ہے اور جالندھر کے ملحقہ اضلاع میں کم وبیش پائے جاتے ہیں، ان کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ان کے کسی بزرگ نے غازی شہاب الدین غوری کے حضور میں گھوڑا نذر کیا تھا، غازی شہاب الدین نے اس کو اس قدر وسیع علاقہ دیا، جس کو ایک دن میں گھوڑا طے کر سکے، غالباً 40 میل محیط دائرہ کا علاقہ ہو گا، مسٹر بار کلے نے لکھا ہے کہ گھوڑے واہ کے مقبوضات پانچ صدی کے مفتوحہ ہیں۔

Marfat.com

لدھو: اپنے کو کلیچی کی شاخ کہتے ہیں اور بعض اپنا کچھ اور گوت بیان کرتے ہیں۔

منج: ضلع جالندھر لودھانہ اور ضلع راولپنڈی میں پائے جاتے ہیں، یہ بھٹی کی شاخ ہی، ان کو مخدوم شاہ جہانیاں سجادہ نشیں اوچ نے مسلمان کیا۔

منہاس: منہاس اور جموال رام چندر کی اولاد سے سورج بنسی ہیں، ان کا کوئی بزرگ اجودھیا سے آیا تھا، جس نے جموں کا علاقہ فتح کیا، اور شہر جموں کی بنیاد ڈالی، جموں، جہلم، راولپنڈی، سیالکوٹ، شاہ پور وغیرہ میں پائے جاتے ہیں۔

منڈاہڑ: ضلع کرنال، انبالہ اور ریاست پٹیالہ وغیرہ میں سکونت پذیر ہیں۔

نون: راجپوت مختلف اضلاع میں پائے جاتے ہیں، زیادہ تر ملتان اور شاہ پور میں ہیں۔

نیپال: بھٹی قبیلہ کا گوت ہے، ضلع فیروز پور میں یہ لوگ ستلج کے کنارے پر آباد ہیں۔

وٹو: بھٹی کی شاخ ہے، یہ زیادہ تر دریائے ستلج کے کنارے ریاست بھاولپور ضلع فیروز پور میں آباد ہیں۔

ہیراج: سیال کا گوت ہے جو دریائے راوی و چناب کے کناروں پر آباد ہے۔

راجپوتوں کے کئی ہزار گوت ہیں، ہم نے چند مشہور گوتوں کو جمع کیا ہے، کیونکہ ہمارے استدلال کے لئے اسی قدر کافی ہے، گوجر راجپوت اور جاٹ کے گوتوں کی فہرستوں سے جو ہم نے بہم پہنچائی ہیں۔ ہر ایک معلوم کر سکتا ہے کہ تینوں قومیں فی الجملہ ایک ہی ہیں، تینوں قوموں کے گوتوں کے اکثر نمایندوں نے اپنے آپ کو سورج بنسی یا سوم بنسی وغیرہ ظاہر کیا ہے اور بعض گوت مغل وغیرہ قوموں میں شامل ہو گئے ہیں۔ چونکہ فہرستیں بہت واضح ہیں اور ہر ایک گوت کے

Marfat.com

مقابلہ میں اس کا دعویٰ نسبی لکھا گیا ہے۔ اس لئے کچھ زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں، بعض بعض گوتوں کے سامنے ہم نے لکھ دیا ہے کہ یہ گوت تینوں قوموں میں پایا جاتا ہے یا دو میں اور جو کچھ تبدیلی حروف بعض گوتوں میں پائی جاتی ہے۔ اس کی طرف بھی مناسب موقع پر اشارہ کر دیا ہے، جس کا ہم نے ابتداء اس عنوان میں وعدہ کیا تھا، ہم نے بار ہا مختلف عنوانوں میں دہرایا ہے کہ راجپوت کوئی قوم نہیں ہے، یہ مبہم لفظ ہے اور ایک اصطلاحی اور وصفی نام ہے جس قوم کا کوئی بزرگ راجہ ہو گیا، وہ قوم اپنے آپ کو راجپوت کہنے لگی، اہیر، گوجر، جاٹ، کے بزرگ جب راجہ ہوئے، تو ان میں سے بعض گوت راجپوتی کا دعویٰ کرنے لگے، گوجر جاٹ پر کیا موقوف ہے، اہیر بھی جن کے بزرگ راجہ رہے ہیں، راجپوت کہلاتے ہیں، قوم بھیل اور ڈ راور وغیرہ بھی راجپوت کہلاتی ہے۔

ہندوستان کی تاریخوں میں سے جن کتابوں کے مصنف ہندو ہیں، انہوں نے تسلیم کیا ہے کہ ہندو چھتریوں میں اور قومیں بھی شامل ہیں۔

ونسٹ اے سمتھ باب دواز دہم راجپوت قبائل کے عنوان میں لکھتا ہے۔

''اس مقام پر میں ایک ایسے امر کی طرف ناظرین کی توجہ مبذول کرنا چاہتا ہوں جو ایک عرصۂ دراز سے مشکوک[1] تھا۔ مگر اب شہادتوں کی موجودگی سے

---

[1] مسٹر سمتھ پر شاید اخیر اڈیشن میں یہ امر واضح ہوا ہے، یہ تو مدت سے ثابت ہے کہ حملہ آور قومیں کھشتریوں میں شامل ہیں بلکہ زمانہ قدیم کی ہندی تاریخوں سے کثرت اور تواتر کے ساتھ یہ شہادت ملتی ہے کہ گوجر کھشتری ہیں اور آریہ قبائل کے جزو اعظم ہیں، یہ سب کے سب بھائی بند ہیں۔

مسٹر سمتھ ''سیتھی عنصر'' کے عنوان کے ماتحت لکھتے ہیں۔

ٹاڈ اور پرانے مصنفین نے مدت ہوئی اس بات کو سمجھ لیا تھا کہ راجپوت قبائل ایک بڑی حد تک بیرونی یا ان کے خیالات کے موافق سیتھی نسل سے ہیں، زمانہ حال کی مزید تحقیقات مکمل نے ان کے خیالات کی اور زیادہ تائید کی ہے اور اب کم و بیش صحت کے ساتھ چند بڑے قبائل میں بیرونی خون کی آمیزش کا پتہ لگ سکتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس کا اندازہ بھی ہو سکتا ہے کہ راجپوت اور ان کے قبائل میں یا ان سے کم درجہ کے تصور کئے جاتے ہیں کیا تعلق نسلی ہے۔

Marfat.com

بالکل صحیح معلوم ہوا ہے، وہ یہ ہے کہ راجپوتانے اور دریائے گنگ کے میدانوں میں جو غیر ملکی اقوام نقل مقام کر کے داخل ہوئیں۔ ان کا یہاں کے باشندوں کے ساتھ لڑتے لڑتے بالکل خاتمہ نہیں ہو گیا تھا۔ یقیناً ایک تعداد کثیر مرکھپ گئی تھی، مگر کچھ تعداد باقی رہ گئی تھی، یہ باقی ماندہ لوگ یہاں کے باشندوں کے ساتھ مل گئے اور آج کل ان کی اولاد آبادی کا ایک بڑا جزو ہے، اپنے پیشرو اور یوچی کی طرح یہ غیر ملکی اقوام بھی ہندومت کی دوسری طاقتوں کا شکار ہیں اور بڑی تیزی سے انہوں تے ہندوؤں کی تہذیب اختیار کر لی، وہ قبائل یا خاندان جنہوں نے چھوٹے چھوٹے علاقوں کو قبضہ میں کر لیا تھا، بخوشی کشتری یا چھتری قوموں میں داخل کر لئے گئے اور اس میں کسی قسم کا شک نہیں ہے کہ شمالی ہند کے پرہار اور دوسرے راجپوت قبائل دراصل انہی قوموں کی تبدیل شدہ صورت ہے جو پانچویں یا چھٹی صدی عیسوی میں ہندوستان میں داخل ہوئی تھیں، اور ان ہی لوگوں میں دوسرے درجہ کے افراد گوجر اور دیگر اقوام بن گئے، یہ قومیں غیرت کے لحاظ سے راجپوتوں سے کم درجہ شمار ہوتی ہیں، جنوب کی طرف بھی بعینہٖ اسی طرح ہندوستان کے اصلی باشندوں کے قبائل و اقوام نے بھی ہندو تہذیت قبول کر لی اور دیگر مشہور و معروف قبائل بن گئے۔ جن کے لئے ایسے شجرہائے نسب گھڑ لئے گئے، جو چاند یا سورج تک پہنچتے ہوں۔

(مؤلف) اس عبارت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ راجپوت کوئی مستقل قوم نہیں ہے۔ اگر نائی کا بیٹا راجہ ہو گیا تو اس کی اولاد راجپوت ہوگئی۔ میں نے کم سے کم 50 تاریخیں دیکھی ہوں گی جن کے مصنف ہندو یا انگریز ہیں۔ انہوں نے بالاتفاق تسلیم کیا ہے، کہ گوجر، جاٹ، ابیر، بھیل، ڈر آور وغیرہ قوموں سے راجپوت نکلے ہیں۔

Marfat.com

مؤلف: قوموں میں کم درجہ یا اعلیٰ درجہ ہونا ایک اتفاقی اور عارضی امر ہے، جب ایک ادنیٰ قوم کا کوئی شخص آسمانی تائید سے ترقی پاتا ہے تو اس کی وجہ سے اس کی قوم یا شاخ کی عظمت بھی بڑھ جاتی ہے۔ حقیقی عظمت اعمال حسنہ پر مبنی ہے۔ جاٹ اور گوجر اور راجپوت فی الجملہ ایک ہی ہیں اور تاریخی واقعات سے ان کا جُدا کرنا مشکل ہے، مگر گوجر کہتے ہیں کہ ہم سب سے بڑھ کر ہیں، راجپوت اور جاٹ اپنی اپنی جگہ دوسری قوموں پر اپنی فوقیت ظاہر کرتے ہیں، یہ سب فضول اور بے معنی افتخار ہے، یہ تمام گروہ فی الجملہ ایک قوم سے ہیں اور آپس میں بھائی بند ہیں۔

حال ہی میں ایک مؤرخ تاریخ گوجر نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ گوجر وہ ہے جو نجیب الطرفین ہو یعنی اس کے والدین گوجر قوم سے ہوں اور وہ گرز چلانا جانتا ہو یعنی اگر کسی گوجر کی اولاد راجپوت لڑکی سے بھی ہو تو وہ نجیب الطرفین نہیں ہے۔

ہمارے خیال میں دوسری قوموں پر ایسا حملہ کرنا اخلاقاً درست نہیں ہے، ہم اس مؤرخ سے باصرار کہتے ہیں کہ ایسی تحریروں کو جو کسی تاریخی حوالہ سے ثابت نہیں ہیں، اپنی تاریخ سے محو کرے اور نیز جو کچھ اس نے راجپوتوں کی نسبت لکھا ہے، وہ سخت اور نامناسب ہے ہم کو اپنی قوم کی تاریخ لکھنا ہے نہ کہ دوسروں پر حملہ کرنا۔

تو برائے وصل کروں آمدی
نے برائے فصل کروں آمدی

تاریخ فرشتہ نے جو کچھ راجپوتوں کی نسبت لکھا ہے، وہ سراسر غلط ہے، وہ کسی اور تاریخ سے ثابت ہوتا ہے اور نہ کسی روایت مسلمہ سے اس کی تائید ہوتی ہے، ہمیں یہ نہیں دیکھنا چاہیے کہ لکھنے والا کون ہے، بلکہ دیکھنا یہ چاہیے کہ جو کچھ وہ کہتا ہے کہاں تک معقول ہے، تاریخ فرشتہ میں متعدد واقعات ایسے ہیں جن کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اگر تاریخ فرشتہ کے مصنف نے یہ لکھ بھی دیا تھا تو مؤرخ

Marfat.com

موصوف کو کیا ضرورت تھی کہ ایسا لکھتا اس کو یہ معلوم نہیں ہے کہ مسلمان گوجروں سے بہت زیادہ مسلمان راجپوت ہیں جن کے دل کو دکھایا گیا ہے۔ اسی مورخ تاریخ گوجر نے لکھا ہے کہ ابتدا سے گوجر دین حنفی کے مقلد چلے آئے ہیں۔ آپ کی اطلاع کے لئے میں یہ لکھنا چاہتا ہوں کہ مسلمان گوجروں کے مقابلے میں سہ چند گوجر سکھ اور ہندو وغیرہ ہیں۔ یہ کس طرح تسلیم کیا جائے کہ گوجر ابتداء سے دین حنفی کے پیروکار ہیں، ایسے اقوال کے سننے سے تعجب آتا ہے۔

(العاقل تكفيه الاشارة)

Marfat.com

فصل ششم:

جاٹوں کی شجاعت

خوشتر آن باشد کہ سرّ دلبراں
گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

چونکہ گوجر اور جاٹ فی الجملہ ایک ہی نسل سے ہیں اور شجاعت و بہادری میں مشابہت ومناسبت رکھتے ہیں۔ لہٰذا جاٹوں کی شجاعت کا مختصر ذکر کرنا بھی ضروری ہے، تاریخ ٹاڈ راجستان میں مذکور ہے کہ امیر تیمور کو جاٹوں کی بدولت تخت شاہی ملا تھا اور انہیں کے ذریعہ اس نے تسخیر ممالک میں ناموری حاصل کی، مگر آخر تیمور ہی ان کی بربادی کا باعث ہوا، سلطان محمود غزنوی جیسے سلطان اعظم کو (جس کا لشکر سیلابِ عظیم کی طرح تھا، جس طرف رواں ہوتا، ریاستوں اور قوموں کو خس و خاشاک کی طرح بہا لے جاتا) انہیں کی آبادیوں نے شکست فاش دی اور یہ ایسی شکست تھی، جس سے تاریخوں کے صفحات پر جاٹ کی شجاعت کی نسبت۔

ع ثبت ست بر جریدۂ عالم دوام شان

لکھا ہوا ہے، اس شکست سے سلطان محمود کا بہت نقصان ہوا، چنانچہ اس دھبہ کے مٹانے کے لئے وہ خاص تیاری کرتا رہا اور انتقام کے لئے ایک لشکر جرار مہیا کیا جس میں چیدہ چیدہ بہادر تھے اور چند مہینوں تک اس جنگ کی آگ ملتان کے قریب شعلہ زن رہی، اس وقت جٹ قوم نے دریائے ستلج مشمولہ بیاس کے قریب اپنی حفاظت کے لئے ایسی جگہ تجویز کی، جس کی دونوں طرف دریا کی شاخیں بہتی تھیں، جاٹوں کا خیال تھا کہ جب سلطان محمود کسی شاخ کو عبور کر کے حملہ کرے گا۔ تو اس کی کشتیوں کو تباہ کر دیں گے، مگر سلطان محمود کو معلوم تھا کہ جاٹ بحری لڑائی میں خاص مہارت رکھتے ہیں۔ اس نے یہ تجویز کی کہ ہر ایک کشتی میں چھ چھ لمبی برچھیاں لگا دیں تا کہ غنیم کے بہادران کشتیوں کو پکڑ نہ سکیں۔ ہر

Marfat.com

ایک کشتی میں 20,20 محراب ایسے تجویز کئے، جس میں گندھک اور بارود کے گولے محفوظ رہیں کہ جب غنیم کی فوج زد میں آئے تو ان پر آگ برسائی جائے، بہادر جاٹ اس سے بے خبر تھے کہ ان کے مقابلہ کے لئے سلطان محمود غزنوی نے کیا اہتمام کیا ہے، جس وقت سلطان محمود کی کشتیاں دریا میں ظاہر ہوئیں، تو جاٹوں نے (جن کی تعداد آٹھ ہزار تھی) اپنی کشتیوں کو کنارے پر دور تک پھیلا دیا تا کہ محمود کی کشتیاں جب منجدھار میں آجائیں، تو ان پر تینوں طرف سے حملہ کریں اور کچھ کشتیاں پوشیدہ طور سے دوسرے کنارے پر متعین کیں تا کہ جب سلطان محمود کی کشتیاں شکست کھا کر پیچھے ہٹیں، تو ان کشتیوں سے ان کو نرغہ میں لے لیا جائے، اس صورت میں سلطان محمود کا لشکر چاروں طرف سے گھر جائے گا لیکن اس نئی قسم کی جنگ میں بہادر جاٹوں کے سینے برچھیوں سے چھد گئے، کیونکہ ان کا طریق جنگ یک بارگی حملہ کرنا تھا، تاہم وہ ایک انچ پیچھے نہ ہٹے، اگرچہ ان کا نقصان بہت ہوا مگر صفحاتِ تاریخ پر اپنی شجاعت کا نقش قائم کر گئے۔

سلطان محمود کی جنگ کے بعد عرصۂ دراز تک جاٹوں کی تاریخ ان کے شجاعانہ کارناموں سے خالی رہی، لیکن جس طرح خاکستر سے دفعتہً چنگاری چمک اُٹھتی ہے، اسی طرح 1658ء میں ان کی تلوار چمکی اور ان کے بہادرانہ نعروں کی گرج آسمان تک پہنچی یعنی شاہجہان کی معزولی کے بعد اورنگزیب نے جاٹوں کی امداد و اعانت سے متمتع ہو کر ان کی خونچکان تلوار اور خار اشگاف سنان کی بدولت چند روئیں حصار قلعوں کو مسخر کیا کوئی ایسی جنگ خونریز نہیں ہوتی تھی کہ اس میں ان کی خون آشام تلوار کا حصہ نہ ہوتا، یہ مختلف قوموں سے لڑتے رہے بلکہ اپنے گوجر بھائیوں اور راجپوتوں سے بھی ہنگامہ آرا ہوئے چنانچہ بھرت پور کے جاٹوں نے سورج مل کی سرکردگی میں گوجروں پر دھاوا کیا، مگر گوجر میدان میں پہاڑ کی طرح ایسے مستحکم اور ثابت قدم رہے کہ راجپوتوں اور جاٹوں کے متفقہ پرآشوب حملے بھی ان کو مغلوب نہ کر سکے جس طرح سمندر کی لہریں، چٹان سے ٹکرا کر پیچھے

Marfat.com

ہٹتی ہیں اور دور تک ہٹتی چلی جاتی ہیں، اسی طرح گوجروں اور جاٹوں کی یہ باہمی خونریز جنگ جاری رہی، کبھی ایک فریق دوسرے فریق کو پسپا کرتا، کبھی دوسرا فریق یہ مدوجزر کئی مہینوں تک رہا مگر کسی نے پیٹھ نہ پھیری، کیونکہ ان کا طریق جنگ مجتمعاً حملہ کرنا تھا، آخر سورج مل نے الحرب خدعۃ سے کام لیا، اور رات کو جب بہادر نوجوان گوجر ہتھیار اُتارے ہوئے سو رہے تھے، اس نے حملے کر کے محصور کر لیا اور اپنے مقتولین کا اس طرح انتقام لیا کہ جلتی آگ کے شعلوں میں گوجر قیدیوں کو ڈال کر ایک تودہ خاکستر بنا دیا۔

نجف خان نے 1774ء میں جاٹوں اور مرہٹوں کو پسپا کر کے مغلوں کے قدم تو جما دیئے تھے، مگر جاٹوں اور مرہٹوں کے ہاتھ سے تلوار نہ چھین سکا تھا، جو مختلف سمتوں میں وقتاً فوقتاً بجلی کی طرح چمکتی اور برستی رہتی تھی، جاٹوں کے فخر و مباہات کا مشہور کارنامہ وہ ہے، جو انہوں نے لارڈ لیک جیسے زبردست سپہ سالار کے مقابلہ میں اوراق تاریخ پر ثبت کیا ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ 1803ء میں لارڈ لیک نے اپنی فتوحات کی وسعت کے لئے بندوق اٹھائی اور دہلی اور لاسواری کے میدان میں راجہ سندھیا (مرہٹہ) سے بزوآزما ہوا، راجہ سندھیا نے اس خوفناک جنگ میں جاٹوں سے مدد چاہی جاٹ راجہ سندھیا کی حمایت میں چاروں طرف سے جمع ہو گئے اور لارڈ لیک کی فوج پر اس قدر گولیاں برسائیں کہ اس کی فوج کا ایک حصہ آتشین چادروں کے کفن میں پیوند زمین ہوا۔ اور باقی فوج بے تحاشا بھاگ گئی۔ لارڈ لیک نے جب سے قبضہ شمشیر پر ہاتھ رکھا تھا ہمیشہ فتح وظفر اس کی برش شمشیر کی مدح خوان رہی تھی لیکن بھرت پور کے معرکہ میں جاٹوں کی متہورانہ جنگجوئی و مجتمعانہ حملہ نے لارڈ لیک کے لشکر کو بہت نقصان پہنچایا، یہ ایسی فتح تھی کہ جاٹوں کے کسی اور بھائی بند کو لارڈ لیک کے مقابلہ میں نصیب نہیں ہوئی۔ اگرچہ بعد میں انہوں نے اس وجہ سے نقصان اٹھایا، کہ غنیم کی جمعیت زیادہ تھی، مگر دنیا پر ثابت کر دیا کہ شجاعت ان کا فطری جوہر ہے۔

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فوج میں جاٹ اور گوجر

تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فوج میں جاٹ و گوجر (جنکو عرب تغلیبا زط کہتے ہیں) بھرتی ہوتے تھے، پہلے ہمارا خیال تھا کہ اس قوم کے سیلاب کو سمندر کی لہروں نے روک دیا تھا، لیکن تاریخ مقریزی وغیرہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سیلاب سمندر کی لہروں کو کاٹتا ہوا عرب تک پہنچ گیا تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سندھ کے گوجر و جاٹ تھے، جو سمندر یا فارس کے راستہ سے عرب میں گئے ہوں گے، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جب 20ھ میں سوس کا محاصرہ کیا تو یزدگرد نے اپنے سپہ سالار سیاہ کو حکم دیا کہ وہ چیدہ چیدہ رسالوں کو لے کر حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے حلقۂ محاصرہ کو توڑے، مگر اسلامی سپاہ نے سیاہ کی فوج کو شکست دے کر سوس کو فتح کر لیا، سیاہ اور اس کے ہمراہی سپہ سالاروں نے امان طلب کی چنانچہ سب کو امان ملی اور سپہ سالاروں اور ان کی فوج کو بصرہ کی چھاؤنی میں جگہ دی گئی۔ اس فوج میں سندھ کے زط یعنی گوجر جاٹ شامل تھے، جو سوس کی فتح کے بعد مسلمان ہو گئے تھے، سمندر کے کنارے چونکہ گوجر اور جاٹ دونوں قومیں آباد تھیں اور عرب کے ساتھ ان کا تعلق تھا، اس لئے ان کے سوائے دوسری قوم کون ہو سکتی ہے۔

ان واقعات سے یہ ثابت کرنا ہے کہ گوجر اور جاٹ شجاعت میں ایک سا دل گردہ رکھتے ہیں اور ان کی شجاعت کو عرب کے بہادر بھی تسلیم کرتے ہیں اور یہ دونوں قومیں ایک زمانہ میں سمندر کے کنارے پر آباد تھیں اور دور دور ملکوں تک ان کی بہادری کی شہرت تھی۔

❀❀❀

Marfat.com

فصل ہفتم:

اگنی کل یعنی آتش نژاد گرجر

ٹاڈ راجستان میں درج ہے کہ جب راجپوتوں کے تشدد بیجا پر پرسرام کو غصہ آیا تو اس نے متعدد دفعہ اس سرزمین سے چھتری راجپوتوں کا نام و نشان مٹایا، جو لوگ بچ رہے انہوں نے اپنے آپ کو بھاٹ مشہور کیا یا عورتوں کے لباس میں پردہ نشین ہوئے، اس زمانہ میں ہر جگہ برہمنوں کی حکومت قائم ہو چکی تھی اور ہر طرف انہیں کا دور دورہ تھا، برہمنوں کی اس طاقت و توانائی کے باوجود راجہ مہیشر سہسرارجن نے پرسرام کے باپ کو قتل کر دیا، برہمنوں کا قدیمی ہتھیار دعا، بددعا تھا لیکن اس ہتھیار سے کوئی کام نہ نکلا۔ سارے ملک میں بیدینی پھیل گئی، مذہبی کتابیں پاؤں تلے روندی گئیں، بیدینوں کا زور ہوا سری رام چندر کے پیشوا نے تجویز کی کہ چھتری پھر پیدا کئے جائیں، انہوں نے جگیہ (قربانی) کے لئے آبو کے پہاڑ کی چوٹی متبرک سمجھی، متضرعانہ دعا کے بعد وہ چھپر ساگر میں گئے، دیکھا کہ بش جی سیس ناگ پر جلوہ افروز ہیں، بش بھگوان نے ہدایت کی کہ جنگجو قوم کو دوبارہ پیدا کیا جائے، رگیشر اندر، برہما، رور، دشوٴ اور دیگر دیوتاؤں کو ساتھ لئے ہوئے کوہ آبو پر واپس آئے، آتشیں (قربانی کی جگہ) گنگا کے پانی سے دھویا گیا اور حسب دستور اس میں خوشبو وغیرہ ڈالی گئی، منتروں کے بعد اندر جی نے قربانی کا آغاز کیا، کرشن کی ایک مجسم شکل پر پانی چھڑک کر پھر اس کو آتشکدہ میں ڈال کر منتر پڑھا، جس کی تاثیر سے ایک انسان پیدا ہوا۔ اس شخص کے ہاتھ میں نیزہ اور زبان پر مار مار کا نعرہ تھا، اس لئے اس کا نام پرمار رکھا گیا، اس کو آبو اور اوجین کا ملک سپرد ہوا۔

برہما جی نے ایک اور بت آتشکدہ میں رکھا، جس سے ایک اور بہادر

Marfat.com

پیدا ہوا، جس کے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں وید اور گلے میں جنیو تھا، اس کو چالک عرف سولنگی کا خطاب دیا گیا، اور بعض مورخین نے لکھا ہے کہ جس وقت یہ بہادر نکلا، اس وقت دیوتا پانی کے چلو پر دعا پڑھ رہا تھا، اس لئے چلو کی مناسبت سے چلو کیا نام ہوا، اس کو انہلواڑہ پٹن کا ملک عطا کیا گیا، ایک اور مورت پر گنگا کا پانی چھڑک کر دعا مانگی گئی، ایک جوان تیروکمان لئے برآمد ہوا۔ جس وقت اس نے راچسون کو دیکھا تو اس کے پاؤں لڑکھڑا گئے، اس سبب سے اس کو پرہار کا لقب ملا اس کو صحرا کی نوآبادی کا راجہ بنایا گیا۔

بش جی نے ایک اور چتر بھوجی مورت بنا کر قربان گاہ کی نذر کی۔ آگ کے شعلوں سے ایک بہادر نکلا جس کے ہاتھوں میں یا جس کے پاس چار مختلف ہتھیار تھے، وہ چیتر پوجی جوہان کے نام سے ملقب ہوا، یہ کل پیدائش دیتوں کے روبرو عمل میں آئی، جب یہ چار بہادر دیتوں کے مقابلہ میں تیغ آزما ہوئے تو خونریز جنگ ہوئی، جس قدر ویت قتل کئے جاتے تھے ان کے خون کے قطروں سے اور راچھس (دیو وغیرہ) پیدا ہوتے جاتے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر ان چاروں بہادروں کی رانیوں نے دیتوں کا خون پینا شروع کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دیو کی پیدائش کا سلسلہ بند ہو گیا۔ دیویوں کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱)	چوہان کی اِسٹ دیوی	آسا پورتا
(۲)	پربار کی	گاجن ماتا
(۳)	سولنگی کی	کھیونوچ ماتا
(۴)	پرمار کی	سانچر ماتا

دیتوں کے قتل عام پر نعرہ ہائے خوشی بلند ہوئے۔ آسمان سے پھولوں کی بارش ہونے لگی، اور تمام دیوتا اپنے اپنے ہوائی جہازوں پر سوار ہو کر بلند فضا پر پہنچ گئے، فتح و نصرت کا جشن نہایت شان و شوکت سے منایا گیا، ملاحظہ ہو ٹاڈ راجستان جلد دوم صفحہ 1682 و 1683۔ اس قصہ پر ٹاڈ نے حسب ذیل حاشیہ چڑھایا ہے۔

Marfat.com

اس قصہ کے متعلق ہم کو یہ دیکھنا چاہیے کہ یہ لوگ جو اگنی کل کہلاتے ہیں، کون تھے، آیا ہند کی اصلی قوم سے ہیں، جن کو برہمنوں نے تسل آتشیں دے کر یہ عظمت وشوکت دی، یا دوسری قوموں سے تھے، جو ان کی ملت و مذہب کے پیرو ہو کر ان میں شامل ہو گئے، اس مسئلہ کا بہترین حل یہ ہے کہ ہم اگنی کل کے لوگوں کی صورت و شباہت دیکھیں اور علم و قافیہ سے مدد لیں۔

اس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہے کہ ہندوستان کے اصلی باشندے، سیاہ فام، پست قامت، زشت رد اور اگنی کل خاندان کے لوگ، سفید رنگ، بلند قامت، خوبصورت ہیں۔ ان کے خط و خال، پارتھیں، بادشاہوں سے ملتے جلتے ہیں۔ ان کی رزمیہ نظموں میں اہل ستھیار کی بلند پروازی پائی جاتی ہے، جن کو برہمن بھی تسلیم کرتے ہیں، چوہان کی سمادھیں (مدفن) جن میں رفتگان عدم کی خاک یا ہتھیار دفن ہیں، ہندوستان میں خصوصاً گولکنڈھ کے قریب پائی جاتی ہیں۔ ان سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ یہ چوہان وسط ایشیا کے جنگجو، خانہ بدوش مہاجرین۔ ملاحظہ ہو ٹاڈ راجستان۔

(مؤلف) ہم بھی اس پر کچھ لکھنا چاہتے ہیں، یہ قصہ نامعقول ہے۔ آگ سے بہادروں کا پیدا ہونا، قانونِ قدرت کے خلاف ہے، ایسا ہی قطرہائے خون سے انسانوں کا پیدا ہونا اور دیوتاؤں کا ہوائی جہاز پر سوار ہونا، اس قصہ کے غلط ہونے کی دلیل ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں ہے کہ جب برہمن کمزور ہوئے تو انہوں نے یہ حیلہ نکالا کہ دیتوں (مراد دشمن) کو اپنی کرامات (استدراجات) سے خائف کریں، چونکہ پہاڑ میں بالعموم چھوٹے بڑے درخت ہوتے ہیں۔ انہوں نے چار نوجوانوں کو درختوں میں چھپا دیا ہوگا اور دعاؤں میں خاص الفاظ کے اشارات سے وہ قربان گاہ کے شعلوں میں سے اچھلتے کودتے نکلتے ہوں گے، یہ بارہا دیکھا گیا ہے کہ اکثر لوگ آگ کے شعلوں سے صحیح و سالم نکل جاتے ہیں اور ان کو آگ سے صدمہ نہیں پہنچتا، کیونکہ اتنی عجلت میں آگ اثر نہیں کرتی جیسا

Marfat.com

کہ آج کل شعبدہ باز انگاروں پر چلتے ہیں اور لوگوں کو اپنے پیچھے چلاتے ہیں اور دعوی کرتے ہیں کہ ان کے کلام کا اثر ہے، ممکن ہے کہ اس شعبدہ سے ان کے دشمن ڈر گئے ہوں۔ دراصل ان چاروں کا تعلق وسط ایشیا کی جنگجو قوم سے تھا اور چونکہ پر ہار، چوہان، پرمار، سولنگی قطعاً گوجروں کے گوت ہیں۔ اس لیے یہ گوجر ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ راجپوتوں میں گوجر بھی شامل ہیں اور ان ناموں کی وجہ تسمیہ بھی ان کے مشہور الفاظ ہے اس موقعہ کے لحاظ سے بنائی گئی ہے۔

مسٹر کرک ایک مؤرخ کی رائے معقول ہے کہ اگنی کل کی قربانی سے برہمنوں کا یہ مقصود تھا کہ غیر اقوام کے چار شخصوں کو آگ کے ذریعہ سے پاک کر کے اپنے مذہب میں شامل کر لیں کیونکہ برہمنوں کے نزدیک آگ پاک کرنے والی چیز ہے۔ آگ میں سے نکلنا، اس امر کی دلیل ہے کہ یہ چاروں پہلے کھشتریوں سے الگ تھے۔ اس لئے کہ اس وقت کھشتریوں ور برہمنوں کی آپس میں سخت مخالفت تھی۔ برہمن ہمیشہ غیر قوم و مذہب کے لوگوں کو آگ سے پاک کرتے تھے۔ پس جب یہ چاروں اجنبی اشخاص آگ سے پوتر (پاک) ہو گئے۔ تو ہندو مذہب کے مقلد ہو کر کھشتری کہلانے لگے۔ ملاحظہ ہو راجپوت اینڈ میرٹھ جنرل رائے انتھز الوجیکل انسٹیوٹ 1911ء ص 42۔

Marfat.com

فصل ہشتم:

ہندوؤں نے جو 36 قومیں راجپوت کی مقرر کی ہیں بموجب مختلف روایات کے ان کی چھ فہرستیں یا ترتیب پیش کی جاتی ہیں۔ بعد ازیں ان کی نسبت بحث کی جائے گی۔

چھتری خاندانہائے شاہی یعنی راج کلون کی فہرستیں

اوّل مطابق نوشتجات قدیم:

(۱) اکشواکو (۲) سورج

(۳) سورعرف چندر (۴) جدو

(۵) چومان عرف چوہان (۶) پرمار

(۷) چلوک عرف سولنگی (۸) پرہار

(۹) چاورا (۱۰) دودیا

(۱۱) راٹھور (۱۲) گوھیل

(۱۳) دالی (۱۴) ماکو ماہن

(۱۵) انورکا (۱۶) اسوریہ

(۱۷) سلارعرف سیلار (۱۸) سندھ

(۱۹) سنی پت (۲۰) ہن، عرف ہون

(۲۱) کرجل (۲۲) ہریہ

(۲۳) راجپال (۲۴) دھندپال

(۲۵) اگنی پال (۲۶) بالا

(۲۷) جھالا (۲۸) بھاگدول

(۲۹) موتدن (۳۰) مدہور

Marfat.com

(۳۱) کوگھیر (۳۲) گرجیتو

(۳۳) چاولیہ (۳۴) کوکرا

(۳۵) نکمپ (۳۶) سلال

دوم کب چند کی تحریرات کے مطابق:

(۱) رو یعنی سورج، (۲) شش عرف سوم چند

(۳) یادو (جدو) (۴) کاکتھ

(۵) پرمار (۶) چوہان

(۷) چلوک (۸) چندک

(۹) سلار (۱۰) ابھیرا

(۱۱) ماکوہن (۱۲) گوہیل

(۱۳) گھالوت، گھٹ (۱۴) پرہار

(۱۵) راٹھور (۱۶) دیورا

(۱۷) تک (۱۸) سندو

(۱۹) اننگ (۲۰) پاٹک

(۲۱) پرتھار (۲۲) دونیوت

(۲۳) کرنت پال (۲۴) کوٹ پال

(۲۵) پبھول (۲۶) گور

(۲۷) نکمپ (۲۸) راج پالکا

(۲۹) کانی (۳۰) کالچوک عرف کورچرا

(ٹاڈ راجستان ص 217)

Marfat.com

بحوالہ کمار پال چرتر

سوم سنسکرت کی کتابوں سے انتخاب شدہ:

(۱) اکشواکو (۲) سوم
(۳) یادو (۴) پرمار
(۵) چوہان (۶) چالوک
(۷) چندک (۸) سلمار (راج تلک)
(۹) گپھوتکٹ (۱۰) پرتھار
(۱۱) سکرنگ (۱۲) کوریال
(۱۳) چندیل (۱۴) اوہل
(۱۵) پالک (۱۶) ثوری
(۱۷) مالواہن (۱۸) دھن پال
(۱۹) راج پالکا (۲۰) دوہیہ
(۲۱) ترمذولیک (۲۲) ہن
(۲۳) بال (۲۴) ہریل
(۲۵) موکر (۲۶) پوکر

چہارم گجراتی زبان کی کتابوں سے مرتب کیے گئے:

(۱) گوجر گوہل (۲) بونی گوہل
(۳) کاٹی عرف کاتھی (۴) کسیر
(۵) نکمپ (۶) بربیت
(۷) بادریا (۸) مارو
(۹) ماکواہن (۱۰) واہم

Marfat.com

(۱۱) ڈوڈیا (۱۲) پلا
(۱۳) بگھیل (۱۴) یادو
(۱۵) جیتوا (۱۶) جریحا
(۱۷) جیت (۱۸) سولنگی
(۱۹) پرمار (۲۰) کاب
(۲۱) چاور (۲۲) چوراسینھا
(۲۳) کہابنتہ (۲۴) کھسم
(۲۵) روانی (۲۶) مسانیہ
(۲۷) پلانی (۲۸) بالا
(۲۹) جھالا (۳۰) داہریہ
(۳۱) باہریہ (۳۲) ساروہیہ
(۳۳) پرہار (۳۴) چوہان

(ٹاڈ راجستان ص 218)

پنجم کیچی عرف پیوگ جی کبسیر کے بیان کے موافق:

(۱) گھلوٹ (۲) پرمار
(۳) چوہان (۴) سونگھی
(۵) راٹھور (۶) توار
(۷) بیرگوجر (۸) پرہار
(۹) جھالا (۱۰) یادو
(۱۱) کچھواہہ (۱۲) گودر
(۱۳) سنیگر (۱۴) بلا
(۱۵) کھروڑ (۱۶) چاورا

Marfat.com

(۱۷) واہم (۱۸) وبیہ
(۱۹) بابپ (۲۰) گھیسر وال
(۲۱) نکمپ (۲۲) دیوت
(۲۳) جوہیہ (۲۴) سکروال
(۲۵) وابیہ (۲۶) دودا
(۲۷) موری (۲۸) موکرا
(۲۹) ابھرا (۳۰) کلجورک
(۳۱) اگنی پال (۳۲) اسوریہ عرف سرجا
(۳۳) پھول (۳۴) مانت وال
(۳۵) مالیا (۳۶) چاہل

ششم مسٹر ٹاڈ کی تحقیق کے موافق:

(۱) اکشوا کوکا کتھ عرف سورج (۲) اندے اندو، سوم عرف چندر
(۳) گرہلوٹ چندر سلوٹ (۴) یادو
(۵) توار (۶) راٹھور
(۷) کچواہا (۸) پرمار
(۹) چوہومان عرف چوہان (۱۰) چالوک عرف سولنگی
(۱۱) پرہار (۱۲) چورا
(۱۳) تک توک عرف تکشک (۱۴) جٹ عرف جیٹی
(۱۵) ہن عرف ہون (۱۶) کاٹی
(۱۷) بالا (۱۸) جھالا
(۱۹) جنیو عرف کماری (۲۰) گبھل
(۲۱) سرویہ (۲۲) سلار

Marfat.com

(۲۳) والی (۲۴) گور

(۲۵) ڈوڈ عرف دوڑ (۲۶) کھبیسر وال

(۲۷) بیر گوجر (۲۸) میکر وال

(۲۹) بایک (۳۰) ایہ

(۳۱) جوہیہ، جویہ (۳۲) نکمپ

(۳۳) راج پالی (۳۴) واہم وغیرہ ہل، داہریہ

(ٹاڈ راجستان ص 219)

مندرجۂ بالا فہرستوں سے معلوم ہوسکتا ہے کہ راجپوتوں نے نسب میں کیا کچھ ایجادیں کی ہیں، پہلے اپنا شجرۂ نسب آسمان سے ملایا یعنی سورج بنسی اور چندر بنسی دو قومیں قرار دیں، پھر آگ سے سلسلہ ملا کر اگنی کل ہوئے، اس کے بعد جب اور قوموں کے افراد راجہ و مہاراجہ ہو گئے اور ان کے ساتھ ان کا رشتہ ناتا بھی ہو گیا، تو پھر 36 خاندان قرار دیئے گئے، یہ تقسیم کسی حسبی و نسبی اعزاز و قدامت کی بنا پر نہیں ہے بلکہ زمانہ شناسی اور آدمی را بچشم حال نگر کے اصول پر مبنی ہے، دیکھو سنسکرت کی قلمی کتاب میں اولاً 26 درج ہیں۔ اس سے ثابت ہے کہ پہلے راجپوتوں نے 26 خاندان قرار دیئے، پھر جوں جوں دوسرے راجاؤں کا اقتدار بڑھتا گیا، خاندانوں میں اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ 34 ہو گئے، پھر دو اور بڑھا کر 36 قرار دیئے گئے۔ اگر راجپوتوں کی سلطنت زیادہ عرصہ تک قائم رہتی تو یقیناً شاہی خاندان کی فہرست کھلی رہتی اور ان کی تعداد یوماً فیوماً بڑھتی جاتی کیونکہ جو راجہ طاقتور ہوتا بنوک شمشیر اپنا نام درج فہرست کراتا، کیونکہ اس فہرست میں نام لکھوانے کا حق اس راجہ کو حاصل ہو جاتا تھا، جس کی تلوار چمکتی تھی، برہمن کھشتری ویس کا کیا ذکر، شودر قوم کا کوئی شخص ادھیراج ہو جاتا۔ تو اس کے نام کا طغرا بھی اس سرفہرست پر باعثِ زینت ہوتا، پس کوئی راجپوت یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ ان میں کسی اور خاندان کی آمیزش نہیں ہے۔ راجپوت زبانی جو چاہیں کہیں

Marfat.com

لیکن صداقت وحقیقت کے سامنے وہ اپنے دعویٰ کو اس بلند آہنگی کے ساتھ پیش نہیں کر سکتے۔ اگر یہ امر کسی حقیقت پر مبنی ہوتا تو راجپوتوں کی ذاتوں میں اس قدر زیادتی تبدیلی نہ ہوتی۔

میں نے ابھی ابھی گوجروں اور جاٹوں اور راجپوتوں کے خاندانوں کی علیحدہ علیحدہ فہرستیں پیش کر کے ثابت کر دیا ہے کہ ان میں کس قدر اختلاط و امتزاج ہے اور جاٹ اور گوجر ابتداء سے چندر بنسی سورج بنسی ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں اور بڑے بڑے مستند مؤرخین اور مشہور ترین محققینِ ان کے اس دعویٰ کی تصدیق کرتے ہیں۔ پھر معلوم نہیں ہے کہ وہ کس دلیل پر جاٹوں اور گوجروں سے الگ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، جاٹ اور گوجر ہماری اس تاریخ کو پڑھ کر یقین کریں گے کہ راجپوتوں میں شامل ہونے سے ان کی دستار فضیلت میں طرۂ افتخار نہیں لگ سکتا، یہ دونوں قومیں معزز ومقتدر ہیں۔ جن کے آباؤاجداد بادشاہ رہے ہیں اور عرصۂ دراز تک وسط ایشیا اور ہندوستان میں اپنے اقتدار وشوکت کا سکہ بٹھا چکی ہیں، ہم نے جو کچھ لکھا ہے، اس غرض سے لکھا ہے کہ ایک حقیقت کو جس پر مدت سے پردہ پڑا ہوا تھا، آشکارا کر دیا جائے، طعنہ زن اور نکتہ چین کی زبان سے کون بچ سکتا ہے؟ تاہم ہمیں یہ کہنا ہے کہ باوجود اس قدر دیرینہ تعلقات کے ان تین بھائیوں کا الگ الگ ہو جانا ایک ایسا سیاسی گناہ ہے، جس کی سزا موت کے سوا کچھ نہیں۔ کاش قوم سمجھتی اور غور کرتی، اب ہم اگنی کل فہرستوں پر جن میں جاٹ اور گوجر کا اختلاط پایا جاتا ہے۔ مزید روشنی ڈالتے ہیں تا کہ ہماری دلیل زیادہ واضح اور دل نشین ہو جائے۔

راجپوتانہ کے راجاؤں کی تاریخوں سے مسٹر ٹاڈ نے بہت غور وخوض کے بعد ان فہرستوں کو مرتب کیا اور پھر راجاؤں کے مشورے سے ایک فہرست تیار کی جس پر اس زمانہ کے موجودہ راجگان کا ہر طرح اتفاق تھا۔ ہم نے یہ فہرستیں اس لئے تاریخ میں درج کی ہیں تا کہ ہم دیکھیں کہ ان متفق علیہ فہرستوں میں کہاں

Marfat.com

تک گوجروں کے گوت پائے جاتے ہیں۔ ناظرین غور سے دیکھیں گے کہ فہرست اول نوشتہائے قدیم میں چھتیس قومیں درج ہیں۔ ان میں سے مندرجہ ذیل گوجروں کی شاخیں ہیں۔ نمبر 5 چوہان، نمبر 6 پرمار، نمبر 7 چلوک عرف سلنگی، نمبر 8 پرہاراگنی کل ہیں اور اگنی کل گوجر ہیں۔ ملاحظہ ہو مسٹر اے سمتھ وغیرہ کی تاریخیں، نمبر 9 چاوڑا، یہ چھاوڑی گوجروں کا مشہور گوت ہے، جو پنجاب میں پایا جاتا ہے اور ان کی گجرات کاٹھیاواڑ میں وسیع سلطنت تھی۔ ملاحظہ ہو آئین اکبری صفحہ 102 و 103۔ اور اس لفظ کو مؤرخین نے چاوڑہ، جاورا، چورا، چادری، چھادڑی لکھا ہے۔ چھاوڑی، یا جاورہ گوجر، اضلاع صوبہ پنجاب و دیگر صوبوں میں جیسا کہ ہم نے کسی اور جگہ تشریح کی ہے، کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ نمبر 20 ہن یا ہون۔ یہ وہ قوم ہے جس نے وسط ایشیا سے اٹھ کر ہندوستان پر حملہ کیا اور گوجر اس قوم کے جزو اعظم تھے ہٹن تو گوجروں کے نسبی بھائی تھے یا قرابت و رشتہ داری کی وجہ سے ایک ہی قوم شمار ہوتے تھے، ملاحظہ ہو مسٹر اے سمتھ کی ہسٹری نمبر 26 بالا۔ یہ وبھی خاندان کا مورث ہے اور وبھی خاندان کو بعض مؤرخین نے گوجر قرار دیا ہے۔ نمبر 27 جہالا۔ یہ گوجروں کا گوت ہے، جس کو چہالا بھی کہتے ہیں۔ یہ سورج بنسی ہیں۔ اس نام کا ایک موضع ضلع گجرات میں ہے۔

فہرست دوم میں 30 قومیں دکھلائی گئی ہیں۔ ان میں سے نمبر 5 پرمار، نمبر 6 چوہان، نمبر 7 چلوک، نمبر 14 پرہار کی نسبت فہرست اول میں گوجر ہونے کی تشریح ہو چکی ہے۔ نمبر 21 پرتھار، پرہار کا بگڑا ہوا نام ہے۔ علیحدہ نہیں ہے، دیکھو ترجمہ ٹاڈ راجستان صفحہ 248 پر تھار عرف پرہار لکھا ہے، جو مسلمہ قوم گوجر ہے۔ نمبر 26 گور، گوجر کا مخفف ہے۔ اس لئے کہ گور برہمن گوجر نسل سے ہیں۔ ملاحظہ ہو رپورٹ مردم شماری کشمیر 1911ء پس یہ دلیل قطعی ہے کہ گور گوجر کا مخفف ہے، کشمیر کے ضلع مظفر آباد میں گور اور گوجر میں فرق نہیں کیا جاتا۔ نمبر 30 کا لچک عرف کورچرا، کورچرا جو لفظ گوجر سے ملتا جلتا ہے اور اگر اس کو گوجر اقرار

Marfat.com

دیں تو ہم نے ایک خاص عنوان کے ذیل میں متعدد دلائل سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ گرجرا اور گوجر ایک ہی ہیں۔ فہرست سوم میں 26 قوموں کے نام ہیں، نمبر 4 پر مار، نمبر 5 چوہان، نمبر 6 چالوک جس کی نسبت فہرست اول میں بحث ہو چکی ہے اور نمبر 10 پرتھار کی نسبت فہرست دوم میں ذکر کیا گیا ہے کہ پرہار اور پرتھار ایک ہی ہیں ، دو نہیں۔ نمبر 13 چنڈیل گوجر ہیں میواڑ اور انور کے حالات میں بمبئی گزیٹر میں لکھا ہے کہ علاقہ میواڑ والور میں چندیلہ گوجر مشہور ہیں، پس کوئی وجہ نہیں ہے کہ اس فہرست میں جو چندیل ہیں ان کو ہم گوجر نہ سمجھیں۔ نمبر 16 طور، تور، تنور ایک ہیں، تنور گوجر کا گوت ہے۔ اکثر اضلاع کے کھٹانہ، اپنے آپ کو تنور کہتے ہیں، نمبر 22 ہن کی نسبت فہرست اول میں ذکر ہو چکا ہے، بعض اضلاع میں ہن گوجروں کی مشہور شاخ نمبر 25 موکڑ، مکر ایک ہی ہیں۔ یہ گوجروں کی شاخ ضلع گجرات میں موجود ہے، جاٹ اور گوجر میں مشترک گوت ہے، فہرست نمبر 4 میں چونتیس قوموں کا ذکر ہے، نمبر 1 گوجر، کوہل ، یہ تو صاف طور پر کولی گوجر ہیں، کولی اپنے مورث کا نام راجہ کوہل یا گوہل بیان کرتے ہیں۔ نمبر 13 بھیل اور واگھیلہ ، باگھیلہ ، گھیل ، گھیلہ ایک ہی نام ہے جو مختلف تاریخوں میں استعمال کیا گیا ہے، گھیلہ گوجروں کی شاخ ہے اور پنجاب کے کئی ضلعوں خصوصاً راولپنڈی اور گجرات میں پائی جاتی ہے۔ نمبر 18 سولنگی، نمبر 19 پرمار، نمبر 21 چاور، نمبر 29 جھالا، نمبر 28 بالا، نمبر 33 پرہار نمبر 34 چوہان کی نسبت پہلے بحث ہو چکی ہے۔

فہرست پنجم میں 36 قومیں مذکور ہیں، نمبر ا گھلوٹ و لبھی خاندان کی شاخ ہے۔ و لبھی خاندان کے گوجر ہونے پر ہم دلائل دے چکے ہیں، نمبر 2 پرمار، نمبر 3 چوہان، نمبر 4 سولنگی، نمبر 6 توار (تنور ایک ہی ہیں) نمبر 7 بیر گوجر، نمبر 8 پرہار، نمبر 9 جہاں (چھالا) نمبر 10 چاورا کی بحث پہلے مفصل آ چکی ہے۔ نمبر 34 جو یہ گوجروں اور جاٹوں میں مشترک شاخ ہے، آفرین لاہوری جو مشہور

Marfat.com

شاعر کو تذکرہ نویسوں نے گوجر لکھا ہے، جس کا ذکر کسی جگہ کیا گیا ہے۔ نمبر 11 کچھواہیہ گوجر ہیں، چنانچہ ٹاڈ راجستان سے کسی جگہ کچھواہیہ کی شاخیں نقل کی ہیں، جس میں گوجر اور بیر گوجر دونوں ہیں، فہرست ششم میں 34 قومیں مندرج ہیں۔ نمبر 5 توار، تنور، نمبر 7 کچواہا یا کچھواہیہ، نمبر 8 پرمار، نمبر 9 چوہان، نمبر 10 چالوک عرف سولنگی، نمبر 11 پرہار، نمبر 12 چورا، نمبر 15 ہن عرف ہونی، نمبر 17 بالا، نمبر 18 جھالا، نمبر 20 کھیل، نمبر 24 گور، نمبر 27 بیر گوجر، نمبر 31 جویہ کی بحث ہو چکی ہے، یہ سب گوجر ہیں۔

ہم اس تنقید کو محققین کے غور وفکر کے لئے پیش کرتے ہیں کہ ٹاڈ نے جو فہرستیں راجپوتوں کی اعلیٰ ذاتوں کی پیش کی ہیں ان میں گوجروں کے متعدد گوت شامل ہیں، ان فہرستوں میں سے کسی میں 1/4 اور کسی میں 1/3 گوجر ہیں، ہم پر دو اعتراض وارد ہو سکتے ہین۔ ایک یہ کہ ہم صرف لفظی تناسب سے گوجروں کو راجپوت ثابت کرتے ہیں یعنی جہاں گوجروں اور راجپوتوں کے گوتوں کے الفاظ مطابق باقریب التلفظ ہیں، ہم لکھ دیتے ہیں کہ یہ گوجر ہیں، دوسرا یہ کہ الفاظ کی مطابقت یا تناسب اتفاقی بھی ہوتا ہے۔ دنیا میں ہزاروں لفظ مختلف زبانوں کے ایک ہی صورت وتلفظ رکھتے ہیں، یہ کوئی قطعی دلیل اس بات کی نہیں ہو سکتی کہ بعض اسموں کے تلفظ اور تحریری شکل کی مشابہت کے سبب سے ان کو متحد خیال کیا جائے ان اعتراضات کے جوابات یہ ہیں۔

ہم نے 36 قوموں میں جن گوتوں کو ثابت کیا ہے، صرف ظاہری شکل و صورت، حروف اور قریب التلفظ ہونے پر انحصار نہیں رکھا، بلکہ اس کے متعلق تاریخی شہادات اور عقلی تائیدات بھی پیش کی ہیں اور مختصر طور پر ہر گوت کے ساتھ حوالہ دیا ہے، اس لئے یہ اعتراض ایسے قطعی دلائل کے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتے مثلاً ہن تاریخی حوالوں سے ثابت ہے کہ گوجر ان کے متعلقین سے ہیں، چوہان، پرمار، پرہار، سولنگی تاریخی اسناد سے گوجر ثابت ہیں۔ اور وہ چند ضلعوں میں اپنے آپ کو

Marfat.com

گوجر ظاہر کرتے ہیں، جھالا، گھیلہ، چاوری، مکر، تنور، گوجروں کی مشہور شاخیں ہیں اور پنجاب میں پائی جاتی ہیں، گھلوٹ، بالا، ولبھی خاندانوں کے متعلق محققین نے لکھا ہے، کہ یہ گوجر ہیں، چندیل میواڑ میں گوجر ہیں، ملاحظہ ہو بمبئی گزیٹر، گوچر، گوہل، کورچرا، بلحاظ الفاظ اور دیگر تاریخی حوالوں کے گوجر ہیں، ہم نہ تو رکیک تاویلوں سے اپنا ندعا ثابت کرتے ہیں اور نہ الٹی پلٹی دلیلیں پیش کرتے ہیں، پہلے الفاظ کی شکل وصورت اور تلفظ کو دیکھتے ہیں اور پھر تنقید کرتے ہیں کہ یہ مطابقت لفظی یا قریب التلفظ ہونا اتفاقی ہے یا اس کی تائید کسی اور ذریعہ سے بھی ہوتی ہے اور پھر اس تائید کو بھی دیکھتے ہیں کہ وہ کہاں تک مستند ومعقول ہے اور پھر تبدیل و تعلیل حروف کی جزئیات کی تلاش کرتے ہیں، جب دو لفظوں کا اتحاد، دلائلِ تاریخی اور علم الصوت سے ہوتا ہے، تو اس وقت ہم یہ دعوی پیش کرتے ہیں کہ یہ دو گوت ایک ہیں ہم جانتے ہیں کہ ہماری یہ تاریخ دنیا کے عالموں فاضلوں اور محققین کی نظروں سے گزرے گی ہم نے اس تنقید کو پیش کرتے وقت اس امر کو مدنظر رکھا ہے کہ اگر کوئی دوسرا شخص اس قسم کا دعویٰ پیش کرے تو ہمارے خیال میں وہ دعویٰ کہاں تک معقول ہو سکتا ہے، کیونکہ جس دلیل اور خیال کو ہم معقول نہیں خیال کرتے دوسرا کون معقول خیال کرے گا۔

نگفتی ندارد کسے باتو کار
ولیکن چو گفتی دلیلش بیار

ہم جانتے ہیں کہ ہم ایک ایسا دعویٰ یا انکشاف پیش کر رہے ہیں، جس کی طرف اس سے پہلے عوام نے کم توجہ کی ہے اور اگر توجہ کی ہے، تو اس کی حقیقت پر غور نہیں کیا ہے، وہ بادی النظر میں یہ دعاوی سنکر متحیر ہوں گے کہ جو 36 قومیں راجپوتوں کی مشہور ہیں، ان میں ایک نہیں دو نہیں، دس گوت گوجروں کے ثابت کر دیئے گئے ہیں، پھر بعض میں صریح لفظ گوجر کا موجود ہے، اور بعض کی نسبت یقینی شہادت پیش کی گئی ہے، لیکن ہم محققین کے علم وفضل سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ یہ

Marfat.com

نہ دیکھیں کہ کہنے والا کون ہے بلکہ یہ دیکھیں کہ کیا کہتا ہے اور اس کے کہنے میں کہاں تک معقولیت ہے، البتہ بعض لوگوں کا اعتراض باقی ہے کہ سینکڑوں سال گزر گئے، کسی نے بھی دعویٰ نہیں کیا، اگر یہ دعویٰ درست ہوتا، تو ٹاڈ بھی ان کو گوجر لکھتا، اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کسی حقیقت پر ہزاروں سال دنیا غور نہ کرے اور کسی زبان میں کوئی شخص اس کو آشکارا کرے اور ایسا آشکارا جس کو عقل و درایت قبول بھی کرلے تو کیا یہ انکشاف صرف اس لئے رد کیا جا سکتا ہے، کہ پہلے کسی نے اس کو پیش نہیں کیا تھا، ٹاڈ کا موضوع گوجر اور راجپوتوں کی ذاتوں، کا امتیاز نہ تھا، ہماری تاریخ کا تو موضوع ہی یہ ہے کہ گوجروں کی نسبت تحقیقات کریں کہ وہ کہاں کہاں ہیں اور ان کے کیا کیا گوت ہیں، ٹاڈ کو کیا غرض تھی کہ ہندی کی چندی کرتا، لیکن ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم تمام گوتوں پر نظر ڈالیں اور اس سے نتائج پیدا کریں، ٹاڈ اور دیگر مورخین نے گوتوں کی وسیع وادی میں قدم نہیں رکھا وہ تو چند قدم چل کر رہ گئے، کیونکہ ان کا مقصد گوتوں کی تنقید نہیں تھا، بہرحال ہمارے ان دعاوی کی جو تردید کرے گا، ان کو ہماری طرح ان دعاوی کے ابطال پر دلائل دینے چاہئیں، لاتسلیم یا انکار محض کا علاج ہمارے پاس نہیں ہے ہم معقول کہتے ہیں اور معقول سنتے ہیں، ممکن ہے کہ ہم کو ایک یا دو قدم ان دعاوی سے پیچھے ہٹا دیا جائے لیکن یہ تو غیر ممکن ہے کہ ہم کو ہر ایک دعویٰ میں پسپا کیا جائے۔ اگر ہمارے چند دعوے بھی قائم رہیں تو ہم نے اپنی محنت کا پھل پایا اور قوم کی خدمت کا فرض ادا کیا، وما توفیقی الا باللہ العظیمo

❁❁❁

Marfat.com

باب چہارم:

راجگانِ تومر کچھواہیہ پریہار

فصل اول

شاہان تومر اور کچھواہیہ گوجر ہیں

اگر ہم سر-اے گنگہم کے نظریہ کو کہ شاہان قنوج تومر تھے، دیکھوار، کیوجیکل سردی رپورٹ (تحقیقات متفحصین آثار قدیمہ) جلد اول صفحہ 132، اور مسٹر بھنڈا کر کے نظریہ کو کہ تومر گوجر ہیں منطق کا صغری کبری قرار دیں تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ شاہان قنوج گوجر تھے۔

ڈاکٹر اے-ایف-روڈلف ہارنل اس نتیجہ کے ساتھ اتفاق کرتا ہوا، تین کتبوں کا ذکر کرتا ہے۔ ملاحظہ ہو اس کا مضمون قبائل گوجر، دو کتبوں میں تومر کا نام درج ہے اور تیسرا کتبہ بھی معناً اس کے متعلق ہے۔

وہ کتبے حسب ذیل ہیں۔

اوّل: پہپیوا ضلع کرنال کا کتبہ راجہ مندر پال کے زمانہ کا ہے، جو 885ء سے 910ء تک حکمران رہا۔

دوسرا: وگرا راجہ چوہان کا کتبہ، ہرشا مورخہ 972ء ہے جو مطابق ہے وجیاپال کے عہد سے جس کا زمانۂ حکومت 950ء سے 975ء تک تھا، ان دونوں کتبوں میں تومر کا ذکر ہے۔

وگرا راجہ کے پردادا چندن نامی نے ایک تومر راجہ رورنیا کو شکست دی اور چندن کے پوتے سہنا راجہ نے ایک تومر خاندان کے سردار پر حملہ کیا، مگر

Marfat.com

ناکامیاب رہا۔

کتبے اس امر کی رہنمائی کرتے ہیں کہ رورینا اور دوسرا سردار تومر تھے اور تومر گوجروں کے چھوٹے چھوٹے جرگوں کے سردار تھے۔

کتبہ پہپیوا میں خاندان تومر کی تین پشت تک راجاؤں کا ذکر ہے، جو پہپیوا ضلع کرنال میں یا اس کے گرد ونواح میں فرمانروا تھے اور کتبہ پہپیوا میں یہ بھی درج ہے کہ یہ خاندان راجا جاؤ لا نامی کی اولاد ہے جو پہلے کسی زمانہ میں حکمران تھا۔ یہ تصریح ہمیں اس امر کی رہنمائی کرتی ہے کہ جاولا وہی راجہ ہے جس کے سکے مشہور ہیں۔

ایک تیسرا کتبہ مندرجہ بالا دونوں کتبوں کا معناً مؤید ہے، وہ کتبہ کرا ہے جس میں تورمانا (تورمن) جولا کا ذکر ہے پس ان تینوں کا تعلق باہم ثابت ہوا۔

مزید بران بندھیل کھنڈ میں یہ روایت بالتواتر مشہور ہے کہ راجہ گوپال کے سپہ سالار تورمن نے جو کچھواہیہ تھا۔ 243ء میں ایران پر حملہ کیا اور بھوپال سے ایران تک تمام ملک فتح کر لیا تورمن کے بیٹے سورسین نے اسی زمانہ میں گوالیار کو فتح کر کے مشہور قلعہ گوالیار 285ء میں تعمیر کیا اور سورسین کی اولاد کچھواہیہ تھی، جو عرصہ دراز (تخمیناً 933ء) تک حکمران رہی، بعد ازاں خاندان پر بہار نے گوالیار کو فتح کیا۔

ان روایات و قیاسات اقترانیہ مذکورہ سے یہ صریح نتیجہ نکلتا ہے کہ کچھواہیہ مسلمہ گوجر ہیں اور وہ قبیلہ تمر کی شاخ ہیں اور تمر جاؤلا کی اولاد تو ثابت ہوا کہ تومر گوجر ہیں اور جاؤلا بھی گوجر تھا۔ اس پر ایک اور دلیل پیش کی جاتی ہے۔

ایک کتبہ تورمن ایران میں موجود ہے۔

کتبہ پہپیوا 885ء سے یہ صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ نویں صدی کے اخیر میں یعنی تاریخ کتبہ تک یہ تسلیم کیا گیا تھا کہ تومر جاولا راجہ تورمن کی اولاد ہیں، بندھیل کھنڈ میں گھرک رائے نامی بھاٹ جو شاہجہان بادشاہ کے عہد

Marfat.com

(سترہویں صدی عیسوی) میں تھا۔ یہ روایت بیان کرتا تھا کہ تورمن ایران پر حکومت کرتا تھا۔

پس اس سے یہ نتیجہ استخراج کیا جا سکتا ہے کہ ایران کا تورمن اور جاؤلا تورمن ایک ہیں دو نہیں بعض یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ اس امر کی صریح شہادت نہیں ہے کہ کراکا تورمن یعنی جاؤلا اور ایران کا تورمن ایک ہیں۔

اس کے مقابلہ میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس دعویٰ کے مخالف کوئی شہادت نہیں ہے جو ثابت کر سکے کہ یہ دونوں ایک نہیں ہیں، مسٹر بہلر کی یہی رائے ہے کہ یہ دونوں ایک ہیں یہی نتائج مسٹر کنگھم اور مسٹر بھنڈارکر کی دلائل سے اخذ کئے جا سکتے ہیں۔ جس کے ساتھ مسٹر ونسنٹ سمتھ اور مسٹر رپیس اتفاق کرتے ہیں کہ تومر کچھواہیہ پریہار سب گوجر ہیں اور وہ جاولا راجہ تورمن کے خاندان کے قبائل وعشائر ہیں۔

Marfat.com

فصل دوم:

راجہ تورمن اور قبیلہ ہن کا تعلق

یہ تو تاریخوں سے ثابت ہے کہ ہن قوم کا سردار جاولا تھا، ہن وہ قوم ہے جس کو انگریزی تاریخوں میں، الیف تھلایٹ یا وایٹ ہیں (سفید ہُن) کہتے ہیں، قدیم ہندی تاریخوں میں ہُن کا نام بارہا آیا ہے، مگر تورمن کے قوم ہُن سے ہونے پر صرف ایک شہادت کتبہ مندسور مورخہ 535ء سے ملتی ہے، اس کتبہ سے ضمناً یہ مستفاد ہوتا ہے کہ مہرکلا (مہرکل) پسر تورمن جسے یشودھرمن نے شکست دی تھی۔ خاندان ہُن کا راجہ تھا، پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ گوجر اور ہمن ایک ہی ہیں، اور ہُن کہتے ہیں اس شخص کو جو دوسرے ملک سے آئے کہ یہ نام ان کا وصفی ہو۔

ڈاکٹر فلیٹ کی یہ رائے ہے کہ مٹیترک یا مہرجن کو اب میر (گوجروں کا ایک گوت ہے) کہتے ہیں، ایک خاص جرگہ قوم ہُن کا تھا، جس میں تورمن اور مہرکل شامل ہیں، پس ان دلائل وروایات کی بنا پر ہم جرأت کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں، کہ تومر خاندان کا نام لفظ تورمن سے لیا گیا ہے، ہم ایسی تبدیلی کی مثالیں متعدد جگہوں میں بیان کر آئے ہیں۔ راج ترنگنی میں یہ لفظ کبھی تومرانا اور کبھی تورامانا لکھا گیا ہے۔

ہندوستان کے علاوہ بیرونی شہادت سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ تورمن اور مہرکل قوم ہُن سے ہیں۔

گولس جسے کوسمس انڈکو پلوسٹیس ہندوستانی قوم سفید ہُن کے بادشاہ سے تعبیر کرتا ہے، غالباً مہرکل ہے اور بعض روایات سے مستفاد ہوتا ہے کہ مہرکل اور تورمن گوجر ہیں۔

البتہ یہ ممکن ہے کہ ہُن کے بعض قبائل نے مختلف نام اختیار کر لئے ہوں، یا ہُن قبیلہ کے سرداروں نے شخصی امتیاز کے طور پر علیحدہ علیحدہ نام رکھ لئے

Marfat.com

ہوں، جیسا کہ گوجروں کے افراد علیحدہ علیحدہ گوت سے مشہور ہیں مگر ہر ایک گوت کا سلسلہ گوجر تک پہنچتا ہے۔

مسٹر بھنڈار کرنے مضمون اقوام گوجر کے صفحہ 15 میں ثابت کر دیا ہے کہ ہر چہار طوائف جنہیں اگنی کل کہا جاتا ہے یعنی سولنگی (چولکیا) پرمر، (پرمار) پریہار، چوہان فی الحقیقت قوم گوجر کے گروہ ہیں، ان میں تومر کو بطور ایک قبیلہ قوم گوجر کے شامل کرنا چاہیے اور اس حقیقت کا کہ کچھواہیہ گوجر ہیں، کئی بار ذکر کیا گیا ہے۔ پس ان چھ مشہور عشائر کو گوجر شمار کرنا چاہیے۔

ایک اور شہادت ہمارے دعویٰ کی تائید میں ہے، دیوان بگھے بہادر مضبوط سنگھ اپنی تاریخ بندھیل کھنڈ میں لکھتا ہے کہ تقریباً 933ء میں خاندان پریہار کو اہمیت حاصل ہوئی اور اس نے گوالیار فتح کر لیا۔ خاندان پر بہار کا پہلا راجہ وجرومن تھا، جو وسطی ہند پر حکمران تھا۔ اس کے بعد راجہ کرت اور راجہ بھون پال اول اور راجہ بدھپال پے در پے فرمانروا ہوا اور 1093ء میں مہے پال تخت نشین ہوا، لیکن اس کی تخت نشینی سے پہلے پریہار نے گوالیار کے علاوہ باقی تمام ملک پر قبضہ جما لیا تھا، مہے پال کے کتبہ سس باہو مورخہ 1093ء سے ثابت ہوتا ہے کہ آٹھ راجاؤں نے مسلسل بادشاہی کی، دیوان بگھے بہادر نے خاندان پریہار کے راجاؤں کے نام اپنی تاریخ میں لکھے ہیں، ان کتبوں کے راجاؤں سے نام بنام ملتے ہیں اور ان راجاؤں نے جس ترتیب سے بادشاہی کی وہ ترتیب بھی دونوں میں کلیۃً مطابق ہے، دیوان بگھے بہادر نے تین راجاؤں کے نام چھوڑ دیئے ہیں، روجرومن کو جس کی تاریخ جلوس 977ء عیسوی ہے، پہلا راجہ خیال کرتا ہے لیکن جب دیوان ایک جگہ صراحتہً یہ بھی لکھ آیا ہے کہ خاندان پریہار کا کوکب اقبال 933ء میں درخشاں ہوا تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ راجہ وجرومن سے پہلے بھی کوئی راجہ ہوا ہوگا جس نے سلطنت کی بنیاد رکھی تھی۔ چنانچہ کتبہ سی باہو سے اس کا پتہ چلتا ہے کہ پریہار خاندان کا وہ راجہ جو بانی سلطنت ہوا، لکشمن تھا، اس کی

Marfat.com

حکومت 933ء سے شروع ہوتی ہے اور اس کتبہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ وجرومن نے گادھی نگر (قنوج) کو فتح کیا، جیسا کہ اور تاریخوں میں بھی مذکور ہے اور قلعہ گوپاڈری (گوالیار) کا یہی فاتح اول ہے، کتبہ میں درج ہے کہ وجرومن نے گوالیار کے راجہ کو شکست دی، راجہ کا نام مذکور نہیں ہے، پس شمار سنیں کے لحاظ سے گوالیار کا یہ راجہ وجیاپال ہوسکتا ہے، جس کی تاریخ کتبہ عطیہ راجور میں 960ء درج ہے، یا اس کا کوئی جانشین ہوگا، لکشمن کی تخت نشینی کی تاریخ 933ء فرض کرنا ہر طرح سے قرین قیاس اور معقول ہے، جو اس خاندان کے زمانۂ عروج (933ء) کے مطابق ہے، نیز ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے جرنل جلد 50 صفحہ 46، 1881ء میں مذکور ہے کہ لکشمن ساگر (نام تالاب) واقع بلہاری روایۃً راجہ لکشمن پریہار کی طرف منسوب ہے نیز بیان کیا جاتا ہے کہ وہ غالباً 950ء میں حکمران تھا۔

مسٹر ونسنٹ سمتھ بھی وجرومن کو جیسا کہ کسی اور جگہ بیان ہوا ہے، خاندان پریہار کا درخشندہ ستارہ ظاہر کرتا ہے اور وجرومن اور ان کے خاندان کے راجہ اپنے کتبہ میں کچھواہیہ کا لقب اختیار کرتے ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ کچھواہیہ اور پریہار ایک ہی ہیں، دو نہیں ہیں، اب ہمیں یہ ثابت کرنا ہے کہ پریہار یقیناً گوجر ہیں۔ اس کے متعلق حال ہی میں ایک زبردست شہادت ملی ہے، راجپوتانہ میں ایک کتبہ دستیاب ہوا ہے جس کی تاریخ 929ء بعد مسیح ہے، اس کتبہ میں پریہار قوم کے ایک راجہ کے نام کے ساتھ دونوں لقب پریہار اور گوجر درج ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ پریہار کے ساتھ گوجر کا لقب افتخاراً لایا گیا اور گوجر کا لقب تمام القاب سے راجہ کے لئے بہتر سمجھا گیا اور یہ امر بھی ثابت ہے کہ راجہ وجرومن اور اس کے خاندان کے سب راجہ اپنے کتبوں میں کچھواہیہ لکھواتے ہیں پس اس سے یہ مسئلہ بالکل حل ہوگیا کہ کچھواہیہ پریہار گوجر کی شاخ ہیں۔ اگر گوجر کی وسعت حکومت کی نسبت زیادہ اطمینان کرنا ہو تو ہم مندرجہ ذیل شہادتیں پیش کرتے ہیں۔

Marfat.com

بمبئی گزیٹیر جلد اول حصہ اول 1896ء خصوصاً صفحہ 467 ڈی -ار بھنڈا کر گرجس جے بمبئی برانچ آر ای ایس جلد 20۔ اپنی گریفیکل نوٹس (ایضاً جلد 21) اور پروفیسر کیلہارن اپی گریفیکل نوٹس نمبر 17۔ دی گوالیار انسکر پشن آف مہر بھوج۔

اس کتبہ کو جس سے یہ نیا انکشاف ہوا ہے۔ مسٹر ہیرانند نے بھی بعد تصحیح ار کی آلوجیکل سروے آف انڈیا اینول رپورٹ 4-1903 میں شائع کیا ہے، ڈاکٹر ہارنل نے اس دریافت پر اپنی مختصر ہسٹری آف انڈیا اور جے آر اے ایس 5-1902 کے مضامین میں بہت زور دیا ہے۔ پس جب اس قدر مکمل شہادتیں ملتی ہیں تو پھر اس امر میں کسی قسم کا شک وشبہہ باقی نہیں رہتا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ 933ء میں کچھواہیہ یا پریہار کا کوکب اجلال آسمان اقبال پر لکشمن کے زمانہ میں طالع ہوا اور یہ زمانہ اور راجہ مہے پال گوجر کا زمانہ ایک ہے جس کی تفصیل تاریخوں میں اس طرح درج ہے کہ مہاراجہ مہے پال کے عہد حکومت میں اس کے قبائل رفتہ رفتہ خود سر ہو گئے، مالوہ کے پرماروں نے کرشنا راجہ کو اور اجمیر کے چوہانوں نے چندن کو 915ء میں اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا، اور ماتحتی کا جوا اپنے گردن سے اتار پھینکا، گوالیار کے کچھواہیہ بھی 933ء میں مقابل کے زبردست حریف ہو گئے اور انہوں نے لکشمن کو اپنا راجہ مقرر کیا اور اسی زمانہ کے قریب تر پریہار راجہ سادت کی سرکردگی میں مطلق العنان ہو گئے کیونکہ راجہ سادت کا بیٹا متھن دیو اپنی فرمان عطیہ راجوڑ 960ء میں اپنے آپ کو خود مختار راجہ بیان کرتا ہے اور چندیل خاندان نے 910ء میں اپنی آزادی کا اعلان ہرشا یا یشوردرمن کی ماتحتی میں کیا تھا۔

ان دلائل سے بھی وہی نتیجہ نکلتا ہے جس کا ایک سے زیادہ دفعہ اعادہ کیا گیا ہے کہ یہ سب گوجر قبائل مجتمعاً ایک بادشاہ گوجر کے تابع تھے اور اغلب ہے کہ چندیل بھی گوجر کا ایک قبیلہ ہو مگر قبائل متذکرہ بالا کی نسبت تو گوجر ہونے کے دلائل و براہین موجود ہیں۔

Marfat.com

فصل سوم:

کچھواہیہ

شاہانِ کچھواہیہ کا ذکر تاریخوں میں موجود ہے، ہم مختصر طور پر ان کا حال لکھتے ہیں۔

کچھواہیہ کشواہیہ ایک ہی لفظ ہے، یہ قبیلہ اپنا نسب نامہ سری رام چندر جی کے فرزند ثانی کرشن جی سے ملاتے ہیں، کشواہیہ قوم نے مشہور تاریخی قلعہ نردار تعمیر کیا جس کے برجوں پر عرصۂ دراز تک راجہ نل کی شمع اقبال جلتی رہی، راجہ نل کی اولاد شاہان مغلیہ کے زمانۂ زوال تک اس قلعہ میں آباد رہی، آخر مرہٹوں نے اس کو تسخیر کر کے اپنی قلمرو میں شامل کر لیا، جہاں اب راجہ سندھیا کی حکومت ہے کسی زمانہ میں یہ ملک راجہ نل کے زیر نگین تھا۔

دسویں صدی میں کچھواہیہ کے ایک زبردست راجہ نے قوم منیا کو نکال کر مقام میر آباد کیا، اور وہاں بیر گوجروں کو بسایا ان کی ترقی کا آفتاب رفتہ رفتہ ڈھلنے لگا، یہاں تک کہ بارہویں صدی میں یہ دہلی کی چوہان سلطنت کے ماتحت ہو گئے، کشواہیہ قوم کی متعدد شاخیں ہیں، جو مختلف علاقوں پر حکمران رہے ایک مشہور شاخ ان کی راجگان کوٹری ہیں جن کے حالات تاریخوں میں مفصل ہیں۔

❁❁❁

Marfat.com

باب پنجم:

شاہانِ کسانہ وافتالوی[1]

فصل اول

شاہانِ کسانہ وافتالوی گوجر

بعض تاریخوں میں یہ لکھا ہے کہ کشاں یوچی قوم کی شاخ ہے اور گوجر بھی یوچی ہیں، جو خانہ بدوش ترکوں کی اولاد ہیں، بعض الفاظ بوجہ تبدیل وتعلیل یاتقدیم وتاخیر حروف اس قدر غریب ہو جاتے ہیں کہ وہ اپنے اصلی نام سے بالکل الگ تھلگ معلوم ہوتے ہیں، لیکن جب کسی لفظ کو اصل سے ملایا جاتا ہے اور تعلیل یا تبدیل حروف کو مثالوں سے واضح کر دیا جاتا ہے، تو یقین ہو جاتا ہے کہ واقعی اس لفظ کی اصل یہی ہے اور موجودہ صورت بوجہ تعلیل بگڑ گئی ہے، زمانہ موجودہ میں جہاں جہاں گوجر ہیں، ان کی مشہور شاخ کسانہ ہے، پنجاب میں یہ مثل مشہور ہے کہ گوجروں کی ڈھائی ذاتیں ہیں اول کسانہ، دوم گورسی، سوم برکٹ۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ تینوں دوسری گوجر شاخوں سے باعتبار تاریخی حالات کے زیادہ شاندار ہیں، کسانہ اور گورسی کی فضیلت پر تو تاریخ شاہد ہے، مگر برکٹ کی نسبت اب تک ہمیں معلوم نہیں ہوا، تحقیق جاری ہے ممکن ہے کہ یہ لفظ بھی کسی دوسرے لفظ کی بگڑی ہوئی صورت ہو، (چنانچہ گورسی کا متبدل گھوسی ہے) غالباً برکٹ کو بھی کسی زمانہ میں عروج شاہانہ حاصل تھا، مگر اس وقت تک اس کی عظمت وشوکت کا کوئی نشان نہیں ملا، ہمارے بھائی بند موجودہ کسانے جن کے معزز تعلیم یافتہ افراد سے ہمارا تعارف ہے، وہ فخریہ کہتے ہیں کہ ہم کنشک راجہ کی اولاد ہیں لیکن جو

---

[1] یہ باب وسنٹ اے سمتھ کی تاریخ قدیم اور ہندی تاریخوں کے اقتباسات سے مرتب کیا گیا ہے۔

Marfat.com

کسانے نعمت علم سے محروم ہیں، وہ بجز اس کے کہ اپنے آپ کو گوجر کہیں اور فخر یہ یہ کہیں کہ ہم کسی زبردست راجہ کی اولاد ہیں اور کچھ نہیں جانتے، بعض کہتے ہیں کہ ہم کنش کی اولاد ہیں اور کنش اور کنشک ایک ہی لفظ ہے۔

علم التلفظ کے ماہرین فوراً اس کو تسلیم کریں گے کہ موجودہ کسانے تاریخی کشاں ہیں جن کا مایۂ ناز مورث کنشک شہنشاہ تھا۔ یہ تو ہر طرح مسلم ہے، کہ سین اور شین کا آپس میں تبادلہ ہو جاتا ہے۔

پس کسانہ اور کشان کی صورت ایک ہی ہے اور کسانہ میں ہانسبت کی ہے، جیسے دولتانہ دولت خاں کی اولاد، ملکانہ ملک کی اولاد، بڈھانہ، بڈھا کی اولاد وغیرہ وغیرہ۔

کسانہ کسان سے نسبت رکھتے ہیں۔ اب رہا تبدیلی سین و شین کا ثبوت تو یہ تبدیلی عام ہے، پنجاب کے ایک ضلع میں عام لوگ بس بسین مہملہ (بمعنی فقط) کہتے ہیں، دوسرے ضلع میں بش بشین معجمہ کہتے ہیں، تبدیلی کے لئے جاہل لوگوں کی زبان کو دیکھنا چاہئے، پڑھے لکھے آدمی بہت کم تبدیلی کرتے ہیں، بجز اسکے کہ کوئی لفظ متغیر ہو کر عام بول چال میں مستعمل ہو گیا ہو مثلاً بن باسی (صحرا نشین) کا لفظ عام ہے، دراصل یہ بن باشی بشین معجمہ تھا۔

جب فارسی ملفظ (باش) ہندی لفظ بن (جنگل) سے مرکب ہوا تو بن باسی میں شین معجمہ سین مہملہ ہو گیا۔ کپڑے پر جو ریشم وغیرہ سے بیل بوٹا بنایا جاتا ہے، اس کو کشیدہ کہتے ہیں، مگر اب عام طور پر اس کو کسیدہ کہا جاتا ہے، (برش بمعنی سال) کا برس اور شکر کا سکر دھرم شالہ کا دھرم سالہ، برش کا برسات ہشک کا مسک ہو گیا، اس کی سینکڑوں مثالیں ہیں، مگر ذی فہم کے اطمینان کے لئے اسی قدر کافی ہیں اور دیگر قرائن قیاسی و تاریخی واقعات کی شہادت سے ثابت ہوتا ہے کہ کسانہ اور کشاں ایک ہیں۔

ہمارے ان دلائل کو سن کر کوئی جاہل ہی ہو گا جو اس دعویٰ کو کہ کسانہ اور

Marfat.com

کشاں ایک ہیں، تسلیم نہ کرے، ضلع گجرات اور دیگر اضلاع میں گوجر کسانے کثرت سے موجود ہیں، گجرات میں ان کے نام پر موضع کسانہ آباد ہے، کشاں بادشاہ عرصۂ دراز تک وسیع سلطنت پر حکمران رہے ہیں، جن کا ذکر ہم مختصراً کرتے ہیں۔

کڈفائیس اول کی وسعت سلطنت

کڈفائیس اول نے اپنی چیدہ فوج کے ساتھ ہندوکش کی مشکل گزار منازل کوعبور کر کے کشمیر کافرستان کابل کو زیرنگین کیا،اور باختر پر بھی اس کا پرچم اقبال لہرایا۔ اس طرح اس کا نیر شہنشاہی ایران سے لے کر جہلم تک نورافشاں تھا، اس دائرہ حکومت میں سغدانیہ بھی شامل تھا، پہاڑی جنگجو، سیزہ کار باشندوں کی تسخیر اور اس قدر وسیع سلطنت کا نظم ونسق کڈفائیس اول کی شجاعت شاہانہ و تدبیر فرزانہ کا قطعی ثبوت ہے، کڈفائیس اول کی اس تعجب انگیز وحیرت افزا پیش قدمی کا لازمی نتیجہ تھا کہ ہندی، یونانی اور ہندی پارتھی۔ دول کا خاتمہ ہوجاتا چنانچہ ایسا ہی ہوا کابل کے ہرمیاس حکمران کا کڈفائیس اول کی شمشیر سے مغلوب ہونا، تاریخوں سے ثابت ہے، جس پرسکون کے نقوش کی شہادت ناطق ہے، غالباً کابل کی تسخیر 20ء میں عمل میں آئی تھی، کڈفائیس اول 80 برس کے بعد راہی ملک بقا ہوا۔

رہے گر کوئی تاقیامت سلامت
پھر اک روز مرنا ہے حضرت سلامت

کڈفائیس دوم

کڈفائیس اول کے بعد اس کا فرزند کڈفائیس دوم اپنے باپ کا جانشین ہوا، یہ اپنے باپ کی شجاعت والوالعزمی اور ہمت و بلند حوصلگی کا مظہر تھا۔ تخت نشین ہوتے ہیں قبضۂ شمشیر پر ہاتھ رکھا اور کشور کشائی وجہانگیری کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا۔

Marfat.com

ع ''اگر پدر نہ تواند پسر تمام کند''

اس نے پنجاب اور دریائے گنگا کی وادی سے گزر کر بنارس تک تمام ملک کو زیرنگین کیا اور اس حصہ پر اپنا ایک نائب مقرر کیا۔ کڈ فائیس دوم نے بہت عرصہ تک حکومت کی یعنی 55ء سے لے کر 78ء تک 33 سال حکمران رہا۔

کنشک

کڈ فائیس دوم کی رحلت کے بعد کنشک 78ء میں اورنگ آرای جہانبانی ہوا، یہ امر اب تک صاف نہیں ہوا کہ کنشک کڈفائیس دوم کا بیٹا تھا یا قریبی رشتہ دار لیکن مستند تاریخوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ کنشک بہادران کشاں کی نسل سے شیر نبرو پیشہ تھا، کنشک کی تخت نشینی کی نسبت بہت اختلاف ہے، بعض مورخ کہتے ہیں کہ کنشک، کڈ فائیس اول سے پہلے ہوا ہے، اس موضوع پر معرکۃ الآرا بحثیں ہو چکی ہیں، اور ہمارا خیال ہے کہ ہم کو ان پیچیدہ مباحث میں نہیں پڑنا چاہیے، کیونکہ ہمارا مقصود بالذات صرف یہ امر ہے کہ کسان اور کسانہ ایک ہیں اور وہ کنشک کی اولاد ہیں، کنشک خواہ کسی زمانہ میں ہوا ہو، ہمارے مقصد میں کوئی فرق نہیں آ سکتا۔

کنشک کے فتوحات نے ان کے نام کو زندہ جاوید کر دیا، نہ صرف ہندوستان میں بلکہ تبت، چین، منگولیا کے صفحات تاریخ پر بھی اس کا نام درخشاں ہے، مگر باوجود شہرت عامہ اس کے مکمل حالات صفحات تاریخ میں فلمبند نہیں ہیں، چین اور منگولیا اور تبت کے کتبخانے اس کی مذہبی خدمات کے تو ثنا خواں ہیں، مگر اس کے سیاسی امور کی تفصیل اگر ان سے پوچھی جائے تو خاموش ہو جاتے ہیں، البتہ یہ خوشی کا مقام ہے کہ اس کے سکے جن پر ان کا نام مزین ہے۔ ہمیں بہت کچھ اطلاع دیتے ہیں۔ اگرچہ الفاظ کے ذو معنی ہونے کی وجہ سے مبصرین و مورخین کا آپس میں بہت اختلاف ہے، اس لئے یقینی طور سے اس کا سنہ مقرر

Marfat.com

کرنا مشکل ہے ۔ تا ہم تاریخی سرمایہ کے لئے بہترین خزینہ معلومات و بے بہا جواہر واقعات ہیں۔ بہرحال اسکی جانشینی کا 78ء فرض کرتا ہر طرح سے معقول معلوم ہوتا ہے، کنشک کے حالات کو پہلے واقعات سے جو وابستگی ہے، وہ ہم کو پھر پیچھے لے جاتی ہے تا کہ سلسلۂ سخن قائم رہے۔ اس لئے ان واقعات گذشتہ کا بیان کرنا ضروری ہے جن کا نتیجہ یا فرع کنشک کے بعد کے کارنامے ہیں۔ روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ 25ء قبل از مسیح میں چین کے سفراء استحکام اتحاد کے لئے قوم یوچی[1] کے دربار میں آئے ، جب وہ سغدانیہ میں خیمہ زن تھی، اس سفارت سے یوچی اور چین کے تعلقات دوستانہ قائم ہو گئے تھے، عرصہ تک یہ تعلقات خوشگوار قائم رہے، مگر بعد میں حالت کچھ تبدیل ہوگئی اور مغربی ممالک میں چین کا اثر بہت کم ہوگیا، 73ء میں چینی پھر جاگ اُٹھے اور 102ء تک ان کا بہادر مشہور سپہ سالار پی چوفتوحات کے لئے سرگرم پیکار رہا اور آگے بڑھتا چلا گیا، یہاں تک کہ اس نے رومی سرحد پر علم نصرت بلند کیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی سلطنت کی سرحد کہاں سے کہاں تک پہنچ گئی تھی۔ شاہان چین نے 73ء میں فتن اور کاشغر کے سلاطین کو مطیع و منقاد کر کے باجگذار بنایا۔ اس لئے قوم یوچی کے بادشاہ کو سلطنت چین کی طرف سے کھٹکا پیدا ہوا، غالباً یہ کڈفائیس دوم کا جانشین ہی تھا، جو بوجہ وسعتِ سلطنت و کثرت عساکر و شجاعت آبائی شہنشاہِ چین سے ہمسری کا دعویٰ رکھتا تھا اور اس کے لئے یہ ننگ و عار تھا، کہ وہ فتن و کاشغر کی طرح شاہ چین کے آگے سر جھکائے، البتہ سیاسی طور پر یہ چاہتا تھا کہ اگر شاہ چین کے

---

[1] یوچی چین کے مورخین کا لفظ ہے کیا؟ میرا خیال درست نہیں کہ اب بھی یہ لفظ بہ تلفظ چیچی جوگوجروں کا گوت ہے۔ موجود ہے، اورج کا تبادلہ ہو جاتا ہے، جیسے راجہ جدھسٹر کو راجہ یدھسٹر بھی کہتے ہیں، اورج اور چ تو ایک ہی ہیں مثلاً فارسی کلمہ چون (حرف تشبیہہ) جب اردو میں آیا، تو جون ہوگیا، ذوق کہتا ہے۔ ع۔ جون حرف سر کاغذ نم اُٹھ نہیں سکتا اور حرف داد، ی کی تبدیلی مسلمہ ہی دیکھو ڈیل دول قبل قول۔ (مولف)

Marfat.com

ساتھ رابطہ تو دو وایتلاف قائم ہو جائے، تو اس کے لئے یہ بڑی کامیابی ہے، اس امید کے پورا کرنے کے لئے وہ ایک سیاسی چال چلا، اپنے سفیر کو بادشاہ چین کے دربار میں بھیجا اور مؤدبانہ التماس کی کہ اس کو عزت فرزندی سے سرفراز فرمایا جائے یعنی اس کو اپنی شہزادی کے رشتہ تزوتج میں منسلک کرنے کا فخر بخشیں ۔ شاہ چین کے لئے یہ پیغام نہایت ہی تلخ و ناگوار تھا۔ سفیر کو پابجولان کر دیا۔ اس سے کنشک آگ بگولا ہو گیا ستر ہزار خونخوار آزمودہ کار جوانوں کا ایک جرار لشکر اپنے سپہ سالار سی کی سرکردگی میں روانہ کیا کہ وہ براہِ درہ تاشکر غان جس کی چوٹی چودہ ہزار فٹ بلندی ہے چین پر حملہ کرے اس سنگ لاخ سرزمین اور فلک اوج پہاڑوں کا قطع کرنا آسان نہیں تھا، سپہ سالار سی دشوار گزار پہاڑوں کو عبور تو کر گیا، مگر اس کی فوج اس سخت ترین سفر میں ایسی درماندہ و ناتواں ہو گئی کہ ایک قدم بھی آگے نہ چل سکی، دن رات کے سفر سے پاؤں کے تلوے چھل گئے اور صحت بھی خراب ہو گئی ۔ گویا تمام لشکر پیکر بے جان و جسم ناتواں تھا۔ ین چو کی تازہ دم فوج ان پر اس طرح ٹوٹ کر گری کہ اس کی سپاہ کا اکثر حصہ تہ تیغ ہوا اور بقیۃ السیف نے مصلحت وقت دیکھ کر اطاعت قبول کر لی، کنشک میں اب یہ طاقت نہ تھی کہ وہ اور فوج بھیجے ۔ اس لئے اس کو شاہ چین کا مجبوراً باجگذار ہونا پڑا۔ یہ وہی جملہ معترضہ تھا، جس نے ہم کو تھوڑی دیر کے لئے پیچھے ہٹا دیا تھا) کنشک کے زمانہ حکومت کی تحقیقات کی نسبت اپنی تاریخ قدیم ہند میں مسٹر اے سمتھ پہلے ایک سلسلہ قیاسات کا مرتب کرتا ہے، پھر ان سے نتیجہ ذیل نکالتا ہے ہم بعینہٖ اس کے الفاظ کا مفہوم بیان کرتے ہیں۔

''مجھے اس امر میں کوئی شک نہیں ہے کہ محض سکون کی شہادت سے ہی ثابت ہوتا ہے کہ کنشک سن عیسوی کے شروع ہونے کے بعد ہوا ہے اور نیز اس کا زمانہ کڈ فائیس اول و دوم سے بعد کا ہے اور یہ کہ اس پر رومۃ الکبریٰ کا اثر پڑا تھا، معلوم نہیں کہ سکون کی ناطق شہادت کو کس سبب سے بعض علماء نے بالکل نظر انداز

Marfat.com

کر دیا ہے دیگر قسم کی شہادتیں جو اپنے ساتھ بہت کچھ مصدقہ امور رکھتی ہیں اور ہر پہلو سے ان کی تنقید ہو چکی ہے، یہ ثابت کرتی ہیں کہ کنشک پہلی صدی عیسوی کے بالکل آخر میں تخت پر بیٹھا تھا اور گمان غالب یہ ہے کہ کڈ فائیس دوم کے بعد 78ء میں تخت نشین ہوا تھا۔ یہ ہر طرح سے ثابت ہے کہ اس کی سلطنت تمام شمال مغربی ہندوستان پر ایک طرف جنوب میں سلسلۂ کوہستان بندھیا چل تک دوسری طرف پامیر کی سطح و مرتفع کے دور افتادہ وروں تک وسیع تھی''۔

ہیون سانگ لکھتا ہے کہ جب کنشک گندھار (قندھار) کے صوبہ پر فرمان روا تھا، تو اس کی حکومت گردو نواح کی ریاستوں پر پھیلی ہوئی تھی اور کوہستان نسنگ لٹگ کے مشق تک وسیع تھی۔

کنشک کے سکے گڈ فائیس دوم کے سکوں کے ساتھ ساتھ کابل سے لے کر دریائے گنگا تک کثرت سے ملتے ہیں۔ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے قریبی رشتہ دار ہیں، جب براجن 99ء میں روما واپس آیا تو اکثر بادشاہوں نے آنیست کے لئے اپنے سفیر اس کی خدمت میں بھیجے۔ کنشک نے بھی اپنی سفارت کو اس کے دربار میں بھیجا، مقصود اس سے اپنی شان و شوکت کا اظہار تھا، یہ کنشک کی وسعت جہانگیری کا ایک ثبوت تھا کہ اس نے دور دراز وادی کشمیر جنت نظیر کو بھی فتح کیا اور اپنے تمام مقبوضات کے مقابلہ میں کشمیر کو اس کی شگفتگی بہار و گوہر باری آبشار دروانی چشمہائے کوہٹ و تلاطم انہار کی وجہ سے زیادہ خوشنما و دلکشا سمجھتا تھا، چنانچہ کشمیر میں اپنے قیام کے لئے جا بجا مختلف قسم کی عمارتیں تعمیر کرائیں اور اپنے نام پر ایک شہر کنشکپور آباد کیا، جواب ایک گاؤں کی صورت میں کانسپور کے نام سے موجود ہے۔ (ملاحظہ ہو کشمیر کی تاریخ راج ترنجی) کنشک نے پاٹلی پتر کو بھی فتح کیا تھا اور یہاں سے بدھ مذہب کے ایک عالم اسوگھوش نامی کو اپنے ہمراہ لے گیا تھا، کنشک کا دارالسلطنت پرشپور مزجودہ پشاور تھا، اس جگہ کنشک نے بدھ کی یادگار میں ایک مینار تعمیر کیا، جسکی بلندی 400 فٹ

Marfat.com

تھی اور یہ زمانہ کے عجائبات میں شمار ہوتا تھا، اس کے اوپر ایک خوشنما کلس تھا چینی سیاح سنگ ین چھٹی صدی میں اس جگہ آیا وہ بیان کرتا ہے کہ یہ مینار تین دفعہ جل کر خاکستر ہوا۔ (لیکن کسی نہ کسی بدھ مذہب کے بادشاہ نے اسنے از سر نو تعمیر کر دیا) کنشک نے یہاں ایک عالیشان عمارت تعمیر کرائی جس میں بدھ مذہب کی اعلیٰ تعلیم ہوتی تھی، اس عمارت میں دیر دیونامی بدھوں کا مجتہد بھی رہتا تھا۔ جو 844ء-892ء دیوپال حکمران مگدہ کے زمانے میں نالندہ کی خانقاہ کا متولی مقرر کیا گیا تھا، یہ عمارتیں محمود غزنوی کے بُت شکن بتر نے تباہ و برباد کیں، کنشک کی پیش قدمی نہ صرف ہندوستان کے اندر محدود تھی، بلکہ اس کے باہر بھی جاری تھی، کثرت کے ساتھ بیرونی ممالک پر اس کے سپہ سالار فاتحانہ حملے کرتے تھے چنانچہ اس نے پارتھی قوم کے ایک بادشاہ پر حملہ کر کے اس کو مغلوب کیا، غالباً یہ خسرو تھا، یا کوئی اور اس کے خاندان کا بادشاہ ہو گا، اوپر ہم ذکر کر آئے ہیں کہ کنشک نے چین پر حملہ کیا تھا، لیکن اس کا سپہ سالار اس حملہ میں ناکامیاب رہا اور کنشک چین کے باجگذاروں میں شمار ہونے لگا، اس قلاوہ غلامی نے کنشک کے دل میں ایک ناسور پیدا کر دیا تھا جس سے وہ اس ندامت وشکست کو کبھی نہ بھولتا تھا، جب اس نے کشمیر و ہندوستان کے مقبوضات کو مستحکم کر لیا، تو اس داغ ندامت کو مٹانا چاہا اور دوبارہ چین کی مہم سر کرنے کا سامان بہم پہنچایا، اگرچہ یہ مہم کچھ معمولی نہ تھی، اس نے ایک دفعہ کنشک کے لشکر کو تباہ کر دیا تھا، پہاڑوں کا عبور کرنا اور دور دراز ملکوں پر فوج کشی کرنا آسان کام نہیں، مگر انتقام کے جوش میں یہ سب مشکلات اس کو آسان معلوم ہوتی تھیں، ایسی خطرناک جنگ کی کوئی اور ہندوستان کا راجہ جرأت نہیں کر سکتا تھا، کنشک نے اپنی ہمت مردانہ سے اس مہم کو سر کیا اور چین کی خراج گزاری کا جوا اپنی گردن سے اتار پھینکا اور نہ صرف یہ کیا، بلکہ چین کی ایک ریاست سے یرغمال بھی حاصل کیا کہتے ہیں کہ اس یرغمال میں ایک شہزادہ چین بھی تھا، کنشک بُدھ، مذہب کے فرقہ مہایاں کا معتقد تھا اور مذہب کے

Marfat.com

کل مسائل کلیات و جزئیات پر عالمانہ عبور رکھتا تھا، اس نے مذہبی کتابوں میں دیکھا کہ اختلاف روایات کا دائرہ بہت وسیع ہے اور ممکن ہے کہ آئندہ اور زیادہ بڑھ جائے۔ اس لئے اپنے استاد کی صدارت میں بُدھ علماء وفضلاء کی ایک مذہبی مجلس مقرر کی جس میں ہر فرقہ کے عالم و فاضل شامل تھے، جنہوں نے اختلافات کو رفع کر کے مذہب کے عام اصول کو متفقہ طور پر مرتب کیا، جیسا کہ بادشاہ عالمگیر نے علماء کو جمع کر کے فتاویٰ عالمگیری مرتب کرایا تھا۔ علمائے بدھ نے جو اصول مقرر کئے۔ ان کو تانبے کی چادروں پر کندہ کرا کے ایک ستوپ میں محفوظ رکھا ممکن ہے کہ یہ علمی خزانہ کشمیر کے کسی خطہ میں زیر زمین موجود ہو اور ممکن ہے کہ کبھی مل بھی جائے، کنشک کی موت کا قصہ ہمارے خیال میں ایک وضعی قصہ ہے لیکن چونکہ بڑے بڑے مستند مورخوں نے اس کو دلچسپ سمجھ کر لکھا ہے ہم بھی اس کا ذکر کرتے ہیں۔ کنشک کے ایک وزیر ماتھر نامی نے جو اس کا مزاج شناس تھا۔ ایک دن خلوت میں عرض کی کہ جہاں پناہ اگر میری رائے پر عمل کیا جائے۔ تو تمام دنیا کے بادشاہ آستانۂ عالیہ پر جبہ سائی کریں۔ (شرقاً اور غرباً ہر کہ ومہ فرمانبردار دولت ہو جائے) مگر اس راز کو کسی پر ظاہر نہ کیا جائے۔ کنشک ایسی باتوں کا مشتاق تو تھا ہی کہا بے شک تم با تدبیر صائب الرائے ہو، تجربہ کار وزیر ہو، تمہارا مشورہ کامیاب ہوگا اور وہ صیغہ راز میں رہے گا۔ بیان کرو وہ کیا تجویز ہے؟ وزیر ادب سے سینہ پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہو گیا اور گزارش کی کہ تمام سپہ سالاروں اور نائب السلطنتوں کو جشن شاہی میں طلب کیا جائے اور ان کو کہا جائے کہ اس سے پہلے آپ لوگوں کی وفاداری اور بہادری سے دنیا کا بڑا حصہ سلطنت کشاں کے زیر نگین آچکا ہے اور ہماری تلوار کی دھاک دنیا پر بیٹھ گئی ہے۔ آپ بہادر سپہ سالار اور تلوار کے دھنی ہیں، اگر باقی ماندہ اطراف پر بھی ہماری حکومت کا سکہ بیٹھ جائے۔ تو کشاں کے جاہ و اقبال کا ستارہ کبھی غروب نہ ہو، سب نے شہنشاہ کے اس حکم کے بجا لانے کے لئے اپنی تلواروں کی قسم کھائی، اس تقریر کا یہ اثر ہوا کہ جنرل سے لے کر سپاہی

Marfat.com

تک اس امر پر تُل گئے کہ یا تو شہنشاہ کے فرمان واجب الادغان کی تعمیل میں جہاں کو فتح کریں گے، یا جان دیں گے، پھر کیا تھا جس طرف شہنشاہ جہاں پناہ عنان اقبال نشان پھیرتے، فتح ونصرت قدمبوس رکاب ہوتی اور جس ملک پر حملہ کرتے، اس کے مقابلہ میں کوئی تاب مقادمت نہ لاسکتا تھا۔ اس کے سامنے راجاؤں کی گردنیں اس طرح جھک جاتیں جس طرح آندھی کے سامنے شاخیں جھک جاتی ہیں۔ اس کا ابلق باد رفتار جس طرف جاتا، لوگ اس کے گرد کو سرمہ چشم ارادت سمجھتے، اس تگ و دو میں تین اطراف کے ممالک تو فتح ہو گئے اور ایک طرف کا علاقہ باقی رہ گیا۔ شہنشاہ نے ماتہر کی رہنمائی سے ایک اور جشن منعقد کیا اور سپہ سالاروں اور نائبانِ سلطنت کی خدمات کا اعتراف کیا اور کہا کہ اب شمالی مہمات کا سر کرنا باقی ہے، اگر وہ بھی آپ کی قوت بازو سے سر ہو جائیں، تو کشاں سب بادشاہوں کے سردار ہوں جائیں گے، بظاہر تو سب نے اس امر کی تائید کی مگر باطن میں سخت مخالف ہو گئے کہ شہنشاہ حریص، ظالم خودغرض اور سفاک ہے۔ اس نے ہم کو تباہ کر دیا ہے۔ اس نے ہمارے لاکھوں بچے ذبح کرائے اور لاکھوں دور دراز ملکوں میں، انتظام سلطنت کے لئے بھیج دیئے جن کے پھر ملنے کی امید نہیں ہے، اس نے روزمرہ کی جنگ و جدال اور کوچ اور مقام سے ہمارا ناک میں دم کر رکھا ہے، جنگ کو اس نے اپنا دل خوش کن مشغلہ سمجھا ہے، یہ ہمارا پیچھا نہیں چھوڑے گا، جب تک اس کا کام تمام نہ کر دیا جائے، رعایا و امراء اور سپہ سالاروں نے خاصان بارگاہِ شاہی کو اپنے ساتھ متفق کر لیا، ایک دن بادشاہ بیمار ہو گیا، منصوبہ بازوں نے اس موقع کو غنیمت سمجھا، بادشاہ کو تپ ولرزہ تھا، اس کو رضائی اوڑھا دی گئی اور اس نحیف البدن بادشاہ پر ایک موٹا قوی ہیکل سپاہی بیٹھ گیا اور اس کا گلا ایسا زور سے دبایا کہ اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ یہ ہے جہانگیری کہ شہنشاہ جو زبردست سلطنتوں کو تہ و بالا کر دیتا تھا۔ ایک ادنیٰ خادم کو اپنے اوپر سے ہٹا نہ سکا، وہ بہادر بادشاہ جو جرار لشکروں کو بیک اشارہ تباہ کر

Marfat.com

دیتا تھا، ایک سپاہی سے جان بر نہ ہو سکا، وہ بادشاہ جو تمام جہان کو مسخر کرنے کا خواہشمند تھا، اب دو گز زمین کے اندر ہے۔ کنشک 45 سال حکومت کر کے 123ء میں پیوند زمین ہوا۔

شہنشا ہے کہ در زیر نگنیش ہفت کشور بود
بزیر ہفت بالشتِ زمین آسودہ در تربت

واسشک

کنشک کے بعد اس کا بیٹا[1] واسشک مالکِ تخت و تاج ہوا، واشک کا کوئی سکہ اب تک نہیں ملا اور نہ اس کے حالات تاریخ میں مذکور ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک خاموش گوشہ نشین بادشاہ تھا، یا وہ اپنے باپ کی طرف سے کسی صوبہ کا نائب ہوگا، اس لئے اس کے نام کا سکہ جاری نہیں ہوا، صرف اس کا نام سلسلۂ شاہانِ کشاں میں آتا ہے۔ اگر اس کے سکے ہوتے تو ضرور دیگر شاہانِ کشاں کے سکوں کے ساتھ مختلف مقامات پر پائے جاتے، مگر اس کا کوئی سکہ اب تک کسی مقام پر دستیاب نہیں ہوا۔

ہوشک

ہوشک بڑا زبردست بادشاہ تھا، اس کے سکوں اور کتبوں نے ہمیں اس یقینی نتیجہ تک پہنچا دیا ہے کہ کشمیر، کابل اور متھرا۔ اس کی سلطنت کے جزو اعظم تھے، یہ اپنے باپ کنشک کی طرح بدھ مذہب کا دل دادہ تھا، متھرا میں اس نے ایک عالیشان خانقاہ تعمیر کرائی۔ جو بہت مدت تک اس کی عظمت وشوکت کا پھریرا اُڑاتی رہی۔ اس کا نام ہشک، ہویشک مختلف تلفظ سے مختلف تاریخوں میں مذکور ہے۔ ہوشک نے کشمیر میں ایک شہر اپنے نام پر ہشک پور آباد کیا اور یہ شہر بارہ مولا

---

[1] بعض مؤرخ کہتے ہیں کہ کوئی ایسی دلیل نہیں ہے جس سے یہ سمجھا جائے کہ واسشک، کنشک کا بیٹا تھا۔ البتہ کشاں قبیلہ سے ایک بادشاہ تھا۔

Marfat.com

کے قریب ہے اور عرصۂ دراز تک مشہور و معروف رہا ہے۔ ہیونگ سانگ جب 631ء میں اس نواح میں آیا۔ تو ہشک پور کی خانقاہ میں مہمان رہا۔ خانقاہ کے متولیوں نے اس کی بہت مدارات اور خدمت کی اور نہایت عزت و احترام کے ساتھ کئی ہزار بھکشوں نے اس مشائعت کی۔ اس زمانہ میں ہشک پور ایک گاؤں کی شکل میں موجود ہے، جس کو اشک پور کہتے ہیں۔ اس بادشاہ کے بہت سکے ملتے ہیں، سونے کے سکوں پر اس کی تصویر بھی ہے۔ اس کے زمانہ میں سلطنت کشاں میں کسی قسم کا ضعف نہیں آیا تھا۔ غالباً اس کا منبع حیات یا آفتاب اقبال 140ء میں خشک ہو گیا یا غروب ہو گیا۔

باسودیو اول

ہوشک کے بعد باسودیو جلوہ افروز سریر سلطنت ہوا۔ اس نام سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ شاہان کشاں سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے لیکن تاریخ ہند کے پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ بیرونی حملہ آور کچھ عرصہ کے بعد ہندوستان کی راہ درسم کے دلدادہ ہو جاتے تھے اور ہندوستان کے باشندے اور راجے بھی مصلحتہً ان کے ساتھ تعلقات خویشی پیدا کرنے کو فخر سمجھتے تھے۔ اس لئے شاہان کشاں کا یہ اُخری بادشاہ باسودیو ہندوؤں کے اسم ورسم کا پیرو ہو گیا اور یہ ایک حقیقت ہے کہ طرز تمدن ولباس و رسوم ملکی و مذہبی کا اشتراک باعثِ اتحاد و ائتلاف ہوتا ہے، جس سے مغائرت دور ہو جاتی ہے، نہ صرف باسودیو کے نام سے ہندو تقلید کا ثبوت ملتا ہے بلکہ اس کے سکوں پر بھی شودیوتا کی تصویر مع اس کے بیل نندی کمند اور ترسول کے پائی جاتی ہے۔

باسودیو کے اکثر کتبات متھرا میں پائے جاتے ہیں جو 74ء اور 98ء کے مابین زمانہ کے ہیں۔ غالباً یہ سنہ خاندان کشاں کا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ باسودیو کی حکومت کا زمانہ پچیس برس سے کم نہ تھا، یا یوں سمجھا جائے باسودیو

Marfat.com

کشاں 100ء کسانی مطابق 178ء میں راہی ملک عدم ہوا۔ کشاں سلطنت کا زوال اس بادشاہ کے وقت سے شروع ہوا اور رفتہ رفتہ اس سلطنت کے پرخچے اُڑ گئے، بالعموم فطرت کا یہی قانون ہے کہ بڑی بڑی سلطنتوں کی ماتحت ریاستیں باغی ہو جاتی ہیں، یا رعیت بغاوت پر اُٹھ کھڑی ہوتی ہے اور دم بھر میں سلطنتوں کا تختہ پلٹ دیتی ہے، پنجاب و کابل کے بادشاہانِ کشاں کے سکوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مدت دراز تک اس ملک پر اپنا سکہ جمائے رکھا تھا۔ اور یہ امر بھی یقینی ہے کہ چھٹی صدی تک جب تک کہ ہن قوم کے حملوں نے ان کو کمزور نہیں کیا، یہ بڑے طاقتور تھے، شاہان کشاں میں سے ایک نے چوتھی صدی کے اول میں اپنی لڑکی ساسانی خاندان کے شہزادے ہرمزوالی ایران سے بیاہی تھی۔ 360ء میں جب شاہ پور دوم نے آمدہ (نام شہر) واقعہ دریائے دجلہ کے مقام کا محاصرہ کیا تو وہ شاہان کشاں کی امداد و اعانت کی بدولت رومی فوج پر غالب ہوا تھا۔ مسٹر آر-ڈی بیز جی کہتا ہے کہ دریافت شدہ سکون سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاہان کشاں کی جانشینوں میں حسب ذیل راجے بھی ہوئے ہیں۔

رائے باسودیو اول جانشین کنشک دویم (۲) باسودیو دوم یا باسودیو سوم، مگر ان کے کارنامے معلوم نہیں ہیں۔ بہرحال یہ بادشاہ خاندان کے زمانۂ انحطاط میں برائے نام حکمران تھے۔

یہ امر ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ شاہان کسانہ کے کتبوں کی تاریخیں بہت کچھ تحقیق طلب ہیں جو سنیں اوپر لکھے گئے ہیں، یہ تقریبی ہیں، ہمارا مدعا شاہان گوجر کی شوکت و اقبال کو ثابت کرنا ہے، سنیں مختلف ہوں تو ہوں مگر اصل مدعا تو ان حالات سے ثابت ہوتا ہے۔

Marfat.com

فصل دویم:

افتالوی گوجر

502ء، 556ء کے درمیان ایک اور زبردست سلطنت ناگہاں صفحۂ تاریخ پر جلوہ گر ہوتی ہے۔ جس کا آغاز اس طرح ہوا کہ رفتہ رفتہ چھٹی صدی کے نصف اولین میں مغربی ممالک سے چینی کلیۃً بے دخل ہو چکے تھے اور فتالویٰ[1]

---

[1] فتالوی گوجروں کا مشہور گوت ہے، ضلع گجرات میں اس قوم کی جماعت اب بھی موجود ہے۔ فتالی گوجر اپنے آپ کو سوم بنسی بیان کرتے ہیں، اس قوم کے لوگ ملک دکن سے کسی وقت ضلع گجرات میں آئے اور جنگل آباد کر کے ملکیت حاصل کی، موضع فتالیان واقع گجرات قوم فتالی کے نام پر ہے، ملاحظہ ہو تاریخ ضلع گجرات 1867ء ص 418، مولفہ مرزا محمد اعظم بیگ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بندوبست۔

پس ثابت ہوا کہ گوجروں کی سلطنت 502ء، 556ء میں کاشغر و کشمیر پر تھی۔

عام طور پر مؤرخین تو کلیات مثلاً گوجر، جاٹ، اہیر کے الفاظ سے نتائج اخذ کرتے ہیں، مگر ہم نے ہر ایک قوم کی جزئیات (گوتوں کے الفاظ و تعلقات) کو پیش نظر رکھ کر دائرہ تحقیق کو زیادہ وسیع کر دیا ہے، ہم نے صرف الفاظ سے کسی نتیجہ کے اختیار کرنے میں عجلت نہیں کی، جب تک کہ اس کے موید واقعات پر غور نہیں کر لیا، اس نتیجہ کے مویدات درج ذیل ہیں۔

(الف) ہون یا فتالی کا بیان تاریخہائے قدیم میں بحرف تردید ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ فتالی ہون ایک ہیں، یا فتالی ہون کی شاخ ہے۔

(ب) معتبر تاریخوں میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ گوجر سفید ہُن ہیں یا ان کے بھائی بند۔

(ج) فتالی گوجروں کا وسط ایشیا سے آنا اور کاشغر و کشمیر وغیرہ پر حکومت کرنا۔

(د) فتالی گوجروں کا ضلع گجرات پنجاب میں پایا جانا اور ان کے نام پر موضع فتالیان کا ہونا یہ تمام امور ایسے ہیں جن سے کوئی سمجھدار انکار نہیں کر سکتا۔

ہم کو جزئیات (یعنی گوتوں) سے بہت کچھ امداد ملی ہے اور یہ طریق ہر طرح موصل الی المطلوب ہے کہ ہم جزئیات سے کلیات تک پہنچیں۔

چوہان، تنور، فتالی، سولنگی، چھاوڑی، کولی، پرہار، گھیلہ، چیچی، سود یہ سب گوت گوجروں کی

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

خاندان نے ایک وسیع سلطنت کی بنیاد قائم کر لی تھی، جس میں کاشغر، کشمیر، پشاور اور قندھار شامل تھے، لیکن 562ء، 567ء میں مغربی ترکوں اور ایرانیوں نے افتالوی سلطنت پر اپنا قدم جما لیا اور افتالیوں کو نکال دیا۔ چنانچہ 630ء میں جب ہیون سانگ (چینی سیاح) اس ملک میں آیا، تو ترکوں کے سردار اعظم سے اس نے پاسپورٹ حاصل کیا۔ (باب چہار دہم حرف الف ہسٹری، دی-اے سمتھ)

❀❀❀

(بقیہ حاشیہ پچھلے صفحہ سے)

ہیں اور تاریخوں سے ثابت ہے کہ ہر ایک نے اپنے اپنے وقت میں سلطنت کی ہے اور ہم نے ہر ایک گوت کے راجاؤں یا رئیسوں کی حکومت کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ ایسے الفاظ ہیں کہ جن سے ایک دوسرے کی تائید ہوتی ہے۔ اس سے پہلے عام لوگ ان اقتباسات و انتباطات سے واقف نہیں تھے، لیکن اب اس تاریخ کے پڑھنے سے تمام شکوک و شبہات دور ہو جائیں گے، میرا خیال ہے کہ فتالی قبیلہ کشاں کی شاخ ہے۔

Marfat.com

باب ششم:

خاندان چھاوڑی گوجر کے راجہ بن راج

آئین اکبری میں سراج بسین مہملہ لکھا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ابو الفضل نے اس کو سراج بمعنی چراغ سمجھا ہے کیونکہ وہ اس نام کی مناسبت سے اس راجہ کے حالات بایں الفاظ لکھتا ہے۔

''ہندی نامہاچنان برگذاردسال ہشت و صدود واز تاریخ بکرما جیت صدو پنجاہ وچہار ہجری نخستیں سراج شمع دولت افروخت و گجرات جداگانہ سلطنت شد''

اس عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ علامہ ابو الفضل نے اس راجہ کا نام سراج سمجھ کر اس کی مناسبت سے شمع دولت افروخت کا لفظ استعمال کیا، تاریخ احمدی نے اس راجہ کا نام بن راج بکسر با لکھا ہے، بن کے معنی پسر لئے گئے ہیں، یعنی راجہ کا بیٹا اور تاریخ محمد میں اس کو بن راج بفتح با بن کے معنی صحرا لئے گئے ہیں یعنی جنگل کا راجہ چونکہ یہ جنگل میں پیدا ہوا تھا، اس لئے اس کو جنگل کا راجہ کہا گیا۔

ہمارے خیال میں علامہ ابو الفضل نے جو سمجھا ہے، وہ بظاہر دلنشین نہیں ہو سکتا، کیونکہ ہندو راجہ کا نام اس زمانہ میں سراج ہونا بعید از قیاس ہے، تاریخ احمدی میں بن راج بمعنی راجہ کا بیٹا لکھا ہے، یہ بھی معقول نہیں ہے کہ کیونکہ بن لفظ عربی اور راج ہندی، ان دونوں کی ترکیب ہم معنی معلوم ہوتی ہے، ہندی میں راج پوتر کہا جا سکتا تھا، بعض تاریخوں میں بنسراج، ب، ن، س، راج دیکھا گیا یہی درست ہے۔

اس راجہ کے حالات علامہ ابو الفضل نے ص 125 جلد دوم آئین اکبری میں اس طرح لکھے ہیں۔

Marfat.com

ہندی نامہاچنان برگذر، سال ہشت صدود واز تاریخ بکرماجیت صدو پنجاہ چہار ہجری نخستیں سراج شمع دولت افروخت و گجرات جداگانہ سلطنت شد، راجہ سری بھوردیومرزبان قنوج سامت سنگھ نام پرستارے رااز بدگوہری و بداندیشی وفتنہ انگیزی او، بگورِ نیستی فرستاد، وخاں و مان یغمائے ساخت، زنش آبستن بود، خارناکامی در پاگجرات آمد، ودرصحرائے بیکسی بزادہیل دیونام راکہ ازوارستگان جین بود، بروگذر اُفتاد، دلش بدر دآمد، وبیکے از گردندگان خودسپرد، واورابہ رادھن پور بردہ بہ تیمارداری ہمت گماشت، چون کلان سال شد ہمنشینی فرومائے گاں تباہ اندیش دل آزاری ورہ زنی پیش گرفت و ہنگامۂ بدکاران فراہم آمد، خزینۂ گجرات کہ تفبوج میرفت بدست آورد، وازانجاکہ سعادت سرشت بود، چانپا بقال بدوپیوست، شمشیر راخر درہنمون آمد، وازبدکاری بخوب کرداری گرائید، درپنجاہ سالگی فرماندہی یافت ، پٹن آبادکردۂ اوست، گویند، برائے تخگاہ ررف نگہی، بکاربرد، دشکت بگادونمود، انہل نام دہقانے گفت، شگفت زمین دیدام، اگر بنام من آن شہرآبادگردو رہنمونی کنم، پذیرفتند، اوبد رخت زار سے نشان داد کہ خرگوشے بآویزہ سگ درشدہ بود، وبہ نیروے بازور ہائی یافتہ، راجہ آن سرزمین را آبادگردانید، انہل پورنام نہاد، اختر شناساں برگزاردند، چون دو ہزار و پانصد سال و ہفت ماہ ونہ روز و چہل و چہار گھڑی سپرشود، خرابہ گردد، واز زبان فرسودگی وزبان گردی، نہروالہ گفتندئے چون بزبان آندیارگزیدہ راپٹن گویند، بدیں نام زبان زد روزگارشد"۔

ترجمہ: ہندی مؤرخ بیان کرتے ہیں کہ 802ء بکرماجیتی مطابق 154 ہجری میں راجہ سراج نے خاندان چاورہ میں سب سے پہلے سلطنت کی شمع روشن کی اور گجرات میں ایک علیحدہ حکومت قائم ہوئی۔ قنوج کا راجہ سری بھوردیو نے اپنے ایک عہدہ دار سامت سنگھ کو اس کے کمینہ پن، بدنیتی اور شرارت کی وجہ سے موت

Marfat.com

کے گڑھے (گور) میں ڈالا، (یعنی قتل کر دیا) اور اس کا مال و متاع لوٹ لیا سامت سنگھ کی عورت حاملہ تھی، اس ناکامیابی کی حالت میں گجرات پہنچی اور جنگل میں جہاں اس کا کوئی پرسان حال نہیں تھا، بچہ جنا، راجہ سیل دیونام جو آزاد منش، جین مذہب کے مقلدوں میں سے تھا، اس بیکس عورت کے پاس کہیں جا نکلا۔ اس کی حالت دیکھ کر اندوہناک ہوا (عورت اور بچہ کو) اپنے ایک نوکر کے سپرد کیا اور رادھن پور لے جا کر اس بچہ کی تربیت و پرورش شروع کی، جب وہ بڑا ہوا کمینوں کی صحبت کے سبب سے وہ بُرے کام کرنے لگا، لوگوں کو تکلیف دیتا تھا، اور ڈاکے ڈالتا تھا، بدکاروں کا شیوہ اس نے اختیار کیا تھا، شاہی خزانہ جو گجرات سے قنوج جا رہا تھا، لوٹ لیا چونکہ اس کی قسمت اچھی تھی، چانپا بقال اس کا دوست ہو گیا، عقل نے شمشیر کی رہنمائی کی (یعنی اس نے رہزنی چھوڑ دی) وہ بدکاری کے کام چھوڑ کر اچھے کاموں کی طرف مائل ہو گیا۔ 50 سال کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ پٹن اسی کا آباد کیا ہوا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس نے دارالسلطنت کے مقرر کرنے میں بہت غور و خوض کیا۔ انہل نام ایک دہقان نے کہا کہ میں نے ایک عجیب زمین دیکھی ہے، اگر اس شہر کا نام میرے نام پر رکھیں، تو میں اس زمین کا نشان دے سکتا ہوں، راجہ نے قبول کیا اور انہل نے درختوں کے ایک جھنڈ میں اس مقام کا نشان دیا اور بیان کیا کہ ایک دفعہ اس مقام پر خرگوش نے کُتے کا مقابلہ کیا تھا، خرگوش اپنے قوت بازو سے کُتے کے پنجے سے نکل گیا، اس کا مطلب یہ تھا کہ اگر اس جگہ دارالسطنت کی بنیاد ڈالی جائے، تو کوئی غنیم اس پر غالب نہ ہو گا، راجہ نے اس زمین کو آباد کر کے انہل پور نام رکھا منجم پیشین گوئی کرتے ہیں کہ 3500 سال 7 ماہ اور انچاس دن چار گھڑی کے گزرنے پر یہ شہر ویران ہو جائے گا۔

اس شہر کا نام بول چال کے تغیرات اور زبان کی تبدیلی سے نہروالہ مشہور ہو گیا اور چونکہ اس ملک کی زبان میں اچھی اور منتخب چیز کو پٹن کہتے ہیں۔ اس لئے

Marfat.com

اس زمانہ میں پٹن کے نام سے مشہور ہے۔

بعض ہندی تاریخوں مثلاً ہیم چند کی دواشری، پربند جنشامنی، وچارشرینی، رتن مالا وغیرہ میں اس کہانی کو تھوڑے تھوڑے اختلاف سے اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

بن راج راجہ جس راج یا سکھری کا بیٹا تھا، جو خاندان چورہ کا مقتدر مشہور اور پہلا راجہ گزرا ہے جس راج شاعروں اور ادیبوں کا قدردان اور عالموں اور فاضلوں کا جوہر شناس تھا، اس کا دارالحکومت رادھن پور کے قریب پنجا سریا پنجسبور تھا، وہ رعایا اور سوداگروں کی ہر طرح استمالت و حفاظت کرتا تھا، تمام رعیت اس کی معدامت گستری اور تصفت شعاری سے خوش و خرم تھی، اس نے گاؤں گاؤں میں علم و فن کے مکتب اور مدرسے جاری کئے۔ روحانی و جسمانی نشوونما سے اس کی رعیت کا ہر فرد انسان کامل تھا، ادباء، وشعراء، اس کے دربار کی شمع بزم افروز تھے، شنکر ملک الشعرا، فصاحت و بلاغت خداداد سے اس کے دربار کا گوہر شب چراغ تھا۔ جس راج کے دارالسلطنت کی طرح کلیانی شہر بھی جو راجہ بھور دیوسولنگی کا دارالملک تھا، علم و ادب کی روشنی سے منور تھا، راجہ بھور دیو کی قدر دانی نے دور دور سے علماء وفضلا اور شعرا کو کھینچ لیا تھا، یہ دونوں راجے ترویج علوم اور ترتیب عساکر میں ایک دوسرے کے مدمقابل تھے، راجہ جسراج نے اپنے ملک الشعراء شنکر کو سادھو کے لباس میں کلیانی کے راجہ بھور دیور کے دربار کے شعراء پر اپنا سکہ جمائے اور ساتھ ہی ساتھ پنسجور کی شوکت وصولت کا اظہار کرے۔ ایک رات جب راجہ بھور دیو دربار عام میں رونق افروز تھا اور سلطنت کے تمام امراء اور افسران افواج اور اطبا، وشعرا، علماء وفضلاء اپنے اپنے مرتبوں کے موافق جلوہ افروز تھے شنکر سادھو کے لباس میں آ کر ایک کونہ میں بیٹھ گیا دربار عام میں یہ اجازت تھی کہ جو چاہے عرض کرے اور جس صاحبِ کمال کو اپنا جوہر دکھانا ہو

Marfat.com

دکھائے جب بڑے بڑے اہل کمال اپنا اپنا جوہر دکھا چکے، تو سادھو اجازت لے کر راجہ کی مسند کے سامنے کھڑا ہو گیا، درباریوں نے اس کے لباس و شکل وصورت کو دیکھ کر تعجب کیا کہ یہ کون ہے اور دربار میں کس غرض سے آیا ہے، بظاہر سب کا یہی خیال تھا کہ یہ کوئی بھکاری ہے یا فریادی، اس نے اپنے کچکول سے کہنہ و دریدہ کاغذ کا پرچہ نکالا، اور راجہ کی تعریف میں قصیدہ پڑھنے لگا، جب اس نے پہلا شعر پڑھا تو اس کی خوش الحانی اور طرفہ بیانی سے دربار میں ایک سناٹا ہو گیا، اس کی فصاحت کی روشنی سے دربار منور اور بلاغت کی خوشبو سے مجلس مہک اُٹھی، ایک ایک مصرع سلک جواہر اور ایک ایک لفظ لولوئے آبدار تھا، ہر طرف سے تحسین و آفرین کی آواز بلند ہوئی، خود راجہ سخن فہم و شاعر بلیغ تھا، سادھو کی بلاغت و فصاحت پر شیفتہ ہو گیا اور اس کو شعراء کی صف اول میں بٹھایا، شعراء نے رشک و حسد سے مقربان بارگاہ کی خدمت میں عرض کی کہ جو قصیدہ سادھو نے پڑھا ہے وہ اس کی تصنیف نہیں ہے، متقدین میں سے کسی شاعر کا ہے اور اس میں مہاراج کا نام بعد میں درج کیا گیا ہے، راجہ کو پہلے ہی شک تھا، اب یقین ہو گیا، سادھو کو شاہی مہمانخانہ میں جگہ دی گئی اور مہاراج بھور دیو نے حکم دیا کہ کل دربار میں مشاعرہ ہو گا، راجہ بھور دیو کے تمام شاعران باکمال جمع ہوئے جس میں اس کا مشہور فصیح ملک الشعراء کا مراج بھی تھا، جس کی نسبت بادشاہ کا یہ خیال تھا کہ وہ سب سے گوئے سبقت لے جائے گا، کیونکہ بارہا یہ امتحان ہو چکا تھا کہ اس نے اپنے ممدوح کی فتح ونصرت کے موقعہ پر کئی دفعہ فی البدیہہ قصائد پڑھے تھے، راجہ نے طرح کا ایک مصرع دیا، سادھو نے بلافکر و تامل قلم برداشتہ اس کی تضمیں لکھ کر سب سے پہلے راجہ کی خدمت میں پیش کر دی، جب سب شاعر لکھ چکے، تو ہر ایک نے اپنے اپنے اشعار پڑھے، سادھو کا کلام گذشتہ شب کے کلام سے بالکل ملتا جلتا تھا، وہی استعارے اور وہی فصاحت و بلاغت تھی، دوسرے شاعروں کے کلام کو

Marfat.com

سادھو کے کلام سے دور کی نسبت بھی نہیں تھی، راجہ نے سادھو کا نام اور مقام اور جہاں اس نے تعلیم پائی دریافت کیا، سادھو نے فی البدیہہ نظم میں جواب دیا، جس کا مضمون یہ تھا میں اس سرزمین کا رہنے والا ہوں۔ جو سونا اگلتی ہے میں اس سرزمین کا باشندہ ہوں جس کے فرش زمردین پر صبح و شام مختلف رنگ کے خوشنما پھول خوشی اور مسرت کی نسیم دل افروز سے کھلتے رہتے ہیں۔ میں اس زمین کا رہنے والا ہوں۔ جس کی مشک آگیں خاک پر گلاب ونسترن اور لالہ وزنبق کی دوشیزہ شاخیں جبیں گل سے سجدۂ ادب بجالاتی ہیں، میں اس سرزمین کا رہنے والا ہوں، جس کے سرسبز انگوروں کی شاخوں پر خوشنما خوشے اس طرح چمکتے ہیں، جس طرح آسمان پر عقد ثریا، میں اس سرزمین کا رہنے والا ہوں، جس کے انجیر حمیرۂ خشخاش کے مرتبان ہیں، میں اس خطے کا رہنے والا ہوں، جس کی دیبائے سبز میں کم خواب کے تھان لپٹے ہوئے ہیں جن میں لعل و جواہر ٹکے ہوئے ہیں، میں اس سرزمین کا رہنے والا ہوں، جس کے خربوزے قندونبات کے مٹکے ہیں، جو گلاب اور کیوڑہ میں بسائے گئے ہیں، میں اس سرزمین کا رہنے والا ہوں، جس کی ندیاں روانی و آبداری میں، کہکشاں ہیں جن کے مرواریدی قطرات ستاروں کی طرح درخشاں ہیں، میں اس سرزمین کا رہنے والا ہوں جہاں کے فصاحت و بلاغت کے چشمے تمام دنیا کو سیراب کر رہے ہیں، میں اس سرزمین کا رہنے والا ہوں، جہاں علماء وفضلاء کو جواہر سے تولا جاتا ہے۔ میں اس سرزمین کا رہنے والا ہوں، جہاں شاعروں کا منہ موتیوں سے بھر دیا جاتا ہے، میں اس سرزمین کا رہنے والا ہوں جس کی خاک مشک وعنبر اور جس کے اشجار، صندل اور اگر ہیں۔ میں اس سرزمین کا رہنے والا ہوں جس کے بادشاہ کا علم آسمان فرسا بگولا ہے، جو دشمنوں کو تہ و بالا کرنے کے لئے دنیا کا چکر لگاتا ہے، میں اس سرزمین کا رہنے والا ہوں جس کے بادشاہ کی چوکھٹ آفتاب اقبال کا مطلع ہے اور جس کے لشکر کی تلواریں بجلی کی

Marfat.com

طرح چمکتی ہیں، جس کے نیزے اور تبر سیاہ بادل ہیں جو موسلا دھار بارش کی طرح دشمنوں کا خون برساتے ہیں جس کے خزانے قدرتی کانوں کی طرح معمور ہیں، جس کا تخمینہ وہم کا محاسب بھی نہیں کر سکتا، میرا وہ بادشاہ ہے جس کی پیشانی اقبال و جلال کے نور سے درخشاں اور جس کا سینہ شجاعت واولوالعزمی کا مخزن ہے، میرے بادشاہ کا حکم بحر محیط کی طرح تمام دنیا کو گھیرے ہوئے ہے، جس کو کوئی روک نہیں سکتا، وہ فخر خاندان گوجر راجہ جے سکھری ہے، جس کی سطوت سے تمام دنیا کے راجے کانپتے ہیں، میں اس کے دربار کا ملک الشعراء ہوں، جس کی آتش زبانی نے شعراء کے سینوں میں آگ پھونک دی، جس طرح میرا بادشاہ شمشیر سے ممالک کو فتح کرتا ہے، اسی طرح اس کے ساتھ ساتھ میں نوک زبان وقلم سے دنیا کو مسخر کر رہا ہوں، شنکر یہ کہتا ہوا کچکول اور مرگ چھالا پھینک کر مجمع سے ایسا غائب ہوا کہ پھر اس کا کہیں پتہ نہیں چلا، یہ ایک بگولا تھا جو محفل کو درہم برہم کر گیا، یا بجلی تھی، جو محفل پر گری اور دفعتہً آسمان پر پہنچ گئی، راجہ بھور دیو اور اس کے درباریوں نے شنکر کے آنے کو راجہ جے سکھری کی طرف سے پیغام جنگ سمجھا، غصہ سے راجہ اور افسروں کے چہرے سرخ ہو گئے، اور سب بالاتفاق اس پر متحد ہو گئے کہ جے سکھری اور اس کے ملک الشعراء کو اس گستاخی کی سزا دینی چاہیے۔ یہ ایسی گستاخی ہے کہ اس سے زیادہ اور کوئی طعن و تشنیع نہیں ہو سکتی، شاہی دربار میں اس قسم کی گستاخی کی پہلے زمانہ میں کوئی نظیر نہیں ہے، افسران فوج کے نام فوری احکام جاری کئے گئے، لشکروں کا جائزہ لیا گیا، خزانوں کے دروازے کھولے اور جاگیرداروں کے نام فرمان بھیجے گئے کہ وہ اپنے اپنے بہادران جنگ آزما کو دارالخلافہ میں حاضر کریں، چند مہینوں میں ہر قسم کا ساز وسامان جمع ہو گیا، اس فوج میں گھوڑوں اور ہاتھیوں کے کئی رسالے اور چھ ہزار جنگ آزمودہ سپاہی تھے، جن میں ایک ایک دس دس پر بھاری تھا، بڑے بڑے تجربہ کار سپاہ سالاروں کی

Marfat.com

سرکردگی میں یہ سیلاب جے سکھری کی دارالسلطنت کی بیخ دبن اکھاڑنے کے لئے روانہ ہوا، راجہ جے سکھری کو اس وقت پتہ لگا، جب بھور دیو اس کے ملک کو تخت و تاراج کرتا ہوا دارالسلطنت کے قریب پہنچ گیا تھا۔ جب راجہ جے سکھری کو خبر ہوئی تو آگ بگولا ہو گیا۔ سپہ سالاروں کو جمع کیا اور لشکر کی کمان خود ہاتھ میں لی، راجہ بھوردیو کا سپہ سالار میر نامی فتح کے نشہ میں ایسا مخمور تھا کہ اس نے کسی قسم کی جنگی احتیاط اور پیش بندی کو ملحوظ نہ رکھا، جو ایسے سخت دشمن کے مقابلہ میں لازم تھی، رات کو جب اس کا لشکر ہتھیار اتار اور گھوڑے باندھ، بے فکر ہو کر غفلت کی نیند سو رہا تھا، جے سکھری کا لشکر سورپال کی سرکردگی میں آفت ناگہانی کی طرح اس پر ٹوٹ پڑا، میر سپہ سالار نے جب تلوار کی جھنکار سنی تو جلدی سے ہتھیار اُٹھا کر مقابلہ کے لئے کھڑا ہو گیا، مگر کیا دیکھتا ہے کہ اس کی سپاہ کا اکثر حصہ تہ تیغ ہو چکا ہے اور خون کی ندیاں جاری ہیں، وہ بقیۃ السیف لشکر کو لے کر بھاگا۔ مگر جے سکھری کی تازہ دم فوج نے شکست خوردہ فوج کا جو حصہ مل گیا اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا، نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن کی صورت تھی، راجہ جے سکھری خود تلوار کھینچے ہوئے اپنی فوج کے بہادروں کے جو دشمن کا تعاقب کر رہے تھے۔ ''ہان بڑھے چلو'' کے نعرہ سے دل بڑھا رہا تھا۔

راجہ بھور دیو کی فوج بدحواس ہو کر بھاگی اور کلیانی میں جا کر دم لیا، اس شکست فاش نے سب حملہ آوروں کے دل توڑ دیئے اور راجہ جے سکھری اپنے سپہ سالار سورپال کے ساتھ فتح و نصرت کے پرچم اڑاتا ہوا۔ پنجسور میں واپس آیا اور سپہ سالاروں اور افسران فوج کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا، خس کم جہاں پاک دشمن کے لشکر سے اپنی سلطنت کو پاک صاف کیا۔ اس شکست نے بھور دیو اور اس کے افسروں کے فخر کو خاک میں ملا دیا۔ کچھ عرصہ بعد راجہ بھور دیو نے حملہ کی پھر تیاری کی اور داغِ ندامت کو اپنی شجاعت کی پیشانی سے مٹانا چاہا اور فوج کے

Marfat.com

افسروں سے کہا کہ اس ندامت سے تو مر جانا بہتر ہے۔ ایک دفعہ قسمت آزمائی کرنا چاہیے مگر اس اولوالعزمی اور بلند ہمتی سے حملہ ہو گیا تو خود مٹ جائیں یا داغ ندامت کو مٹائیں، راجہ کی اس تقریر سے سپاہ اور سپاہ سالاروں کے دل بڑھ گئے اور ہر ایک نے تلوار کی قسم کھا کر کہا کہ جان جائے گی مگر عزت نہ دیں گے، دوسری طرف راجہ جے سکھری غافل نہ تھا، وہ بھی ہر طرح کی تیاری میں مصروف تھا۔

راجہ بھوردیو کا لشکر اس طاقت والوالعزمی سے حملہ آور ہوا کہ اس کے سامنے پہاڑ کانپتے تھے، راجہ جے سکھری بھی اس سیلاب کے روکنے کے لئے سدِّ سکندری بن گیا، دونوں طرف کے ہاتھیوں کے رسالوں کا اس طرح تصادم ہوتا تھا، جس طرح دو پہاڑ آپس میں ٹکراتے ہوں، تیروتفنگ کی بارش چند مہینوں تک ہوتی رہی۔ مگر دونوں لشکر مقابلہ میں پہاڑ کی طرح مضبوط تھے، کشتوں کے پشتے لگ گئے تھے اور خونریز تلواریں برابر خون برساتی رہیں مگر آتش جنگ ایک لحظہ کے لئے مدھم نہ ہوئی۔

جنگ روز بروز بڑھتی جاتی تھی، راجہ بھوردیو نے سپہ سالاروں کو بُلا کر کہا کہ غیر ملک میں اس قدر طویل لڑائی جاری رکھنا، ہماری شجاعت کے خلاف ہے، کل ایسا متفقہ حملہ کرنا چاہیے، جو فیصلہ کن ہو، یا ہم فنا ہو جائیں یا دشمن کو فنا کر دیں، طلوع آفتاب کے ساتھ ہی حملہ شروع ہو گیا اور راجہ جے سکھری کی سپاہ اس طرح پیچھے ہٹنے لگی۔ جس طرح سمندر کی لہریں چٹان سے ٹکرا کر پیچھے ہٹتی ہیں اور بھوردیو کی فوج اس طرح آگے بڑھنے لگی، جس طرح سیلاب کی موجیں بڑھتی ہیں، یہاں تک کہ جے سکھری کو مجبور کیا کہ وہ قلعہ میں پناہ گزیں ہو، قلعہ بہت مستحکم تھا، چند مہینوں تک راجہ بھوردیو کی فوج قلعہ کو گھیرے بامید فتح پڑی رہی۔ آخر قلعہ کا ذخیرہ ختم ہو گیا اور جے سکھری کی فوج گھوڑے اور ہاتھی ذبح کر کے کھانے لگی، جب کچھ نہ رہا تو جے سکھری نے صلح کا پیغام بھیجا مگر مہاراباؤں کے

Marfat.com

دستور کے خلاف اس کی طرف التفات نہ ہوا اور راجہ بھور دیو کو یہ معلوم ہو گیا کہ اب راجہ جے سکھری کی طاقت کا خاتمہ ہو گیا ہے تو اس نے فوج کو حملے کا حکم دیا فوج قلعہ کی فصیل کو توڑ کر قلعہ میں گھس گئی، جس وقت راجہ جے سکھری نے سمجھا کہ موت سامنے کھڑی ہے، تو اس نے سورپال کو جو اس کا سپہ سالار اور سالا بھی تھا، بلا کر کہا کہ رانی روپ سندری جو آپ کی بہن ہے، وہ حاملہ ہے، یہ وقت ہے کہ اس کو کسی جگہ لے جائے، ممکن ہے کہ ہماری نسل باقی رہے، جب رانی روپ سندری نے یہ سنا، تو وہ تلوار ہاتھ میں لے کر اپنے شوہر کے پاس پہنچ گئی اور کہا کہ میں راجہ کی بیٹی اور راجہ کی رانی ہوں مردانہ موت مرنا چاہتی ہوں اور بجائے ستی ہونے کے آپ کے پہلو میں آغشتہ خاک وخون ہونے کو عزت سمجھتی ہوں اگر چہ عورت ہوں مگر ہمت مردانہ رکھتی ہوں، میرے لئے اس سے زیادہ اور کوئی مصیبت نہیں ہوسکتی کہ میں عام عورتوں کی طرح پناہ تلاش کروں اور بھائی اور شوہر کو ایسی حالت میں چھوڑ جاؤں۔ الغرض رانی سندری نے بہت اصرار کیا، مگر اس کا بھائی سورپال اس کو سمجھا بجھا کر قلعہ کے ایک دریچہ سے باہر لے گیا اور ایک بھیل قوم کی عورت کے سپرد کیا۔ جو اس کی خدمتگار تھی، رانی روپ سندری اپنی کنیز کے مشورہ کے مطابق ایک سادھو کی جھونپڑی میں جو دارالسلطنت سے پانچ چھ میل دور جنگل میں تھی، پناہ گزیں ہوئی اور فقیرانہ لباس پہن کر اس سادھو کی خدمتگار کہلانے لگی، راجہ جے سکھری قتل کیا گیا، مگر سورپال کسی طرح بچ کے نکل گیا نہ اس وجہ سے کہ وہ بزدل تھا، بلکہ اس خیال سے کہ ممکن ہے کہ اس کی بہن کے بطن سے تخت وتاج کا وارث پیدا ہو اور دشمن سے انتقام لینے کا موقع ملے، سورپال کو دو مصیبتیں پیش آئیں، ایک یہ کہ بھور دیو اس کی تلاش میں تھا۔ اس نے اس ملک کی چپہ چپہ زمین میں اس کو تلاش کرایا مگر وہ نہ ملا۔ دوسری مصیبت یہ تھی کہ اس کو اپنی بہن کا کوئی پتہ نہیں تھا کہ وہ بھیل عورت اس کو کہاں لے گئی اور اس کے دامنِ مراد

Marfat.com

میں مشیت ایزدی نے کیا پھل ڈالا اور اس کا کیا حشر ہوا، آخر تلاش سے گوہر مقصود اس کے ہاتھ آیا یعنی روپ سندری کا نور چشم بن راج جو چند سال کا ہو چکا تھا مل گیا۔ اس کو گود میں اُٹھا کر خدا کا شکر بجا لایا اور اس وقت سے اس کو اپنی امیدوں کا میدان وسیع اور مستقبل شاندار معلوم ہونے لگا۔

بن راج جوان ہوا اس میں آبائی شجاعت و شہامت آشکارا تھی، اس کا ماموں سورپال اس کا قوتِ بازو اور جان نثار معاون و سرپرست تھا۔ دونوں نے مل کر خاندان چورہ کے موروثی ملک کو بزور شمشیر دشمنون سے چھڑایا، اس طرح ہاتھ سے گئی ہوئی سلطنت پھر خدا نے اس کو واپس دی۔

چینی مکتوبات میں جا بجا اس راجہ کی سطوت و حشمت کا بڑی شدومد سے ذکر کیا گیا ہے، جس سے اس کا حیرت انگیز عروج و کمال ظاہر ہوتا ہے، چوڑہ خاندان کے راجگان ساحل سورت پر فرمانروا تھے اور پٹن (جس کو عربی مورخین نے فتن لکھا ہے) اور سومنات ان کے مشہور شہر تھے اور تمام بندرگاہ ان کی تجارت کے مرکز تھے، اور ان کا دارالسلطنت پنجاسریا پنجسور تھا، یہ بیان کیا جاتا ہے کہ بن راج کی جائے پیدائش عرصہ تک اس کے خاندان کی پرستشگاہ رہی۔

ایک گاؤں وونڈ مشہور ہے، جہاں بن راج نے پرورش پائی تھی، اس گاؤں میں ایک مشہور مندر اس خاندان کی دیوی کا ہے اور بن راج کے نام پر ایک کنوان مشہور ہے، جس کو خود اس نے تعمیر کیا تھا۔ جینی تاریخیں جیسا کہ علامہ ابوالفضل نے لکھا ہے، اس امر پر متفق ہیں کہ بن راج کا دارالحکومت انہل واڑہ تھا، پہلے کسی جگہ ذکر کیا گیا ہے کہ یہ انہل چرواہے کے نام پر آباد ہوا تھا، جس نے راجہ کو اس جگہ کا نشان دیا تھا اور منجمون نے اتفاق کیا تھا کہ راج دھانی کے لئے یہ جگہ مبارک و محفوظ ہے، انہل واڑہ میں راجہ نے اپنی والدہ روپ سندری اور اس کے پیشوا شیل گن جینی کے لئے ایک بڑا عالیشان محل بنوایا، جو سادھو کی وفات پر

Marfat.com

مندر کی شکل میں تبدیل کیا گیا اور وہ عرصہ تک قوم گوجر کی پرستش گاہ رہا۔

جاپنایذ شہر بن راج کے وزیر اعظم چانپا نے تعمیر کرایا۔ یہ وہی چانپا ہے جس کو ابوالفضل نے جانپابقال لکھا ہے۔ جین کی تاریخوں میں اس راجہ کی تاجپوشی کے جشن کا اپنی مخصوص انشا پردازی میں مبالغہ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، جس کے مقابلہ میں جشن جمشید کے روایات ہیچ ہیں۔

یہ راجہ خودتو شیو کی پرستش کرتا تھا، مگر دوسرے مذاہب کے پیشواؤں کی بھی تعظیم وتکریم کرتا تھا اور تمام مذاہب کو اس کے زمانہ میں آزادی حاصل تھی، یہ راجہ اپنے پیشوا راجاؤں کی طرح ہر مذہب وملت کے لوگوں کو مذہبی اوقاف میں سے ہر قسم کی امداد دیتا تھا۔

تمام تاریخوں کا اتفاق ہے کہ بن راج چورہ خاندان کا چشم و چراغ تھا اور اسی سے اس خاندان کی شہرت ہوئی اور اسکو جینی سادھو شیل گن نے اعلیٰ درجہ کی علمی وروحانی تعلیم دی تھی اور اس نے اپنے ماموں سورپال کی امداد سے راجہ بھوردیو کی مملکت کونیست ونابود کیا تھا۔ اس نے نہایت کامیابی سے 746ء سے 806ء تک ساٹھ سال حکومت کی۔

یوگ راج

آئین اکبری میں جوگراج درج ہے، یوگ راج اور جوگ راج ایک ہی ہے، کیونکہ ج اور ی کا آپس میں تبادلہ ہو جاتا ہے، بن راج کی وفات کے بعد اس کا فرزند یوگ راج جلوہ افروز مسند حکومت ہوا۔ یہ بڑا فاضل و ادیب اور کئی کتابوں کا مصنف تھا۔ اس کی اخلاقی کتابیں عرصۂ دراز تک نصاب تعلیم میں داخل رہیں، یہ اپنے باپ کے عہد میں ایک علاقہ کا حاکم تھا، اس لیے اس کو سیاسی اور جنگی ہر قسم کا تجربہ حاصل تھا، ہر قسم کے اسلحہ میں اس نے اصلاح کی، اور اسلحہ خانہ کو نئی نئی قسم کے ہتھیاروں سے بھر دیا، یہ بت پرست اور علم وفن کا دلدادہ تھا۔

Marfat.com

اس کے زمانہ میں ودیاوان (عارف) لوگوں کی بڑی قدر ومنزلت تھی، یہ انصاف و معدلت میں بھی مشہور تھا، عدالت میں اپنے اور بیگانے اس کی نظر میں برابر تھے، ایک دفعہ اس کے ولی عہد کھیم راج نے کسی سوداگر کا مال چھین لیا، سوداگر نے راجہ کے دربار میں فریاد کی تحقیقات میں ولی عہد کھیم راج پر الزام ثابت ہوا، راجہ نے اس کو بلا کر سزا دی اور سوداگر کا تمام مال واپس دلایا، جو چیز نہ ملی اس کی قیمت خزانہ شاہی سے ادا کی، یہ امن پسند اور صلح اندیش تھا، لڑائی کو بُرا سمجھتا تھا۔ اس کو صرف ایک دفعہ مدافعانہ جنگ کرنی پڑی، جس میں یہ ظفر یاب ہوا، یوگ راج 806ء سے 846ء تک 35 سال حکومت کر کے راہی ملک عدم ہوا۔

بھیمراج

آئین اکبری میں اس کا نام بھیمراج[1] لکھا ہے۔ جو دراصل کھیمراج معلوم ہوتا ہے، ہندوؤں یا غیر ملک کے ناموں کی نقل ہوتے ہوتے ۔ اصل صورت مسخ ہو جاتی ہے، بھیمراج اور کھیمراج میں کاف اور ب کا فرق ہے، اگر کاف کی جگہ ب ہوتو بھیمراج ہو جاتا ہے، کھیمراج اپنے باپ کی رحلت کے بعد مسند نشین ہوا، یہ بھی اپنے باپ کی طرح عالم وادیب و فاضل جلیل تھا۔ اس کے غرور و بدمزاجی کی وجہ سے امرائے دولت ہمیشہ اس سے کشیدہ خاطر رہتے تھے۔ اس کو ملک گیری کا بڑا شوق تھا، مگر باوجود بہادرانہ جنگجوئی کے اپنی مملکت کو بہت تھوڑی وسعت دے سکا، کیونکہ ارکان سلطنت میں سے ایک بھی یہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کا جاہ وجلال زیادہ بڑھے، وہ جانتے تھے اس کی شوکت وابہت کے بڑھنے سے اس کا غرور اور بڑھے گا اور درباریوں کو تنگ کرے گا، علاوہ اس کے ضدی بھی تھا، اپنی رائے کو سب کی رایوں کے مقابلہ میں وصائب سمجھتا تھا، اس کو کسی پر

---

[1] گجرات کی فارسی کتابوں میں کھیمراج اور ابوالفضل کی تاریخ میں بھمیراج درج ہے۔

Marfat.com

اعتبار نہیں تھا اپنے رشتہ داروں کو بنظر حقارت دیکھتا تھا باایں ہمہ سب کے سب اس کے سامنے سرنگوں تھے اور کسی کو اس کے مقابلے کی جرأت نہ تھی، اپنے بھائی بندوں کے ساتھ بھی عزت واحترام سے پیش نہیں آتا تھا، اس نے اپنے زمانہ میں چند مندر تعمیر کئے اور سنسکرت کے مدارس کھولے اور ان کے لئے جاگیریں وقف کیں، یہی ایک کام تھا جس سے علماء وفضلا اس سے خوش تھے، اس نے 806ء سے 842ء تک 26 سال جہانبانی کی اور عنانِ حکومت اپنے فرزند بھوڑ کو دی۔ آین اکبری میں اس کا زمانہ حکومت 52 سال درج ہے۔

بھوڑ

آئین اکبری میں یہ نام دوسری تاریخوں کے مطابق ہے، بہوڑ کو پیتھو بھی کہتے ہیں، بہوڑ سخت گیرو جابر تھا، اپنی مملکت کو حکمت عملی ومصالحت سے وسیع کیا، یہ دیوتاؤں کا بہت عقید مند تھا، اس کا اعتقاد تھا کہ دنیا کی زمام دیوتاؤں کے ہاتھ میں ہے، جنگی سازوسامان برائے نام ہیں، اس نے ایک بہت بڑا مندر تعمیر کرایا تھا، جو اپنے زمانہ میں عجائب روزگار تھا، یہ خود تو پڑھا لکھا نہیں تھا، لیکن علماء فضلاء کا اپنے بزرگوں کی طرح خادم تھا۔ اس کے زمانہ میں ہر ایک مذہب آزاد تھا۔ اور رعایا خوشحال وآسودہ تھی لوگ صلح آشتی سے زندگی بسر کرتے تھے۔ یہ 866ء سے 895ء تک 29 سال حکومت کر کے پیوند زمین ہوا۔

راجہ بیر سنگھ

آئین اکبری میں اس کو راجہ سجر سنگھ (ب، ح، رمہملہ) لکھا ہے۔ دراصل بجے سنگھ ہے اور ایک نسخہ آئین اکبری میں بجے سنگھ بھی ہے۔ مرات محمدی میں بیر سنگھ درج ہے۔ یہ نقل در نقل میں فرق ہو گیا لیکن باہمی تعلق سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ بجے سنگھ کی صورت حرفی میں اگر جیم کا نقطہ نہ دیا جائے تو بحر سنگھ کی

Marfat.com

شکل حرفی ہو جاتی ہے اور بجے سنگھ کا بیر سنگھ بھی بن سکتا ہے۔ اگر ج کو ی سے تبدیل کیا جائے جو ہندی میں رائج ہے۔ یہ سب فرق خط و کتابت و تلفظ کا ہے یہ راجہ مندروں کا پجاری، مذہبی توہمات میں گرفتار، مگر سخت جنگجو اور ملک گیری کا حریص تھا۔ فن حرب میں خاص ملکہ رکھتا تھا، ہمیشہ دشمنوں کو شکست دیتا تھا۔ اس نے انتظام ملک کے دو حصے کئے، ایک محکمۂ حربیہ، دوسرا انتظامیہ، محکمۂ حربیہ کا وہ خود انچارج تھا اور انتظامیہ جس میں صیغۂ مال، جوڈیشل، زراعت، تجارت آبادی کے شعبے شامل تھے، امراء کے سپرد تھے اور وہی سب کاروباراں شعبوں کا انجام دیتے تھے، یہ سخت طبیعت کا سپاہی تھا، چونکہ بہادر تھا، اس لئے اس کو سنگھ (شیر) کہتے تھے، اس کی اپنی کوئی ذاتی رائے نہیں تھی۔ جس قدر تعلیم کی ترقی اس کے عہد میں ہوئی، وہ اس کے امرائے دربار کا کارنامہ ہے۔ 890ء میں مسند نشین ہوا۔ 30 سال حکومت کر کے 920ء میں وفات پائی۔ علامہ ابوالفضل لکھتا ہے کہ اس نے پچیس سال بادشاہت کی دونوں روٗایتوں میں دس سال کا فرق ہے۔

رتن دیت

بیر سنگھ کے بعد اس کا فرزند رتن ویت سریر آرائے حکومت ہوا، علامہ ابو الفضل نے اس کو رتناوت لکھا ہے۔ یہ کچھ ایسا تفاوت نہیں ہے، فارسی مورخوں نے رتناوت کو رشادت سمجھا اور خوب سمجھا کہ ت اور ن کے تین نکتے تھے۔ انہوں نے رشادت لکھ دیا (ہم کو اندیشہ ہے کہ ہماری اس تاریخ کے الفاظ میں کاتب کیا کچھ تحریف کریں گے)۔

اس راجہ کو ملکی قواعد وضوابط کے مرتب کرنے کا بہت شوق تھا اور انصاف و معدلت کے کام کا خود متکفل تھا۔ اسی وجہ سے اس کو آفتاب معدلت کہتے تھے، رہزنوں اور مفسدوں کو سخت سزا دیتا تھا اور ملک کی آبادی اور زراعت کی طرف خاص طور پر

Marfat.com

توجہ مبذول رکھتا تھا۔ رعایا کی مالگزاری میں بہت کمی کی اور مسافروں اور سوداگروں کے لئے ہر ممکن سہولت مہیا کر دی۔ وعدے کا سچا ارادے کا پکا، جھوٹوں کا دشمن، راستبازوں کا ملجا و مامن تھا، اس کے دربار کے بہتر سے بہتر دانش آگاہ اور حقیقت شناس مشیر تھے، یہ عین عنفوان شباب میں دنیائے دون سے برداشتہ خاطر ہو کر راہی ملک عدم ہوا، اس نے 920ء سے 935ء تک 15 سال حکمرانی کی۔

سامت سنگھ

راجہ سامت سنگھ بڑا عیاش، وعدہ فراموش، ناقدر شناس تھا اور چونکہ اس کے اولاد نہیں تھی، اس لئے اس کا مقولہ تھا۔

سامت بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

یہ شراب کے نشہ میں چور رہتا تھا، ملک کی حالت تباہ، رعیت خستہ، سلطنت کا کاروبار امراء کے ہاتھ میں تھا، جن کو نہ ملک سے محبت تھی اور نہ سلطنت کے قیام کا فکر، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس کی عمر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے، اس کی صحت بگڑ گئی ہے۔ آج نہیں تو کل مر جائے گا، اس کے بعد سلطنت کے بارے میں سخت جنگ وجدل ہو گی، بعض ارکان دولت بھی اس گھات میں تھے کہ اس کے مرنے کے بعد سلطنت کے خود مالک ہوں۔

یہ شراب کے نشہ میں مردہ کی طرح مدہوش پڑا رہتا تھا اور سلطنت کے آرزو مند اس کے گرد اس طرح منڈلاتے تھے، جس طرح مردار پر چیلیں منڈلاتی ہیں، لیکن دیوانہ بکار خویش ہشیار، اس نے جب دیکھا کہ اس کی کوئی اولاد نہیں ہے، تو اس نے بظاہر یہ دور اندیشی کی کہ اس کی بیٹی جوسری ڈنڈک راجہ دہلی سے بیاہی ہوئی تھی، اس کا ایک لڑکا مولراج تھا، جس کا حال آگے آئے گا، اس کو بلا کر ولی عہد کر دیا، مگر حالت یہ تھی کہ جب نشۂ شراب میں ہوتا تو اس

Marfat.com

سے بہت محبت و پیار کرتا کیونکہ وہ اس کا نواسہ تھا، مگر جب شراب کا نشہ اُتر جاتا یعنی ہوش میں آتا تو اس کو ولی عہدی سے الگ کر دیتا، مولراج بڑا ہوشیار تھا، مدمعاشوں اور غنڈوں کا مجمع اس کے ساتھ رہتا تھا اور چونکہ راجہ اس کو کافی روپیہ مصارف کے واسطے نہیں دیتا تھا، وہ چوروں کے ایک گروہ کو ہمراہ لے کر ادھر اُدھر سے لوٹ مار کرتا تھا۔

مولراج اپنے نانا سامت سنگھ کی غیر مستقل مزاجی سے خائف ہو گیا کہ شاید وہ کسی دن اس کو ولی عہدی سے معزول کر کے نکال دے، وہ بد اندیش جفا کار ساتھیوں سے مشورہ کر کے اور ان کو بڑے بڑے عہدوں اور انعامات کا وعدہ کر کے ایک دن محلات شاہی کے بالا خانوں پر جہاں سامت سنگھ محوِ عیش و عشرت تھا چڑھ گیا، راجہ شراب کے نشہ میں سرشار تھا۔ مولراج کو دیکھ کر اُٹھا اور معانقے کے لئے ہاتھ بڑھائے، مولراج نے معانقہ ہی میں اس کی گردن توڑ دی اور تخت و تاج کا مالک ہو گیا، اب سلطنت خاندان چھاوڑی سے خاندان سولنگی میں منتقل ہوئی، سامت سنگھ نے 935ء سے 942ء تک 7 سال شراب نوشی میں عمر بسر کی اور شراب نے اس کو ایسا مدہوش کیا کہ پھر ہوش میں نہ آیا۔

❁❁❁❁

Marfat.com

باب ہفتم:

گجرات کے سولنگی راجے یا چلکیا

فصل اول

گجرات کے سولنگی[1] گوجر راجہ

علامہ ابو الفضل نے آئین اکبری میں سولنگی راجاؤں اور ان کی مدت حکومت کو بالتفصیل لکھا ہے اور جس طرح سلطنت چھاوڑی سے خاندانِ سولنگی میں منتقل ہوئی، اس کو دلچسپ پیرایہ میں ادا کیا ہے جو درج ذیل ہے۔

(۱) مولراج سولنگی 56 سال (۲) چامند 13 سال (۳) بلب 6 ماہ (۴) درلب 11 سال (۵) بیم 46 سال (۶) کرن 31 سال (۷) جے سنگھ 50 سال (۸) کمار پال 23 سال (۹) اجیپال 3 سال (۱۰) لکھمول 8 سال۔

راجہ سامت سنگھ دختر خویش راجہ سری ڈنڈک سولنگی از نژاد راجہ دہلی کدخدا کردہ بود، نزدیک بزادن درگذشت شکم دریدہ فرزند رابرآورند، ماہ درشانزدہم منزل بود، اہل ہند آنرامول خوانند، بدیں جہت مولراج نام نہادند، راجہ سامنت سنگھ بفرزندی برگرفت وبہ تیمارداری ہمت بست، چون بزرگ شدازومسازی خراب درونان بہ تباہ اندیشی افتاد، راجہ درمستی سلطنت بدونامزدی کرد، ودر ہوشیاری بازمی گروید، آن شوریدہ مغزراکالیوہ ترمی ساخت، تا آں کہ آن تافرجام جانشکری ولی نعمت نمود، ونام بزرگی برخودنہار۔

ترجمہ: راجہ سامت سنگھ نے اپنی لڑکی سری ڈنڈک سولنگی سے جو راجۂ دہلی کی

---

[1] کیا؟ میرا یہ خیال غلط ہے کہ چلکیا خاندان کا نام سولنگی کیوں ہوا، اس لئے کے یہ شولنگ کی پرستش کرتے تھے، کسی تاریخ میں تو نہیں دیکھا ہے، یہ صرف میرا ذاتی خیال ہے۔

Marfat.com

اولاد سے تھا، بیاہ دی تھی، وہ وضع حمل کے وقت (در دزہ کی وجہ سے) مر گئی، (حکماء نے) اس کا پیٹ چاک کر کے لڑکا نکالا، چاند اس وقت سولہویں منزل میں تھا، جس کو اہل ہند مول کہتے ہیں، اسی وجہ سے لڑکے کا نام مولراج رکھا گیا، راجہ سامت سنگھ نے (اس لڑکے کو) متبنیٰ کیا اور اس کی تربیت کرنے لگا۔ جب وہ بڑا ہوا بدمعاشوں کی صحبت کے اثر سے بُرے کام کرنے لگا، راجہ (شراب خوار تھا) مستی کی حالت میں اس کو ولی عہد مقرر کرتا اور جب ہوش آتا۔ تو اس کے ولی عہد ہونے سے انکار کرتا، راجہ کی اس بدعہدی نے مولراج بدبخت کو زیادہ پریشان خاطر کر دیا، یہاں تک کہ اس نالائق نے اپنے محسن کو قتل کر دیا اور خود بادشاہ ہو گیا۔

مولراج

مولراج اپنے نانا سامت سنگھ کو قتل کر کے 942ء میں سریر آرائے سلطنت ہوا، صوبۂ گجرات کے سولنگی خاندان کا یہ پہلا راجہ ہے، جو سولنگی خاندان کی وسیع سلطنت کا بانی ہوا، بعض ہندی تاریخوں اور مرأت احمدی میں مولراج کی پیدائش کا قصہ کچھ زیادہ وضاحت سے درج ہے، مولراج نہ صرف عجیب الخلقت بلکہ عجیب الخصلت تھا، جب اس کی ماں کو جو سری ڈنڈک کی رانی تھی اور دردِ زہ شروع ہوا، تو حکمائے دیار اور ہوشیار دائیوں نے ہر قسم کی تدبیر کی، مگر فائدہ نہ ہوا، حکمائے نامدار میں سے بعض علم جراحی میں یدطولیٰ اور مہارت تامہ رکھتے تھے، انہوں نے رانی کی نزع کی حالت میں پیٹ چاک کر کے لڑکا نکالا اور کوشش کی کہ رانی زندہ رہ سکے[1]۔ مگر وہ اس تکلیف سے جابز نہ ہو سکی، راجہ سری ڈنڈک نے اس بچہ کو منحوس خیال کیا۔ مگر ستارہ شناسوں نے جو زائچہ مرتب کیا۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ یہ لڑکا سعید، اقبال مند، بہادر اور ایک سلطنت کا بانی ہو گا اور اس کی پشت

---

[1] ابوالفضل اور ہندی تاریخوں میں یہ فرق ہے۔ ابوالفضل لکھتا ہے کہ رانی کے مرنے کے بعد لڑکا نکالا گیا اور ہندی میں لکھا ہے کہ رانی کی زندگی میں لڑکا نکالا گیا۔ (مولف)

Marfat.com

میں متعدد بااقبال دکشور کشا راجے ودیعت ہیں، سری ڈنڈک نے بادل ناخواستہ اس کی تربیت شروع کی، یہ ابتداء سے ہونہار اور بہادر دانشمند تھا اور پنڈتوں نے اس کا نام مولراج رکھا، جب چاند سولہویں منزل میں ہوتا ہے، تو منجم اس کو مول کہتے ہیں۔ اس لئے اس کا نام مولراج ہوا، مولراج چند سال کا ہوا تو اس کے نانا سامت سنگھ نے جو چھاوڑی خاندان سے تھا، (چھاوڑی گوجروں کا مشہور گوت ہے) اپنے دادا راجہ سری ڈنڈک سلنگی تاجدار دہلی کو مراسلہ لکھا چونکہ میرا کوئی لڑکا نہیں ہے اور مولراج میری عزیز لڑکی کی یادگار ہے۔ اس لئے میں اس کو مبتنیٰ قرار دے کر ولی عہد بناتا ہوں (راجہ سری ڈنڈک اور کیا چاہتا تھا، منجمون کا زائچہ درست نکلا، اس کو نہایت شان وشوکت کے ساتھ اس کے نانا کے پاس بھیج دیا) نانا نے ایک عظیم الشان جلسہ میں جیسا کہ رواج تھا۔ اس کی پیشانی سعادت پر ولی عہد کا تلک لگایا۔

(مؤلف) علامہ ابو الفضل نے جو روایت درج کی ہے وہ تقریباً ہندی تاریخوں کے مطابق ہے جس کو ہم نے شروع عنوان میں نقل کیا ہے۔ گجرات کی ایک تاریخ میں اس طرح روایت ہے کہ کلیانی کے راجہ بھوڑ دیو سلنگی کی چوتھی پشت میں بھون ویت سولنگی نامی راجہ تھا۔ وہ اپنے فرزند راج کو لے کر سومنات کی جاترا کو گیا، جب جاترا سے واپس ہوا، تو رتن دیت چادرہ نے اپنی لڑکی لیلاوتی کو راجہ راج سولنگی سے بیاہ دیا، اس کے بطن سے مولراج پیدا ہوا۔

مولراج کے عروج واقبال کی داستانیں مختلف ہیں لیکن سب کا نتیجہ ایک ہی ہے کہ راجہ مولراج سولنگی نہایت طاقتور راجہ گزرا ہے۔ اختلاف جزوی ہے کوئی کہتا ہے کہ وہ سامت سنگھ کی لڑکی کے بطن سے اور کوئی لکھتا ہے کہ رتن دت کی لڑکی کے بطن سے تھا۔

مولراج بڑا منتظم اور رعایا کا خیر خواہ تھا۔ اس نے اپنی سلطنت کو ہر طرف بہت وسیع کیا اور جس قدر بدنظمی سامت سنگھ کے زمانہ میں واقع ہوئی تھی۔ اس کی

Marfat.com

اصلاح کی اور نہایت کامیابی و اولوالعزمی سے امور سلطنت کو انجام دیا۔

مولراج چونکہ محسن کش تھا یعنی اس نے سامت سنگھ کو ناحق قتل کیا تھا اور سلطنت کے قواعد کے رو سے راجہ نہیں ہوسکتا تھا۔ ہمسایہ سلطنتیں اس واقعہ جانگداز سے سخت طیش و غصہ میں آ ئیں، راجہ اجمیر اور بارپ نے جو دکن کے راجہ کا جنرل تھا۔ مولراج پر نہایت انتظام سے ایک متفقہ حملہ کیا۔ انہون نے پورا تہیہ کر لیا تھا کہ یا تو وہ مولراج کو اس بدطینتی کی سزا دیں گے یا اپنی جانیں بے گناہ سامت سنگھ کے نام پر نثار کر دیں گے، پہلے تو مولراج قلعہ کنٹ کوٹ میں جو مستحکم قلعہ تھا، اس خیال سے چلا گیا کہ بارش کے موسم میں راجہ اجمیر خود چلا جائے گا، مگر راجہ اجمیر مع اپنے لاؤ لشکر کے اسی جگہ خیمہ زن رہا، مولراج سیاسی امور میں ذہن رسا رکھتا اور حد سے زیادہ دور اندیش تھا۔ اس نے دیکھا کہ دو دشمنوں کے متفقہ حملہ کا مقابلہ کرنا ناممکن ہے، اس لئے الگ الگ مختلف اوقات میں ان کا مقابلہ کرنا چاہیے، اس مشکل کے حل کرنے میں وہ سیاسی چال چلا کہ راجہ اجمیر کو بہت کچھ پیشکش و تحائف دے کر معاہدہ کر لیا کہ وہ راجہ کا باجگذار اور وفادار رہے گا۔ جب ایک طرف سے اس کو اطمینان ہو گیا، تو پوری طاقت سے راجہ بارپ کا مقابلہ کیا۔ اگرچہ راجہ بارپ کا لشکر بیشمار و طاقتور تھا۔ مگر مولراج نے جنگی قابلیت سے اس کی فوج کو محصور کر لیا کچھ حصہ لشکر کا تہ تیغ ہوا اور باقی بھاگ نکلے، جب مولراج اس طرف سے ایمن ہو گیا، تو سورٹھ پر لشکر کشی کی اور ایک قیامت برپا کر دی۔ ہر سال تمام راجے اپنے اپنے سفیر بھیج کر گراں قیمت تحفے پیش کرتے تھے، مگر ایک دفعہ لاٹ کے راجہ دوار کانے جو دریا سے اور لزبدا کے دوآبہ پر حکمران تھا۔ تمسخر سے ایک پست قامت، بدصورت ہاتھی دربار میں بھیجا، جس سے موت کا شگوں لیا جاتا ہے، اس گستاخی اور تحقیر کی بنا پر مولراج نے اپنے فرزند چامور کی سرکردگی میں ایک لشکر جرار بھیجا، چامور نے نہایت بہادری سے اس دوآبہ کو چند دنوں میں فتح کر لیا اور راجہ دوار کا کو قتل کیا۔ مولراج اپنے فرزند کی فتح سے بہت خوش ہوا۔

Marfat.com

کیونکہ وہ اس فتح عظیم سے ایک وسیع سلطنت کا فرمانروا ہو گیا تھا۔

جینی تاریخوں میں اس کی بہت تعریف لکھی ہے کہ وہ متبرک اور مقدس بادشاہ تھا، جس کی کوئی پناہ نہ ہوتی ۔ وہ اس کے ظل عاطفت میں پناہ لیتا، یہ عدل و احسان کا دیوتا تھا۔ بارش کی طرح دوستوں اور وفادار نوکروں پر دولت برساتا تھا۔ آگ کی طرح دشمنوں اور مخالفوں کو جلاتا تھا، ہمہ صفت موصوف تھا۔

اس نے ایک دن وزراء سے کہا کہ مجھے مہادیوں کی طرف سے خواب میں حکم ہوا ہے کہ وہ راجہ گرھارو پو کو جو ظالم، تندخو اور مندروں کے پوجاریوں پر ظلم کرتا ہے قتل کرے۔

وزراء نے اتفاق کیا مگر چونکہ جہاں راجہ رہتا تھا، وہ قلعہ ایک طرف سمندر اور دوسری طرف پہاڑوں سے محفوظ تھا، اس لئے وزراء نے کہا کہ پورے سازوسامان سے حملہ کرنا چاہیے اور نیز راجہ گرھارو پو کے کئی حلیف ہیں، دشمن نتوان حقیر بیچارہ شمرد۔

راجہ مولراج نے وزراء کے مشورہ سے ہر قسم کا سامان، بارود، خوراک، اونٹ اور ہاتھی جمع کئے اور پوری احتیاط سے ایک جرار لشکر لے کر حملہ کیا جب راجہ گرھارو پو کو اطلاع ہوئی تو اس نے اپنے حلیفوں راجہ لاکھا وغیرہ کو امداد کے لئے طلب کیا۔

دوسری طرف مولراج کے معاون ، بنارس کا راجہ، راجہ پرمار، راجہ سری مال، مولراج کا بھائی وغیرہ وغیرہ میدان کارزار میں پہنچ گئے، مولراج نے سب کو شکست دی، راجہ گرھارو پو میدان جنگ میں گرفتار ہوا، راجہ لاکھا نے اس کی رہائی کے واسطے ملک اور روپیہ دینا چاہا، مگر مولراج نے منظور نہ کیا، راجہ لاکھا نے از سرنو تیاری کر کے مولراج پر ایک زبردست حملہ کیا، مگر دہ اور اس کا رفیق گرھار و پو دونوں قتل کئے گئے، مولراج کو اس جنگ میں بیشمار گھوڑے اور ہاتھی ہاتھ آئے اور مظفر و منصور اپنے دارالحکومت کو واپس ہوا، مولراج کو سامت سنگھ کے قتل کرنے پر

Marfat.com

اس کا ضمیر ہمیشہ ملامت کرتا تھا اس کے دماغ پر اس کا ایسا اثر پہنچا کہ وہ پنڈتوں اور پجاریوں سے اس گناہ کے کفارہ کی بابت سوال کرتا تھا کہ وہ کیا نیک کام کرے، جس سے وہ اس گناہ کی سزا سے مخلصی پائے اور آئندہ وہ آواگوں کے سلسلہ میں کسی بری جون میں نہ پیدا ہو، برہمنوں نے اس کو تلقین کی کہ اس گناہ کا کفارہ یہ ہے کہ وہ اپنا تمام مال وخزانہ محتاجوں اور مسکینوں اور مندر کے بھکشوں کے نذر کر دے چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا کئی شوالے تعمیر کرائے اور برہمنوں کو بڑی بڑی جاگیریں عطا کیں، مگر پھر اس کا دل مطمئن نہ ہوا۔ فطرت ہمیشہ انسان کو اس کے گناہوں پر لعنت ملامت کرتی رہتی ہے۔ وہ اس خوف وفکر سے خدا جانے اس کا انجام کیا ہوگا۔ تخت وتاج، مال و دولت سب چھوڑ چھاڑ کر 997ء میں تارک الدنیا ہو گیا اور مرگ چھالا بچھا کر گوشۂ عافیت میں جا بیٹھا اور بالآخر عذابِ الٰہی کے خوف سے ایک پتھر پر سر رکھ کر لیٹ گیا اور کھانا پینا چھوڑ کر چند دن کے بعد مر گیا۔

چون آہنگ رفتن کند جانِ پاک
چہ برتخت مروں چہ بر روئے خاک

راجہ چاموڑیا چامند

ابوالفضل نے اس کا نام چامنڈ لکھا ہے۔

یہ اپنے والد مولراج کے تارک الدنیا ہونے پر 997ء میں تخت آرائے سلطنت ہوا۔ یہ طبعاً عابد وزاہد تھا اور خدا داد ذہن رسا اور فہم وذکاء رکھتا تھا، باپ کے وقت ہی سے مہمات ملکی سرانجام دیتا تھا اور اس نے کئی بڑے بڑے معرکے جیتے تھے۔

تاریخ احمدی میں درج ہے کہ محمود غزنوی جب سومنات کے مندر کو تہ و بالا کرنے کے لئے گیا تھا۔ تو راستہ میں چاموڑ نے مقابلہ لیا، مگر تاب مقاومت نہ

Marfat.com

لا سکا اور بھاگ گیا، جب سلطان محمود غزنوی سومنات کی جنگ میں مصروف تھا، تو راجہ چاموڑ پھر اپنے قلعہ پر قبضہ کر کے پورے استحکام سے مقابلہ کے لئے تیار ہو گیا۔ جب سلطان محمود کو یہ اطلاع پہنچی تو سومنات کی فتح کے بعد اس قلعہ پر حملہ آور ہوا اس قلعہ کے چاروں طرف پانی تھا، سلطان محمود ایک پایاب جگہ سے عبور کر کے قلعہ پر چڑھ گیا اور چامند کے لشکر کو تہ تیغ کیا۔

آئین اکبری میں ابوالفضل لکھتا ہے:۔

''درزمان چامند چہارصد و شانز دہم ہجری و ہزار وشصت و چہار بکر ماجیت سلطان محمود غزنوی بریں دیار چیرہ دستی یافت لیکن درگذاشتن مرزبانے از پیش خود بہدید ندانست بیکے از نژا دراجہ سپرد، وہرسالہ پیشکی قرار داوہ ازا راہ سندھ بازگشت، شگفت آنکہ بخواہش اویکے ازآن نژاد پائے بند ہمراہ آورد، وچوں چندے برگذشت واز جینا کی ودور اندیشی اور اطلب نمود چون نزدیک رسید، پیشتر روانہ شد تابد گوہراں بدونہ پیوندند، ہماں روز کہ یکجا خواہند شد، زیر درختے زمانے بغنود شکاری جانور سے چشم اور دررربود، درآن عہد کور ونابینا رافرماندہ نساختے، سپاہ ناسپاس ہماں بندی را بجائے اور برگذیدند اور اوشگیر ساختند''۔

اس عبارت میں کوئی تلمیحات ہیں جن کا حل دوسری تاریخوں کے مطالعہ پر موقوف ہے، اس لئے ہم ترجمہ کو واضح طریق پر لکھیں گے اور تلمیحات کی توضیح کرتے جائیں گے۔

ترجمہ: 416ء ہجری مطابق 1004ء بکر ماجیتی میں سلطان محمود غزنوی اس ملک پر مسلط ہو گیا، لیکن اس ولایت پر اپنا کوئی گورنر رکھنا مناسب نہ سمجھا اور راجہ کی اولاد میں سے ایک کو یہ ملک سپرد کر دیا اور سالانہ خراج مقرر کر کے سندھ کے راستے سے غزنی کو لوٹ گیا، عجیب قصہ یہ ہے کہ اس راجہ نے جس کو سلطان محمود غزنوی نے ملک عطا کیا تھا، سلطان محمود غزنوی سے بہت الحاح سے عرض کی کہ قدیم خاندان میں ایک رائے زادہ باقی ہے، اگر وہ یہاں رہا تو مجھے طرح طرح

Marfat.com

کی تکلیف دے گا اور ممکن ہے کہ وہ ملک پر قابض ہو جائے ۔اس کا انتظام فرماتے جائیں، سلطان محمود راجہ کی خواہش کے بموجب اس رائے زادہ کو قید کر کے بطور یرغمال اپنے ہمراہ غزنی لے گیا، کچھ مدت کے بعد راجہ کو اندیشہ پیدا ہوا کہ کہیں بادشاہ مجھ پر نہ ناراض ہو جائے اور میری جگہ اس رائے زادہ کو ملک سپرد کر دے یا کوئی اور مصلحت تھی۔ اس لئے اس نے اس خوف اور دور اندیشی سے محمود غزنی کی خدمت میں مراسلہ لکھا کہ رائے زادہ کو واپس بھیج دیں، چنانچہ بادشاہ نے اس کو واپس بھیج دیا، جب اس رائے زادہ کی نسبت راجہ کو اطلاع پہنچی کہ وہ آرہا ہے۔ تو اس خیال سے کہ یہاں کمینے لوگ اس سے سازباز کر کے میرے مخالف نہ ہو جائیں، قبل اس کے کہ وہ دارالحکومت میں حاضر ہو، راجہ شکار کا بہانہ کر کے ایک منزل آگے اس کو لینے کے لئے چلا گیا۔[1] مگر رائے زادہ ابھی منزل پر نہ پہنچا تھا۔ اس لئے راجہ شکار میں مصروف ہو گیا چونکہ دیر تک شکار کھیلتا رہا تھا، بہت تھک گیا اور ایک درخت کے سایہ میں کچھ دیر کے لئے سو گیا، اس کے منہ پر سرخ رومال تھا، ایک شکاری پرندے نے رومال کو گوشت کا ٹکڑا سمجھ کر اس پر پنجہ مارا جس سے اس کی آنکھیں زخمی ہو گئیں اور اس کی بینائی جاتی رہی اس زمانہ کے قانون کی رو سے اندھا، بہرا راجہ سلطنت سے معزول کیا جاتا تھا۔ نمک حرام سپاہ سالاروں نے اب راجہ کو معزول کر کے رائے زادہ کو جو منزل پر پہنچ گیا تھا، اس خیال سے کہ وہ قدیم راجاؤں کی نسل سے ہے، شاہی لباس پہنا کر تخت پر بٹھایا اور اپنا مربی بنایا۔

(مؤلف) یہ قصہ تو فضول ہے، مگر عبرت خیز ضرور ہے۔ ممکن ہے کہ ایسا ہوا ہو۔

---

[1] بعض گجرات کی ہندی تاریخوں میں لکھا ہے کہ جب کوئی فاتح تخت نشین راجہ کسی معزول یا مغلوب راجے کو سزا دیتا تو اس کا یہ طریقہ تھا کہ تخت نشین راجہ اس راجے کے سر پر چلمچی اور آفتابہ رکھ کر اپنے آگے آگے چلاتا تھا، تا کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ مغلوب راجہ، فتحیاب راجہ کا ہر طرح سے مطیع ہو گیا ہے اور مغلوب راجے کو اس کے بعد مقابلہ کا حوصلہ نہ رہے، راجہ اس لئے ایک منزل آگے چلا گیا تھا۔ جب رائے زادہ اس مقام پر پہنچے تو اس کو ذلت کے ساتھ اپنے شہر میں لائے۔

Marfat.com

ولب سین

آئین اکبری میں اس کو بلب لکھا ہے یہ معمولی تغیر ہے۔ واؤ یا سے تبدیل ہو جاتا ہے (جیسے باڑی، واڑی، باڑہ، واڑہ، احاطہ، گھیرا)۔ یہ راجہ اپنے باپ کے تارک الدنیا ہونے پر 1011ء میں زیب آرائے مسند جہانبانی ہوا۔ اس کے باپ چاموڑ نے اس سے خواہش ظاہر کی کہ وہ کاشی کے جاترا (زیارت) کے لئے جانا چاہتا ہے۔ ولب نے کہا کہ آپ کو مسافرانہ طریق پر جاترا کیلئے نہ جانا چاہیے۔ آپ بادشاہ رہ چکے ہیں اور اب بھی آپ بادشاہ کے باپ ہیں۔ پاپیادہ سادھوں کی طرح جانا، ہماری عزت کی ہتک ہے اور ہماری شان وشوکت پر اس کا بہت بُرا اثر پڑے گا۔ آپ کو شاہی چتر اور طلوع وعلم اردستۂ سپاہ کے ساتھ جانا چاہیے، درعمل کوش ہر چہ خواہی پوش۔ اس سے آپ کے تارک الدنیا ہونے پر کوئی مخالف اثر پیدا نہ ہوگا۔ ہر چند چاموڑ نے انکار کیا، مگر ولب سین نے اپنے باپ کو شاہی شان وشوکت سے تیرتھ (زیارت مقامات مقدسہ) کے لئے روانہ کیا، جب مالوہ کے ملک میں پہنچا، تو راجہ مالوہ کو چاموڑ کے آنے اطلاع دی گئی۔ اس کے آنے کو تعجب کی نگاہ سے دیکھا گیا کہ تارک الدنیا ہو کر جاترا کو جاتا اور پھر چتر شاہی اور طوغ وعلم کے ساتھ چلنا، خالی از حکمت نہیں ہے۔ ضرور اس میں کوئی بھید ہے، ممکن ہے کہ چاموڑ اس بھیس میں ہمارے ملک کے حالات کا معائنہ کر رہا ہو تا کہ ہم پر لشکر کشی کرے، راجہ مالوہ نے اور تو اس کو کوئی تکلیف نہ دی چتر شاہی اور طوغ وعلم چھین لیا اور اپنے ملک سے باہر کر دیا، جب چاموڑ کاشی سے واپس آیا، اس نے اپنے فرزند ولب سین سے اس ہتک وتحقیر کا ذکر کیا، جو راجہ مالوہ کی طرف سے کی گئی تھی، ولب سین یہ سنتے ہی آگ بگولا ہو گیا اور لشکر کو ترتیب دے کر اس کی کمان اپنے ہاتھ میں لی، اور شیر کی طرح راجہ مالوہ سے انتقام لینے کے لئے جھپٹا ابھی راستہ ہی میں تھا کہ چیچک کے پنجہ میں گرفتار ہوا اور

Marfat.com

دو تین دن کے اندر اس حسرت کو لے کر کہ راجہ مالوہ سے انتقام نہ لے سکا، مر گیا۔

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

سپہ سالار مع فوج دل شکستہ وحواس باختہ بے نیل مرام واپس آیا۔

ولب سین نے صرف 6 ماہ سلطنت کی ۔ اس نے اپنے ملک میں جابجا تالاب اور شوالے تعمیر کرائے۔

دلب سین یا درلب

دلب سین اپنے بھائی دلب سین کے مرنے پر اپنے والد چاموڑ کی اجازت سے جو تارک الدنیا ہو گیا تھا، 1011ء میں فرمانروا ہوا یہ بڑا منتظم تھا، تھوڑے عرصہ میں ملک کا انتظام جیسا کہ چاہیے تھا کیا بہادر، وعدہ کا پکا، فیاض، ہمدرد رعایا تھا۔ اور اپنے اور اپنے باپ کے دشمنوں کا سر ایسا کچلا کہ وہ کبھی مقابلہ کی ہمت نہ کر سکے۔ جینی مذہب کا ایک پیشوا، اس کا رفیق اور بہت بڑا عالم و سیاست دان تھا، جو اس کو ملکی معاملات میں مشورے دیتا تھا اور وہ مشورے ہمیشہ صحیح و کامیاب ہوتے تھے، اس کی صحبت سے اس کے دل پر جینی مذہب کا یہ اثر ہوا کہ یہ کسی جانور کو ایذا نہیں دیتا تھا، غالباً یہ جینی مت کا مقلد ہو گیا تھا مگر اپنے آبائی مذہب کی بہت تعظیم کرتا تھا، اس نے بہت علاقے فتح کئے، اپنے باپ کی تحقیر کا انتقام اور بھائی کے حرمان کا داغ مٹانے کے لئے اس نے اپنا فرض سمجھا کہ وہ راجۂ مالوہ سے برسر پیکار ہو، چنانچہ موروملخ سا لشکر لے کر مالوہ پر چڑھائی کی اور نہایت جوش سے حملہ آور ہوا۔ اس کا ایک ایک سپاہی راجہ مالوہ کے خون کا پیاسا تھا، جان توڑ کر لڑے اور راجۂ مالوہ گرفتار کیا گیا۔ اس نے معافی مانگی چونکہ اس کے باپ کی بھی یہ وصیت تھی کہ راجہ مالوہ کو نقصان نہ پہنچانا، بلکہ صرف تنبیہہ کرنا، وہ بھی اس لئے کہ اس نے ایک بادشاہ کی نہیں بلکہ ایک جاتری (زائر) کی

Marfat.com

تحقیر کی ، اس دلب سین نے راجۂ مالوہ سے چتر شاہی اور طلوع وعلم اور تحائف و پیشکش لے کر اس کی خطا کو معاف کر دیا اور سالماً و غانماً واپس آ کر اپنے باپ کے قدموں کو بوسہ دیا، اس نے ترقی دولت و درازی عمر کی دعا دی۔

درلب نے ملک میں جابجا شفاخانے اور مدارس جاری کئے ۔وہ صلاح اندیش تھا بلاوجہ کسی پر حملہ نہیں کرتا تھا، جہاں کہیں اس کو مقابلہ کرنا پڑا، باپ کی مخلصانہ دعاؤں سے کامیاب و فائز المرام ہوا۔ درلب سین کو عمارات ورفاہ عام کے کاموں کی بڑی دلچسپی تھی ، کئی تالاب اور شوالے تعمیر کرائے جن میں سے انہلواڑہ کا تالاب اعجوبہ روزگار اور نربدا کا شوالہ اس کے زمانہ کی مشہور ترین یادگار ہیں۔

راجۂ مارواڑ کی دولخت جگر راج کماریاں درلب اور اس کے بھائی ناگراج کے دولت کدہ کی زیب وزینت تھیں، درلب کا شاہی محل اگرچہ گوہر شب چراغ (فرزند) سے خالی تھا، مگر اس کا بھتیجا یعنی ناگ راج کا فرزند بھیم دیو وارث تخت وتاج موجود تھا، درلب مذہبی پیشواؤں کی صحبت سے بہت کچھ متاثر تھا، دنیا اور دنیا کے کاموں کو ہیچ سمجھتا تھا اور اپنے والد کی طرح دنیا کے تعلقات کو دامِ فریب سمجھتا تھا، بہت بڑا عالم تھا، معرفت کی کتابوں کی مزاولت اور صوفیوں کے خیالات کے اثر سے متعدد دفعہ تخت چھوڑنے پر آمادہ ہوا، مگر جین مت کے پیشوا نے اس کو روکا اور کہا کہ خدمت خلق کو چھوڑ کر گوشہ نشینی نجات کا ذریعہ نہیں ہوسکتی، اور یہ بھی سبب تھا کہ اس وقت اس کا کوئی لائق جانشین نہیں ملتا تھا، رفتہ رفتہ خلوت نشینی اور قطع تعلق کا خیال اس پر غالب ہو گیا، اور سلطنت کے کاروبار کو ایک مصیبت سمجھنے لگا اور دنیا سے اس کو بالکل نفرت ہوگئی جب بھیم دیو سنّ بلوغ کو پہنچا اور حکمرانی کے قابل ہوا تو نہ صرف درلب بلکہ اس کے بھائی ناگ راج نے بھی فیصلہ کیا کہ سلطنت بھیم دیو کو دیکر کسی معبد میں بقیہ عمر پرستش میں صرف کریں،

Marfat.com

چنانچہ اس مشورہ کے مطابق درلب نے اپنا تخت وتاج 1022ء میں اپنے برادر زادہ بھیم دیو کو حوالہ کیا اور اپنے بھائی ناگراج کے ساتھ سادھوون کا لباس پہنے ہوئے معلوم نہیں کدھر چلا گیا اور کس گوشۂ عافیت میں بیٹھ کر زندگی کے دن بسر کئے۔

پرہیز گار راجاؤں میں یہ قدیم رسم ہے کہ اخیر عمر میں تخت سے الگ ہو جاتے تھے اور کسی نامعلوم مندر میں بقیہ زندگی گزارتے تھے اور اپنا نام بھی کچھ اور رکھ لیتے تھے، اس علیحدگی کو شاہی موت کہتے تھے، ان کو بادشاہ اور بادشاہت سے کوئی تعلق نہیں رہتا تھا بلکہ ایسا سمجھا جاتا تھا کہ یہ کسی کے باپ ہیں نہ کوئی ان کا بیٹا ہے درلب نہایت خوبصورت سروقامت، بلند بالا تھا، اس نے 1011ء سے 1022ء تک گیارہ برس کامیابی کے ساتھ حکومت کی۔

بھیم دیو اول

بھیم دیو خاندان سولنگی میں ایک ممتاز راجہ وسیع مملکت کا مالک جنگجویانہ طبیعت رکھتا تھا۔ اس کے اسلحہ خانوں میں ہتھیاروں کا بڑا ذخیرہ تھا، ایک ایک قسم کے ہزاروں ہتھیار جمع تھے، نئے نئے ہتھیاروں کی ایجاد اور قدیم ہتھیاروں میں اصلاح کرتا رہتا تھا۔ ہر وقت لشکر کی افزائش وترتیب میں مصروف رہتا تھا، جنگ اس کے لئے ایک قسم کی تفریح تھی، اکثر وزراء سے جنگ کا مشورہ کرتا، سپاہیوں کے ساتھ مشقی لڑائی میں خود شامل ہوتا اور سپہ سالاروں کو فنون حرب کی تعلیم دیتا تھا، جب کبھی اس کو کسی راجہ کی بغاوت کی خبر پہنچتی تو اچھل پڑتا، گویا اس کے ہاتھ شکار آ گیا۔ یہ ایسا قدر انداز تھا کہ اس کے لشکر کا کوئی سپاہی یا افسر اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا تھا، جنگ کی آگ میں کود پڑتا تھا، کوئی ایسی جنگ نہیں تھی جس میں خود شامل نہ ہوا ہو۔ اگر کسی ملک پر اپنے کسی سپہ سالار کو حملہ کے لئے بھیجتا تو گو وہ معمولی مہم ہوتی تاہم جب تک خود اس میں حصہ نہ لیتا۔ اس کو اطمینان نہ ہوتا، ذرا

Marfat.com

ذرا سی بات پر وہ آگ بگولا ہو جاتا تھا۔ وہ اپنے زمانہ میں کسی کو اپنا ثانی نہیں سمجھتا تھا، اس کے ساتھ ہی وہ ملکی انتظام کے ضوابط وقواعد کی ترتیب وترمیم کا بھی پورا تجربہ رکھتا تھا، رعایا کا خیر خواہ اور افسروں کا قدر دان تھا، مذہبی خدمات میں خاص امتیاز رکھتا تھا۔ اس کے زمانہ میں چونکہ ہر ایک مذہب آزاد تھا۔ اس لئے ہر مذہب نے ترقی کی، ہر ایک مذہب کے معابد پُر رونق اور درسگاہیں آباد تھیں، ہزاروں علم وفن کے شیدا اس مملکت میں آ کر ہر ایک فن کی تعلیم پاتے تھے، معابدو درسگاہوں پر وسیع جاگیریں وقف تھیں۔ اس کا ملک بیرونی حملوں سے محفوظ تھا، تکلیف تھی تو یہ تھی کہ اس کے زمانہ میں جبری بھرتی کا قانون نافذ تھا اور ہمیشہ لوگ دوسرے ملکوں میں لڑائی کے لئے بھیجے جاتے تھے، جس طرح شطرنج باز کو شطرنج کا جنون ہوتا ہے۔ اسی طرح اس راجہ کو جنگ کا جنون تھا، میدانوں اور پہاڑوں میں مہینوں تک اپنا لشکر لے کر پڑا رہتا اور بعض موقعوں پر دو تین وقت تک اس کو روٹی کا ٹکڑا اور پانی کا گھونٹ بھی نصیب نہ ہوتا مگر یہ فتح ونصرت کی امید پر ان تکالیف کو راحت سمجھتا تھا۔ وہ علوم وفنون میں فاضلانہ ملکہ رکھتا تھا اور بہر صفت متصف تھا اس کے واقعات سے تاریخیں پُر ہیں، ہم ان واقعات میں سے چند مشہور واقعات لکھتے ہیں۔

مالوہ کی جنگ

ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ مالوہ کے راجہ نے اس کے دادا کا چتر شاہی جب وہ کاشی کی زیارت کے لئے جا رہا تھا چھین لیا تھا۔ اگر چہ اس کے چچا درلب نے راجۂ مالوہ کو سزا دی مگر یہ اس واقعہ کو یاد رکھتا تھا، بھولا نہیں تھا۔ اس لئے اس کو مالوہ کے راجاؤں سے سخت عداوت تھی، دوسرے مالوہ کے راجہ بھوج نے اپنے ایک سپارہ سالار کی سرکردگی میں چیدہ چیدہ فوج بھیج کر گجرات پر حملہ کر دیا تھا۔

Marfat.com

جس کو بھیم دیو نے نہایت مردانگی سے روکا۔ اس کا انتقام لینے کے لئے اس نے راجہ بنارس کرن کی اعانت سے راجہ بھوج والی مالوہ پر حملہ کیا۔ راجہ بھوج نے بمصداق آہن باہن کوفتن اس حملہ کو نہایت بہادری سے روکا، لیکن بھیم دیو کب رُک سکتا تھا۔ اس کی طرف سے پے در پے حملوں کا سلسلہ جاری رہا۔ یہ بڑی سخت لڑائی تھی، دونوں طرف کے بہادر اپنی بہادری اور کثرت افواج کی بنا پر خیال کرتے تھے کہ یہ جنگ طویل ہوگی۔ اس لئے ہر ایک پورے سازوسامان کے ساتھ میدان کارزار میں آیا۔ دونوں راجے اپنی اپنی سپاہ کی کمان کرتے اور خود جنگ میں شامل ہوتے تھے۔ ہنوز ہنگامۂ کارزار گرم تھا کہ پیغام اجل آ پہنچا اور راجہ قنوج دنیا کے مخمصوں سے نجات پا کر عالم جاودانی کو رحلت کر گیا۔ اس طرح یہ جنگ قدرتی طور پر ختم ہوگئی، راجہ کرن والی بنارس جو بھیم دیو کا حلیف تھا، جس قدر خزانہ، سامان، ہتھیار، گھوڑے، اونٹ بزدگاہ میں اس کے ہاتھ آئے سب اپنے دارالحکومت کو لے گیا اور بھیم دیو خالی کا خالی رہ گیا۔ بھیم دیو نے جب اس سے مال غنیمت کا مطالبہ کیا۔ تو اس نے جواب دیا کہ مالوہ کی آمدنی علی الدوام آپ کی ہے اور یہ مال غنیمت میرا حق ہے بھیم دیو اس کے جواب پر بہت غصہ ہوا اور دل میں ٹھان لی کہ کسی موقع پر راجہ بنارس کو اس گستاخی کا جواب تلوار سے دے گا۔

راجہ پندر اور اندر کی اطاعت

راجہ بھیم دیو کی تخت نشینی پر راجہ پندر اور اندر جو اس خاندان کے ماتحت تھے، اطاعت سے منحرف ہو گئے۔ اس نے ان پر لشکر کشی کا ارادہ کیا، جب ان کو معلوم ہوا کہ اس کی طاقت بہت بڑھ گئی ہے اور ہم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو انہوں نے اطاعت قبول کر لی اور خراج مقررہ ادا کر دیا اور وفاداری کا اقرار نامہ پیش کیا، ان دونوں مقتدر راجاؤں کی اطاعت سے راجہ بھیم دیو کی بہت کچھ طاقت

Marfat.com

بڑھ گئی اور آئندہ کے لئے کشور کشائی کا راستہ صاف ہو گیا۔

سندھ کے راجہ ہموک پر حملہ

سندھ پر اس وقت راجہ ہموک حکمران تھا، وہ بھی ایک مقتدر راجہ تھا، اس نے اپنے آس پاس کے راجاؤں کو مسخر کر لیا تھا۔ ہموک کو قدرۃً یہ امداد حاصل تھی کہ بھیم دیو اور اس کی حکومت کے درمیان دریائے سندھ حائل تھا اور دریائے سندھ عبور کر کے اس پر حملہ کرنا بظاہر ناممکن تھا، اس لئے ہموک بھیم دیو کی کچھ پروا نہیں کرتا تھا، بلکہ دربار میں جب بھیم دیو کا ذکر آتا تو اس کی نسبت ناشائستہ کلمات کہتا تھا۔ اس کی اطلاع بھی راجہ بھیم دیو کو وقتاً فوقتاً پہنچتی رہتی تھی۔ اس نے تمام افسران فوج کو بلا کر مشورہ کیا کہ ہموک کا سر غرور و نخوت کے باعث پھر گیا ہے۔ وہ مابدولت کی نسبت ہتک آمیز کلمات کہتا رہتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس کو اس کی بدزبانی کی سزا دیں، وزراء نے عرض کی کہ ہموک کا مغلوب کرنا معمولی بات ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ راستہ میں دریائے سندھ واقع ہے، جس کا عبور کرنا آسان نہیں ہے۔ افسرانِ فوجی و ملکی کے بالاتفاق یہ تجویز قرار پائی کہ موسم سرما میں جب دریائے سندھ اُتر جائے اس پر پُل تعمیر کیا جائے لیکن یہ کام بھی آسان نہیں تھا۔ پہلے بیشمار پتھر اور درخت اکٹھے کئے گئے اور اس میں ایک عرصہ لگ گیا، جب کام شروع ہوا تو کئی دفعہ پل بن بن کر ٹوٹ گیا، راجہ بھیم دیو دریا کو ایک دیوتا مانتا تھا۔ اس لئے ہر روز جانوروں کی قربانیاں کرتا تھا۔ اب بھی ہندوستان کے ہندو دریا کو، دریا بادشاہ کہتے ہیں۔ اور اس پر نذر و نیاز چڑھاتے ہیں اور بعض اپنا نام دریا بخش رکھتے ہیں۔ آخر پل باندھنے میں راجہ بھیم دیو کامیاب ہو گیا۔ اس خوشی میں ایک جشن منایا اور فوج اور کارکنوں کو بہت کچھ انعام دیا۔

(مؤلف) ہمارے خیال میں کشتیوں کا پل باندھا گیا ہو گیا اور گذرگاہ

Marfat.com

کے کنارے پتھروں اور درختوں سے مضبوط کر دیئے ہوں گے۔ ورنہ سندھ پر کسی حالت میں کسی اور قسم کا عارضی پل نہیں تعمیر ہوسکتا۔

ہموک کے وہم و گمان میں بھی یہ نہیں تھا کہ دریائے سندھ پر پل باندھ کر بھیم دیو اس پر حملہ کرے گا تاہم اس نے خوب مقابلہ کیا اور دادِ مردانگی دی۔ چونکہ راجہ بھیم دیو کی فوج طوالت جنگ اور سفر کے سبب سے بد دل ہوگئی تھی۔ اس نے سرداروں کو بلا کر کہا کہ اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو ہم یہاں کٹ جائیں اور دریائے سندھ میں غرق ہو جائیں، وطن کوسوں دور اور دشمن خونخوار ہے پائے رفتن و نہ جائے ماندن ہمت کرنی چاہیے اور اپنے باپ دادا کے نام پر دھبہ نہ لگانا چاہیے۔ سپہ سالاروں اور لشکر نے دیکھا کہ راجہ جو کچھ کہہ رہا ہے۔ وہ بالکل ٹھیک ہے کیونکہ اگر ہم بھاگے اور دشمن نے ہمارا تعاقب کیا تو دریائے سندھ کے کنارے پر تمام لشکر کو دشمن کاٹ دے گا۔ پل ٹوٹ چکا ہے، دریائے سندھ کو عبور کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

دوسرے روز بھیم دیو اپنے لشکر کے آگے آگے گھوڑے پر سوار ہو کر فوج کو للکارتا ہوا ہموک کے لشکر پر آفت ناگہانی کی طرح دفعۃ آپڑا، ہموک کا لشکر ایسا حواس باختہ ہوا کہ سب نے ہتھیار ڈال دیئے اور محصور ہو گئے، محصورین میں خود ہموک بھی شامل تھا۔ اس نے معافی مانگی اور سر انقیاد راجہ بھیم دیو کے آستان پر رکھ کر اس کی باجگذاری کا بار اپنے کاندھے پر اُٹھایا۔

راجہ بسیل دیو والی اجمیر سے جنگ

جب سلطان محمود غزنوی نے اجمیر پر حملہ کیا تھا، تو راجہ بسیل دیو نے اپنا سفیر بھیم راج کے دربار میں بھیجا کہ ہمارا قدیمی دشمن ہم پر حملہ آور ہوا ہے، ہمیں اپنے مذہب و ملت کی حمایت میں متفقہ طور پر اس کی مدافعت کرنی چاہیے ورنہ ہر راجہ کو وقتاً فوقتاً اس کے حملوں کا شکار ہونا پڑے گا، بہتر ہے کہ ہم مل کر ایسا انتظام

Marfat.com

کریں کہ ایسے خونخوار دشمن کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو جائے، بھیم دیو نے نہ معلوم کس خیال و مصلحت سے بسیل دیو کا ساتھ نہیں دیا، بسیل دیو اس بات پر سخت ناراض تھا اور اس کا انتقام لینے کے لئے راجہ بھیم دیو کے استیصال کی تدبیریں سوچتا رہتا تھا اور ہر وقت پیچ و تاب کھاتا تھا۔ آخر وہ وقت آیا اور وہ بھیم دیو پر حملہ کرنے کے لئے آمادہ ہو گیا، بھیم دیو اگرچہ جنگ کو ایک کھیل سمجھتا تھا مگر اس دفعہ اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ راجہ بسیل دیو نے اس کو شکست فاش دی بھیم دیو کیلئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ بسیل دیو کا باجگذار ہو، معافی کا خوستگار ہو۔

راجہ بھیم دیو پر فتح پانا کوئی معمولی بات نہیں تھی، اس کی طاقت و شجاعت کی شہرت دور دور پھیلی ہوئی تھی اور کسی راجہ کا یہ حوصلہ نہ تھا کہ اس کے مقابلے کو نکلے، راجہ بسیل دیو نے اس عظیم الشان فتح کی یادگار میں ایک شہر بسیل نگر آباد کیا اور اس میں ایک بلند مینار بنوا کر ایک کتبہ لگایا، جس میں اپنے اور اپنے باپ دادا کے کارنامہائے شجاعت کو دہرایا اور بھیم دیو جیسے زبردست راجہ پر فتح یابی کا فخر کیا۔

راجہ کرن سے جنگ

ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ راجہ کرن راجہ مالوہ کی جنگ میں غنیمت کا تمام مال لے گیا تھا، اس لئے راجہ بھیم دیو اس پر دانت پیستا تھا، راجہ بھیم دیو کے ہاتھ سے ایسا شکار کب نکل سکتا تھا، وہ راجہ کرن پر انتقام لینے کے لئے شیر کی طرح جھپٹا، راجہ کرن بھی پورے ساز و سامان سے مقابلہ کے لئے نکلا مگر یہ مقابلہ آسان نہیں تھا، اہتمام حجت کے طور پر راجہ بھیم دیو نے اپنا سفیر و مودر نامی راجہ کرن کے پاس بھیجا کہ بہتر ہے کہ آپ اطاعت کریں، ورنہ نتیجہ ظاہر ہے، جب سفیر نے راجہ کرن کے دربار میں حاضر ہو کر اس کا پیغام پہنچایا، تو اس کے چہرے پر غصہ کے آثار نمودار ہوئے، سفیر جہاں دیدہ اور صاحب اللسان تھا، اس نے کہا کہ پیغام جو تھا میں نے پہنچا دیا ہے اب میں مناسب بلکہ لازم سمجھتا ہوں کہ آپ کو

Marfat.com

حالات سے آ گاہ کروں۔ اس وقت تک جس قدر راجاؤں نے ہمارے راجہ کا مقابلہ کیا ہے، شکست کھائی ہے تائید آسمانی اس کی طرفدار ہے، اور فتح ونصرت کی دیوی جنگ وجدل میں اس کی رکاب تھامے ہوئی ساتھ ساتھ چلتی ہے، اس کی پیشانی سے جلالت وابہت کا نور درخشاں و تاباں ہے، اس کا مقابلہ تقدیر کا مقابلہ ہے۔

سفیر نے مالوہ، اندر، پندر، اجودھیا، کاشی وغیرہ کے راجاؤں کے حالات بالتفصیل بیان کیے کہ کس طرح انہوں نے راجہ بھیم دیو کے مقابلے میں زک اٹھائی اور باجگذار ہو گئے، راجہ کرن نے وزراء سے مشورہ کیا، سب نے یہی رائے دی کہ راجہ بھیم دیو کی اطاعت میں کوئی ذلت نہیں، جب کہ تمام گردونواح کے راجے اس کے منقاد و مطیع ہو گئے ہیں، خدانخواستہ اگر دوسری صورت پیش آئے تو پھر سوائے معافی اور باجگذاری کے کوئی چارہ نہیں ہوگا۔ راجہ کرن نے پس وپیش کے حالات پر نگاہ کر کے بھیم دیو کی اطاعت قبول کی اور بہت کچھ تحائف وخزانہ نذر کیا اور امن واطمینان سے اپنی آبائی مسند پر حکمرانی کرتا رہا۔

اس فتح ونصرت کے بعد راجہ بھیم دیو اپنے دارالحکومت انہلواڑہ کو واپس ہوا، اس کی واپسی پر اہل شہر نے ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا اور متفقہ طور پر راجہ بھیم دیو کو اس مشکل مہم کے سر ہونے پر مبارکباد دی اور اس کے سر پر اشرفیاں اور جواہرات نثار کیے۔ راجہ نے اپنے امرا اور افواج کو انعامات سے مالا مال اور رعایا کا ایک سال کا محصول معاف کر دیا۔ اس فتح سے راجہ بھیم دیو کے نقارۂ شوکت کی آواز دور دور تک پہنچ گی، بھیم دیو مسلمان بادشاہوں سے بھی برسر پیکار رہا۔ اس کے معرکوں کی تفصیل بعض اسلامی تاریخوں میں درج ہے، بھیم دیو کے تین فرزند تھے۔ مولراج، کھیم راج، راجہ کرن (یہ راجہ ہمنام راجہ کرن مندرجہ عنوان بالا کے علاوہ ہے)۔

Marfat.com

راجہ بھیم دیو پر وہی آبائی مذہبی جنون طاری ہوا۔ وہ کہتا تھا کہ تخت مجھے کھاتا ہے اور تاج مجھے ڈراتا ہے۔ میں نے تمام عمر گناہوں میں صرف کی لوگوں پر ظلم کیا، اب مجھ پر ظاہر ہوا کہ دنیا ایک دام فریب ہے، کیسی سلطنت اور کیسا جاہ و اقبال، سب دھوکے کی ٹٹی ہے، لوگ اس کو بہت سمجھاتے تھے کہ اگر آپ نے سلطنت سے قطع تعلق کیا، تو ملک موروثی ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ وہ نصیحت کرنے والوں سے کہتا کہ کیسا ملک اور کیسی موروثیت، آخر وہ ایک دن پوشیدہ طور پر اپنے بیٹے کھیم راج کو جس پر وہ بہت مہربان تھا، ہمراہ لے کر کسی جگہ چلا گیا اور سلطنت کی جانکاہ مصیبت سے آزاد ہو گیا، اس کے چلے جانے کے بعد اس کا بیٹا کرن تخت نشین ہوا۔

راجہ کرن

گجرات کی تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ گجرات میں کوئی راجاؤں کی طاقت ہر زمانہ میں زبردست تھی، گجرات کا کوئی راجہ ہوتا۔ وہ اس خاندان سے ہمیشہ ڈرتا رہتا تھا۔ جہاں جہاں کولیوں کی حکومت تھی، اگرچہ وہ گجرات کے مہاراجاؤں کے ماتحت تھی، لیکن یہ ماتحتی برائے نام تھی، کسی قسم کا نذرانہ یا خراج کولی راجہ ادا نہیں کرتے تھے اور مہاراجہ گجرات ان کی ہر طرح سے مدارات کرتا تھا کیونکہ یہ خاندان نسلاً بعد نسل بہادر چلا آتا تھا۔ کولی نوجوان مہاراجاؤں کے لشکر کے جزو اعظم تھے۔

جب راجہ بھیم دیو کے تارک الدین ہونے کے بعد 1072ء میں اس کا بیٹا کرن تخت نشین ہوا تو اس کی کمزوری یا کسی اور سبب سے دہندوقہ اور اسادل وغیرہ کے کولی راجاؤں نے علم بغاوت بلند کیا اور اس کے ماتحت رہنے سے انکار کر دیا۔ راجہ کرن کے لئے یہ مصیبت کا وقت تھا۔ اس کی سلطنت کا ابھی آغاز تھا،

Marfat.com

وہ سلطنت کے کاروبار کا تجربہ نہیں رکھتا تھا۔ امرائے سلطنت بھی اس کا ساتھ دینے کے لئے تیار نہ تھے کیونکہ وہ کولی راجاؤں کے متعدد معرکے دیکھ چکے تھے۔ ان کو اندیشا تھا کہ کہیں مقابلہ کی صورت میں تمام سلطنت کی رعایا بغاوت نہ کر دے کیونکہ کولیوں کا اثر و اقتدار دور دور تک تھا۔ لیکن راجہ کرن کی ہمت بلند نے یہ پسند نہ کیا کہ ان کے آگے گردن جھکائے اور مغلوبانہ صلح کا پہلو اختیار کرے۔ کولی نوجوانوں کے جو دستے اس کی فوج میں تھے، راجہ نے ان سے کہا کہ اگر تمہیں اپنے راجاؤں کی پاسداری کرنی ہے تو عام اجازت ہے ان کے ساتھ جا کر شامل ہو جاؤ۔ میں مزاحمت نہیں کروں گا اور اگر سلطنت کی وفاداری اور نمک کا کچھ پاس ہے تو اس کی نسبت مجھ کو اطمینان دلاؤ۔ سب نے حلف و فاداری اٹھایا۔ راجہ کرن نے کہا کہ اگر تم اپنی وفاداری پر قائم ہو، جب تک کولی راجاؤں سے ہماری جنگ ہے اپنے ہتھیار اسلحہ خانہ میں داخل کر دو۔ پہلے تو انہوں نے انکار کیا کہ ہمارے حلف پر اعتماد کیا جائے لیکن راجہ نے کہا کہ اگر تم نے سچا حلف اٹھایا ہے تو پھر تمہیں ہتھیار رکھ دینے میں کیا عذر ہو سکتا ہے۔ یہ ایسی بات ہے کہ جس کا کولی نوجوانوں کے پاس کچھ جواب نہ تھا۔ سب نے ہتھیار ڈال دیئے جب اس طرف سے راجہ کرن کو اطمینان ہو گیا۔ تو دوسری قوموں کے دستے لے کر کولی راجاؤں کی ایسی سرکوبی کی کہ ان کے حوصلے ہمیشہ کے لئے پست ہو گئے یہ راجہ کرن ہی کی ہمت تھی کہ کولیوں کی آئے دن کی آتش بغاوت کو ایسا سرد کر دیا کہ وہ پھر کبھی کسی راجہ کے مقابلہ کا حوصلہ نہ کر سکے، البتہ یہ رعایت ان کے ساتھ ملحوظ رہی کہ گجرات کے گذشتہ مہاراجاؤں اور سلاطین نے جو جاگیریں کولیوں کو دی تھیں۔ جن کے عوض کولی روسا اور راجے جنگ کے وقت مہاراجوں اور سلاطین کو امداد دیتے رہے، سب کی سب بحال رکھیں۔ اس نے نہ صرف اپنی موروثی سلطنت کا انتظام کیا بلکہ اپنی حکومت کو تین طرفوں میں بہت کچھ ترقی دی۔

Marfat.com

چونکہ اس کا کوئی فرزند نہیں تھا۔ اس لئے وہ دل افسردہ رہتا تھا، لیکن اس کو اپنی رانی سے بہت محبت تھی، دوسرا عقد بھی نہیں کرنا چاہتا تھا، ہواخواہانِ سلطنت نے ہر چند اس کو دوسرے عقد کی ترغیب دی۔ مگر وہ ان کی اس تحریک کو بُرا سمجھتا تھا۔ نیز اس کا اعتقاد تھا کہ جو کچھ ہوتا ہے۔ ایک اعلیٰ طاقت کے حکم سے ہوتا ہے اس کی رانی مندروں پر ہمیشہ نذر چڑھاتی، مگر گوہر مقصود حاصل نہ ہوتا، خیر خواہانِ سلطنت نے مشورہ کر کے اب ایک عجیب چال چلی، ایک مصور سے جو اپنے فن میں لاثانی تھا۔ ایک فرضی تصویر راجکاری کی کھنچوائی اور مصور کو بادشاہ کے دربار میں بھیجا۔ جس نے عرض کی کہ مہاراج میں دور دراز ملک سے اس لئے آیا ہوں کہ آپ کی تصویر کھینچوں اور میرا کمال ان تصویروں سے ظاہر ہے۔ جو میں نے مختلف راجاؤں کی کھینچی ہیں۔ جب راجا نے ان تصویروں کو دیکھا تو ان میں ایک ماہ جبیں خورشید طلعت راجکاری کی تصویر بھی تھی، راجہ اس کو دیکھ کر از خود رفتہ ہو گیا اور مصور سے پوچھا کہ یہ کس کی تصویر ہے۔ اس نے مکاری سے اپنا چہرہ اس طرح بنایا کہ گویا اس تصویر کے دکھلانے میں خطرناک غلطی ہوئی، وہ خوف سے لرزہ براندام ہو گیا اور مصور نے عذر کیا کہ مہاراج آپ یہ دریافت نہ فرمائیں اور جلدی سے وہ تصویر دوسری تصویروں میں چھپادی، جس سے راجہ کرن کا اشتیاق اور زیادہ بڑھ گیا، جھنجلا کر مصور سے کہا کہ صحیح صحیح بتاؤ ورنہ تمہارے لئے اچھا نہ ہو گا۔ مصور نے کہا کہ مہاراجہ یہ میرے راجہ کشن جی والی دکن کی راجکماری منیل دیوی کی تصویر ہے اور غلطی سے تصویروں میں رہ گئی ہے۔ اس کا دکھلانا نامحرموں کو جائز نہیں ہے۔ اگر راجہ کو خبر ہو گئی، تو وہ مجھے قتل کر دے گا، راجہ کرن نے کہا کہ یہ امر کبھی کسی پر ظاہر نہ ہو گا، مصور راجہ کرن کی تصویر بنانے میں مصروف ہو گیا، لیکن راجہ منیل دیوی پر ایسا فریفتہ و دلدادہ ہو گیا تھا کہ مصور سے ہر روز منیل دیوی کے حالات دریافت کرتا تھا، تصنیف را مصنف نیکو کند بیان، مصور اس کے حسن و جمال

Marfat.com

اور اس کی قابلیت و لیاقت کی تعریف میں بہت مبالغہ کرتا۔ جس سے راجہ کا شوق روز بروز بڑھتا جاتا تھا۔

منیل دیوی حقیقت میں بڑی بدصورت تھی، کوئی راجہ اس کو قبول نہیں کرتا تھا، کرن کی عمر کا آفتاب بھی ڈھل چکا تھا، طرفین آسانی سے اس تقریب پر راضی ہو سکتے تھے، راجہ کرن نے اپنے وزراء سے کہا کہ آپ ہمیشہ دوسرے عقد کی مجھے ترغیب دیتے رہتے ہیں تا کہ کوئی ولی عہد پیدا ہو، اب میں نے غور کیا ہے تو آپ صاحبان راستی پر ہیں، مگر میں چاہتا ہوں کہ کسی شایستہ خاندان میں شادی کروں، میں نے سنا ہے کہ راجہ کشن جے کی بیٹی منیل دیوی ایک سمجھدار عورت ہے۔ اگر اس کا باپ راضی ہو تو میں اس کا شکر گزار ہوں گا، وزراء نے جن کا یہ منصوبہ تھا، راجہ کو جواب دیا کہ آپ جوانمردی اور خوبصورتی اور شوکت و حشمت میں شہرۂ آفاق ہیں، جس راجہ کے گھر آپ چاہیں ہم پیغام بھیج سکتے ہیں اور اس ملک کے راجے آپ کے ساتھ رشتہ کرنے کو فخر سمجھتے ہیں، چنانچہ وزراء کا وفد مہاراجہ کشن جی کے پاس روانہ ہوا، اس کی بابت تو پہلے ہی سے سمجھوتہ ہو چکا تھا، وزراء دونوں راجاؤں پر اپنا احسان رکھنا چاہتے تھے، راجہ کشن جے کے پاس سے واپس آ کر وزراء نے کہا کہ ہم کو اس امر میں کامیابی نہیں ہوئی، راجہ کشن جے نے انکار کر دیا ہے۔ ان کے اس مایوس کن پیغام سے راجہ کرن کے دل پر بجلی سی گری، وہ دیوانہ سا ہو گیا، اور کہنے لگا، ہائے میری بدقسمتی یہ مصیبت آپ لوگوں کی بدولت مجھ پر پڑی، آپ لوگ نہ ایسی تحریک کرتے، نہ میری یہ حالت ہوتی۔ اگر میں اس مقصد میں کامیاب نہ ہوا تو یا خودکشی کر لوں گا یا سلطنت چھوڑ کر کہیں چلا جاؤں گا، وزراء نے تسلی دی اور کہا کہ اگر راجہ کشن جے ہماری استدعا، قبول نہ کرے گا تو ہم اپنی جانیں قربان کر دیں گے، اور لڑ کر اس گوہر مقصود کو حاصل کریں گے، ہم پھر جاتے ہیں اور اس کو سمجھاتے ہیں جب واپس آئے تو راجہ کو مبارکباد دی، جا بجا جشن

Marfat.com

منعقد ہوئے لوگوں کو انعام و اکرام دیا گیا، غرض بڑی شان و شوکت سے بارات گئی، لاکھوں روپیہ کا جہیز اور وسیع جاگیر راجہ نے اپنی بیٹی کو دی جب منیل دیوی راجہ کرن کے محل میں پہنچی تو وہ بجائے خوبصورت ہونے کے نہایت بدصورت تھی، راجہ کو سخت صدمہ ہوا کہ اس کے ساتھ فریب کیا گیا ہے، اب مصور کہاں مل سکتا تھا۔ اپنا کام کر کے چلا گیا، مہینوں تک تو راجہ کرن نے منیل دیوی کی صورت نہیں دیکھی، جب منیل دیوی اور اس کی ماں اس صدمے سے جل جانے پر تیار ہو گئیں، تو راجہ کرن ڈر گیا کہ اگر ایسا ہوا تو جنگ عظیم کا اندیشہ ہے، کیونکہ راجہ کشن جے بھی بڑی طاقت رکھتا تھا، آخر راجہ کرن کو چارنا چار منیل دیوی سے تعلقات رکھنے پڑے، اور منیل دیوی کے صبر و تحمل کا نتیجہ یہ ہوا کہ خدا تعالیٰ نے اس کے دامن آرزو کو گوہر شب چراغ سے منور کیا یعنی ولی عہد سلطنت پیدا ہوا، جس کا نام سدھ راج جے سنگھ رکھا گیا، منیل دیوی کی اب اس گوہر شب چراغ کی روشنی میں قدر و منزلت بہت بڑھ گئی اور راجہ کرن جو اس سے پہلے نفرت کرتا تھا، اس کا فرمانبردار ہو گیا۔ اس نے اس کے شکریہ میں متعدد تالاب اور مندر تعمیر کئے جن میں سے کرن ساگر مشہور تالاب ہے جو پٹن کے جنوب میں واقع ہے۔

کرن صلاح اندیش مہاراجہ تھا، دوسرے راجاؤں پر اس نے بہت کم حملے کئے زیادہ اس کی توجہ مملکت کے انتظام کی طرف رہی، وہ رہزنوں اور موذیوں کا سخت دشمن تھا اور مظلوموں اور غریبوں کی دستگیری کرتا تھا، بھیل قوم بعض بعض علاقوں میں سرکش اور راہزن تھی، جو کسی پہاڑ میں چھپ کر چھاپے مارتی تھی، اس کے سرگردہ آسامل کو گرفتار کر کے راجہ نے وہاں پہنچایا، جہاں سے وہ پھر واپس نہ آسکا۔

سیواس (علاقہ کا نام ہے) کہ لوگ سرکش اور راہزن تھے، روزمرہ ان کی رہزنی سے لوگ تنگ تھے، ان پر فوج بھیج کر ہمیشہ کے لئے رعایا کو ان کے ظلم

Marfat.com

سے نجات دی۔

اس راجہ کی نسبت کئی قصے تاریخوں میں درج ہیں، مگر ہم ان میں اساطیری رنگ پاتے ہیں ، اس لئے ان کا ذکر فضول ہے، ہم نے وہی مختصر روایات لکھی ہیں، جو کئی تاریخوں میں بالاتفاق درج ہیں اور قرین عقل اور روزمرہ کے دنیاوی واقعات کے مطابق ہیں، راجہ کرن کے اخیر عمر کے واقعات صحیح طور پر معلوم نہیں کہ اس کا کیا حشر ہوا، بعض کہتے ہیں کہ سلطنت چھوڑ کر سادھو ہو گیا تھا، بعض کہتے ہیں کہ کسی جنگ میں مارا گیا۔ البتہ سدھ راج جے سنگھ کی نسبت مورخین متفق ہیں کہ وہ 1094ء میں تخت نشین ہوا۔ پس یہی تاریخ راجہ کرن کی وفات یا سلطنت سے دست برداری کی فرض کی جا سکتی ہے۔ گجرات کی تاریخوں سے ثابت ہوتا ہے کہ راجہ کرن نے 22 سال سلطنت کی آئین اکبری میں 31 سال درج ہے۔

راجہ سدھ راج المعروف بہ جے سنگھ

1094ء میں رونق بخش تخت ہوا یہ کم سن ناتجربہ کار تھا، اس کی ماں منیل دیوی چونکہ اوھیراج راجہ کی بیٹی تھی۔ اس لئے ملکی معاملات میں مردوں سے زیادہ مہارت رکھتی تھی۔ اپنے کمسن لڑکے کو ملکی امور میں امداد دیتی اور اس کو خطرناک تجاویز سے باز رکھتی تھی، ماں بیٹے کی مشترکہ کونسل تھی جس سے ملک کی آبادی میں بہت وسعت ہوئی۔ جب یہ سومنات کی جاترا کو گئی، تو اس کو معلوم ہوا کہ جاتریوں سے محصول لیا جاتا ہے، جو محصول مقرر ادا نہ کرے اس کو پروانۂ راہداری نہیں ملتا۔ جب یہ سومنات کی زیارت سے مشرف ہوئی ، تو زیارت گاہ کے زائرین سے محصول لینا موقوف کر دیا اور اپنے بیٹے سے کہا کہ مذہبی امور میں محصول لینا کسی مذہب وملت میں جائز نہیں ہے، چنانچہ راجہ جے سنگھ نے اپنی ماں کے ساتھ اتفاق کر کے معافی کا اعلان ہر راستہ کی منزلوں اور مندروں پر چسپاں کرادیا، چونکہ اس

Marfat.com

کی ماں ایک مذہبی دیوی تھی اس نے مذہبی معابد کے اوقاف کی توسیع کی اور سیکڑوں تالاب اور شوالے (مندر) تعمیر کرائے اور کئی مدرسے جاری کئے اور طلباء کے لئے عام اجازت تھی کہ جو علم پڑھنا چاہیں پڑھیں، ان کو روزینہ اس شوالے سے ملے گا، جس کے متعلق تعمیر کرنے کا ارادہ کیا۔ ایک بڑھیا کا مکان جو مختصر تھا، درمیان میں پڑتا تھا اس کے شامل ہونے سے خاصی جگہ تالاب اور محل کے لئے نکلتی تھی، مگر وہ بڑھیا مکان دینے سے انکار کرتی تھی کہ یہ میرے باپ دادا کا مکان ہے جس سے میری طبیعت مانوس ہے، میرا کوئی فرزند نہیں ہے میں روپیہ کو کیا کروں گا۔

ع زبہر نہادن چہ سنگ و چہ زر

میں اپنی چند روزہ زندگی میں یہ نہیں چاہتی کہ جہاں میرے بزرگوں نے دم توڑا اس کو بیچ کر ان کی روح کو صدمہ پہنچاؤں۔

(مولف) ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد روح چند دن تک اپنے مکان میں آتی ہے، اس بنا پر بوڑھیا نے انکار کیا۔ کیونکہ وہ ڈرتی تھی کہ اس کے بزرگوں کی روحیں کہیں اس کو تکلیف نہ دیں یا وہ دوسری جون میں کسی سزا میں گرفتار نہ ہو۔ منیل دیوی نے بڑھیا کی دل آزاری نہیں کی تالاب و محل کو ایسا ہی بدنما رہنے دیا۔

(مؤلف) ایسی روایتیں بہت سے بادشاہوں کے تذکرے میں آتی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایسے قصوں سے تاریخوں کو دلچسپ بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

یہ راجہ جستو درما والی مالوہ سے برسوں لڑتا رہا۔ آخر اس پر ظفر یاب ہوا اور اس کو پابجولان اور دست برنجیر اپنی راجدھانی میں لے آیا، اس راجہ نے قدیم دارالسلطنت بہروالہ کو چھوڑ کر سدھپور پٹن کو اپنا دارالسلطنت بنایا اور اس نے وقتاً فوقتاً اپنی سلطنت کو چاروں طرف بڑھایا۔

جنوب میں سورٹھ اور کچھ کے راجاؤں کی گردن پر اطاعت کا جوا رکھا اور

Marfat.com

شمال میں اچلیسر ا اور چندراہتی کے پرمار راجاؤں کا سر اپنے آستان عظمت نشان پر جھکایا۔ کوہ آبو کی دوسری طرف بھی اس کی شوکت وجلال کا نقارہ بجتا تھا، کھولا پور کے راجے اگرچہ آزاد تھے، مگر اس کے خوف سے کانپتے تھے، اس نے بڑے بڑے شاہی محلات اور قلعے تعمیر کئے، عمارات عامہ کے لئے اس کا خزانہ وقف تھا، یہ بہت مستقل اولوالعزم عالی ہمت، سخی، بہادر اور مذہبی خیال کا راجہ تھا، مذہبی پیشواؤں اور ہنرمندوں اور وویادانوں کی قدر کرتا تھا۔

کمار پال

علامہ ابوالفضل آئین اکبری میں کمار پال کی نسبت یہ الفاظ لکھتے ہیں (ملاحظہ ہو جلد دوم صفحہ 126)۔

کمار پال سولنگی از بیم جان۔ آوادی راہ تجرو برگرفت چند انکہ جے سنگھ راپیمانۂ زندگی پُر گشت دریں ہنگام از صحرائے ناکامی در رسید، وجانشین شد، وبسیارے ملک برگرفت، اجیپال از بدسرشتی ولی نعمت خود راز ہر داد وبرائے دنیائے ناپائدار جاوید نضریں اندوخت۔

ترجمہ: کمار پال سولنگی جان کے خوف سے کسی جگہ جا کر گوشہ نشین ہو گیا، جب جے سنگھ کی زندگی کا پیمانہ لبریز ہو گیا تو اس وقت نامرادی کے جنگل سے دارالحکومت میں پہنچ کر تخت نشین ہوا۔ بہت سے ملک فتح کئے، اجیپال نے بدطینتی سے اپنے دلی نعمت کو زہر دیا اور دنیائے ناپائدار کے لئے دائمی لعنت کا مورد ہوا۔

ابوالفضل کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب سدھ راج المعروف بہ جے سنگھ تخت نشین ہوا تو اس وقت کمار پال جان کے خوف سے جنگلوں میں مارا مارا پھرتا تھا اور جے سنگھ کے مرنے پر وزرائے دولت نے لا کر تخت موروثی پر اس کو بٹھایا۔

گجرات کی تاریخوں میں بھی ایسا ہی لکھا ہے کہ سدھ راج کا کوئی فرزند

Marfat.com

نہیں تھا اس لئے اس کے مرنے کے بعد کمار پال جو سدھراج کے چچا کھیم راج کا پوتا تھا، مسند نشین کیا گیا، کمار پال کی سرحد پر راجہ آن جو ناگور کا راجہ تھا، دفعتہً حملہ آور ہوا کمار پال نے اس کی مدافعت کے لئے فوج روانہ کی کئی دن تک جنگِ شدید ہوتی رہی ۔ راجہ ناگور کی بہت سپاہ تباہ ہوئی اور وہ تاب مقاومت نہ لا کر اپنے ملک کو واپس چلا گیا اور اپنی لڑکی دے کر کمار پال سے مصالحت کر لی ، مالوہ کا راجہ ہمیشہ اس خاندان سے عداوت رکھتا تھا، کمار پال نے اس پر فوج کشی کی اور اس کا قلعہ روئیں فتح کر لیا اور بہت سا خزانہ و جواہر لے کر دارالسلطنت میں واپس آیا۔

اس کے بعد ملک کوکن کی تسخیر کے لئے جو سرسبزی اور زرخیزی میں شہر آفاق تھا، لشکر جمع کر کے اپنے سپہ سالار امر بھٹ کی سرکردگی میں روانہ کیا، مگر بہت نقصان کے بعد امر بھٹ بے نیل مرام واپس آیا، راجہ اس کی بزدلی پر سخت ناراض ہوا۔

دوسری دفعہ کوکن پر حملہ کرنے میں زیادہ اہتمام کیا اور خود گیا ، اس جنگ میں دونوں طرف سے ہزاروں سپاہی کام آئے ، آخر قلعہ فتح ہوا اور راجہ کوکن نے معافی چاہی ، مگر کمار پال کی طبیعت رحم و ترحم سے خالی تھی ۔ وہ کینہ توز خونخوار اور ضدی طبیعت کا راجہ تھا ، راجہ کوکن کو گرفتار کر کے تلوار سے اس کا گلا خود کاٹ کر اپنا دل ٹھنڈا کیا اور یوں اپنے جوش انتقام کی آگ بجھائی ، اس کے خزائن اور توشہ خانون کو اس طرح لوٹا کہ ایک پائی اور کپڑے تک نہ چھوڑا ، کمار پال جین مت کا معتقد تھا ، مگر دوسرے مذاہب کی بھی عزت و احترام کرتا تھا اور ان کے مذہبی معابد اور پیشواؤں کے لئے بہت فراخ حوصلگی سے جاگریں مقرر کی تھیں اور ان پر دل کھول کر روپیہ صرف کرتا تھا ، عمارات عامہ تالاب اور شوالے بہت تعمیر کرائے ، وہ رعایا کے ساتھ استمالت وہ الطاف و کرم سے پیش آتا تھا۔

اس کا کوئی بیٹا نہ تھا اپنے برادر زادہ اجیپال کو ولی عہد مقرر کیا ، کمار پال

Marfat.com

نے 1143ء میں تخت پر قدم رکھا اور 1174ء میں راہی ملک عدم ہوا۔ اس حساب سے اس کا زمانہ فرمانروائی 31 سال ہوتا ہے۔ مگر علامہ ابوالفضل نے 23 سال لکھا ہے۔

راجہ اجے پال

راجہ کمار پال کے کوئی فرزند نہیں تھا۔ اس نے ہمشیرہ زادہ کو آغوشِ محبت میں پالا، اور ہر علم وفن کی تعلیم دی اور اپنا سپہ سالار مقرر کر کے ولی عہد بنایا، راجہ اس پر پورا اعتماد رکھتا تھا، لیکن راجہ اجے پال نے جب قوت پکڑی اور سلطنت کے عمائد میں اس کا اثر بڑھ گیا تو اس نے اپنے محسن ولی نعمت ماموں کمار پال کو زہر دلوا کر اس کا کام تمام کیا اور چند روزہ حکومت کے لئے موردلعنت بنا۔ 1174ء میں اس نے عنانِ سلطنت اپنے ہاتھ میں لی۔

یہ شیو مذہب کا مقلد تھا اور مذہبی جوش میں اصول سلطنت اور آزادی مذاہب کو بھول گیا تھا، وہ چاہتا تھا کہ اس کی تمام رعایا اس کے مذہب میں داخل ہو جائے، وہ جین مت اور بدھ مذہب کے لوگوں کو بنظر حقارت دیکھتا تھا۔ اس نے سوائے اپنے مذہبی معابد کے دوسرے مندروں اور شوالوں کے اوقاف واپس لے لئے، اس کا خیال تھا کہ شیو مذہب کے سوا تمام مذاہب باطل ہیں اور راجہ کا فرض اولین ہے کہ وہ اپنے رعایا کے عقائد کی اصلاح کرے اور ان کو راہ راست پر لائے وہ کھلم کھلا کہتا تھا کہ رعایا کی دنیوی آسودگی اور اس کے اسباب عارضی اور فانی ہیں، جب رعایا کے عقائد درست نہ ہوں تو اس کا جواب دہ راجہ ہوتا ہے۔

ان خیالات کی وجہ سے دوسرے مذاہب کے پیشوا اور مقلدین اس کے سخت مخالف ہو گئے اور اس مذہبی جھگڑے کا یہ نتیجہ ہوا کہ چند مذہبی دیوانے ایک رات جان پر کھیل کر قلعہ کی بالائی منزل پر چڑھ گئے اور جس مکان میں راجہ خوابِ استراحت میں تھا، باوجود پاسبانوں کی حفاظت کے اس کے اندر گھس گئے اور اس کے پیٹ

Marfat.com

میں زور سے خنجر مارا کہ دل و جگر کو چیرتا ہوا دوسرے پہلو تک پہنچ گیا۔ راجہ کا کام تمام کر دیا، اس کی بادشاہت تین سال سے زیادہ نہ رہی۔ 1174ء میں تخت پر بیٹھا تھا اور 1177ء میں مارا گیا۔

لکھمول یا مولراج ثانی

گجرات کی ہندی تاریخوں میں مولراج ثانی اور آئین اکبری میں لکھمول لکھا ہے۔

مرات احمدی و مرات سکندری نے ابو الفضل کا اتباع کیا ہے، لیکن دوسری تاریخوں سے ثابت ہے کہ ایک ہی راجہ کے یہ دو نام ہیں، پہلا لکھمول اور دوسرا مولراج۔

اجے پال کے مرنے پر لکھمول اصغر سنی میں تخت نشین ہوا۔ کاروبار سلطنت اس کی ماں نائکا دیوی انجام دیتی تھی۔ اس نے صرف دو سال سلطنت کی 1177ء میں مند نشین اور 1179ء میں مر گیا اس کے عہد کا کوئی مشہور واقعہ صفحۂ تاریخ پر نہیں آیا۔

بھیم دیو ثانی

اس کا ذکر آئینِ اکبری میں نہیں ہے، ہندی تاریخوں اور مرأتِ محمدی میں یہ نام پایا جاتا ہے، یہ راجہ ناعاقبت اندیش اور سادہ لوح تھا، جسے سنگھ پر مار فرمانروائے علاقہ آبو نے اس کی لڑکی کے لئے جو راجہ پرتھی راج سے منسوب تھی درخواست کی مگر اس نے انکار کر دیا اور لڑکی کو اجمیر بھیج دیا۔ اس نے اجمیر پر فوج کشی کی اور پرتھی راج کے باپ راجہ سوَلے میسر کو قتل کیا۔ پرتھی راج نے جب یہ واقعہ سنا تو 65 ہزار فوج لے کر گجرات پر حملہ آور ہوا اور اس کو شکست دے کر اس

لے بعض تاریخوں میں راجہ مہیشر لکھا ہے، تلفظ کا فرق ہے۔

Marfat.com

کے دارالسلطنت کو لوٹ لیا، 1195ء میں قطب الدین ایبک نے بھیم دیو ثانی پر حملہ کیا جس کی تفصیل اسلامی تاریخوں میں درج ہے۔

1224ء میں اس کی کمزوری کی وجہ سے تمام ماتحت راجاؤں نے متفقہ بغاوت کر دی اور جے سنگھ سولنگی نے اس پر حملہ کر کے گجرات کو فتح کر لیا، مگر 1228ء میں پھر اس نے اپنے منتشر لشکر کو جمع کر کے اپنے ملک کو واپس لیا، بھیم دیو ثانی کی سلطنت کا زمانہ 1179ء سے 1242ء تک رہا۔

ابو الفضل لکھتا ہے۔ لکھمول راپسرے نبود شایستہ از گروہ باگیلہ گزیدند۔ ملاحظہ ہو صفحہ 126 جلد دویم۔

ترجمہ: لکھمول کا کوئی لڑکا نہیں تھا، اس نے گھیلہ خاندان سے لائق ترین نوجوان کو ولی عہد مقرر کیا اور سلطنت گجرات خاندان سولنگی سے خاندانِ گھیلہ میں منتقل ہو گئی۔ ابو الفضل لکھمول کے بعد گھیلہ خاندان کا ذکر کرتا ہے اور بھیم دیو ثانی کا ذکر چھوڑ دیتا ہے۔ یہ بہت بڑا اختلاف ہے۔

Marfat.com

فصل دوم:

گھیلہ خاندان کے گوجر راجہ جو گجرات پر حکمران تھے

راجہ ہردمول

گجرات کی تاریخوں میں اس خاندان کا حال اس طرح لکھا ہے کہ بھیم دیوثانی کے زمانہ میں، خاندان گھیلہ بہت کچھ طاقت پکڑ گیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خاندان سولنگی اور خاندان گھیلہ باہم متعاون یا حلیف یا قریبی رشتہ دار تھے، اور بقول ابوالفضل اسی وجہ سے سولنگی کی سلطنت گھیلہ خاندان میں منتقل ہوئی، جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، ارنوراج گھیلہ جو اس وقت ایک مقامی امیر تھا، بھیم دیوسولنگی کو بہت امداد دیتا رہا، اور اس رابطہ و اتحاد کی وجہ سے بعض کہتے ہیں کہ گھیلہ خاندان بھی سولنگی کی نسل سے ہے، یا ان کے بھائی بند ہیں، کمار پال سولنگی نے اپنے چچا زاد بھائی ارن راج سولنگی کو ایک گاؤں بگھیل بطور جاگیر مرحمت کیا تھا، اس لئے اس خاندان کا نام بگھیلہ ہو گیا اور پھر بگھیلہ سے گھیلہ ہو گیا۔

ارن راج کا بیٹا لون پرساد جو عقل و دانش کا پتلا تھا، بھیم دیو کا وزیر اعظم ہو گیا اور پھر وزارت سے ترقی پا کر دھولقہ اور دھندوقہ کا گورنر ہوا اور رفتہ رفتہ مستقل راجہ ہو کر اپنا صدر مقام دھولقہ قرار دیا۔

لون پرساد کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا ہردمول تخت نشین ہوا، مرأت محمدی میں اس کا نام بیر[1] دھول لکھا ہے۔

ہمارے خیال میں یہ غلط ہے، ہردمول صحیح ہے، کیونکہ جو نسخہ آئینِ اکبری کا ہمارے سامنے ہے متعدد فضلا نے جانفشانی کر کے اس کے الفاظ کی صحت کی

---

[1] البتہ بعض نسخوں میں بردمول اور بعض میں رومول لکھا ہے۔ صحیح نسخہ میں ہردمول ہے جس کو ہم نے اختیار کیا ہے۔

Marfat.com

ہے، اس میں ہر دمول ہے، ہر دمول نے تخت پر بیٹھتے ہی گودھرہ اور کمنمبائت فتح کر کے اپنی مملکت میں شامل کر لیا اور سلطنت کے ایسے اچھے قواعد وضوابط مرتب کئے کہ دوسرے ممالک کے راجاؤں نے اس کی تقلید کی، یہ بلند ہمت اور فنون حرب سے خوب واقف تھا، مذہبی اوقاف کی توسیع کی، ہر دمول کے دو فرزند بیرم دیو اور بسلیر یو تھے، بیرم دیو سے باپ ناراض تھا، وہ نکالا گیا اور اس کو رہنے کے لئے صرف ایک گاؤں دیا گیا، جو اس کے نام پر بیرم نگر یا بیرم پور مشہور تھا۔ گھیلہ خاندان کا یہ پہلا راجہ تصور کیا جاتا ہے، جس نے اپنی طاقت کو بہت بڑھایا اور وہ ایک مشہور راجہ ہو گیا، 1240ء میں ہر دمول کا انتقال ہوا، اس نے بروایت علامہ ابوالفضل 12 سال 5 ماہ سلطنت کی۔

بیسلدیو

ہر دمول کی وفات پر بیسل دیو[1] 1244ء میں تخت نشین ہوا۔ علامہ ابوالفضل نے اس راجہ کا نام بالدیو لکھا ہے، جو بیسلدیو سے ملتا جلتا ہے، بیسلدیو نے راجہ ترپھون پال سولنگی جو نہروالہ پر حکمران تھا، حملہ کیا اور شکست دی اور نہروالہ کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔

ہندی تاریخوں میں سلطنت گھیلہ کا پہلا راجہ بیسل دیو قرار دیا گیا ہے، جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس کے زمانہ میں قوم گھیلہ کی شان وشوکت بڑھ گئی تھی، فارسی تاریخوں میں ہندو تاریخوں کی تقلید کی گئی ہے اور اس سے پہلے راجاؤں کو امرا کی فہرست میں درج کیا گیا ہے۔

مگر آئین اکبری اور مرأت احمدی کے مصنف گھیلہ خاندان کی حکمرانی کا سلسلہ ہر دمول سے شروع کرتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ خاندان گھیلہ ہر دمول سے شروع ہوتا ہے اور علامہ ابوالفضل کی تحقیقات اس بارہ میں صحیح ہے۔

---

[1] دو سال درمیانی وقفے کا ذکر نہیں ملا۔ خیال یہ ہے کہ ہر دومول نے 1244ء میں انتقال کیا ہوگا۔

Marfat.com

بیسل دیو نے اپنے قدیم الخدمت تجربہ کار وزیر کو جس نے اس کو تخت پر بٹھایا تھا، معزول کر دیا اور ایک برہمن ناگڑ نامی کو قلمدان وزارت تفویض کیا، اس نے کئی عظیم الشان قلعے اور تالاب اور مندر تعمیر کرائے۔

کرناٹک کے راجہ کی بیٹی کو اپنے محلات کی شمع شبستان بنایا۔

بھیم دیو ثالث

بیسل دیو کے مرنے کے بعد اس کا برادر زادہ بھیم دیو تخت نشین ہوا۔ اس نے اپنی سلطنت کو بہت وسیع کیا۔ مذہبی اوقاف و معابد بڑھائے، بھیم دیو نے بقول علامہ ابو الفضل 42 سال حکومت کی، اس کا ذکر بعض تاریخوں میں نہیں ہے، جن اسلامی تاریخوں نے اس کا ذکر کیا ہے، ہمارے خیال میں آئین اکبری کی تقلید کی ہے، علامہ ابو الفضل جیسے محقق مؤرخ کی روایت درباره حکومت بھیم دیو غلط نہیں کہی جا سکتی۔ جو بہر حال کسی ہندو تاریخ پر مبنی ہو گی کیونکہ اس زمانہ میں بڑے بڑے فاضل ہندو مورخ دربار اکبری میں موجود تھے۔ لیکن اگر سلسلہ حنین کا ذکر کیا جائے تو بھیم دیو گھیلہ کو سلطنت کے لئے جگہ نہیں مل سکتی۔ معلوم ہوتا ہے کہ جب اس نے 42 سال سلطنت کی ہے تو وہ کسی دوسرے علاقہ پر حکمران تھا کیونکہ بیسلدیو کے جلوس کی تاریخ 1244ء ہے۔ اس نے 18 سال حکومت کی اور ارجن دیو 1262ء میں تخت نشین ہوا تو بھیم دیو کے زمانہ حکومت کے لئے گنجائش نہیں مل سکتی، بہر حال یہ ایک بڑا اختلاف ہے۔

ارجن دیو

بیسل دیو کا بیٹا تھا، سومنات کا ایک کتبہ مورخہ 1262ء ارجن دیو کی حکمرانی اور توسیع سلطنت کا ثبوت دیتا ہے اور اس سے اس کی شوکت وابہت کا اظہار ہوتا ہے۔ اس کے عہد میں کئی مسلمان بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے، جن

Marfat.com

میں سے ہُرمز اور خواجہ ابراہیم زیادہ مشہور ہیں، ہرمز کی ایک مسجد بمقام ملاول پٹن مشہور ہے، یہ راجہ معدلت گستر رعایا پرورا ور رحم دل تھا اور اپنے عہدہ داروں کی خدمت کا توقع سے زیادہ صلہ دیتا تھا اور ان پر اعتماد رکھتا تھا، یہی وجہ تھی کہ کئی مسلمان اس کے عہد حکومت میں اپنی قابلیت اور دیانتداری کی وجہ سے بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہوئے۔ ارجن دیو 1262ء میں تخت نشین ہوا اور 1275ء میں 13 سال حکومت کر کے راہی ملک عدم ہوا۔

ابوالفضل نے ارجن دیو کی حکومت کا زمانہ 10 سال لکھا ہے۔

سارنگ دیو

ارجن دیو کے بعد اس کا بیٹا سارنگ دیو 1275ء میں تخت نشین ہوا۔ ایک کتبہ مورخہ 1394ء سے معلوم ہوتا ہے کہ راجہ بیسل دیو حاکم چندراوتی اس راجہ کا باجگذار اور ماتحت تھا، اس سے زیادہ اس کے حالات معلوم نہیں ہوئے، سارنگ دیو نے 1275ء سے 1296ء تک 21 سال حکومت کی۔

راجہ کرن گھیلہ

راجہ کرن سارنگ دیو کے بعد 1296ء میں تخت نشین ہوا۔ اس کے دو وزیر مادھو اور کیشو تھے اور یہ قوم کے ناگر برہمن تھے، راجہ کرن کے یہ دونوں مخالف ہو گئے، راجہ نے دونوں کو موقوف کر دیا، بیان کیا جاتا ہے کہ ان میں سے ایک نے سلطان علاؤ الدین کے پاس پناہ لی اور اس نے راجہ کرن کی کمزوریوں کو ظاہر کر کے علاؤالدین کو گجرات کے فتح کرنے پر آمادہ کیا، جس کا مکمل ذکر دوسری تاریخوں میں بضمن حالات سلطان علاء الدین پایا جاتا ہے۔ کرن نے چھ سال دس مہینے اور پندرہ روز حکومت کی۔

Marfat.com

باب ہشتم:

واتاپی اور کلیانی کے سولنگی یا چلکیا گوجر راجاؤں کا تذکرہ

فصل اول:

یہ نام تاریخوں میں مختلف صورت میں بیان ہوا ہے سولنگی، چلکی، چلکیا، چلوک، چولکیا۔

چلکیا خاندان اگنی کل ہے، یہ قوم گوجر کا سرتاج ہے، اس خاندان کی شوکت وعظمت سے دکن مہاراشٹر کا نام گجرات ہوا، ہندوستان کے تمام راجاؤں میں ان کی طاقت اور وسعت سلطنت ضرب المثل تھی۔

چھٹی صدی عیسوی کے وسط میں ان کا ستارۂ اقبال دکن کی سرزمین سے طلوع ہوا اور اس کا نور دور دور تک پہنچا۔

چلکی جماعت نے پہلے پہل ہندوستان کے درآدڑ باشندوں کو جو ایرین مذہب کے پیرو تھے، مغلوب کیا۔

مسٹر اے سمتھ نے اپنی تاریخ قدیم ہند کے باب پانزدہم میں چلکی خاندان کے حسب ونسب کا ذکر کیا ہے۔ اس خاندان کے شجرہائے نسب کا سلسلہ جو اجودھیا کے خاندان سے ملایا گیا ہے، تاریخی حیثیت سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، کیونکہ اس کے مقابلہ میں روز روشن کی طرح یہ آشکارا ہے کہ چلکی یا سولنگی، چاپ کی ایک شاخ ہے اور چاپ بلاشک وشبہ گوجر ہیں، پس چلکی گوجر ہوئے، مسٹر جے کن نے کئی دلائل سے چلکیا کو گوجر ثابت کیا ہے، دیکھو بمبئی گزیٹر 1896ء جلد اول حصہ اول صفحہ 127, 138, 463, 467۔

یہ خاندان راجپوتانے سے دکن میں آیا، ان کے بادشاہوں کا تذکرہ ذیل میں مختصراً کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

پل کیس اول

سب سے پہلے اس خاندان کے ایک سردار پل کیس اول نے ضلع بیجاپور واتاپی میں جس کا اب نام بادامی ہے۔ 550ء میں حاکمانہ قدم جائے اور پھر اپنی سلطنت کو بہت وسیع کیا اور جشن آشومیدہ منعقد کیا، جشن اشومیدہ وہ مہاراجہ کیا کرتا تھا، جو اپنے ہم عصروں میں برتر و اعلیٰ ہونے کا دعویدار ہوتا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی سلطنت وسیع تھی اور وہ دوسرے راجاؤں کے اقتدار کو دھمکی دے رہا تھا۔

کرتی ورمن اور منگ لیس

پل کین کے بعد اس کے دو بیٹوں کرتی ورمن ومنگ لیس نے متحدہ جانبازی و شمشیر کشی سے شمالاً و جنوباً اور شرقاً و غرباً موروثی سلطنت کو بہت وسیع کیا اور کئی قومیں ان کی شوکت وسطوت سے ڈر کر بلا مقابلہ ان کی باجگذار ہو گئیں، کونکن یعنی ساحل سمندر کا وہ علاقہ جو مغربی گھاٹ اور سمندر کے مابین ہے، ان کے زیر نگین ہو گیا، قوم موری، جو قدیم موریا خاندان سے تھی اور بڑی طاقت رکھتی تھی، ان راجاؤں کی فرمانبردار ونقاد ہو گئی۔

پل کیسن دوم

منگ لیس کی رحلت کے بعد اس کے فرزند اور کرتی ورمن کے ولی عہد یعنی دو چچازاد بھائیوں میں سلطنت کی نسبت تنازع پیدا ہوا۔ تلوار نے کرتی ورمن کے ولی عہد کے حق میں فیصلہ کیا جو پل کیس دوم کے لقب سے 608ء میں سریر آرائے جہانبانی ہوا۔ اس نے اپنا صدر مقام واتاپی تجویز کیا۔ 20 برس تک اس بہادر جنگجو راجہ نے قرب وجوار کے راجاؤں کو اپنے اسلحہ کا تختہ مشق بنائے رکھا اور امن سے نہ رہنے دیا کسی نہ کسی بہانے سے ان پر حملہ کر دیتا تھا، چنانچہ ان متواتر

Marfat.com

فاتحانہ حملوں سے مغرب وشمال کی جانب گجرات، راجپوتانہ، مالوہ اور کونکن کے راجاؤں کا سر اس کے آستانہ پر جھک گیا اور یہ سب کے سب اس کے باجگدار و مطیع ہو گئے۔ 609ء میں اس نے دریائے کرشناد گوداوری کے دوآبہ کو فتح کر کے ونگی کے روئیں حصار پر علم فتح بلند کیا اور اس علاقہ پر اپنے بھائی، کبج وشنودر دھن کو پشت پور میں جو آج کل تپہا پورم کے نام سے، ضلع گوداوری میں واقع ہے۔ اپنا نائب مقرر کیا، 615ء میں شہزادہ وشنودر دھن خودمختار ہوگیا، اس کا خاندان 1070ء تک حکمران رہا۔ یہ خاندان مشرقی چولکیا کے نام سے معروف ہے۔ 630ء میں راجہ پل کیسن دویم، نربدا کے جنوب کے جزیرہ نما میں اس قدر طاقتور تھا کہ پانڈیا، چول، گریل، پلوا کے مقتدر راجے اس سے خائف ولرزاں رہتے تھے۔

راجہ ہرش کے دماغ میں 620ء میں یہ خیال سمایا کہ وہ تمام راجاؤں کو اپنا باجگذار بنائے، دوسری طرف بالمقابل راجہ پل کیسن کا جو راجہ ہرش کا سخت مخالف تھا، یہ خیال تھا کہ اگر راجہ ہرش مسخر ہوگیا، تو دوسرے راجاؤں پر اس فتح کا ایسا اثر پڑے گا کہ وہ خود بخود آستاں دولت پر جبہ سائی کریں گے، راجہ ہرش نے پوری طاقت اور سازوسامان سے چیدہ فوج لے کر راجہ پل کیسن پر حملہ کیا، مگر اس کی شجاعت واولوالعزمی کے سامنے راجہ ہرش کے تمام منصوبے خاک میں مل گئے، اور اس نصرت سے راجہ پل کیسن کی شہرت تمام ہندوستان میں ہوگئی، نتیجہ اس جنگ کا یہ ہوا کہ دونوں سلطنتوں کی حد فاصل دریائے نربدا قرار پائی جب یہ خبر دوسری سلطنتوں کو ہوئی، تو اس کا یہ اثر ہوا کہ ایران کے شہنشاہ خسرو دوم اور راجہ پل کیس کے مابن سفارتوں کا تبادلہ عمل میں آیا یعنی 626ء میں پل کیسن دوم نے ایک سفارت شہنشاہ ایران کی خدمت میں اور شہنشاہ ایران نے راجہ پل کیسن کے دربار میں بھیجی، راجہ پل کیسن نے اس فخر کے اظہار میں اجنٹا غار کے دروازے پر جو عجائبات دنیا میں سے ہے۔ شہنشاہِ ایران کے سفیر کی تصویر کھچوائی، جس میں یہ

Marfat.com

منظر دکھلایا گیا کہ سفیر ایران ہندی راجہ کے دربار میں شہنشاہِ ایران کا نامہ مؤدت پیش کر رہا ہے اور شاہ ایران کی عقیدت مندی و اخلاص کی معنوی کیفیت کو نقوش مصورہ اس طرح ظاہر کر رہے ہیں، جس طرح کوئی معروف لفظ اپنے مشہور معنی کو ظاہر کرتا ہے۔

ہیون سانگ 941ء میں راجہ پل کیسن دوم کے دربار میں جب اس کا دارالخلافہ داتا پی سے ناسک میں منتقل ہو گیا تھا، آیا اور حاضر دربار ہو کر مورد الطاف شاہی ہوا، ہیون سانگ جاتری اس راجہ کے انتظام سلطنت اور فوجی نظام اور قواعد وضوابط سیاسی اور اس کے عہد کے فنون لطیفہ کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان ہے۔

''ہرکمالے رِاز والے'' 642ء میں اس راجہ کا خورشید اقبال و اجلال، نصف، النہار پر پہنچ کر زوال پذیر ہونے لگا، اس طویل جنگ نے جو راجہ پل کیسن دوم اور پلوا خاندان کے درمیان برسوں جاری رہی، پل کیسن کو کمزور کر دیا اور ایسا کمزور کر دیا کہ پلوا کے راجہ سمہور من کا لشکر بلند ترین روئیں حصار قلعوں پر تلواروں کے زینے بنا کر چڑھ گیا، فاتح غنیم نے نہ صرف اس کی دارالسلطنت کو تباہ و برباد کیا، بلکہ اس کا سرکاٹ کر ایک بلند مقام پر رکھ کر اس کی رعایا اور لشکر اور سپاہ سالاروں کو دکھلایا، اس کے بعد تیرہ سال تک چلکی خاندان کا درخشندہ ستارۂ اقبال مدہم رہا اور پلوا کا فتح مند راجہ تمام جنوبی ہند پر حکمران ہو گیا، یہ قدرت قاہرہ کا یک کرشمہ تھا کہ کمزور خاندان نے ایک زبردست شہنشاہ پر فتح عظیم پا کر جنوبی ہند کی وسیع سلطنت پر اپنا سکہ جما لیا۔

بمورے دھد مالش نرہ شیر
کندپشہ برپیل جنگی دلیر

Marfat.com

بکرماجیت اول

پل کیس کے بعد اس کے تیغ زن بیٹے بکرماجیت اول نے 655ء میں فتح ونصرت کی تلوار کو جس میں زنگ لگ چکا تھا۔ مصقلہ جوانمردی پر صیقل کیا اور پلوا کے مقابلہ میں اس طاقت وتہور سے نکلا کہ پلوا کا راجہ سمہورمن اس کی خونخوار، خارا شگاف شمشیر کے ڈر سے بھاگ گیا۔ **تلک الا یام ندا ولھا بین الناس o** بکرماجیت نے از سرنو اپنی سلطنت کو مستحکم اور اپنی سپاہ کو منتظم کر کے پلوا کی راجدھانی (کانچی) پر نصرت وفیروزی کا علم بلند کیا، اندریں اثناء پلوا سلطنت کے ساتھ چلکیا راجاؤں کی ہمیشہ جنگ رہتی تھی اور جنگ کا پلہ کبھی اس طرف جھکتا تھا کبھی اس طرف، یہاں تک کہ بکرماجیت کے زمانۂ حکومت میں چلکی کے ایک زبردست گروہ نے گجرات پر قبضہ کر لیا اور اس نے از سرنو وہ طاقت پیدا کی کہ آئندہ صدی میں عرب کے بہادروں کا نہایت بہادری سے مقابلہ کیا اور ان کے حملوں کا بہ نوک سنان وشمشیر روکا۔

بکرماجیت دوم

بکرماجیت دوم نے اپنے خاندانی روایات کی شان وعزت کو بڑھایا اور 740ء میں پلوخاندان پر ایسی ضرب کاری لگائی کہ ان کی سلطنت کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا۔ آٹھویں صدی عیسوی کے وسط میں راشترکوتوں کے ایک نامور سردار، ونتی، درگانامی نے موقع پا کر بکرماجیت دوم اور اس کے جانشین کیرتی ورمن دوم کو ایسی سخت شکست دی کہ خاندان چلکیا، بے تاب وتواں ہو گیا اور اس کی تمام جمعیت منتشر ہو گئی اور بلاخوف وخدشہ وسیع سلطنت وکن پر، راشترکوت متسلط ہو گئے اور چلکی خاندان کی گاپو، عرصۂ دراز کے لئے رُک گئی۔ 973ء میں چلکی جاہ وجلال کا ڈوبا ہوا ستارہ پھر چمکا۔ راشترکوتوں کا آخری راجہ کک دوئم نالائق تھا، چلکی کے

Marfat.com

ایک سردار تیل یا تیلپ نے اس کو مغلوب کیا، اس زمانہ میں پھر چلکیا کے ایک شاہی خاندان کا دور دورہ ہو گیا اور راجہ تیل اس سلطنت کا بانی ہوا جو کہ بانی چلکی کے روشن نام سے تاریخ میں مذکور ہے، یہ خاندان 225 سال تک کامیابی و نامور ی سے حکمران رہا۔ آٹھویں صدی عیسوی کی ابتداء میں اسلام کے مشہور سپہ سالار محمد بن قاسم نے سندھ کو فتح کر کے دور و نزدیک کی سلطنتوں پر اپنا رعب قائم کر لیا تھا اور وہ قرب و جوار کی ریاستوں کو دھمکاتا تھا اور مذہبی تبلیغ کے ساتھ ساتھ اسکے فتوحات کی توسیع ہوتی جاتی تھی۔ اس کی تبلیغ میں جادو کا اثر تھا، لوگ جوق در جوق حلقۂ اسلام میں داخل ہوتے جاتے تھے۔

اس زمانہ میں گوجر کا ایک طاقتور راجہ بھنمال پر حکمران تھا، بھنمال کوہِ آبو سے تقریباً 50 میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور سلطنت بھنمال سلطنت قنوج کے ساتھ حلیفانہ و برادرانہ تعلقات رکھتی تھی یا اس کے ماتحت تھی یعنی بھنمال اور قنوج دونوں پر گوجر حکمران تھے اور ایک ہی خاندان کے دو حصے ہو گئے تھے۔ اس کی نسبت ہم نے کسی اور جگہ مفصل لکھا ہے۔

راشٹر کوٹ خاندان کے راجے اس وقت ہمیشہ زمانہ کی رفتار کے ساتھ چلتے تھے۔ انہوں نے بہادران عرب کی بڑھتی ہوئی طاقت و دولت دیکھ کر اس کے ساتھ اتحاد و ائتلاف قائم کر لیا تا کہ وہ اپنے قدیم دشمن گوجر راجاؤں کو عربوں کی امداد سے مغلوب کر سکیں، اہل عرب اگرچہ خود طاقتور تھے لیکن آخر بدیسی مہمان تھے، انہوں نے بھی اس اتحاد کو غنیمت سمجھا اور معاہدہ کی بنا پر مختلف اوقات میں عرب اور راشٹر کوٹ نے گوجروں کی ریاستوں پر چھاپے مارتے رہے لیکن ان کو مغلوب نہ کر سکے۔ عربوں اور گوجروں کی سلطنت کی حد فاصل دریائے بکڑ اتھا، جس کے آثار نمایاں طور پر اب بھی ریاست بیکانیر اور بھاولپور میں پائے جاتے ہیں، یہ وہ زمانہ تھا جب عرب کے فاضل سیاحوں اور مورخوں اور سوداگروں کی آمد شروع ہو گئی تھی، جن کے مفید سفر ناموں اور روزنامچوں سے تاریخ ہند میں قیمتی

Marfat.com

اضافہ ہوا ہے، ہم نے بھی بعض جگہ ان مورخین کے نوشتوں کا تذکرہ کیا ہے۔

راجہ تیل

چلکیا خاندان کا چشم و چراغ راجہ تیل ہے اس کی ہمت واولوالعزمی یادگار زمانہ ہے، اس کی شہرت اس وجہ سے ہے کہ چلکیا کی گئی گذری سلطنت کو اس نے از سرنو قائم کیا اور ایسا مستحکم کیا کہ 24 برس تک اس کے حدود وسیع ہوتے چلے گئے، اس نے خاندن کے زیرنگین علاقے جو باغی ہو گئے تھے، یاراشترکوت کے راجاؤں نے فتح کر لئے تھے، ایک ایک کر کے واپس لئے، اگر اس کی کوئی حسرت باقی رہی تو یہ تھی کہ اس کا موروثی زرخیز ملک گجرات دکن ہاتھ نہ آیا، جس کی وجہ یہ تھی کہ اس کا سخت ترین دشمن اور ہم قوم دھار کا راجہ منج جوقوم کا گوجر پرمار تھا، ہمیشہ اس کو خونریز لڑائیوں میں مشغول رکھتا تھا اور راجہ پرمار اس امر پر ہمیشہ فخر کرتا تھا کہ اس نے راجہ تیل کو چھ مرتبہ شکست فاش دی اور اس کو کبھی چین سے نہ بیٹھنے دیا، راجہ پرمار ہمیشہ یہ خواب دیکھا کرتا تھا کہ وہ راجہ تیل کو قتل کر کے چالو کیا کی وسیع سلطنت کا شہنشاہ ہو جائے، راجہ پرمار نے اپنے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ایک چیدہ لشکر تیار اور آلاتِ حرب وضرب کا بڑا ذخیرہ جمع کیا اور دریائے گرداوری کو جو دونوں سلطنتوں کی حدِ فاصل تھا، عبور کر کے راجہ تیل کے ایک حصہ ملک کو فتح کر لیا۔ اگرچہ راجہ تیل نے بھی مقابلہ میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا تھا، لیکن روز بروز اس کے قدم پیچھے ہٹتے گئے اور قریب تھا کہ راجہ منج تمام سلطنت چلوکیا کو فتح کر لے کہ دفعتہً جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور راجہ تیل کے سپہ سالاروں نے بموجب ''الحرب خدعة '' جنگ فریب ہے۔ جب دیکھا کہ ان کی فوج کی ہمت کچھ بڑھی ہوئی ہے تو انہوں نے تازہ دم لشکر دوسرے راستہ سے راجہ پرمار کے لشکر کے پس پشت بھیج دیا جو نہایت کامیابی سے منزلِ مقصود پر پہنچ گیا، پھر انہوں نے میسرہ اور میمنہ پر فوجیں بھیجیں اور غنیم کے سامنے اور پیچھے دو

Marfat.com

طرف حملہ کر دیا، جس سے پر مار کی فوج کا بڑا حصہ تہ تیغ اور بقیۃ السیف قید ہوا، راجہ منج پر مار جو لشکر کی خود کمان کر رہا تھا، وہ بھی قیدیوں میں شامل تھا، راجہ تیل نے نہایت فیاضی اور الطافِ شاہانہ سے اس کی مدارات کی ، اس کو شاہی محل میں جگہ دی اور اس کی توقیر وعزت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا، ملاقات کے وقت اس کو تخت پر اپنے پہلو میں جگہ دیتا تھا، اور مراسم تکریم و تعظیم شاہانہ بجا لاتا تھا۔ راجہ پر مار ایک رات موقع پا کر بہ تبدیل لباس بھاگ نکلا اور دور چلا گیا، قریب تھا کہ وہ سرحد پر پہنچ جائے، مگر وہ معہ اپنے ہمراہی سوار دن کے پکڑا گیا، راجہ تیل کو اس کی حرکت پر سخت غصہ آیا، حکم دیا کہ اس کو شاہی خوان نعمت سے محروم کیا جائے اور ہر روز اسکو دستہ سپاہ کی حراست میں در بدر پھرایا جائے اور گداگری سے جو کچھ ملے اپنا پیٹ بھرے اور کسی قسم کا سامان راحت اس کو نہ دیا جائے لیکن بایں ہمہ راجہ پر مار نے نہ معافی مانگی اور نہ آداب وکورنش شاہانہ بجا لایا۔ آخر اس کو اس کے غرور و نخوت کی سزا میں قتل کر دیا گیا۔ سچ ہے۔

اقبالِ کرم مے گزد اربابِ ہمم را
ہمت نہ خورد نیشتر لاؤ نعم را

سیتی سرای یا سیتا سرایا

راجہ تیل یا تیلپ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا سیتا سرایا، تقریباً 1000ء میں سریر آرائے سلطنت ہوا، مگر اس بدقسمت راجہ کے وقت میں سلطنت چلکی کا تار دیو دبکھر چکا تھا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ چول خاندان کا راجہ راج (راجاؤں کا راجہ) کچھ عرصے سے اس تاک میں تھا کہ چلکیائی سلطنت پر ایسی ضرب لگائے کہ اس کی ہستی دنیا سے مٹ جائے چنانچہ ایک لشکر جرار جس کی تعداد 9 لاکھ بیان کی جاتی ہے۔ جمع کر کے حملہ آور ہوا اور تمام ملک کو پامال کر ڈالا نہ عورتوں کی عصمت کا خیال رکھا نہ بچوں پر رحم کیا، برہمنوں تک سب کو تہ تیغ کیا بڑے بڑے

Marfat.com

پر رونق شہروں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ یہ ایک قیامت خیز حملہ تھا، جس نے سلطنت چولکیا کو تہ و بالا کر دیا۔

سمیسُور اول چلیکیا

1052ء میں سیمسور اول نے جس کو اہومل بھی کہتے ہیں، کیم کے مقام پر جور دریائے تنگ بھدرا کے کنارہ پر واقع تھا۔ راجہ چول ادھیراج کو شکست دی اور اس کو قتل کیا۔ اس اولوالعزم راجہ نے دھار اور جنوبی کانجی کے علاقوں پر دھاوا کر کے دونوں شہروں کو فتح کیا اور نیر چیدی کے مشہور بہادر راجہ کرن کو بھی شکست دی، ان فتوحات سے اس نے اپنی قدیم سلطنت کو پھر معراج پر پہنچایا، 1068ء میں وہ تپ محرقہ میں مبتلا ہو گیا، جس نے اس کا تمام بدن پھونک ڈلا، یہ مہاراج جو شہر کے شہر اپنی آتشِ غضب سے پھونک دیتا تھا، اس بخار کا مقابلہ نہ کر سکا۔ تنگ ہو کر شیو، شیو کہتا ہوا دریائے تنگ بھدرا میں کود پڑا۔ اس طرح غرق ہو کر بخار کی آگ کو ہمیشہ کے لئے پانی سے بجھا دیا۔

بکرمانک چلکیا یا بکرماجیت چہارم

بکومانک نے 1076ء میں اپنے بھائی سیمسور دوم کو معزول کر کے اپنے نام کا سکہ جاری کیا، یہ وہی بکرمانک ہے، جو بلہن کی تاریخی نظم کا موضوع اور شاعر کا ممدوح ہے، اس کے عہد کے یہ واقعات مشہور ہیں، اول جنوب میں شہر کانجی کا فتح کرنا، دوم راجہ وشنو سے جو میسور کے خاندان ہیوسل سے تھا، ایک طویل جنگ کرنا، سوم اپنا سن جاری کرنا، جو 1076ء عیسوی سے شروع ہوتا ہے مگر یہ سن زیادہ عرصہ تک رائج نہیں رہا، اس کا صدر مقام کلیان تھا، جو اب تک ممالک محروسہ حیدر آباد دکن میں کلیانی کے نام سے مشہور ہے، کہتے ہیں کہ اس شہر کو سیمسور اول نے آباد کیا تھا۔

Marfat.com

سمیسُور چہارم

بکرماتک کی وفات کے بعد خاندان چلکیا بہت ہی کمزور ہو گیا تھا۔ 1156ء میں ولی عہد تیل سوم کے سپہ سالار بجل نامی نے علم بغاوت بلند کیا، اور تمام ممالک کا فرمانروا ہو گیا، چنانچہ 1183ء تک بجل اور اس کی اولاد اس سلطنت پر حکمران رہی اور ہر طرح سے انتظام ریاست میں نام پیدا کیا ہمیسور چہارم چولکیا نے آخرکار اپنی آبائی سلطنت کا ایک بڑا حصہ پھر فتح کر لیا، مگر چونکہ یہ راجہ دوسری حکومتوں کے حملوں کو روکنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا، چند سال میں اس کی سلطنت کے حصے بخرے ہو گئے، ایک حصہ تو دیوگری کے خاندان نے دبا لیا، اور دوسرا حصہ میسور کے خاندان ہیوسل کے خاندان ہیوسل کی سلطنت سے ملحق ہو گیا، یہاں تک کہ 1190ء میں کلیان کے خاندان چلکیا کا خاتمہ ہو گیا اور بعد ازیں اس کے افراد مقامی جاگیرداروں کی حیثیت سے زندگی بسر کرنے لگے۔

ٹاڈ راجستان میں چلکی خاندان کے جو حالات درج ہیں ان کا ملخص دلچسپی سے خالی نہیں اور اس سے معلومات کا اضافہ ہوتا ہے۔

(ملاحظہ ہو ٹاڈ راجستان مترجمہ افق باب ہفتم جلد اول)

کبُ چند مورخ سولنگی خاندان کی شوکت وحشمت کا مداح ہے، وہ بیان کرتا ہے کہ قنوج کی سرزمین پر ابھی راٹھور کی سطوت کا ستارہ چمکا بھی نہ تھا کہ اس سے بہت پہلے موریا خاندان کی طرح سولنگی خاندان کے عروج کا ڈنکا دریائے گنگ پر بج رہا تھا، شجرۂ خاندان سے واضح ہے کہ سولنگی خاندان کی سکونت لوکوٹ (لاہور) میں تھی، وہ بھی خاندان چوہان کی طرح متمدن تھا، اس کی دو شاخیں لنگاہ اور توگیرا ملتان اور اس کے گردونواح میں سکونت پذیر تھیں۔

(مؤلف) اب بھی ملتان، مظفر گڑھ، بھاول پور میں یہ قومیں کثرت سے پائی جاتی ہیں، توگیرا کو ہم ہمیشہ سرکاری خط و کتابت میں بوجہ ناواقفیت طغیرہ

Marfat.com

لکھتے رہے، اب معلوم ہوا کہ لفظ نوگیرا ہے، الفاظ کی اسی طرح مٹی خراب ہے)
جس زمانہ میں قوم بھٹی نے ریگستان میں قدم جمائے اس زمانہ میں بھی یہ دونوں شاخیں آباد تھیں، جنہوں نے اس کا مقابلہ کیا، ان کی حکومت مالا بار پر تھی، جس کا صدر مقام کلیان (متصل بمبئی) تھا، گذشتہ شوکت شاہی و شان فرمان روائی کے نشان اب تک اس شہر میں باقی ہیں، سولنگی کی ایک شاخ جو کلیان سے پھیلی، اس نے انہلواڑہ پٹن کے چورا شاہی خاندان میں شادیاں کیں۔

یہ خاندان بہت بڑا دولت مند تھا اور پشتہا پشت سے ان کے بڑے بڑے خزانے مدفون تھے، محمود سکبتگین نے ان پر متعدد حملے کئے اور بیشمار دولت و جواہرات اس کے ہاتھ آئے، محمود نے اس مال غنیمت سے ایک عالی شان محل تعمیر کرایا، جس کا نام عروس آسمانی یا حور فردوس رکھا، انہلواڑہ دنیا میں اس وقت ایک مشہور تجارتگاہ تھا جس طرح یورپ میں وینس ایک مرکزی تجارتگاہ ہے، اسی طرح انہلواڑہ بھی تھا، جو چاروں طرف کے ممالک سے دولت کو کھینچتا تھا، محمود غزنوی اور اس کے جانشینوں کے خونخوار حملوں نے اس کی بربادی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا، لیکن چونکہ یہ مشرقی و مغربی ممالک کا بہت بڑا تجارت گاہ تھا، بربادی کے بعد بھی سبزۂ پامال کی طرح چند دنوں میں پھر اگلی رونق پر آجاتا تھا، یعنی وہاں کے فرمانروایوں کے خزانے لٹنے کے باوجود ایک دو سال میں پھر معمور ہو جاتے تھے، اس خاندان کے بانی سلطنت کی ساتویں پشت میں راجہ سدھ رائے جس کو جے سنگھ بھی کہتے تھے، وہ نام آور فرمانروا گذرا ہے، جس کے برابر کوئی اور راجہ دولتمند نہ تھا، یہ اور بات ہے کہ اس کے عہد کے مہاراجوں کے مقابلہ میں اس کی جنگی طاقت کم ہو کرناٹک سے لے کر کوہ ہمالیہ تک 22 ریاستیں اس کی باجگذار اور فرمانبردار تھیں، لیکن جس وقت اس فرمانروا کا ایک بے تدبیر ناقابل جانشین تخت پر بیٹھا اور راجہ پرتھی راج کی اس نے مخالفت کی تو پرتھی راج نے اس کا قلع قمع کر دیا جس کے بعد چوہان قوم کا راجہ کمار پال اس سلطنت کا مالک ہوا۔ کمار پال نے

Marfat.com

سولنگی کا تاج زیب سر کیا اور انہلو اڑہ کو بہت ترقی دی، کمار پال کی ذات چوہان تھی، مگر بموجب رسم ورواج راجگان ہند اس کی ذات بھی سولنگی سمجھی گئی، کیونکہ یہ سولنگی تخت کا مالک ہو گیا تھا۔ کمار پال سدھ رائے کی طرح بُدھ مذہب کا مقلد تھا، سولنگی خاندان نے بیشمار مندر خانقاہیں اور شاہی عمارتیں تعمیر کیں، اس زمانہ کی فنِ تعمیر کے صنائع اور نقش و نگار اور ترتیب منازل کی خوشنمائی اعجوبہ روزگار ہے، کسی ملک میں اس کی نظیر نہیں ملتی، خصوصاً سدھ رائے، جے سنگھ اور کمار پال نے توصیغۂ عمارت میں وہ کمال دکھلایا کہ اب تک ان عمارتوں کے کھنڈر اپنے معماروں کی صنعت کی یادگار ہیں، جس کی نظیر کم ملتی ہے۔

راجہ کمار پال کی زندگی کا پیمانہ جب لبریز ہو گیا، تو اس کا جانشین بلو مول دیو ہوا، مگر شہاب الدین غوری کے جانستان حملوں سے جانبر نہ ہو سکا، اس کے بعد سدھ رائے جے سنگھ کی نسل سے بگھیل نے بسال دیو کی امداد سے مسندِ حکومت پر قدم رکھا، مذہبی جگہوں میں جو مکاناتؔ اور عمارتیں برباد ہو گئی تھیں، مرمت کرا کر ان کو آباد کیا جس سے ملک کی پہلی رونق و شادابی کا منظر دوبارہ سامنے آ گیا، اور شان و شوکت کا پھریرا از سرِ نو آسمانِ اقبال پر لہرانے لگا، سومنات کا اجڑا ہوا مندر پھر آراستہ پیراستہ ہو گیا اور اس میں پجاریوں کی کثرت سے چہل پہل پیدا ہو گئی، یہ سامان مکمل ہوتے ہی ایک بلائے آسمانی نازل ہوئی۔ جس طرح کہ خرمن پر بجلی گرتی ہے، اس زمانہ میں انہلواڑہ اور سومنات کا مندر اسلامی بادشاہوں کے حملوں کا آماجگاہ تھے، اس کے آباد و سرسبز ہوتے ہی شاہانِ اسلام برق خاطف کی طرح اس پر آ گرتے اور اس کو لوٹ کھسوٹ کر واپس چلے جاتے تھے، چنانچہ علاؤ الدین بادشاہ نے انہلواڑہ پر دفعۃً حملہ کر کے اس زرخیز حکومت کو برباد کر دیا۔

سولنگی کے راجاؤں کے لئے یہ نامساعد زمانہ تھا کہ دہلی کے بادشاہوں کا گجرات اور سوراشٹر کے آباد و شاداب مقامات پر دانت لگا، نہ صرف اوٹانہ کا قدیم بت خانہ برباد کیا گیا، بلکہ دوسرے بت خانے بھی مسمار کئے گئے، بدھ مذہب کے

Marfat.com

بتوں کو خندقین کھود کر اس طرح لوٹا گیا جس طرح بنیادوں میں روڑا کوٹا جاتا ہے، اس زمانہ کی بلائے ناگہانی وقہر آسمانی نے سولنگی خاندان کی قوت کو اس قدر کمزور کر دیا کہ ایک صدی تک وہ سر نہ اٹھا سکا، مگر خدا کی قدرت سے ایک ایسی بات ظہور میں آئی، جس سے سولنگی خاندان نے بستر مرگ پر سنبھالا لیا اور رفتہ رفتہ ان کی اگلی طاقت سنبھل گئی، ملک پھر پہلی طرح شاداب و آباد ہو گیا اور انہلواڑہ چند دنوں میں انہلواڑہ ہو گیا۔

ٹاڈ اس امر کی تشریح کرتا ہے کہ اگنی کل خاندان میں سے جو امراء مشرف باسلام ہوئے، ان کی اولاد میں ایک نے پھر از سر نو گجرات میں سلطنت قائم کی اور وہ ظفر خان (مظفر شاہ) سہارن کی اولاد سے تھا، اس دولت سے بھی سلاطین گجرات گوجر ثابت ہوتے ہیں، سلاطین گجرات کا ذکر علیحدہ باب میں کیا گیا ہے۔ سولنگی خاندان کے حالات کے لئے دیکھو، باب ہفتم ٹاڈ راجستان مترجمہ افق صفحہ 244 جلد اول۔

سولنگی خاندان انہلواڑہ سے تو نکالا گیا مگر اس کی شاخیں دور دور ملک میں پہنچ کر پھیل رہی تھیں جن میں ایک شاخ بگھیل ایسی پھلی پھولی کہ ایک مشہور حصہ ہندوستان کا نام بگھیل کھنڈ ہو گیا، اب تک بگھیل کی نسل بگھیل کھنڈ میں آباد ہے، بگھیل کا خطاب، بھاگ، پسر سدہ رائے سے لیا گیا ہے، گجرات میں اور کئی کئی چھوٹی چھوٹی ریاستیں اس خاندان کے قبضہ میں ہیں مثلاً بندوگڑہ، پیت جورا، تھراڈ وغیرہ وغیرہ، میواڑ میں ایک سردار سولنگی، روپن پر قابض و متصرف ہے، جو بیان کرتا ہے کہ میں سدھ رائے کی اولاد سے ہوں، اس کا قلعہ روپن گڑھ ایسا مستحکم ہے کہ اس پر کوئی قابو نہیں پا سکتا اور ایسے مقام پر واقع ہے کہ اپنے ملک کے ہر ایک حصہ بلکہ ایک ایک گاؤں کی بھی حفاظت کر سکتا ہے، رئیس روپن گڑھ کی خاندانی تاریخ میں ریاست کی تمام جنگی کارروائیوں کی تصویر کھینچی گئی ہے۔ اس خاندان کے افراد ایسے جنگجو اور بہادر تھے کہ شاید ہی کوئی بستر پر مرا ہو، ورنہ جو مرا

Marfat.com

میدان میں تلوار کھا کر مرا، سولنگی خاندان کی حسب ذیل 16 شاخیں ہیں۔

نام شاخ	تشریح
بگھیل	جس سے راجہ بگھیل کھنڈ ہے جس کی راجدھانی بندوگڑھ اور راؤ صاحبان، پیت پور، تھراڈ وغیرہ ہیں۔
بیر پور	جس سے راؤ صاحب اناوار ہیں۔
بہیلا	جس کی نسل سے راؤ صاحب کلیان پور واقع میواڑ رئیس سلومبرا ہیں
بھوت، کالاچ	یہ لوگ باروٹیکر، کھیر (واقع جسلمیر) میں آباد ہیں۔
لنگاہ	یہ لوگ مسلمان ہوکر ملتان اور اس کے ملحقہ علاقوں میں سکونت پذیر ہیں۔
توگیراء، برکو	یہ خاندان مسلمان ہوکر پنج نند کے علاقہ میں رہتا ہے۔
سورکی	دکن میں اقامت پذیر ہیں۔
سروریہ	گرنار واقع سوراشٹر میں رہتے ہیں۔
راوک	تھوڑا واقع جے پور میں مقیم ہیں۔
رانکیا	یسوری واقع میواڑ میں متوطن ہیں۔
کھرورا	الوٹ وجاورہ (مالوہ) میں رہتے ہیں۔
تانتیا	چاند بھرسا کھیمری میں سکونت پذیر ہیں۔
المچہ	متفرق مقامات میں ہیں۔
کلامور	گجرات میں رہتے ہیں۔

اگر ہر ایک شاخ کے حالات لکھے جائیں تو ایک ضخیم کتاب مرتب ہوسکتی ہے۔ مسٹر ونسٹ اے سمتھ نے چلکیا بادشاہوں کی حکومت کی ایک فہرست شامل کی

Marfat.com

ہے۔ جس سے بہت کچھ حالات معلوم ہوتے ہیں ۔ایک فہرست تو داتاپی المشہور بہ بادامی کے شاہانِ چلیکیا کی ہے، دوسری کلیان کے شاہانِ چلکیا کی جن کو ترتیب وار لکھا جاتا ہے۔

فہرست اول واتاپی (بادامی) شاہان چلکیا

550ء سے 753ء تک

نام راجہ	تخت نشینی کا قرین صحت سن	کتبوں سے معلوم شدہ سنیں
پلکیں اول (ستیاسریا ارن بکرم ولبھ)	550ء	کتبات بالکل ناپید ہیں ولبھ کا خطاب یالقب بعض دفعہ الگ اور بعض دفعہ دوسرے الفاظ مثلاً سری وغیرہ کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے
کیرتی ورمن (ولبھ، رن پراکرم وغیرہ)	566ء، 547ء	578ء
منگلیس (ولبھ، رن وکرانت وغیرہ)	597ء، 598ء	601-2ء
پلکیں دوم (ولبھ ستیاسریا وغیرہ)	608ء، (642ء، 655ء تک کچھ حالات معلوم نہیں ہیں۔	612ء، 634ء (تاجپوشی) 609ء

Marfat.com

بکرماجیت اول (ولبھ، ستیا سریا وغیرہ)	655ء	659ء
دنیادت (ستیا سریا، ولبھ وغیرہ)	680ء	689ء، 691ء و 692ء، 694ء
وجیادت (ستیا سریا وغیرہ)	696ء	699ء، 700ء، 705ء، 709ء
بکرماجیت دوم (آنوارت وغیرہ)	733ء	735ء
کیرتی ورمن دوم (نری سمپھراج وغیرہ)	746ء	754ء، 757ء، (753ء میں راشٹر کوتوں کی فتوحات واقع ہوئیں اور کیرتی ورمن محض ایک مقامی سردار رہ گیا)

فہرست دویم کلیانی (کلیان) کے شاہان چلکیا

973ء سے 1190ء تک

نام راجہ	تخت نشینی کا قرین صحت سن	کتبوں سے معلوم شدہ سنیں
تیل دوم (تیلپ آہومل وغیرہ)	973ء	993ء سے 997ء تک
ستیا سریا (ستگِ وغیرہ)	997ء	1002ء و 1008ء
بکرماجیت پنجم (تربھون مل)	1009ء	1009ء

Marfat.com

جیاسمہ دوم (جگہ یک مل اول)	1016ء	1018ء سے 1040ء تک
سیمسیور اول (اہوامل وغیرہ)	1042ء	1044ء سے 1068 تک
سیمسور دوم (بھونا لک مل)	1075ء	1071ء سے 1075ء
بکرماجیت چہارم (بکرمازک وغیرہ)	1075ء، 1076ء	1077ء سے 1125ء
سیمسور سوم (بھولک مل)	1125ء، 1126ء	1128ء و 1130ء
پرم جگد یک مل دوم	1138ء	1139ء و 1149ء
تیل سوم (تیاپ تریلوکیامل وغیرہ)	1149ء	1154ء و 1155ء
سیمسور چہارم (تربھون مل وغیرہ)	1162ء	1184ء و 1189ء

Marfat.com

باب نہم:

پرمار (پوار) گوجر راجہ

راجہ کرشن راج

کوہ آبو کے قریب تر اضلاع چندر اوتی یا اچل گڑہ سے جو قوم گوجر کا دیرینہ مستقر اور تاخت و تاراج کا میدان تھا، ایک سردار پندر یا کرشن راج نے دریائے نربدا کے شمالی سرزمین مالوہ میں جو اونتی اور سلطنت چین کہلاتی تھی، آ کر 820ء میں پرچم اقبال بلند کیا اور شمشیر خون آشام کو نیام سے نکالا اور اس تمام علاقہ کو زیر نگین کر کے سلطنت پرمار کی ایسی مستحکم بنیاد ڈالی کہ چار سو سال تک انقلاباتِ زمانہ کے قیامت خیز زلزلے اور حملہ آوروں کا فوجی سیلاب اس کو متزلزل نہ کر سکا، باوجودیکہ چاروں طرف سے اس پر حملے ہو رہے تھے، فتنہ وفساد کی آگ ہر جانب شعلہ زن تھی اور طوائف الملوکی کی وجہ سے قوموں میں جنگ و جدال برپا تھا۔

مگر وہ ہر حملہ آور کا سنان جانستا
سینہ چاک اور سر قم کرتا تھا

اس کے بعد پانچ راجاؤں نے اپنی موروثی شجاعت و سطوت اور نہ صرف اپنی سلطنت کو محفوظ رکھا، بلکہ اس کو شرقاً و غرباً وسعت بھی دی اور اپنی اولوالعزمی اور استقلال سے دوسری ریاستوں کو دھمکاتے اور ڈراتے رہے۔

راجہ منج

اس آسمان رفعت و ابہت کا ساتواں دخشاں ستارہ راجہ منج تھا، جو اپنے متقدین و متاخرین کے لئے مایۂ فخر و ناز تھا، 974ء میں سریر آرائے سلطنت ہوا،

Marfat.com

یہ راجہ علم و فضل کا مربی اور فصاحت و بلاغت کا محسن تھا، اس کے دربار میں علما و فضلاء و شعرا دور دراز ملکوں سے کھینچ آئے اس نے اپنے برادر زادہ بھوج کو سنسکرت کے تمام علوم کی اعلیٰ تعلیم دلائی جس سے وہ ہر فن میں یگانہ روزگار ہو گیا۔ اس کے زمانے میں سنسکرت ادبیات کو بہت بڑی ترقی ہوئی، علما کے مناظروں اور شعراء کے مشاعروں سے اکثر اوقات دربار کا ہر گوشہ گونجتا رہتا تھا اور اہل کمال فصاحت و بلاغت کے جو موتی اُگلتے تھے، ملک تحریر میں پروئے جاتے تھے، تحقیق مسائل میں موشگافی و نکتہ چینی کے جو نتائج ظاہر ہوتے تھے، وہ اہل دربار کے دل و دماغ کو منور کرتے تھے، وہ خود بھی فاضل تھا، مباحث میں مخاصمانہ حصہ لیتا تھا اور مجالس مناظرہ کی صدارت کے فرائض بھی انجام دیتا تھا، اپنا کلام تنقید کے لئے پیش کرتا اور دوسروں کے کلام پر نکتہ چینی یا صدائے تحسین بلند کرتا تھا، متعدد کتابوں کا مصنف بھی تھا۔

ادبیات سنسکرت کا مشہور مصنف دھنم جیا اور اس کا بھائی دھنک اس دربار کے نورتن میں سے تھے، جنکی فصاحت و بلاغت کی ہر طرف دور دور تک دھوم تھی۔

اس کے مفصل حالات پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک جامع اوصاف راجہ تھا، انتظام ملک کے ساتھ ساتھ جہانگیری و کشور کشائی اور سیاست دانی میں بھی مشہور آفاق تھا، علم و ادب کا مرکز اور علماء و فضلا کا مرجع تھا، دوسری جانب وہ دشمنوں کے سخت ترین حملوں کی مدافعت کے وقت جانباز بہادر سپہ سالار تھا، ان مختلف حیثیتوں کے سبب سے وہ ممتاز صاحب سیف و قلم سمجھا جاتا تھا، جنگ میں فوج کی خود کمان کرتا اور سپاہیوں کی طرح لڑتا، راجہ تیل چلو کیا (گوجر) بھی جو اس کا ہم قوم زبردست راجہ تھا، اس کے جارحانہ حملوں سے ایمن نہ تھا، اس نے چھ مرتبہ اس کے ملک پر حملہ کر کے اس کی سلطنت کو تہ و بالا کیا، حالانکہ اس کا مقابلہ معمولی مقابلہ نہ تھا، مگر اس کی اولوالعزمی اور فنونِ حرب کی مہارت ہر دفعہ کام آتی تھی، فتح و نصرت اس کے رکاب اجلال کو بوسہ دیتی تھی اور یہ ہمیشہ اقبال و

Marfat.com

اجلال کا پرچم اڑاتا ہوا اپنے دارالسلطنت دھار کو سالماً و غانماً واپس آتا تھا۔

ساتویں دفعہ وہ آخری فیصلہ کے لئے راجہ نیل پر بڑی مستعدی سے اس غرض سے حملہ آور ہوا کہ اس کے ملک کو اپنی سلطنت سے ملحق کرے، اس دفعہ راجہ تیل بھی لفجوائے ہر کہ تنگ آمد بہ جنگ آمد، اپنی پوری طاقت کے ساتھ اس کے مقابلہ کو نکلا، آہن باہن کوفتن کا منظر تھا، مگر راجہ منج کا لشکر تیر باراں اور آتش سوزان کا مقابلہ کرتا ہوا آخر کار شمالی سرحد دریائے گرداوری کو عبور کر گیا اور قریب تھا کہ قلعۂ دھار پر رابت نصرت بلند ہو، مگر راجہ تیل کے لشکر نے سینہ شگاف نیزوں اور جانستان تلواروں سے اس کے لشکر کی مدافعت اس طرح جان توڑ کر کی کہ راجہ منج گرفتار ہو گیا اور راجہ تیل نے اس صاحب سیف و قلم کا سر 995ء میں اپنی تلوار سے قلم کیا۔

جناد نہ ہر بار غزالے ببرو
باشد کہ یکے روز پلنگش بدرد

راجہ منج کا نام مختلف تاریخوں میں مختلف ہے، واکپتی اول، اتپل راج، اموگھورش، پرتھوی ولبھ سری ولبھ، یہ راجہ 974ء میں تخت نشین ہوا اور 995، و 997ء کے درمیان مارا گیا۔ اس کا زمانۂ سلطنت تقریباً 20 سال تھا، ملاحظہ ہو بیوہلر اپی گریفیا انڈ کی جلد اول صفحہ 8، 1222ء

راجہ بھوج

ہم راجہ منج کے تذکرے میں بیان کر آئے ہیں کہ اس کا بھتیجا راجہ بھوج علم و فضل کے آسمان کا آفتاب جہاں تاب تھا، منج کی وفات کے بعد یہ جامع العلوم والفنون راجہ 1018ء میں جلوہ آرائے ایوانِ سلطنت ہوا، اس کے زمانہ میں ادبیات سنسکرت اور دوسرے علوم و فنون مثلاً ریاضی، علم عروض، فصاحت و بلاغت (ادب و انشاء) میں دن دونی رات چوگنی ترقی ہوئی، اس کے ملک میں علم

Marfat.com

وہنر کی روشنی ہر ایک دور ونزدیک مقام میں پہنچ گئی اور علم وادب کا آفتاب نصف النہار پر آ گیا، جابجا ابتدائی تعلیم کے سکول اور کالج (بیت العلوم) تھے، جس میں مختلف علم وفن کی تعلیم دی جاتی تھی، علوم وفنون میں تو یہ یگانہ تھا ہی مگر فنِ حرب میں بھی یہ مشہور آفاق بہادر اور عدیم المثال راجہ تھا، اس نے جہانبانی کے وسیع اور جامع و مانع قوانین مرتب اور صیغۂ فوج کے جدید قواعد وضع کئے اور اپنے چچا منج سے جیسا کہ علم وفضل میں فائق تھا، سپاہ گری میں بھی برتر تھا، متعدد راجاؤں سے لڑا اور میدان جیتا اور سلطان محمود غزنوی کے عساکر قاہرہ کا بھی مقابلہ کیا اور دادِ شجاعت دی، اس کے کارنامہائے زریں کو پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ یہ کس جوہرو عقل کا پتلا تھا، جس طرح اس کا قلم قرطاس فصاحت و بلاغت پر گوہر ریز تھا۔ اس کا تیروتبر میدان کارزار میں حیرت انگیز تھا، ایسے بہت کم بادشاہ گزرے ہیں، جن کا دماغ علم وفن کی شمع سے روشن اور جس کا ہاتھ شمشیر زنی اور ناوک افگنی میں رواں ہو یہ متعدد کتابوں کا مصنف تھا اس کی کتابوں کی مکمل فہرست دیکھنی ہو تو پوفرکت کی کٹیلاگس، کٹیلوگرام جلد (۱) صفحہ 418 وجلد (۲) صفحہ 95 ملاحظہ ہو۔

بھوجپور کی وسیع اور دلکش جھیل جو بھوپال کے جنوب مشرق میں واقع ہے اور جس کا رقبہ ڈھائی سو مربع میل ہے۔ اس راجہ کی فن تعمیر کا اعجاز ہے کہ دو پہاڑوں کے درمیان ایک مستحکم بند بنا کر دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے اور پھر تعجب ہے کہ کبھی اس بند میں شگاف تک نہیں آیا اور زائد پانی کے راستے اس طرح تجویز کئے گئے کہ پانی کی زد بند کو کمزور نہیں کر سکتی تھی، گویا یہ بندان پہاڑوں کے سلسلہ میں ایک نیا پہاڑ کھڑا کر دیا گیا تھا، پندرہویں صدی عیسوی تک یہ بند قائم رہا لیکن اس کے بعد آبپاشی کی ضرورت کے لئے اس کو توڑا گیا جس سے اب ایک علاقہ سرسبز ہو رہا ہے، جس قدر یہ شجاع اور کثیر العساکر تھا، ویسا ہی اس کے مقابلے میں گجرات وچیدی وغیرہ راجاؤں نے انتہائی اہتمام و انتظام سے اس پر جارحانہ حملہ کیا اور 1060ء میں ایسی شکست دی کہ اس کے ساتھ اس کی

Marfat.com

سلطنت کی عظمت و ابہت بھی ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی اور دارالسطنت دھارا[1] کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی۔

اس کے جانشین سردار صرف اس کے مرثیہ خوانوں کی حیثیت سے باقی رہ گئے جن کو تمر راجاؤں نے نکال دیا، لیکن وہ بھی کچھ زیادہ عرصہ تک حکمران نہ رہے، چوہان راجاؤں نے ان کو بھی نکال دیا۔

1569ء کے آخیر میں چوہان بھی اکبر کی تکبیر اللہ اکبر سے مسخر ہوئے اور مالوہ تیموری سلطنت میں شامل ہو گیا، پھر اکبر بھی نہ رہا۔

مالوہ کے پرمار (پنوار) ایک ہزار سال سے زیادہ عرصہ تک صوبہ مالوہ اور اس کے نواح میں کامیابی کے ساتھ حکومت کرتے رہے، پرمار صرف مالوہ ہی کے بادشاہ نہ تھے، بلکہ دوسرے ممالک میں بھی شاہانہ اقتدار رکھتے تھے، علامہ ابو الفضل نے آئین اکبری کے جلد دوم صفحہ 103 میں ان راجاؤں کے ناموں اور مدت سلطنت کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے جس کی نقل ذیل میں درج ہے۔

نمبر شمار	نام راجہ	روز	ماہ	سال
۱	آوت پنوار	۳	۷	۸۶
۲	برمہراج	۳	۷	۹۰
۳	آدت میز	۰	۰	۹۰
۴	سدھر دسنگھ	۰	۰	۸۰
۵	ہمرتھ	۰	۰	۱۰۰
۶	گندھرپ	۰	۰	۳۵

---

[1] دھار میں سرسوتی دیوی کے نام پر ایک عظیم الشان مندر تھا۔ اس کے متعلق راجہ بھوج نے سنسکرت کا ایک بیت العلوم تعمیر کیا تھا، مگر اس زمانہ میں اس کا نام و نشان باقی نہیں ہے، البتہ ایک مسجد اس مقام پر پائی جاتی ہے۔

Marfat.com

۷	بکرماجیت	۳	۲	۱۰۰
۸	چندرسین	۲	۳	۸۶
۹	کھرک سین	۰	۰	۸۵
۱۰	چترکوٹ	۰	۰	۱
۱۱	گنگ سین	۰	۰	۸۶
۱۲	چندر پال	۰	۰	۱۰۰
۱۳	مہندر پال	۰	۰	۷
۱۴	بکرم چندر	۱	۰	۱
۱۵	بجے نندا	۰	۰	۶۰
۱۶	منج	مدت	سلطنت	معلوم نہیں
۱۷	بھوج	۰	۰	۱۰۰
۱۸	اجے چند	۲	۰	۱۰

ہر ایک کے حالات لکھنے کی اس مختصر تاریخ میں گنجائش نہیں، قدیم تاریخوں سے ان کے حالات معلوم ہو سکتے ہیں۔

آئین اکبری میں راجہ بھوج مندرجہ فہرست کی نسبت ایک عبرت افزا قصہ لکھا ہوا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اقبال داد بار مشیت ایزدی میں مقتدر ہوتا ہے، جس کے لئے اقبال مقدر ہو، اس کو کوئی ذلیل نہیں کر سکتا بھوج کی نسبت دو دفعہ اس کے باپ کا ارادہ ہوا کہ اس کو نیست و نابود کیا جائے، مگر چونکہ اس کی پیشانی پر نقوش سعادت درخشاں تھے، کوئی اس کو نقصان نہ پہنچا سکا۔

علامہ ابو الفضل کے الفاظ بہت ہی دلچسپ ہیں، اس لئے ہم اس کی اصل عبارت نقل کر کے ناظرین کے لئے ترجمہ کر دیتے ہیں۔

Marfat.com

مشاطہ را بگو کہ براسباب حسن یار
چیزے فزوں کند کہ تماشا ہمارسید

خون پتراج پنجبین پور اور افرزندے نہ بود، بزرگان آدت پنوار راجا نشین گردانیدند، سرآغاز مرزبانی دریں الوس شدوچون ہمرتہ درآویزہ جان سپرد، گندھرپ نام گزیدہ رابسر داری برداشتند، چنان پندارند کہ ہمان ہمرتہ است کہ اوار ادار بیہمال درپیکر گندھرپ دیوتادر آورد و پس ازیں انسی قالب درپوشانیدو بدین نام شہرۂ آفاق شدو بداد و دہش عالم را آباد ساخت اور اسپرے شد، بکرما جیت بنام چراغ نیاگان برافروخت وبسیارے جہاں برگرفت بہندی نژاد جلوس اور اتا امروز سرآغاز تاریخ داندوشگرف واستانہا برگذارو، ہمانا اُد طلسم و نیرنج خبرے داشت وسازہ والہارابدام آدروہ بود چندر پال پایۂ والائے سلطنت یافت وہمگی ہندوستان بدست آورد۔

بجے نندعشرت شکار داشت ناگاہ نزد بوتہ منج نوزادے یافت بضرزندی برگرفت وبدان نام برخواند، چون اور اہنگام ناگزیر رسید، بھوج حقیقی پور اوخرد سال بود، منج راجانشین گردانیدواوور آدیزۂ دکھن زندگی بسپرو۔

بھوج درسال پانصد وچہل ویک از تاریخ بکرماجیت اورنگ آراشد، وبسیارے عالم برگرفت، وبدادودہش روزگار آباد ساخت، دانش رابر افراز اعتبار برد، گزیدہ گوہران راروز بازارشد وخرد پژدہان چیرہ دستی یافتند، پانصد فہروہیدہ مرو حکمت شناس دربزم اوہنگامۂ آگہی آراستے و مرتبہ شناسی و انصاف پژوہی را برگرفتے، سرآمدانیاں بررج (بفتح باوسکون را وضم راوسکون جیم) دیگر دھن پال (بفتح دال وہائے خفی وسکون نون وبائے فارسی والف ولام) دلآویز مخنان نگاشتہ اندوحقیقت جویاں کارآگاہ را ارمغانے گذاشتہ چون بھوج بزاداختر شناسان رالغزشے سترگ رفت یاگذارندگانِ ساعت رافراموشی شد، ستارہ داناں فراہم آمدہ ازنحوست مولود برگفتند، غمخوار اور ابگزند جانی بیم افزودند، از جان دوستی، آن

Marfat.com

نوبارہ اقبال را بخاکستان بیکسی انداختند ، وبرمین ناشناسائی افگندند بے میانجی دست امکان پرورش یافت، حکیم بررج کہ دران ہنگام اورا زدان منشان نشمر وے، زائچہ طالع نوشتہ ژرف نگہی نمودہ بہ بزرگ فرمان روائی مولود وعمر دراز نوید رسانیدہ نگاشتہ بررہگذر راجہ انداخت، ازدیدن آن مہر پدری بجوش آمد وازشناسندگان انجمن برساخت وچوں پیدائی گرفت و ہویدا شد کہ غلط کجا رفتہ بود خود رفتہ اور ابرداشت دازشگرفی تقدیر چشم آگہی برکشود، گویند درہشت سالگی منج رانا توان بینی کالیوہ ساخت و جان شکری آن بیگناہ براندیشید، برخے راز داران رابسپرد تاپہانی رہ گرائے نیستی سراگردانید، جان گزایاں بروبخشودندو اورا پوشیدہ طرز دیگرد انمودند، ہنگام رخصت نامۂ نوشتہ بدانہا سپرد کہ چون راجہ ازمن آگہی جوید، بدوبر خوانید، خلاصہ مضمون آنکہ چگونہ آدمی زادراطبیعت تیرگی ،ازنورستانِ خرد دوراندازدوبسگالش ناسزا بخونریزی بیگنہان دست برآلاید، ہیچ فرمانروائے دانش پژوہ ملک و مال باخودنیارست بروہمانارکشین من چنان اندیشدہ کہ دولت اوجاوید خواہد بود، وگزندے نخواہدرسید، راجہ بشنود نامہ از شاد خواب غفلت درآمد وازکردہ بجانکاہی برنشست فرمان بران چون آثارِ راستی دیند، سرگذشت رابازنمودند سجود نیایش بجا آوردداورابزرگ داشت بجانشینی خودنامزدگردانید۔

وچون پوراوجے چندرا فرمانروائی بسرآمد، درقوم پنوار شایستہ تاجدارے نہ بود، جیت پال تونور راکہ از امینداراں نامور بود، بمز بانی برگزید ندوازنیرنگی تقدیرفرمانروائی بدیں خاندان بازگردید، وچوں نوبت کنور پال بسرآمد، افسر سلطنت گزاری برسرگردہ چوہان نہاوند۔

ترجمہ: چونکہ پانچویں راجہ پتراج (جوکسی دوسرے خاندان سے تھا) کا کوئی بیٹا نہیں تھا (وزراء نے) آدت پنوار کے بزرگوں میں سے ایک کواس کا قائم مقام مقرر کیا اور حکومت خاندان پنوار میں منتقل ہوئی، جب ہمرتہ کسی جنگ میں قتل ہوا، تو راجہ گندھرپ کو جو لائق ترین تھا، سلطنت کے لئے (وزراء نے) منتخب کیا، ہندو

Marfat.com

خیال کرتے ہیں کہ یہ وہی ہمرتہ ہے جس کی روح کو خدائے بیچون نے گندھرپ دیوتا کے وجود میں ڈالا اور پھراس کو انسانی قالب پہنایا (یعنی دیوتا سے انسان ہوا) اور زمانہ میں اسی نام (گندھرپ) سے مشہور ہوا۔ گندھرپ نے معدلت و سخاوت سے جہاں کو آباد کیا۔ اس کا بیٹا بکرما جیت نام تھا، اس نے باپ دادا کا نام روشن اور بہت ملک فتح کیا، ہندو قوم تاریخ کا آغاز اس وقت تک اس کے سن جلوس سے کرتی ہے، ہندو اس (بکرما جیت) کی نسبت عجیب عجیب داستانیں بیان کرتے ہیں، طلسمات وسحروفسوں اور جنتر ومنتر جانتا تھا اور (اس فن سے) وہ سادہ لوحوں کو اپنے پھندے میں لے آیا۔

چندر پال نے بہت بڑی سلطنت پائی اور تمام ہندوستان کو زیرنگین کیا۔

بجے نند شکار کا شائق تھا، شکار میں اس نے منج (ریوند کے درخت) کے پاس ایک بچہ پایا۔ اس کو اپنا متبنیٰ بنایا اور اسی نام (منج) سے اس کو پکارا جب اس کی وفات کا وقت آیا تو اس کا حقیقی بیٹا بھوج کم سن تھا منج کو اپنا قائم مقام مقرر کیا، منج دکن کی کسی جنگ میں قتل ہوا۔

راجہ بھوج 541ء بکرما جیتی میں تخت نشین ہوا۔

اس نے بہت ملک فتح کئے اور عدل وسخاوت سے دنیا کو معمور کیا، علم و فن کا قدردان تھا۔ شرفا کی اس زمانہ میں قدرومنزلت بڑھ گئی اور علماء وفضلاء نے سب پر امتیاز اور فوقیت حاصل کی، پانسو دانشمند حکیم اس کے مشیر تھے، جو اپنی دانش سے دربار شاہی کو آراستہ و پیراستہ رکھتے تھے اور رعایا کے معاملات میں معدلت و انصاف سے کام لیتے تھے، ان کا صدر بزرج اور نائب صدر دھن پال تھا، جنہوں نے نہایت دلکش قیمتی باتیں لکھی ہیں، جو محققین علماء کے لئے ایک تحفہ ہیں جب بھوج پیدا ہوا، تو زائچہ کے مرتب کرنے میں منجموں سے ایک بڑی غلطی سرزد ہوئی یعنی وہ حساب لگانے میں بھول گئے، یا وقت ولادت سے اطلاع دینے والے بھول گئے، (کہ انہوں نے ولادت کا صحیح وقت نہ بتایا) جس کے باعث زائچہ غلط

Marfat.com

ہو گیا، منجموں نے بالاتفاق بچہ کو منحوس قرار دیا اور بادشاہ کے دل میں یہ خوف پیدا کر دیا کہ اس بچہ سے آپ کی جان کو خطرہ ہے اور بادشاہ کی خیر خواہی سے اس گلبن اقبال (بچہ کو) ایسے گمنام مقام میں جہاں کوئی اس کا پرسان حال و مربی نہیں تھا، پھینک دیا لیکن اس بچہ نے کسی کی امداد کے بغیر اپنی پرورش کا ذریعہ حاصل کیا، (جس کی تفصیل ذیل میں ہے) حکیم بُزرج جس کا اس وقت دانشمندوں میں شمار نہیں ہوتا تھا یعنی گمنام تھا اس نے اس بچہ کے اقبال کا زائچہ مرتب کیا اور نہایت غور و فکر سے یہ بشارت دی کہ اس بچہ کی عمر دراز ہو گی اور بہت بڑا راجہ ہو گا۔

بررج نے جنم پترا لکھ کر اس راستہ میں ڈال دیا، جہاں سے راجہ کی سواری گزرتی تھی اس زائچہ (جنم پترے) کو دیکھ کر راجہ کے دل میں محبت پدری موجزن ہوئی، تمام منجموں کو جمع کیا، جب یہ ثابت ہو گیا کہ پہلے زائچہ کے مرتب کرنے میں غلطی واقع ہوئی ہے۔ تو راجہ نے خود جا کر بچہ کو اُٹھا لیا اور قدرت کے عجائبات سے اس کی چشم بصیرت کھل گئی۔

دوسرا قصہ متعلق راجہ منج

کہتے ہیں کہ جب منج آٹھ سال کا ہوا تو اس کو راجہ کی نامہربانی نے آشفتہ خاطر کر دیا، (یعنی راجہ اس کو برا سمجھنے لگا) راجہ اس بے گناہ کے مار ڈالنے کی فکر میں ہوا اور اس کو اپنے چند راز داروں کے سپرد کیا کہ اس کو پوشیدہ طور پر دارالفنا کا راستہ دکھلائیں یعنی مار ڈالیں، جان لینے والوں (جلادوں) نے اس پر رحم کیا اور اس کے ساتھ پوشیدہ طور پر دوسرا سلوک کیا (یعنی کسی محفوظ جگہ میں کسی مربی کے سپرد کر دیا) جب وہ اس کو چھوڑ کر رخصت ہونے لگے تو منج نے ان کو ایک دردانگیز عریضہ لکھ کر دیا کہ جب کبھی راجہ میرا حال پوچھے تو اسکو یہ عریضہ پڑھ کر سنا دیں، اس کا خلاصہ یہ تھا کہ انسان کو کسی طرح کدورت خاطر دانش و بینش

Marfat.com

کے نور سے دور پھینک دیتی ہے۔ اس کے دل میں بے گناہوں کے قتل کا خیال پیدا ہوتا ہے ہر ایک عقلمند فرمانروا جانتا ہے کہ مرنے کے وقت ملک و دولت کو وہ اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتا کیا راجہ نے میرے قتل کرنے سے یہ خیال کیا ہے کہ اس کی سلطنت ہمیشہ رہے گی اور اس کو کوئی تکلیف نہ پہنچے گی، راجہ نے یہ خط سنا اور غفلت کے خواب نوشین سے بیدار ہوا اور اپنے کئے پر اندوہگیں ہو کر بیٹھ گیا۔ خادمانِ درگاہ نے جب بادشاہ کی پیشانی پر صداقت کے آثار دیکھے تو اصل واقعہ کا ذکر کر دیا (یعنی منج کو قتل نہیں کیا گیا بلکہ وہ ایک محفوظ جگہ میں زندہ موجود ہے) راجہ یہ سن کر سجدہ شکر بجالایا اور منج کو بلوا کر عزت و احترام سے رکھا اور اپنا ولی عہد مقرر کیا۔

جب جے چند کا زمانہ حکومت ختم ہوا تو پنوار خاندان میں کوئی شہزادہ لائق تخت و تاج نہیں تھا، جیت پال تنور کو جو نامور زمینداروں میں سے تھا، حکومت کے لئے انتخاب کیا گیا کرشمۂ قدرت سے اب اس خاندان میں حکومت منتقل ہوئی جب کنور پال کی حکومت منقضی ہوئی تو سلطنت کا تاج خاندان چوہان کے سر پر رکھا گیا۔

Marfat.com

باب دہم:

فصل اول

چوہان راجگان گوجر

داستانِ شوکت پیشینیان را باز گفت
مردگانِ قوم راجانِ دگر درتن ومید

کرنل ٹاڈ نے چوہانوں کا جو شجرۂ راجپوتانہ سے حاصل کیا، اس میں راجہ انہل اول سے لے کر رائے پرتھورا (پرتھی راج) تک تخت نشین راجگان کی 39 پشتیں درج ہیں، جس تکشک قوم نے ہندوستان پر حملہ کیا، چوہان اس کی نسل سے ہیں۔ اس خاندان میں راجہ جے مل نے قلعہ اجمیر جو چوہان کی عظمت وشوکت کی ترجمانی کرتا ہے تعمیر کیا تھا۔

مقام سانبھر جہاں کا نمک مشہور ہے، اس کے راجگان چوہان کا نام سانبر مشہور ہے، مانک رائے چوہان پہلا راجہ ہے، جس نے اسلامی تلواروں کا مقابلہ اس بہادری سے کیا کہ سپہ سالارانِ اسلام اس کی شجاعت وتہور کو تسلیم کرتے تھے، چنانچہ سلطان محمود غزنوی نے جب اجمیر پر حملہ کیا، تو اس کا روئیں حصار سلطان سے مسخر نہ ہو سکا، اور سوراشٹر کی طرف چلا گیا۔ اسلامیوں کے حملے پے در پے اس وقت تک چوہان راجاؤں پر جاری رہے، جب تک پرتھی راج معرکہ آرا نہیں ہوا۔ مانک رائے پر پہلی صدی ہجری کے اختتام پر خلیفہ ولید کے سپہ سالار محمد بن قاسم نے حملہ کیا اور مانک رائے نے مدافعت کی۔ دوسرا حملہ چوتھی صدی ہجری میں راجہ اجمیر پر اور تیسرا حملہ راجہ بیسلدیو پر ہوا، اودت پر مار نے جو غالباً چوہانوں کا حلیف تھا۔ ان اسلامی حملوں میں شجاعت وقنوت کے وہ جوہر دکھلائے کہ اب تک تاریخ میں یادگار ہیں، پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ چوہان بیرونی قوم سے

Marfat.com

ہیں اور ان کا چوہان نام حاصل کرنا کوہ آبو کے اگنی کنڈ کے شعبدہ کے کرشمہ سے ہے کیونکہ اس سے پہلے صفحہ تاریخ پر یہ نام نہیں آتا اور اسی واسطے ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ گوجر ہیں جس پر اب تک دوسرے خاندان فخر کرتے ہیں۔ اودت پر مار 1096ء میں سلطان مودود کے عہد میں مراء چوہان خاندان کی 24 شاخیں ہیں جن میں سے ہروتی یعنی خاندان کوٹہ بوندی کی شاخیں زیادہ مشہور ہیں۔ انہوں نے اپنی موروثی و قدیمی شجاعت کو ہر زمانہ میں قائم رکھا۔ جس وقت شاہ اورنگ زیب اپنے باپ شاہجہاں سے برسر پیکار تھا اس وقت کوٹہ بوندی کے چوہان شاہجہان کے جاں نثار معاون تھے اور اس جنگ کی صف اول میں ان کی تلوار چمکتی تھی۔ جن کے تعلقات و پاسداری کی وجہ سے گاگروں اور اگھوگڑہ کے کچھی سروہی کے دیورا جھلور کے سونگرا ہوئی بھار اور سانکور کے چوہان یا واگڑھ کے پونچہ بڑی بہادری سے میدان کارزار میں شامل ہوئے اور کام آئے۔

راجہ ویسلدیو یا بیسلدیو یا بسالدیو

چوہان خاندان کے اگرچہ تمام راجا اپنے اپنے وقت میں آسمانِ شجاعت وشوکت کے درخشندہ ستارے تھے، مگر چوتھا وگرہ راجہ یا دیسلدیو اور راجہ پرتھی راج اس خاندان کے آفتاب وماہتاب گزرے ہیں، روایت ہے کہ ویسلدیو نے تمر خاندان سے دہلی کا تخت چھینا تھا، چند سال ہوئے کہ اجمیر کی جامع مسجد کی مرمت کے موقع پر سنگ مرمر کے چھ تختے برآمد ہوئے جو دو ناٹکوں کے نامکمل اجزاء ہیں، ایک ناٹک وگرہ راجہ کی تعریف میں ہے۔ دوسرا ناٹک ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خود راجہ کی تصنیف ہے، اس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ راجہ بہت بڑا فاضل ادیب تھا، وگرہ راجہ نے نہ صرف اپنی سلطنت کی توسیع کی بلکہ بیرونی و اندرونی حملوں کی نہایت تہور و جانبازی سے مدافعت کرتا رہا، علوم وفنون کا حامی اور صنعت وحرفت کا معاون تھا۔

Marfat.com

راجہ پرتھی راج

یہ راجہ سومیشر[1] کا فرزند تھا۔ باپ کے مرنے کے بعد اپنے چچا دگرہ راجہ کی آغوش تربیت میں پرورش پائی اس کے چچا نے اسکو ہر طرح کی جنگی اور علمی تعلیم دی تھی، یہ حد سے زیادہ دلاور اور منچلا جانباز تھا۔ تخت پر بیٹھتے ہی شجاعت و شوکت نے اس کے ہاتھ چومے اور اقبال نے اس کے سر پر شوکت و جلالت شاہانہ کا چتر کھولا۔ دربار میں علم و فضل کا قدردان اور میدان رزم میں نصرت نشان تھا۔ اس کے ہاتھ سے ایک زبردست راجہ پرمال چندیل کی شکست اور 1182ء میں مہوبا کی شاندار فتح نے اس کی شہرت کو دور دور تک پہنچادیا تھا۔

مورخین تسلیم کرتے ہیں کہ پرتھوی راج (رائے پتھورا) صحیح معنی میں شمالی ہند کے راجاؤں کا ہیرو (پیشوا) تھا۔ اس کے حسن و طاقت و توانائی کے افسانے عام طور پر گیتوں اور شعروں میں بیان کئے گئے ہیں اس کے دربار میں کئی شاعر اور مصنف تھے، اس کی تعریف میں ایک ہندی رزمیہ نظم چندرائیسا بہت مشہور ہے۔ جو آجکل بھی صوبجاتِ متحدہ میں بہت مقبول و مطبوع ہے، یہ نظم اس کے ملک الشعراء چندر بردائی کی تصنیف ہے، جو فصاحت و بلاغت میں اپنی نظیر آپ تھا۔ اس میں پانچ ہزار اشعار ہیں ممکن ہے کہ ملحقات بھی ہوں، جو چندر بردائی کے بعد شاعروں نے شامل کر دیئے ہوں۔

پرتھی راج جس طرح سپاہیوں کا قدر دان تھا۔ اسی طرح علماء و فضلا کا بھی جوہر شناس تھا۔ بڑی بڑی معافیاں علمی خدمات کے صلہ میں دیتا تھا اس کے ایک ہاتھ میں اگر قلم گوہر افشاں تھا تو دوسرے ہاتھ میں ناوک جانستان ایسے بہت کم بادشاہ ہوئے ہیں۔ جو سیف و قلم دونوں کے مالک ہوں۔

پرتھی راج دو سلطنتوں کا مالک تھا ایک تو دادا کی میراث اجمیر کی

---

[1] اس کا نام مختلف ہے بعض تاریخوں میں مہیشر بعض میں سومیشر لکھا ہے سومیشر صحیح معلوم ہوتا ہے۔

Marfat.com

بادشاہت اس کو ملی تھی، دوسرا نانا کی طرف سے دہلی کا تخت اس کے ہاتھ آیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ دسویں صدی عیسوی میں دہلی کی سلطنت پر تنور خاندان حکمران تھا۔ ہندوستان کے تمام راجہ ان کی شوکت وسطوت سے کانپتے تھے، اس خاندان کا اخیر راجہ انگ پال ثانی تھا۔ وہ اگرچہ مہاراجہ تھا مگر اس کی آنکھوں میں تمام دنیا سیاہ تھی، محلوں میں گو ہزاروں شمعیں جگمگاتی تھی مگر اس کا کلبہ احزان تنگ وتاریک تھا یعنی اس کا کوئی بیٹا نہ تھا، اس غم سے وہ گھلا جاتا تھا۔ ہر چند کئی رانیاں تھیں مگر ان کا دامن گوہر درخشندہ سے خالی تھا۔ دولت سے ہر چیز مل سکتی ہے، مگر صحت اور اولاد نہیں مل سکتی۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

آخر جب اس کی عمر کا پیمانہ لبریز ہونے لگا اور فرزند تو کیا؟ زندگی کی امید بھی نہ رہی تو اس کو یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ میری سلطنت اس قدر وسیع اور فوج اس قدر کثیر ہے کہ اس زمانہ میں کسی اور راجہ کو یہ عظمت وشوکت میسر نہیں ہے، میری آنکھیں بند ہونے کے بعد کون اس تخت وتاج کا مالک ہوگا، پرتھی راج جس کو رائے پتھورا بھی کہتے ہیں، اجمیر کا راجہ تنور خاندان کا نواسہ، شجاعت وتہور کا پتلا، انصاف ومعدلت میں کسریٰ، سخاوت ومروت میں حاتم تھا۔ جس کے اوصاف واخلاق اس قدر وسیع تھے کہ اس کے دربار کا مشہور شاعر چندر بروائی[1]

---

[1] پرتھی راج کے متعلق مشہور کتاب ایک ہندی رزمیہ نظم چندرائیسا ہے، جو آجکل بھی صوبجات متحدہ میں بہت زیادہ مقبول ہے، یہ نظم پرتھی راج کے ملک الشعراء چند بردائی کی طرف منسوب کی جاتی ہے، چنانچہ اس شاعر کی اولاد میں ایک شخص اس وقت تک جودھپور میں اس زمین کی آمدنی پر اپنی زندگی بسر کر رہا ہے، جو پرتھی راج نے اس کے جد اعلیٰ کو دی تھی، اس کے پاس ایک قلمی نسخہ ہے، جس میں ابتدا میں صرف پانچ ہزار اشعار تھے، مگر اکبر کے وقت تک اس کی اولاد اس میں اضافہ کرتی چلی گئی، یہاں تک کہ اس کی تعداد پچیس ہزار تک پہنچ گئی۔ (انیول رپورٹ ص 30)

Marfat.com

اس کی مدح میں برسوں قصائد لکھتا رہا۔ مگر اس کی خوبیوں کو جیسا کہ چاہیے تھا بیان نہ کر سکا، خوبصورت ایسا کہ اس کو ماہتاب یا آفتاب سے تشبیہہ دی جاتی تھی۔ بہادر اس درجہ کا کہ جہاں اس کی شمشیر آبدار چمکتی، فتح و نصرت قدم چومتی اننگ[1] پال کی آنکھوں کا نور، جگر کا ٹکڑا، راحتِ دل، آرام جان تھا۔ اننگ پال نے ہمہ صفت موصوف پا کر اپنا ولی عہد مقرر کیا۔ دنیا نے اس انتخاب کو بنظر استحسان دیکھا اور رعایا نے اپنی فلاح و بہبود کی فال نیک سمجھی، دنیا ایک خواب و خیال ہے۔ جس طرح بھی کوئی کسی خیال میں دل لگا لے، تسلی ہو سکتی ہے۔ اننگ پال ثانی کا اس خیال سے دل مطمئن تھا کہ سلطنت کو آخر کار ہاتھ سے جانا ہے۔ بیٹوں کی اولاد نہ سہی بیٹی کی اولاد تو ہے۔ پرتھیوی راج اقبال مند نوجوان تھا، نہ تلوار اُٹھائی، نہ خون گرایا، نہ لشکر کشی کی، بیٹھے بٹھائے ایک ایسی وسیع سلطنت ہاتھ آ گئی، جسکے لئے سیکڑوں بوالہوس راجہ اور بادشاہ ترستے رہے، راے پتھورا، اجمیر کا راجہ چوہان خاندان کا آفتاب 1170ء میں دہلی کے تخت پر جلوہ افروز ہوا، اجمیر و دہلی کے دوز رنگار تاج اس کے سر پر رکھے گئے، ہمائے سعادت نے سر پر مہاراجگی کا چتر کھولا۔ اقبال و اجلال نے شوکت پا انداز بچھایا، تخت نشینی کے دربار میں بچہ سے لے کر بوڑھے تک سب نے جان نثاری و وفاداری کا حلف اٹھایا، اور اپنی اپنی گیتی ستان اور خار اشگاف تلواروں کے قبضے جیسا کہ راجپوتوں کی رسم اطاعت ہے، پیش کئے پرتھوی راج نے ایک ایک سپہ سالار کے قبضہ شمشیر پر ہاتھ رکھا، جس کے یہ معنی تھے کہ اس نے سپہ سالاروں کی عقیدت وارادت کو شرف قبول بخشا، ادھر راجہ کی سعادت و جلالت کا ستارہ چمک رہا تھا، اودھر راجہ جے چند والی قنوج جو تنور خاندان کا نواسہ تھا، اور گھر وار خاندان کا خون اس کی رگوں میں دوڑ رہا تھا، اس

---

[1] بعض تاریخوں میں اس امر کی کہ پرتھی راج اننگ پال کا نواسہ تھا تردید کی گئی ہے اور اس روایت کو غلط قرار دیا ہے۔

Marfat.com

جشن جہاں آرا سے بہت افسردہ ہوا، یہ خیال کر کے کہ تنور خاندان کی گدی کا استحقاق جیسا کہ پرتھی راج کو ہے، ویسا ہی مجھ کو ہے، جیسا وہ نواسہ ہے ویسا ہی میں ہوں، غصہ سے اس کا خون ابلتا، اور جوش میں اس کا دل اچھلتا تھا، حسد کی آگ نے اس کے دل کو جلا دیا، جس سے اس کا دماغ مختل ہو گیا، جنگ کے خیال سے تلوار اٹھاتا اور وقت کے لحاظ سے رکھ دیتا، جوش انتقام سے گھوڑے پر سوار ہوتا مگر زمانہ کی نامساعدت دیکھ کر اُتر پڑتا۔ دن رات سامانِ جنگ کی فراہمی اور لشکر کی آراستگی میں مصروف رہتا، اسی حیص بیص میں عرصہ تک وہ پیچ وتاب کھاتا رہا۔ غازی شہاب الدین غوری کو ان دونوں کی مخالفت وعناد کی اطلاعیں پہنچ چکی تھیں کہ پرتھی راج اور جے چند ایک دوسرے کے جانی دشمن ہیں اور میدان خالی ہے، اس لئے کہ گوجر باہمی عداوت میں الجھے ہوئے ہیں، ایک معمولی لشکر دونوں سلطنتوں کو برباد کر سکتا ہے، چنانچہ وہ 1190ء میں شمالی ہند پر ایک ٹڈی دل لشکر لے کر حملہ آور ہوا، پرتھوی راج جیسا بہادر تھا، ویسا ہی فصیح و بلیغ بھی تھا، ہندوستان کے تمام راجاؤں کے نام ایک مراسلہ لکھا جس کا ایک ایک لفظ برقی رد کی طرح راجپوتوں کے جسم میں دوڑ گیا۔ اس نے لکھا برادرانِ قوم! ہمارے موروثی ملک پر اس وقت ایک مسلمان حملہ آور ہوا ہے، دین کی حمایت ملک کی حفاظت، قوم کی پاسبانی، عزت کی نگہبانی ہم پر واجب ہے، اگر ہم آپس کے جھگڑوں میں پھنسے رہے تو ملک وعزت دونوں ہاتھ سے جاتے رہیں گے، اس سے زندہ جل جانا ہی بہتر ہے، یہ آبدار تلواریں ہمارے بزرگوں کی امانت ہمارے ہاتھ میں ہیں۔ انہوں نے کبھی نیام کا منہ نہیں دیکھا، دشمنوں کی گردن یا سینہ ہمیشہ ان کا نیام رہا ہے، یہ جنگ میں بجلی کی طرح چمکتی اور سیاہ بادل کی طرح برستی رہی ہیں، آج ہمارے بزرگوں کی روحیں آسمان سے اتر رہی ہیں تا کہ وہ ہماری شمشیر زنی کے کرتب دیکھیں۔ انہوں نے ہماری پرورش اسی دن کے لئے کی

Marfat.com

تھی کہ ہم ان کی تلواروں کو دشمن کے خون سے دھو کر چمکائیں، اور ان پر ثابت کریں کہ جو امانت انہوں نے ہمارے سپرد کی تھی، ہم نے اس کو زنگ آلود نہیں ہونے دیا اور ہمیشہ دشمنوں کے خون سے اس کو صاف و شفاف رکھا، اس وقت نہ صرف ناموس ملک کا پاس ہے، بلکہ مذہب و ملت کی حفاظت کا سوال بھی ہے، مذہب جان سے زیادہ عزیز ہے، جس کو مذہب کا پاس نہیں۔ اس سے کوئی آس نہیں، بہادرو! جان پر کھیلنے والو، یہ سرزمین ہمارے باپ دادا کی گوشت و پوست اور استخوان کی امین ہے، اس کے چپہ چپہ میں ہمارے بزرگ راجاؤں، مہاراجاؤں کی خاکستر مدفون ہے۔ کیا تمہاری عزت وشجاعت یہ گوارا کر سکتی ہے کہ ہمارے دشمن کے گھوڑے ہمارے بزرگوں کی خاکستر کو پائمال کریں اور ہم اپنے ننگ و ناموس کی بربادی کو خون آلود آنکھوں سے دیکھیں، اس سے زیادہ دنیا میں اور کوئی بے حمیتی نہیں ہو سکتی، ہم غلامی کے لئے پیدا نہیں کئے گئے بلکہ دنیا کو غلام بنانے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ آخر ہمیں مرنا ہے، بہتر ہے کہ بہادروں کی موت مریں اور دنیا میں اپنا نام چھوڑ جائیں۔ ہمارے بزرگوں نے کئی ہزار سال تک دوسری قوموں سے اپنی شجاعت کا لوہا منوایا، کیا آج ہم اس دشمن کے ڈر سے اس جوہر بے بہا کو رائگاں کر سکتے ہیں؟ عیش و آرام عورتوں کے لئے ہے، زرہ ہمارا بستر، خود ہمارا تکیہ، تلوار ہماری ہم خوابہ ہے، آؤ ہم اپنی گذشتہ نسلوں کی روحوں کو خوش کریں اور آنے والی نسلوں کے لئے حمیت قومی کی یادگار چھوڑ جائیں، کتوں کی موت مرنا بزدل قوموں کا حصہ ہے۔ ہماری تلوار کا کام دشمنوں کو کتے کی طرح مارنا ہے، بہادرو! شیرو! ہماری بیبیاں اور لڑکیاں جنہوں نے حیا و عصمت کے گہوارہ میں پرورش پائی ہے اور جن کو آفتاب و ماہتاب نے بھی کبھی نگاہ بھر کر نہیں دیکھا کیا آج یہ گوارا ہو سکتا ہے کہ ایک غیر مذہب کا غاصب ان کو اپنی کنیز بنا کر اپنے حرم سرا میں رکھے، شرم شرم ضرور ایک دن جان دینی ہے، بہتر

Marfat.com

ہے کہ ہم بستر استراحت کے بجائے گھوڑوں کی پشت پر جان دین اور اپنے جسم و جان کو میدان کار زار میں غلطیدۂ خاک وخون کریں، تلوار کے دھنی بہادرو اگر لیٹے ہوئے ہو تو اُٹھ بیٹھو، اگر بیٹھے ہوئے ہو تو کھڑے ہو جاؤ، اگر کھڑے ہوئے ہو تو دوڑو غنیم قضائے مبرم کی طرح سر پر آ پہنچا ہے، تم دنیا کو شانِ شجاعت دکھاؤ اور دشمن سے اپنی تلوار کا لوہا منواؤ، وقت تنگ ہے، برق سوزاں کی طرح دفعتہً دشمن پر گرو اور پہاڑ کی طرح مستحکمانہ میدان میں کھڑے ہو جاؤ! اس مراسلہ نے جادو کا اثر کیا، جس نے پڑھا گھوڑے کی اگاڑی پچھاڑی تلوار سے کاٹ ننگی پیٹھ پر سوار ہوا ایڑ لگاتا ہوا تھانیسر کے قریب تڑاوری کے میدان میں شہاب الدین کے بالمقابل پہنچ گیا، اس مراسلہ کے چند روز کے بعد جب جائزہ لیا گیا تو سوسے زیادہ راجہ مہاراجہ اپنا اپنا لاؤ لشکر لئے میدان کارزار میں خیمہ زن تھے، راجاؤں کا لشکر سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مار رہا تھا، ایک ایک سیکڑوں پر بھاری تھا، پرتھی راج کے الفاظ رجز جوش کو ابھارتے اور بہادری و تہور کی روح پھونکتے تھے، جنگ شروع ہوئی ایک طرف سے غازی شہاب الدین کے اللہ اکبر کے نعرہ ہائے فلک شگاف اور دوسری طرف سے راجپوتوں کے ہری ہری کے غلغلہ زہرہ گداز نے میدان کار زار کو عرصۂ محشر بنا دیا۔ فریقین کی تلواروں سے اس طرح خون کے فوارے بہ رہے تھے، جس طرح سیاہ بادل سے موسلا دھار بارش ہوتی ہے، بزدگاہ کشتوں کے پشتوں سے پہاڑ بنا ہوا تھا، جس کے چشمے خون کی ندیاں بہا رہے تھے، بجز قیاس وتخمیں کے کشتگانِ جنگ کی کوئی تعداد نہیں جانتا تھا، برابر کی جنگ تھی کسی طرف کا پلہ جھکا ہوا نہ تھا، شہاب الدین نے فوج کے سرداروں کو بُلا کر کہا کہ وطن کا لے کوسوں دور اور دشمن زبردست ہے، اگر بھاگے تو گچھی کے گھوڑوں کی ٹاپ سے ہمارے بدن لہولہان ہو جائیں گے، ان سے جانبر ہونا ایسا ہے جیسا قضاء سے بھاگنا، آخر ایک دن مرنا ہے بہتر ہے کہ میدان جنت میں مریں اگر

Marfat.com

معدد دے چند بچ کر اپنے ملک پہنچ بھی گئے تو وہ قوم کو کیا منہ دکھائیں گے، شہادت موت نہیں ہے بلکہ دائمی زندگی ہے عارضی زندگی کے مقابلہ میں دائمی زندگی حاصل کرنا ثمرۂ ایمان و اسلام ہے، دوسری طرف پرتھی راج نے اپنے خط کے الفاظ دہرائے اور تلوار کھینچ کر کہا کہ ہم بہادروں کی لاج اس کی دھار سے وابستہ ہے، دو میں سے ایک بات کرنی چاہیے، یا اس سے دشمن کا سر کاٹیں، یا اس کو ہاتھ سے پھینک دیں، یا تخت یا تختہ، دونوں طرف کے سپہ سالاروں نے پرتھوی راج اور غازی شہاب الدین کی جادو اثر تقریروں سے کئی روز تک ہنگامۂ کارزار گرم رکھا، کبھی یہ پلہ جھکتا، کبھی وہ دونوں طرف لوہے کی دیواریں تھیں اور دلوں میں شجاعت راجپوتی اور حمایت اسلامی بالمقابل موجزن تھی، ایک لشکر دوسرے کی دیوار، روئیں کو ہٹا نہیں سکتا تھا، بقول ہندو مورخین راجہ جے چند بے حمیت ناعاقبت اندیش، گرفتار حسد، اس قومی جنگ میں شامل نہ ہوا اور نہ کسی قسم کی امداد کی اور اس انتظار میں اپنی رصدھانی میں بیٹھا پرچے منگوا رہا تھا کہ پرتھی راج کی شکست یا قتل سے کس وقت اس کا دل ٹھنڈا ہوتا ہے، جب جنگ نے طول کھینچا تو پرتھی راج نے جوفنِ جنگ میں سکندر کی طرح ماہر اور یکتا تھا، تمام راجاؤں کو جمع کر کے کہا کہ ایک پردیسی کے مقابلے میں جنگ کا اس قدر طول پکڑنا ہمارے لئے باعثِ تنگ و عار ہے، کل ضرور فیصلہ کرنا ہے یہ کہہ کر اس نے اپنی انگلی سے خون نکالا اور اس کا قشقہ ماتھے پر لگایا، جس سے یہ مراد تھی کہ کل یا تو وہ جان دے گا یا فتح پائے گا اور سپاہ کو خطاب کیا کہ ہم کو کل ان سپاہیوں کی چند صفیں مرتب کرنی چاہئیں، جن کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ جان دینے کے لئے بہزار جان حاضر ہیں اور تجویز یہ ہوئی کہ صف اولین فوراً اپنی جگہ چھوڑ کر دشمن پر بجلی کی طرح جا گرے اور اس کی جگہ دوسری صف چشم زدن میں آ کھڑی ہو۔ اس طرح صفوں کا سلسلہ قائم رہے اور دشمن یہ معلوم ہی نہ کر سکے کہ صفوں کی اس طرح نقل و

Marfat.com

حرکت ہو رہی ہے جب ہماری پہلی صف کو دشمن کاٹ دے تو دوسری پہنچ جائے اسی طرح صبح سے شام تک فوجوں کا تانتا باندھ دیا جائے تازہ بتازہ سپاہ کے پہنچنے سے کہاں تک دشمن کانٹ چھانٹ کرے گا، آخر تھک جائے گا پھر یا تو ہم اس کو مولی گاجر کی طرح کاٹ دیں گے یا بھگا دیں گے، دوسرے دن اسی تجویز کے مطابق راجاؤں کی صفیں صف آرا ہوئیں۔ اگرچہ ان کے سپاہی اس قدر مرے کے میدان کارزار میں کشتیوں کے پشتے لگ گئے تھے لیکن اس سے بالآخر غازی شہاب الدین غوری کی فوج حواس باختہ ہوگئی اور صبح سے شام تک تلوار چلاتے چلاتے ان کے ہاتھ سوج سوج کر قبضوں میں پھنس گئے۔ وہ حیران تھے کہ باوجود اس قدر کانٹ چھانٹ کے کسی صف میں کوئی رخنہ نہیں پڑا ہے۔ اگرچہ غازی شہاب الدین نے بہت کچھ جوش دلایا مگر اس کی فوج ایسی بدحواس بھاگی کہ کئی منزل پر جا کر دم لیا، تمام راجہ فتح و نصرت کے جھنڈے اُڑاتے ہوئے، دارالسلطنت کو واپس ہوئے، یہ جنگ تلاوڑی کے مقام پر جو کرنال اور تھانسیر کے درمیان واقع ہے۔ 1191ء میں ہوئی، پرتھی راج کی اس حیرت انگیز عظیم الشان فتح نے راجہ جے چند کی امیدوں پر جو بزدلانہ اپنے گھر میں پرتھوی راج کی شکست یا قتل کی خبر کا منتظر بیٹھا تھا، پانی پھیر دیا اور اس کے تمام منصوبے خاک میں مل گئے۔ اب اس نے ایک اور منصوبہ باندھا کہ کسی تقریب سے پرتھی راج کو بلا کر فریب سے گرفتار کر لے یا فرمانبرداری کا اقرار کر لے۔ اشومیدہ[1] یگیہ رچایا، اس سے بظاہر اس کی یہ غرض تھی کہ وہ ہندوستان کے راجاؤں پر ثابت کرے کہ وہ تمام شمالی ہند میں ادھیراج ہے۔ اس تقریب میں اور راجہ تو آئے مگر پرتھوی راج نہ آیا،

---

[1] آشومیدہ یگیہ ایک قسم کا جلوس تاج پوشی کا ہے۔ اصلی معنی اس کے گھوڑے کی قربانی ہیں اور وہ اس طرح ہوتا ہے کہ ایک راجہ ایک نیلگوں گھوڑے کو بے لگام میدان میں چھوڑتا ہے اور شامل جلوس راجاؤں کو اس کے پکڑنے کے واسطے حکم دیا جاتا ہے جو اس گھوڑے کو پکڑے وہ ادھیراج یعنی مہاراج یعنی شہنشاہ کا خطاب پاتا ہے۔

Marfat.com

ایک تو یہ وجہ تھی کہ پرتھوی راج کو جے چند پر اعتماد نہیں تھا کہ مبادا وہ اس کو کسی فریب سے گرفتار کر لے یا قتل کر دے، دوسرے پرتھوی راج اس کے ادھیراج ہونے کے دعویٰ کو تسلیم نہیں کرتا تھا اور وہ اس کو حقیر سمجھتا تھا، پرتھوی راج کے اس جلسہ میں شامل نہ ہونے سے جے چند کی آتش غضب جو پہلے آہستہ آہستہ اس کے دل میں سلگ رہی تھی، اب علانیہ بھڑک کر شعلہ زن ہوئی جے چند نے پرتھوی راج کی غیر حاضری کا نہایت ہی احمقانہ و بزدلانہ انتقام اس طرح لیا کہ پرتھوی راج کا بت اپنے قلعہ کے دروازے پر نصب کرایا، جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ وہ میرا دربان ہے لیکن تقدیر اس کے فعل پر ہنستی تھی کہ جو بُت پرتھوی راج کی حقارت و ذلت ظاہر کر رہا ہے، وہ دن قریب آنے والا ہے کہ وہی پتھر پرتھوی راج کی عظمت و شوکت کا بنیاد ہو گا اذر دامادی کا سہرا اس کے جبیں سعادت پر باندھا جائے گا، پہلے راجاؤں کی یہ رسم تھی کہ جب کوئی راج کنواری سِنّ بلوغ کو پہنچتی تو تمام ملک کے راجاؤں اور معزز راجپوتوں کو دعوت دی جاتی تھی کہ وہ طمطراق کے ساتھ جشن میں شریک ہوں، راج کنواری کو بلا کر راجاؤں سے تعارف کرایا جاتا تھا، جس کو وہ پسند کرتی اس کے گلے میں پھولوں کا ہار ڈال دیتی، اور اس کے ساتھ اس کی شادی کی جاتی تھی۔ اس رسم کا نام ان کی اصطلاح میں سومبر تھا، جے چند کی لڑکی سیمکتا، شادی کے لائق ہو گئی تھی، اس کا سومبر رچا ہوا تھا، سیمکتا حسن و جمال میں شہرۂ آفاق تھی، ماہتاب اور آفتاب اس کی خوبصورتی کی شہرت دور دراز ملکوں تک پہنچا چکے تھے، اس گوہر شب چراغ کے لئے ملک کے کئی راجہ کوشش کر رہے تھے کہ جس طرح ہو یہ ماہ جبیں ہمارے ہاتھ لگے سومبر کی دعوت میں ہر ایک راجہ بن ٹھن کر آ پہنچا، جو کچھ جس کے پاس سامانِ آرایش و تجمل تھا، اپنے ساتھ لے آیا ہر ایک راجہ کا علیحدہ علیحدہ کیمپ ایک خوشنما شہر تھا، امرد نوجوان، ماہ جبیں گلرخسار، سروں پر تاج اور تاج پر کلغی لگائے کمر میں خنجر اور

Marfat.com

ہاتھ میں نیزہ لئے اس آن بان سے نکلتے تھے کہ تماشائیوں کی آنکھیں چوندھیا جاتی تھیں، گھوڑوں اور ہاتھیوں کی جھولیں جواہرات سے جگمگا رہی تھیں، گھوڑے ایسے تیز کہ رانون سے نکلے جاتے تھے، ہاتھی ایسے کوہ پیکر کہ ان کو دیکھ کر یہ معلوم ہوتا تھا کہ جواہرات اور سونے کے پہاڑوں میں زلزلہ آرہا ہے، جن جواہرات نے سیکڑوں برس تک آفتاب وماہتاب کو منہ نہ دکھایا تھا آج وہ آفتاب و ماہتاب سے چشمک زنی کر رہے تھے۔ باایں ہمہ شان وشوکت اور شکوہ وحشمت ہر ایک کے ہونٹ خشک تھے کہ دیکھئے! کس کے نام قرعۂ فال نکلتا ہے۔ کئی دن تک جشن رہا جس سے قنوج فلک اوج نظر آتا تھا، صبح وشام راجاؤں کی سواریاں بغرض اظہار تجمل وشوکت مختلف ساز وسامان سے یکے بعد دیگرے نکلتی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سنہرے رو پہلے بادل آسمان پر دوڑ رہے ہیں اور زرہ پوش سپاہیوں کے دستوں میں تنگی تلواروں کا چمکنا، سیاہ بادلوں میں بجلی کے کوندنے کا منظر دکھلا رہا تھا، سومبر کے دن ایک ایک راجہ کی آمد آفتاب و ماہتاب کا طلوع تھا، ایک وسیع چبوترہ سنگ مرمر کا تعمیر کیا گیا تھا اور اس پر پرانی قالینیں جن پر کہکشانی بیل بوٹے تھے، بچھا کر اس قرینہ سے علیحدہ علیحدہ مسندوں پر گاؤ تکیے رکھے گئے تھے کہ ہلال کی طرح نصف دائرہ بن گیا تھا، ہر ایک راجہ اپنے اپنے دستہ فوج کے ساتھ تزک و احتشام سے اس چبوترہ کے سامنے سے گزر کر دوسرے راستہ سے اپنی مقررہ نشتگاہ پر زانوے ادب تہ کر کے بیٹھ جاتا اور اس کی فوج کا دستہ ایک طرف کھڑا ہو جاتا تھا، جب سب راجہ مہاراجہ مسند آرا ہو چکے تو سمیکتا کے نکلنے کا وقت آیا، قلعہ کے دروازہ سے چبوترہ تک سبز مخمل کا یا انداز بچھایا گیا تھا، ایک برہمن نے سمیکتا کے خیر مقدم کا اشلوک بآواز بلند پڑھا، راجاؤں اور تماشائیوں کی آنکھیں قلعہ کے دروازہ پر لگ گئیں، کچھ انتظار کے بعد زہرہ جبیں ماہ طلعت سرو قامت سمیکتا جواہرات میں غرق سہیلیوں کے ساتھ خراماں خراماں اس طرح نکلی جس طرح

Marfat.com

آسمان پر ثریا کے ساتھ زہرہ۔ ہر طرف تماشائیوں کا ہجوم اس طرح تھا جس طرح کہ کہکشاں میں ستاروں کا انبوہ ہوتا ہے۔ انہی تماشائیوں میں پرتھی راج بھیس بدلے ایک طرف کھڑا نگاہ محبت سے اس ماہ جبیں کے حسن و جمال کا جلوہ دیکھ رہا تھا اور اس کو معلوم تھا کہ یہ گوہر شب چراغ اسی کے لئے مقدر ہے۔ ادھر سمیکتا کو بھی معلوم تھا کہ میرا خریدار تماشائیوں کے ہجوم میں کھڑا ہے کیونکہ دروازے سے نکلتے ہی سمیکتا کی نگاہ جس پر پڑی وہ پرتھوی راج تھا۔ عاشق و معشوق کی آنکھوں میں جذبہ مقناطیسی کا اثر ہوتا ہے، لاکھوں کا ہجوم ہو، ہزاروں شرم و حیاء کے پردے حائل ہوں، مگر ان کی نگاہوں کے لئے صاف رہتا ہے۔ سب مسند آرا راجہ تعظیم کے لئے کھڑے تھے، وہ ہر ایک کے سامنے کچھ دیر کے لئے کھڑی ہو جاتی اور بیدی اس راجہ کا حسب ونسب و وسعت سلطنت و اخلاق کی داستان سناتا۔ پھر دونوں طرف سے کورنش ادا ہوتی، جب یہ رسم ختم ہو چکی تو سمیکتا اپنی مسند پر جلوہ افروز ہوئی بیدیوں نے بید اور برہمنوں نے رچائیں پڑھنی شروع کیں۔ سمیکتا چپ چاپ تصویر بنی بیٹھی تھی اور تماشائیوں اور عاشقوں کی نگاہیں، اس ماہتاب کا ہالہ بنی ہوئی تھیں، مگر عاشق و معشوق کی نگاہوں کا نور افشاں خط شعاعی جذبات دل کو آشکارا کر رہا تھا، جب اشلوک اور رچائیں ختم ہوئیں تو سمیکتا مسند سے اُٹھی شرم سے آنکھیں نیچی، ماتھے پر پسینہ ہاتھ میں گلدستہ موسم بہار کی بدلی کی طرح آہستہ آہستہ جھومتی جھامتی چلی، خاموشی کا ایسا عالم تھا کہ کوئی اونچا سانس نہ لے سکتا تھا، سب کی آنکھیں محو تماشا تھیں کہ دیکھئے یہ نور کی بدلی کہاں برستی ہے، راجاؤں کے ہلالی دائرہ کو کاٹتی ہوئی مخملی پا انداز سے باہر نکل گئی اور بہزار جان فدا ہو کر پرتھوی راج کے بت کے گلے میں ہار ڈال دیا، جس سے ایک شور برپا ہو گیا، راجاؤں کے چہروں پر ہوائیاں اُڑنے لگیں، یہ کسی کو گمان ہی نہیں تھا کہ سمیکتا اس بُت کو سرفراز کرے گی، جو حقارت و ذلت کا مجسمہ تھا۔ تقدیر نے آج اس معمہ کو

Marfat.com

حل کیا جس کو سنگ تراش طالع نے بُت بناتے وقت اس بُت کی پیشانی پر لکھا تھا۔ ادھر سمیکتا بُت کے گلے میں ہار ڈال کر ایک ہی قدم پیچھے ہٹی تھی کہ عاشق جانباز (پرتھوی راج) نے اس کو اس طرح اٹھا لیا جس طرح دیو پری کو اُٹھا لیتا ہے۔ سواروں کا ایک دستہ پرتھی راج کے ساتھ تھا، جو دُکنی بادرفتار برق جست گھوڑوں پر سوار تھے، جن کا تعاقب وہم وگمان بھی نہیں کرسکتا تھا، اس پری پیکر کو چشم زدن میں لے کے اُڑ گئے، اس واقعہ سے تنوروں اور چوہانوں میں ایسی جنگ شدید شروع ہوئی کہ گوجروں کا نظم اتحاد درہم برہم اور شیرازۂ جمیعت گسیختہ ہوگیا۔

غازی شہاب الدین گوجروں سے انتقام لینے کا منتظر تھا[1]۔ یہ واقعہ سنتے ہی قضا کی طرح آپہنچا باایں ہمہ راہئے پتھوراے تن تنہا ایسا مقابلہ کیا کہ پہلی جنگ کا نقشہ نظر آنے لگا، لیکن شہاب الدین غوری کی فوج اس قدر تھی کہ پرتھوی راج اگر اس کو تلوار کے گھاٹ اُتارنا چاہتا تو برسوں گذر جاتے، آخر پرتھی راج گرفتار[1] ہوا اور بے رحمی سے قتل کیا گیا۔ اس کے بہادر سرداروں نے یکے بعد دیگرے نہایت شجاعت وتہور سے جان دی اور دنیا میں ہمیشہ کے لئے شجاعت و حمیت کا نام روشن کر گئے۔ یہ جنگ 1192ء میں وقوع ہوئی۔

---

[1] ہندوؤں کی ایک یہ روایت ہے کہ پرتھی راج کو شہاب الدین اپنے ہمراہ غزنی لے گیا تھا۔ جہاں اس نے سلطان شہاب الدین کو قتل کیا اور خود کام آیا۔ یہ روایت بالکل غلط معلوم ہوتی ہے کیونکہ سلطان شہاب الدین کو 602 ہجری مطابق 1205ء میں فرقہ مادرہ کے ایک مخبوط الحواس شخص نے بمقام دلمیک واقع ضلع جہلم پنجاب میں قتل کیا تھا، ایک روایت یہ بھی ہے کہ پرتھی راج کو شہاب الدین غزنی لے گیا تھا اور اس کی شاہانہ طور سے مراحات کی گئی لیکن یکدن وہ بھاگ نکلا اور پکڑا گیا اور اسی ناشکری کے باعث پرتھی راج وہاں مارا گیا۔

Marfat.com

چوہان راجاؤں کے نام مع سال سلطنت جو صوبہ دہلی پر حکمران تھے

علامہ ابوالفضل نے آئین اکبری جلد دوم صفحہ 146 میں دہلی برفرمانروا چوہان خاندان کا مع تفصیل سنین حکومت اس طرح ذکر کیا ہے، بیسلدیو چوہان 6سال 1 ماہ 4 روز، امرگنگو 5سال 2 ماہ 5 روز، کھرپال 20 سال 1 ماہ 5 روز، سومیر 7 سال 4ماہ 8 روز، جاہر 4سال 4 ماہ 8 روز ناگ دیو 3سال 1 ماہ 5 روز، پتھورا 49 سال 5 ماہ 1 روز۔

معلوم ہوتا ہے کہ علامہ ابوالفضل نے ان فرمانروایاں چوہاں کے نام درج کئے ہیں، جن کی سلطنت بہت وسیع تھی، ورنہ تاریخوں میں تو بہت نام ملتے ہیں، پرتھی راج کے بعد مبلغین عرب نے **لا اکراہ فی الدین قدتبین الرشد من الغی** ۔کی تبلیغ شروع کی، جس کے اثر سے چوہان کے 14 سردار سعادت اسلام سے مسعود وشرف ایمان سے مشرف ہوئے، جن کے خاندان علیحدہ علیحدہ حسب ذیل ہیں۔

قائم میروانی، شیخاوانی، لووانی، کروانی وغیرہ وغیرہ۔

بعض ہندو مورخین کا خیال ہے کہ یہ قبائل بزور شمشیر مسلمان ہوئے، بعض ہندو مورخین کا خیال ہے۔ ہندو مذہب میں اس طرح تبدیل مذہب سیاسی اغراض سے جائز ہے، ہندو مورخیں کا یہ خیال کبھی ثابت نہیں ہوا کہ عرب نے ہندوستان میں اسلام بزور شمشیر پھیلایا تھا۔ اسلام کے عقائد میں یہ گناہ عظیم ہے کہ کسی کو کرہاً و جبراً مسلمان کیا جائے البتہ اگر ہندو سیاسی اغراض سے مسلمان ہو گئے ہوں تو دوسری بات ہے۔

باب ہفتم تاریخ راجستان میں لکھا ہے کہ اس طرح تبدیل مذہب منوجی

Marfat.com

کی ہدایت کے بموجب جائز ہے، منوجی نے کہا ہے کہ اپنے ملک کی حفاظت کے لئے بیوی کی پروا کرنا بھی ضروری نہیں ہے یعنی زمین کا محفوظ رکھنا بیوی سے زیادہ اہم ہے۔ ہم مورخ کے اس استدلال سے متفق نہیں ہیں کیونکہ مذہب ایک اعلیٰ چیز ہے، وہ تلوار کے خوف سے نہیں دبایا جا سکتا۔ بے شک مملکت کا دینا عورت کے دینے سے زیادہ باعثِ نقصان ہے کیونکہ مملکت سے قومی نظام درست ہوتا ہے اور عورت سے شخصی۔

لیکن ہم منوجی کی ہدایت کا یہ مطلب سمجھتے ہیں کہ ملک کی حفاظت کے لئے عورتوں کی معاشرت و آرام وغیرہ کو چھوڑ دو اور ملک کی حفاظت کے لئے آمادہ جنگ ہو جاؤ، راجپوتوں اور گوجروں خصوصاً چوہان کے لئے یہ عار ہے کہ تلوار کے خوف سے ایمان فروشی کریں، التبہ عربوں کی فصاحت زبان وہ کام کرتی تھی، جو ان کی تلواریں نہیں کرتی تھیں۔ راجپوت یا گوجر جو حلقۂ اسلام میں آئے، دلائل و برہان کے زور سے آئے نہ کہ شمشیر تران کے خوف سے۔

❀❀❀

Marfat.com

فصل دویم:

چوہان کی شاخیں تو بہت کثرت سے ہیں، مگر مشہور ترین شاخیں جو علاقہ بوندی کوئٹہ میں اکثر آباد ہیں، حسب ذیل ہیں۔

چوہان، ہر، سونی گرا، دیورا، پلہبا، کیچی، ہیخوار، گوئلوال، بہدوریہ، نربہان، مالانی، پوربیہ، سور، مدریچہ، پالیچہ، یسرہ، کچیرہ، روسیہ، چندو، نکمپ، بھاور، بنکٹ، بھوریچہ، سنگریچہ، دیکھو ٹاڈ راجستان صفحہ ۲۴۳ جلد اول۔

چوہانوں کی مشہور دیویاں، شکستی دیوی، دیوی آسا پورا المعروفہ بہ کالکا جی ہیں۔

۱۔	راجہ جگدیو، چوہان	۱۰ سال
۲۔	جگناتھ برادر زادہ جگدیو	۱۰ سال
۳۔	ہردیو	۱۵ سال
۴۔	باسدیو	۱۶ سال
۵۔	سری دیو	۱۵ سال
۶۔	دھرم دیو	۱۴ سال
۷۔	بھلدیو	۱۰ سال
۸۔	تانک دیو	۹ سال
۹۔	کیرت دیو	۱۱ سال
۱۰۔	پتھورا	۲۱ سال
۱۱۔	مالدیو	۹ سال

چوہان راجاؤں کے ایسے متعدد سلسلے ہیں جو مختلف ملکوں پر فرمانروا رہے ہیں یا بحیثیت سردار کسی علاقہ کے حاکم تھے۔ اگر ان سب کے حالات جمع کئے جائیں تو ایک صحیح جلد مرتب ہو سکتی ہے اور نیز چونکہ ان راجاؤں کے حالات مختلف تاریخوں میں درج ہیں، اس لئے ہم ضرورت نہیں سمجھتے کہ جو حالات دوسری تاریخوں میں عام طور پر مذکور ہیں ان کی تفصیل کی تکلیف اُٹھائیں۔

Marfat.com

باب یازدہم:

ولبھی اور گھلوٹ راجاؤں کے حالات

راجہ گوہا اور باپا کے حالات

ٹاڈ راجستان میں ایک کہانی لکھی ہوئی ہے، جس کے بعض فقرے قابل تسلیم نہیں۔

ولبھی پور ایک مشہور ترین رشک گلزار شہر تھا، جس پر راجہ سلادت کا پرچم اقبال لہرا رہا تھا۔ یہ کبھی گمان میں بھی نہ تھا کہ اس کے فلک نما مکانات صرصر حوادث سے گر کر پیوند زمین ہوں گے، عین امن و امان کی حالت میں راجہ سلادت کی مہارانی پشپادتی جو خاندان پر مار کی گوہر شب چراغ تھی، ساز و سامان کے ساتھ ایک دستہ سپاہ کی حفاظت میں ایک مندر پر نذر چڑھانے کے لئے روانہ ہوئی تاکہ مندر کی دیوی اس کے دامن امید کو گوہر آبدار سے درخشاں کرے، جب وہ نذر چڑھا کر واپس آ رہی تھی تو اس کو یہ منحوس جگر شگاف اور جانکاہ خبر دی گئی کہ ولبھی پور کو غنیم نے حملہ کر کے ایک تودۂ خاکستر کر دیا ہے اور راجہ سلادت اپنی رانیوں کے ساتھ چتا کی آگ میں جل کر خاک ہو گیا ہے۔ اس خبر کے سنتے ہی پشاوتی رانی حواس باختہ ہو گئی، وہ حاملہ تھی، سوچنے لگی کہ اس درمکنوں کو جو اس کے شکم میں ہے، کس طرح رکھے کہ وہ حوادث روزگار سے محفوظ رہے کیونکہ دشمن ولبھی خاندان کے استیصال کے درپے ہے اگر اس کو پتہ لگ گیا تو وہ مجھ کو نیست و نابود کر دے گا، ممکن ہے کہ راجہ سلادت کی یادگار مالک تخت و تاج اس کے آغوش تربیت میں جلوہ گر ہو، اس کی ایک راز دار سہیلی قصبہ بڑنگر میں کملاوتی نام برہمنی جو نیک طینت اور ہمدرد تھی، رانی اس کے پاس پہنچی اور امداد چاہی، برہمنی نے اس کو تہ خانہ میں چھپا دیا، جو شہر کے پاس ایک غار میں نہایت دلکشا مکان تھا اور اس کی

Marfat.com

خدمت میں بہ دل و جان مصروف ہوئی، وقت مقررہ پر پشاوتی کے دامن امید کو طالع سعید کی یادری سے لعل درخشاں نصیب ہوا۔ جب رضاعت کے دن پورے ہوئے تو رانی پشاوتی نے کملاوتی کو یہ بچہ حوالہ کیا اور کہا کہ میں بموجب رسم آبائی ستی ہونے کے لئے ولبھی پور جاتی ہوں، چونکہ یہ لڑکا شاہی خاندان کی امانت ہے، جس کو آپ کی مخلصانہ محبت نے پالا پوسا ہے، اس لئے اس کو علم تو برہمنوں کا پڑھانا، مگر شادی راجپوتوں کے گھرانے میں کرنا، کملاوتی پیار سے اس بچہ کو گوہا کے نام سے پکارتی تھی، گوہا، ہندی زبان میں اس جانور کو کہتے ہیں جو غار سے پیدا ہو، گوہا بچپن سے ہی ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات کا مصداق تھا، جو شخص اس کو دیکھتا تعظیم و محبت سے پیش آتا، ایدھر کا راجہ مندلیک جو قوم کا بھیل تھا، گوہا کو اپنے پاس لے آیا اور اس کی شاہانہ پرورش کی ، وہ خوبصورت اور بہادر سپاہی تھا، مندلیک کے مرجانے کے بعد اس کے بیٹوں نے یہ تجویز کی کہ تخت پر اسی کو بٹھایا جائے، گوہا اس بارگراں کے اٹھانے سے پہلو تہی کرتا تھا، مگر اس کے بھائی اس کو تخت پر بٹھانا چاہتے تھے، اس میں ان کے دو فائدے تھے، اول یہ کہ سلطنت کی بابت جو ان میں تنازع ہے، وہ بالا تفاق طے ہو جائے گا، دوسرا باعتبار علم و فضل و شجاعت وغیرہ، ہماری موروثی سلطنت کو ایک طاقتور محافظ مل جائے گا، بحث و مباحثہ کے بعد گوہا ایدھر کے تخت پر جلوہ گر ہوا اور اس کے ایک بھائی نے اپنی انگلی کو زخمی کر کے خون نکالا اور گوہا کی پیشانی پر راج تلک لگایا لیکن سلطنت ایک ایسی چیز ہے، جس کی وجہ سے باپ بیٹے سے اور بھائی بھائی سے جدا ہوتا ہے اس لئے یہ مثل مشہور ہے کہ سلطنت بانجھ ہوتی ہے، جن بھائیوں نے اسے بخوشی سلطنت دی تھی در پردہ اس کے دشمن ہو گئے اور وہ اس تاک میں تھے کہ موقع پا کر اس کو قتل کر دیں، گوہا بھی تاڑ گیا تھا، قبل اس کے کہ وہ اس کے قتل پر قادر ہوں، اس نے سب کو تہ تیغ کرا دیا اور اطمینان کے ساتھ انتظام سلطنت میں مصروف ہوا۔

Marfat.com

ابو الفضل نے بھی تھوری سی تبدیلی کے ساتھ یہ قصہ بیان کیا ہے جو فضولیات سے پاک ہے۔

گوہا کی زندگی میں اس کی اولاد گھلوٹ یا گرہلوٹ کہلائی، گوہا کی سلطنت کی بابت صرف اسی قدر معلوم ہوتا ہے کہ اس کی حکومت آٹھ پشت تک کوہستانی علاقہ میں رہی، قوم بھیل کو ہمیشہ یہ امر ناگوار معلوم ہوتا تھا کہ ایک گمنام خاندان بھیل کی زبردست قوم پر حکمران ہو اور بھیل کی قوم اس کے آستان شوکت پر جبہ سائی کرے، چنانچہ انہوں نے راجہ ناگ وت کو جو گوہا کی نسل میں ایک زبردست راجہ تھا، شکار گاہ میں قتل کیا اور ایدھر کی حکومت پر اپنا علم اقبال بلند کیا، اس وقت بھی کملاوتی کی اولاد نے جو ہمیشہ اس خاندان کی جاں نثارانہ خدمت کرتی تھی، امدادی، جس وقت ناگ وت قتل ہوا، تو اس کے بیٹے باپا کی عمر صرف تین سال کی تھی، کملاوتی کی اولاد کی کوشش سے باپا قتل ہونے سے بچ گیا، جسے قاتلوں نے بجائے قتل کرنے کے قلعہ بھانڈیر میں نظر بند کر دیا اور جادو خاندان کے ایک بھیل نے اس کی پرورش و پرداخت وتربیت و تعلیم کا بار اپنے ذمہ لیا اور اس کو پاراسر کے سرسبز خوشنما جنگل میں بھیج دیا، جس کے تین طرف پہاڑ محیط تھے اور ہر قسم کے باغات اور قدرتی پھلوں اور پھولوں سے جنت نظیر تھا، یہاں متعدد مندر تھے، آب و ہوا خوشگوار اور روح پرور تھی، یہاں اس کی مذہبی اور دینی تعلیم کے تمام ذرائع مہیا تھے، شکار کھیلنے کے لئے پہاڑ اور سیر کے لئے باغات اور عبادت کے لئے مندر اور تعلیم کے لئے پنڈت موجود تھے۔

اس سرزمین کی آب و ہوا نے اس کی جسمانی اور روحانی حالت پر اچھا اثر کیا، باپا بت پرست رشیوں سے بہت محبت رکھتا تھا، وہ اپنی دایہ سے (جس کی گود میں اس نے پرورش پائی تھی) سن چکا تھا کہ وہ ایک مہاراجہ کا بیٹا ہے، اس لئے اس کی اولوالعزمی اور بلند حوصلگی ہمیشہ اس کے ارادوں کو وسیع اور اس کی ہمت کو بلند رکھتی تھی، اس نے سنا کہ ناہرنگر جنگل میں ایک صاحب کرامات جوگی

Marfat.com

گورکھ[1] ناتھ گوشہ نشین ہے اس نے اپنی تربیت گاہ پار اسر کو خیر باد کہا اور اس جوگی کی قدم بوسی کے لئے روانہ ہوا، جب باپا اس کی زیارت سے مشرف ہوا اور دعا کے لئے التجا کی، تو اس نے دعا دی کہ وہ اپنے ملک موروثی کا بادشاہ ہو۔

اس کے بعد باپا چتوڑ کے راجہ کے دربار میں حاضر ہو کر کورنش بجالایا اور ملازماں درگاہ میں شامل ہونے کی تمنا کی، یہ جوان رعنا تھا اس کو راجہ نے فوج میں ایک معمولی عہدہ عنایت کیا، مگر یہ اپنی ذہانت و مستعدی و بہادری کی وجہ سے چند دنوں میں اعلیٰ عہدے پر فائز ہو گیا اور ایک وسیع جاگیر کا استمراری پٹہ بھی اس کو مل گیا۔

راجہ خاموش طبع اور تجرد پسند تھا، امرائے دربار سے خاص مواقع کے سوا کم ملتا تھا، مگر باپا پر وہ بہت مہربان تھا، اس کو عام اجازت تھی کہ جس وقت چاہے، بادشاہ کے حضور میں چلا آئے لیکن یہ تقرب اس کے لئے مضر ثابت ہوا امرائے دربار و ارکان دولت حسد کرنے لگے کہ جس طرح ممکن ہو باپا کو راجہ کی نظر سے گرائیں اور دربار سے نکلوا دیں۔ انہیں ایام میں ایک زبردست غنیم نے حملہ کیا راجہ نے ملکی وفوجی افسروں کو بلوایا، کہ وہ غنیم کی مدافعت کے لئے تیار ہوں مگر جیسا کہ پہلے مشورہ ہو چکا تھا، سب نے کانوں پر ہاتھ رکھے کہ ہم ایسے سخت دشمن کا جس کے پاس ہم سے چند گنا زیادہ سپاہ ہے، کس طرح مقابلہ کر سکتے ہیں، ایسے دشمن کا مقابلہ کرنا بے سود اور باعثِ نقصان مال و جان ہے، یہ کہتے ہوئے سب کے سب جاگیروں پر چلے گئے لیکن باپا اس مہم کے سر کرنے کے لئے کمر بستہ ہو گیا اور فوج کو اکٹھا کر کے اس کی کمان اپنے ہاتھ میں لی، یہ حالت دیکھ کر جو امرائے سلطنت اپنی اپنی جاگیروں پر چلے گئے تھے، طوعاً و کرہاً واپس آ گئے، جب تقدیر مساعد ہوتی ہے تو دشمن کا حربہ بیکار ہو جاتا ہے، دشمن نے سخت حملہ کیا تھا، مگر

---

[1] ابوالفضل نے اس کا نام ہرنج لکھا ہے، ممکن ہے دو مختلف سادھو ہوں (عبدالمالک)

Marfat.com

باپا نے اس کو اس طرح واپس کیا جس طرح سمندر کی موجیں پہاڑ سے ٹکرا کر پیچھے ہٹتی ہیں، اس فتح سے باپا کا حوصلہ بڑھ گیا اور جنگ کا ہراس دل سے جاتا رہا، فتح و نصرت کا پرچم اڑاتا ہوا ، دارالسلطنت میں پہنچا اور موردِ الطافِ شاہی ہوا، امرائے دربار نے پھر یہ مشورہ کیا کہ بالاتفاق راجہ اور باپا کا کام تمام کر دینا چاہیے، اور ان کے لئے یہ امر بہت آسان بھی تھا مگر باپا نے حکمت عملی سے رفتہ رفتہ ان کے ساتھ اتحاد پیدا کر کے ان کو حسب مراتب انعامات سے مالا مال کر دیا، راجہ چتور جب مر گیا تو تمام امرائے دولت کی رائے سے باپا ہی قابلِ تخت و تاج سمجھا گیا ، جب چتور کا تخت پابوس پا ہوا، تو اس نے اپنا نام راج گرد (سلطان اعظم) رکھا باپا کی اولاد بہت تھی اپنے بہادر بیٹوں اور اپنے بھائی ہندوؤں کو بلا کر مختلف ممالک پر گورنر مقرر کر دیا، اس نے نہ صرف کابل و کشمیر کو فتح کیا، بلکہ خراسان کو بھی زیر نگین کیا، اس کے فرزند جو ماڑوار پر قابض تھے، وہ گھلوٹ کے نام سے مشہور ہیں، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ گھلوٹ خاندان کا بانی تو گوہا اور باپا ہے اور باپا کی تاریخ ولادت جو بعض مورخین نے لکھی ہے 191ء یا 190ء بکرماجیتی ہے۔

پس کس طرح سے گھلوٹ خاندان کو گوجر کہا جا سکتا ہے اور گھلوٹ خاندان کے بعض ارکان جو گوجر ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، وہ اپنا وطن وسط ایشیا بتاتے ہیں اور وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نوشیروان کی اولاد سے ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ باپا کی مندرجۂ بالا تاریخ ولادت غلط ہے، کیونکہ ٹاڈ راجستان نے باپا کی تاریخ پیدائش 769ء بکرماجیتی مطابق 713ء لکھی ہے۔

دوسرا یہ جواب ہے کہ ہند میں گوجروں کی ہجرت کا زمانہ چوتھی یا پانچویں صدی فرض نہیں کرنا چاہیے بلکہ وسط ایشیا کی قوموں کے ہند میں آنے کا وقت غیر معین ہے کیونکہ بعض ایسی روایتیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ گوجر مختلف قدیم

Marfat.com

زمانوں میں دوسری قوموں کے ساتھ آتے رہے ہیں گاتری کے استھان کی روایت جو پرانوں میں ہے (جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے) اس کی مؤید ہے۔

چوتھی یا پانچویں یا چھٹی صدی کا زمانہ گوجروں کی شہرت کا زمانہ ہے، جس زمانہ میں یہ برسرکار آئے ہندوؤں کی ایک یہ بھی رائے ہے کہ جب راجگان ہند نے گھلوٹ اور رانائے چنوڑ کو اپنی لڑکیاں دیں تو رانا کے خاندان کو نوشیروان کی نسل ظاہر کیا تا کہ راجپوت یہ کہہ کر کہ ہماری اور ان کی اصل و نسل ایک ہے۔ لوگوں کے طعن سے بچیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ چتوڑ کے رانا اور مارواڑ کے گھلوٹ اور ولبھی اگر گوجر نہیں ہیں، تو گوجروں کے ساتھ ان کی رشتہ داری اور تعلقات قرابت اس قدر ہیں کہ یہ جدا نہیں ہو سکتے، اکثر مؤرخین جنہوں نے ذاتوں کی تحقیق پر قلم اٹھایا ہے، وہ ولبھی اور گھلوٹ رانا کو گوجر قبائل سے بیان کرتے ہیں۔

گجرات پنجاب میں گھلوٹ بھلوٹ کہلاتے ہیں اور وہ گوجروں کا ایک مشہور گوت ہے، موضع کرنا نہ وغیرہ میں اچھی حیثیت کے کاشتکار ہیں گھلوٹ خاندان کے جن مشاہیر راجاؤں کا ہندی تاریخوں سے پتہ لگا ہے، ان کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

راجگانِ قوم گھلوٹ وشاہان ہمعصر

نمبر شمار	راجگانِ گلوٹ	سنہ		
		سمت	عیسوی	خلفائے بغداد شاہان غزنی
۱	باپا کی پیدائش	769ء	713ء	خلیفہ ولید خلیفہ یازدہم، بغداد
۲	چتوڑ پر قبضہ	784ء	728ء	خلیفہ عمر ثانی
۳	فرمانروایان میواڑ	//	//	خلیفہ ہشام
۴	چتوڑ کا خالی کرنا	820ء	764ء	خلیفہ المنصور
۵	ابراجیت کال بھوج بن ابراجیت	//	//	خلیفہ ہارون رشید
۶	کھمان	از 868ء تا 892ء	از 812ء تا 836ء	خلیفہ المامون
۷	بھرتری بھٹ	//	//	//
۸	سنگھ جی	//	//	//
۹	نرماہن	//	//	//
۱۰	سالباہن	//	//	شاہانِ غزنی
۱۱	سکتی کمار	1024ء	968ء	امیر لتپگین
۱۲	انبا پرشاد	//	//	//

Marfat.com

۱۳	نربرما	//	//	سلطان سکبتگین
۱۴	جسوبرما[1]	//	//	سلطان محمود

جو قصہ ٹاڈ نے لکھا ہے اس میں گوہا کا نام ہے، لیکن ابوالفضل بھی قصہ باپا کی نسبت لکھتا ہے، معلوم نہیں کہ ٹاڈ کا ماخذ کیا ہے، ابوالفضل کا ماخذ ہند کی قدیم تاریخیں ہیں، چونکہ یہ عجیب قصہ ہے، ابوالفضل نے اس کو اپنی مخصوص انشا پردازی میں لکھا ہے، لہٰذا ہم اس کو درج کرتے ہیں۔

''وسردار بومی راپیشتر راوں گفتے، واز دیر باز رانا گویند، وقوم گھلوٹ خویشتن را از نژادنوشیروان عادل شمارد، بزرگ نیاگ اینان از نیرنگی، روزگار، بولایت برارافتاد، بمرزبانے زنالہ روشناس گشت پیش ازیں بہشت صد سال نزنالہ راغینم گرفت، وبسیارے فروشدند، باپا نام خرد سالے راما درش ازان آشوبگاہ گرفت میواڑا آمدو براجہ منہ لیک بھیل پناہ برد چون کلان شد، بہ نخچیر افگنی پیشہ برساخت چندانکہ بزادمروی نام برآور داز نزدیکان راجہ گشت وباعتماد دولت آمد، چون راجہ سفر واپسین نمود، چہار برادر زادہ اور درجانشینی با یکدگر گفتگو کردیذ، آخر ہمہ رارائے برین شدکہ باپا کلان تر باشد واز فرمودہ نگذرند، اوسر بازمی زد، روزے یکے ازان چہارن راخون از انگشت برآمد، ازان قشقہ بروکشید، ودیگران نیز اور ابکلانی برگرفتند، وخود رایت استقلال برافراشت وتا امروز روائے دارد، ہر کرارانا سازند قشقہ از خون آدمی برکشند، وآن ناسپاس ہر چہار البفراشخانہ نسبتی فرشاذ ودرصحرا نودی ہر پنج نام ریاضت درے راجانوراندیشیدہ، تیر درکمانخانہ نہاد، از صفائی ضمیر

---

[1] باپا کے اس کے علاوہ بھی فرزند ہیں، جو اس فہرست میں اس لئے درج نہیں کہ وہ بطور جاگیردار تھے، یا گورنر تھے، دیکھو تاریخہائے رانائے میواڑا اور چتوڑ۔ اس خاندان کی تاریخیں بہت مفصل اور دلچسپ ہیں، ٹاڈ راجستان میں ان کے حالات مجملاً مذکور ہیں۔

Marfat.com

وریافتہ آ گاہ ساخت، واوبشرمیاری ونجد متگری آورد، دگاہ بیگاہ پرستاری نمودے، روزے اور انوید راجگی دادشگرف داستانی باز گزارند، چون درموضع سیسود، بنگاہ ساختند این الوس راسیسودیہ گفتند، وچون در آغاز کار برہمنے بتیمارانیان پرداخت، ازان گردہ دانند، وچون راول رتن سین را روزگار سپری شد، اری خویش اور ابراجگی، برنشاندند، ورانا خطاب دادند، واودہم پشت رانائے کہ امروز امرانام دارو، حمیر، کتیا، لاکھا، موکل، گونہاز، رایمل، سانکا، اودی سنگہ، پرتاب امراء۔

ترجمہ مع تشریح:

اس خاندان میں سے جو ملک کا سردار ہوتا تھا، اس کو زمانۂ سابق میں راول کہتے تھے، اور اس کے بعد عرصہ ہوا کہ اس کا خطاب رانا ہو گیا، قوم گھلوٹ اپنے آپ کو نوشیروان عادل کی اولاد کہتی ہے، ان کا کوئی بزرگ زمانہ کے اتفاقات سے ملک برار مین چلا آیا اور نرنالہ کے راجہ کا مقرب ہو گیا، آٹھ سو برس ہوئے کہ کسی غنیم نے نرنالہ پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا اور اکثر باشندے اس کے جورو ستم سے عاجز آ گئے، باپا کو جو ابھی بچہ تھا، اس کی ماں اس پر آشوب شہر سے لے کر میواڑ چلی آئی اور راجہ مندلیک بھیل کے پاس پناہ گزین ہوئی، جب باپا جوان ہوا تو زیادہ تر وقت اس کا شکار میں صرف ہوتا تھا، بوجہ اپنی جوہر شجاعت ذاتی کے وہ مشہور ہو گیا اور رفتہ رفتہ راجہ کا حضوری اور معتمد علیہ ہو گیا، جب راجہ راہی ملک عدم ہوا تو اس کے چار بھتیجوں میں مسند نشینی کے بارہ میں مشورہ ہونے لگا کہ کس کو راجہ مقرر کیا جائے، آخر سب اس امر پر متفق ہوئے کہ باپا کو سردار تسلیم کیا جائے اور ہم اس کے مطیع و فرمانبردار ہو جائیں، لیکن باپا انکار کرتا تھا، ایک دن ایسا اتفاق ہوا، ان چار بھائیوں میں سے بوجہ زخم کے ایک کی انگلی میں سے خون نکل آیا، اس نے اس خون سے باپا کی پیشانی پر تلک لگا دیا (یعنی اس کو راجہ تسلیم کیا) دوسرے بھائیوں نے بھی اس سے اتفاق کیا، آخر باپا نے سلطنت کا جھنڈا اٹھایا،

Marfat.com

اور مستقل راجہ ہو گیا، اس وقت سے اس خاندان میں یہ رواج چلا آتا ہے کہ جب کوئی رانا مسند نشین ہوتو اس کی پیشانی پر آدمی کے خون سے تلک لگایا جاتا ہے باپا نے راجہ ہوتے ہی یہ کفران نعمت کیا کہ چاروں بھائیوں کو مروا ڈالا۔ باپا کی نسبت یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جب وہ ابتدائے زمانہ میں شکار کے شوق میں کسی جنگل میں جا رہا تھا تو ایک سادھو ہرنج نام کو جو کسی درخت کے نیچے بیٹھا عبادت میں مشغول تھا، شکار سمجھ کر کمان پر چلہ چڑھایا سادھو صفائی باطن سے سمجھ گیا اور اس کو اشارہ کیا کہ میں شکار نہیں، باپا شرمندہ ہو کر اس کے پاؤں پر گر پڑا اور گاہے گاہے اس کی خدمت کے لئے حاضر ہوتا تھا، ہرنج سادھو نے ایک دن اس کو یہ مژدہ دیا کہ وہ اس ملک کا مہاراجہ ہو گا۔ مورخین متعدد عجیب عجیب قصے اس کی نسبت بیان کرتے ہیں۔

چونکہ اس خاندان کا صدر مقام سیسود تھا لہٰذا اس کو سیسودیہ کہتے ہیں اور چونکہ ابتدائے زمانہ میں ایک برہمن نے ان کی پرورش کی تھی۔ اس وجہ سے لوگ ان کو قبیلہ برہمن سے شمار کرتے ہیں۔

جب راول رتن کا زمانہ ختم ہو گیا، تو رعایا نے اس کے رشتہ دار ارسی کو مسند نشین کر کے رانا کا خطاب دیا۔ اس وقت جو امرا نام راجہ ہے وہ اس خاندان کی نسل میں دسواں ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

حمیر، کیتا، لاکھا، موکل، گونبھا، رایمل، سانکا، اودی سنگھ، پرتاب، امرا۔

اس شجر ونسب سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خاندان کی متعدد شاخیں ہیں، جو مختلف علاقوں پر حکمران تھیں، چونکہ ان کی علیحدہ تاریخ موجود ہے، اس لئے ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

ونسنٹ اے سمتھ نے اپنی تاریخ قدیم ہند میں ولبھی کا مختصر بیان کیا ہے کہ پانچویں صدی کے آخیر میں متیرک قوم کے (جو ایک بیرونی قوم تھی) ایک سردار جزیرۂ نمائے سراشتر کے مشرق میں ولبھی کے مقام پر قابض ہو گیا اور ایک

Marfat.com

راجدھانی کی بنیاد ڈالی ، جو آٹھویں صدی کے اخیر تک شان وشوکت سے قائم رہی اور خیال کیا جاتا ہے کہ اس خاندان کو عرب کے بہادروں نے برباد کیا، بھاونگر کے شمال مغرب میں اٹھارہ یا بیس میل کے فاصلہ پر ولا کے مقام میں ولبھی کے آثار مدفون ہیں، اس کے مفصل حالات جیکسن نے بمبئی گزیٹر 1866ء جلد اول حصہ اول ص 106 میں لکھے ہیں۔

اور بعض مورخین کہتے ہیں کہ اس شہر کو سندھ کے گوجروں نے تباہ کیا تھا ملاحظہ ہو جے۔اے۔ایس۔بی حصہ اول جلد 4، 6ء صفحہ 181۔

ولبھی راجاؤں نے مغربی ہند اور سراشتر جزیرہ نما کو تسخیر کیا اور اس علاقہ پر پوری طاقت سے فرمانروا رہے، ہیون سانگ جس زمانہ میں ولبھی آیا تھا تو اس وقت یہ شہر ہر طرح کی رونق کا مرکز تھا، چھٹی صدی کے وسط میں مشہور فاضل گنتھی اور شہرستی بدھ مذہب کے مجتہد اسی شہر میں بدھ مذہب کی فلسفیات کی تعلیم دیتے تھے، آئی سنگ جو ہیون سانگ کا ہمعصر سیاح ہے، وہ بیان کرتا ہے کہ جنوبی بہار کا مقام نالندا اور ولبھی دو ایسے شہر میں جن کا مقابلہ چینی درسگاہوں سے ہوسکتا ہے۔

ولبھی کی بربادی کے بعد بدھ مذہب اور تجارت نے نہروالہ (پاٹن) میں عروج پایا، جس راجہ ملہارا کا نام عربی تاریخوں میں ہے غالباً وہ یہی خاندان ہے کیونکہ ملہارا اور ولبھی میں بہت کچھ مشابہت ہے کیونکہ ولبھی کی وہب سے تبدیل ہو جاتی ہے، بعد تبدیلی بلبھی ہو گیا اور اس کے مابعد رائے کا لفظ لگایا (عرب راجا کو رائے لکھتے ہیں) بلبھی راہو گیا، کثرتِ استعمال یا عربی خط میں کچھ ردو بدل ہونے سے بلہارا ہو گیا، یہ توجیہہ معقول ہے۔

مسٹر بھنڈا کرنے ولبھی کی ایک عجیب وجہ تسمیہ لکھی ہے۔

کہ چونکہ ولبھی کے راجاؤں نے فتح پر فتح حاصل کی تھی، اس لئے لوگوں نے ان کو ول بے معنی واہ رے کہا، اس کی تقلید بعض یورپین مورخین نے بھی کی ہے، سلیم الطبع قارئین جانتے ہیں کہ یہ کس قدر فضول وجہ تسمیہ ہے، یورپ کے

Marfat.com

مورخین تو ہماری زبان سے واقف نہیں ہیں، وہ تو معذور ہیں، مگر ہمارے ملک کے بعض مورخین ہر ایک چیز کی وجہ تسمیہ کے اختراع کرنے میں دور از قیاس توہمات کو پیش کرتے ہیں جن کو عقل سلیم تسلیم نہیں کرتی۔

میرا خیال یہ ہے کہ اس شہر کو کسی زمانہ میں ولبھ راجا نے آباد کیا تھا، اس کے نام پر یہ شہر مشہور ہوا اور ولبھ یا بیری عام طور پر راجاؤں کا اعزازی لقب ہے، خصوصاً چنیکا خاندان متعدد راجاؤں کے نام کے ساتھ ولبھ آتا ہے، ولبھی کے شہر پر غالباً 641ء، 642ء میں راجہ ہرش نے بھی حملہ کیا تھا۔ اس وقت ولبھی پر دہروسین (دہروبھنٹ) حکمران تھا، دہروبھنٹ کو شکست فاش ہوئی وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ بھروچ کے علاقہ میں پناہ گزین ہوا، جہاں گوجروں کی حکومت تھی، وہرو بھنٹ مطیع ہو گیا اور آئندہ کے استحکام مووت کے لئے اس نے راجہ ہرش کی بیٹی سے شادی کی۔ اور ہرش کو متعدد مہمات میں امداد دی، گھلوٹ خاندان کے راجہ بھرتری بھنٹ کو تاریخوں میں برہم، کشتر آنوت لکھا ہے یعنی وہ راجہ جس میں مذہبی مقتدا اور سپاہی کے دونوں صفات موجود ہوں، پنجاب راجپوتانہ اور کاٹھیاوار گجرات میں برہمکشتری ایک قوم ہے، ہمارے خیال میں یہ گھلوٹ ہیں۔ دراصل یہ لوگ بیرونی قوموں کا عنصر ہیں یہاں آ کر دید و دیگر ہندوؤں کی الہامی کتابیں پڑھ کر قوم کے پیشوا بن گئے اور برہمن کہلائے اور جنگوں میں جوہر شجاعت دکھلا کر کشتری ہو گئے، دونوں صفات کی وجہ سے برہم کشتری ہو گئے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بیرونی اور اندرونی قوموں میں جذب اور ضم کے تعلقات سے بہت کچھ تغیر و تبدل ہوا مگر پھر بھی اصلی ذات کی جھلک ان میں پائی جاتی ہے۔

اسی اصول پر مورخین نے قوم گھلوٹ کو گوجروں میں شامل کیا ہے اور یہ رائے قائم کی کہ اکثر راجپوت بیرونی ممالک کی قوموں کے قبائل و عناصر ہیں۔

Marfat.com

باب دوازدہم:

پریہار، یا پرتھار خاندان کے گوجر راجہ

راجہ ناگ بھٹ

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ کوہ آبو کے 50 میل کے قریب گوجروں کی ابتدائی اور قدیم سلطنت بھنمال تھی اور یہی مقام ان کی فتوحات کا سرچشمہ ہے، یہ ایک ایسا حصن حصین تھا کہ اس کے چاروں طرف آسانی سے کشور کشائی ہو سکتی تھی، مگر اس پر حملہ آوروں کی تاخت اگر ناممکن نہیں تھی تو مشکل ضرور تھی۔

816ء میں بھنمال کے سر بفلک قلعہ پر راجہ ناگ بھٹ کا پھریرا قوم گوجر کی شوکت و اقبال وسطوت و اجلال کا اعلان کر رہا تھا، راجہ چکر یدھ کو جو راجہ ہرش کے بعد کئی ایک راجگان کی امداد سے قنوج کے تخت کا مالک ہوا تھا، راجہ ناگ بھٹ نے شکست دی اور وہ بدقسمت آوارہ وشت اوبار ہوا، (دیکھو گوالیار کا کتبہ نخر، ڈی کے گزل شافٹ دی ویسنشافت گاٹنجن 1905ء اپنی گریفیکل نوٹس نمبر 17)

اس فتح نمایاں کے بعد راجہ ناگ بھٹ نے فال نیک سمجھ کر اپنے دارالحکومت کے لئے قنوج تجویز کیا، جو بھنمال کا صحیح معنوں میں نعم البدل تھا، اس تبدیلی کا یہ نتیجہ ہوا کہ قنوج کی دوبارہ رونق عود کرائی، ہندوستان میں قنوج ہی ایک ایسا شہر ہے جو بارہا اپنے عروج و زوال کے مناظر پیش کر چکا ہے، اس زمانے میں اس کو وہ عظمت حاصل تھی کہ اس کے بلند محلات کے کنگرے ستاروں سے سرگوشیاں کرتے تھے اور اس کی سرزمین روکش گلزار تھی۔

اس زمانہ میں گوجر اور راشترکوٹ کے راجاؤں کے مابین خون فشاں

Marfat.com

جنگیں شروع ہو چکی تھیں اور دائمی فیصلہ کے لئے دونوں طرف کے راجگان سخت خون ریزی سے کام لے رہے تھے۔ راجہ اشترکوٹ گوبند سوم نے ایک کتبہ میں راجگان گوجر کے مقابلہ میں اپنی فتح ونصرت کا فخریہ قصیدہ لکھ کر ایک مینار پر لگایا تھا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ گوجر سلطنت پر فتح پانا عظیم الشان کامیابی تھی، جو بہت کم بادشاہوں کونصیب ہوئی (دیکھو جنرل بمبئی برانچ ایشیاٹک سوسائٹی، جلد 20)

رام بھدر یا رام دیو

راجہ ناگ بھٹ کا بیٹا رام بھدر اس کی وفات کے بعد تخت جہانبانی پر جلوہ آرا ہوا، مگر اس کی نسبت اس سے زیادہ اطلاع نہیں ملتی کہ اس نے اپنا زمانہ حکومت 825ء سے 840ء تک مرنجان مرنج حالت میں گزارا اور اپنی مملکت کا انتظام اپنے باپ کے سیاسی قوانین کے مطابق بہترین صورت میں انجام کیا اور علوم وفنون کے مصنفین کی قدردانی سے اپنا نام روشن کیا، نہ اس نے کسی کو چھیڑا اور نہ کوئی اس پر حملہ آور ہوا، امن کی زندگی کے ساتھ علم کی اشاعت میں مصروف اور بدھ مذہب کی خدمت میں مشغول رہا۔

مہر بھوج

راجہ بھدر کے بعد مہر بھوج مسند نشین ہوا۔

راجہ بھوج کا خطاب ایک عجیب خطاب ہے، ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ مہر اس شخص کو کہتے ہیں جو قوم کا نمائندہ ہو اور اب تک پنجاب میں یہ لفظ رائج ہے اور نمبردار کو مہر کہتے ہیں، مہر کے لغوی معنی پیش رو اور مقدم کے ہیں، جیسا کہ چودھری کا لفظ کہ وہ ایک گروہ کا مقدم سمجھا جاتا ہے، خواہ وہ گروہ کسی رتبے اور پیشے کا ہو اس زمانہ میں (چوہدری) بہت عام ہو گیا ہے، اس لئے اس کے مفہوم میں اب وہ عظمت باقی نہیں رہی، جو زمانہ سابق میں تھی کیونکہ ادنے ادنے پیشوں

Marfat.com

کے نمائندے بھی چوہدری کہلاتے ہیں مثلاً شتربانوں کا چوہدری، گاڑیبانوں کا چوہدری، بازار کا چوہدری راجہ کے مقابل میں مہر کا لفظ زیادہ پر عظمت ہے، کیونکہ اس کا مفہوم یہی ہے کہ قوم یا رعایا دل سے اس کی تعظیم کرتی ہے اور وہ قوم کا حقیقی نمائندہ ہے، لیکن ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ لفظ اپنے معنی سے خالی ہوتا ہے، بعض حالت میں ناکارہ اور بے حیثیت کو بھی مہر کہتے ہیں، حقیقت میں چوہدری اور مہر وہی ہوسکتا ہے، جو اپنی قوم کا خیر خواہ ہو۔ **سید القوم خادمھم**۔ قوم کا سردار وہی ہوسکتا ہے جو قوم کا خدمت گزار ہو۔

راجہ بھوج کی سلطنت بہت وسیع تھی، جس کی تفصیل یہ ہے۔

صوبہائے اگرہ واودھ اور گوالیار کا علاقہ جس کو اس نے فتح کیا تھا، اور کاٹھیاوار گجرات، مالوہ اونتی کی سرزمین اس کا موروثی ملک تھا، مشرق میں اس کی سلطنت کے حدود بنگال و بہار کی سلطنت خاندان پال سے ملتے تھے، شمال مغرب میں اس کی حکومت کی سرحد دریائے ستلج کے کنارے کنارے دور تک چلی جاتی تھی، مغرب میں دریائے بکڑا اس کی سلطنت اور اسلامی مملکت کے درمیان قدرتی حد فاصل تھا۔

مولف:۔ دریائے بکڑا جواب خشک ہوگیا ہے، ہم نے ایک سے زیادہ دفعہ دیکھا ہے، اس کے دونوں کناروں کا علاقہ نہایت زرخیز ہے، اس کے بعض بعض مقامات پر اب تک قلعے موجود ہیں، جو اس کی روانی کے وقت تعمیر کئے گئے تھے، ہم اس پر ایک طویل مضمون لکھ کر شائع کر چکے ہیں، جس کو علماء نے دلچسپی سے پڑھا تھا، جنوب مغرب میں راشترکوت مہاراجگان کا ملک واقع تھا، جنوب میں جیجا کھبکتی یعنی موجودہ بنڈھیل کھنڈ سے اس کی سرحد ملتی تھی، مہر بھوج، عربوں اور راشترکوتوں کو جو آپس میں حلیف تھے، دشمن جان سمجھتا تھا اور ہر وقت اس کی سپاہ اور رسالے تیغ بکف و پابرکاب رہتے تھے، کیونکہ یہ دونوں ہمسایہ سلطنتیں اپنی

Marfat.com

شجاعت وتہور میں بے نظیر تھیں، دونوں نے آپس میں معاہدہ کیا تھا، کہ اگر ہم میں سے کسی ایک پر کوئی اور سلطنت حملہ کرے تو ہم دونوں مل کر اس کی مدافعت کریں گے، اور اگر ہم میں سے کوئی کسی پر حملہ آور ہو تو سب اس کے ساتھ شامل ہوں گے، مہر بھوج کی مدت سلطنت 840ء سے 890ء تک پچاس سال ہے، وہ ہر وقت چست اور ہوشیار رہتا تھا اور اپنی فوج کو آراستہ پیراستہ رکھتا تھا، باوجود یکہ عرب اور راشترکوت دوز بردست حکومتیں آپس میں حلیف تھیں، مگر اس کے حملوں سے ایمن نہ تھیں، اور وہ بھی ان کے حملوں سے ایمن نہ تھا، گویا مہر بھوج اور اس کے متحد حریف برابر کی تلی ہوئی زبردست طاقتیں تھیں، جو ایک دوسرے پر جارحانہ حملوں کی جرأت نہیں کرسکتی تھیں، اور طوفانِ انقلاب میں یہ اپنا مرکز ثقل نہیں بدلتی تھیں، بھوج اپنی فوج ظفر موج کی شجاعت وجلاوت اور سلطنت کی وسعت اور دولت کی کثرت سے یہ خیال کرتا تھا کہ دو دشنو دیوتا کا اوتار ہے اور اسی وجہ سے لوگ اس کو اری واہ کہتے تھے جو شرکاء مظہر ہے۔

مہر بھوج کے سکے کثرت سے ملتے ہیں مگر وہ کچھ خوشنما نہیں ہیں، تعجب ہے کہ اس قدر وسیع سلطنت کا بادشاہ جس کی شمشیر خارا شگاف حملہ آور دشمن کے لئے دندان شکن وسرافگن جواب تھی اور جس کی بادشاہت میں بڑے بڑے علمی مرکز صنعت وحرفت کے عملی مدرسے جاری تھے، اس کے طریق سلطنت وآئین جہانبانی کی تفصیل نہیں ملتی، اغلب یہ ہے کہ یہ تمام قیمتی تذکرے اور زریں تبصرے یا تو آتش جنگ کے نذر ہو گئے، یا کسی قدیم مورخ نے ان کے قلمبند کرنے کی تکلیف ہی گوارا نہیں کی۔

اگر یہ خزانہ سوانح اور نوادر واقعات ہمارے ہاتھ آتے، تو آج ہم مہر بھوج فخر خاندان گوجر کے کارناموں کو اس طرح مرتب کرتے، جس طرح ایک جوہری مختلف رنگ کے موتیوں سے خوشنما مالا یا شاہی تاج تیار کرتا ہے، تاہم یہ

Marfat.com

غنیمت ہے کہ اس کا نام و خطاب ہند کے اوراق تاریخ کا ایک خوشنما طغرائے امتیاز ہے۔

قوم گوجر کے دو روشن چراغ مہر بھوج پر تھاد اور راجہ بھوج پر مار ہیں، جنکی شوکت وعظمت کی نسبت کسی مورخ کو اختلاف نہیں ہے، ان کی عظمت وشان کی مسلمہ شہادت ان کی عالیشان عمارات کے ہر درو دیوار سے ملتی ہے۔

از نقش و نگارِ درو دیوار شکستہ
آثار پدید است صنادید عجم را

مہندر پال

مہر بھوج کی موت کے بعد اس کا بیٹا مہندر پال جس کو مہندر یدھ بھی کہتے ہیں، تخت نشین ہوا اس نے مہر بھوج کی وسیع سلطنت پر قناعت نہیں کی، بلکہ اس کو ہر طرف دور تک پھیلایا، اور بڑھایا۔ دریائے سندھ اور پنجاب کی وادی کے سوا، مگدھ سے لے کر بحیرۂ عرب تک تمام شمالی ہند پر اس کا سکہ جاری اور اس کا فرمان ساری تھا، اس کا پیشوا جے سکھری تھا، جو کئی کتابوں اور ناٹکوں کا مصنف بیان کیا جاتا ہے، اور جس کے علم وفضل کی برکت سے شاہی دربار میں ہر علم وفن کے لوگ موجود تھے، مہندر پال نے سکھری کے دم قدم سے اپنی کامیابی واقبالمندی کو وابستہ سمجھتا تھا، مہمات ملکی وانتظام امور فرمانروائی میں اس کے مشوروں پر کار بند ہوتا تھا اور اسی اعتماد کے سبب سے جے سکھری مہدر پال کے جانشین بھوج دوم کا بھی مشیر اعظم بن گیا تھا۔

مہر بھوج دوم

مہندر پال کے بعد اس کا بڑا بیٹا مہر بھوج دوم مہمات سلطنت کا متکفل ہوا مگر دو تین سال میں راہی ملک عدم ہو گیا، اس کے زمانے کی کوئی ایسی یادگار

Marfat.com

نہیں ہے، جس کو تاریخ میں جگہ دی جائے، اس کے سوا کہ بھوج کے نام کا لفظی تکرار ہو، عملی طور پر اس سے کوئی کارنامہ ظہور میں نہیں آیا اور حقیقتہً اس قدر تھوڑے عرصہ میں وہ کر ہی کیا سکتا۔ یہ بھی غنیمت ہے کہ اس نے اپنا آبائی ملک جوں کا توں اپنے جانشینوں کے حوالہ کیا۔

مہی پال

910ء میں بھوج دوم کا چھوٹا بھائی مہی پال جلوہ آرائے سلطنت ہوا اور اس کی کمزوری وغفلت کو دیکھ کر راشتر کوٹ کے راجا اننڈسوم کو جو اس کا قدیمی دشمن تھا، موقع مل گیا، اس نے ملحقہ راجاؤں سے رابطۂ اتحاد و رشتہ ائتلاف قائم کر کے ان کی امداد سے قنوج کو فتح کر لیا، جس سے سلطنت پر ہار گوجر کی شان وشوکت پر زوال آنا شروع ہوا، چنانچہ سراشتر جو 914ء میں مہی پال کے زیر نگین تھا، مع دوسرے صوبوں کے باغی ہو گیا مہی پال کے لئے اس سے زیادہ اور کوئی مصیبت نہیں ہو سکتی کہ وہ ایک وسیع حکومت کا وارث تحت و تاج ہو کر اس قدر کمزور ہو جائے کہ اس کے قدیم ملک یکے بعد دیگرے اس کی اطاعت کا جوا گردن سے اتار پھینک دیں اور علم بغاوت بلند کریں، چنانچہ اس کے بالمقابل مہی پال نے بھی اپنے حلیفوں اور چندیل کے راجہ کی اعانت حاصل کر کے قنوج کو دوبارہ مسخر کر لیا اور اپنی شجاعت کی پیشانی کو بدنامی کے داغ سے محفوظ رکھا، مہی پال کی سلطنت 910ء سے شروع ہو کر 940ء میں ختم ہوئی۔

دیو پال

دیو پال کی حکمرانی کا زمانہ 940ء سے 955ء تک رہا، جو کمزوری مہی پال کے وقت سے شروع ہوئی تھی، وہ برابر بڑھتی چلی گئی، دیو پال نے ہر چند کوشش کی کہ اپنی موروثی سلطنت کے سابق حدود تک متصرف ہو مگر یہ امر مشکل تھا

Marfat.com

کیونکہ دور دست صوبوں میں ہر طرف علم بغاوت اور نعرۂ آزادی بلند ہو گیا تھا، باغی صوبوں کی سرکوبی کے لئے لشکر کا بھیجنا اور ہر طرف کامیابی کے ساتھ جنگ کا جاری رکھنا محال تھا، ان حوادث کے دوران میں مقابلۃً چندیل کی سلطنت نے بھی بہت کچھ قوت حاصل کر لی تھی، چنانچہ یسودرمن نے کانجر کے حصین پر آزادی کا جھنڈا گاڑ دیا تھا، اور قلعہ کو ہر طرف سے مضبوط کر کے قنوج کے بادشاہوں کے مقابلہ میں ھل من مبارمن کی صدا بلند کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ وہ اس حد تک قوی ہو گیا کہ شیو کی مورت جس کو کوئی راجہ حتی الامکان دوسرے ملک میں منتقل نہیں ہونے دیتا تھا، دھمکیاں دیکر دیو پال سے چھین لی اور اس کو بمقام کھجورا ایک بلند ترین اور خوشنما مندر میں نصب کیا، اس سے دیو پال کی کمزوری اور زیادہ نمایاں ہو گئی اور آگے چل کر یہاں تک پہنچی کہ یسودرمن کے وارث تخت دھنگ کے زمانہ میں پنجال یعنی قنوج اور جیجا کھکتی کی ریاستوں میں دریائے جمنا حد فاصل قرار دیا گیا۔ (دیکھو کیلہارن کی فہرست کا کتبہ نمبر 147)

وجیا پال گوجر

دیو پال کے بعد اس کا بھائی وجیا پال مسند نشین ہوا، یہ ویسے تو 955ء سے 990ء تک فرمانروا رہا، مگر اس کے عہد میں سلطنت پر تھار آخری سانسیں لے رہی تھی، ہر طرف سے رفتہ رفتہ دائرہ سلطنت تنگ ہوتا جاتا تھا، قدیم موروثی علاقہ گوالیار کو کچھوا ہیہ قوم کے سردار وجر اورمن نے غصب کر لیا، جس سے سلطنت کچھواہیہ کی بنیاد اس سرزمین پر پڑ گئی، جس کا پرچم اقبال 1148ء تک اس ملک پر لہراتا رہا، دوسری طرف راجہ مولراج نے دسویں صدی میں انہلواڑہ کے مقام پر سولنگی خاندان چلکیا کے رایاتِ نصرت گاڑ کر پرہار حکومت کی بہت کچھ قطع و برید کر دی، اب قنوج کا راجہ مغربی ہند سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

Marfat.com

مولراج کے تین کتبے 974ء سے 995ء تک کے موجود ہیں، جن سے بیانات مذکورہ پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے، اس ضمن میں یہ بیان کرنا دلچسپی سے خالی نہیں ہے کہ عرب کے کشور کشاؤں نے 712ء میں وادی سندھ میں اللہ اکبر کی اذان بلند کی، جس سے ان نواحی کے راجاؤں کے دل دہل گئے، عرب باوجودیکہ وادی غیر ذی زرع سے آئے تھے، مگر وہ زراعت کی ترقی و انتظام میں فطری ملکہ رکھتے تھے، اور سیاسیات کے مشکل عقدوں کو بآسانی حل کرتے تھے، ایسے امور میں ان کا دماغ خوب لڑتا تھا، جب عرب راشتر کوتوں کی شجاعت و تہور سے متاثر ہوئے، تو انہوں نے یہ ضروری سمجھا کہ ان سے راہ و رسم پیدا کریں، شاہان گوجر عربوں کے سخت مخالف تھے، اور ان کی سطوت و جبروت کا گوجروں کے دل پر کوئی اثر نہ تھا اور یہاں تک وہ ہوشیار تھے کہ عرب باجود راشتر کوتوں کے اتحاد و اعانت کے گوجروں کو مطیع نہ کر سکے۔

احیاناً وہ گوجر ریاستوں پر حملہ کرتے تھے، مگر ان کے حملے اس سے زیادہ نہیں ہوتے تھے کہ شاہانِ گوجر کی بے خبری میں ان کے ایک آدھ گاؤں پر چھاپہ مار کر چلے جاتے، جیسا کہ اس زمانہ میں آفریدی نواح پشاور میں چھاپے مارتے ہیں، لیکن جب عرب کے جانبازوں کی آمد کا تانتا بندھ گیا اور وہ لشکر در لشکر سمندر کو عبور کر کے سرزمین سندھ پر اعلائے کلمۃ اللہ کے جوش میں اُترے، تو اس وقت حالت دفعۃً بدل گئی، یہاں تک کہ کوئی ریاست عرب کے اس سیل رواں کا مقابلہ نہیں کر سکی، تاہم بہادرانِ گوجر عرب شجاعوں کے مقابلہ میں برابر شمشیر بدست اور سر بکف رہے، اس دوران میں ہندوستان کے راجاؤں پر ایک اور مصیبت نازل ہوئی، غزنی کے نومسلم قوم کی تلواریں ناگہاں برق خاطف کی طرح سرزمین پنجاب پر چمکنے لگیں، سنگ آمد و سخت آمد کی صورت تھی، ان حملوں کی مفصل تاریخیں موجود ہیں جن کے لئے اس مختصر تاریخ میں جگہ نہیں۔

Marfat.com

راجہ جیپال

راجہ جے پال عظیم الشان سلطنت کا فرمانروا تھا، وادی سندھ کا بالائی حصہ اور پنجاب کا وہ حصہ جو مغرب کی طرف کوہستان تک اور مشرق کی طرف دریائے ہکڑا تک وسیع ہے، اس کے زیر نگین تھا، اس سلطنت کا دارالحکومت بٹھنڈا تھا، جواب ریاست پٹیالہ کا مشہور قصبہ ہے، اس ملک کی خزائن کی غارتگری کے لئے سبکتگین شاہ غزنی کوہ وصحرا کو طے کرتا ہوا، موروملخ سا لشکر لے کر 987ء میں پہنچ گیا۔ راجہ جے پال اس ناگہانی حملے سے بے خبر تھا، سبکتگین نے جو کچھ کیا وہ تواریخ میں تشریحاً موجود ہے کہ وہ بیشمار زروجواہر لاد کر غزنی کو واپس ہوا، راجہ جیپال کی حمیت قومی اور شجاعت ذاتی، کب اس غصب و غارت کی متحمل ہوسکتی تھی، اس کا خون ابلتا تھا اور دل جلتا تھا۔ دو سال تک سامانِ جنگ و جوانانِ سرباز کو جمع کرتا رہا اور آندھی کی طرح سبکتگین کے علاقہ پر حملہ آور ہوا اور ایک قیامت برپا کر دی، راجہ کے بہادروں نے شمشیر زنی اور ناوک افگنی کے جوہر دکھائے، لیکن تقدیر نے پانسہ پلٹ دیا، جیپال اس مقابلے کے لئے جیسا کہ چاہیے تھا، سامانِ حرب مہیا نہ کر سکا اور اس کے سپہ سالاروں کا اندازہ غلط نکلا سبکتگین کا لشکر تازہ دم میدانِ کارزار میں آتا تھا، مگر راجہ کے لشکروں کی قوت وتوانائی دشوار گزار کوہستانی منازل کے طے کرنے میں صرف ہو جاتی تھی اور جس وقت وہ جنگ گاہ میں پہنچتے تھے تاب مقاومت نہ لا سکتے تھے، نتیجہ یہ ہوا کہ جیپال نے شکست کھائی اور سخت شکست کھائی۔ اس نے یہ معلوم کر کے کہ سبکتگین اس کا تعاقت کرے گا اور ممکن ہے کہ یہ تعاقب بٹھنڈا تک مسلسل قائم رہے اور اس کی تھکی درماندہ سپاہ کچھ تو رستہ میں اور کچھ دارالسلطنت میں لڑ کر تباہ ہو جائے یہی مصلحت سمجھی کہ صلح کے پیغام بھیجے اور اپنے ملک و سپاہ کو تباہی و بربادی سے بچائے، سبکتگین بھی خوب

Marfat.com

جانتا تھا کہ ایسے جرار لشکر کا تعاقب دارالسلطنت کی دیواروں تک آسان نہیں ہے وہ بھی مصالحت پر آمادہ ہو گیا، بہرحال یہ صلح غالب و مغلوب کی صلح تھی، اس لئے ترازو کا پلہ سبکتگین کی طرف جھکا رہا۔

راجہ جیپال نے کئی ہزار اشرفی اور بہت سے ہاتھی اور چار قلعے جو دریائے سندھ کے مغرب میں تھے سبکتگین کی نذر کئے اور صلحنامہ پر دونوں بادشاہوں کے دستخط ہو گئے۔

راجہ جیپال کے دامن پر یہ بدنما دھبہ آج تک موجود ہے کہ اس نے اس عہدنامے کے آخری فقرہ پر کہ وہ امیر غزنی اور اس کے جانشینوں کا وفادار رہے گا، عمل نہ کیا اور اپنے قول سے منحرف ہو گیا، سبکتگین نے جیپال کو اس عہد شکنی کی یہ سزا دی کہ اس کے ایک حصہ ملک پر حملہ کر دیا اور لمغان یعنی جلال آباد میں اپنی چھاونی قائم کر دی، راجہ جے پال اس شکست در شکست سے اپنے ہمعصروں میں سربگریبان تھا، اس کا جوش اس کو نچلا نہیں بیٹھنے دیتا تھا، اس نے اپنے ہمسر راجاؤں سے التجاء کی اور ان کی خدمت میں ایک ایسا مراسلہ لکھا کہ جس کا لفظ لفظ جوش انگیز اور حرف حمیت زا تھا، ماحصل یہ تھا کہ ہم راجگان ہندوستان کی عزتِ خاندانی و غیرت آبائی فنا ہو گئی ہے کہ ایک بیرونی حملہ آور جو ہمارے مذہب و ملت کا دشمن ہے، اس عزم سے حملہ آور ہوا ہے کہ ہمارے ملک کے بہادر راجاؤں کو یکے بعد دیگرے قتل کرے اور ہمارے مال و متاع کو لوٹے اور ہمارے فرزندوں اور رانیوں کو غلام اور کنیز بنائے۔ اس لئے ہم میں سے ہر ایک غیرت مند حکمران کا فرض ہو گا کہ مجتمعاً و متحداً اس دشمن کا ہمیشہ کے لئے استیصال کرے، تا کہ ہم اور ہماری آئندہ نسلیں محفوظ رہیں۔

اس مراسلہ کے پہنچتے ہی سب راجے پورے اہتمام کے ساتھ اس مہم کے سر کرنے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے اس متحدانہ حملہ کی صفِ اول میں چندیل

Marfat.com

کا راجہ گند فرمانروائے قنوج اور علم بردار راجہ جے پال تھا، جس کی ساحرانہ تقریر اور شاطرانہ حال سے سب راجے باوجود یکہ آپس میں ذاتی طور پر متحد نہیں تھے، جان دینے کے لئے ہمہ تن تیار ہو گئے، لیکن اس یورش اور اتحاد کا بہت بُرا نتیجہ نکلا، ایک مثل ہے کہ مانگے تانگے کا لشکر کام نہیں آتا، وادی کرم میں سبکتگین کی جرار فوج نے راجاؤں کے چھکے چھڑا دیئے، کشتوں کے پشتے لگ گئے، اور بقیۃ السیف نے بھاگ کر جان بچائی، نتیجہ اس شکست کا یہ ہوا کہ امیر غزنی پشاور پر مسلط ہو گیا، نومبر 1001ء میں راجہ جے پال نے سبکتگین کی وفات کے بعد پھر حرکت مذبوحی کی مگر سلطان محمود بن سبکتگین کے مقابلہ میں سخت ہزیمت اٹھائی، راجہ جے پال کے لئے اب اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ یا تو بھاگ جائے یا خودکشی کر لے۔ اس نے آخری صورت کو اختیار کیا اور ہمیشہ کے لئے ان مخمصوں سے رہائی پائی۔

ان محاربات کی تفصیلات پڑھنے سے جن کو ہم اس مختصر تاریخ میں جگہ نہیں دے سکتے، یہ ثابت ہوتا ہے کہ گوجر خاندان میں راجہ جے پال جیسا با غیرت، شجاع، متہور، حامیِ دین و ملت نظر نہیں آتا، اگر تمام راجگانِ ہندوستان کا دلی اتفاق ہوتا، تو ہند کے شمالی پہاڑوں سے جو خونبار گھٹا اٹھی تھی اور چشم زن میں ہندوستان کے اطراف پر برس کر اس کی سرزمین کو لالہ زار بنا دیتی تھی، کبھی نہ اُٹھتی اور اُٹھتی بھی، تو اتفاق کے زبردست جھونکوں سے منتشر ہو جاتی، اور راجاؤں کی شان و آن قائم رہتی، اگرچہ راجہ جے پال نے جان دی، مگر اس کی قربانی رائگاں نہیں گئی، کیونکہ اس کی ہمت و جوش کی داستانیں صفحات تاریخ کو اب تک منور کر رہی ہیں، سچ ہے۔

شکست و فتح نصیبوں سے ہے ولے اے میز
مقابلہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا

Marfat.com

انند پال

جیپال کے بعد اس کا فرزند انند پال تخت نشین ہوا، اس کے زمانے کے حالات نہیں ملے صرف اس قدر معلوم ہے کہ یہ راجہ علوم وفنون کا بڑا حامی تھا اور خود بھی فاضلانہ قابلیت رکھتا تھا۔

راجپال یا راجیا پال

قنوج کی سلطنت پر متعدد جھگڑوں کے بعد و جیا پال کا فرزند مشہور راجہ اجپال سریر آرائے سلطنت ہوا، راجیا پال شمالی مسلم حملہ آوروں کا جانی دشمن تھا، اس نے سبکتگین کا بھی مقابلہ کیا اور اس کے بیٹے سلطان محمود سے بھی لڑتا رہا، سلطان محمود بن سبکتگین اپنے باپ کی طرح (بوجہ راجاؤں کے باہمی تنازعات کے) پنجاب اور راجپوتانہ کو شکارگاہ سمجھتا تھا، وہ ابتدائے اکتوبر میں اپنی فوج لے کے دسمبر تک پنجاب پہنچ جاتا اور مارچ تک مختلف راجاؤں کی راج دھانیوں میں زرو جواہرات کا شکار کھیلتا اور شروع موسمِ گرما میں سینکڑوں مندر توڑ کر دولت و مال کے اونٹ لاد کر غزنی کو لوٹ جاتا راجیا پال امن وامان سے مہماتِ ملکی کے انصرام میں مصروف تھا کہ جنوری 1019ء میں بلائے ناگہانی کی طرح قنوج کے سامنے سلطان محمود کا ٹڈی دل لشکر نمودار ہوا، اور چشم زدن میں وہ شہر پناہ تک پہنچ گیا۔

راجیا پال نے اپنے امرائے دربار کے مشورہ سے یہ اچھا کیا کہ سلطان محمود سے مصالحت کر لی اور جنگ کی شعلہ زن آگ میں اپنے بہادروں کو نہیں ڈالا، کیونکہ وہ ایسے زبردست حملہ کی مدافعت کے لئے تیار نہیں تھا اور اس موقع پر اس کا تدبر اس کے تہور پر غالب آیا، یہ ضروری ہے کہ اس واقعہ پر ہم ایک اخلاقی اصول سے روشنی ڈالیں، علم تہذیب واخلاق کی کتابوں میں لکھا ہے کہ انسان کے کمالات میں سے ایک شجاعت ہے، شجاعت کی تعریف یہ ہے کہ اگر اسباب مہیا

Marfat.com

ہوں اور طاقت بھی ہو، تو دشمن کا مقابلہ کرنا لازمی ہے۔ ایسا کرنا انسان کا اخلاقی جوہر ہے، اگر وہ ایسی حالت میں مقابلہ کے لئے تیار نہ ہو تو یہ بزدلی ہے، جو انسانیت کے برخلاف ہے اور قابل ملامت ہے لیکن جہاں اسباب مقابلہ مہیا نہ ہوں یا ان اسباب کے استعمال کرنے کی طاقت نہ ہو تو وہاں مقابلہ کے لئے اقدام کرنا تہور ہے، جو بُری خصلت ہے اور حماقت کے مترادف ہے، اس کی ہم ایک مثال سے توضیح کرتے ہیں، سامنے سے شیر آرہا ہے اور ہمارے ہاتھ میں بندوق ہے، تو شیر پر بندوق سے فائر کرنا شجاعت ہے، اگر ہمارے ہاتھ میں سوئٹا ہے، نو سو نٹے سے شیر کا مقابلہ کرنا، تہور یعنی بیوقوفی وحماقت ہے، ایسی صورت میں اگر کوئی جگہ حفاظت کی مل سکتی ہو تو اس سے فائدہ اُٹھانا چاہئے مثلاً درخت پر چڑھنا یا کسی غار میں چھپ جانا وغیرہ وغیرہ شجاعت اسی صورت میں شجاعت ہے، جب اس کا استعمال بظاہر کامیابی کی امید دلانا ہو۔

شجاعت قوتِ غضبیہ کی معتدل حالت ہے، اس کی طرف تفریط بزدلی اور جانب افراط تہور ہے، شجاعت انسان کا قدرتی جوہر اور قابلِ تعریف وصف ہے اور بزدلی اور تہور، مذموم خصلت و قابل ملامت ہے، اس سے ثابت ہوا کہ راجہ جے پال کا صلح کرنا مقتضائے وقت و مصلحت پر مبنی تھا، بزدلی نہیں تھی، جیسا کہ بعض مورخین نے اس پر الزام عائد کیا ہے۔

راجہ راجپال نے ساتوں نئے قلعے جو قنوج کی محفوظ سپاہ کے لئے تعمیر ہوئے تھے، مصلحتہً خالی کر دیئے تا کہ جب تک شرائط صلح کا فیصلہ نہیں ہوتا سلطان محمود کی سپاہ وہاں مقیم رہے، یہ بھی ایک قسم کی ضمانت تھی سلطان محمود حسب عادت کچھ بت توڑ تاڑ اور کچھ لے لوا کر غزنی کو واپس ہوا ملک راجہ کا تھا راجہ کو مل گیا دولت وجواہرات سلطان کے تھے، وہ لے گیا راجیا پال نے اس صلح کو غنیمت سمجھا۔

Marfat.com

ع رسیدہ بووحریضے ولے بخیر گذشت

راجیا پال نے قنوج کو منحوس سمجھ کر چھوڑ دیا، باری کے مقام کو جو دریائے گنگا کے دوسرے کنارے پر واقع تھا، دارالسلطنت قرار دیا، راجیا پال کی اس دور اندیشانہ مصالحت سے اس کے حلیف راجاؤں گنڈ اور گوالیار وغیرہ کی آتشِ غیظ و غضب شعلہ زن ہوئی کہ بے غیرت راجیا پال نے راجپوتی شان کو کہ ''جان جائے مگر آن نہ جائے'' کھو دیا اور نہایت بزدلی سے سلطان کے آگے جھک گیا، چنانچہ دونوں حکومتوں کے لشکر مع دوسری معاون سپاہ کے راجہ گنڈ کے ولی عہد و دیادھر کی سرکردگی میں راجہ راجپال کی گرفتاری کے لئے روانہ ہوئے کہ ایسے ننگ ملک وقوم کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینا چاہیے، چنانچہ اس متحدہ حلیفوں کی سپاہ نے آسانی سے راجیا پال کو گرفتار کر کے تلوار کے گھاٹ اتارا، جب راجہ راجیا پال کے قتل کی خبر سلطان محمود کو پہونچی تو وہ آندھی کی طرح اُٹھا اور بادل کی طرح گرجا اور دو منزلہ سفر طے کرتا ہوا ہندوستان پہنچا، 1020ء کی ابتداء میں سلطنت باری کو تباہ کیا پھر چندیل کے کمین گاہ کا رُخ کیا، اگرچہ چندیل کے راجہ نے جان توڑ کر مقابلہ کیا، لیکن وہ سلطان محمود کے سیل رواں لشکر اور کوہ پیکر ہاتھیوں کے رسالے کو نہ روک سکا اور خرگوش کی طرح جھاڑیوں میں چھپ کر جان بچائی اور جو طعن و تشنیع وہ راجیا پال پر کرتا تھا، اس کا خود مستحق ٹھہرا، یہ مصیبت کیوں آئی اس لئے کہ راجاؤں کا تدبر و تفکر جوشِ غضب کے وقت جاتا رہتا ہے اور وہ عاقبت بینی سے کام نہیں لیتے۔

راجہ چندیل میدانِ جنگ میں اس قدر اسلحہ و سامان اور ہاتھی چھوڑ گیا کہ اس کے طمع نے سلطان کو تعاقب و پیش قدمی سے باز رکھا اور اس کی گرم جوشی کہ راجیا پال کا انتقام لے بیشمار ساز و سامان دیکھ کر ٹھنڈی پڑ گئی، اس نے گھوڑوں

Marfat.com

کی باگیں تعاقب کرنے سے روک لیں، وہ مختلف قسم کا قیمتی سامان دیکھ کر ششدر رہ گیا۔

ع کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

سب کچھ فراہم کیا اور لدا پھندا سالماً و غانماً غزنی پہنچا۔

راجہ ترلوچن پال

راجیا پال کے بعد اس کا بیٹا ترلوچن پال رونق افزائے ایوانِ سلطنت ہوا اور جب سلطان محمود غزنوی نے 1019ء کے اختتام پر دریائے جمنا کو عبور کرنا چاہا تو اس نے سلطان کا سخت مقابلہ کیا اور کشتیوں کو توڑ ڈالا لیکن جس طرح جمنا کا پانی رُک نہیں سکتا، یہ فوجی سیلاب بھی اس سے رُک نہ سکا، سلطان نے جوں توں کر کے جمنا کو عبور کر لیا اور راجہ کے سر پر اچانک جا پہنچا، راجہ ترلوچن نے جب دیکھا کہ کوئی چارہ کار نہیں تو سلطان کے آستان فلک نشان پر سر انقیاد رکھا، اور عفو تقصیرات کی درخواست کی سلطان نے حسب عادت ملک راجہ ترلوچن کے حوالہ کیا اور زر و جواہر لے کر غزنی کو لوٹ گیا، ترلوچن کے کچھ زیادہ حالات معلوم نہیں ہوئے، البتہ اس کا ایک کتبہ ملا ہے (دیکھو کیلہارن کی فہرست کا کتبہ نمبر 60) جس میں وہ 1027ء میں الہ آباد کا ایک گاؤں ایک سردار کو اس کی حُسن خدمات کے صلہ میں عطا کرتا ہے جو بطور سند جاگیر ہے۔

راجہ یسر پال

راجہ یسر پال کی اطلاع 1036ء کا ایک کتبہ دیتا ہے، غالباً یہ راجہ اسی خاندان کی یادگار تھا۔ 1194ء کے اخیر میں قنوج کے فتح ہو جانے کے بعد بھی اسی خاندان کے بعض شہزادے برسر حکومت رہے، لیکن ان کی حکومت برائے نام تھی، یہ قدرت کا قانون ہے کہ گاؤں کی سرداری سے بادشاہت حاصل ہوتی ہے

Marfat.com

اور بادشاہ تنزل کرتے کرتے گاؤں کے سردار یا چند بیگھوں کے مالک رہ جاتے ہیں اور رفتہ رفتہ خاندان کا کوئی نام لیوا باقی نہیں رہتا، اس قسم کے مظاہر قدرت کا ایک معمولی شعبدہ ہے۔ رباعی۔

آن کاخ کہ برچرخ ہمے زد پہلو
بر درگہ اوشہان نہادندے رو
دیدیم کہ برکنگرہ اش فاختۂ
بنشستہ ہمی گفت کہ کوکو ، کو کو

❁❁❁

Marfat.com

باب سیزدہم:

فصل اوّل

بنگال کے خاندان پال کے گوجر راجہ

یہ واقعہ تو تاریخ ہند کے مسلمات سے ہے کہ راجہ ہرش کے فرمان واجب الاذحان مغربی اور وسطی بنگال پر نافذ تھے، اس کی وفات کے بعد نہ صرف ماتحت راجے خود مختار ہو گئے، بلکہ ملک میں عام شورش پیدا ہو گئی، جس سے زبردست زیردست کو دبانے لگا اور ملک میں اختلال اور فتنہ وفساد کی آگ مشتعل ہو گئی، اس زمانہ میں بنگال کی مقامی روایات کے اعتبار اور دیگر قرائن سے مستنبط ہوتا ہے کہ راجہ آدسور نامی قنوج سے پانچ برہمن اور پانچ کشتریوں کو بنگال لے گیا، اس واقعہ کو ونسنٹ اے سمتھ نے بھی ذکر کیا ہے، مگر آدسور کے حالات اب تک تاریکی میں ہیں، تاہم کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم اس کے وجود کی نسبت شک کریں، جو قدیم روایات سے ثابت ہے، بقول ونسنٹ اے سمتھ، آدسورا غلباً کوئی مقامی راجہ تھا، جو گور اور اس کے حوالی کا حکمران ہوگا اور اس کا زمانہ 700ء یا اس سے کچھ ماقبل فرض کیا جا سکتا ہے، تاریخ ہری مسر اور ایزومسر کے مصنف آدسور کو پال خاندان سے پہلے کا بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قنوج سے پانچ برہمنوں اور کشتریوں کے آنے سے سلطنت گوپال خاندان کے قبضہ میں آ گئی، اب معرکۃ الآرا بحث یہ ہے کہ بنگال کا خاندان پال قنوج کے گوجروں سے ہے، یا کسی اور خاندان برہمن سے یا بنگال کے قدیم باشندوں کی یادگار تھا۔ اس میں اختلاف ہے بعض کی یہ رائے ہے کہ بنگال کا پال خاندان اور قنوج کا خاندان راجگانِ گوجر سے تھا۔ ان کے دلائل یہ ہیں۔

Marfat.com

(۱) دونوں کے خطاب پال ہیں اور حالات کا بہت کچھ تعلق ہے اور رسوم اور عادات بالکل ایک ہیں۔

(۲) سلطنت گور اور قنوج کے باہمی تعلقات ثابت ہیں۔

(۳) قنوج سے چند برہمنوں اور کشتریوں کا گور کے علاقہ میں جانا تسلیم کیا گیا ہے اور گوجر راجے کشتری کہلاتے تھے، جس پر تاریخیں شاہد ہیں۔

(۴) قنوج کے مہاجرین کو گور پہنچ کر حکومت کامل جانا، اس امر کی دلیل ہے کہ یہ گوجر راجاؤں کی نسل سے تھے، اور بنگال کے راجاؤں سے ان کا تعلق قرابت تھا۔

(۵) برہمنوں کا ان کشتری گوجروں کے ساتھ جانا بحیثیت پیشوائے مذہب تھا، مہاجر قومیں بالعموم اپنے پیشواؤں کو ساتھ لے کر ہجرت کرتی تھیں۔

(٦) یہ کس طرح ممکن ہے کہ برہمن جاتے ہی حکمران ہو جائیں۔

(۷) یہ وقت بنگال میں جدید ریاستوں کے قائم کرنے کا تھا اور ضرورت تھی کہ آدسور، دوسرے راجاؤں کی حمایت حاصل کرے۔

اس لئے ثابت ہے کہ قنوج کے گوجر راجاؤں نے اس کو غنیمت سمجھا، ہمارا خیال یہ ہے کہ اوسور بھی کشتری تھا۔

(۸) گور کا لفظ خود دلالت کرتا ہے کہ کسی زمانہ میں یہ ملک گوجروں کے ماتحت تھا، گور اور گوجر کا تجانس لفظی ظاہر ہے چنانچہ گور برہمنوں کو گوجروں کی نسل سے کہتے ہیں، برخلاف اس کے بعض مقامی تاریخیں، ان کو علیحدہ خاندان ظاہر کرتی ہیں، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مقامی روایات اپنے ملک کے راجاؤں اور بادشاہوں کو دوسرے ملک کے بادشاہوں سے اگر موقع تاویل ملے، تو جدا کرنے کی کوشش کرتی ہیں اور ان کے لئے ایک سلسلہ قائم کرتی ہیں، بے شک یہ ضروری نہیں ہے کہ جس راجہ کے نام کے ساتھ پال کا لفظ ہو، وہ گوجر ہے لیکن دیگر تائیدی واقعات کے ساتھ یہ بھی ایک واقعہ تائیدی ہے اور تمام تائیدی شہادات کا

Marfat.com

مجموعہ ایک قوی دلیل کا رتبہ رکھتا ہے، ہم نے اس بارہ میں بہت تحقیقات کی ہے، ہم کو کچھ شک نہیں ہے کہ بنگال کا خاندان پال اور قنوج کا خاندان پال ایک ہی ہیں۔ (اگر رشتہ قرابت ان میں بعید ہی ہو) ان کے تعلقات آپس میں بہت وسیع ہیں، یہ ثابت ہے کہ ابتداء میں گوجروں کا ایک بڑا گروہ بنگال میں موجود تھا اور حاکمانہ جاہ وجلال رکھتا تھا اور یہ بھی ثابت ہے کہ بنگال کے خاندان اور قنوج کے خاندان پال میں باہم جنگ وجدل ہوتا رہا، یہ بھی ایک زبردست دلیل ہے کہ راجہ ادسور قنوج سے برہمن اور کشتری لے گیا تھا۔ چونکہ بنگال کی تاریخ کچھ عرصہ تک پردۂ خفا میں رہی ہے، اس لئے مقامی روایات کے وضع کرنے کی گنجائش پیدا ہو گئی، ورنہ نقادانِ تاریخ کی نظر میں یہ مسئلہ کہ بنگال کا خاندان پالی گوجر ہے ہر طرح سے ثابت ہے۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش
من اندازِ قدت رامے شناسم

سردار گوپال

930ء میں بنگال کی طوائف الملوکی کے زمانہ میں جب مختلف خاندان نئی نئی راجدھانیاں بنانے میں تیغ بکف تھے، تو اس وقت ایک سردار گوپال نامی برسرکار آیا اور اپنے اقبال وجلال کی پیشانی پر بادشاہت کا تلک لگا کر سلطنتِ گور کی مسند پر جلوہ گر ہوا، اس کی تیغ شجاعت نے سلطنت کے حدود کو مغرب کی طرف بہت دور تک وسعت دی، یہ راجہ بدھ مذہب کا پرجوش مقلد تھا، اس نے ادائے فرائض مذہبی کے لئے اوند پور میں ایک عالیشان وسیع خانقاہ تعمیر کی جس میں بدھ مذہبوں کے سیکڑوں بھکشو راہبانہ زندگی بسر کرتے تھے، اس کے عہد کا یہ واقعہ مشہور ہے کہ اس نے راجپوتانہ کے گوجر راجہ وتسراج سے جنگ کی اور ہر بمیت اٹھائی (ملاحظہ ہو راشترکوٹ کے عطیات انڈین انٹی کوہری جلد ۱۱ و جلد ۱۲ ص ۱۶۴) اس راجہ نے 40 سال حکومت کی۔

Marfat.com

دھرمپال

772ء میں زینت بخش تخت آبائی ہوا اور دائرہ سلطنت کو بہت کچھ وسیع کیا تبت کے مورخ تارا ناتھ کے بیان میں اگر مبالغہ نہ ہوتو اس راجہ کی سلطنت کے حدود شمالاً خلیج بنگالہ سے لے کر جالندھر تک جس میں دہلی بھی شامل ہے اور جنوباً کوہستان بندھیا چل تک منتہی ہوتے ہیں۔

اس کے محاربات میں سے ایک محاربہ یہ ہے کہ اس نے قنوج پر فوج کشی کی اور پنجال کے راجہ اندریدہ کو جس کا دارالسلطنت قنوج تھا۔ شکست دی اور اسی جگہ راجہ چکریدہ کو، دوسرے راجاؤں کے مشورہ سے قنوج کے تخت پر 800ء میں بٹھایا یعنی اپنی ہتیسویں سالگرہ کے بعد یہ اس کا بڑا کارنامہ ہے، ثبوت کے لئے دیکھ بھاگل پور کے تانبے کا کتبہ، (انڈین انٹی کو بڑی جلد 15 ، صفحہ 304) دھرسپال کی یہ مذہبی خدمت مشہور روزگار ہے کہ اس نے دریائے گنگا کے دائیں کنارے پر فضا مقام پر ایک بلندو وسیع خانقاہ موسومہ بکرمیل تعمیر کی جس میں 107 مندر اور 6 مدرسے تھے مگر اب اس کا نام ونشان تک باقی نہیں رہا۔

دیوپال

یہ خاندان پال کا تیسرا راجہ اپنے پیشرو راجاؤں سے زیادہ مقتدر و طاقتور تھا، اس کے سپہ سالار لاڈسین نے آسام اور کنگ کو مسخر کیا، یہ بدھ مذہب کا جوشیلا مبلغ ومجاہد تھا، جو بدھ مذہب کے مخالفوں سے جہاد کرتا تھا اور مخالفوں کے چالیس قلعوں کو برباد کیا، اس کی حکومت کا زمانہ اڑتالیس برس تھا، دنیاج پور کا ایک کتبہ جو 966ء میں نصب کیا گیا تھا، اس کی شوکت اور شان واجلال کا پتہ دیتا ہے۔

دسویں صدی کے اخیر میں کامبوج قوم کے پہاڑی باشندے اس کی اطاعت کا جوا گردن سے اتار کر خود مختار ہو گئے، وراپنی قوم سے ایک خاندانی نوجوان کو راجہ مقرر کرلیا، یہ راجہ بڑا مُد بر جانباز، شجاع اور فخر خاندان پال تھا۔

Marfat.com

مہی پال اول

اس کے زمانہ کا یہ مشہور واقعہ ہے کہ 1023ء میں کانجی کے چول راجہ راجسند ر نے اس پر حملہ کیا اور شکست کھائی، یہ راجہ رعایا پروری اور سخاوت میں مشہور تھا اور اس کے انصاف اور ہمدردی رعیت کے گیت مدت تک ہر گوشۂ ملک میں گائے گئے، یہ راجہ بدھ مذہب کی ترویج کا شائق اور شیدا تھا، اور تبت میں بدھ مذہب کی شمع کو جولنگدم کی مجلس مذہبی کی وجہ سے گل ہونے کو تھی، اس نے از سرنو روشن کیا، اور کامبوج (پہاڑی قوم) کو جو منحرف ہو گئی تھی، مغلوب کر کے جلا وطن کر دیا، گویا اس نے 978ء اور 980ء کے درمیانی عرصہ میں جو رخنہ، سلطنت پال کی روئیں دیوار میں پڑ گیا تھا، اس کی درستی کر کے پال خاندان کی رفعت و شوکت کو دوبارہ قائم کر دیا اور ہر کش قوموں پر اپنی دھاک بٹھا دی۔ اس کی مدت حکومت 52 سال فرض کی جا سکتی ہے۔

نیا پال

مہی پال کے بعد نیا پال عنان گیر سلطنت ہوا، اس کی حکومت کا اس کے سوا اور کوئی واقعہ نہیں کہ اس کے عہد میمنت مہد 1040ء میں ایک تبلیغی جماعت تبت بھیجی گئی، جس کا صدر خانقاہ بکرمیل کا اتس نامی بدھ مذہب کا مجتہد تھا۔ اس نے تبت میں بدھ مذہب کے چراغِ سحری کو صرصر حوادث سے محفوظ رکھا، جو ایک صدی سے زیادہ تک تبت کو روشن کرتا رہا۔

وگرہ پال

نیا پال کے بعد وگرہ پال تخت نشین ہوا اور چیدی کے راجہ کرن کو شکست دی اور 1080ء میں راہی ملک عدم ہو، اس کے تین بیٹے مہی پال دوم، سور پال دوم اور رام پال تھے۔

Marfat.com

مہی پال کے دامن اخلاق پر یہ بدنما داغ ہے کہ اس نے تخت پر بیٹھتے ہی اپنے بھائیوں کو پابجولان قید خانے میں بھجوا دیا اور جبر یہ حکومت کرنے لگا لیکن ''کہ کرد کہ نیافت'' اس کے اس ظلم سے لوگوں کو نفرت ہو گئی، اس کے قیدی بھائیوں کے حامیوں نے ملک میں بغاوت کا بیج بویا، اور آتش فساد کو بھڑکایا، کیورت قوم کا اس وقت زبردست جھتا تھا اس نے اپنے منتخب سردار دیوک کی سرکردگی میں، مہی پال دوئم کو قتل کر دیا اور دارالسلطنت پر دیوک اور اس کے بعد اس کا برادر زادہ بھیم حکمران رہا، اس ریاست کا نام اس زمانہ میں درند مشہور تھا۔

رام پال

مہی پال دوم کا بھائی رام پال جو مقید تھا کسی طرح جیل سے نکل بھاگا اور راجپوتانہ اور بنگال کے راجاؤں کی امداد کا خواہاں ہوا، آخر راشترکوت خاندان کے راجے جن کا وہ داماد تھا، مع دیگر راجاؤں کے اس کی حمایت پر کھڑے ہو گئے، اور ایک جرار فوج سے درندر پر متحدہ حملہ کیا اور راجہ بھیم کو شکست فاش دی، اب رام پال نے اپنے ملک موروثی پر دوبارہ قبضہ کر لیا، وہ بدھ مذہب کا بڑا حامی اور غازی تھا، اس نے مسند پر بیٹھتے ہی متھرا کو جس میں چمپارن اور دربھنگہ شامل تھے، شمشیر شجاعت سے فتح کیا (ملاحظہ ہو، اپی گریفیا انڈ کا جلد 2، صفحہ 355) اس نے 1084ء سے 1130ء تک سلطنت کی۔

اس خاندان کی تاریخ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ رام پال نے آسام اور کامروپ کو بھی اپنی سلطنت سے ملحق کیا تھا، جس کا ثبوت یہ ہے کہ اس کے بیٹے کمار پال نے یہ علاقے اپنے بہادر وزیر ودیادیو کو عطا کئے تھے، اس زمانہ میں اگرچہ ہندوستان کے دیگر حصوں میں بدھ مذہب کی روشنی مدھم پڑ گئی تھی، مگر اس کے دارالسلطنت میں بدھ مذہب کا آفتاب نصف النہار پر تھا اور مگدھ کے علاقہ میں خانقاہیں بھکشوؤں سے بھری پڑی تھیں۔

Marfat.com

تارانا تھ اور بنگال کے بعض تاریخ نویسوں نے اس راجہ کو خاندان پال کا آخری راجہ لکھا ہے، لیکن کتبوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اس خاندان میں اس کے سوا اور راجے بھی ہوئے ہیں اگر چہ وہ کمزور تھے۔

راجہ گوبند پال

1175ء میں فرمان روا ہوا اس کے حالات اس کے سوا کچھ معلوم نہیں کہ یہ کوشش کرتا رہا کہ اس کی سلطنت پھر وسیع ہو جائے، مگر دوسرے راجاؤں کی مخالفت کے باعث کامیاب نہ ہو سکا اور ہمان آش در کاسہ کا معاملہ رہا۔

اندرویمن پال

اسلامی تاریخوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ 1197ء میں مگدھ پر ایک راجہ اندرویمن پال حکمران تھا، جو خاندان پال بنگال سے تعلق رکھتا تھا، اور تاریخوں سے یہ بھی ثابت ہے کہ گوجر پرتھار قوم کا راجہ مندر پال والی قنوج 850ء میں مگدھ پر حکمران تھا، اس سے بھی ہماری دلیل کی تائید ہوتی ہے کہ یہ دونوں خاندان ایک ہی ہیں اور ان کے ناموں کی مشابہت سے ہمارے دعویٰ کی تقویت ہوتی ہے، خاندان پال تمام خاندان راجگان پر امتیاز رکھتا ہے، یہ چار سو سال تک حکمران رہا، یہ خاندان اپنے زمانہ میں قنوج کے پال خاندان کی طرح مفاد عامہ اور مذہبی تبلیغ کا کفیل تھا۔ دونوں کے زمانہ میں صنعت و حرفت خصوصاً نقاشی، مصوری، سنگ تراشی کو بہت ترقی ہوئی اور نالوں، ندیوں، پلوں اور عمارتوں کی تعمیر میں تو کوئی راجہ یا بادشاہ ان کی برابری نہیں کر سکتا، ان امور سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ ایک ہی خاندان کے نونہالانِ اقبال تھے، کیونکہ ان کی رسم بھی ایک تھی، زمانہ بھی ایک تھا، سرزمین بھی ایک تھی، ہم اس امر سے لاعلم نہیں ہیں کہ بنگال کے خاندان پال کی کئی تاریخیں لکھی گئیں اور مقامی روایات سے بعض مورخین نے ان کو قنوج کے

Marfat.com

پال خاندان سے جدا کرنے کی کوشش کی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ دونوں خاندان کے سکوں اور کتبوں کو صاف طور پر الگ الگ نہیں کر سکتے اور مورخین اس تکلیف سے کہ ان کو الگ الگ خاندان ثابت کریں ایک ایسے تنگ و تاریک رستے پر چلے ہیں کہ جس سے وہ منزل مقصود پر نہیں پہنچ سکتے ، برخلاف اس کے ہم نے ایک ایسا صاف راستہ اختیار کیا ہے کہ ہر قدم پر ہمیں رہنما ملتا ہے اور ان کا نقش پا ہماری منزل مقصود کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

Marfat.com

فصل دوم:

خاندان چندیل یا چندیلا کے راجہ

ہم پہلے کسی جگہ لکھ آئے ہیں کہ راجگان چندیل کا گوجر ہونا ہمارے نزدیک ایسا ثابت نہیں جیسا کہ ان خاندانوں کا ثابت ہے، جن کا ذکر ہم نے اس تاریخ میں کیا ہے، کیونکہ بعض مورخین نے ان کو قوم گونڈ کی نسل سے ظاہر کیا ہے لیکن چونکہ بعض مورخین ان کو گوجر کی ایک شاخ قرار دیتے ہیں اور گوجر قوم کی تاریخ میں روز بروز تحقیقات کی روشنی سے چند در چند اضافے ہو رہے ہیں، اس لئے مضائقہ نہیں ہے کہ ہم اس خاندان کے حالات کا ناتمام اور غیر مرتب خاکہ پیش کر دیں، جس کو محققین تنقید کی نظر سے پڑھیں گے۔

بندھیل کھنڈ

دریائے جمنا اور نربدا کے دوآبہ (بندھیل کھنڈ) کو زمانہ قدیم میں جیجا کھبکتی کہتے تھے، اس علاقہ پر نویں صدی عیسوی کے وسط میں راجہ انند چندیل حکمران تھا۔

اس نے پرہار خاندان کو جس کا دارالسلطنت موسلھینا تھا، تباہ کیا اور ملک پر قابض ہو گیا۔

راجہ یسو درمن

پہلے پہل یسو درمن نے چھترپور کے قریب ایک مختصر علاقہ پر قدم جمائے، پھر رفتہ رفتہ شمال کی طرف پیشقدمی کرتا ہوا دریائے جمنا کے کنارے تک پہنچ گیا، اس کے اور سلطنت قنوج کے درمیان دریائے جمنا حد فاصل ہو گیا، دسویں صدی کے وسط میں چندیل کے راجاؤں کی طاقت بہت بڑھ گئی اور وہ بڑی

Marfat.com

بڑی طاقتوں میں شمار ہونے لگے۔

راجہ ہرش چندیل

ایک مشہور طاقتور راجہ تھا، جس نے مہی پال کو (جس کو اندر سوم راشترکوت نے 916ء میں قنوج سے نکال دیا تھا) مدد دے کر دوبارہ قنوج کا تخت دلایا، ہرش کے جانشینوں نے کالنجر کا مشہور ناقابل تسخیر قلعہ فتح کیا جو بقول مورخین فارسی کے دنیا میں اپنی مضبوطی کے لئے سدِ سکندری کی طرح مشہور ہے۔

ان میں سے کسی راجہ نے دیو پال سے جو مہی کا جانشین تھا، وشنو کی مورت جس کو وہ اپنے مندر کے لئے لے جا رہا تھا، چھین لی اور کبھی کوئی کمزور سے کمزور راجہ بھی مذہبی اصول سے ایسی مورت کو دنیا گوارا نہیں کرتا مگر اس کی طاقت اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ دیو پال نے اس کے آگے اُف تک نہ کی۔

راجہ دھنگ

یسودرمن کا بیٹا تھا اس کا زمانۂ حکومت 950ء سے 999ء کے درمیان تھا، کجراہو کا علیشان مندر جو عجائبات زمانہ سے ہے، اسی کے دستِ کرم سے تعمیر ہوا، یہ بڑا طاقتور، باغیرت راجہ تھا، جب سکبتگین نے راجہ جیپال پر حملہ کیا تو دوسرے راجاؤں کے ساتھ اس کو بھی اتحادِ مدافعت میں دعوت دی گئی تھی اور یہ راجہ جیپال کی مدد کے لئے اس قدر فوج اور ہاتھی میدانِ جنگ میں لایا کہ دوسرے اتحادیوں اجمیر وقنوج سے بڑھ کر صفِ اول میں جا کر کھڑا ہوا مگر اس اتحاد کا وہ نتیجہ ہوا جو خس وخاشاک کا جھکڑ کے مقابلہ میں ہوتا ہے۔

راجہ گنڈ

جب محمود غزنوی نے تمام ہندوستان کو کھنگال ڈالا تو دیگر راجاؤں کے ساتھ یہ بھی اپنے باپ دھنگ کی موروثی غیرت آمیز بہادری سے اس اتحاد میں

Marfat.com

شامل ہوا جس کی دعوت راجہ جے پال کے بیٹے انند پال نے ہندوستان کے راجاؤں کو سلطان محمود کی مدافعت کے لئے دی تھی، اس نے اس مدافعانہ جنگ میں قابلِ تحسین بہادری کے جوہر دکھلائے لیکن یہ اتحادی مضبوط بند چند دنوں کے لئے بھی اس غزنی کے تند سیلاب کا مقابلہ نہ کر سکا اور دھنی ہوئی روئی کی طرح ایک آن میں اُڑ گیا۔

قنوج کے راجہ جیپال نے مغلوب ہو کر مسلمانوں سے کمزور شرائط پر صلح کر لی تھی، اس وجہ سے ہندوستان کے راجے اس پر سخت ناراض تھے اور اس ارادہ پر تلے ہوئے تھے کہ موقع پا کر اس کی بیخ کنی کریں، ان سب سے زیادہ راجہ گند کا بیٹا زیادہ پیچ و تاب کھا رہا تھا، اس نے بڑی شدومد سے راجہ جیپال پر حملہ کر کے اس کو نہایت بے رحمی سے قتل کیا اور اس پر اس کو بہت فخر تھا اور غرور سے اکڑتا پھرتا تھا، مگر 1023ء میں اِس کا فخر اور غرور خاک میں مل گیا، جب اس نے کالنجر کا مضبوط قلعہ محمود غزنوی کے حوالے کیا۔

راجہ کیرتی ورمن چندیل

اس کی حکومت کا زمانہ تخمیناً 1049ء اور 1100ء کے درمیان تھا، اس نے راجہ کرن کلچری کو شکست فاش دی اور ہمیشہ کے لئے اس کے حملوں کی گرمجوشی کو سرد کر دیا اور دائیں بائیں اپنی سلطنت کے حدود کو بڑھایا، اس کے سکے عام طور پر ملتے ہیں جو کلچری راجاؤں کے سکوں کے مشابہ ہیں۔

یہ علوم وفنون کا مربی اور مذہب کا جوشیلا پابند تھا اور اس کے اصول و فروع میں عالمانہ فضیلت رکھتا تھا، طرح طرح سے اس کی اشاعت میں سرگرم تھا۔

اس نے اشاعت مذہب میں یہ عجیب موثر طریق ایجاد کیا تھا کہ مذہبی اصول اور فلسفیات کو ناٹکوں کے ذریعہ لوگوں کے ذہن نشین کرتا تھا اور معقولات کو محسوسات کی صورت وشکل میں لا کر عامۃ الناس کے دلوں پر نقشِ عقیدت بٹھاتا

Marfat.com

تھا، چنانچہ اس کا ناٹک پر بودھ چندر ودیا، (طلوع بلال عرفان) مشہور ہے۔

پرمال

قوم چندیل کا کمزور راجہ تھا، جس پر راجگان چندیل کی شوکت وحشمت کا خاتمہ ہو گیا، 1182ء میں پرتھوی راج چوہان کے مقابلہ میں لاؤ لشکر لا کر بڑی بہادری سے میدان میں آیا مگر شکست کھائی اور اس کے لشکر کا بڑا حصہ تباہ ہوا اور اس کا خزانہ اور مال غارت ہوا، 1203ء میں قطب الدین ایبک سے نبرد آزما ہوا مگر کالنجر کو چھوڑ کر بھاگ گیا۔

جنگ نامہ چند رائیسا میں چندیل اور چوہان کی جنگ کے واقعات کو نہایت فصاحت و بلاغت سے بیان کیا گیا ہے۔

اسلامی تاریخوں میں کالنجر کی فتح کا مفصل ذکر ہے کہ راجہ پرمال اور اس کا سپہ سالار راج دیو قلعہ میں پناہ لے کر اسلامی لشکر کا مقابلہ کرتے رہے، جب خوراک کے ذخیرے ختم ہو گئے اور کھانے کی کوئی چیز نہ رہی اور تالابوں کا پانی خشک ہو گیا، تو بدحواس ہو کر قلعہ سے باہر آیا اور معافی کا خواستگار ہوا، علاوہ خراج کے تاوان جنگ اور ہاتھی گھوڑے دینے کا وعدہ کیا، راجہ پرمال قبل اس کے کہ ایفائے وعدہ کرتا کہ اس ہزیمت وندامت کی باعث بسترِ غم پر ایسا پڑا کہ پھر اٹھ نہ سکا اور مر گیا۔

اس جنگ کے بعد چندیل کی شان و شوکت کا خاتمہ ہو گیا۔ سولہویں صدی تک اس خاندان کے جانشینوں کی ہستی تو قائم رہی مگر وہ معمولی ماتحت سرداروں کی طرح زندگی بسر کرتے رہے، رفتہ رفتہ ان کی جمعیت قومی کا شیرازہ بھی بکھر گیا اور یہ قوم مختلف علاقوں میں ہجرت کر گئی۔

البتہ اس قوم کے ایک راجہ کی (جو بنگال میں منگھیر کے قریب گدھور پر حکمران تھا) چند پشتیں برسرکار ہیں۔

Marfat.com

قوم چندیل کے کارنامے

اس قوم کے سیاسی کارنامے تو چنداں وقیع نہیں ہیں، مگر ان کی مذہبی اشاعت اور مندروں کی عمارتیں یادگار روزگار ہیں، اس قوم کے راجاؤں نے اپنی مملکت کے بڑے بڑے شہروں، مثلاً مہوبا، کالنجر، کجرا ہو میں بڑے بڑے عالیشان مندر تعمیر کئے اور ان کے متعلق جاگیریں وقف کیں۔

ان کو تالاب اور جھیلیں بنانے کا بھی شوق تھا، پہاڑوں کی وادیوں میں بڑے بڑے طویل اور عریض پتھروں کے بند باندھ کر دو دو تین میل تک طولائی جھیلیں بنائیں، جن میں خوبصورت کشتیاں دوڑتی تھیں، یہ آبی شگلد گاہیں تھیں، جن میں مچھلیوں کا شکار کیا جاتا تھا۔

قدیم قلمی سنسکرت تاریخوں سے جو 26 شاہی خاندانوں کی فہرست تیار ہوئی ہے اس میں چندیل کا نام بھی درج ہے، میواڑ اور الور کے علاقے میں چندیل یا چنڈیلا پائے جاتے ہیں جن کو عام طور سے گوجر کہتے ہیں۔

Marfat.com

باب چہار دہم[1]

گوجر سلاطین گجرات

ماطفل کم سواد و سبق قصہ ہائے دوست
صد بار خواندہ و دگراز سرگرفتہ ایم

سلاطین گجرات بالتحقیق خاندانِ گوجر سے ہیں تک یا تانک خاندان کا ایک رکن سدھارن یا سہارن نامی جو فیروزشاہ دہلی کا ایک معتمد اہلکار تھا، مشرف بہ اسلاف ہوا اور خدمات جلیلہ کے باعث اس کو امیر الامراء کا درجہ اور وجیہ الملک کا خطاب ملا تھا، اس کا شجرۂ نسب راجہ رام چندر سے ملتا ہے، اس کی نسبت دو روایتیں ہیں اول یہ کہ سہارن خاندان بیر گوجر سے تھا، جو اپنے آپ کو راجہ رام چندر کی نسل سے ظاہر کرتا تھا، بعض گوجر بھی اپنا سلسلہ نسب رامچند رتک پہنچاتے ہیں۔ دوسری روایت یہ ہے کہ وہ پرمار گوجر خاندان سے تھا، بعض تاریخوں نے اس کو تانک لکھا ہے اور بعض نے تک حقیقت یہ ہے کہ تاس ، تک اور تانک، تکشک ، ترشک، تکیک ، تونک، ترک ایک ہی قوم ہے، بیر اور پرمار اس کی شاخیں ہیں، بیر اور پرمار گوجر ہیں اور یہ قوم سیتھیا کی شاخ ہے، ابو الغازی مورخ لکھتا ہے کہ تونک عرف ترک ہے، بڑی دلیل یہ ہے کہ گوجروں کے ملک کو جس میں گجرات اور سیالکوٹ وغیرہ علاقے شامل تھے، مورخین نے تک کا ملک لکھا ہے، کاف سین سے تبدیل ہو جاتا ہے، جیسے ناگ، ناس، سوک، سوس (پنجابی الفاظ ہیں) تاشقند قوم تاک کا آباد کردہ ہے، اصل میں تاک کند تھا (کند بمعنی مقام) کاف سین سے تبدیل ہوا اور سین مہملہ شین منقوطہ سے بدل کر تاشقند ہو گیا، قاف ، کاف ایک ہی حرف ہیں بعض نے تاک کے ملک کو تاسیہ لکھا ہے تاس اور تاگ

---

[1] یہ باب ہم نے گجرات کی فارسی تاریخوں، مرأت احمدی، مرأت محمدی، مرأت سکندری، تاریخ بہادر شاہی وغیرہ سے مرتب کیا ہے۔ (مؤلف)

Marfat.com

گوجروں کے گوت ہیں وجیہ الملک خواہ بیر گوجر ہو، یا سولنگی ہو، یا پرمار ہو، یا تانک بہرحال گوجر کی نسل سے ثابت ہوتا ہے۔ وجیہ الملک اپنے باپ کا نعم انحلف نعم السلف کی مثال تھا، جامع العلوم ہونے کے ساتھ وہ ایک بہادر سپاہی بھی تھا، پہلے بادشاہ کے دربار میں اہل علم و فضل کے زمرے میں داخل ہوا لیکن جب گجرات کی سلطنت میں ایک نالائق گورنر کی غفلت سے فتنہ برپا ہوا تو بادشاہ نے ظفر خان بن وجیہ الملک کو گجرات کی گورنری پر ممتاز فرمایا بخت یاور تھا، ظفر خان سے اعظم خان ہوا اور اعظم خان سے مظفر خان ہو کر مستقل بادشاہ ہو گیا، یہ خاندان مدت مدید تک صوبۂ گجرات پر حکمران اور فرمان روا رہا۔

ظفر خان ملقب بہ مظفر شاہ

جب سلطان غیاث الدین تغلق کا چچا زاد بھائی سلطان محمد بن فیروز شاہ سریر آرائے سلطنت ہوا تو ظفر خان بن وجیہ الملک جو علم و فضل اور شجاعت میں شہرۂ آفاق تھا، بادشاہ کا مقرب ہو گیا۔ اس وقت راستی خان صوبہ دار گجرات کے ظلم و ستم کی شکایت بار بار دربار میں پہنچ رہی تھی، بادشاہ ابھی ابھی تخت پر بیٹھا تھا اس کی نظر میں ظفر خان کے سوا، دوسرا کوئی امیر اس قابل نہ تھا، جو صوبہ گجرات کا انتظام کرے، بادشاہ نے ظفر خان کو 793ء میں اعظم ہمایوں کا لقب عطا کر کے گجرات کی صوبہ داری پر ممتاز فرمایا اور اس کے فرزند تاتار خان کو درباریوں میں باپ کے عہدہ پر ممتاز کیا، اعظم ہمایوں گجرات کی طرف جانے کے لئے آمادہ ہوا اور حسب قاعدہ دہلی کے باہر، تالاب کے کنارے پر خیمے نصب کئے، رخصت کرنے کے لئے بادشاہ خود آیا اور ایک سرخ خیمہ جو بادشاہوں کے لئے مخصوص ہوتا ہے، مع ایک مرصع شمشیر کے مرحمت کیا، یہ اتنی بڑی عزت تھی کہ اب تک کسی اور صوبہ دار کو حاصل نہیں ہوئی، اعظم ہمایوں جب چند منزلیں طے کر چکا تو اس کو پیک بشارت نے یہ مژدہ دیا کہ تاتارخان کے افق اقبال پر ایک نیر اجلال کا

Marfat.com

طلوع ہوا ہے یعنی خدائے تعالیٰ نے فرزند سعادت تعام عطا کیا ہے، اعظم ہمایوں نے اس مژدۂ روح افزا کو سفر گجرات کے لئے نیک شگون سمجھا اور بسبیل عجلت جب ناگور پہنچا، تو کنبایت کی رعایا کے نمائندے جو راستی خاندان کے جو روستم کی دادخواہی کے لئے دربار سلطانی میں جا رہے تھے، اعظم ہمایوں کی بارگاہ میں پیش ہوئے اعظم ہمایوں نے ان کی شکایات کو سنا اور ان پر ظاہر کیا کہ بادشاہ نے اسے انہیں شکایات کو رفع کرنے کے لئے بھیجا ہے چنانچہ ان کی عزت افزائی کی گئی، تسلی دے کر ان کو رخصت کیا گیا، جب اعظم ہمایوں کا موکبِ اجلال پٹن میں پہنچا تو اس نے راستی خان کے نام ایک فرمان بھیجا کہ مضٰی یا مضٰی اگر اب بھی آپ راہِ راست پر آجائیں تو کچھ نہیں بگڑا ہے، شاہی عواطف بدستور آپ کی شامل حال رہیں گی ورنہ آپ کو معلوم ہے کہ شاہی عتاب کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔

راستی خان راستی پر نہ آیا اس کا فرض تھا کہ فرمان کا جواب مودبانہ دیتا، بجائے اس کے اس نے ایلچی کے سامنے فرمان کو چاک کر کے کہا کہ اس کا جواب یہ ہے، گویا یہ جنگ کا الٹی میٹم تھا، آخر تعلقہ پٹن میں ایک گاؤں کا نبھویا کانہو کے قریب لڑائی ہوئی اور سخت لڑائی ہوئی۔ راستی خان آغشتہ خاک وخون ہوا، رعایا نے اس کے ظلم وستم سے دائمی نجات پائی، خس کم جہان پاک اعظم ہمایوں نے اپنی فتح ونصرت کی یادگار میں اس موقع پر ایک شہر جیت پور (بمعنی فتح پور) آباد کیا، اعظم ہمایوں کی برکت سے رعایا کے دل ایمن اور امراء کے قلوب مطمئن ہو گئے، اس نے گجرات کو اپنے حسن انتظام اور خوبی اہتمام سے رشک چمن بنا دیا۔ ابھی چار سال بھی نہیں گزرے تھے کہ ناگہان سلطان محمد شاہ دہلی کے انتقال کی خبر پہنچی، جس سے اس کا جگر پارہ پارہ ہو گیا، سلطانِ محمد کی وفات کے بعد دہلی کے تخت پر اس کا فرزند ناصر الدین محمود جلوہ افروز ہوا اس نے قلمدانِ وزارت اقبال خان کے سپرد کیا، تاتار خان ابن اعظم ہمایوں اور اقبال خان وزیر اعظم کے مابین کسی وجہ سے ناچاقی ہو گئی۔ تاتار خان اپنے باپ کی خدمت میں دہلی سے گجرات چلا

Marfat.com

آیا اور دہلی دربار کے حالات من وعن اس سے گزارش کئے کہ اس وقت ملک میں اقبال خان کا طوطی بول رہا ہے، وہ معاملات ملکی میں جزو کل مختار ہے، بادشاہ صرف کٹ پتلی کی طرح ہے، میں اگر وہاں رہتا تو مارا جاتا، یا قید ہوتا، تاتار خان نے باپ کو بہت کچھ بھڑکایا، مگر اعظم ہمایوں جہاندیدہ و آزمودہ کار تھا، اس نے متانت اور دور اندیشی سے کام لے کر کچھ جواب نہ دیا۔ ان ایام میں ایک اور انقلاب واقع ہوا کہ صاحبقران امیر تیمور گورگان کا موکب فتح ونصرت اور شوکت و حشمت دہلی کے نواح میں دفعتہً نمایاں ہوا، ناصر الدین محمد شاہ دہلی کو چھوڑ کر پٹن کے حصن حصین میں پناہ گزیں ہوا، لیکن جب اس نے دیکھا کہ یہاں بھی تیمور کے بے پناہ حملوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا، تو اس نے مالوہ کی طرف قسمت آزمائی کا قرعہ ڈالا۔ ناصر الدین کے جانے کے بعد اقبال خان، یادری اقبال سے دہلی پر قابض ہو گیا۔ تاتار خان غرور جوانی اور جوش انتقام سے بے قابو تھا، باوجود پرزور تحریکات کے جب اس نے دیکھا کہ اس کا باپ (اعظم ہمایوں) اقبال خان کے مقابلہ سے کسی مصلحت کی بنا پر پہلو تہی کرتا ہے، تو اس نے موقع پا کر اپنے باپ کو قید[1] کر دیا اور خود محمد شاہ کے نام سے تخت نشین ہوا اور امرائے دربار سے وفاداری

---

[1] بعض تاریخوں میں یہ لکھا ہے کہ یہ روایت (کہ اعظم ہمایوں کے اشارے سے تاتار خان کو زہر دیا گیا تھا) بالکل غلط ہے، نیز یہ روایت بھی غلط ہے کہ تاتار خان نے اپنے باپ اعظم ہمایوں کو قید کر دیا تھا۔ بلکہ اعظم ہمایوں نے تاتار خان کو اپنی خوشی سے سلطنت تفویض کی اور وہ قبصہ اساول میں تخت نشین ہوا اور اس نے اپنا لقب المؤفق تبائید الرحمٰن افتخار الدنیا، ابو الغازی محمد شاہ اختیار کیا اور ایک لشکر جرار لے کے اقبال خان سے انتقام لینے کے لئے دہلی روانہ ہوا، مگر راستہ میں اپنی موت سے مر گیا، اعظم ہمایوں اپنے فرزند تاتار خان کی وفات سے بہت عرصہ تک غمناک اور پریشان حال رہا۔ وہ اس کو یاد کر کے بے اختیار رو پڑتا تھا اور اس قدر کمزور ہو گیا تھا کہ سلطنت کا بار اٹھانے کے قابل نہ رہا تھا۔ جب امرائے دربار نے اس پر زور ڈالا تو اس نے حکومت کرنے سے انکار کر دیا اور اپنے بھائی شمس خان المعروف بہ نصرت خان سے کہا کہ آپ یہ بار اٹھائیں مگر وہ اعظم ہمایوں کی موجودگی میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا تھا۔ اس لئے چاروناچار اعظم ہمایوں، مظفر شاہ کا لقب اختیار کر کے تخت نشین ہوا اور شمس خان کو ناگور کا حاکم مقرر کیا۔

Marfat.com

و جان نثاری کی بیعت لے کر اقبال خان کے استیصال کے لئے دہلی کی طرف کوچ کیا، اقبال خان، تاتارخان کی شجاعت وشوکت سے لرزہ براندام تھا مگر تقدیر نے اس کی یاوری کی تاتار خان ابھی راستے ہی میں تھا کہ خادموں کی سازش سے اس کو زہر دیا گیا، جس سے وہ چند منٹوں کے اندر مر گیا اور اقبال خان کے استیصال کی حسرت دل ہی میں لے گیا۔

ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

علامہ ابوالفضل بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ تاتار خان الملقب بہ محمد شاہ کو اس کے باپ اعظم ہمایوں نے زہر دلوایا تھا کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ دہلی پر لشکر کشی کرے، نیز وہ تاتار خان کی سرکشی سے ناراض تھا۔ جب تاتار خان کی وفات کی خبر پہنچی تو امرائے دربار نے جو دل سے اعظم ہمایوں کے گرویدہ احسان تھے اور تاتار خان کے اعمال کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اعظم ہمایوں کو قید خانہ سے نکال کر 810ھ مطابق 1407ء میں تختِ سلطنت پر بٹھایا۔ اس نے تاج پوشی کے بعد اپنا لقب مظفر شاہ اختیار کیا، امرائے دولت وارکان سلطنت پر عطایائے جلیلہ کا بادل برسایا اور تاتار خان کے فرزند احمد خان یعنی اپنے پوتے کو ولی عہد مقرر کیا۔

مظفر شاہ بڑا منصف مزاج تھا، جب وہ دیکھتا کہ کسی ملک کے راجہ یا نواب پر ظلم ہو رہا ہے، تو اس کے رفع کرنے کے لئے آمادۂ پیکار ہو جاتا تھا اور جب اس کو کسی ماتحت راجہ کی نسبت یہ اطلاع ملتی کہ وہ جادۂ اطاعت سے ہٹ گیا ہے، تو اس کی گوشمالی کرتا۔

چنانچہ اس اصول کے مطابق اس کے مشہور کارنامے حسب ذیل ہیں۔

(۱) مالوہ کے حاکم دلاور خان کا فرزند الپ خان طامع وحریص شخص تھا، وہ اپنے باپ کو زہر دے کر مالوہ کا حاکم ہو گیا اور نخوت وغرور سے اپنا نام ہوشنگ رکھا، جب مظفر شاہ کو یہ اطلاع پہنچی تو سخت غضبناک ہوا اور خود

Marfat.com

لشکر لے کر مالوہ پر چڑھائی کی، ہوشنگ مقابلہ کو نکلا مگر شکست کھائی اور منصور و مظفر لشکر نے اس کو پکڑ لیا، بادشاہ اس کو پابجولان دارالسلطنت میں لایا اور مالوہ کا انتظام اپنے بھائی نصرت خان کے سپرد کیا۔

(۲) الپ خان کچھ عرصہ تک قید رہا، آخر سر عقیدت آستانِ شاہی پر خم کر کے خواستگار معافی ہوا، بادشاہ نے اس کو معافی دی اور مالوہ کی حکومت پھر اس کے سپرد کی۔

(۳) موسیٰ خان جو مالوہ کے سرداروں میں سے تھا، اس نے دوسرے سرداروں سے ساز باز کر کے قلعہ منڈو کی تسخیر کا عزم کیا، جس سے الپ خان کو خطرہ پیدا ہوا، مظفر خان نے اپنے پوتے احمد خان کو امداد کے لئے بھیجا جس نے موسیٰ خان اور اس کے معاون سرداروں کو تنبیہ کی اور قلعہ مانڈو الپ خان کے سپرد کیا۔

(۴) کنتھ کوٹ کی رعایا باغی ہو گئی تھی، مظفر خان نے اپنے سپہ سالار خداوند خان کو ان کی سرکوبی کے لئے بھیجا، متعدد باغی مارے گئے اور بعض پابجولان حاضر دربار ہوئے اور ہمیشہ کے لئے کنتھ کوٹ کے شورشوں کا خدشہ مٹ گیا۔

(۵) کولی جو گجرات کی طاقتور قوم تھی، ہمیشہ بادشاہوں کا مقابلہ کرتی تھی، وہ باغی اور منحرف ہو کر قصبہ اساول میں جمع ہو گئی اور لوٹ مار شروع کر دی، بادشاہ نے اپنے پوتے احمد خان کو اس کی سرزنش کے لئے روانہ کیا احمد خان نے اس کو سخت سزا دی اور تاوان جنگ وصول کر کے واپس آیا۔

(۶) ایدر کے راجہ نیمل نے اطاعت کا جوا گردن سے اتار دیا اور سالانہ خراج کے ادا کرنے سے انکار کیا تو بادشاہ خود اس کے استیصال کے لئے روانہ ہوا، کئی دن تک جنگ ہوتی رہی، آخر راجہ ایدر تاب مقاومت نہ لا سکا اور معافی کے لئے اپنے بیٹے کو بادشاہ کے حضور میں بھیجا، خراج اور بہت

Marfat.com

سا خزانہ اور جواہرات پیش کئے اور آئندہ کے لئے معاہدہ وفاداری لکھ دیا، لیکن جب راجہ اپنے معاہدہ پر قائم نہ رہا تو دوبارہ اس پر فوج کشی کی گئی۔

(۷) بعض خود غرض امرا نے مظفر خان اور اس کے پوتے احمد خان میں پھوٹ ڈلوا دی، انہوں نے احمد خان کو یہ کہہ کر بھڑکایا کہ آپ ہر طرح سے قابل و لائق ہیں، آپ کو عنانِ سلطنت اپنے ہاتھ میں لینی چاہیے، ہم جان و دل سے آپ کے فرمانبردار و معاون ہیں، اس نے بحالتِ ولی عہدی امرائے دربار کی برانگیخت سے گجرات پر اپنا مختارانہ تسلط شروع کر دیا اور چونکہ حاشیہ نشینان نے اس کے دل پر یہ نقش بھی جما دیا تھا کہ مظفر خان (آپ کے دادا) نے محمد شاہ (آپ کے والد) کو خدمت گاروں کی سازش سے زہر دلوا کر شہید کیا ہے، یہ حجت بھی اس کے ہاتھ آ گئی اور علانیۃً اپنے دادا کا مخالف ہو گیا، تو اپنے دادا کے پاس زہر کا پیالہ ہاتھ میں لئے ہوئے گیا اور کہا کہ اس کو پینا ہو گا، مظفر خان نے اس کو ہر چند سمجھایا کہ تم میرے لخت جگر ہو میں نہیں چاہتا کہ اس گناہ عظیم کا داغ تمہارے دامن پر لگے، تم کو ایسے فعل کی جرات نہیں کرنی چاہیے مگر احمد خان نے علمائے دیار گجرات کا فتویٰ پیش کیا کہ مجھے آپ کو اپنے والد کے قصاص میں قتل کرنا شرعاً جائز ہے اور میں نے جب تک کہ مفتیان کرام و فضلائے عظام سے فتویٰ حاصل نہیں کر لیا، اس کام کی جرأت نہیں کی، مظفر خان نے یہ کہتے ہوئے کہ:

ع ہر چہ از دوست میرسد نیکوست

زہر کا پیالہ ہاتھ میں لے کر پی لیا چند لمحوں میں نہایت قلق و اضطراب سے کلمہ پڑھتے پڑھتے اس کا خاتمہ ہو گیا، مظفر خان 810ء میں تخت نشین ہوا اور 813ء میں 3 سال 9 ماہ 16 دن بادشاہی کر کے مر گیا۔

Marfat.com

العظمۃ اللہ زمانہ کی نیرنگی دیکھو کہ جو شخص ادنیٰ ملازمت سے ترقی پا کر پہلے گجرات کا صوبہ دار پھر صوبہ داری سے بادشاہ ہوا اور پھر پوتے کے ہاتھ سے مارا گیا۔

علامہ ابو الفضل اپنی مخصوص انشا پردازی میں اس قصہ کو اس طرح نقل کرتے ہیں۔

درزمان محمد بن فیروز شاہ نظام مسخرج کہ اوراراستی خان گفتندے، بہ نیابت او حکومت کردے، چون بیدادی اودلنشین آمد، معزول ساختہ ظفر خان پوروجیہ الملک تانک را ایالت داد و نخستین ناسپاسی درآویزۂ رخت ہست، بربست، واندازۂ این مدت از خال فرماندہان دہلی گرفتہ آید، وپورا وتاتارخان بدگوہر، وتباہ سرشت بودٔ دوران ہنگام کہ سلطان محمد درگذشت واورنگ نشینی دہلی بسلطان محمود رسید، روزگار لختے برآشفت، ظفر خان فراگوشہ نشست وتاتارخان اسباب بزرگی فراہم آورد، وبدہلی روانہ شد، ہمانابضر مودۂ پدر مسموم درگذشت، از پیغولہ بآمدہ خطبہ وسکہ بنام خود ساخت وبسلطان مظفر شہرۂ آفاق شد، بارسلطنتِ جداگانہ گشت، وحکومت این دیار بالوس تانک قرار گرفت، پدر اووجیہ الملک را از کیش برہمن برآوردہ بودند، وپورتاتارخان احمد بنانگزائی بزرگ نیاک خود ہمت بست وبرجائی اونشست وزیان زدگی، جاوید اندوخت، احمدہ آباد اساس نہادہ او، بابلہ طرازی دوستان سرائی از دینی برکنار میزیست، روز جشن کہ ہنگامۂ شاد خوابِ غفلت بود، ددازدۂ عم خودرا، از ہم گزرانید، پس بجد پرداخت و بجادید پشیمانی درشد وتانفس واپسیں بدادگری دکارسازی پائی ہمت افشرد۔

(آئین اکبری جلد دوم صفحہ 126 و 127)

ترجمہ: محمد بن فیروز شاہ کے زمانہ حکومت میں نظام مستخرج جس کو راستی خان کہتے تھے، گجرات کے علاقہ پر ناظم کی حیثیت سے حکمران تھا، جب بادشاہ کو اس کے ظلم وتعدی کی شکایت کا یقین ہو گیا تو اس کو موقوف کر کے وجیہ الملک تانک

Marfat.com

کے فرزند ظفر خان کو اس کی جگہ ناظم گجرات مقرر کیا، راستی خان نے ظفر خان کا مقابلہ کیا اور جنگ میں مارا گیا، بادشاہانِ دہلی کی تاریخ سے اس کی مدت حکومت کا اندازہ ہوسکتا ہے، مظفر خان کا لڑکا تاتار خان، بداصل ، بدطنیت تھا جس وقت سلطان محمد بادشاہ دہلی مر گیا اور اس کی جگہ ناصر الدین سلطان محمود تخت نشین ہوا تو زمانہ میں شوروفساد برپا ہو گیا۔ ظفر خان اس وقت گوشہ نشین ہو گیا اور اس کا فرزند تاتار خان حاکم ہو کر دہلی پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ ہوا، ظفر خان کے اشارے سے اس کو زہر دے کر شہید کیا گیا، ظفر خان خلوت سے نکل کر تخت نشین ہوا اور سکہ وخطبہ اپنے نام کا جاری کیا اور سلطان مظفر کے لقب سے مشہور ہوا۔

پہلے صوبۂ گجرات دہلی کے متعلق تھا، اب علیحدہ سلطنت قرار پایا اور خاندان تانک اس پر فرمان روا ہوا ظفر خان کا باپ وجیہ الملک مذہب برہمن کو ترک کر کے دائرہ اسلام میں داخل ہوا اور وجیہ الملک خطاب حاصل کیا۔ تاتار خان کا بیٹا احمد شاہ اپنے بزرگ جد امجد کو قتل کر کے اس کا جانشین ہو گیا اور ہمیشہ کے لئے زیانکار یعنی مطعون ہوا احمد آباد شہر کی بنیاد اسی کے ہاتھ سے رکھی گئی تھی، یہ بادشاہ ابلہ فریبی ومکروحیلہ کی وجہ سے دین و مذہب سے کچھ واسطہ نہیں رکھتا تھا، اس نے اپنے جشن کے دن جو اس کے خواب نوشین وغفلت کا وقت تھا، اپنے بارہ چچاؤں کو قتل کیا اور اس کے بعد دادا کے پیچھے پڑ گیا اور اس کو قتل کر کے دائمی ندامت میں گرفتار ہوا اور مرتے دم تک انصاف اور انتظام سلطنت میں مصروف رہا۔

احمد خان ملقب بہ سلطان احمد شاہ

سلطان مظفر شاہ کے بعد اس کا پوتا تاتار خان کا بیٹا احمد خان، سلطان ناصر الدین احمد شاہ کے لقب سے 14 رمضان 813ھ مطابق 1410ء کو تخت آرائے جہانبانی ہوا۔ اس کا چچا زاد بھائی مؤید الدین بن فیروز خان جو بڑودہ کا حاکم تھا، اپنے چچا مستی خان کی مدد سے سلطنت کا مدعی ہو کر مقابلہ پر آیا، آخر اس

Marfat.com

تنازع کا فیصلہ میدان کارزار میں تلوار نے بحق سلطان احمد کیا مؤید الدین بن فیروز خان شکست کھا کر قلعہ بھروچ میں پناہ گزیں ہوا مگر وہاں بھی شمشیر خسروی کی زد سے محفوظ نہ رہ سکا۔ آخر آستان شاہی پر پیشانی ندامت رکھی اور عفو تقصیرات کا خواہاں ہو کر مراحم خسروی سے سرفراز ہوا ان ایام میں اطلاع ملی کہ قصبۂ اساول کے زمیدار جادۂ اطاعت سے منحرف ہو گئے ہیں اور بغاوت پر آمادہ ہیں اور خراج ادا کرنے سے مانع ہیں، بادشاہ خود گیا اور ان کے سرکردہ آسا بیل کو قتل کیا اور سرکشوں کی گردن پر اس طرح اطاعت کا جوا رکھا کہ پھر وہ بھی سرکشی کی جرأت نہ کر سکے۔

اس بادشاہ نے شیخ احمد کھٹو گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کی اجازت سے شہر احمد آباد کی بنیاد رکھی جو اس زمانہ میں ہندوستان کے بڑے شہروں میں ہے، 814ء میں ایدر کے راجہ راؤ یونجا نے سرکشی کی، بادشاہ نے اس کی سرکوبی کے لئے لشکر جرار بھیجا راجہ مقابلہ پر آیا مگر بہادران سلطانی نے اس کی لشکر کے پرخچے اُڑا دیئے جب تاب مقاومت نہ لا سکا تو بھاگ نکلا، لشکر سلطانی نے دور تک اس کا تعاقب کیا، جب اس کو کہیں پناہ نہ ملی تو دربار شاہی میں عفو تقصیرات کے لئے حاضر ہو کر نہایت عجز و انکسار سے معافی کا خواستگار ہوا اور بادشاہ کے آگے جواہرات کے ڈھیر لگا کر آئندہ کے لئے جان نثاری اور وفاداری کا حلف اُٹھایا۔

ملک سورٹھ کے قلعہ گرنار کے راجہ راؤ مند لیک کو اپنی سپاہ کی کثرت و شجاعت پر ناز تھا، وہ بھی جادہ اطاعت سے منحرف ہو گیا، جب اس کے سر پر لشکر شاہی بلائے ناگہانی کی طرح پہنچا تو راجہ نے جان توڑ کر مقابلہ کیا، دوسری طرف شاہی لشکر نے شمشیر آبدار کے وہ جوہر دکھلائے کہ راؤ مسند لیک کے پاؤں اکھڑ گئے، اور سورت کے ایک اور قلعہ میں پناہ گزیں ہوا، بادشاہ اس قلعہ کو تو سر نہ کر سکا، مگر دوسرا قلعہ جونا گڑھ جو اس کے دامن میں واقع تھا، فتح کر لیا، جس سے سورت کا تمام علاقہ منقاد و مطیع ہو گیا، اس بادشاہ نے اپنی مملکت کو سرکشوں اور

Marfat.com

مخالفوں سے جیسا کہ چاہیے پاک وصاف کیا، 814ء ہجری میں موید الدین کی بغاوت کو دوبارہ فرو کیا، جس سے راجہ ایدر، رن مل اور مستی خان کی مدد سے قلعہ مواڑاسہ پر قبضہ کر لیا تھا، مؤید الدین اور مستی خان قتل ہوئے ،رن مل نے اطاعت قبول کر لی، 816ء ہجری میں شہر نہروالہ کے سرداروں نے ہوشنگ سلطان مالوہ کے ساتھ مل کر علم بغاوت بلند کیا، خود بادشاہ اور اس کا بھائی لطیف خان میدان میں آئے اور اس کو شکست دی، 817ء میں بادشاہ نے بنفس نفیس قلعہ گرنار واقع شہر جوناگڑھ پر فوج کشی کی اور قلعہ کو فتح کر لیا، 818ء میں ہوشنگ سلطان مالوہ اور نصیر المخاطب بہ عین الملک آسیرو برہان پور اور راجگان نادوت، چانپانیر، جالا واڑہ ایدر کو جو متفقہ طور پر گجرات پر حملہ آور ہوئے تھے، پسپا کیا، بادشاہ نے ایک لشکر جرار لے کر 819ء میں قصبہ دھار پر حملہ کیا اور اس کو اپنے قبضہ میں لایا، 920ھ میں ہوشنگ سلطان مالوہ پر اور 821ء میں چانپانیر پر حملہ کیا، دونوں حملے کامیاب ہوئے، 823ھ میں سنگھیڑا کا عالی شان قلعہ تعمیر کیا اور اس قلعہ میں ایک وسیع مسجد کی بنیاد رکھی اور اس میں بڑے بڑے فاضلوں کی ایک جماعت کو مقرر کیا، جو ہر ایک علم کی تعلیم دیتے تھے، اس نے موضع مانگنی پرگنہ سونکھڈہ میں ایک اور قلعہ تعمیر کیا اور اس کو سپاہ کا مستقر بنایا، 823ھ میں اس علاقہ پر مکمل طور پر قبضہ ہو گیا اور 828ء ہجری می سیدھ پور اور 829ھ سوکھڈہ (سنگھیڑا) کو مسخر گیا اور جہاں جہاں مناسب تھا قلعوں کی تعمیر شروع کی ان میں سے قصبہ بالاسنور کا قلعہ مشہور ہے۔ اس کے بعد کوہستان میں قصبہ دھادو کا قلعہ تعمیر کیا اور اس کے پاس ایک قصبہ کی بنیاد ڈالی، قصبہ کاریٹھ کا قلعہ سلطان علاؤ الدین کے زمانہ کا تعمیر شدہ تھا اس کو مرمت کر کے لشکر کے رہنے کے قابل بنایا، یہ قلعہ سلطان آباد کے نام سے مشہور تھا۔

830ھ میں ایدر پر دوبارہ حملہ کیا ، راجہ ڈر کے مارے بھاگ کر پہاڑوں میں روپوش ہو گیا، چونکہ اس نواح میں سرکشوں کا ایک گروہ تھا۔ اس لئے

Marfat.com

ہاتمتی[1] ندی پر جو ایدر سے اٹھارہ میل کے فاصلہ پر ہے۔ احمد نگر آباد کیا اور اس کے گرد پتھروں کی مستحکم و بلند دیوار بنوائی جس سے یہ قلعہ ایسا محفوظ ہو گیا کہ اس پر حملہ کرنا ناممکن تھا۔ چونکہ یہ قلعہ بہت محفوظ تھا، بادشاہ زیادہ تر اسی قلعہ میں رہتا تھا۔ اس بادشاہ نے آسیر اور مالوہ کے حکمرانوں کو کئی دفعہ شکست دی اور بھنی خاندان کو بھی مطیع کیا، اس کے زمانہ کا ایک اور مشہور واقعہ ہے کہ 831ء ہجری میں شاہی دستہ پر جو کسی طرف جا رہا تھا، ایدر کے راجہ پونجا نے حملہ کیا، سپہ سالار نے ایک سدھے ہوئے ہاتھی پر سوار ہو کر راجہ کا تعاقب کیا، راجہ ہاتھی کے ڈر سے پہاڑ کے ایک درہ میں گھس گیا جس کے ایک طرف غار اور دوسری طرف پہاڑ کی سر بفلک دیوار تھی، راستہ نہایت تنگ تھا راجہ پونجا کا گھوڑا اس تنگ راستہ میں بدکا اور غار نے اس کو اس طرح نگلا، جس طرح مگر مچھ کو نگل جاتا ہے، دوسرے دن ایک کوہستانی آدمی نے راجہ پونجا کا سر پیش کر کے خلعت فاخرہ حاصل کیا۔ اس بادشاہ کے دو قانون نہایت عجیب تھے، ایک تو یہ کہ سپاہیوں کی تنخواہ دو قسم کی مقرر کی، ایک نقدی اور دوسری جنسی، نقدی تو ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو جہاں کہیں وہ ہوں بلا انتظار مل جاتی تھی، جنسی سپاہیوں کے وارثوں کو جاگیروں سے بصورت غلہ وغیرہ ملتی تھی، اگر ان کو مکان بنانے کے لئے لکڑی کی ضرورت ہوتی، تو وہ بھی بذریعہ ایک پروانہ کے فوراً مل جاتی تھی، اس امداد سے اس کی سپاہ بہت خوش تھی اور اس کو قرض لینے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔

دوسرا قانون یہ تھا کہ خزانہ کے دو تحویل دار ہوتے تھے۔ ایک نمائندہ خانہ زاد غلاموں میں سے اور دوسرا اس شہر کے دیانت دار گروہ سے۔ یہ دونوں خزانہ کی حفاظت کے مشترک طور پر ذمہ دار ہوتے تھے اور آمدنی و خرچ کے رجسٹر پر روزمرہ دونوں دستخط کرتے تھے۔

ہر ایک علاقہ میں دو عالم مقرر تھے، ایک صوبہ دار اور دوسرا دیوان ان

---

[1] ہاتمی وہی دریا ہے جو احمد آباد کے مغرب رویہ بہتا ہے۔

Marfat.com

کے علیحدہ علیحدہ اختیارات تھے مگر سلطنت کے انتظام میں ان کی مشترکہ کونسل تھی۔

یہ بادشاہ 793 ہجری ماہ ذوالحجہ کی انیسوی تاریخ کو دہلی میں پیدا ہوا اور 813 ہجری میں تخت نشین ہوا۔ تیس سال چھ ماہ بائیس روز سلطنت کر کے 845 ہجری 2 ربیع الثانی کو راہی ملک عدم ہوا۔

سلطان محمد بن سلطان احمد شاہ

اپنے باپ سلطان احمد کے بعد 846ھ مطابق 1442ء میں تخت نشین ہوا، سخی ہونے کی وجہ سے اس کا لقب زربخش ہو گیا تھا، اس نے ایدر کے راجہ راؤ بھان پر فوج کشی کی اور اس کی لڑکی سے عقد کر کے راجہ کی روز مرہ سرکشی سے ایمن ہوا اور ملک کے انتظام کی طرف توجہ کی، اس کے زمانہ میں 489ھ میں حضرت شیخ احمد کھٹو المعروف بہ گنج بخش قدس اللہ سرہٗ العزیز نے وفات پائی، جن کی تربت پر اس نے ایک عالی شان مقبرہ بنوایا اور ایک وسیع مسجد کی قصبہ سرکیج (سرخیز) میں بنیاد ڈالی جو پایہ تکمیل کو نہ پہنچی۔ 854ھ میں راجہ گنگا داس والی چمپانیر پر حملہ کیا، مگر ناکامیاب رہا، مالوہ کا بادشاہ اس کی کمزوری دیکھ کر دھمکاتا تھا، جب یہ چانپانیر کی مہم سے بے نیل مرام واپس ہوا، تو موضع گوہڑہ واقعہ پرگنہ سانولی میں بیمار پڑا اور دارالخلافہ میں پہنچ کر 20 محرم 855ھ مطابق 1451ء کو راہی ملک عدم ہوا اور مالک چوک کے مقبرہ میں باپ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ اس کی زندگی کا کوئی مہتمم بالشان واقعہ نہیں ہے، یہ بادشاہ درویش سیرت، رعایا نواز، عدل گستر، سپاہ کا قدردان اور خداپرست تھا۔

سلطان جلال خان ملقب بہ سلطان قطب الدین

باپ کی وفات کے بعد 855ھ مطابق 1451ء میں سریرا رائے جہانبانی ہوا۔ 856ھ میں محمود خلجی حاکم مالوہ نے سلطان پور کے نواح میں

Marfat.com

غارتگری شروع کی۔ اس واقعہ کے سنتے ہی بادشاہ نے سپہ سالاروں کو طلب کیا اور لشکر کا جائزہ لیا اور کوچ در کوچ کر کے خلجی کے سر پر پہنچ گیا، پہلے تو خلجی غالب ہو گیا اور قلعہ پر چڑھ کر بادشاہ کا تاج اور مرصع کمر بند لے گیا، مگر بادشاہ نے ہمت نہ ہاری اور برابر مقابلہ میں جما رہا اور اس کو شکست دی خلجی کی بہت سپاہ ماری گئی، بعد میں ان دونوں میں رشتہ اخوت اسلامی مستحکم ہوا اور ایک دوسرے کے معاون بن گئے، جب بادشاہ خلجی کی مہم سے فارغ ہوا، تو شہر احمد آباد کے جنوب میں ایک وسیع تالاب تعمیر کرایا، اس تالاب کا دور ایک میل سے کچھ زیادہ ہے، اس کا نام اگرچہ حوض قطبی تھا، مگر کانکڑیہ تالاب مشہور ہے۔ اس تالاب کے اندر ایک باغچہ ہے، یہ باغچہ تالاب میں اس قدر خوشنما تھا کہ گویا انگوٹھی میں نگ جڑ دیا گیا ہے، اسی وجہ سے اس کو نگینہ باڑی کہتے تھے، حوض کے اردگرد بڑے بڑے عالیشان محل تعمیر کرائے جو اپنی بلندی اور خوبصورتی میں رشک فلک تھے، یہ تالاب ہمیشہ پانی سے لبریز رہتا تھا، کیونکہ دریائے مہی ندی سے گیارہ میل لمبی ایک نہر نکال کر اس تالاب میں لائی گئی تھی، یہ تالاب اب تک موجود ہے اور محکمۂ آثارِ قدیمہ کی حفاظت میں آ گیا ہے، کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ اس کی مرمت کرائی گئی ہے، البتہ شاہی محلوں کا اب اس میں نام ونشان نہیں، 861ھ میں رانا کونبھا حاکم قلعہ چتوڑ نے علاقہ ناگور میں پیش قدمی کی محمود خلجی نے بادشاہ سے درخواست کی، بادشاہ نے لشکر بھیج کر قلعہ آبو کو فتح کیا، حاکم چتوڑ چالیس ہزار سوار کی جمعیت رکھتا تھا، قلعہ سے نکل کر برہنہ سر میدان میں آیا تلوار کی قسم دلا کر بہادر راجپوتوں کا دل بڑھاتا تھا اور ہر حملہ میں خود تلوار کھینچ کر آگے ہوتا تھا مگر اقبال نے ساتھ نہ دیا، پانچ روز نہایت بہادری سے لڑ کر قلعہ میں پناہ گزین ہوا، لیکن وہاں بھی محفوظ نہ رہ سکا۔ قریب تھا کہ شاہی فوج کے جاں نثار قلعہ کی فصیل پر چڑھ جائیں، راجہ معانی کا خواستگار ہوا اور ہدایا وتحائف پیش کر کے سر عقیدت جھکایا اور عفو شاہانہ سے سرافراز ہوا، لیکن وہ پھر کچھ عرصہ کے بعد عہد شکنی کر کے شاہی علاقہ ناگور کی طرف

Marfat.com

بڑھا، مگر اس حرکت مذبوحی سے اس کو کچھ فائدہ نہ ہوا اور شکست کھا کر اپنے پایۂ تخت کی طرف بھاگ گیا ، بادشاہ نے تعاقب نہ کیا اور سرواہی کو لوٹتا ہوا دارالسلطنت کولوٹ آیا، 863ھ مطابق 1459ء میں آٹھ سال تیرہ دن سلطنت کر کے عالم بقا کی طرف کوچ کر گیا۔

سلطان داؤد بن احمد شاہ

سلطان قطب الدین کی وفات کے بعد اُمرائے دولت و رعایا سے سلطنت نے اس کے چچا داؤد کو 863ء مطابق 1459ء میں تخت نشین کیا، یہ بادشاہ کم ہمت اور بزدل تھا۔ امرائے دولت سے اتحاد نہیں رکھتا تھا، وہ چاہتا تھا کہ اپنی مرضی سے نئے وزراء مقرر کر کے ملک کا انتظام کرے۔ اس وجہ سے ارکانِ دولت اس کے مخالف ہو گئے، عماد الملک نے امراء سے سازش کر کے سلطان داؤد کے سوتیلے بھائی فتح خان ملقب بہ محمود شاہ کو تخت نشین کیا۔ جب جشن تخت نشینی کے نقارہ پر چوٹ پڑی تو سلطان داؤد بن احمد شاہ گلیم فقر پہن کر ذَالِکَ مَاکُنَّا نَبْغِ (ہم تو یہی چاہتے تھے) کہتا ہوا شیخ اودھن رومی کی خانقاہ میں معتکف ہو گیا اور لنگر کی روٹی پر قناعت کر کے یاد الٰہی میں مصروف ہوا سچ ہے۔

ع سلطان راغم جہانے وگدا راغم نانے

اس کی مدت سلطنت ایک ماہ سات دن ہے۔

سلطان محمود بیگڈھ

سلطان داؤد کی معزولی کے بعد سلطان محمود بیگڈھ نے 863ھ میں زمام جہانبانی ہاتھ میں لی، بیگڈھ[1] اس سانڈ بیل کو کہتے ہیں جس کے سینگ خوبصورت اور آگے کو جھکے ہوئے ہوں چونکہ سلطان کی مونچھیں ، بڑی بڑی اور چڑھی ہوئی تھیں، اس لئے بیگڈھ کے لقب سے مشہور ہوا، بعض نے لکھا ہے کہ

[1] بیگڈہ کی دونوں وجہ تسمیہ بے معنی ہیں۔

Marfat.com

بادشاہ کے لشکر نے جوتا گڈھ کا قلعہ جب فتح کیا اور سپہ سالاروں نے اس کے حضور میں مبارکباد عرض کی تو اس نے کہا کہ مبارکباد اس وقت دینی چاہیے کہ جب بیاگڈہ (یعنی قلعہ چانپانیر) بھی فتح ہو جائے، سپہ سالار جب دربار شاہی سے کمیپ میں گئے تو سپاہیوں سے کہا کہ بادشاہ کا حکم ہے کہ بیاگڈہ فتح کرو، بیا بمعنی دوسرا جیسا کہ اکتالیس کے آگے بیالیس یا اکیس کے آگے بائیس، ان اعداد میں بھی بیا کے معنی دوسرے کے ہیں، سپاہیوں نے بیاگدہ بیاگدہ مشہور کر دیا۔

بعض بیگڈہ سے ذوالقرنین کا مفہوم لیتے ہیں مگر یہ سب توجیہیں فضول معلوم ہوتی ہیں، اصلی وجہ تسمیہ کچھ اور ہی ہے، مرات سکندری کا مصنف اس بادشاہ کی بہت تعریف کرتا ہے اور اس کے کارناموں کی داستان دردِ آستاں لکھتا ہے۔

یہ بادشاہ بہت قوی ہیکل، طویل القامت، تنومند اور محنتی تھی، بہت کھاتا تھا۔ کہتے ہیں کہ رات کے وقت پلنگ کے دونوں طرف میزوں پر سموسوں کے بھرے ہوئے طشت رکھے جاتے تھے۔ جن کا وزن دو سیر ہوتا تھا، رات کو وہ سب کھا جاتا تھا، صبح روزمرہ پاؤ بھر گھی، ایک پاؤ شہد پیتا تھا، علاوہ اس کے یخنی اور ہر قسم کے چند سیر میوے کھاتا تھا۔

مؤلف: پنجاب کے پہلوانوں سے پھر بھی کم کھاتا ہو گا۔ ان کی غذا یومیہ پانچ سیر سے کسی حال مین کم نہیں ہوتی۔

اس کے عہد کا مشہور واقعہ یہ ہے کہ اس کے مقربان درگاہ نے رفتہ رفتہ شکایت کر کے اس کو عماد الملک سے جو چند پشتوں سے وزیر چلا آتا تھا، برگشتہ کر دیا کہ یہ اپنے بیٹے کو تخت نشین کرانا چاہتا ہے، بلکہ ایک دن دربار میں عماد الملک کے روبرو کہا کہ آپ بادشاہ کے مخالف ہیں مگر آپ کی مخالفت کارگر نہ ہو گی، اس سے ان کا مقصد بادشاہ کو تصدیق کرانا تھا کہ یہ محقق واقعہ ہے، بادشاہ نے ایک دستہ فوج بھیج کر عماد الملک کو قید کر دیا لیکن جب اس کو تحقیق سے ثابت ہوا کہ یہ محض افترا پردازی ہے، تو عماد الملک کو دربار میں طلب کر کے بہ اعزاز تمام رہا کیا

Marfat.com

اور عہدہ وزارت پر ممتاز فرمایا، جب عماد الملک بحال ہو گیا، تو جن لوگوں نے اس کی شکایات کی تھیں، ان کو گرفتار کر کے ان کے گھر لٹوا دیئے، اس حکم سے سب امیر مجتمع ہو کر مقابلہ کے لئے کھڑے ہوئے اور جنگ شروع ہو گئی، باغیوں کو سدھائے ہوئے ہاتھیوں سے پائمال کیا گیا، جو ایک خاص قسم کی سزا تھی، بعض تاریخوں میں لکھا ہے کہ جب بادشاہ کو معلوم ہوا کہ بعض امراء نے اس کو دھوکا دیا ہے تو بادشاہ کے حکم سے ہاتھ پاؤں باندھ کر ان کو گڑھے میں ڈال دیا۔

866ھ میں نظام شاہ والیٔ دکن نے دربار میں عریضہ بھیجا کہ سلطان محمود خلجی حاکم مالوہ مجھ پر حملہ کرنا چاہتا ہے میری امداد کی جائے، بادشاہ نے اس کی امداد کے لئے لشکر و سامانِ جنگ بھیجا جب سلطان محمود خلجی کو معلوم ہوا کہ بادشاہ نظام کا طرفدار ہو گیا ہے اور اس کے مقابلہ میں لشکر جرار بھیجا ہے، تو سلطان محمود خلجی پس پا ہو گیا، 871ھ میں بادشاہ نے چیدہ چیدہ سپہ سالاروں کی سرکردگی میں منتخب سپاہیوں کا لشکر ترتیب دیا اور پورے اہتمام سے ہر قسم کا سامان حرب جمع کیا، منظور یہ تھا کہ رائے مندلیک جو آئے دن فتنے برپا کرتا رہتا ہے اس کی سرکوبی کی جائے اور قلعہ جونا گڈھ اور گرنار کو فتح کر کے مملکت محروسہ میں شامل کیا جائے، یہ بہت بڑی مہم تھی جس کے لئے یہ افراط اسلحہ اور روپیہ فوج میں تقسیم کیا گیا، رائے مندلیک اس مہم کی تیاری کے واقعات سن چکا تھا تابِ مقاومت نہ لا کر قلعہ میں پناہ گزیں ہوا اور معافی مانگ کر نجات پائی۔

872ھ میں راجہ مندلیک کی سرکوبی کے لئے پھر لشکر مرتب کیا گیا، جب راجہ نے سنا کہ میری بربادی کے لئے پھر تیاریاں ہو رہی ہیں، تو وہ خود دربار میں حاضر ہوا اور مسلمان ہو کر جہاں خان کا خطاب حاصل کیا بادشاہ سوداگروں اور مسافروں کا بڑا خیال رکھتا تھا، اس کا حکم تھا کہ اگر کسی شخص کی چیز چوری ہو جائے، تو پہلے اس کا معاوضہ خزانہ سے دیا جائے اور پھر اس کی تحقیقات کی جائے، عراق و خراسان کے سوداگروں نے دربار میں۔ آ کر فریاد کی، خزانہ شاہی سے کل قیمت

Marfat.com

اسی وقت دے کر ان کو رخصت کیا گیا اور راجہ کے نام فرمان جاری ہوا کہ سوداگروں کا جو سامان لوٹا گیا ہے اگر واپس نہ آیا، تو اس کا نتیجہ جو ہو گا اس کے برداشت کرنے کیلئے تیار ہو جانا چاہیے۔ راجہ کی کیا مجال تھی سب سامان واپس کیا۔

اس بادشاہ نے کئی قلعے اور شہر آباد کئے جن میں سے مصطفٰے آباد، محمد آباد، محمود آباد مشہور ہیں۔ محمود آباد اب تک ایک قصبہ کی صورت میں موجود ہے، اس شہر میں بادشاہ نے ایک عجیب قسم کی باولی تعمیر کی، سطح آب پر چار وسیع کمرے، بطور تہ خانہ تعمیر کئے، بسا اوقات بادشاہ ان کمروں میں رونق افروز ہوتا تھا، جس سے مقصود یہ تھا کہ شہر کے باشندوں کو ایک گونہ اطمینان ہو کہ بادشاہ گاہے گاہے ہم کو بھی اپنی تشریف سے مفتخر کیا کرے گا۔

بادشاہ حضرت شاہ عالم رحمتہ اللہ علیہ کا مرید تھا، جن کی رحلت 862 ہجری میں ہوئی اس نے ایک عالی شان مقبرہ ان کے مزار پر تعمیر کرایا، جو زمانہ کے نادرات سے ہے، یہ وہی مقبرہ ہے جس کے گنبد پر بعد میں آصف جاہ برادر نور جہان بیگم نے سونے کا کلس چڑھوایا تھا، اس روضہ کے بلند مینار دور سے نظر آتے ہیں یہ بادشاہ لڑائی کا بڑا شائق تھا، آئے دن کی لڑائیوں سے اس کے سپہ سالار و امرائے دربار تنگ آ گئے تھے۔ 884ء میں جب بادشاہ جونا گڈھ میں تھا، امراء نے منصوبہ باندھا کہ بادشاہ کو معزول کر کے اس کے فرزند احمد خان کو (جس کو بادشاہ نے خداوند خان کی زیر نگرانی احمد آباد میں اپنا قائم مقام بنایا تھا) تخت نشین کیا جائے تا کہ آئے دن کی لڑائی سے نجات ہو، تعجب یہ ہے کہ اس سازش میں خود خداوند خان بھی شامل ہو گیا تھا، عماد الملک وزیر اعظم کو اس سازش کا جب پتہ ملا تو اس نے بادشاہ کو خفیہ طور پر اطلاع دی، بادشاہ چند دنوں میں دن رات کوچ کرتا ہوا احمد آباد پہنچ گیا اور بد اندیش امراء کا قلع قمع کر دیا۔

قلعہ جانپانیر جو دنیا کے مستحکم ترین قلعوں میں شمار ہوتا ہے، اس کی تسخیر کا سودا بادشاہ کے دماغ میں ابتدا ہی سے سمایا ہوا تھا، کئی دفعہ کوشش کی مگر یہ قلعہ مسخر نہ

Marfat.com

ہوا، 887ھ کے موسم بہار میں پھر یہ سودا پیدا ہوا اور پوری مستعدی سے لشکر فراہم کر کے حملہ آور ہوا، راوَل جے سنگھ ایک شمشیرزن بہادر تھا، وہ اپنے حلیف راجاؤں کی امداد حاصل کر کے مدافعت کے لئے آمادہ ہو گیا بادشاہ کے لئے یہ جنگ ایک مصیبت تھی، وہ نہ تو واپس آ سکتا تھا کیونکہ پہلے چند بار اس قلعہ پر حملہ کر کے زک اٹھا چکا تھا اور نہ آسانی سے قلعہ فتح ہوسکتا تھا، نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن کا مضمون تھا، لشکر اور سامان کا بہت نقصان ہوا ڈیڑھ سال تک یہ جنگ جاری رہی اور خدا خدا کر کے یہ مہم سر ہوئی۔

راول نے جب دیکھا کہ نہ لڑنے کی طاقت باقی ہے کیونکہ بارود ختم اور لشکر تہِ تیغ ہو گیا ہے اور نہ بھاگنے کا موقعہ مل سکتا ہے کیونکہ شاہی لشکر چاروں طرف سے قلعہ کا محاصرہ کئے ہوئے ہے، تو اس نے اپنی عورتوں اور بچوں اور قیمتی سامان کو جلا ڈالا اور خود چند جاں نثاروں کے ساتھ مقابلہ کے لئے نکلا، بادشاہ کا حکم تھا کہ وہ زندہ پکڑا جائے، چنانچہ وہ مع اپنے وزیر ڈونگری کے پابجولان گرفتار کر کے حاضر دربار کیا گیا، مگر اس حالت میں بھی نخوت وغرور اس کے چہرہ سے ظاہر ہوتا تھا، سر دیا مگر سر تسلیم خم نہ کیا۔

چونکہ اس قلعہ کی تسخیر بادشاہ کی انتہائی تمنا تھی، اس لئے چند دنوں تک یہاں اقامت کی اور فاتح سپہ سالاروں اور بہادر جاں نثاروں کے لئے خزانوں کے دروازے اور خطابات والقاب کے دفتر کھول دیئے اور اس جگہ ایک شہر محمد آباد آباد کیا اور اس کے ملحقہ قلعوں کا جیسا کہ چاہیے انتظام کیا اس کے بعد رامپور فتح کر کے راجہ کے ہمشیرزادہ کو مرحمت کیا۔

بادشاہ نے جب امرا کی تجویز کو جس میں سندھ کی زمین و تجارت پر زیادہ محصول لگایا گیا تھا منظور کیا تو وہاں کی رعیت منحرف ہو گئی، بادشاہ نے ان پر لشکر کشی کی اور محصول وصول کیا۔

بہادر خان گیلانی نے جو رتنا گری میں سلطان دکنی کا نائب تھا بندر

Marfat.com

کھمبایت کے ایک جہاز کو لوٹا تو بادشاہ نے اس کی سرکوبی کے لئے بحری راستہ سے چند جہاز روانہ کئے ، جب سلطان دکنی کو معلوم ہوا تو اس نے یہ عقلمندی کی کہ بہادر خان کو قتل کر کے اس کا سر بادشاہ کی خدمت میں بھیج دیا اور اس ارادت و عقیدت کے اظہار سے اپنا ملک و مال حملۂ سلطانی سے بچا لیا۔

باگر اور ایدر کے راجاؤں نے علم بغاوت بلند کیا اور عادل خان فاروقی نے بھی خراج دینے سے انکار کیا تو ان کو مطیع اور منقاد کر کے خراج کا معاہدہ لیا گیا، اس بادشاہ نے رفتہ رفتہ بحری طاقت اور جہاز رانی کے فن کو بہت ترقی دی، جو قزاق جہازوں کو لوٹتے تھے ، ان کا قلع قمع کیا، پرتگالی (پرتگال کے رہنے والے) جب بندر ملیبار میں اپنا تصرف جمانے لگے اور ملیسبار کے حاکم نے بادشاہ سے امداد کی درخواست کی تو اس نے ملک ایاز کو لشکر و جہاز و یکر روانہ کیا، بندر چول پر لڑائی ہوئی اور ملک ایاز نے فتح پائی، بادشاہ نے اس فتح نمایاں کے صلہ میں ملک ایاز کو خطاب و خلعت دیا۔

خاندیس کا فرمانروا عادل خان فاروقی مر گیا، تو سلطنت کے کئی دعویدار کھڑے ہوئے ، بادشاہ نے عادل خان کے نواسے عالم خان کو مستحق قرار دیا، اور اس کے جشن تاجپوشی کی تقریب میں چند ہاتھی اور کئی لاکھ اشرفیاں بھیجیں۔

یہ شریعت کا سخت پابند تھا، علمائے دیار کے اتفاق سے ایک فتاویٰ مرتب کرایا جس کے موجب اس کی ولایت کے قاضی تنازعات کے فیصلے صادر کرتے تھے، اس کے عہد میمنت مہد میں دور دراز ملکوں سے بڑے بڑے فضلا و شعراء واولیاء اس کے دارالخلافہ میں جمع ہوئے ، ہر ایک کی ایسی قدر کی گئی کہ مہاجرین کا یہ مقدس گروہ یہیں کا ہو کر رہ گیا، ان بزرگوں کی قبریں اب تک زیارتگاہ خاص و عام ہیں اور مورخین نے یہاں کے علمائے کرام اور اولیاء عظام کے مفصل حالات لکھے ہیں۔

اسی بادشاہ کے زمانہ میں ملا سید محمود جونپوری احمد آباد گیا اور مہدی

Marfat.com

آخرالزمان ہونے کا دعویٰ کیا، علماء نے اس کے ساتھ مناظرہ کیا اور شکست دی، مناظرہ کے بعد اس کے قتل کا فتویٰ لکھا گیا، اس کے مریدوں نے اس کو پوشیدہ طور پر پٹن پہنچا دیا، پٹن میں یہی صورت پیش آئی اور لوگ اس کے مخالف ہو گئے اور وہاں سے بھی وہ نکالا گیا اور بانس پور میں آ گیا، یہاں اس کا جادو چل گیا، بہت لوگ معتقد ہو گئے اور اب تک ایک جماعت اس کی معتقد ہے، جو اس کو مہدی آخری الزمان مانتی ہے۔

916ھ میں بادشاہ پٹن میں رونق افروز ہوا اور ایک عظیم الشان دربار منعقد کیا، اس دربار میں جو خطبۂ شاہی پڑھا گیا۔ اس میں یہ فقرے بھی تھے کہ میرا جام حیات لبریز ہو چکا ہے، یہ آخری ملاقات ہے، میں توقع رکھتا ہوں کہ آپ لوگ محبت و اتحاد سے سلسلۂ اخوت کو بڑھائیں گے اور اسلام کی ترقی و اشاعت میں کوشاں رہیں گے، بادشاہ نے تین دن پٹن میں دربار کر کے احمد آباد کی طرف عنان توجہ منعطف کی اور راستہ میں روضہ منورہ شیخ احمد کھٹو عرف گنج بخش کی زیارت سے مشرف ہوا اور اس کے سایہ میں جو اپنا مرقد (مدفن) تجویز کیا تھا، اس کو بنظرِ عبرت دیکھا اور **وانا انشاء اللہ بکم لا حقون** پڑھتا ہوا احمد آباد چلا آیا۔

محمود بیگڈہ فقہ و حدیث کا عالم، عابد شب زندہ دار صوفی مشرب، متحمل، عاقبت بین، عادل، اور فیاض بادشاہ تھا، اس کی فتوحات شجاعت و سخاوت کے متعلق تاریخوں میں مفصل حالات ملتے ہیں، یہ بادشاہ 8 رمضان 849ھ عالم وجود میں آیا اور چون برس سلطنت کر کے 66 برس کی عمر میں عالم فانی سے دار باقی کو روانہ ہوا سن وفات 917ء ہے۔

علامہ ابوالفضل اس کی نسبت آئین اکبری جلد دوم صفحہ 127 میں تحریر کرتے ہیں۔

چوداؤد را از ناشایستگی بگنج خمول بروند، فتح خان بن محمود شا رابکلانی

Marfat.com

برداشتند وسلطان محمود لقب نہاوند، بپایہ شناسی و دادگری نامبرآورد بخشش و بخشایش راحصار خود ساخت ملک شعبان کہ خطاب عماد الملکی واشت شگرف یاوری ہانمود و درعنفوان دولت زرمستان اعتبار گزیں، در جانشکری خداوندِ خویش حیلہ اندیشید ند، وکستین برانداختن این فروہیدہ مرد اخلاص مند بخاطر اور دند، بآئیں پختہ کاران سخنان ساختہ بسلطان رسانیدند، ازانجا کہ دنیا داران برخویشتن بلرزند، آن یکتائے جہانِ عقیدت رابزندان برنشاند ، ودرپیچ جانشکری شد، نزدیک بود کہ کار بانجام رسد، ملک عبداللہ داروغۂ فیل خانہ کہ بسلطان راہِ سخن داشت پاکدامنی آن سعادت سگال و تباہ اندیشی بدگوہران گزارش نمود، سلطان بلطائف اتحیل اور ارہائی داد، وفرومائگان پردۂ آزرم دریدہ باآویزہ برخاستند، چندے از خاصۂ خیلان و غلامان بادار و غگان پیل پائے ہمت افشروند، وپیلان نیز در مالش بدگوہران یاور آمدند وآبروے ناسپاسان ریختہ شدوہریکے برنگے بادافراہ یافت۔

ترجمہ: جب سلطان داؤد کو اس کی نا قابلیت کی وجہ سے وزراء نے گمنامی کے گوشہ میں بٹھا دیا (معزول کر دیا) تو فتح خان بن محمد شاہ کو سلطنت کے لئے منتخب کیا اور اس کا لقب سلطان محمود رکھا، سلطان محمود مردم شناسی اور انصاف کی وجہ سے مشہور ہوا ، اس نے سخاوت کو اپنا حصار (پناہ) بنایا ملک شعبان جو عماد الملک کا خطاب رکھتا تھا، اس نے بادشاہ کی بڑی بڑی خدمات انجام دیں ۔ بادشاہ کے تخت نشین ہوتے ہی بادشاہ کے بعض مقربین جو دولت کے نشہ میں مست تھے، اپنے خداوند نعمت (بادشاہ) کے قتل کرنے کے لئے تدبیریں سوچنے لگے، انہوں نے خیال کیا کہ سب سے پہلے عماد الملک کی (جو بادشاہ کا اخلاص مند غلام تھا) جڑ کاٹنی چاہیے۔ انہوں نے تجربہ کار سازشیوں کی طرح عماد الملک کی نسبت جھوٹی باتیں افتراء کر کے بادشاہ تک پہنچائیں اس وجہ سے کہ دنیا دار ہمیشہ اپنی جان کا خوف کرتے ہیں (کہ کہیں مارے نہ جائیں) بادشاہ نے عماد الملک کو جو عقیدت میں یگانہ روزگار تھا، قید کر دیا اور اس کے قتل کے درپے ہوا، قریب تھا کہ اس کا

Marfat.com

کام تمام کرے مگر ملک عبداللہ داروغہ، فیل خانہ جو بادشاہ کی خدمت میں عرض کرنے کی جرات کرسکتا تھا اس نے ہمت کر کے سعادتمند عماد الملک کی بریت اور امرائے بدنہاء کی افترا پردازی کو بادشاہ کی خدمت میں صاف صاف عرض کر دیا، بادشاہ نے حکمت عملی و مصلحت سے عماد الملک کو رہا کر دیا، کمینہ خصلت امراء صلح کا پردہ پھاڑ کر جنگ کے لئے کھڑی ہو گئی، (یعنی وفاداری کو چھوڑ کر بادشاہ کے مخالف ہو گئے) خادمان و غلامان شاہی میں سے چند اشخاص اس معاملہ میں فیل خانہ کے داروغاؤں کے ساتھ جوانمردی و ثابت قدمی سے شامل ہو گئے اور ہاتھی بھی ان بدطینتیوں کی سزا دینے میں مددگار ہوئے، ان نمک حراموں کی عزت برباد ہوئی اور ہر ایک نے اپنے جرم کے مطابق، سزا پائی۔

خلیل خان ملقب بہ سلطان مظفر خان حلیم

سلطان محمود بیگڈہ کی وفات کے بعد تخت شاہی نے اس کے فرزند خلیل خان کے پاؤں کو بوسہ دیا۔ اس نے 917ء میں تخت نشین ہو کر اپنا لقب سلطان مظفر رکھا، شاہانِ گجرات میں باعتبار علم و فضل اور زہدہ تقویٰ یگانہ، روزگار تھا۔ قرآن شریف کا حافظ تھا، ہر ہفتہ میں بالالتزام قرآن شریف ختم کرتا، حدیث، فقعہ، اصول کا فاضل تھا، جب کبھی کوئی مصیبت پیش آتی تو قرآن شریف اور صحاح ستہ کا ختم کراتا اور دیگر فضلاء کے ساتھ خود بھی ختم میں شریک ہوتا تھا، نہایت خوشخط تھا، ایک سال میں قرآن مجید لکھ کر یا تو حرمین شریفین بھیجتا اور یا ہدیہ کر کے اس رقم کو خیرات کرتا، بادشاہوں میں زبردست بادشاہ، علما و فضلا میں متجر فاضل علم و ادب میں یگانہ اور فصاحت و بلاغت میں یکتائے زمانہ تھا۔ الغرض دونوں نعمتوں یعنی بادشاہت اور فضیلت علمی سے ممتاز تھا۔

ع مَااَحْسَنَ الدِّیْنَ وَالدُّنْیَا اِذَا اجْتَمَعَا

اس کا لقب حلیم اس وجہ سے تھا کہ کبھی کسی خطا کار پر ناراض نہیں ہوا زیادہ

Marfat.com

سے زیادہ اگر غصہ میں کسی کو کچھ کہتا تو غافل نادان یا ناعاقبت اندیش کہتا تھا۔

ایک دن غسل کرنے لگا اس اثنائے میں کوئی چیز اس کے سر اور منہ پر محسوس ہوئی، جب اس نے دیکھا تو وہ چوہے کے آنتوں اور پاؤں کے ٹکڑے تھے۔ معلوم ہوا کہ دیگ میں چوہا تھا، جو پانی گرم کرنے سے ریزہ ریزہ ہو گیا۔ بادشاہ نے ملازموں سے کچھ نہیں کہا، حوض پاس تھا اس مین داخل ہو کر سر اور منہ اور جسم کو صاف کیا اور کپڑے پہن کر مسجد میں چلا آیا واپسی کے بعد ملازموں کو بلایا اور کہا کہ غافلو! یہ تم نے کیا کیا مجھ کو تکلیف دی، میری خدمت پر اتنے آدمی مامور ہونے کے باوجود بھی ذراسی احتیاط نہیں کرتے، میرے بدن سے اب تک بدبو آرہی ہے، میں مر گیا تو ڈر ہے کہ کہیں یہ غفلت تمہارے نقصان کا باعث نہ ہو۔

ایک اور حکایت مشہور ہے بادشاہ ہر روز قرآن شریف کے ایک دو رکوع لکھا کرتا تھا۔ ایک روز صفحہ لکھ کر اس کے خشک ہونے کے انتظار میں بیٹھا تھا تا کہ دوسرا صفحہ پلٹ کر لکھنا شروع کرے اور اپنے خط نسخ کو دیکھ کر بہت خوش ہو رہا تھا۔ اتنے میں لطیف الملک سوندھا قورچی کے ہاتھ سے جو اپنی ڈیوٹی پر تلوار لئے بادشاہ کے پس پشت کھڑا تھا، افیون کی پنک میں تلوار چھٹ پڑی اور بادشاہ کے ہاتھ پر جس میں قلم تھا گری، قلم کی سیاہی صفحہ کاغذ پر گرنے سے چند حروف پڑھے نہیں جاتے تھے۔ بادشاہ نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا، بادشاہ نے اٹھایا اور کہا کہ غافل جب تک افیون نہ چھوٹے، ہمارے پاس نہ آنا، اس نے افیون چھوڑ دی۔ بادشاہ نے سیاہی کو چاقو سے چھیل کر حروف صاف کر دیئے۔

یہ مستجاب الدعوات تھا جب قحط پڑتا یا کوئی اور مصیبت آتی تو راتوں کو جاگتا اور تضرع وزاری سے دعا کرتا تھا۔

اس کے زمانہ میں شاہ اسمٰعیل صفوی والی عراق وخراسان نے اپنے ایلچی میر ابراہیم کو متعدد قسم کے تحائف دیکر دربار میں بھیجا جس میں فیروزہ کا ایک نہایت خوبصورت پیالہ تھا اور کئی نسلوں کے صبا رفتار، برق جست عراقی گھوڑے

Marfat.com

تھے، جو والعادیات ضبحا کی تفسیر کرتے تھے، بادشاہ ان تحائف کو دیکھ کر بہت مسرور ہوا۔

ابتداً بڑودہ ایک معمولی قصبہ تھا، بادشاہ کی توجہ سے وہ بہت بڑا شہر ہو گیا اور اس کی رونق دوبالا ہوگئی، سلطنت کی تجارتگاہوں کا مرکز بنا اور اس کا نام دولت آباد رکھا گیا۔

مالوہ کے حکمران سلطان محمد اور اس کے بھائی سلطان محمود کے مابین تنازعات شروع ہو گئے اور سلطان محمد اپنے بھائی کے خوف سے محمد آباد عرف جانپانیر آ کر بادشاہ کی ظل حمایت میں پناہ گزین ہوا، امرائے محمد آباد کے نام فرمان جاری کیا گیا کہ اس کی ہر قسم کی عزت و تکریم کی جائے اور اس کی حفاظت پر فوج مقرر ہو، اور اس لو تسکین دی جائے کہ موسم برسات کے بعد مرکب سعادت اس کے ساتھ ہو گا اور دونوں بھائیوں کے تنازعات کا فیصلہ عدل و انصاف سے کیا جائے گا، انہیں ایام میں عادل خان حاکم آسیرو برہان پور کا داماد مع اپنے فرزندوں کے حاضر ہوا اور خلعتہائے فاخرہ اور مراحم خسروانہ سے ممتاز کیا گیا اور اس کی تمنا کے موافق اس کو ہر قسم کی امداد دی گئی، 919ء میں بادشاہ نے راجہ بھیم بن بھان والی ایدر کی سرکشی کی خبر سن کر مہم بھیجی، راجہ مقابلہ کی جرأت نہ دیکھ کر مطیع و منقاد ہو گیا، بہت سے جواہرات پیش کئے اور معافی کا خواستگار ہوا۔

سلطان محمد و سلطان محمود حکام منڈو علاقہ مالوہ کے باہمی تنازع کا فیصلہ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا بادشاہ کو منظور تھا، اس لئے مالوہ کی طرف روانہ ہوا، وہاں جا کر معلوم ہوا کہ یہ تمام شرارت میدنی رائے مدار المہارم کی تھی، اس نے پہلے دونوں بھائیوں میں تفرقہ ڈالا تا کہ ان کی جمعیت منتشر ہو جائے، پھر سلطان محمود پر ایسا جادو کیا کہ وہ اس کے ہاتھ میں کٹھ پتلی کی طرح ہو گیا، اس سے میدنی کی یہ غرض تھی کہ اس حکومت کو تباہ کر کے خود اپنی حکومت قائم کرے، بادشاہ نے جب قلعہ منڈو کا جہاں میدنی رائے قیام پذیر تھا محاصرہ کیا تو اس نے یہ چال چلی کہ وہ

Marfat.com

سلطان محمود کو کسی طرح اپنے ساتھ لے کر چندیری کی طرف چلا گیا، بادشاہ کو افسوس ہوا کہ شکار ہاتھ سے جاتا رہا، فرمایا کہ ہمارا ہرگز یہ ارادہ نہیں تھا کہ مالوہ کو فتح کیا جائے بلکہ ہماری نیت یہ تھی کہ رخنہ اندازوں کو جنہوں نے دونوں بھائیوں کے درمیان عداوت کا بیج بویا ہے، بیخ و بن سے اکھاڑ دیا جائے، چونکہ صورت بدل گئی تھی، بادشاہ محمد آباد کو واپس چلا آیا، 923ھ میں ایدر کا راجہ بھیم دیو مر گیا، راجدھانی کا حق تو اس کے بیٹے بھارامل کا تھا، مگر راجہ سانگا والیٔ چتوڑ کی حمایت سے راجہ بھیم کا بھتیجہ ملک پر قابض ہو گیا، جو غالباً راجہ سانگا کا داماد تھا، بادشاہ کو یہ واقعہ ناگوار گزرا کیونکہ ایدر کی ریاست اس کے ماتحت تھی اور ریاست کے ایسے اہم امور میں دربار شاہی سے اجازت حاصل کرنا لازم تھا، بادشاہ نے نظام الملک جاگیردار احمد نگر کو حکم دیا کہ وہ مستحق کی امداد کرے، نظام الملک نے لشکر کشی کی اور رائے مل کو شکست دے کر بھارامل کو ایدر کی گدی پر بٹھایا، 924ھ میں میدنی راؤ وزیر سلطان محمود نے مالوہ میں اپنا اقتدار اس قدر بڑھایا کہ بہت سے مسلمان امرا کو قتل کر ڈالا۔ حبیب خاں جو مالوہ کا ایک امیر تھا دربار میں دادخواہ ہوا اور میدنی راؤ کے ظلم و ستم کی شکایت کی اس نے یہ بھی کہا کہ سلطان محمود کو بھی میدنی راؤ کسی بہانہ سے قتل کرا دے گا، کچھ مدت کے بعد سلطان محمود نے بھی میدنی راؤ کے طریق عمل سے سمجھا کہ وہ خود مالک تخت و تاج بننا چاہتا ہے، شباشب بھاگ کر بادشاہ کے ظلِ عاطفت میں پناہ لی اور امداد کا خواستگار ہوا، بادشاہ نے اپنے چیدہ چیدہ سپہ سالار سلطان محمود کے ساتھ کر دیئے کہ وہ ہمت و جوانمردی سے قلعہ منڈو کو فتح کریں، جب شاہی تشکر نے قلعہ کا محاصرہ کیا تو یہ خبر پہنچی کہ راجہ چتوڑ میدنی راؤ کی مدد کے لئے آرہا ہے، راجہ چتوڑ کے مقابلہ کے لئے عادل خان آسیری اور قوام الملک روانہ ہوئے تا کہ اس کو اپنے ساتھ مصروف پیکار رکھیں، اور میدنی راؤ تک نہ پہنچنے دیں، چنانچہ عادل خان آسیری وغیرہ نے اس کو مصروف پیکار رکھا، قلعہ منڈو بہت محفوظ تھا اس کا فتح کرنا آسان نہ تھا، مگر بہادران شاہی نے

Marfat.com

تلوار کے وہ جوہر دکھائے کہ چند ہی دنوں میں قلعہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی، فتح تو ہوگئی، مگر لشکر شاہی کا بہت نقصان ہوا، ستاون منتخب اور آزمودہ کار شہید ہوئے، جب قلعہ کے اندر لشکر شاہی داخل ہوا، تو تمام باغی فوج کو جس کی تعداد ہزاروں تھی، تہ تیغ کیا گیا، قلعہ کے فتح کرنے کی تاریخ کسی نے خوب لکھی ہے۔ قَدْ فَتَحُ الْمَنْدُو سُلْطَانَنَا۔ (ہمارے بادشاہ نے قلعہ منڈو فتح کرلیا اور دوسری تاریخ یہ ہے جو کچھ اچھی نہیں)۔

مظفر شاہ کردہ فتح منڈو
کہ اول تخت گاہش دھار باشد
اگر پرسند از تاریخ فتحش
پریشانی ہمہ کفار باشد

یہ ایسی فتح عظیم تھی کہ بادشاہ قلعہ منڈو میں خود گیا اور سلطان محمود کو مبارکباد دی۔

925ھ میں سلطان محمود اور رانا چتوڑ کے درمیان جنگ ہوئی، سلطان محمود زخمی ہوکر گرفتار ہوا، راجہ نے اس کو تو چھوڑ دیا، مگر اس کے لڑکے کو بطور یرغمال اپنے پاس رکھا اس فتح سے رانا چتوڑ کا حوصلہ بہت بڑھ گیا تھا، چنانچہ 926ھ میں اس نے رانا ایدر پر فوج کشی کی، اگرچہ احمد نگر کے جاگیرداروں نے اس کا سخت مقابلہ کیا، مگر شکست کھائی، رانا نے اسی سلسلہ میں برنگر اور بھیل نگر کو بھی فتح کرلیا، جب بادشاہ نے دیکھا کہ رانا چتوڑ سلطنت کے لئے ایک خطرۂ عظیم ہے، تو 927ھ میں ملک ایاز اور قوام الملک کو لشکر جرار دے کر فتح چتوڑ کے لئے روانہ کیا، راستہ میں لشکر نے ریاست باگڈہ کو فتح کرلیا اور راجہ کا خزانہ خوب لوٹا اور اس کی فوج کا ایک حصہ قید کرلیا، باگڈھ پر یہ آفت اس لئے آئی کہ اس کا راجہ چتوڑ کے راجہ کا معاون تھا، سلطان محمود (جو رانا کا قدیم دشمن تھا) کا لشکر بھی منڈو سے آکر شاہی لشکر کے ساتھ مل گیا تھا اور اب چتوڑ کے رانا سے انتقام لینے کا اچھا

Marfat.com

موقع تھا، مگر بدقسمتی سے امرائے میں خود اختلاف پیدا ہو گیا، وہ دشمن کے بجائے آپس میں لڑنے لگے جس کی وجہ سے چتوڑ کی مہم سر نہ ہو سکی، وقت کی نزاکت کو دیکھ کر ملک ایاز سپہ سالار اعظم نے رانا چتوڑ سے مصالحت کر لی، جو بادشاہ کو سخت ناگوار گزری، چنانچہ دو ہی سال کے اندر 929ء میں بادشاہ نے فوج کی کمان خود اپنے ہاتھ میں لے کر چتوڑ پر لشکر کشی کی، مگر جب رانا کا ولی عہد تحائف لے کر بارگاہ سلطانی میں حاضر ہوا تو یہ مہم ملتوی کر دی گئی۔

931ء میں شاہزادہ بہادر خان اس وجہ سے کے اس کو جاگیر حسب حیثیت نہیں ملی تھی، دوسرے بادشاہ نے سکندر خان کو ولی عہد مقرر کیا، ناراض ہو کر کہیں چلا گیا، بادشاہ کے ایما سے امراء نے ہر چند اس کے واپس لانے کی کوشش کی، مگر وہ راضی نہ ہوا، وہ پہلے ڈونگر گیا پھر چتوڑ اور میوات ہوتا ہوا، دہلی پہنچ گیا، شاہ دہلی نے شاہزادہ کی بہت عزت کی، اس کی شجاعت و جوانمردی سے نہ صرف بادشاہ خوش تھا بلکہ دہلی کے امرا بھی اس کی تعریف کرتے تھے، باایں ہمہ بادشاہ دہلی اس کو شک کی نگاہ سے دیکھنے لگا کہ مبادا وہ کبھی اس کی سلطنت پر قابض ہو بیٹھے، شاہزادہ بھی تاڑ گیا دہلی چھوڑ جونپور چلا آیا۔

مظفر شاہ 932ھ میں 20 دن بیمار رہ کر راہی ملک بقا ہوا اور مقبرۂ سلطان محمود بیگڈہ میں اس قبر میں دفن ہوا، جو اس نے اپنی زندگی میں تجویز کی تھی، اس کی مدت سلطنت 14 سال 9 ماہ ہے۔

بس نامور بزیر زمین دفن کردہ اند
کز ہستیش بروی زمین یک نشان نماند

سکندر خان ملقب بہ سلطان سکندر شاہ

سلطان مظفر حلیم کے بعد اس کا فرزند سلطان سکندر جو حسن و جمال میں شہرۂ آفاق تھا، 932ھ میں الگ تخت و تاج ہوا اور جانپانیر میں تخت نشینی کا جشن

Marfat.com

منایا اس نے یہ غلطی کی کہ جونوجوان اس کی شاہزادگی کے وقت اس کے مقرب تھے، ان کو بڑے بڑے عہدے دے کر تجربہ کار افسروں کو علیحدہ کر دیا یہاں تک کہ عماد الملک (جو کئی پشتوں سے وزیر اعظم چلا آتا تھا) کے ہاتھوں سے قلمدان وزارت چھین لیا اور خداوند خان کو اس عہدہ پر ممتاز کیا، ان واقعات سے امراء قدیم سخت ناراض ہو گئے، خصوصاً عماد الملک کی معزولی تمام ملک میں بُری نظر سے دیکھی گئی اس پر ایک اور فتنہ یہ پیدا ہوا کہ اس بادشاہ کا سوتیلا بھائی شہزادہ لطیف خان دعویدار سلطنت ہو کر مقابلے کے لئے کھڑا ہوا وہ نذر بار اور سلطان پور کے کوہ وصحرا کے گوشہ گوشہ میں اپنی کامیابی کا سراغ ڈھونڈتا تھا اور موقع کا منتظر تھا، جب اس کو خبر پہنچی کہ امرائے قدیم بادشاہ سے ناراض ہیں تو اس نے ان سے ساز باز شروع کر دی بادشاہ بھی غافل نہیں تھا، شرزہ خان کو لشکر دے کر بھیجا کہ جہاں کہیں لطیف خان کو پائے اس کا سر کاٹ لائے مگر شرزہ خان نے شاہزادہ کا سر لانے کے بجائے اپنا سر دیا۔

عماد الملک کے قدیم سپہ سالاروں سے دیرینہ مراسم تھے اور اس کو عہدہ وزارت سے معزول ہونے کا سخت صدمہ تھا، ایک دن بادشاہ بمقام ہالوں چوگان بازی سے تھک کر خیمہ میں سو رہا تھا کہ عماد الملک کو جو اسی ٹوہ میں تھا، جاسوس نے خبر دی کہ آج موقعہ ہے عماد الملک چالیس سواروں کو لے کر کیمپ میں گیا، ہر چند محافظ فوج کے افسر نے روکا کہ بادشاہ خواب استراحت میں ہیں مگر عماد الملک نے کہا ضروری کام ہے، چنانچہ ایک سوار کو ہمراہ لے کر اندر گیا اور تلوار کا ایسا ہاتھ مارا کہ بادشاہ خواب نوشین سے اٹھ کر بستر عدم پر ہمیشہ کے لئے سو گیا، عماد الملک نے شاہی خاندان کے ایک بچہ نصیر خان کو اپنی گود میں لے کر تخت نشین کیا اور خود بادشاہی کرنے لگا، امرائے دولت اس کے اس فعل سے سخت دشمن ہو گئے، جب اس نے دیکھا کہ خون ناحق رنگ لا رہا ہے اس نے ہمایوں بادشاہ کی خدمت میں امداد کے لئے درخواست کی اور بندرویت اور چند کروڑ رائج الوقت سکہ نذر دینے کا

Marfat.com

وعدہ کیا، ہمایوں نے اس کی نمک حرامی کا خیال کر کے درخواست منظور نہ کی وہ مایوس ہو گیا اور امراء نے بالاتفاق بہادر شاہ بن مظفر شاہ کو بلا کر تخت نشین کیا۔

سلطان بہادر شاہ بن مظفر شاہ دوم

پہلے ذکر ہو چکا ہے، کہ بہادر شاہ دو وجہوں سے ایک تو اس کے باپ مظفر حلیم نے سکندر خان کو ولی عہد مقرر کیا تھا، دوسرے اس کو جاگیر کم عطا کی تھی، ناراض ہو کر کہیں چلا گیا تھا آخر دہلی جا کر سلطان ابراہیم لودھی کا مصاحب ہو گیا، امرائے جونپور کی استدعا پر جونپور آیا، جہاں اس کو اپنے بھائی سلطان سکندر خان کے قتل کی خبر پہنچی، یہ خبر سنتے ہی وہ نہایت تیزی سے گجرات اور قصبہ میگرتج معروف بہ محمود نگر پہنچ گیا، جاگیر دار اس کی آمد کی خبر سن کر خوشی خوشی یکے بعد دیگرے، حاضر خدمت ہوئے اور وفاداری و جان نثاری کا حلف اٹھایا، عید کے دن اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اس کے بعد وہ احمد پور آیا اور جشن منا کر ملقب سلطان بہادر تخت نشین ہوا امراء کو خطابات و انعامات دیئے پھر محمد آباد کی طرف ٹڈی دل فوج لے کر انتقام کے جوش میں عماد الملک کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوا، عماد الملک شش و پنج میں پڑ گیا، آخر یہ اردہ کیا کہ سلطان نصیر خان نابالغ کی طرف سے جس کو اس نے گود میں لے کر تخت نشین کیا تھا، بادشاہ کا خود مقابلہ کرے مگر اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ اب اس نے لطیف خان کے پاس جو زمانہ کی گردش سے دشت وجبل میں **بحکم وتلک الایام نداولها بین الناس** ط اپنے طالع سعید کی نال دیکھ رہا تھا کہ عماد الملک نے قاصد بھیج کر اس کو تخت وتاج کی دعوت دی، ہنوز لطیف خان رستے ہی میں تھا کہ بہادر شاہ برق خاطف کی طرح عماد الملک پر گرا، وہ گھر بار چھوڑ کر ایک شیعہ دوست کے گھر میں چھپ گیا تھا مگر اب یہ سب بیکار تھا۔ **اینن ماتکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدة**۔ اگر تم مستحکم قلعوں میں بھی جا چھپو، تب بھی موت تم کو نہ چھوڑے

Marfat.com

گی، آخر گرفتار کیا گیا اور سولی پر لٹکایا گیا۔ عماد الملک نے تو اپنے بُرے اعمال کی بُری سزا پائی مگر سلطان بہادر شاہ کو لطیف خان کا کھٹکا برابر لگا رہا وہ بھی لاؤ لشکر لے کر آیا اور خوب لڑا مگر آخر شکست کھائی، زخمی ہوا اور اسی صدمہ سے چند روز کے اندر مر گیا، سلطان نصیر نابالغ کو بھی زہر دے کر عماد الملک کے گہوارۂ لحد میں سلا دیا گیا، اب سلطان بہادر شاہ کے لئے کوئی خطرہ باقی نہ رہا، اطمینان سے ملک کے انتظام و کشور کشائی میں مصروف ہوا۔

935ھ میں عادل خان حاکم آسیر نے جو بادشاہ کا ہمشیرزادہ تھا، راجپوتوں کی سرکوبی کے لئے امداد طلب کی کئی ہزار فوج اور سیکڑوں کوہ پیکر ہاتھی اس کی امداد کے لئے روانہ کئے گئے اور مہم سر ہو گئی۔

936ھ میں بادشاہ نے دُکن پر چڑھائی کی راجہ بھرجی حاکم بکلانہ نے مقام دھار پر آ کر سر اطاعت خم کیا اور خراج ادا کر کے اپنی جان بچائی۔

قلعہ منڈو میں سلطان محمود نے علم بغاوت بلند کیا، بادشاہ نے ایک لشکر چیدہ سپہ سالاروں کی سرکردگی میں روانہ کیا چند روز تک جنگ کا سلسلہ جاری رہا، لیکن شاہی لشکر نے شکست کھائی، یہ خبر سُن کر بادشاہ کے غیظ و غضب کی کوئی حد نہ رہی، فوج کی کمان خود ہاتھ میں لی اور نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ط پڑھتا ہوا سمندر برق رفتار پر سوار ہو کر منتخب لشکر لے کر طرفتہ العین میں آندھی کی طرح میدان کارزار میں پہنچا سلطان خلجی اور اس کے فرزندوں نے شمشیر زنی و آتش افشانی میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا، لیکن قسمت بُری تھی ہار گئے اور تعاقب کر کے وہ اور اس کے فرزند گرفتار کئے گئے، بادشاہ نے اپنے سرداروں الف خان، آصف خان، اقبال خان کو بتاکید تمام حکم دیا کہ پوری احتیاط کے ساتھ سلطان محمود اور اس کے فرزندوں کو احمد آباد لے جا کر شاہی حراست میں رکھا جائے، یہ خبر سن کر سلطان محمود کا حلیف راجہ پال سرحد و ہود پر کولی قوم کے بہادروں کا لشکر لے کر منتظر تھا کہ جب اسیران شاہی ادھر سے گزریں تو ان کو محافظ سپاہیوں سے چھین لیا

Marfat.com

جائے، جب سرداران متذکرۂ بالا سرحد پر پہنچے تو راجہ پال نے شیرگی طرح کمیں گاہ سے جست کی اور ان پر حملہ آور ہوا، بدقسمت سلطان محمود خلجی اس معرکہ میں مارا گیا، اگر وہ احمد آباد میں قید ہوتا تو ممکن تھا کہ رحمدل بادشاہ اس کو رہا کر دیتا اور اس کا ملک اس کو واپس مل جاتا۔

938ھ میں بادشاہ نے آسیرو برہان پور جا کر محمد خان آسیری کو بادشاہ کا خطاب دیا اور پھر منڈو واپس آیا، اس کے بعد اجین اور اس کے ملحقہ قلعوں کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کیا دریا خان کو اس علاقہ کا حاکم مقرر کیا، اس کے بعد قلعہ رائے سین پر جو دریا کے کنارے پر واقع تھا اور بڑے بڑے طاقتور بادشاہوں سے بہ مشکل فتح ہو سکتا تھا، لشکر کشی کی اور قلعہ شکن رعد آواز توپوں سے قلعہ کے دو بُرج اڑا کر اندر داخل ہو گیا اور بادشاہ کے سپہ سالار سلطان عالم نے برستی ہوئی آگ سے گزر کر قلعہ کی فصیل پر علم نصرت گاڑا، رانا سہلدی مع اپنے بھائی لکھمن سین کے اس سے پہلے کہ وہ شاہی لشکر کے پنجہ میں گرفتار ہو، بھاگ کر قلعہ چتوڑ میں پناہ گزین ہوا۔ اس فتح سے تمام ملک جو رانا سہلدی کے قبضہ میں تھا، معہ چندیری و بہلہ اوز پرگنوں کے فتح ہو گیا، بادشاہ نے عنایات خسروانہ سے یہ تمام علاقہ سلطان اعظم لودھی کو جو بارہ ہزار فوج لے کر اس جنگ میں شامل ہوا تھا اور بادشاہ کا جان نثار معاون اور اس جنگ میں سپہ سالار اعظم تھا، مرحمت فرمایا اسی ہلہ میں قلعہ کا نور ہوشنگ آباد و اسلام آباد، گاگروں، مندرسور جیسے مہتم بالشان مقامات فتح ہو کر ممالک محروسہ میں شامل ہوئے۔

بادشاہ کے دماغ میں قلعہ چتوڑ کی تسخیر کا دیرینہ خیال پھر تازہ ہوا، محمد شاہ آسیری اور خداوند خان سپہ سالاروں کو بلا کر اپنے ہاتھ سے دونوں بہادروں کی کمر میں اپنی مشہور تلواریں موسومہ بہ فتح و نصرت باندھیں اور فرمایا کہ آپ لشکر لے کر قلعہ کا محاصرہ کریں ما بدولت بھی فوجیں لے کر جلد پہنچ جائیں گے، جب بادشاہ کی آمد راجہ چتوڑ نے سُنی تو اس پر لرزہ طاری ہو گیا، اور اپنے وزراء کو بارگاہِ

Marfat.com

خسروی میں بھیج کر عرض کی کہ جو اطلاع بندگانِ شاہی کو میری بغاوت کی نسبت دی گئی ہے وہ سراسر غلط ہے میں مطیع اور جاں نثار ہوں مگر مقربان درگاہ نے بادشاہ کو راجہ کیطرف سے اس قدر بد دل کر دیا تھا کہ ان کے وزراء کا عجز و الحاح کچھ مؤثر نہ ہوا آخر راجہ کی رانی نے خود بارگاہ میں حاضر ہو کر نہایت تضرع وزرای سے معافی مانگی جو قبول کرنا پڑی۔ راجہ نے محمود خان کی شکست میں جو تاج اور کمر بند مرصع وغیرہ لوٹا تھا اور جس کی قیمت کا اندازہ جوہری کئی کروڑ روپیہ لگاتے تھے رانی نے وہ سب کا سب پیش کر دیا۔

اس کے بعد بادشاہ نے قلعہ چتوڑ پر دھاوا کیا اس کے سپہ سالار قلعہ چتوڑ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے کہ اس دوران میں ایک واقعہ پیش آیا یعنی سلطان حسین مرزا کا پوتا محمد زمان مرزا جو ہمایوں بادشاہ کا قریبی رشتہ دار تھا کسی وجہ سے ناراض ہو کر گجرات چلا آیا اور درباری امراء میں کسی عہدہ جلیلہ پر مقرر کیا گیا۔

ہمایوں بادشاہ نے بہادر شاہ کو لکھا کہ مرزا محمد زمان کو یا تو ہمارے پاس بھیج دیا جائے یا ملازمت سے موقوف کیا جائے، بادشاہ نے اس شہزادے کو جو اس کی پناہ میں آ گیا تھا برطرف کرنا مناسب نہ سمجھا، پہلے تو ہمایوں شاہ کو کچھ جواب نہ دیا اور جب دیا تو صاف جواب دیا، گجرات کی تاریخوں میں ان مراسلوں کو نقل کیا گیا ہے ہم مرات سکندری سے اس خط و کتابت کا خلاصہ ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

ہمایوں نے پہلے مراسلہ کے عنوان میں ایک شعر لکھا تھا جس میں یہ اشارہ تھا کہ ہم سے دوستی رکھنے میں آپ کا فائدہ ہے ہم کو دشمن نہ بنائیں کیونکہ اس کا نتیجہ تکلیف و رنج ہو گا، اس کے بعد یہ لکھا تھا کہ محمد زمان مرزا جو آپ کے ہاں پناہ گزیں ہے اس کو ہمارے حوالہ کر دیں یا ملک سے نکال دیں، جو باعث اتحاد جانبین ہو گا، بہادر شاہ نے جواب لکھا کہ اس سے پہلے بھی بار ہا سلاطین دہلی کے سردار بھاگ کر گجرات آئے جس کو ہمارے بزرگوں نے پناہ دی مگر ارتباط میں فرق نہیں آیا، ہمایوں نے لکھا کہ گذشتہ واقعات کو اس واقعہ پر قیاس

Marfat.com

کرنا درست نہیں، مناسب ہے کہ میری نصیحت آمیز باتیں گوش ہوش سے سن کر اس کو ہمارے پاس بھیج دیں یا اس کی کسی قسم کی امداد نہ کریں یا اپنے ملک سے نکال دیں تا کہ ثابت ہو کہ آپ اپنے معاہدوں پر قائم ہیں، غالباً آپ کو معلوم ہو گا ہمارے جد بزرگوار حضرت صاحب قران کا فشانہ تھا کہ روم کے ملک کو پامال کریں لیکن جب ان کے ملک کے مجرم بھاگ کر روم میں پناہ گزیں ہوئے، تو حضرت صاحب قران نے کئی بار بذریعہ تحریر روم کو نصیحت کی کہ ان کو اپنے ملک سے نکال دیں، بایزید یلدرم نے یہ نصیحت نہ سنی، آخر اس کو نتیجہ مل گیا بہادر شاہ نے اس کا جواب کسی قدر سخت لکھا کہ غرور آمیز تحریر پہنچی، محمد زمان مرزا ایک مظلوم ہے بمقتضائے حدیث نبوی اُنصُر اَخاکَ مَظلُومًا ۔ اس کی حمایت و اعانت مجھ پر فرض ہے، جد بزرگوار کے زمانہ کے تذکرے لازف زنی کے سوا کوئی نتیجہ پیدا نہیں کرتے اور نہ اس سے آپ کی شجاعت ظاہر ہوتی ہے، اپنا کوئی نمایاں کام لکھتے، تو البتہ وہ آپ کے لئے باعثِ فخر ہوتا لیکن لکھتے کیا آپ سے تو کوئی ایسا کام ہوا ہی نہیں ہے ہمارے نمایاں کام اور فتوحات کو دیکھو کہ اس تھوڑی سی مدت میں کیا کیا کام ہو چکا ہے۔

ہمایوں نے اس وقت بہادر شاہ کو یہ قطعہ لکھا جب کہ بہادر شاہ قلعہ چتوڑ پر چڑھائی کر رہا تھا۔

از ہمایوں بادشاہ بخدمت سلطان بہادر شاہ

اے کہ لشکر کشی بسوئے چستور　　بینم آن راچہ طورمے گیری
برسرت می رسم چو برق فنا　　توچگو نہ چستورمے گیری

جواب از سلطان بہادر شاہ بخدمت ہمایوں بادشاہ

تیغ نصرت کشم بہ شہر چستور　　بنگر آن راچہ طور می گیرم
زور توفیق حسق بہمرہ من　　کامران رابزور می گیرم

ہمایوں شاہ کی نسبت جاسوسوں نے خبر دی کہ وہ قلعہ گوالیار پر حملہ کرنے

Marfat.com

والا ہے، بادشاہ نے سپہ سالاروں کے مشورے سے یہ تجویز منظور کی کہ تاتارخان لودھی تیس ہزار سوار لے کر براہ علاقہ بیانہ فوراً روانہ ہو جائے اور دہلی کے قریب کسی مناسب مقام پر پہنچ کر جب ہمایوں شاہ قلعہ گوالیار کی تسخیر کے لئے کوچ کرے تو بلا توقف دہلی پر حملہ کر دے، اس سے ایک نہ ایک صورت ضرور پیدا ہو گی یا تو وہ قلعہ گوالیار کی تسخیر کا خیال چھوڑ کر دہلی کو جائے گا یا دہلی سے ہاتھ دھو بیٹھے گا، مگر (تدبیر کند بندہ و تقدیر کند خندہ) ہمایوں شاہ کے بھائی ہندال نے تاتار خان کو شکست دی اور صورت دگرگوں ہو گئی۔

رومی خان! جو بادشاہ کا معتمد علیہ تھا، وہ کسی وجہ سے بگڑ گیا اور خفیہ طور پر اس نے ہمایوں شاہ سے عہد و پیمان کر کے اس کو گجرات کی تسخیر پر آمادہ کیا، ہمایوں نے بلا کسی دقت کے بڑے بڑے قلعے فتح کر کے فتح و نصرت کا جھنڈا نصب کیا۔ بہادر شاہ جان بچا کر جانپانیر چلا گیا، مگر وہاں بھی ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا، قلعہ جاپانیر اختیار خان کو اور راجہ نرسنگھ کو سپرد کر کے خود کھمبایت چلا گیا اور پھر کھمبایت سے سورت اور سورت سے بندر دیو جا کر دم لیا، ہمایوں بادشاہ نے جانپانیر اور احمد آباد وغیرہ شہروں کو فتح کر لیا اور علاقوں اور قلعوں کو اپنے سرداروں میں علی حسب مراتبہم تقسیم کر دیا احمد آباد مرزا عسکری کو اور بھروچ قاسم بیگ کو اور پٹن میرزا یادگار ناصر کو جاپا سیر بابا بیگ کو مرحمت کیا۔

بہادر شاہ کے امراء کو اس انقلاب سے سخت صدمہ پہنچا سب نے متفق ہو کر مشورہ کیا کہ ایسی بے عزتی سے مر جانا بہتر ہے، یا تو منتشر فوجوں کو جمع کر کے ایک دفعہ پھر دشمن کا مقابلہ کریں اور ملک واپس لیں یا شجاعت و مردانگی سے میدان میں جان دیں ملک امین حاکم رنتھنبور اور ملک برہان الدین حاکم چتوڑ اور ملک شمشیر الملک حاکم اجمیر نے بیس ہزار سوار جمع کر کے بہادر شاہ کی خدمت میں عرضداشت بھیجی کہ اگر حکم ہو تو یادگار ناصر پر حملہ کر دیا جائے، بادشاہ نے جواب دیا کہ ہمارے آنے تک انتظار کرو۔

Marfat.com

جب بادشاہ پہنچ گیا تو اور کئی امراء و جاگیردار امداد کے لئے کھڑے ہو گئے رفتہ رفتہ تمام ہاتھ سے نکلے ہوئے شہر فتح ہو گئے یادگار ناصر تو بلا مقابلہ بھاگ گیا، البتہ میرزا عسکری نے کچھ مقابلہ کیا مگر نقصان اُٹھا کر میدان کارزار کو چھوڑ دیا اور ہمایوں شاہ کے پاس چلا گیا۔ اس طرح بہادر شاہ اور اس کے امراء کی ہمت سے از سرنو سلطنت کا اقتدار قائم ہو گیا۔

سلاطینِ گجرات میں بہادر شاہ اسم بامسمی اور جامع صفاتِ حسنہ تھا، ہر ایک شہر میں فقراء اور مساکین کے لئے لنگر خانے جاری کئے محتاجوں کو ان کی ضرورت کے موافق مال و دولت دی مگر گداگری اس کی سلطنت میں ممنوع تھی، ہر ایک محتاج کے لئے حکم تھا کہ وہ لنگر خانے سے کپڑا اور روٹی لے اور کسی اور کے دروازے پر نہ جائے، جو امیر یا راجہ اس کی بارگاہ میں پناہ گزین ہوتا۔ اس کو اس کی حیثیت و قابلیت کے مناسب جاگیر و منصب عطا کرتا، جو شخص اس کے ظلِ حمایت میں آتا آخر دم تک اس کی حمایت کرتا جس کی روشن مثال محمد زمان مرزا ہے کہ ہمایوں جیسے زبردست بادشاہ نے ہر چند اس کو واپس لینا چاہا، مگر بہادر شاہ نے کچھ پرواہ نہ کی اور اس کو اپنے سایہ حمایت سے محروم نہ کیا۔

عالم خان لودھی اور علاء الدین لودھی کو جو کبھی دہلی کے فرمانروا تھے، اپنی مملکت میں بڑے بڑے علاقوں پر حکمران کر دیا اور اپنے ماتحت جان نثار حکمرانوں کو شاہ کا خطاب دیا، رعایا کا معاملہ زمین بہت دفعہ معاف کیا، خطابات و انعامات کا دروازہ ہر وقت ہر ایک جان نثار کے لئے کھلا رہتا تھا، جو مظلوم راجہ یا حکمران اس سے امداد مانگتا اس کو امداد دیتا اس کے زمانہ میں ملک گجرات علم و فضل و صنعت و حرفت کے اعتبار سے ایشیا کے ممتاز ملکوں میں تھا۔

اس کی شجاعت کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا پیش کیا جا سکتا ہے کہ اس نے ہمایوں کا مقابلہ کس ہمت و جوانمردی سے کیا اور ہاتھ سے گیا ہوا ملک پھر کس طرح واپس لے لیا، اس بادشاہ کے حالات میں کئی تاریخیں لکھی گئی ہیں جن میں

Marfat.com

سے ایک تاریخ بہادری ہے ہم نے اس میں سے چند واقعات لئے ہیں۔

بندرویو پر پرتگیزوں نے قبضہ کر کے ایک قلعہ تعمیر کر لیا تھا، جس کے لئے بادشاہ پیچ و تاب کھا رہا تھا، مگر اس کا بس نہیں چلتا تھا۔ ایک دن وہ کسی تقریب سے دیو بند کے معائنیہ کو گیا اور معلوم نہیں کہ وہ کس طرح دشتہ اجل کا شکار ہوا، بیان کیا جاتا ہے کہ جب وہ بندر میں داخل ہوا تو دشمنوں نے پہلے ہی سے اس کے قتل کا منصوبہ باندھ رکھا تھا، اس کو قتل کر دینے کے بعد اس کی نعش سمندر میں پھینک دی گئی، یہ سانحہ ہوش ربا 943ھ میں پیش آیا، کسی فاضل نے اس کی شہادت کی تاریخ سلطان البر شہید البحر لکھی ہے اور جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کی نعش سمندر میں پھینک دی گئی تھی، یہ بادشاہ گیارہ سال سلطنت کر کے 31 برس کی عمر میں غریق بحر رحمت ہوا۔

محمود بن لطیف خان بن سلطان مظفر حلیم

سلطان بہادر شاہ چونکہ لاولد تھا اس کی زندگی میں طے ہو چکا تھا کہ اس کی وفات کے بعد اس کا ہمشیرزادہ محمد شاہ[1] تخت نشین ہوگا، محمد شاہ اوجین کے علاقہ کا حاکم تھا بادشاہ نے اس کو باقاعدہ ولی عہد کر دیا، بہادر شاہ کی وفات کے بعد محمد شاہ کو بلایا گیا کہ جلد تر پایۂ تخت پہنچ کر زمام سلطنت ہاتھ میں لے لے۔

ادھر تو امراء سے دولت محمد شاہ کی تخت نشینی کی فکر کر رہے تھے، ادھر مرزا محمد زمان خان اس موقع کو غنیمت سمجھ کر ایک زبردست فوج کے ساتھ آ پہنچا، عماد الملک سپہ سالار نے اس کا مقابلہ کیا چونکہ میرزا محمد زمان کی سپاہ کا بڑا حصہ تہِ تیغ ہو گیا تھا وہ شکست کھا کر بھاگ گیا۔

محمد شاہ کو جب سلطان کی شہادت کی خبر پہنچی تو حواس باختہ ہو گیا اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر چند روز تک روتا رہا، آخر اسی حادثۂ جان کاہ سے مر گیا اس کو

---

[1] ابوالفضل نے اس کا نام میران محمد لکھا ہے۔

Marfat.com

اپنے ماموں سے اس قدر محبت تھی کہ اس کے مقابلہ میں تخت و تاج کو ہیچ سمجھا۔

محمد شاہ کی وفات کے بعد جب امرائے دولت کو مایوسی ہوئی تو اب ان کو اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ بہادر خان کے برادر زادہ محمود خان نابالغ کو جو جیل میں پایہ زنجیر تھا، قید و بند سے آزاد کر کے تخت نشین کریں اور انتظام سلطنت میں جان و دل سے اس کی مدد کریں۔

وہ گیارہ برس کا تھا جب اس نے 943ھ میں امراء کی امداد سے عنان سلطنت ہاتھ میں لی کم سنی کی وجہ سے انتظام مملکت ایک کونسل کے سپرد تھا، جس کے صدر اور نائب صدر عماد الملک اور دریا خان تھے، اس بادشاہ کے حالات اس حیثیت سے دلچسپ ہیں کہ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطنتوں میں امراء و وزراء کس کس قسم کی چالیں چلتے ہیں اور ان کے نمایشی اتحاد و محبت کی کیا قدر و قیمت ہوتی ہے، اگرچہ عماد الملک اور دریا خان مل کر کام کرتے تھے، مگر ان کی مثال شطرنج کے مہروں کی سی تھی کہ ایک بساط پر مل کر رہتے ہیں اور جب داؤ چلتا ہے تو ایک دوسرے کا سر کاٹ لیتا ہے۔ ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ وزارت کے اختیارات کلیۃً بلا شرکت غیرے اس کے سپرد ہوں، بادشاہ تو اکثر سیر و شکار میں مصروف رہتا تھا، وزراء کی کونسل اگر کوئی معاملہ اس کے سامنے پیش کرتی تو وہ کہتا کہ جب خدا نے ہمیں افلاطون و ارسطو جیسے وزیر دیئے ہیں تو پھر ہم کو امور سلطنت میں دردسری کی کیا ضرورت ہے، دریا خان بادشاہ کے مزاج پر زیادہ حاوی ہو گیا تھا کیونکہ وہ اکثر بادشاہ کے شکار کا انتظام کیا کرتا تھا، اس لئے وہ گاہے گاہے بادشاہ کی خدمت میں باریاب ہوتا اور اس کو اپنے مقاصد و مطالب پیش کرنے اور مخالفین کی نسبت گلہ و شکایت کرنے کا موقع ملتا تھا، ایک روز اس نے بادشاہ سے خلوت میں عرض کی کہ جہاں پناہ ہم وزراء کی مشترکہ حکومت میں طرح طرح کے نقص ہیں، کچھ مثالیں بھی فرضی پیش کیں اور بادشاہ کو آمادہ کیا کہ عماد الملک کو حکمت عملی سے جاگیرات پر بھیجا جائے، پھر رفتہ رفتہ وزارت سے الگ کر کے دوسرے متفرق

Marfat.com

شعبے اس کے سپرد کئے جائیں، چنانچہ اس نے اس بارہ میں بادشاہ کا فرمان بھی جاری کرا دیا اور عماد الملک کو بحکم بادشاہ جاگیر پر جانا پڑا جب عماد الملک کا عمل و دخل دربار سے جاتا رہا، تو اس کی بدعہدی اور خودغرضی کی بہت سی باتیں کہہ کر بادشاہ کو اور زیادہ برافروختہ کیا اور اپنا اعتماد بڑھایا، دریا خان خود پسند عیاش تھا، اپنے فرائض بھی اپنے دوستوں کے سپرد کر رکھے تھے، اس کا طریق زندگی ''بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست'' تھا۔

ہر وقت جام بدست وصراحی در بغل، مخمور و سرمست رہتا تھا، ایک دن مجلس نشاط میں جس میں بادشاہ بھی رونق افروز تھا، دریا خان نے یہ گستاخی کی کہ بادشاہ کو محفل میں بیٹھا چھوڑ کر سب کے سامنے ایک رنڈی کو بغل میں لئے خلوت میں چلا گیا، بادشاہ اگرچہ بظاہر دریا خان کا دست نگر تھا مگر پھر بھی شاہانہ مزاج اور دماغ رکھتا تھا، دریا خان کی اس بے حیائی اور گستاخی پر آگ بگولا ہو گیا۔

سلطان عالم خان لودھی جو بادشاہ کا مصاحب تھا، اور دریا خان کی ناراضگی کی وجہ سے دربار سے نکالا گیا تھا۔ اتفاقاً اس مجلس میں موجود تھا، جب اس نے دیکھا کہ دریا خان کا غرور حد سے زیادہ بڑھ گیا ہے اور بادشاہ بھی اس سے ناراض ہے، تو اس نے بادشاہ کے خادم راز دان جرجی خان چڑی مار کر ابھارا کہ جس طرح ممکن ہو دریا خان کی جڑ اکھیڑی جائے، جرجی خان نے بادشاہ کو دریا خان کے خلاف ابھارنا شروع کیا، اور ظاہر کیا کہ وہ آپ کے قتل کے درپے ہے، تمام سلطنت میں صرف ایک شخص سلطان عالم خان لودھی آپ کا جاں نثار ہے، بہتر ہے کہ آپ اس کی جاگیر میں تشریف لے چلیں، پھر دریا خان کا قلع قمع آسان ہوگا، اس جگہ اس کو اگر معزول یا قید کیا جائے گا تو چونکہ اس کے خیر خواہ بہت ہیں ممکن ہے کہ وہ آپ پر غالب آجائے جب یہ منصوبہ پختہ ہو گیا تو سلطان عالم لودھی کو اطلاع دی گئی، وہ ایک دستہ فوج لے کر خفیہ طور سے بادشاہ کو اپنے پاس لے آیا، دریا خان نے جب دیکھا کہ معاملہ دگرگوں ہو گیا اور دشمن کا وار چل

Marfat.com

گیا ہے، تو وہ ایک عجب چال چلا ، احمد آباد کے شاہی خاندان میں سے ایک شاہزادہ کو لے کر سلطان مظفر کے نام سے تخت نشین کر دیا اور ساٹھ ہزار سوار لے کر بادشاہ پر حملہ آور ہوا، بادشاہ نے مدافعت کی بہت کوشش کی مگر زیادہ جمعیت فراہم نہ کر سکنے کی وجہ سے شکست کھائی ، دریا خان سلطان مظفر کو لے کر فتح و نصرت کے نقارے بجاتا ہوا دھولقہ پہنچ گیا۔

سلطان عالم خان لودھی جو اس وقت بادشاہ کا جاں نثار سپہ سالار تھا۔ دریا خان کی اس عارضی فتح سے مایوس نہ ہوا بلکہ اس کو یقین تھا کہ آخر کامیابی کا سہرا اس کے سر رہے گا کیونکہ ظل اللہ (بادشاہ) کا سایا اس کے سر پر ہے، نیز وہ ان حالات سے بے خبر نہ تھا کہ امرائے مملکت و نمایندگان رعایا بادشاہ کے خیر خواہ ہیں اور دریا خان کی اس نمک حرامی کی وجہ سے کہ اس نے آقائے ولی نعمت کا مقابلہ کیا، اس کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، دریا خان نے جب دیکھا کہ زمانہ کا رنگ بدلا ہوا ہے تو اس کو ہوش آیا اور وہ اپنی کامیابی کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے لگا، دھولقہ سے احمد آباد جا کر امرائے شہر کی استمالت کرنے لگا تا کہ لوگوں کے دل کو اپنی طرف کھینچے، مگر ایک شخص بھی اس کی طرف مائل نہ ہوا۔ یہ دیکھ کر اس نے اپنی بیوی اور بچوں کو جاپانیر بھیج دیا اور خود آسیر میں مبارک شاہ کے پاس چلا گیا، سلطان محمود لشکر لے کر پہلے احمد آباد آیا، جہاں لوگوں نے اس کے آستانِ عظمت پر سر عقیدت خم کیا، جب یہاں کا انتظام ہر طرح مکمل ہو گیا تو جانپانیر کے قلعوں پر شاہی جھنڈے نصب ہوئے۔

دریا خان کے اہل و عیال گرفتار اور اس کا مال و اسباب ضبط کیا گیا، جب تمام ملک زیر نگین ہو گیا، تو قلمدانِ وزارت برہان الملک بنیانی کو مرحمت ہوا اور شمشیر سپہ سالاری سلطان عالم خان لودھی کے زیب کمر ہوئی، سلطان عالم خان لودھی نے بادشاہ سے سفارش کر کے عماد الملک کو بھی دربار میں بلوایا اور اس کا قصور معاف ہو کر اس کو بھروچ اور سورت دو وسیع پرگنوں کی جاگیر کی سند عطا کی گئی۔

Marfat.com

جرجی چڑیمار جو بعد میں ملقب بہ لقب محافظ خان ہوا، بادشاہ کی زبان تھا اور کسی کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔ اس نے بادشاہ کے دل پر یہ نقش کیا کہ علاء الدین لودھی برادر سلطان سکندر بادشاہ دہلی (جو سلطان سکندر کے وقت سے بادشاہ کا مقرب درگاہ تھا) اور اس کا دوست شجاعت علی خان قبلہ عالم کے جانی دشمن ہیں اور یہ دونوں جنگ میں دریا خان کے معاون تھے۔ اگر یہ زندہ رہے تو بندگان عالی کیلئے مصیبت کا باعث ہوں گے، بادشاہ نشہ کی حالت میں تھا، ''بِـــزَنْ'' کہتا ہوا حرم سرائے میں چلا گیا، اور سلطان علاؤ الدین اور شجاعت علی خان سولی پر چڑھا دیئے گئے، بادشاہ نے حکم تو دے دیا مگر اس صدمہ سے تین دن تک محل شاہی سے باہر نہ آیا اور نہ کسی سے ملا۔

عماد الملک نے جب یہ واقعہ سنا تو جاگیر کو جاتے ہوئے راستہ سے واپس آیا اور عالم خان لودھی سے کہا کہ چڑیمار نے آج علاؤ الدین جیسے امیر کبیر وجاں نثار کو قتل کرا دیا ہے، کل وہ ہم پر بھی ہاتھ صاف کرے گا جب تک کہ ہم دربار شاہی سے اس فتنہ انگیز کو نہ نکال دیں نہ ملک کا انتظام بہتر ہوسکتا ہے نہ ہم زندہ رہ سکتے ہیں، بادشاہ کے حضور میں دونوں امرا نے علانیہ کہا کہ چڑیمار کو یا تو ہمارے حوالہ کیا جائے یا اس کو دربار سے نکال دیا جائے، بھلا بادشاہ اپنے خادم زادے کو دشمنوں کے حوالے یا اپنی صحبت سے الگ کیونکر کرسکتا تھا، اب انہوں نے مشورہ کیا ''چو آب از سر گذشت چہ یک نیزہ وچہ یک دست'' چڑیمار کا کام جس وقت موقع ملے تمام کر دینا چاہیے، چنانچہ ایک دن بھر سے دربار میں عماد الملک اور عالم خان لودھی کے اشارے سے ایک سپاہی نے چڑیمار کا (جو بادشاہ کے پس پشت کھڑا چنور ہلا رہا تھا) سر قلم کر دیا، بادشاہ کو طیش آیا تلوار لے کر دوڑا اس ہنگامہ میں اس کے پیٹ میں بھی کسی نے خنجر چھبو دیا، مقربانِ درگاہ بادشاہ کو اُٹھا کر محل میں لے گئے اور مرہم پٹی کر کے اس کو قید کر دیا کیونکہ اندیشہ تھا کہ اگر اسے آزاد چھوڑ دیا جائے گا تو چڑیمار کے حمایتی بادشاہ کے ساتھ مل کر کوئی ایسا فتنہ برپا کریں

Marfat.com

گے جس کا فرد کرنا مشکل ہو جائے گا۔

اس وقت چار امرا عالم خان لودھی، وجیہ الملک، مجاہد خان اور عماد الملک کا زیادہ اثر و اقتدار تھا، انہوں نے مشورہ کیا کہ حالت موجودہ میں ہم بادشاہ سے کسی صورت میں ایمن سے نہیں رہ سکتے، ممکن ہے کہ وہ دوسرے امرا سے دربار سے اپنا رسوخ پیدا کر کے ہم کو فنا کر دے، بہتر ہے کہ بادشاہ کو اندھا کر دیا جائے اور ملک کو باہم تقسیم کر کے دائمی مصالحت کا اقرار و معاہدہ کیا جائے۔

بادشاہ اگرچہ محصور تھا مگر پھر بھی بادشاہ تھا اس کو بھی لحظہ لحظہ کی خبریں پہنچتی تھیں، اس منصوبہ کی خبر بھی پہنچ گئی، اس نے دوسرے امرا سے ساز باز کر کے رفتہ رفتہ اپنی طاقت ایسی بڑھائی کہ وجیہ الملک اور عالم خان کی کچھ ہستی باقی نہ رہی، جب انہوں نے دیکھا کہ ہمارے اقبال کا ستارہ گردش میں ہے تو شہر چھوڑ کر جہاں موقع پایا بھاگ گئے۔

عالم خان لودھی بھڑوچ چلا گیا، عماد الملک پہلے سے جاگیر پر مقیم تھا۔ وجیہ الملک کسی جگہ جا کر گوشہ نشین ہو گیا، لیکن پھر سب اپنے اپنے درد کی وجہ سے ایک جگہ جمع ہو گئے، عماد الملک گرگ باران دیدہ تھا، اس نے ایک طویل عریضہ بندگان شاہی کی خدمت میں لکھا، جس میں ابتداء معافی تقصیرات کی درخواست تھی، بعد ازاں اپنی خدمات کا تذکرہ تھا اور ساتھ ہی اس وقت کی نازک حالت دکھلائی تھی کہ شیر شاہ شاہِ دہلی آج کل بلائے آسمانی بن کر بڑی بڑی سلطنتوں کو تباہ کر رہا ہے۔ اگر دریا خان اور عالم خان اس کی ملازمت میں چلے گئے، تو اس میں دو نقصان ہیں ایک تو قدیم الخدمت سردار دشمن کی ملازمت میں چلے جائیں گے، دوسرے ان کی رہنمائی میں اگر شیر شاہ نے حملہ کر دیا تو اس کا مقابلہ تقدیر کا مقابلہ ہو گا۔ بہتر ہے کہ ان کو اطراف ملک میں وسیع جاگیریں دی جائیں جس میں بہت فائدے ہیں۔ اول قدیمانِ درگاہ درگاہ میں رہیں گے، دوسرے بیرونی حملوں کے وقت جان و دل سے مدافعت کریں گے، تیسرے جو ندامت انہیں اس نازیبا فعل

Marfat.com

سے ہوئی ہے، اس سے وہ سخت نادم اور متاسف ہیں، اب ایسے افعال کی جرأت نہیں کریں گے اور بندۂ درگاہ تو اس دروازے کو چھوڑ کر اور کہیں جا ہی نہیں سکتا۔

قرارے کردہ ام باخودنخواہم رفت زین درگاہ
سر اینجا سجدہ اینجا بندگی اینجا قرار اینجا

اس جادو اثر تحریر نے بادشاہ کے دل پر ایسا اثر کیا کہ عماد الملک فوراً طلب کیا گیا، وہ کئی ہزار سواروں کے ساتھ آستان بوس درگاہ ہوا، وہ خود بھی مراحم خسروانہ سے ممتاز کیا گیا اور دوسروں کو بھی اس کی سفارش سے جاگیریں عطا کی گئیں، مگر کسی شریر نے ایک رات فوج میں یہ افواہ اڑا دی کہ بادشاہ نے عماد الملک کی سپاہ کے قتل اور مال و اسباب کے لوٹنے کا حکم دیا ہے، پھر کیا تھا عماد الملک کی فوج شاہی لشکر پر جو اطمینان سے ہتھیار اتارے بیٹھا تھا، ٹوٹ پڑی اور اس کا ساز وسامان لوٹ لیا۔

بادشاہ نے اگرچہ فتنہ پردازوں کو سزا دی مگر عماد الملک اور دیگر امراء کا اعتماد جاتا رہا۔

عماد الملک دنیا کے دھندوں سے تنگ آ گیا تھا 973ھ میں حرمین شریفین کی زیارت کے لئے روانہ ہوا مگر دشمنوں نے اس کو یہ سعادت بھی عملاً حاصل نہ کرنے دی راستہ میں قتل کیا گیا۔

دریا خان اور عالم خان لودھی زمانہ کی یہ نیرنگیان دیکھ کر شیر شاہ کی ملازمت میں چلے گئے اور بادشاہ کے دربار میں جدید طبقہ امرا برسرکار آ گیا، جس کا قائد اعظم آصف جاہ مدارالمہام تھا، علاوہ ان کے اور بھی نئے نئے امیر نئے نئے عہدوں پر ممتاز ہو گئے، جو بموجب **کل جدید الذید** نہایت سرگرمی سے انتظام کرنے لگے، بہت جلد شوکت گزشتہ وسطوت رفتہ واپس آ گئی، بادشاہ نے طبقہ جدید کو اس قدر وسیع جاگیریں دیں کہ ملک کا بڑا حصہ ان کے اندر آ گیا، اس کا مقصد یہ تھا کہ یہ لوگ اپنے آپ کو ملک کا حصہ دار سمجھ کر ملک کی ترقی و بہبودی

Marfat.com

وتوسیع سلطنت میں اپنی جانیں قربان کریں، اس وقت اس ملک کا کچھ حصہ کولیوں اور گورسیوں (گوجروں) کے قبضہ میں تھا اور انہوں نے کبھی معاملہ زمین نہیں دیا تھا، ایک تو یہ وجہ تھی کہ ان کا دعویٰ تھا کہ ہم گجرات کے سلاطین کے بھائی بند ہیں، دوسرے گجرات کی جہادر قوموں میں ان کا شمار ہوتا تھا اور ان کی شجاعت کو ہر زمانہ میں بادشاہ وقت تسلیم کرتے رہے تھے، منتخب شاہی فوج انہی دو خاندانوں سے بھرتی کی جاتی تھی، بادشاہ نے گورسیوں اور کولیوں کا علاقہ موسومہ وائٹہ ضبط کیا تو سلطنت کے گوشہ گوشتہ میں کھبلی مچ گئی۔

ایذر، سروہی، ڈونگر پور، بانس بلہ، لونا واڑہ، مہی کانٹھ، ہلود کے کولی اور گورسی راجہ جمع ہو گئے اور باہم معاہدہ کیا کہ یا تو فنا ہو جائیں گے یا سلطنت کا تختہ الٹ دیں گے، مگر معاملہ زمین نہیں دا کریں گے، انہوں نے متفقہ مقابلہ کیا اور شاہی لشکر کو اس قدر قتل کیا کہ میدان کارزار میں کشتیوں کے پشتے لگ گئے، آخر کولی اور گورسی رعیت تھے اور سلطان محمود خان بادشاہ تھا ذرہ اور پہاڑ کا مقابلہ تھا ان کے اکثر بہادر مارے گئے اور اپنا نام دنیا میں چھوڑ گئے، بادشاہ کے لشکر کو چونکہ بہت نقصان پہنچا تھا، اس لئے اس نے حکم جاری کیا کہ جہاں کہیں گورسی اور کولی ملیں ان کو قتل کر دیا جائے، جو لوگ ان میں سے باقی زہ گئے، انہوں نے اپنی ذات[1] تبدیل کر دی، یہی وجہ ہے کہ آج کل گجرات دکن کی مردم شماری میں گوجروں کی تعداد کم نظر آتی ہے حالانکہ گجرات انہیں کے نام سے آباد ہوا تھا۔

مؤلف: گجرات میں گوجروں کے کم ہونے کے دو سبب ہیں۔

اول: اس قسم کا قتل عام کئی دفعہ ہوا، دوسرے دو تین دفعہ قحط سالی کی وجہ سے گوجر شمالی پنجاب کے پہاڑوں میں ہجرت کر کے چلے گئے۔

---

[1] ہمارے خیال میں تمام گوجر قبائل کولیوں کے ساتھ تھے، جب اس قوم پر قہر سلطانی ہوا تو شاہی فرمان جاری کیا گیا کہ یہ لوگ اپنے صافہ پر سرخ کپڑے کا نشان ٹانکیں جو غلامی و ذلت کی علامت ہے، اس وجہ سے لوگوں نے اپنی ذلت تبدیل کر دی۔

Marfat.com

اس بادشاہ کی عمارات عظیمہ میں سے ایک عجیب عمارت آہوخانہ ہے، اس کا طول تین فرسنگ اور عرض ایک فرسنگ تھا، اس کے چاروں طرف بڑے بڑے عظیم الشان محل تعمیر کئے گئے تھے۔

مؤلف: معلوم ہوتا ہے کہ اس میں شکار کے لئے ہرن جمع کئے جاتے ہوں گے۔

961ھ میں جب وہ محل میں سو رہا تھا، بخت خفتہ نے جگا دیا اپنے خادم بُرہان آبدار سے پانی مانگا اس نے پانی میں زہر ملا دیا جس سے وہ تڑپ کر مر گیا۔

گجرات کے کولی جو بچ گئے اب تک برہان کا بُت بنا کر پوجتے ہیں کہ اس کے باعث ہمیں ایسے ظالم اور خونخوار بادشاہ سے نجات ملی، ان کا اعتقاد ہے کہ برہان ہمارا نجات دہندہ دیوتا ہے، جس نے ہماری نسل کو بچایا ورنہ تمگار وجفا کار بادشاہ کا حکم تھا کہ کولی خاندان کا بیج دنیا میں باقی نہ چھوڑا جائے۔

لیکن بُرہان آبدار بھی جس نے بادشاہ کو زہر دیا تھا بُری طرح قتل کیا گیا، سچ ہے ''کہ کرو کہ نیافت''۔

مؤلف: امراء کی چپقلش اور وزراء کی سیاسی چالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہی درباروں میں کیا کچھ ساز و باز ہوتا ہے، وہاں نہ تو کوئی بادشاہ کا حقیقی خیر خواہ ہوتا ہے اور نہ بادشاہ کو کسی پر اعتماد ہوتا ہے۔ امرائے دربار کا آپس میں معانقہ یا مصافحہ محض ظاہری اور نمائشی رسم ہے، ایک وقت میں دو امیر بظاہر دوست ہوتے ہیں لیکن دوسرے وقت دشمن یہ فطرت کے کرشمے ہیں پہلے بھی تھے، اب بھی ہیں اور آئندہ بھی رہیں گے۔

احمد خان بن لطیف خان نبیرۂ سکر خان بن سلطان احمد بانی احمد آباد

سلطان محمود خان کا کوئی فرزند نہیں تھا، امرائے دولت نے مشورہ کر کے

Marfat.com

شاہی خاندان سے رضی الملک ایک شہزادے کو سلطان احمد کا لقب دے کر 15 ربیع الاول 961ھ کو محمود آباد میں تخت نشین کیا، مگر یہ برائے نام بادشاہ تھا، سلطنت کا تمام کاروبار وزراء کے ہاتھ میں تھا، عہدۂ وزارت پر اعتماد خان اور سپہ سالاری کے منصب پر ناصر الملک ممتاز تھے، مبارک شاہ والئے آسیر و برہان پور سلطان احمد خان کی تخت نشینی سے ناراض تھا، مقابلہ کے لئے لشکر لے کر دریائے نربدا کے کنارے بھڑوچ کے مقابل خیمہ زن ہوا، دوسری طرف اعتماد خان اور دیگر امراء نے مبارک شاہ کی مدافعت کے لئے دریائے نربدا کے دوسرے کنارے پر صفیں آراستہ گیں، لیکن صلح ہوگئی، بدقسمتی سے اعتماد خان اور ناصر الملک کے اتحاد میں رخنہ پڑ گیا، سید مبارک، اعتماد خان پر اعتماد رکھتا تھا اور دوسرے امراء ناصر الملک کے حامی تھے، غرض سید مبارک اور ناصر الملک کے مابین خون ریز جنگ ہوئی۔ سید مبارک نے شکست کھائی اور اس کے اکثر خویش و اقارب میدان کارزار میں کام آئے۔

اعتماد خان نے جب دیکھا کہ اس کی جان خطرہ میں ہے، تو وہ سید مبارک شاہ کے پاس چلا گیا اور ناصر الملک بلا شرکت غیرے مدار المہام و مختار کل ہو گیا، بادشاہ کے معتمد اس وقت الغ بیگ حبشی اور عماد الملک رومی تھے، بظاہر تو یہ دونوں ناصر الملک کے دوست تھے، مگر خفیہ طور پر وہ مبارک شاہ اور اعتماد خان سے ملے ہوئے تھے، اور ہمیشہ اس فکر میں رہتے تھے کہ موقع ملے تو ناصر الملک کا تختہ الٹ دیں، وہ مبارک شاہ سے ساز باز کر کے بادشاہ کو پوشیدہ طور پر سید مبارک کے لشکر گاہ میں لے گئے، اس سیاسی چال سے ناصر الملک بے دست و پا ہو گیا اور سید مبارک اور اعتماد خان فتح و نصرت کے پرچم اڑاتے ہوئے، بادشاہ کو لے کر احمد آباد میں چلے آئے، اس اثناء میں ایک اور فتنہ برپا ہوا، اختیار الملک حسن خان دکنی اور فتح خان بلوچ جو امرائے عظام سے تھے، سید مبارک اور اعتماد خان کے مخالف ہو گئے، انہوں نے سلطان احمد کے چچا ساہو سلطان کو تخت نشین کر کے اس

Marfat.com

کے نام کا خطبہ پڑھوا دیا، سلطان احمد اور ساہو سلطان کے درمیان جنگ شروع ہوئی۔

ساہو سلطان شکست کھا کر آوارۂ دشت ادبار ہوا، بادشاہ کی کمزوری سے امراء نے آپس میں ملک تقسیم کر لیا، ہر ایک امیر اپنے اپنے علاقہ کا انتظام کرنے لگا، اس طریق سے سلطنت مستحکم ہو گئی اور اس میں جمہوری سلطنت کی شان نظر آنے لگی، سلطان احمد شاہ کو مصارف ذاتی کے لئے احمد آباد اور پرگنۂ دس کروہی اعتماد خان کو کڑی، جھالاوار، پٹھلار، نڑباد، بھیل، رادھن پور، ہمی، منچھور، گودھرہ، ملک سورٹھ، مبارک شاہ کو نہروالہ، کھمبایت مع چوراسی، دھولقہ، گھوگھہ دھندوقہ، جانپانیر، سرنال، بالا سنور، کپڑبنج اور عماد الملک کو بھڑوچ بڑودہ، ضلع سورت مع نذربار، سلطان پور، موڑاسہ وغیرہ پرگنہ عطا کئے گئے اب بادشاہ کو بظاہر بیرونی حملوں کا کوئی اندیشہ باقی نہیں رہا تھا، اب ایک اور اندرونی مصیبت رونما ہوئی، اعتماد خان اور اعتماد الملک جو سلطنت کے روح رواں تھے، ایک دوسرے کے سخت مخالف ہو گئے، بعض دفعہ تو بیٹھے بیٹھے معمولی سی بات پر ایک دوسرے پر تلوار اٹھا لیتے تھے، بادشاہ کی توجہ عماد الملک پر زیادہ ہوئی، تو اعتماد خان رنجیدہ ہو کر اپنے دوست سید مبارک کے پاس چلا گیا، سید مبارک نے احمد آباد میں آ کر ان دونوں میں صلح کرا دی اور وزارت کا عہدہ بدستور سابق اعتماد خان کے متعلق کیا گیا، بادشاہ کو یہ منظور نہیں تھا، اس کا خیال تھا کہ اعتماد خان اس کو قتل کرا دے گا، وہم کی دوالقمان کے پاس بھی نہیں ہے، لوگوں نے ہر چند سمجھایا، مگر بادشاہ کا وہم بڑھتا گیا، آخر خفیہ طور پر مبارک شاہ کے پاس سید پور (متصل محمود آباد) چلا گیا، سید مبارک بادشاہ کے بلا اطلاع پہنچ جانے سے متعجب ہوا مگر اس میں چونکہ کوئی سیاسی چال نہ تھی۔ بہ دل و جان بادشاہ کی مدارات میں مصروف ہو گیا۔

اسی اثنا میں یہ مشہور ہوا کہ ہمایوں بادشاہ کا ایک سپہ سالار حاجی خان دہلی سے گجرات کی تسخیر کے ارادہ سے پانچ ہزار سوار اور کئی سو ہاتھی لے کر آ رہا ہے، عماد الملک اور اعتماد خان نے باہمی خصوصیات کو رفع کر کے یہ خیال کیا کہ

Marfat.com

حاجی خان کی لشکر کشی میں سید مبارک اور بادشاہ کا ضرور اشارہ ہے۔ بالاتفاق قرار پایا کہ اس سے پہلے کہ حاجی خان سید مبارک شاہ سے ملے، مبارک شاہ کا کام تمام کر دیا جائے، چنانچہ لشکر عظیم لے کر سید مبارک شاہ پر چڑھائی کی اور اس کو قتل کر دیا۔

اس فتح کے بعد اعتماد خان اور عماد الملک بادشاہ کو احمد آباد لے آئے اور سلطنت کا نظم و نسق باہمی اتفاق سے کرنے لگے لیکن بدقسمتی سے چند ہی میں مخالفت کی آگ بھڑک اٹھی اور انہوں نے ایک دوسرے کے نکالنے کے لئے ریشہ دوانی شروع کر دی، اعتماد خان نے اپنے قدیم دوست تاتار خان عرف کو جوناگڈھ سے مع فوج کے بلایا اور عماد الملک پر زور ڈالا کہ وہ یا تو مقابلہ پر آمادہ ہو، یا دربار چھوڑ کر جاگیر پر چلا جائے، عماد الملک جان بچا کر رانا خان جی کے ہمراہ سے بڑودہ چلا گیا اور پھر بڑودہ سے بھروچ آ گیا۔

اعتماد خان حاجی خان کو جس نے سید مبارک شاہ کو شکست دی تھی، بادشاہ سے جاگیر دلوا کر سلطنت کا ایک رکن بنا دیا۔

اب اعتماد خان کو اور تو کسی قسم کا اندیشہ نہیں رہا، البتہ عماد الملک کا خدشہ ابھی باقی تھا، کچھ عرصہ کے بعد اس کا یہ خطرہ بھی جاتا رہا کیونکہ اب اس خبر کی تصدیق ہو گئی کہ عماد الملک کو اس کے سالے اختیار خان نے فریب سے قتل کر دیا ہے۔ اس زمانہ میں بیرون ملک کے لوگ گروہ در گروہ گجرات میں جمع ہو گئے تھے، جو بالعموم ہر ایک ہنگامے میں حصہ لیتے تھے اور بادشاہ کے نزدیک ان کی توقیر روز بروز بڑھتی جاتی تھی، بادشاہ نے ایک دن نشہ کی حالت میں تلوار کھینچ کر کیلے کے درخت کے دو ٹکڑے کر دیئے اور کہا کہ ہم اعتماد خان کے اس طرح ٹکڑے کر دیں گے۔ اس خبر کے سننے سے اعتماد خان کو جان کا خطرہ پیدا ہوا کیونکہ بادشاہ کی طاقت ان دنوں اس قدر بڑھ گئی تھی کہ وہ فوج کی حفاظت کے بغیر شہر کو اکیلا چند میل تک چلا جاتا تھا اور تمام ملک اس کے اشارہ پر چلتا تھا اور کسی کو چون و چرا کی مجال نہیں تھی، بظاہر تو بادشاہ اور اس کے وزیر اعتماد خان میں اس قدر اتفاق تھا کہ

Marfat.com

امرائے دولت ان کو یک جان اور دو قالب سمجھتے تھے وہ کبھی کبھی ایک دسترخوان پر کھانا کھایا کرتے تھے اور بار ہا ایک دوسرے کی دولت سرائے میں جا کر گھنٹوں امور سلطنت کے متعلق مشورہ کرتے تھے، مگر باطن میں ایک دوسرے کے دشمن تھے، جب بے تکلفی حد سے زیادہ بڑھ گئی اور ایک کو دوسرے پر اعتماد ہو گیا تو اعتماد خان نے بادشاہ کی ایک شاندار دعوت کا انتظام کیا، اور بندگان درگاہ کو اپنے گھر میں تشریف لانے کی تکلیف دی، بادشاہ بلا تکلف اس کے گھر چلا گیا، ابھی مسند دعوت پر رونق افروز نہ ہوا تھا کہ اعتماد خان کے ایک سپاہی نے جو اس کام پر مامور تھا، بادشاہ کا سر قلم کر دیا۔ شہر میں شور مچ گیا مگر اعتماد خان کے مقابلہ پر کوئی نہ نکلا، بعض تاریخوں میں یوں لکھا ہے کہ کہ وجیہ الملک نامی ایک امیر اعتماد خان کا مشیر خاص تھا، وہ اعتماد خان کو بادشاہ کی بدگمانی کی روایات سے خائف کرتا رہتا تھا کہ آپ کو ضرور ایک دن موقع پا کر قتل کرا دے گا، اگر چہ اعتماد خان بادشاہ کی ظاہری مہربانی پر اعتماد نہیں رکھتا تھا مگر وہ خیال کرتا تھا کہ جو خدمات میں نے بادشاہ کی کی ہیں وہ اس پایہ کی ہیں کہ بادشاہ کبھی بھی میرے قتل کا ارادہ نہیں کرے گا، وجیہ الملک ایک چلتا پرزہ چغل خور امیر تھا، اس نے ایک دن بادشاہ کی خلوت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ اعتماد خان نمک حرام حضور کے قتل کی سازش کر رہا ہے، اگر بندگان عالی قلمدانِ وزارت مجھے عنایت فرمائیں تو میں چند روز میں اس کا کام تمام کر سکتا ہوں، بادشاہ نے وجیہ الملک سے وعدہ کیا، پھر یہ بات وجیہ الملک نے اعتماد خان سے کہہ دی، اعتماد خان نے کہا کہ یہ بالکل جھوٹ ہے، وجیہ الملک نے کہا کہ میں اس کی تصدیق کرا دیتا ہوں، وجیہ الملک نے بادشاہ کی خدمت میں اپنے ایک معتمد کی معرفت عرض کی کہ اعتماد خان میرے قتل کے درپے ہے، اس لئے میں علانیۃً دربار میں حاضر نہیں ہو سکتا، ایک خاص مشورہ ہے کہ اگر بندگانِ عالی رات کو غریب خانہ میں رونق بخش ہوں تو جاں نثار کے لئے فخر و عزت کا باعث ہو گا، اس نے بادشاہ کے لئے ایک زرنگار دالان میں مسند شاہانہ بچھا دی

Marfat.com

اور جھاڑ اور فانوس روشن کر دیئے، بادشاہ سادہ لوح تھا اس کے چکمے میں آ گیا اور محل میں چلا گیا، دوسرے کمرے میں اعتماد خان کو بلا کر بٹھا دیا اور بادشاہ سے کہا کہ کل اعتماد خان کو قتل کرنے کا ارادہ ہے، بادشاہ سن کر بہت خوش ہوا اور کہا کہ جس وقت اعتماد خان کے قتل کی تصدیق ہو، وزارتِ عظمیٰ کا منصب آپ کو عطا کیا جائے گا، جب بادشاہ محل شاہی کو جانے لگا تو اعتماد خان بھی دوسرے کمرے سے نکل کر بادشاہ کے آگے ہو گیا اور کہا کہ جہان پناہ جو کچھ حضور نے کہا ہے وہ لفظ بلفظ میں نے سنا ہے، کیا میری خدمات کا یہی صلہ ہے کہ حضور میرے قتل کے لئے آمادہ ہیں، اعتماد خان یہ کہہ رہا تھا کہ اس کے سپاہی نے تلوار مار کر بادشاہ کا سر الگ کر دیا، صبح ہوتے ہی بادشاہ کی شہادت کی خبر ہر طرف پھیل گئی اور لوگ جوق در جوق جمع ہو گئے اور احمد شاہ بانی احمد آباد کے مقبرہ میں دفن کیا گیا۔

کسی شاعر نے اس کی شہادت کی تاریخ بیگناہ مقتول شد بہت اچھی لکھی ہے۔

شکوہِ تاج سلطانی کہ بیم جان دران باشد
کلاہِ دل کش است اتا بہ درد سر نمی ارزد

سلطان مظفر عرف نتھو خان آخری سلطان گجرات

سلطان احمد ثانی کی شہادت کے بعد 968ء میں سلطان مظفر خان تخت نشین ہوا اس کی نسبت یہ روایت ہے کہ جب سلطان احمد ثانی شہید ہوا اور بظاہر کوئی وارث تخت و تاج نہ رہا تو اعتماد خان وزیر اعظم نے نتھو نام ایک لڑکے کو پیش کیا اور حلفاً کہا کہ یہ لڑکا سلطان محمود ثانی کا بیٹا ہے جو ایک لونڈی کے شکم سے ہے جب اس کی والدہ حاملہ تھی تو بادشاہ نے پوشیدہ طور پر اس کی والدہ کی حفاظت و پرداخت میرے سپرد کی تھی، جب یہ لڑکا پیدا ہوا تو میں نے شہزادوں کی طرح اس کی تربیت کی، جس سے اس نے ہر طرح کی جسمانی اور روحانی ترقی پائی۔ یہ بہت ذہین، معاملہ فہم اور سعادت مند شہزادہ ہے اور یہ سلاطین گجرات کے تخت و

Marfat.com

تاج کا وارث ہے۔

امرائے دربار نے اعتماد خان کے قول پر اعتماد کر کے اس شہزادے کو تخت نشین کیا اور سلطان مظفر لقب دیا، سلطان مظفر برائے نام بادشاہ تھا حقیقت میں اعتماد خان وزیر اعظم سلطنت کا کاروبار انجام دیتا تھا۔ اعتماد خان نے لشکر لے کر پٹن پر چڑھائی کی اس وقت موسیٰ خان و شیر خان پٹن پر حکمران تھے۔ انہوں نے اعتماد خان کو شکست دی اور اس کے لشکر کا بڑا حصہ مارا گیا، اعتماد خان کا اس شکست سے غرور جہانبانی وفخر کشور کشائی خاک میں مل گیا، دوبارہ کوشش کی اور ایک لشکر فراہم کر کے پٹن پر حملہ کیا چونکہ امرائے دربار اعتماد خان کے خلاف تھے، اس نے اب بھی شکست کھائی، اس وقت مختلف امراء مختلف حصوں پر قابض ہو کر خودسری کا دعویٰ کرنے لگے، موسیٰ خان، اور شیر خان پٹن پر اور چنگیز خان، بھڑوچ، چانپانیر اور بڑودہ پر اور سید حامد بن سید میران، دندھوقہ اور دھولقہ پر اور امیر خان غوری، ملک سورت پر اپنی اپنی حکومت کا پرچم اڑا رہے تھے اور ملک میں بغاوت پھیل گئی تھی، چنگیز خان خلف اعتماد خان نے باپ کی جگہ قلمدان وزارت کو سنبھالا مگر حبشی فوج نے رات کے وقت اس کو تنہا پا کر قتل کر دیا، اکبر بادشاہ نے جب امرائے دربار کی ناچاقی اور فتنہ پردازی کے حالات سنے تو اس کے لئے گجرات کی تسخیر کا اس سے بہتر کوئی اور موقع نہیں ہو سکتا تھا، فوراً خان کلان اور سید محمود بارہ قلیچ خان، صادق خان اور شاہ فخر الدین کو گجرات کی تسخیر کے لئے علیحدہ علیحدہ فوج کے منتخب دستے دے کر روانہ کیا اور اس کے بعد خود ایک لشکر لے کر اجمیر پہنچا اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر جبینِ عقیدت کو خاک آستان سے منور کیا اور اس مہم کی فتح کے لئے دعا کی، اس حملہ کے دوران میں سروہی کا راجہ مقابلہ پر آیا مگر شکست فاش کھائی اور اس کے معاون قتل کئے گئے، اکبر بادشاہ نہروالہ میں خیمہ زن ہوا۔

بعض تاریخوں میں لکھا ہے کہ جب اعتماد خان نے دیکھا کہ امرائے

Marfat.com

دربار اس کے مخالف ہو گئے ہیں اور ہر طرف طوائف الملو کی کا دور دورہ ہے اور اس کے لئے اب کوئی ملجا و ماوی نہیں رہا ہے تو اس نے اکبر بادشاہ کے دربار میں پوشیدہ طور پر عریضہ لکھا کہ گجرات کی حالت تباہ ہو گئی ہے اور امرائے دربار ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں اگر موکب ہمایوں ایسے وقت میں گجرات پہنچ جائے تو جنگ و جدل کے بغیر یہ ملک شہنشاہ کے قبضہ میں آ سکتا ہے اور بندۂ درگاہ ہر قسم کی امداد اور خدمت کے لئے بجان و دل حاضر ہے، چنانچہ اس روایت کا ثبوت اس واقعہ سے ملتا ہے کہ جب نہر والہ میں موکب سلطانی پہنچا تو اعتماد خان کے پاس ایک درباری بھیجا گیا، اعتماد خان نے بندگان شاہی کو یقین دلایا کہ میدان خالی ہے لشکر کو آگے بڑھایا جائے جب لشکر نہر والہ سے ڈیسہ پہنچا، تو مظفر اور شیر خان بغیر مقابلہ و مجادلہ کے بادشاہ کو لے کر سورت کے پہاڑوں میں چلے گئے اور اعتماد خان شاہی فوج کے سرداروں سے مل گیا، اکبر بادشاہ نے مظفر شاہ اور اس کے ہمراہیوں کو گرفتار کر لیا اور دربار شاہی میں حاضر کیا۔ اکبر بادشاہ نے سلطان مظفر شاہ کو ایک سپہ سالار کے سپرد کیا، مظفر شاہ قید کی حالت میں بے سروسامانی سے وقت گزارنے لگا اتفاقاً ایک دن اس کو موقعہ مل گیا اور وہ قید سے بھاگ نکلا اور بھیس بدل کر بصورت گدا آوارۂ شہر و دیار رہا، جب اس نے دیکھا کہ بادشاہ کے مجتسیبن اس کی تلاش میں بھر رہے ہیں تو اس نے ایسی بُری زندگی سے نجات حاصل کرنے کے لئے 1000ء میں خودکشی کر لی جس سے گجرات کے شاہانِ گوجر کا خاتمہ ہو گیا اور یہ سلطنت اکبر بادشاہ کی سلطنت میں شامل ہو گئی۔

این ہمہ ہیچ است چون می گزرو
بخت و تخت و امرو نہی و گیرو دار

ابوالفضل مظفر خان اور اس کے جانشینوں کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتا ہے

چون روز گار او بسر آمد، بدستیاری امراء مظفر خان پورا و جانشین گردیدو سلطان مظفر خطاب یافت بہ نیکوئی بسر برد، شاہ اسمٰعیل صفوی گزیدہ کالائے عراق

Marfat.com

بار مغانی فرستاد، واونیز، نیایش و مرومی بجا آرد، وچون درگذشت، پسر اوسلطان سکندر لقب نهاده مسند آراشد، عماد الملک نافرجام اور درکمتر فرصتے از ہم گزرانید، ونصیر خان، برادر اورا، بسری برنشاند، امراء درکمین او برنشستند، از فردوس مکانی گیتی ستانی، مددگاری خواست وعرض داشت اگیر فیروزی سپاہ بیاوری آید، نبدر دیب باتوابع وچند کرور تنکہ پیشکش شود چون باسپاس بود پذیرش نیافت ، دریں ہنگام بہادر، پور سلطان مظفر خواہش بابریان ازد دہلی دیار رفت وامرا بدوگرویدند، درزمان پدر ارزشک برادر نیارست بود، پیش سلطان ابراہیم لودی بدہلی آمد صحبت درگرفت امرائے جونپوری بسری طلب داشتند ، سگالش آن طرف داشت، دریں ہنگام ہوا خواہاں عرائض از گجرات فرستادہ نیایشگری کردند، اوبخواہش طبیعت راہ گرائے بنگاہ شد، وکامیاب آمد، دبدادو ہش چارچمن دولت راشاداب گردانید، از کوتاہ حوصلگی بادہ دنبالختے از ہوش بردہ بآویزہ جنت آشیانی برخاست وشکست یافتہ بناکامی برنشست ، وچون رخت ہستی بسیلاب نیستی درداد، میران محمد مرزبان خاندیس کہ کہ خواہرزادۂ سلطان ودرزندگی اوراجانشین خودساختہ بود، امراء غائبانہ بنام اوخطبہ خواندند اور کمتر زمانے بگجرات نرسیدہ روزگاراو بسر آمد، محمود نبیرۂ سلطان مظفر کہ اسیر بند بود، بجائی اونشست بدہان نام بدگوہرے باچندے نزدیکان اور ازہم گزرانید، وبہ بہانہ طلب سلطانی دوازدہ امیر رانامۂ زندگی درپیچد، اعتماد خان از پیش بینی نرفت وبامدادان یک جہتیان رافراہم آوردہ بہ پیکار برآمد، وآن شایان نیستی راازہم گذرانید، ورضی الملک نام از نژاد سلطان احمد نخستین راسلطان احمد خطاب دادہ بگوشۂ برنشاندو کارفرمائی از پیش خود برگرفت چون کلان سال شداندیشۂ دیگر درسرآمد، اعتماد خان بخانہ یکے از دمسازان خود بردہ رہگرائے نیستی ساخت، وخردسالی ناشنا سارا دست گرفت وسوگندہا خورد کہ پسر سلطان محمود پسین است، بدستان سرائی براونام بزرگی برنہاد وسلطان مظفر خطاب دادہ دستمایہ حکمرانی گردانید، تاآنکہ شاہنشاہ والا شکوہ سایۂ دادگری بدین دیارانداخت داین آباد

Marfat.com

مملکت بدین جاوید دولت باز گشت۔

امید کہ طراز ہمیشگی گیرد و کہ ومہ ابدی لشاط اندوزند

ترجمہ: جب سلطان محمود کا زمانہ حیات ختم ہوا ارکانِ دولت کی امداد سے اس کے لڑکے مظفر خان کو اس کی جگہ تخت نشین کیا گیا، مظفر خان سلطان مظفر کے خطاب سے مشہور ہوا اس نے نہایت خوبی سے سلطنت کی، شاہ اسمٰعیل صفوی نے عراق کی چیدہ چیدہ چیزیں بطور تحفہ اس کی درگاہ میں بھیجیں، بادشاہ نے بھی اس کے عوض میں شکریہ ادا کیا اور تحائف بھیجے جب مظفر خان مر گیا تو اس کا فرزند سلطان سکندر کے لقب سے مسند نشین ہوا عماد الملک بد انجام نے اس کو کچھ دنوں کے بعد قتل کر دیا اور اس کے بھائی نصیر خاں کو تخت پر بٹھایا ارکان دولت عماد الملک کی اس نمک حرامی سے سخت مخالف ہو گئے اور اس کی گھات میں بیٹھے تھے (یعنی اس بات کے منتظر تھے کہ موقع ملے تو اس کو قتل کریں) عماد الملک نے بادشاہ گیتی ستان ہمایوں عرش آشیانی (اکبر بادشاہ) سے مدد مانگی اور عرض کی کہ اگر فتحمند سیاہ میری مدد کے لئے آئے تو بندر دیپ مع اپنے متعلقہ پرگنوں اور چند کروڑ سکہ مروجہ کے شہنشاہ کے نذر ہو گا، چونکہ عماد الملک ناشکر گزار تھا، اس کی یہ درخواست منظور نہ ہوئی، اس اثنا میں میں سلطان مظفر کا بیٹا مقربان درگاہ کی خواہش سے دہلی کی ولایت سے پہنچ گیا اور ارکان دولت اس کے مطیع ہو گئے، بہادر خان اپنے باپ کی زندگی میں بھائی کے رشک کی وجہ سے دارالخلافہ میں نہ ٹھہر سکا اور سلطان ابراہیم لودھی کی خدمت میں دہلی جا کر مصاحب ہو گیا، جونپور کے امرا نے اس کی خدمت میں التماس کی کہ وہ آ کر یہاں کی حکومت منظور کرے، وہ اس طرف جانے کو تیار ہی تھا کہ اس وقت اس کے دوستوں نے گجرات سے درخواستیں بھیج کر اپنی اطاعت کا اظہار کیا (اس نے غنیمت سمجھا) اور نہایت خوشی سے دارالسلطنت کی طرف کوچ کیا اور کامیاب ہوا، عدل و سخاوت سے (چند سال تک) سلطنت کی ہر چہار طرف سے باغات سرسبز اور تازہ کئے (یعنی سلطنت کا

Marfat.com

ہر ایک حصہ آباد و شاداب کر دیا) وہ اپنی تنگ ظرفی سے دنیا کے نشہ سے مست ہو کر جنتِ آشیانی (ہمایوں) کے مقابلہ کے لئے آمادہ ہوا اور شکست کھا کر گوشۂ نامرادی میں بیٹھ گیا، جب اس کا متاع ہستی نیستی کے سیلاب میں بہ گیا (مر گیا) تو امرائے دولت نے خاندیش کے حاکم میران محمد کو جو بادشاہ کا ہمشیر زادہ تھا اور بادشاہ نے اپنی زندگی میں اس کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا، تخت نشین کیا اور اس کی عدم موجودگی میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا وہ وقت پر گجرات نہ پہنچ سکا اور مر گیا۔ سلطان مظفر کا پوتا محمود جو مقید تھا اس کی جگہ تخت نشین ہوا بُرہان نام بدذات نے چند خدمت گزاروں کے ساتھ مل کر اس کو قتل کر دیا اور بارہ امراء کو اس بہانہ سے بلا کر کہ بادشاہ آپ کو یاد کرتا ہے، ان کا نامۂ زندگی لپیٹ دیا (قتل کر دیا) اعتماد خان نے دور اندیشی کی اور نہ گیا اور صبح کے وقت اپنے طرفدار لوگوں کو اکٹھا کر کے جنگ شروع کی اور اس مستوجب قتل (برہان) کو قتل کر دیا، رضی الملک نام شہزادہ کو جو سلطان احمد اول کا بیٹا تھا سلطان احمد کا خطاب دے کر برائے نام تخت نشین کیا اور سلطنت خود کرنے لگا جب سلطان احمد بڑا ہوا تو اس کے دماغ میں کچھ اور ہی خیال سمایا (اعتماد خان کو اپنا مخالف سمجھنے لگا) اعتماد خان نے بادشاہ کو اپنے دوستوں میں سے ایک کے گھر میں (کسی بہانہ سے) لے جا کر قتل کر دیا اور ایک لڑکے کو جس کو کوئی نہیں جانتا تھا، ہاتھ پکڑ کر پیش کیا اور حلف اُٹھایا کہ یہ آخری سلطان محمود کا لڑکا ہے، حیلہ سازی سے اس کو سلطان مظفر کا خطاب دے کر تخت نشین کر دیا، سلطان مظفر تو برائے نام بادشاہ تھا، سلطنت کا مالک در اصل اعتماد خان تھا، یہاں تک کہ شہنشاہ والا شکوہ (اکبر بادشاہ) نے انصاف و معدلت کا سایہ اس ملک پر ڈالا اور یہ سرسبز ملک اس سلطنت کے ساتھ ملحق ہو گیا (ابو الفضل اخیر میں دعا کرتا ہے)۔

امید ہے کہ شہنشاہ کی توجہ سے ملک گجرات زینتِ دوام حاصل کرے گا اور ہر چھوٹا بڑا دائمی امن و امان پائے گا۔

Marfat.com

باب پانزدہم[1]

مختلف اضلاع اور علاقوں کے گوجروں کا اجمالی تذکرہ

(الف)

ضلع اٹک

اس ضلع میں گوجروں کے دیہات کم ہیں جس کی وجہ اس کے سوا کچھ اور نہیں ہے کہ یہ سرزمین گوجر قوم کی ضروریات بہم نہیں پہنچا سکتی اور جن دیہات میں یہ آباد ہیں، مقابلۃً دوسری قوموں سے کم ہیں بالعموم آسودہ حال و محنتی ہیں اور بعض تو گجرات و ہزارہ کے گوجروں کی طرح معزز مفتخر ہیں، مشہور دیہات اس قوم کے اس ضلع میں کالو کلان، موسے، مراڑیہ، پنڈ سلیمان، مکھن، قطبا، نور پور، بہادر خان، لب ٹھٹو، مہار، بدھو، گدھوال، پنڈ، بھوی، سلطان پور، کھولیا، پھلوٹ وغیرہ ہیں، یہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ ہم گجرات سے آئے ہیں، جس قدر گوجر گجرات کے سوا دوسرے ضلعوں میں ہیں وہ اکثر یہی بیان کرتے ہیں کہ ہم گجرات سے آئے ہیں، دراصل وہ سب کے سب گجرات پنجاب سے دوسرے اضلاع میں نہیں پھیلے، بلکہ اکثر گجرات دکن سے آئے ہیں، البتہ پونچھ کے گوجروں کے کچھ قبائل گجرات پنجاب سے گئے ہیں، گجرات دکن کی تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں چند دفعہ قحط پڑا اور گجرات کے راجاؤں سے ہمیشہ گوجر مقابلہ کرتے رہے، اکثر لوگ قحط سالی اور جنگ و جدل کی مصیبت سے پنجاب اور شمالی پہاڑوں میں چلے گئے اور جہاں انھوں نے سرسبز چراگاہ دیکھی، وہیں ڈیرے ڈال دیئے اور اس قوم پر تشتت اور تفرقہ کی جو مصیبت پیش آئی، اس نے اس کے

---

[1] یہ باب ہم نے اضلاع کے گزیٹر اور رپورٹ ہائے بندوبست اور مقامی اشخاص کی اطلاعات سے مرتب کیا ہے، جو حالات ہمیں کوشش سے مل سکے، ان کو درج کیا ہے اگر تمام خاندانوں کے حالات ہمیں مل جائیں تو دوسرے اڈیشن یا تتمہ میں درج کریں گے۔ (مؤلف)

Marfat.com

شیرازۂ جمیعت کو درہم برہم کر دیا، جب تک یہ اکٹھے رہے، حکمران رہے جب سے جدا ہوئے، ان کا راج اور اقبال جاتا رہا جب یہ وسط ایشیا سے نکلے تو اپنی اولوالعزمی و عالی ہمتی سے ٹڈی دل کی طرح تمام ہندوستان پر چھا گئے اور جب ان کے اردے پست ہو گئے اور ہمت ٹوٹ گئی تو اب ان کی حالت ان پروانوں کی طرح ہو گئی ہے، جو صبح کو شمع کے گل ہو جانے کے بعد کہیں کہیں پر شکستہ و سر بریدہ فرش پر پائے جاتے ہیں، اس ضلع میں زیادہ تر چیچی، پسوال، کھٹانے ہیں، دوسری شاخیں کم ہیں اس ضلع کے بعض خاندان اب تعلیم کی طرف متوجہ اور بعض افراد مختلف محکموں میں ملازم ہیں یہ اچھے قد و قامت اور شریف چال چلن والے ہیں۔

ضلع ایبٹ آباد و ہزارہ

ضلع ہزارہ میں جس کا نام بعد میں ایبٹ آباد ہو گیا، گوجروں کی آبادی، بحوالہ اپیریل گزیٹیر اوف انڈیا، جلد 19 صفحہ92000166 ہے اور وہ اچھی حیثیت رکھتے ہیں باوجودیکہ میں خود دوہاں گیا مگر افسوس کہ اس قوم کے مفصل حالات نہ مل سکے، جو حالات ضلع کے دفتر اور گزیٹیر ایبٹ آباد سے ملے ہیں، ان کو غیر مرتب صورت میں پیش کیا جاتا ہے، یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ علاقہ (جس کی حدود کی ابتدائی تاریخ نہیں ملتی) چار حصوں پر تقسیم تھا، چوتھا حصہ گوجروں کے قبضہ میں تھا، اب بھی ان میدانوں میں قدرتی دیبائے سبز کا فرش بچھا رہتا ہے اور ان پہاڑوں کی چوٹیوں پر جو موسم سرما میں سفید لحاف اور موسم گرما میں سبز چادر اوڑھے رہتی ہیں، یہ قوم آباد ہے لیکن میدانی اور پہاڑی قوم کے خط وخال اور شکل ولباس اور رسم ورواج میں اس قدر اختلاف ہے کہ یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ یہ ایک ہی قوم ہے کیونکہ کاغان کے گوجر شکل و شباہت میں پٹھان معلوم ہوتے ہیں میدانی گوجروں کے خط و خال پنجاب کے گوجروں سے ملتے جلتے ہیں اس علاقہ کے مشہور حصص حسب ذیل ہیں۔

Marfat.com

پتی ترک مانک رائے ، پتی ولازاک، سرائے صالح، پتی دولت گوجر، پتی ترین درویش۔

احمد شاہ درانی کے آنے سے پہلے قوم ترین نے (پٹھانوں کی شاخ ہے) گوجروں کی روز افزوں طاقت و کثرت کو دیکھ کر گوجروں کے ایک سردار کو فریب سے قتل کر کے ان کے ایک حصہ مقبوضات پر قبضہ کر لیا، ترین چاہتے تھے کہ گوجروں کو ملک سے باہر کر دیا جائے مگر گوجروں کے استقلال و ہمت میں کسی قسم کا تزلزل نہ آیا اور وہ ان کے مقابلہ میں مناسب وقت کا انتظار کرتے رہے، 1762ء میں سردار نجیب اللہ خان ترین کو جس کے نام سے مشہور قصبہ کوٹ نجیب آباد (ریلوے اسٹیشن) آباد ہے، احمد شاہ درانی نے ہزارہ کا حاکم کر دیا یہ سردار 1789ء میں فوت ہو گیا، اس کی وفات پر اس کی بیوی نبی بیگم اور محمد خان فرزند جائیداد کے مالک ہوئے، مگر لوگ ان کے مخالف ہو گئے، نبی بیگم نے یہ عقلمندی کی کہ مقدم مشرف خان کو جو اس علاقہ کا سردار اور ایک صالح ، بہادر منتظم گوجر تھا، اپنے علاقہ کا ناظم مقرر کیا، مقدم مشرف خان نے نہایت جانفشانی و تندہی سے علاقہ کا انتظام کیا، اور مخالفوں کی دست برد سے روک دیا اور زمین کی آبادی کو اس قدر ترقی دی کہ تمام علاقہ سرسبز ہو گیا، 1777ء میں جب محمد خان سن شعور کو پہنچا تو مشرف خان نے انتظام اس کے سپرد کر کے سبکدوشی حاصل کی چونکہ علاقہ کی خوبی انتظام سے مقدم مشرف خان کی شہرت ہو گئی تھی اور اس علاقہ کی قوموں پر اس کا رعب تھا، اس وجہ سے وہ ایک تجربہ کار منتظم رئیس سمجھا جاتا تھا، جب درانی پٹھانوں کی حکومت کا خاتمہ اور سکھوں کا دور شروع ہوا تو سکھوں کو مقدم مشرف خان نے مملکت کے انتظام میں سفید مشورے دیئے چنانچہ سکھوں نے اس خدمت کے صلہ میں مقدم مشرف خان کا محصول زمین 1500 روپیہ بطور جاگیر معاف کر دیا، آخر مقدم مشرف خان موضع چبہ پنڈ کی لڑائی میں شہید ہوا مقدم مشرف خان کی اولاد اب بھی بااقبال ہے اور ان کی ملکیت چند مواضع میں ہے، میر عبداللہ

Marfat.com

خان مقدم رئیس و جاگیردار کوٹ نجیب اللہ خان نے حسب ذیل شجرہ ہمارے پاس بھیجا ہے۔

مقدم غلام محمد خان بن میر احمد خان بن احمد خان بن مشرف خان بن قطب الدین خان بن کریم خان بن رحیم خان بن ابراہیم خان بن کمال الدین خان بن سکندر خان۔

ان سب ناموں کے پہلے مقدم یعنی سردار قوم نمائید کا لفظ ہے، غلام محمد خان کے پانچ فرزند تھے، میر عبداللہ خان، میر عالم خان، سید عالم خان، محمد الدین خان، سردار محمد خان، ان میں سے میر عالم خان مرحوم اکسڑ ااسسٹنٹ کمشنر و سید عالم خان مرحوم انسپکٹر پولیس، منتظم اور دیانت دار افسر تھے، یہ قوم کے کھٹانہ اپنے آپ کو تنور خاندان سے بتلاتے ہیں۔

ہزارہ کے گزیٹر میں اس خاندان اور جاگل کے گوجروں کی قابلیت و لیاقت کا اعتراف کیا گیا ہے۔

اس ضلع میں سب سے زیادہ معزز کوٹ نجیب اللہ خان اور جاگل کے گوجر ہیں، جاگل گوجروں کی ایک شاخ ہے اور اسی قوم کے نام پر موضع جاگل آباد ہے۔

ترنائی

یہ موضع ایبٹ آباد سے 14 میل پر واقع ہے، نہایت خوشنما اور سرسبز ہے، اس کی زمین زرخیز و سیر حاصل اور آب و ہوا معتدل ہے، گرمی کے موسم میں شاداب اور سرد مقام ہونے کی وجہ سے یہاں صحت ترقی کرتی ہے، یہ موضع ایک قدیم خاندان ہکلہ گوجر کی ملکیت ہے، جس کے مقدم کو وہاں سردار کہتے ہیں، سب سے پہلے موضع ترنائی کو سردار کمال خان نے آباد کیا، جو شاہان چغتائی کے وقت میں ہندوستان سے آ کر اس مقام پر آباد ہوا تھا، اس خاندان میں سردار نادر

Marfat.com

خان مشہور و نامور سردار گزرا جس کی فطرت میں رعایا کی دلجوئی اور قوم کی ہمدردی ودیعت کی گئی تھی، اس کے دو فرزند سردار محمد علی وصادر علی موجود ہیں۔

کاغان بھی اس ضلع میں نہایت سرسبز، خوشنما اور سرد علاقہ ہے یہاں کثرت سے گوجر آباد ہیں، جو موسم گرما میں اپنی بکریاں اور دیگر مواشی لے کر پہاڑوں پر چلے جاتے ہیں اور موسم سرما میں دامن کوہ میں اتر آتے ہیں، یہ پاکیزہ اخلاق اور بڑے قد و قامت کے خوبصورت جوان ہوتے ہیں۔

مگر علم و فضل سے بالکل بے بہرہ ہیں، ان میں سے ہم نے ایک شخص کو گلستان پڑھاتے دیکھا ہے جو بڑا فاضل سمجھا جاتا تھا لیکن گلستان کی معمولی حکایت کا مطلب بھی صحیح نہیں سمجھ سکتا تھا۔

اس علاقہ میں بالاکوٹ کے چھٹے میل پر برسر راہ ایک پتھر ہے جس کی نسبت یہ مشہور ہے کہ مریم نام ایک عصمت شعار، حیا دار، گوجر خاندان کی لڑکی، اپنی قوت خداداد سے اس پتھر کو اُٹھا کر سر تک لے جاتی تھی، جس کو اب پوری طاقت کا جوان زانو تک بھی نہیں اٹھا سکتا، پتھر تو بہت بھاری ہے ممکن ہے کہ ایسا ہو کیونکہ عصمت و حیا خود بہت بڑی طاقت ہے۔

کاغان کے گوجر وہاں کے سادات کی ماتحتی سے بہت تنگ ہیں اور ضلع کے گزیٹیر میں بھی اس کا تذکرہ ہے باوجودیکہ متعدد رعیت پرور حکام نے یہ کوشش کی ہے کہ سادات کے تحکم سے گوجر آزاد ہو جائیں مگر اب تک ان کو یہ آزادی حاصل نہیں ہوئی یہ بہت ذہین و ذکی ہیں، اگر تعلیم حاصل کریں تو ہر قسم کی ذہنی و دماغی ترقی حاصل کر سکتے ہیں، بہرصورت اس ضلع کے میدانی اور پہاڑی گوجروں کی اخلاقی حالت قابل تعریف ہے مالی حالت میدانی گوجروں کی تو اچھی ہے کیونکہ ان کی زمین سیر حاصل ہے مگر پہاڑی گوجروں کی اچھی نہیں ہے وہ نادار ہیں۔

Marfat.com

ضلع امرتسر

جو گوجر ضلع امرتسر کے دیہات میں ہیں، وہ کاشتکار ہیں اور اپنے آپ کو راجپوت کہتے ہیں یہ پرامن محنتی کا شتکار ہیں اور جو شہر میں رہتے ہیں وہ گائیں پالتے اور دودھ دہی فروخت کرتے ہیں ۔ ان کے بال سیاہ اور خط و خال خوبصورت ہوتے ہیں، بالعموم لنگی اور سلاری پہنتے ہیں اور لباس اور رنگت سے فوراً پہچان لئے جاتے ہیں کفایت شعار اور امن پسند ہیں۔

ریاست الور

بعض مورخین کا خیال ہے کہ یہ گوجروں کی ریاست ہے ممکن ہے کہ ایسا ہو مگر کسی تاریخ سے اس کا ثبوت نہیں ملتا، ہم نے الور کی تاریخ کو بہت غور سے تمامہ پڑھا ہے، کسی تلمیح سے گوجر ہونے کا ثبوت نہیں ملا، البتہ اس ریاست میں گوجروں کی ایک بہت بڑی تعداد ہے جن میں اکثر ہندو ہیں، البتہ تحصیل کشنگڑھ کے موضع تلواڑہ میں چند خاندان مسلمان گوجروں کے ہیں، یہاں کے گوجر بالعموم اچھے چال چلن کے ہیں اور محنتی کاشتکار ہیں، ان کا بیان ہے کہ ہمارے ایک سو گوت ہیں، اکثر ان کے گوت پنجاب میں نہیں پائے جاتے مگر ان کے بعض اور گوتوں سے بہت کچھ معلومات حاصل ہو سکتے ہیں مثلاً چاوڑہ، بھٹی، چندیجہ، کڑھانہ، تنور، سندیجہ ادھانے بینسر ، رادت، ماہوئی گوجر ہیں، تحصیل تجارہ کشن گڑھ، الور، تھانہ غازی، تحصیل راج گڑھ میں گوجروں کی بہت آبادی ہے، مندرجہ ذیل دیہات میں مختلف گوت کے گوجر مالک زمین ہیں۔

تحصیل تجارہ موضع گنہگر میں (چاوڑا) لادھاواڑہ میں (کسانہ) جلالپور میں (چندیجا) ماجری میں (بھاٹی یا بھٹی) ٹھیلی میں (کسانہ) بورہیڑا میں (پسوال) ملک پور اور سید پور اور آلو پور میں (کولی) ننگلیا میں (کڑھانا)

Marfat.com

بہوانڑی میں (تنور) سانتل میں (بیدھوڑی) اندرو، گول اور جرولی میں (چاوڑی) باگھور، ساہ رود اور لپالہ اور سرہٹہ اور گوجر مالیر میں (منڈار)

تحصیل کشن گڈھ میں موضع کہروڑہ اور حسین پور میں کھٹانہ اور تروارہ میں رہیسا اور جٹیانا، بگھیری میں بھڈانہ ور سالکر میں تنور، اور کھیڑہ میں سندیجا اور ڈیگلی میں ڈیگلی اور کیروا میں موہی اور گہراری، سانچوز اور علی پور میں بھیڈی اور پلاسلا میں دریا اور اسمٰعیل پور میں گوگرا۔

تحصیل الور موضع سوتکا میں اوہانی اور ٹودری اور وارث پور میں ڈوئی اور بلرامپور میں ہنسیلا اور کریریا میں رادت اور کمال پور میں ادھانہ اور گوجر باس و گنڈرالہ میں چیجی اور بائیں اور چورے کی اور بونٹولی اور خوشحال گڑھ اور سورہ داس اور بھیلا و اس اور روبڑا اور بخت پورہ اور کالا چھوارہ اور سوکولہ اور ڈائلی اور اندوک میں ماہوئی وغیرہ۔

تحصیل تھانہ غازی میں موضوع دوہار. مالا اور لاہا کا باس اور دو ہار چوگان اور باڈولی اور باؤ گوجراں میں مختلف گوتوں کے گوجر آباد ہیں اور اس ریاست میں اور بھی گوجروں کے بہت سے دیہات ہیں اور مختلف گوت رکھتے ہیں، ریاست کے محکمہ مال سے بہت کچھ تفصیلات معلوم ہو سکتی ہیں اس کی مردم شماری 46000 ہے۔

اجمیر

اس علاقہ میں 36278 گوجروں کی آبادی ہے، جو زیادہ تر کاشتکار ہیں، چند معزز و مقتدر اشخاص ہیں لیکن عام طور پر ان کی مالی حالت اچھی نہیں ہے۔

ریاست اندور

گوجر کاشتکار اور محنتی، مستعد اور وفادار ہیں، ان کی تعداد (28000)

Marfat.com

کے قریب ہے (جلد 13 صفحہ 389 امپیریل گزیٹیر آف انڈیا)

ریاست اودے پور

اس میں گوجروں کی کافی تعداد ہے (اعداد درج نہیں) سب کاشتکار ہیں ان کی مالی حالت کمزور ہے۔ (جلد 14 ص 255) ایمپیر یل گزیٹیر آف انڈیا)

(ب)

ضلع بلند شہر

بلند شہر کے اضلاع میں گوجروں کی تعداد بحوالہ امپریل گزیٹیر آف انڈیا، جلد 9 صفحہ 50(44000) ہے، یہ ضلع میں اعلیٰ مالک اور 92 دیہات پر ان کا قبضہ ہے، تحصیل سکندر آباد میں یہ وسیع رقبوں کے مالک ہیں، اس ضلع کے گوجروں کی مشہور شاخیں حسب ذیل ہیں۔

بھٹی ، چانجی، ناگری، ندواسیہ، بڈگوجر، چاوڑا، سرجنہ، کسانہ، چھنبر، دوہانہ، کپاسیہ، موضع داوری اور ونکوری ان کے خاص مواضع ہیں، یہ نہایت عمدہ سپاہی اور جفاکش کاشتکار ہیں، بھٹی اپنے آپ کو راجپوتوں کی اولاد کہتے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کا کوئی بزرگ پرتھی راج کے زمانہ میں آ کر اس ضلع میں آباد ہوا، ناگری فرقہ کا خیال ہے کہ ان کے بزرگ سہارنپور سے 799ء میں آئے اور اصلی باشندگان بھٹیا کو ملک بدر کر کے ان کی زمینوں پر قبضہ کر لیا۔ ندواسیہ کہتے ہیں کہ ہم تنور راجپوت ہیں۔ دہلی میں تیرہویں صدی عیسوی میں آ کر کالی ندی پر آباد ہوئے اس لئے ہمیں ندواسیہ کہتے ہیں یعنی ندی پر آباد ہونے والے بڈگوجراں میں زیادہ معزز ہیں۔

ضلع بدایوں

بدایوں میں گوجر کم ہیں، چنانچہ ان کی تعداد 1825 ہے، یہ کاشتکار بھی

Marfat.com

عمدہ ہیں اور فن سپاہگری میں بھی ممتاز ، پہلے اس ضلع میں ان کی تعداد زیادہ تھی، معلوم ہوتا ہے کہ دوسری قوموں میں شامل ہو گئے، یہ کہتے ہیں کہ ہم قحط کے زمانہ میں گجرات کاٹھیاوار سے آئے اور مختلف مقامات پر آباد ہو گئے۔

ضلع بارہ بنکی

اس ضلع میں مسلمان گوجروں کی تعداد کم ہے اور جس قدر ہیں زراعت پیشہ ومحنتی و صلاح اندیش ہیں، ان میں فطری جرأت واولوالعزمی پائی جاتی ہے، جب ان کو کوئی صاف راستہ دکھایا جائے ،تو اس پر چلنے لگ جاتے ہیں، ان کے جوان پھرتیلے اور جفاکش ہوتے ہیں، تعلیم سے بالکل بے بہرہ ہیں۔

احاطہ بمبئی

اس ملک میں گوجر اس زمانہ میں آباد ہوئے جب گجرات میں انہلواڑہ کی سلطنت تھی، راجپوتوں کے تین گروہ چودا، سولنگی، واگھیلہ (گھیلا) گوجروں کے مشہور ومعروف قبائل ہیں، جو گوجروں کے ساتھ قرابت اور بھائی بندی کے تعلقات رکھتے تھے، ضلع گجرات اور پنجاب کے گوجروں کے متعلق محققین کی مختلف رائیں ہیں بعض کہتے ہیں کہ یہ نصف راجپوت اور نصف اہیر ہیں، اس کے یہ معنی ہیں کہ ان کی رشتہ داری راجپوتوں اور اہیروں کے ساتھ ہے ، راجپوتوں اور اہیروں کی لڑکیاں لیتے بھی ہیں اور اپنی لڑکیاں ان کو دیتے بھی ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ گوجر اور اہیر الگ الگ قومیں ہیں اور راجپوت ان کی اولاد ہیں، یہ خوبصورت اور تنومند ہوتے ہیں انہیں مواشی رکھنے کا بہت شوق ہے، یہ ستھین قوم کی نسل سے ہیں۔

ضلع بجنور

گوجروں کی آبادی 10162 ہے وہ زیادہ تر دھامپور اور بجنور کی

Marfat.com

تحصیلوں میں آباد ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہم نجیب اللہ خان کے زمانہ میں پنجاب سے آئے اور ایک وسیع رقبہ حاصل کر کے متمدن ہو گئے، یہ توانا اور باہمت اور محنتی اور سخت طبیعت کے لوگ ہیں، ضلع بجنور میں ان کی مندرجہ ذیل شاخیں ہیں، مندن، کھوپر، بٹار، جاتلے، موٹے، کھوڑے، سردھنے، پُریر، مہیسی، کھٹانہ۔

ریاست بوندی

اس ریاست میں گوجر متفرق طور پر آباد ہیں، کاشتکاری، مزدوری اور تجارت مواشی پر گزارہ کرتے ہیں ان کی مردم شماری (18000) ہے۔

(جلد 10 صفحہ 26 امپیریل گزیٹیر آف انڈیا)

بندھیل کھنڈ

اس علاقہ میں گوجروں کے آنے کی نسبت مختلف روایات ہیں، مگر صحیح روایت یہ ہے کہ گوجر اس ملک میں اس وقت آئے جب راجہ پرتھی راج چوہان نے راجہ پرمال چندیل کو بمقام مہوبا ضلع ہمیر پور شکست فاش دی اور وہ قنوج کی طرف بھاگ گیا، راجہ پرتھی راج نے گوجر سپہ سالاروں کو جنہوں نے اس جنگ میں کارہائے نمایاں کئے تھے، جاگیریں دیں اور اس طرح گوجر قوم کا ایک حصہ اس ملک میں آباد ہو گیا۔ اس وقت اس ملک کو گونڈوانہ کہتے تھے، کیونکہ یہ ملک قوم گونڈ کے زیر حکومت تھا اور اس کی حد دریائے جمنا سے لے کر دریائے زہدا تک اور ندی بتیوا سے شروع ہو کر پکھیل کھنڈ تک وسیع تھی، اس علاقہ میں اس کے بعد متعدد تبدیلیاں واقع ہوئیں، اس وقت نہ وہ نقلقے رہے نہ گوجر سرداروں کی جاگیریں، البتہ ایک ریاست سمتھر ہے اور گوجروں کے کچھ مسلسل دیہات ہیں، یہ بیان کیا جاتا ہے کہ کسی زمانہ میں دہریاں بسائی گوجروں کی وسیع ریاست چندلاکھ کی تھی، جس کو محمد شاہ نے برباد کیا اور ریاست کا زیادہ حصہ دوسروں کے قبضہ میں

Marfat.com

چلا گیا اور صرف ایک لاکھ آمدنی کا علاقہ رہ گیا، اس کو دوبارہ مہاراج پٹیل نے تباہ کر دیا۔ اب صرف دہرئیاں بسائی اس قوم کے پاس رہ گیا ہے، بعض گوجر سرداروں کو ریاست گوالیار کی طرف سے جاگیریں عطا ہوئی ہیں، بعض دو دو تین تین گاؤں کے مالک بھی ہیں۔

بندھیل کھنڈ کے گوجروں کے حالات کو اگر بتفصیل لکھا جائے تو اس کے لئے ایک علیحدہ تاریخ کی ضرورت ہے، اس ملک میں گوجروں کی چھوٹی بڑی ریاستیں متعدد بار قائم ہوئیں اور بگڑ گئیں۔

اے مصحفی میں رووں کس کس کی صحبتوں کو
یاں کھیل ایسے لاکھوں بن کر بگڑ گئے ہیں

اس وقت پہلی جاگیروں میں سے صرف ہر دوئی کی جاگیر ہے۔

(ماخوذ از گوجر ہتکاری)

ریاست بھرت پور

اس ریاست میں گوجروں کی تعداد 44900 ہے، یہ لوگ مختلف اوقات میں مختلف مقامات سے آئے۔ یہ ایک مشہور خاندان کے سردار ہیں، جو قوم کے کھٹانہ اور بخشی کہلاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہمارے بزرگ جگن ناتھ سے آ کر موضع پانیوری میں آباد ہوئے، یہاں کے اکثر گوجر زراعت پیشہ ہیں، ان میں ایک دو خاندان کے سردار اپنی شجاعت و قابلیت، علم و ہنر اور دیانت و شرافت کے جوہر سے مہاراجگان ریاست کے نسلاً بعد نسل معتمد علیہ اور وزیر اور فوجدار رہے ہیں اور آج تک انہوں نے ہر موقع پر مہاراجگان ریاست اور سرکار انگریزی کی قابل قدر خدمت انجام دی ہے۔ خصوصاً 1857ء کے غدر اور 1916ء کی جنگ عظیم میں ان کی خدمات قابلِ اعتراف و یادگار ہیں، گوجر سرداروں کے نام جن کی خدمات ریاست اور سرکار انگریزی کے ریکارڈ سے ثابت ہیں، حسب ذیل ہیں۔

Marfat.com

(۱) سردار موتی رام (۲) سردار گیاسی رام
(۳) سردار دیوی سنگھ (۴) بخشی گلاب سنگھ
(۵) بخشی گنگارام (۶) بخشی سانوں سنگھ
(۷) بخشی گوبند سنگھ

زمانۂ حال میں رائے بہادر سردار گھبیر سنگھ سی آئی ای فرزند بخشی گنگارام ایک ممتاز شخص ہیں، آپ نے ریاست کے ہر صیغہ میں اعلیٰ افسر کی حیثیت سے قابل تحسین خدمت انجام دی ہے، کونسل ریاست کے پریسڈنٹ بھی رہ چکے ہیں، اس وقت آپ یوپی کے گوجروں کے نمائندہ ہیں، قومی کاموں میں ہر طرح کی امداد کرتے ہیں اور قومی مجالس کے صدر منتخب ہوتے ہیں۔

(پ)

ریاست پونچھ

زمانہ قدیم میں ریاست پونچھ، ریاست کشمیر کا ایک جزو تھی، زمانہ حال میں وہ علیحدہ ریاست شمار ہوتی ہے، تاریخوں سے ثابت ہے کہ زمانہ قدیم میں، گوجروں کا پونچھ کشمیر پر بھی شاہانہ اقتدار رہا، بارہویں صدی ہجری میں بھی اس علاقہ میں چند مقتدر امراء گوجر تھے، جو کبھی اس علاقہ کے صوبہ داران شاہان مغلیہ سے نبرد آزما رہے اور کبھی ان سے مصالحت کر کے ان کو امداد دیتے رہے، ان میں سے امیر ابوالفتاح اور اس کا فرزند امیر عبدالرزاق اور اس کے فرزندان محمد ولی اور محمد زمان زیادہ تر مشہور ہیں، پونچھ کے علاقہ میں ایک اور بہادر، رانا تونگ، یا تنگل گوجر تھا، ابتداء میں وہ رانی دیدا دائی پونچھ و کشمیر کا مشیر تھا، رفتہ رفتہ ترقی کرتا ہوا سپہ سالار ہو گیا اور چند معرکے سر کئے اس نے ایک جنگ شدید میں پرتھی راج حاکم راجوری کو شکست فاش دی، اس نے سلطان محمود غزنوی کے لشکر کے مقابلہ میں بھی تلوار اُٹھائی، مگر بوجہ تغیر موسم یہ جنگ ملتوی ہو گئی، رانی کی وفات

Marfat.com

کے بعد اس کے جانشین راجہ سنگرام کا مدارالمہام ہو گیا اور بڑے بڑے معرکوں میں کامیاب ہوا، ملک کا انتظام اس خوبی سے کیا کہ راجہ نے ملکی معاملات میں اس کو مختار کل کر دیا۔ اس وجہ سے ارا کین دربار اس کے مخالف ہو گئے اور ان کی گہری سازش سے وہ قتل کیا گیا، ریاست پونچھ میں گوجروں کی بہت بڑی تعداد ہے، اس وقت ان میں جو ذی حیثیت اور اچھی حالت میں ہیں وہ راٹھور کہلاتے ہیں، ان کے پاس کثرت سے مواشی ہیں اور کاشتکار بھی اچھے ہیں۔

جنگ عظیم میں ریاست کی تحریک پر ان کی بہت بڑی تعداد فوج میں بھرتی ہوئی، یہاں کے گوجر بہت محنتی اور جفاکش ہیں، موسم سرما میں گروہ کے گروہ پنجاب میں مزدوری کے لئے آجاتے ہیں اور فصیح گوجری زبان بولتے ہیں اور اکثر اوقات مواشی چراتے چراتے نہایت دلکش لہجہ سے اپنے ملک کے گیت گاتے ہیں۔ ان کے گوت وہی ہیں جو ضلع گجرات کے گوجروں کے ہیں، زیادہ تر کھٹانہ، گورسی اور کالس گوجر ہیں، یہ بیان کرتے ہیں کہ قحط سالی کے وقت ان کے بزرگ ضلع گجرات سے پونچھ میں چلے آئے تھے اور ہر ایک گوت کا شخص کسی نہ کسی موضع کا نام بتاتا ہے، جہاں سے اس کا خاندان نقل مکان کر کے قحط سالی کی وجہ سے ریاست پونچھ میں آیا، ان کی مالی حالت اچھی نہیں ہے مگر اخلاقی حالت بہت اچھی ہے جب وہ موسم سرما میں آتے ہیں تو ضلع گجرات کے گوجر اس وجہ سے کہ بالعموم ان کے سروں پر ٹوپی اور پاؤں میں کھیڑی ہوتی ہے، (ایک قسم کی جولی جو مونج سے بنائی جاتی ہے) ان کو حقیر سمجھتے ہیں لیکن یہ لباس غربا کا ہوتا ہے ورنہ گوجر جو راٹھور کہلاتے ہیں وہ اچھی حالت میں ہیں، ان کا لباس اچھا ہوتا ہے، ان میں تعلیم بہت کم ہے، بلکہ بالکل نہیں ہے اور ریاست نے کوئی خاص کوشش ان کی تعلیم میں نہیں کی، ریاست کی خوش قسمتی ہے کہ یہ پُر امن اور محنتی قوم اس کی رعیت ہے، اگر ریاست اس کی تعلیم کی طرف توجہ کرے تو اس کو اس قوم سے بہت فائدہ پہنچ سکتا ہے، عام طور پر پونچھ کے گوجروں میں ترقی و مطالبہ حقوق کا احساس

Marfat.com

نہیں ہے۔ ان کی زندگی مہاراجہ کے رحم پر ہے یہ لوگ جفاکش، صابر تنومند ہیں۔ مذہب سے دلچسپی رکھتے ہیں۔

ریاست پھولکیاں، پٹیالہ، نابھ، جیند

ان ریاستوں میں جس قدر اور قومیں ارائیں وغیرہ ہیں ان کے مقابلہ میں گوجر نسبۃً کم ہیں مگر پھر بھی ان کی بہت بڑی تعداد ہے، خصوصاً پٹیالہ میں گوجر کثرت سے آباد ہیں، یہ اچھے کاشتکار ہیں، اخلاقی حیثیت سے عموماً شریف سمجھے جاتے ہیں اور زیادہ تر زراعت کے کاروبار میں مصروف رہتے ہیں، مواشی سے خاص محبت رکھتے ہیں اور بہت کچھ فائدہ اُٹھاتے ہیں ان کے گوت بالعموم وہی ہیں، جو علاقہ پنجاب میں پائے جاتے ہیں۔

تھیلہائے نارنول، راجپورہ میں ان کے چند گاؤں ہیں۔

رسولپور اور کھیل کے گوجر بڑے صاحبِ اقتدار ہیں۔

مہاراجہ نرندر سنگھ کے زمانہ میں چودہری رحیم بخش خان بہادر بخشی کے عہدہ پر ممتاز تھے اور بعد ازاں کونسل آف ریجنی کے ممبر ہو گئے تھے، بخشی صاحب بہت قابل متدین باتدبیر تھے، یہ اپنے کو راجپوت کہتے تھے ان کی رشتہ داری بھی بالعموم راجپوتوں سے ہے۔ ہم ایک جگہ ثابت کر آئے ہیں کہ گوجر اور راجپوت میں وہی فرق ہے جو منطقی جنس اور نوع میں ہوتا ہے، بخشی صاحب کے خاندان میں اب بھی کئی نوجوان نعم الخلف لنعم السلف کی درخشندہ مثال ہیں۔

ضلع پشاور

ضلع پشاور میں کئی گاؤں گوجروں کے نام پر آباد ہیں، یہاں کے گوجر مواشی پالنے کے بہت شائق ہیں اور کاشتکاری میں بھی بہت دلچسپی لے رہے ہیں، یہ گوجر پنجاب یا راجپوتانہ سے قحط کے وقت اسی رفتار سے پشاور پہنچے جس رفتار سے

Marfat.com

کہ سوات بنیر کے گوجر پہنچے تھے، ان میں تعلیم بہت کم ہے، البتہ ان میں چند ولی اللہ ہوئے ہیں، مثلاً حضرت پنجوشاہ صاحب جن کا مزار زیارت گاہ عام و خاص ہے، یہ قوم گوجر کے درخشندہ گوہر تھے، مگر چونکہ متعدد عالم فاضل اور رئیس ان کے حلقۂ بیعت میں داخل تھے، انہوں نے آپ کو سید بنا دیا ہے، اور شجرۂ نسب بھی مرتب کر لیا ہے، ان کے حالات میں ایک سے زیادہ کتابیں موجود ہیں۔

ہمارے دوست علامہ قاضی احمد شاہ رضوانی مولوی فاضل نے فارسی میں ان کا تذکرہ لکھا ہے اور ان کی کرامات کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ عالم رویا میں ان کی برکت سے ان کو علمی اور مالی فیضان پہنچا۔

اس ضلع کے گوجروں کی مردم شماری بحوالہ امپیریل گزیٹیر آف انڈیا (16000) ہے۔

(ٹ)

ریاست ٹونک

گوجروں کی تعداد اس ریاست میں کافی ہے، سب کے سب زراعت پیشہ ہیں اور مواشی بھی رکھتے ہیں، یہ مرنجان مرنج قوم ہے، ان کی مالی حالت کچھ اچھی نہیں ہے، ان کی تعداد (13000) ہے، (جلد 22 صفحہ 21 تا 25 امپیریل گزیٹیر آف انڈیا)

(ج)

ضلع جالندھر

اس ضلع میں تقریباً تمام گوجر مسلمان ہیں، کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ تمام گوجر مواشی کی پرورش کرتے تھے، اس لئے یہ لوگ زیادہ تر دریاؤں کے کنارے پر آباد ہوئے، مشرقی تحصیلوں میں ان کی آبادی بہت ہی زیادہ ہے،

Marfat.com

نوشہرہ میں گوجروں کے دیہات کے دو بڑے حصے ہیں، ایک اقصائے شمال میں دریائے بین کے کنارے کے دیہات اور دوسرے ستلج کی وادی کے دیہات جو شہر پہلور سے مشرق کی طرف واقع ہیں، بہت سے دیہات تلوان کے گردا گرد آباد ہیں، نکودر میں گوجر دریائے ستلج کے درمیانی حصہ میں آباد ہیں اور مشرق میں بھی ان کے چند قصبات ہیں، جالندھر میں وہ مشرق کی طرف دریائے بین کے قرب و جوار میں یا کسی جو یعنی نالی کے کنارے پر رہتے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ ہم گجرات واقع پنجاب سے آئے ہیں، بعض اپنا آنا گجرات واقع بمبئی سے بتاتے ہیں اور بعض بیان کرتے ہیں کہ ہم پاک پٹن اور دہلی سے آئے ہیں، ابتداء میں وہ ہندو تھے اور بموجب قول مسٹر بار کلے بحوالہ رپورٹ مردم شماری 1821ء اورنگ زیب کے زمانہ میں 1568ء و 1670ء کے درمیانی عرصہ میں دائرہ اسلام میں داخل ہوئے، ہوشیار پور میں اب بھی ہندو گوجروں کے بہت سے دیہات ہیں اور ریاست کپورتھلہ کے پرگنہ بھگواڑہ میں سنگت پور ہندو گوجروں کا ایک مشہور مقام ہے، وہ اپنے آپ کو راجپوتوں میں شمار نہیں کرتے بلکہ مستقل قوم گوجر بتلاتے ہیں اور راجپوتوں سے برتر سمجھتے ہیں۔

سر رچرڈ ٹمپل نے بندوبست کی رپورٹ میں لکھا ہے کہ اس ضلع میں گوجر عام طور پر مواشی پالتے ہیں لیکن بمقابلہ عام حالت کے وہ زیادہ محنتی کاشتکار ہیں۔

مسٹر بار کلے کا خیال ہے کہ حکومت برطانیہ کے تیس سال کے بعد گوجر اس قدر صلاح اندیش اور امن پسند ہو گئے ہیں جتنا کہ کاشتکاروں کی آبادی میں کوئی اور دوسری قوم، یہ بھی بالعموم درست ہے کہ وہ زراعت میں بہ نسبت گلہ بانی کے زیادہ مصروف رہتے ہیں، سلیمی کے گوجر کرایہ پر گاڑیاں چلاتے ہیں اور چراگاہ کے لئے زیادہ زمین محفوظ رکھتے ہیں، لیکن یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے، تحصیل نوشہرہ دریائی علاقہ میں روز افزوں ترقی کرنے والا موضع کریم پور جس کی سفید مسجد راہوں سے نکلتے ہی سب سے پہلے خوشنما دلکش نظارہ پیش کرتی ہے،

Marfat.com

زراعت پیشہ لوگوں کا گاؤں ہے جو سب کے سب مالک زمین ہیں، ایسا ہی پھلور کے مرتفع علاقہ میں لادیاں گاؤں سب کا سب کاشتکاروں کا ہے، اگر چہ ہم ان کو اعلیٰ درجہ کا تصور نہیں کر سکتے، اس لئے کہ اب تک ان میں زیادہ مواشی رکھنے کا شوق موجود ہے، البتہ وہ اچھے خاصے محنتی لوگ ہیں اور ناکام کاشتکار نہیں ہیں۔ ان کے دیہات صاف اور مکانات آرام دہ ہیں، اور ان میں جرائم پیشہ ہونے کا کوئی غیر معمولی جذبہ نہیں پایا جاتا۔ اگلے بندوبست تک امید کی جاسکتی ہے کہ وہ اخلاقی پہلو سے اور زیادہ ترقی کریں گے اور زمین کی کاشت کرنے میں جاٹوں یا ارائیوں کے برابر ان کا درجہ ہو جائے گا، ان کی عورتیں ان کو زراعت کے کام میں بہت مدد دیتی ہیں، چھوٹا کرتا پہنتی ہیں، اس قبیلہ کی جوتی عام طور پر ایک عجیب شکل کی ہوتی ہے، یعنی پاؤں کے اوپر کے حصہ پر چمڑا نہیں ہوتا، کہتے ہیں نکو در کے گوجر شادی کی تقریب میں، ایک عجیب رسم ادا کرتے ہیں، جس کو پنڈ ولنا[1] کہتے ہیں، دولہا کی پارٹی کے نوجوان آدمی گاؤں کے گرد گھوڑ دوڑ کرتے ہیں تا کہ اسے گھیر لیں اور دولہن کی پارٹی اسے روکنے کی کوشش کرتی ہے۔ اگر دلہا کی پارٹی کا کوئی آدمی دائرہ مکمل کرنے میں کامیاب ہو جائے تو اس کو دولہن کی پارٹی انعام دیتی ہے۔

ایک اور رسم ہے کہ جس جگہ بارات کے لئے کھانا پکتا ہے، وہاں دولہا آگ جلاتا ہے لیکن دولہن کے خاندان کی لڑکیاں اس کو ایسا کرنے سے روکتی ہیں، اگر وہ آگ جلانے میں کامیاب ہو جائے تو اس کو خلعت دیا جاتا ہے اس کا نام جھلکا[2] بھٹھی ہے۔

گوجروں کے مفصلہ ذیل گوت قابلِ تذکرہ ہیں۔

جھنگیاں، نواشہر میں بکے، سگر پور، پھلور، مین باگڑی، کریم پور اور

---

[1] پنڈ ولنا پنجابی لفظ ہے، پنڈ کے معنی گاؤں، پنڈ ولنا مصدر بنایا گیا ہے، یعنی پنڈ کو گھیرنا۔

[2] جھلکا بھٹھی پنجابی لفظ ہے بھٹھی، چولہا یا اس کے مانند جہاں آگ جلائی جاتی ہے، جھلکا آگ کا جلانا

Marfat.com

ہردوگورسیاں میں برارت گورسیاں میں پوڑ ، برج حسن، پھلوڑ میں چلدیلر، گمتالہ، پھلور میں چوہان، کریم پور اور ہردوگورسیاں میں چچی کریم پور، اور برج حسن میں چھکنے برج پختہ ، پھلور میں دھندور، لادیان ، پھلور میں ڈنگے برج حسن میں ڈھر، بھونڈری پھلور میں کوہڑ و برج حسن میں گورسی برج حسن اور گورسیاں میں کلسان، سلپیانہ میں کسانہ، برج حسن میں مولسیاں، رامپور میں موتلہ، کریم پور، برج حسن میں مونن، گورسیان میں ناگری ، پندراوڑ میں ناڑے، برج حسن میں نلون، بہادر پور میں پڈھانہ برج حسن میں پادرہ، لادیاں میں پو اور پھمران اور بھاگوال میں پھامڑہ ، گورسیان میں سوسن پال، بھنڈر میں ٹانڈہ لیکن گوجر کہتے ہیں کہ دراصل 2-1/2 گوت اصلی گوجروں کے ہیں ، اول گورسی، دوم کسانہ اور برکٹ آدھا گوت ہے۔

مؤلف: یہ حالات دیرینہ ہیں اس وقت عورتوں کا لباس بالعموم ویسا ہی ہے جیسا کہ اور قوموں کا ہے جیسا دیس ویسا بھیس۔

جوتی کا ڈیزائن بھی تبدیل ہو گیا ہے لباس کی تبدیلی کی تاریخ عجیب ہے، ترقی کرتے کرتے لوگ پھر سینکڑوں سال پیچھے چلے جاتے ہیں اور یہ کسی خاص قوم یا ملک سے مخصوص نہیں اصول یہ ہے۔

ع درعمل کوش ہرچہ خواہی پوش

موجودہ زمانے میں تو ضلع جالندھر کے گوجر کاشت اجناس میں رائیں اور جاٹ کے برابر ہو گئے ہیں تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ارائیں اور جاٹ عرصہ دراز سے جب سے ان کی حکومت جاتی رہی، کھیتی باڑی کی طرف متوجہ ہو گئے ہیں، اس لئے افسران بندوبست ان کو اچھا کاشتکار لکھتے ہیں اور یہ فارمولا کہ مواشی کی پرورش گوجروں سے مختص ہے، اب باطل ہو گیا ہے، اب تو بالعموم ہر ایک قوم مواشی کا شوق رکھتی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ اگر مواشی نہ پالے جائیں تو کسی کنبہ کا گزارہ نہیں ہوسکتا۔

Marfat.com

جلال آباد، ریاست ممدوٹ

جلال آباد میں گوجروں کی آبادی کم ہے ایک قدیم گوجر خاندان گوت بھٹی کا ہے، یہ خاندان[1] جبر ہیڑا ضلع سہارن پور کے راجہ سے تعلق رکھتا ہے، اسی خاندان سے راجہ ہرنام سنگھ تھا، جو بعد اسلام شیخ ابراہیم کے نام سے مشہور ہوا، یہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں جایا کرتا تھا اور آپ سے اعتقاد مخلصانہ واردات مریدانہ رکھتا تھا، آپ کی کرامات وخرق عادات دیکھ کر حلقہ اسلام میں داخل ہوا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے دل و دماغ کو انوار تجلیات الٰہی سے منور اور منازل سلوک کو طے کیا، حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے جتلایا کہ مبلغین صوفیائے کرام کا اصول ہے، شیخ کو علاقۂ ستلج میں جو اس زمانہ میں ضلالت و بدعات کا مرکز تھا، عامۃ الناس کی ہدایت کے لئے بھیجا جب وہ وہاں پہنچا تو زہد و تقویٰ و کرامات سے لوگوں کے دلوں کو مسخر کر لیا اور اسی علاقہ کے گوجروں کے ایک شریف گھرانے میں آپ کا نکاح ہو گیا، آپ کی اولاد میں اب تک بحکم الولد سر لابیہ اصفیاء وصلحاء چلے آتے ہیں، ان میں مشہور ترین مولوی عبدالحمید صاحب المکنے بابی الرشید تھے، جو محکمہ فوج و تعلیم میں میر منشی اور انسپکٹر مدارس کے عہدہ پر ممتاز تھے، اس خاندان میں اب بھی متعدد اصحاب معروف اور معزز ہیں جن میں سے چوہدری محمد عبید اللہ و محمد ارشد خلف مولوی عبدالحمید مرحوم اور میاں نذر الدین طبیب اور منشی ابراہیم اور منشی خلیل الرحمٰن زیادہ مشہور ہیں، اس خاندان کی مستورات بھی علم سے کافی بہرہ رکھتی ہیں، جن کے فضل و کمال سے دوسری عورتیں استفادہ کرتی ہیں، یہاں گوجروں کے اکیس گاؤں ایک ہی جگہ موجود ہیں، یہ اعلیٰ درجہ کے کاشتکار اور نیک چلن ہیں اور ان کے رقبے خوب آباد ہیں۔

---

[1] جبر ہیڑا علاقہ کا نام ہے۔

Marfat.com

ضلع جہلم

ضلع جہلم میں اچھی آبادی گوجروں کی ہے، تقریباً یہاں کے گوجروں کے گوت وہی ہیں، جو ضلع گجرات میں ہیں اور بالعموم ضلع گجرات اور ضلع جہلم کے گوجروں میں وسیع پیمانہ پر رشتہ داری اور قرابت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دو ضلعوں کے گوجر کسی وقت میں اکٹھے گجرات کاٹھیاوار سے آئے تھے، بعض گاؤں ان کے، گوتوں یا ان کی ذات کی نسبت مشہور ہیں مثلاً پسوال، کولپور، واڑہ، گوجران بھنملہ، بھٹیا ڈینڈا، بجاڑ، گوجر پور، مونن، ڈھمن گوجراں، بوکن، اوانہ، چک لودھی، ٹھیکریاں، تدوکالس، گوجر بانٹھ، سلے، مہیسیان، گوجر کٹاریاں، کالس، کولیاں، لوہسر، موہڑہ، گوجراں۔

اس ضلع کے گوجر اخلاق اور کاشتکاری کی وجہ سے مشہور ہیں، بالعموم ان میں کسی قسم کا عیب نہیں ہے، اگرچہ ان کے پاس زمین تھوڑی ہے مگر وہ اپنی محنت سے کافی سے زیادہ پیداوار حاصل کر لیتے ہیں اور اکثر فوج میں ملازم ہیں، اس ضلع کا مشہور خاندان کالا کے چودھریوں کا ہے۔

تاریخ رہتاس میں گوجروں کا حسب ذیل تذکرہ ہے۔

پہلے چوہدری فتح محمد خان اور چودھری جمعہ خان دریائے چناب کے بیٹ پر قابض ہوئے اس وقت قوم جاٹ کے سربرآوردہ چودھری ابوخان، چودھری منوخان وڑائچ تھے، جن کی اولاد اب جلال پور جٹاں وغیرہ میں آباد ہے۔

گوجر چودھریوں کا یہ عمل دخل جاٹوں کے سرآوردہ چودھری ابو خان و چودھری منوخان کو ناگوار گزرا۔

مؤلف: اس کے بعد وہی قصہ سوالاکھ روپیہ کے نذرانہ کا ہے جس کی ہم نے کسی اور جگہ تردید کی ہے۔

گوجر کا ایک جرگہ ضلع جہلم قلعہ رہتاس کے اردگرد پھیل گیا، جس کے

Marfat.com

سربرآوردہ چودھری سلیمان خان نے موضع کالا آباد کیا، چودھری سلیمان خان کی نسل میں چودھری عبدالرحیم بہت بہادر تھا، وہ گکھڑوں سے لڑتا رہا اور رفتہ رفتہ علاقہ رہتاس کا حاکم ہو گیا، شاہانِ مغلیہ نے عبدالرحیم خان کو 84 گاؤں کا ناظم یا حاکم مقرر کیا۔ اس نے بمقام برالی جو ڈھمن اور گھوڑہ (گھوڑ گالا) کے درمیان ہے، ایک قلعہ تعمیر کیا، نادر شاہ نے چھوٹا علاقہ ہسولہ اقوام کالس گوجر کو مرحمت کیا، گوجر اب تک موضع کالا میں بااقتدار ہیں۔

چودھری سلیمان خان کے سات فرزند تھے، جلال خان، جمال خان، ہنڈال خان، مبارک خان، عیسیٰ خان، موسیٰ خان، حبیب خان، بعض گاؤں ان کے نام پر مشہور ہیں، جلال خان کے نام پر تپتہ شاکر پور جلال اور جمال خان کے نام پر چک جمال اور عیسیٰ خان کے نام پر عیسیٰ آباد، اور ہندال خان کے نام پر ہندالی۔

نادر شاہ جب قلعۂ رہتاس میں آیا تو اس نے راجہ ہمت خان گکھڑ، ڈومیلی اور چودھری عبدالرحیم خان پسوال گوجر کو بیش بہا خلعت عطا کئے۔

عبدالرحیم کا شجرۂ نسب حسب ذیل ہے۔

چودھری عبدالرحیم خان، بن جہان خان، بن سلطان خان، بن جوگی خان بن جلال خان، بن سلیمان خان۔ (خلاصہ تاریخ رہتاس وغیرہ)

ضلع جالون

اس ضلع میں گوجروں کی آبادی کافی ہے، جالوں اور کنچ میں یہ آبادی کا بڑا جزو ہیں، اور زیادہ تر اس ناہموار علاقہ میں آباد ہیں، جو دریا کے ساتھ ساتھ چلا جاتا ہے یہ محنتی و جفاکش قوم ہے۔

Marfat.com

ضلع جھانسی

گوجروں کی تعداد اس ضلع میں 1147 ہے۔ وہ اہیروں کے سے عادات و اخلاق رکھتے ہیں، وہ ہندو آبادی میں 22 فیصدی ہیں۔ اگر چہ آبادی کے لحاظ سے ان کی کوئی اہمیت نہیں ہے مگر محنت و جرات کی وجہ سے بہادر قوم سمجھی جاتی ہے، پہلے ان کی تعداد بہت زیادہ تھی اور علاقہ بھنڈر کے دیہات میں آباد تھے، جو اب ریاست گوالیار میں شامل ہے، وہ زراعت پیشہ ہیں مگر چوری بھی کرتے ہیں، وہ اپنے تئین راجپوت نسل سے بیان کرتے ہیں، جواب سے سات سو برس پہلے سے دتیہ میں آ کر آباد ہوئے، پہلے وہ کاشتکاری کو عیب سمجھتے تھے مگر جب ان کی تعداد زیادہ ہوگئی، تو پھر بجز زراعت کے ان کی کوئی اور وجہ معاش نہیں ہوسکتی تھی، اس لئے وہ زراعت پیشہ ہو گئے۔

ضلع جھنگ

ضلع جھنگ میں گوجروں کی تعداد 553 سے متجاوز نہیں ہے، جن میں 12 ہندو اور باقی مسلمان ہیں۔ اس ضلع میں گوجروں کی کوئی ہستی نہیں، متفرق کام کرتے ہیں۔

ریاست جے پور

اس ریاست میں گوجروں کے متعدد دیہات ہیں، وہ بالعموم کاشتکار ہیں اور مزدوری بھی کرتے ہیں، ان کی تعداد (184000) ہے۔

(جلد 13 صفحہ 389، امپیریل گزیٹیر آف انڈیا)

ریاست جھالے وار

سب کے سب گوجر کاشتکار ہیں اور بعض مزدور پیشہ ہیں۔ (تعداد درج

Marfat.com

نہیں ہے) ان کی کل آبادی کا شمار 4 یا 5 فیصدی درج ہے۔

(جلد 14 صفحہ 118 امپیریل گزیٹر آف انڈیا)

(چ)

نو آبادی چناب

چناب کی نو آبادی میں گوجروں کی مردم شماری آٹھ ہزار کے قریب ہے، سب کے سب مسلمان ہیں، ان کے پاس 20350 ایکڑز میں ہے، یہ اعلیٰ درجہ کے کاشتکار ہیں، اکثر گوجر ضلع گورداسپور، جالندھر، ہوشیار پور وغیرہ کے ہیں اور یہ پُر امن گروہ ہے اور ان کے اخلاق و عادات پسندیدہ ہیں۔

(ح)

ضلع حصار

گوجروں کے مفصل حالات مردم شماری پنجاب 1881ء کی رپورٹ کے صفحات 480 لفایہ 282 میں درج ہیں۔

مسٹر گنگم کی رائے ہے کہ گوجر مشرقی تاتار کے قبیلۂ کشان سے ہیں، یہ قوم تقریباً سو سال قبل از مسیح ہندوستان میں وارد ہوئی، پانچویں صدی بعد مسیح شمال مغرب راجپوتانہ میں پھیل گئی، اور ایک سلطنت کی بنیاد ڈالی اور یہ بالکل صحیح ہے کہ یہ لوگ راجپوتانہ سے حصار میں آئے، اس ضلع کے گوجروں میں زیادہ تر ہندو ہیں، سب کے سب محنتی، تنومند، چابک دست ہیں، ابتداً مواشی سے زیادہ محبت رکھتے تھے اور زراعت کی طرف کم متوجہ تھے، اور باہمی مخالفت کی وجہ سے چوری بھی کرتے تھے، مگر اب حالت برعکس ہے، اب وہ کھیتی باڑی کی طرف متوجہ ہیں اور عادات میں پہلے کی بہ نسبت بہت کچھ اصلاح کر چکے ہیں، گوگا چوہان کی سمادہ اسی ضلع میں ہے، جو گوجر قوم کا ایک بہادر تھا۔

Marfat.com

(د)

ضلع دہلی

اس ضلع میں گوجروں کی کافی تعداد ہے، ایک علاقہ کے گوجر اپنے آپ کو واہیا کہتے ہیں، اگر چہ وہ اس کی وجہ بیان نہیں کر سکتے، جاٹوں کے بعد اس ضلع کی خاص قوم گوجر ہے، دہلی کے گردونواح میں گوجروں کے چند گاؤں ہیں، جن کا غلہ وغیرہ شہر میں آتا ہے، صحیح طور پر یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ کب اس علاقہ میں آئے، لیکن اس میں شک نہیں ہے کہ یہ زمانہ قدیم سے یہاں آ کر آباد ہیں، یہ پہلے پہاڑوں میں رہتے تھے، مواشی چراتے تھے اور مواشی کی چوری بھی کرتے تھے، لیکن اب متمدن ہو گئے ہیں اور کاشتکاری نے ان کے اخلاق پر اچھا اثر ڈالا ہے، یہ خوبصورت، تنومند، محنتی اور بہادر جماعت ہے۔

ریاست دھولپور

بالعموم تمام گوجر کاشتکار ہیں اور ان کی مردم شماری 21000 ہے۔

(ڈ)

ضلع ڈیرہ غازی خان

موجودہ زمانہ میں ڈیرہ غازی خان میں گوجروں کی تعداد بہت کم ہے، کیونکہ اکثر خاندان دوسری جگہ چلے گئے ہیں۔ کسی زمانہ میں ضلع ڈیرہ غازی خان اور ضلع مظفر گڑھ میں گوجروں کا دور دورہ تھا، وہ نہ صرف ایک طاقتور قوم تھی۔ بلکہ ضلع ڈیرہ غازی خان میں برسر حکومت بھی تھی اور جس قدر زراعت کی طرف لوگوں کو توجہ ہوئی ہے وہ اسی قوم کی مہربانی و رہنمائی کا نتیجہ ہے، گوجر حکام بہت شریف اور رعایا کے خیر خواہ تھے، گزیٹیر اور تاریخ ضلع میں ان کی تعریف کی گئی ہے، ضلع مظفر گڑھ اور ضلع ڈیرہ غازی خان کے قدیم جغرافیوں میں ان کا ذکر

Marfat.com

اچھے الفاظ میں آیا ہے۔ ضلع ڈیرہ غازی خان کے جغرافیہ جدید مصنفہ ماسٹر دوست محمد خان مجانہ جو ملک غلام محمد شوق، ایم اے کے نام پر معنون ہے۔ میں بھی گوجر قوم کے ایک مقتدر حاکم کا ذکر موجود ہے، جس کو ضلع مظفر گڑھ کے جغرافیہ حال میں کسی متعصب کے جفا کار قلم تراش نے مٹا دیا ہے مگر نواب محمود خان گوجر کے کارنامے ایسے مشہور ہیں کہ ان کو زمانہ مشکل سے مٹا سکے گا۔

ع ثبت است بر جریدۂ عالم دوام مار

ضلع ڈیرہ غازی خان کے جغرافیہ میں درج ہے۔

''محمود خان بہت اچھا حاکم تھا۔ اس نے زراعت کو بہت کچھ ترقی دی، بہت سی نہریں کھدوائیں، بند بندھوائے''۔

مؤلف: چونکہ یہ خاندان گوجر کھٹانہ ڈیرہ غازی خان میں حاکم رہ چکا ہے۔ اس لئے ہم نواب محمود خان اور اس کے خاندان کے حالات تاریخ اور نیز ان کاغذات سے جو اس خاندان کی یادگار نواب زادہ سردار خان مقیم ملتان کے پاس موجود ہیں، مکمل کر کے پیش کرتے ہیں اور اس امر کی دلیل دیتے ہیں کہ گوجر فطری طور پر زراعت سے دلچسپی رکھتے اور شروع سے زراعت پیشہ ہیں۔

نواب محمود خان گوجر حاکم ڈیرہ غازیخان و مظفر گڑھ

محمد یوسف خان گوجر کھٹانہ، ڈیرہ غازی خان میں مشہور رئیس تھا۔ غالباً سندھ سے آیا ہوگا۔ غفوان شباب میں فوت ہو گیا اور اس کے تین فرزند نابالغ محمود خان، احمد خان، نور احمد خان رہ گئے، ان کی سرپرست ان کی والدہ دور اندیش، معاملہ فہم ہیپکر عصمت خاتون تھی، جو کچھ اس کے پاس سرمایہ تھا، اپنے لڑکوں کی تعلیم پر صرف کیا، ان میں سے بڑے فرزند نواب محمود خان نے اعلیٰ تعلیم پائی، وہ مشہور محاسب، انشاء پرداز بہادر تھا، اپنی قابلیت علمی و سپاہ گری کی وجہ سے ابتدا میں غازی خان اول حاکم ڈیرہ غازی خان کا ناظم مقرر ہوا، لیکن جب اس کی

Marfat.com

سپاہگری و انتظامی قابلیت کے جوہر نمایاں ہوئے تو وہ رفتہ رفتہ مدارالمہام کے منصب پر فائز ہوا، اور ڈیرہ غازی خان کے علاقے کے (جس میں کچھ حصہ ضلع مظفر گڑھ کا بھی شامل تھا) جنگل اور غیر آباد زمینوں کو آباد کرانا شروع کیا، چونکہ یہ ابتداً آبادی کا افسر بھی رہ چکا تھا۔ آبادی کے اصول سے ایسا ہی واقف تھا، جیسا کہ دیوان ساون مل صوبہ دار ملتان، اس نے کاشتکاروں کو ہر قسم کی رعایات دیں استمرار[1] و تخفیف وکسور، انعام و معافیات کے قواعد جاری کئے اور کئی نہریں کھدوائیں، چنانچہ نہر نور، دھگانہ، محمود واہ وغیرہ اسی کی یادگار ہیں اور نہر قادر واہ جو بالکل معمولی تھی اس کی توسیع کی جس سے ایک وسیع علاقہ آباد ہو گیا اور ملک کی آمدنی چند گنا بڑھ گئی، ملک کی آبادی کا بڑا ذریعہ نہریں تھیں اور نواب محمود خان کو ان کی تعمیر میں خاص قابلیت و تجربہ تھا، اس زمانہ میں ریاست کی آبادی و ترقی انتظامی قابلیت پر منحصر تھی اور نواب محمود خان اس میں ضرب المثل تھا۔ غازی خان نابالغ کا والد شیعوں کا حامی تھا، نسیم شاہ فقیر جو شیعہ مذہب کا مقلد تھا، مارا گیا تو اس نے اس کے قصاص میں ایک حنفی المذہب سید کو قتل کرایا، اس وجہ سے اس علاقہ کی اکثر رعیت اس خاندان کی جانی دشمن ہوگئی، نواب محمود خان گوجر فرقہ اہلسنت و جماعت سے تھا۔ وہ بھی اس صدمے سے دل شکستہ ہو گیا چونکہ یہ ایک مذہبی مناقشہ تھا، اس کا اثر رفتہ رفتہ تمام قلمرو ڈیرہ غازی خان میں پھیل گیا، اور تمام رعیت فساد پر آمادہ ہوگئی، نواب محمود خان نے ہر چند اس فتنہ کو فرو کرنا چاہا، مگر اس آگ کے شعلے اس قدر بلند ہو چکے تھے کہ نواب محمود خان کی تدبیر کی آبیاری سے

---

[1] استمرار تخفیف، کسور، انعام، معافی، یہ سب محصول زمین کے اقسام ہیں۔ استمرار کے لئے کسی زمین کا کم سے کم محصول مقرر کر کے معاہدہ کرنا کہ اس کو بھی بڑھایا نہیں جائے گا، جیسا کہ دوامی بندوبست تخفیف وکسور میں ایک حصہ مالیہ کا کم کیا جاتا ہے مثلاً اگر کسی زمین کا سالانہ محصول پانچ روپیہ ہو تو اس میں سے پانچواں یا چھٹا حصہ معاف کیا جاتا ہے۔ انعام کسی خدمت کی وجہ سے زمین کا محصول معاف کر دینا، معافی، کسی مذہبی مکان کی متعلقہ زمین کا مالیہ معاف کر دینا۔

Marfat.com

یہ جہان سوز شعلے نہ بجھ سکے۔ غلام شاہ کلوڑا نے جو اس وقت سندھ کا حاکم اور خاندان غازی خان کا دیرینہ دشمن تھا۔ ایسے موقع کو غنیمت سمجھ کر اس علاقہ پر حملہ کر دیا، ایسی حالت میں نواب محمود خان گوجر مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ غرض غازی خان دوم کو جو نابالغ تھا، غلام شاہ کلوڑا بلا مقابلہ 1173 ہجری میں قید کر کے سندھ لے گیا اور نواب محمود خان گوجر کو اس ملک کا حاکم مقرر کیا۔ اس نے 1/4 آمدنی حاکم سندھ کی خدمت میں بطور خراج پیش کرنا منظور کی، یہ نواب محمود خان کی عقلمندی تھی کہ اس نے 1/4 حصہ آمدنی ملک کو دے کر صلح کر لی ورنہ وہ اور غازی خان دونوں مارے جاتے کیونکہ رعایا برگشتہ تھی اور دشمن غالب۔

حقیقت الامر یہ ہے کہ اگر نسیم شاہ کے قصاص میں ایک احمد قتل نہ ہوتا تو یہ واقعہ پیش نہ آتا، اگر آتا تو نواب محمود خان دلیری اور بہادری سے غلام شاہ کلوڑا کا مقابلہ کرتا چونکہ نواب محمود خان گوجر کا اثر رعایا پر بوجہ اس کے رعایا پروری کے زیادہ تھا، اس لئے رفتہ رفتہ بہت سا علاقہ اس کے ماتحت ہو گیا اور اس کی حکومت کو لوگ غنیمت سمجھنے لگے، جب خاندان کلوڑا کا عمل دخل اس علاقہ سے اُٹھ گیا تو یہ ملک سلطنت خراسان کے ماتحت ہو گیا۔ جب نواب محمود خان طویل زمانہ حکومت کے بعد راہی ملک عدم ہوا تو اس کی جگہ نواب برخوردار خان اس کا برادر زادہ مسند نشین ہوا، چونکہ یہ ناتجربہ کار نواب تھا، پہاڑی بلوچ، ملک پر تخت و تاراج کرنے لگے، نواب برخوردار خان نے پہاڑ کی طرح جم کر مقابلہ کیا لیکن بلوچوں کا ٹڈی دل لشکر اس قدر بھاری تھا کہ نواب برخوردار خان کی فوج اس کے مقابلہ میں کوئی نسبت نہیں رکھتی تھی، آخر نواب برخوردار خان شہید ہوا اور گوجروں کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ نواب محمود خان کی منتظمانہ حکومت و دادگستری اب تک ضلع مظفر گڑھ و ڈیرہ غازی خان میں مشہور ہے۔

ریاست بھاولپور کی تاریخیں، نواب برخوردار خان کے قتل کی روایت اس طرح بیان کرتی ہیں کہ عطر خان کلوڑا اور عبدالغنی خان کلوڑا کے درمیان سخت

Marfat.com

عداوت تھی اور عطر خان کلوڑا عبدالغنی خان کے خوف سے جنگلوں میں جان بچا کر مارا مارا پھرتا تھا۔ نواب برخوردار نے عطر خان کو پناہ دی ۔وہ اس کے ہمراہ ڈیرہ غازی خان کو جا رہا تھا کہ نواب نور احمد خان ، خلف نواب محمود خان نے جو نواب برخوردار خان کی جانشینی سے ناخوش تھا۔ بلوچوں سے ساز باز کر لی اور ان کو ساتھ لے کر نواب برخوردار خان پر (جس کی جمعیت بہت کم تھی) حملہ کر کے اس کو شہید کر دیا، برخوردار خان کے شہید ہونے کے بعد عطر خان، گڑھی اختیار خان (جو ضلع جونپور ریاست بھاول پور میں واقع ہے) میں پناہ گزین ہوا۔ مگر عبدالغنی کلوڑا کے ہاتھ سے جو اس کے تعاقب میں تھا مارا گیا، نواب نور احمد خان گوجر کو بھی نواب برخوردار خان کے قتل سے کچھ فائدہ نہ ہوا اور اس کے خاندان کی ریاست برباد ہو گئی۔

اے سکندر نہ رہی تیری بھی عالمگیری
کتنے دن آپ جیا کس لئے دارا مارا

آخر جب نواب نور احمد خان کے پاؤں اس علاقہ میں نہ جمے تو ریاست بھاولپور میں چلا آیا چونکہ نواب زادہ تھا، نواب بھاول خان ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے اس کی بہت عزت کی اور اپنا مقرب بنا لیا رفتہ رفتہ معتمد علیہ ہو گیا۔

صادق التواریخ میں لکھا ہے کہ حضرت نواب بہاول خان نے مودت خان گھمرانی کی سرکوبی کے لئے جو ہمیشہ برسر پیکار رہتا تھا، نواب نور احمد خان کو مقرر کیا اور عبداللہ خان و عظمت خان کو اس کے ساتھ بھیجا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب نور احمد خان کی شجاعت وجاں نثاری پر نواب بھاول خان ثانی عرش آشیانی کو پورا پورا اعتماد تھا، اس لئے اس کو ایسے سرکش دشمن کے قتل کرنے کے لئے انتخاب کیا تھا۔

خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا، اب ہم اصل مطلب کی طرف رجوع کرتے ہیں، نواب محمود خان کی نسبت متعدد روایات مشہور ہیں، جب یہ شاہ خراسان کی طرف سے علاقہ ڈیرہ غازی خان کا صوبہ دار تھا، اس وقت یہ طریقہ تھا کہ صوبہ دار

Marfat.com

علاقہ خود دوسرے تیسرے سال دفتر شاہی میں حاضر ہو کر حساب پیش کرتا تھا چونکہ محمود خان بوجہ دیانت داری محاسبان شاہی کو کچھ رشوت نہیں دیتا تھا۔ اس لئے محاسبان دربار اس کو تنگ کرتے اور حساب میں ہندی کی چندی نکالتے تھے، حسب دستور جب نواب محمود خان دفتر شاہی میں حاضر ہوا تو اپنے صوبہ کا حساب دینے کے وقت شاہی سیاہہ[1] بھی دیکھا کرتا تھا۔ اس نے کئی جگہ محاسبان شاہی کی غلطی معلوم کی جب محاسبوں نے بادشاہ خراسان کی خدمت میں نواب محمود خان کی حسابی غلطیوں کی فہرست پیش کی اور بادشاہ نے دریافت کیا تو اس نے کہا آنرا کہ حساب پاک است از محاسبہ چہ باک۔

میرا حساب صاف ہے لیکن میں یہ ثابت کرتا ہوں کہ فلاں فلاں رجسٹر میں محاسبوں نے اس قدر روپیہ خورد برد کیا ہے، چنانچہ ایک لاکھ کے قریب محاسبوں پر بازیافت[2] قائم کی گئی، اور وہ عہدوں سے معزول ہوئے اس کے بعد کبھی نواب محمود خان کے فردات حساب پر اعتراض نہ ہوا، نواب محمود خان کی انتظامی قابلیت وفوجی لیاقت کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ وہ ڈیرہ غازی خان ایسے ضلع پر کامیابی سے حکمران رہا، اس کے عہد حکومت میں بلوچوں کے قبائل بزدار، مزاری، دریشک، لغاری، گورچانی، لونڈ، کھوسہ اور بگٹی بگسی وغیرہ سب اس کے رہین منت تھے اور دوستی اور اتحاد کی وجہ سے اس کی خاطر اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے تیار تھے۔ اب بھی بلوچ نواب محمود خان کی شجاعت و جوانمردی اور احسان ومروت کی تعریف کرتے ہیں۔

شاہ خراسان کو ایک دفعہ ایک مہم پیش آئی، تو اس نے نواب محمود خان کو طلب کیا، نواب محمود خان کے ساتھ اس کے فرزند فاضل خان و عاقل خان بھی مہم

---

[1] سیاہہ آمدنی اور خرچ کا رجسٹر۔

[2] بازیافت وہ رقم ہے جو حساب یا مطالبہ کی غلطی سے کسی شخص کے ذمہ نکلے اسی وجہ سے اس کو بازیافت کہا گیا ہے۔

Marfat.com

میں شریک تھے، جب وہ مہم سر ہوئی تو بادشاہ نے نواب محمود خان کو جاں نثار کا لقب عطا کیا اور محمد فاضل کا اللہ داد خان اور عاقل محمد کا مولا داد خان نام رکھا چنانچہ ڈیرہ غازی خان میں ان کے ناموں پر فاضل پور و عاقل پور، دو گاؤں آباد ہیں اور تیسرے فرزند نور احمد خان کا نام تبدیل نہیں ہوا، اس کے نام پر نور پور موجود ہے۔

نواب محمود خان کی ایک صاحبزادی مخدوم صاحب سجادہ نشین اوچ (واقعہ بھاولپور) کے عقد نکاح میں تھی، جن کے آستان عظمت نشان پر نواب اور بادشاہ زمانہ سر عقیدت خم کرتے تھے، چنانچہ مغلیہ خاندان کی ایک شہزادی جوندی بھی جس کا عظیم الشان روضہ[1] اب بھی موجود ہے، اس خاندان میں بیاہی گئی تھی، اب خاندان نواب محمود خان سے چند پریشان حال اشخاص چاچڑ ریاست بھاولپور اور ضلع ڈیرہ غازی خان اور سیت پور واقعہ ضلع مظفر گڑھ اور ملتان میں رہتے ہیں، ہم اس خاندان سے نواب زادہ سردار خان کو جانتے ہیں جو کچھ عرصہ تک ہمارے دفتر میں ملازم رہے ہیں اور اب وہ ملتان کے کسی دفتر میں محرر ہیں، نجابت و شرافت کے نشان ان کی پیشانی سے نمایاں ہیں۔ انہوں نے اپنے خاندان کے عروج و زوال کے حالات ایک رسالہ بیداد فلک میں شائع کئے ہیں۔

غبار گر بر آسمان رود ہما نا غبار ست و گوہر اگر در خلاب افتد ہما نا گوہرا

ڈیرہ اسمٰعیل خان

ڈیرہ اسمٰعیل خان میں گوجروں کی آبادی بہت کم ہے، بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے، ان کی وہاں کوئی ملکیت نہیں ہے، جس قدر ان کی تعداد پائی جاتی ہے اس کو عارضی سمجھنا چاہیے۔

---

[1] شاہزادی جوندی کا روضہ اوچ میں بڑا عالیشان ہے، دریائے سندھ نے نصف روضہ گرا دیا، باقی نصف موجود ہے۔

Marfat.com

ضلع ڈیرہ دون تعلقہ ٹملی

چھوکر گوت کے گوجروں کا یہ مختصر مگر زرخیز تعلقہ کوہ شوالک ضلع ڈیرہ دون میں ہے، آب وہوا کی خوبی اور سبزہ زاری کے اعتبار سے ایک دلکشا اور خوشنما خط ہے۔

اکثر لوگ سیر وشکار وتفریح کے لئے اس علاقہ میں جاتے ہیں، اس میں بڑے بڑے جنگل ہیں جن میں ہر قسم کا شکار پایا جاتا ہے، شکار کے شایقین اس صحرا کو بہترین شکار گاہ سمجھتے ہیں۔ 1959ء بکرمی میں اس خاندان کے دو اولوالعزم سردار پوہڈہ سنگھ اور لال کرن موضع تیتروں علاقہ گنگوو ضلع سہارنپور سے یہاں آئے اور اس دلکش سرزمین میں اقامت اختیار کی اور موضع ٹملی کی بنیاد ڈالی، رفتہ رفتہ یہ خاندان اس پاس کے علاقہ پر بھی متصرف ہو گیا اور اپنی مستقل ریاست قائم کر لی، یہ خاندان قدیم سے معزز چلا آتا ہے، جیسا کہ شاہان مغلیہ کے زمانہ میں قابلِ تکریم تھا ویسا ہی سرکار انگریزی کے عہد میں قابل تعظیم ہے۔

سردار پوہڈہ سنگھ کی کوئی اولاد نہیں ہے، سردار لال کرن کے سلسلۂ نسب میں سے موجودہ رئیس سردار بھگوان سنگھ ہے، جو ایک دانشمند بہی خواہ قوم ورعایا اور انتظام ریاست میں خاص قابلیت رکھتا ہے، اس کا کوئی فرزند نہیں ہے، صرف ایک لڑکی دیوی سیتہ وتی وارث ہے۔

اس تعلقہ کا دیوان چوہدری وتارام اور باجا نگل گوجر ہے، جو ایک قابل منتظم تعلیم یافتہ کھتولی ضلع سہارنپور کا رہنے والا ہے، اس خاندان کے مفصل حالات وشجرۂ نسب سردار بھگوان سنگھ رئیس کے پاس محفوظ ہیں، جس کی نقل آپ نے ہمیں بھی ارسال کی ہے، جس سے اس خاندان کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔

Marfat.com

(ر)

ریاست ہائے راجپوتانہ

مرد گوجروں کی تعداد ریاست ہائے راجپوتانہ میں بموجب مردم شماری 1921ء حسب ذیل ہو[1]۔

بیکانیر	761	کرولی	9236
کوٹہ	18064	جے پور	99636
ماہروال	11360	جھالاواڑ	2000
انور	24895	میوار	26392
اندور	11200	بھرت پور	24945
ٹونک	7008	گوالیار	55798
دھولیسور	12290	بوندی	9667

مؤلف: اس میں عورتیں شامل نہیں ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ عدد کسی افسر فوج کے نقشوں سے درج کئے گئے ہیں۔

ریاستہائے بالا میں دو بڑے فرقے گوجروں کے ہیں، اول لاڑ، دوم کھاری، لاڑ کی 29 شاخیں ہیں، جن میں پندرہ زیادہ مشہور ہیں، کھمبار، سنیساندہ، چور، بگدوال، بدانہ، ماوی، چاوڑی، یا چہاوڑی، چنڈیلہ، دھکر، مونن، کسانہ، چیچی، کولی، تنوار، کھٹانہ، لدھوڑ، بھیگہ، ڈسگہ، راوت، سرایت، ادھانہ ، اوانہ، بھملہ، کاری راجانہ، کوئر وال، ماوے، بدھوریہ۔

(از ٹرائبز اینڈ کاسٹز سنٹرل پراونسز جلد سوم)

---

[1] دوسرے نقشوں کے مقابلہ میں ان اعداد میں بہت فرق ہے، یا تو سال مردم شماری مختلف ہے یا کوئی اور وجہ ہے، بالعموم مردم شماری کے اعداد میں اکثر اختلاف ہے کیونکہ یہ باب مختلف سالوں کے گزیٹروں سے مرتب کیا گیا ہے۔ کسی میں کسی سال کی مردم شماری درج ہے کسی میں کسی سال کی، اس لئے اس پر اعتراض نہ کیا جائے، بہرحال ان کا اندراج فائدہ سے خالی نہیں۔ (مؤلف)

Marfat.com

ضلع رائے بریلی

مسلمانوں میں زیادہ تعداد گوجروں کی جن کی تعداد تقریباً 10 فیصدی ہے[1]۔ جو اودھ کے دیگر اضلاع سے نسبتۂ زیادہ ہے، البتہ سہارنپور و مظفر نگر سے نسبتۂ کم ہے۔

ان کی آبادی بالعموم سالوں اور مہاراج گنج کی تحصیلوں میں اچھی خاصی ہے۔ مواضع رکھا اور مہاراج گنج میں وہ بہترین کاشتکار ہیں اور کفایت شعاری سے اوقات بسر کرتے ہیں اور قوی دل اور جفاکش ہیں، بوجہ کاشتکاری ان کی عادات و خصائل میں بہت اصلاح ہوگئی ہے۔ رسوم شادی میں وہ اپنے بھائی بندوں سے کچھ زیادہ اختلاف نہیں رکھتے، ذہین و معاملہ فہم ہیں، مگر تعلیمی و مذہبی حیثیت سے بہت ہی گرے ہوئے ہیں۔

ضلع راولپنڈی

تحصیل گوجر خان میں گوجر کثرت سے آباد ہیں اور شائستہ کردار اور خوشحال ہیں، بہت سے نوجوان فوج میں ملازم ہیں اور جنگ یورپ میں انہوں نے اپنے جوہر شجاعت سے افسران فوج کو اپنی بہادری و تہور کا معترف بنایا ہے، یہاں کے نوجوان گوجر وجیہ، تنومند، متحمل اور محنتی سپاہی ہوتے ہیں۔ اس علاقے کے گوجر بوجہ ذاتی شجاعت کے فوجی ملازمت کے بہت شائق ہیں، ان میں سے فوج میں کئی جمعدار و صوبہ دار ہیں اور کئی پنشن پا کر وطن آ گئے ہیں، جن کے سینوں پر نقرئی وطلائی تمغے چمک رہے ہیں اور وفاداری کی اسناد نے ان کی شان امتیازی کو دوبالا کر دیا ہے ان کی سب سے بڑی آبادی اس سڑک کے جنوب میں ہے، جو چکوال سے مندرہ کو جاتی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم اکبر بادشاہ کے زمانہ میں گجرات سے اس جگہ آ کر آباد ہوئے ہیں۔

---

[1] بروئی امپیریل گزیٹیر آف انڈیا، جلد 21 صفحہ 28، گوجروں کی مردم شماری (13000) ہے۔

Marfat.com

مؤلف: یہ لوگ گجرات پنجاب کو اپنا وطن سمجھتے ہیں یہ غلط ہے، اگرچہ ضلع گجرات پنجاب سے بھی کچھ لوگ ضلع راولپنڈی میں جا کر آباد ہوئے، لیکن اکثر گجرات دُکن سے آئے اور کچھ افراد اس وقت سے یہاں مقیم ہیں جس وقت ہزارہ کے گوجر، ہری پور کے علاقہ میں آباد ہوئے تھے کیونکہ گکھڑوں سے ان کی چپقلش کی روایات بہت دیرینہ اور قابل اعتبار ہیں، یہ دوسری قوموں سے رشتہ نہیں کرتے، پہلے ان کی زبان گوجری تھی، مگر اب غیر قوموں سے اختلاط کے باعث تبدیل ہوتی جاتی ہے، خیال ہے کہ اب سے 50 سال بعد گوجری زبان بالکل مٹ جائے گی۔

ان کے قبضہ میں تقریباً 124 گاؤں ہیں اور یہ بمقابلہ دیگر قوموں کے بہتر کاشتکار ہیں، مگر ارائیوں سے کاشتکاری میں بہت پیچھے ہیں، فضول خرچی اور بہت سی بدعتیں ہنوز ان میں باقی ہیں، فوجی ملازمت اور شب و روز محنت سے جو روپیہ جمع کرتے ہیں، شادی کی رسوم میں اس کو اس طرح بیدریغ خرچ کرتے ہیں جس طرح انہوں نے یورپ کی جنگ عظیم میں اپنا خون بیدریغ بہایا تھا۔

اکثر افراد اصلاح اندیش نیکو کار ہیں اور چوری ڈکیتی کے جرائم کے دھبوں سے بالعموم ان کا دامن پاک و صاف ہے بحیثیت مجموعی ان کی زمین نسبتہً کم ہے، مگر جس قدر زمین کم ہے، اسی قدر محنت زیادہ ہے باوجودیکہ زمانے نے سب کو جگا دیا ہے، مگر ہنوز یہ خواب گراں میں مدہوش ہیں اور تعلیم کا شوق ان میں کم ہے، ان کے اکثر گاؤں ان کے گوتوں پر مشہور ہیں اور بعض مواضع میں یہ دوسری قوموں کے ساتھ محبت و اتفاق سے رہتے ہیں اور شرارت اور فتنہ سے طبعاً نفور ہیں۔

تاریخی شہر اس ضلع کا گوجر خان ہے، جس کو گوجروں نے آباد کیا تھا، مگر اب اس شہر میں گوجروں کی کوئی آبادی نہیں ہے، تحقیقات سے معلوم ہوا کہ پہلے یہ ایک مختصر بستی تھی اور اس میں گوجروں کے چند گھر تھے۔ البتہ اس کے گردونواح

Marfat.com

میں گوجروں کے بہت مواضع آباد تھے، اب گوجر خان کی حیثیت ایک قصبہ کی ہے اور تاریخوں میں اس کا نام گجرات کاٹھیاواراور گجرات کے برابر ہے، صرف گوجروں کے نام کی وجہ سے اس نے تاریخ میں جگہ پائی۔

ضلع راولپنڈی میں کوئی ایسا گوت گوجروں کا نہیں ہے، جس کو بالتخفیص لکھا جاوے، جو گوت ضلع گجرات میں ہیں وہی اس ضلع میں ہیں۔

ضلع رہتک

اس ضلع میں گوجر آٹھ پشت سے آباد ہیں مگر تحقیقی طور سے کسی خاص زمانہ کا پتہ نہیں لگتا کہ یہاں کب آئے، یہ اچھے کاشتکار ہیں، اُن کی دو بڑی شاخیں، کرانا، کھٹانہ ہیں، کرانا اپنے آپ کو راجہ کرن کی اولاد ظاہر کرتے ہیں ور کھٹانہ، تنور خاندان سے اپنا سلسلہ ملاتے ہیں یہ ضلع گوڑ گاؤں کے گوجروں سے عادات و خصائل میں مشابہ ہیں، بالعموم مالی حالت ان کی کمزور ہے، برکات تعلیم سے کلیۃً محروم ہیں۔

رتنا گیری اور سونت واوی

گوجروں کے گوت اس علاقہ میں پور داد، نیما، اوہاد، کھاڈا، شریمالی مشہور ہیں، گوجر تمام علاقہ میں اور خصوصاً واپولی، کھیڈ اور چیلوں میں پائے جاتے ہیں، وہ گجرات کے باشندے ہیں اگرچہ وہ اس ملک میں مرہٹی زبان بولتے اور سمجھتے ہیں، مگر ان کی مادری زبان جس میں وہ اپنا حساب رکھتے ہیں، گجراتی ہے وہ خوبصورت اور قومی ہیکل ہوتے ہیں ۔ عموماً پختہ مکانوں میں رہتے ہیں اور برہمنوں کا سا لباس پہنتے ہیں ۔ ان کی عورتیں اگدا کو (ایک قسم کا کپڑا) بجائے بائیں طرف کے دائیں طرف سے اوڑھتی ہیں، وہ خصوصیت کے ساتھ ترکاریاں کھاتے ہیں اور شام کے کھانے میں کبھی چاول استعمال نہیں کرتے اکثر روٹی کے

Marfat.com

ساتھ دال اور دودھ کھاتے پیتے ہیں، وہ تمام کے تمام غلوں، مسالوں اور کپڑوں کے تاجر ہیں اور قرض پر لین دین کرتے ہیں، بالعموم شہروں میں بودوباش رکھتے ہیں اور کبھی کبھی ادھر اُدھر گاؤں میں تنجپہ فروشوں کی طرح مختلف اشیاء لے کر فروخت کرتے پھرتے ہیں، وہ عام طور پر بہت اچھی حالت میں ہیں پوروادوں، نیموں، اُدمادوں کے علاوہ جو شراوک یا جین ہیں، وہ وشنو کی پوجا کرتے ہیں اور ولبھ چاری فرقہ میں شمار کئے جاتے ہیں، گجراتی برہمن ان کے جدا جدا خاندانوں کے علیحدہ علیحدہ مذہبی پیشوا ہوتے ہیں، وہ اکثر اپنے ہی قبیلہ میں شادی کرتے ہیں اور خاص حالات میں گجرات کے دوسرے خاندان میں بھی شادی کر لیتے ہیں، وشنو کی پرستش کرنے والے اپنے مذہبی سرپرست کی بہت تعظیم وتکریم کرتے ہیں اور اسے مہاراج کہتے ہیں، بسا اوقات بڑے بڑے شہروں میں جہاں تجارت کی منڈیاں ہیں، خرید وفروخت کے لئے چلے جاتے ہیں انہیں رتنا گیری میں رہتے ہوئے ایک صدی سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہے وانی گوجر اپنے رسم ورواج کے پورے پورے پابند ہیں اور دوسرے علاقوں کے وانی گوجروں سے راہ ورسم نہیں رکھتے کیونکہ یہ اپنے آپ کو ممتاز سمجھتے ہیں وہ ایک مخصوص جماعت ہے جو تمدن میں بہت ترقی کرتی جا رہی ہے، اپنے جھگڑوں کا تصفیہ ان ثالثوں سے کراتے ہیں جن کا انتخاب بھری مجلس میں کیا جاتا ہے، وہ اپنے بچوں کی اعلیٰ درجہ کی تربیت کرتے ہیں، عام طور پر یہ جماعت اخلاقاً مہذب اور بہمہ صفات موصوف ہے۔

(بمبئی گزیٹیر جلد 10 مطبوعہ 1880ء ص 120)

ریاست راج گٹ

اس ریاست میں گوجروں کی تعداد کچھ زیادہ نہیں ہے اور نہ ان کی کوئی طاقت ہے، کاشتکاری پر ان کا گزارہ ہے، ان کی تعداد (3000) ہے۔

(جلد 21 صفحہ 69، امپیریل گزیٹیر آف انڈیا)

Marfat.com

(س)

سوات بنیر

اس علاقہ میں گوجروں کی بہت بڑی تعداد ہے، جس کا اندازہ (61000) ہے، مردم شماری باقاعدہ نہیں ہوتی اور یہاں کے لوگ بہت نیک اور پابند صوم وصلوٰۃ ہیں، بہادر، قوی، ہیکل، مہمان نواز، راست باز ہیں۔ مولوی عبدالغفور علیہ الرحمۃ المعروف حضرت اخوند صاحب قادری علیہ الغفر ان سوات[1] بنیر[2] قوم کے گوجر تھے اور پنجاب سے سوات میں تشریف لے گئے، علمی فضائل و خدا شناسی اور حقیقت آگاہی کی وجہ سے اس نواح کے تمام خوانین حضرت کے معتقد ہو گئے، کوئی حکم حضرت کا ایسا نہیں ہوتا تھا، جس پر خوانین سوات بنیر، سر تسلیم خم نہ کرتے ہوں۔ اگرچہ مختلف علاقوں کے خوانین اپنی اپنی ریاست کے خود مختار حاکم ہیں لیکن حقیقت میں ان سب پر حضرت اخوند صاحب حکمران تھے، آپ ہی کا شرعی فتویٰ بمنزلہ قانون تھا، آپ اپنے اعمال وافعال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو اپنے سامنے رکھتے اور اس پر چلنے کی کوشش فرماتے، احکام الٰہی کے سوا آپ کی کوئی حکومت وسیاست نہ تھی، آپ کے دو صاحبزادے تھے جو اپنے والد کے اوصاف کے جامع تھے، بوجہ ان کے تقدس کے تمام لوگ آستانہ عظمت پر گردن عقیدت خم کرتے تھے، صاحبزادگان نے بھی کوئی سلطنت قائم نہیں کی آپ کے پوتے حسب ذیل ہیں۔

سید بادشاہ، امیر بادشاہ، شیریں شہزادہ، گل شہزادہ۔ اس وقت سوات ایک باضابطہ ریاست ہے اور اس کا نظم ونسق گل شہزادہ کے ہاتھ میں ہے۔ حضرت

---

[1] مادۂ تاریخ وفات اخوند صاحب یغفرہ ہے۔

[2] بعض تاریخ کی کتابوں میں سواد نبیر اور بعض میں سوات بنیر لکھ ہے دال اور تا یا ہم تبدیل ہو جاتے ہیں۔ 1295ء

Marfat.com

اخوند صاحب کو حافظ محمد شعیب صاحب سے (جو علاقہ پشاور میں رہتے تھے) بیعت حاصل تھی۔ حافظ صاحب قادری خاندان کے سجادہ نشین تھے، حضرت اخوند کے مرید بہت ہیں، مگر مشہور خلفاء جن کا نام ہم کو تحقیقات سے معلوم ہوا ہے حسب ذیل ہیں۔

حضرت مولانا نجم الدین المعروف بہ ملا ہڈا، حضرت سید فضل شاہ الہ آبادی، حضرت قاضی سلطان محمود علیہ الرحمہ آہی آوان ضلع گجرات، حضرت مُلا صاحب مانکی والا، مولانا فقیر اللہ ساکن بھنوڑ، علاقہ کوہ مری، حضرت میاں فضل الٰہی ساکن حصرو علاقہ کیمل پور۔

حضرت صاحب نے باشندگانِ سوات میں شریعت اور معرفت کی ایسی روح پھونکی ہے کہ ہر ایک شخص دین اور ملت کے نام پر فدا ہے، یہ اسلامی حکومت کا ایک نمونہ ہے، اس کا دارالخلافہ موضع سیدو ہے، جو معمولی قصبہ ہے، حضرت علیہ الرحمۃ کا گوت کٹھانہ تھا، کہتے ہیں کہ حضرت ضلع ہزارہ سے بغرض تبلیغ سوات بنیر میں تشریف لے گئے تھے۔

ضلع سیالکوٹ

ابتداء میں گوجر مواشی چراتے تھے، مگر اب اچھے کاشتکار ہیں اور زراعت سے خاص دلچسپی رکھتے ہیں اس قوم کے جوان خوبصورت و جری و باہمت ہوتے ہیں، جاٹوں اور گوجروں میں بظاہر کوئی امتیاز نہیں ہے گوجر پُر امن، خاموش، کاشتکار ہیں، تعلیم میں بہت پیچھے ہیں، کاشتکاری میں دوسری قوموں سے کم نہیں ہیں۔ ان کے متعدد گوت ہیں مگر رتبہ میں سب برابر ہیں، فرق صرف مالی حیثیت کا ہے۔

اس ضلع میں سمبڑیال ایک مشہور قصبہ ہے، منشی امین چند اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بندوبست ضلع سیالکوٹ کی تاریخ میں قصبہ سمبڑیال کی نسبت ایک

Marfat.com

دلچسپ واقعہ لکھا ہوا ہے یہ قصبہ سیالکوٹ سے جانب شمال سات میل کے فاصلہ پر آباد ہے، اس میں 864 گھر اور 132 دکانیں آباد ہیں[1]۔ باشندوں میں 1504 ہندو اور 2360 مسلمان ہیں، ابتدائی آبادی کا حال اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ تخمیناً 500 سال کا عرصہ ہوا اس ویران جنگل میں رانی سنبلیا جو گوجر قوم کے ایک سردار کی لڑکی تھی۔ مواشی چرانے کے واسطے سرحدی شمالی اضلاع کی طرف سے آ کر فروکش ہوئی، کچھ عرصہ کے بعد اس نے مکان وغیرہ تعمیر کرائے جس سے یہ ایک اچھی خاصی بستی ہوگئی۔ رانی کے نام پر اس گاؤں کا نام سنبلیال ہوا، چونکہ حرف لام اور راء ہندی زبان میں باہم بدل جاتے ہیں اس لئے سنبڑیال ہوگیا اور قاعدہ ہے کہ ن کو م سے تبدیل کر دیتے ہیں، سنب سم اور دُم کو دنب، کہا جاتا ہے، ان تبدیلیوں کے بعد سمبڑیال ہوگیا۔ جب رانی سنبلیا مع مواشی واپس چلی گئی تو یہ جگہ ویران ہوگئی، عہد سلطنت چغتائیہ میں مسمی رن مل قوم جٹ، گوت گھمن جو راجہ گھڑھ مکیا کے خاندان سے تھا، عتاب شاہی سے کسی طرح قید ہوگیا اور مدت تک قید رہا۔

ایک روز بادشاہ شکار کو نکلا وہ بھی کسی طرح ساتھ ہولیا، ناگہان جنگل سے شیر نمودار ہوا۔ بادشاہ نے اپنے بہادروں کو حکم دیا کہ کوئی ہے جو اس کے مقابلے کو نکلے، سب ڈر گئے مگر رن مل نے تلوار نیام سے نکال کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ راجہ نے اس بہادری کے صلہ میں اس کو قید سے رہا کر دیا اور اس غیر آباد گاؤں کی ملکیت بھی عطا کی۔ اس نے اس گاؤں کو از سر نو آباد کر کے اس میں اپنی سکونت اختیار کی، اس وقت سے اس کی آبادی روز بروز بڑھتی جاتی ہے یہاں کی کوئی خاص چیز یا مکان مشہور نہیں ہے۔ البتہ یہاں کا ایسا خاندان نظمی مشہور ہے، جو خوشنویسی اور فارسی متعارف کتابوں گلستان، بوستان، ابو الفضل وغیرہ کی تعلیم دیتا ہے۔

---

[1] اب تو یہ بہت بڑا قصبہ ہوگیا ہے اور آبادی بہت بڑھ گئی ہے۔

Marfat.com

ریاست سکیت

پہاڑی گوجر سب کے سب مسلمان ہیں اور مواشی چراتے ہیں، کاشت کی طرف کم متوجہ تھے مگر اب اس کو مفید سمجھ کر اس کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں گھی اور دودھ کی تجارت پر بسر اوقات کرتے ہیں، منڈی میں ہندو گوجر بھی ہیں، ان کے گوت کھٹانہ، چوہان، چیچی، گورسی، برکٹ، پسوال، کولی وغیرہ ہیں۔ یہ آپس ہی میں شادی کرتے ہیں اور بچپن کی شادی کو بُرا سمجھتے ہیں کیونکہ اگر لڑکی بچپن میں بیوہ ہو جائے تو والدین کے لئے وہ مصیبت بن کر گلے کا ہار ہو جاتی ہے لیکن اب ان میں بیواؤں کی شادی کا بھی رواج ہو چلا ہے۔

سلطان پور

مسلمان گوجروں کی بڑی تعداد اس ضلع میں پائی جاتی ہے اور یہ محنتی اور باہمت کاشتکار ہیں، زیادہ تر جگدیش پور، گوراجا اور میتھی میں آباد ہیں۔

ضلع سہارنپور

اس ضلع میں گوجروں کی تعداد 88855 یا ہندو آبادی کا 7,5 فیصدی ہے، وہ قریب قریب تمام علاقہ میں اگرچہ یکساں پھیلے ہوئے ہیں، لیکن ناکور اور دیوبند کی تحصیلوں میں ان کی تعداد زیادہ ہے اور خاص تحصیل سہارنپور[1] میں مقابلۃً کم ہیں، مگر غربی اضلاع میں ان کی کثرت ہے اور خاص کر قسمت میرٹھ میں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے، اگلے زمانہ میں سہارنپور وغیرہ گجر دیس کے نام سے

---

[1] یوپی میں مسلمان گوجر غیر معمولی طاقت رکھتے ہیں۔ ان کی تعداد 20234 ہے، ان کی بڑی تعداد نکوڑ اور سہارنپور کی تحصیل سے آئی ہے۔ رڑ کی علاقہ میں یہ بہت تھوڑی تعداد میں پائے جاتے ہیں، جہاں انہوں نے اپنے آباء واجداد کا مذہب ابھی تک قائم رکھا ہے۔ ان کی خاص کوئی صفت نہیں ہے کیونکہ رسوم میں ہندو بھائیوں سے کچھ زیادہ فرق نہیں رکھتے۔

Marfat.com

مشہور تھا، موجودہ وقتوں میں اس علاقہ کے تین حصے سمجھے جاتے ہیں، اول دریائے گنگا کا نچلا حصہ جو مشرق کی طرف ہے اور گھر کے نام سے مشہور ہے، دوم جمنا کا حصہ جو رایوتولا کے نام سے معروف ہے۔ سوم: وسطی حصہ جو گجرات کے نام سے موسوم ہے، جس میں گنگوہ، رام پور اور نکوڑ کے پرگنے اور مظفر نگر کے ملحقہ علاقے بھی شامل ہیں اور اسی سبب سے ضلع سہارنپور کے گوجر عام طور پر مالک زمین ہیں، لنڈ ہورا کی جاگیر بھی انہیں کی ملکیت میں شامل ہے جس کا ذکر بعد میں کیا جائے گا، ان کے قبضہ میں بہت وسیع املاک ہیں کیونکہ وہ بہ نسبت دوسری قوموں کے اچھے کاشتکار ہیں، دیوبند کی تحصیل میں سب سے زیادہ مقتدر ہیں، مگر وہ کسی قدر ناقص کاشتکار ہیں، گوجر خاندان کے افراد بڑے جوشیلے ہیں، ادنیٰ ادنیٰ بات پر جھگڑ بیٹھتے ہیں اور قانون کی کچھ پروا نہیں کرتے، ان کا دعویٰ ہے کہ وہ بیرونی ممالک سے آئے ہیں اور اکثر اپنے کو راجپوت بتلاتے ہیں اور ان کا یہ دعویٰ حقیقت اور دلائل پر مبنی ہے کیونکہ جدید تحقیقات سے ثابت ہو چکا ہے کہ پرانے زمانے کے گوجر موجودہ زمانہ کے گوجر اور پرہار راجپوتوں کے بزرگ تھے اور یہ دونوں ایک ہی ہیں، جنرل کنگھم ان کو یوچی خاندان سے وابستہ کرتا ہے، جو شرقی تاتار کی ایک قدیم قوم ہے، وہ بیان کرتا ہے کہ یہ تاتار سے افغانستان میں آئے، جہاں سفید ہنوں نے ان کو مغلوب کیا، پھر وہ چراگاہوں کی تلاش میں پنجاب چلے آئے، کچھ زمانہ کے بعد مسلمان بادشاہوں نے ان کو مشرق کی طرف ہٹا دیا۔ 1540ء میں انہوں نے اپنی طاقت و شوکت کا اس قدر اظہار کیا کہ شیر شاہ کا قافیہ تنگ کر دیا اور وہ ان پر حملہ آور ہوا۔ نائن سنگھ اور رام پال نے لندھورا اور پرچھت گڑھ کی جاگیریں اٹھارہویں صدی کے وسط میں حاصل کیں۔ اس زمانہ سے پہلے ان کا کوئی ملکی اقتدار نہیں تھا، اس ضلع کے گوجروں کے بہت گوت ہیں، جو راجپوتوں سے ملتے ہیں، ان کا بڑا سردار کھوبر ہے، جس سے لندھورا خاندان کا تعلق ہے اس کے علاوہ قابل الذکر بٹار خاندان ہے، جو باونی (یعنی 52 گاؤں)

Marfat.com

کے علاقہ واقعہ گنگوہ اور لکھنوتی پر قابض تھا، علاوہ اس کے چھوکر[1] ہیں۔ جواب تک تیترون کے قریب بارہ بستیوں کے مالک ہیں جن کے صدر مقام کو چھوکر کلان کہتے ہیں۔

ریاست لندھورا واقع ضلع سہارنپور

یہ ریاست اگرچہ اپنے اصلی و ابتدائی رقبہ کا صرف ایک جزو ہے مگر پھر بھی ضلع کی تمام ریاستوں سے بڑی ہے، اس کی اصل اور ابتداء کی نسبت کوئی حوالہ نہیں ملتا، البتہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ مغربی پرگنہ میں کُہبار گوت کے سرداروں کے ماتحت بہت مدت تک گوجر حکمران رہے ہیں، سب سے جو رئیس حکمران ہوا۔ وہ چودھری منو ہر سنگھ تھا، اس کو روہیلہ حاکم نجیب الدولہ نے 1759ء میں 505 گاؤں اور 31 بستیوں کی جاگیر مقرری پر مرحمت کی تھی، یہ جاگیر کوئی نیا عطیہ نہ تھا، بلکہ اس کی قدیم ملکیت کو سرکاری طور پر تسلیم کیا گیا تھا، نجیب الدولہ اس وقت اپنے دوآبہ کے مقبوضات کو مستقل اور مجتمع کرنے کی کوشش کر رہا تھا، گوجر سردار نجیب الدولہ کے مددگار و معاون تھے۔ منو ہر سنگھ کے بعد لال کنوار اور بدھ سنگھ حکمران ہوئے، ان کے بعد راجہ رام دیال فرمان روا ہوا۔ جو 1030ء میں انگریزوں کی حکومت کے وقت 794 گاؤں اور 36 بستیوں پر قابض تھا، گذشتہ 50 سال میں ان ریاستوں کی نمایاں ترقی، گوجروں کی طاقت کو ظاہر کرتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہر جگہ انہوں نے بہ نسبت دوسری قوموں کے مرہٹوں اور روہیلوں کی حکومت کے ماتحت ملک کی پرآشوب حالت سے سب سے زیادہ فائدہ اٹھایا راجہ جو فی الحقیقت راجگی کا مستحق تھا، 111597 روپیہ ادا کرتا تھا، اس قسم کا اجارہ اصطلاحاً مقرری کہلاتا ہے اور یہ مقرری راجہ کے حین حیات تک تھی، فہرست جائیداد مرتبہ 1810ء سے ظاہر ہے کہ راجہ فی الحقیقت 496 گاؤں اور 31

---

[1] ضلع گجرات میں بھی گوجروں کا ایک گوت چھوکر ہے اور ان کا موضع چھوکر ہے۔

Marfat.com

بستیوں کا مالک تھا، 35 گاؤں اور 5 بستیاں خاندان کے دوسرے لوگوں کے پاس تھیں، باقی 263 گاؤں میں کوئی مالک نہ تھا۔ راجہ رام دیال 28 مارچ 1813ء کو مر گیا اور اس سال کا معاملہ زمین کاشتکاروں سے وصول کیا گیا، جب مسٹر چمبر لین مہتمم بندوبست نے باقاعدہ بندوبست شروع کیا تو ان کو معلوم ہوا کہ جاگیر میں 887 گاؤں اور 36 بستیاں ہیں، مگر راجہ کے ورثہ اورنگ زیب اور محمد شاہ کے سندات عطیات کی بنا پر 596 گاؤں اور تمام بستیوں کے دعویدار ہیں، مسٹر چمبرلین نے یہ خیال کیا کہ فرامیں جاگیر جعلی معلوم ہوتے ہیں اور راجہ اور اس کے اجداد نجیب الدولہ کے عطا کردہ گاؤں کے حقیقی قابض نہ تھے، اس لئے قبضہ کی بناء پر راجہ کے ورثاء سے ان بستیوں کے بارہ میں گفت وشنید ہوئی، جہاں جہاں اس خاندان کے ورثا نے دوسرے لوگوں کو حقوق دے دیئے تھے، وہاں قابضان زمین پر براہ راست مالگزاری تشخیص کی گئی، بعض مواقع کی نسبت جو نجیب الدولہ کی عطا کردہ جاگیر میں شامل تھے، ان کے کچھ دعویدار پیدا ہو گئے تھے جن کے حقوق ملکیت تسلیم کر لئے گئے تھے، مگر اس کا عملدرآمد سرکاری کاغذات میں اس وجہ سے کچھ عرصہ تک ملتوی رہا کہ 1810ء کی فہرست کے مطابق راجہ ان تمام مواضع پر عرصہ سے قابض تھا اور یہ گاؤں مدت تک اس کے اہتمام وانتظام میں رہے تھے، اس امر کے باوجود یہ حکم دیا گیا کہ تمام جاگیر کے دعاوی کی تحقیقات کر کے جلد فیصلہ کر دیا جائے۔

تعلقہ تھٹکی

یہ جاگیر پانچ چھوٹے تعلقوں پر مشتمل تھی، جو راجہ نے اپنے رشتہ داروں کو دیئے تھے، یہ تقسیم بدستور سابق بحال رکھی گئی، رام دیال کا بڑا بیٹا سوائے سنگھ تھا، جو باپ کی زندگی میں ایک بیوہ مسماۃ رانی سدا کنوار کو اور دوسری رانی سے ایک بیٹے مسمیٰ بدن سنگھ کو چھوڑ کر مر گیا تھا، راجہ کا ایک اور بیٹا خوشحال سنگھ

Marfat.com

تھا جسکی ماں رانی دھنکوار تھی، ان دونوں بھائیوں میں باقی ماندہ دیہات کی تقسیم کی نسبت جھگڑا ہوا، یہ جھگڑا آخر کار نائن سنگھ پر پچھت گڑہ واقعہ میرٹھ کے گوجر سردار کی ثالثی سے فیصل ہوا، تعلقہ تھٹکی خوشحال سنگھ کو دیا گیا اور باقی ماندہ تعلقے تقسیم کر کے رانی سدا کنوار اور بدن سنگھ کو دیئے گئے، تھٹکی کی جاگیر میں جس کا نام پرگنہ دیوبند کے ایک گاؤں پر مشہور ہو گیا ہے، 239 گاؤں اور چند بستیاں تھیں، جس کا معاملہ 190475 روپیہ سالانہ قرار دے کر رانی دھن کنوار سے قبولیت نامہ داخل کرایا گیا، مگر 1817ء کی تشخیص جدید میں یہ معاملہ زمین زیادہ سمجھا گیا اور اضافے کا روپیہ معاف کر کے جمع کا بھی گیارہواں حصہ کم کیا گیا، تقریباً 173405 روپئے مقرر ہوئے ، دوسرا بندوبست سات سال کے لئے کیا گیا، یعنی 1818ء سے 1824ء تک جس میں یہ دونوں سال شامل تھے، رانی نے 1817ء کی جمع کو قبول کیا، مگر بعد میں انکار کر دیا ، اب کلکٹر کو ہر ایک موضع کی الگ الگ تشخیص کرنے کی ہدایت ہوئی، رانی نے یہ سمجھ کر کہ جائیداد ہاتھ سے جاتی ہے، معاہدہ منظور کرنے کی درخواست دی، جس پر مسٹر روز سینیر ممبر آف دی بورڈ آف ریونیو نے خود جاگیر کا معائنہ کیا اور یہ معلوم کر کے کہ بہت سے رقبے اس لئے بنجر پڑے ہیں کہ آئندہ بندوبست میں معاملہ زمین کم ہو جائے رانی کی درخواست یہ کہہ کر نامنظور کر دی کہ چونکہ رانی نے خود معاہدہ پر قائم رہنے سے دست برداری لکھ دی ہے، اس لئے اب کچھ نہیں ہوسکتا، زمینداروں پر جو ہر وقت اپنے حصول ملکیت پر زور دیتے رہے ہیں، براہِ راست مالگزاری تشخیص کی جائے، نیز چوہدری خوشحال سنگھ کا معاہدہ اب تک بحال ہے، اس کو معافی کے 15 گاؤں کے علاوہ باقی ماندہ دیہات پر پانچ فیصدی مالکانہ دیا جائے، یہ تجاویز اس شرط پر منظور کی گئیں کہ مالکانہ کی منظوری دائمی نہیں ہے، حق مالکانہ اس کے مرنے پر ضبط کیا جائے گا، اس عرصہ میں یہ بھی فیصلہ ہو گیا کہ حقِ ملکیت گاؤں کے زمینداروں کا ہے، رانی دھن کنوار کے بیٹے کی وفات کے بعد اس کے پاس معافی کے گاؤں

Marfat.com

رہ گئے۔ خوشحال سنگھ نے لاد کنوار کے ساتھ جونتھا سنگھ سردار پرچھت گڑہ کی لڑکی تھی، شادی کر لی اور اس طرح اس کی تمام جائیداد کا مالک ہو گیا، 1836ء میں رانی دھن کنوار کے مرنے پر لاد کنوار کے ہاتھ انتظام آیا۔ اس نے مالکانہ کی بحالی کے لئے جو ضبط ہو گیا تھا، مرافعہ (اپیل) کیا، مگر کوئی کامیابی نہ ہوئی، لاد کنواری 1849ء میں مر گئی اور پرچھت گڑہ کی جائیداد پر ہربنس سنگھ قابض ہو گیا، سرکار نے معافی ضبط کر لی اور معاملۂ زمین کی تشخیص زمینداروں پر کی گئی۔

تعلقہ جبرہیری

رانی سدا کنوار کی جاگیر کو جو تعلقہ جبرہیری کہتے ہیں، اس میں 49 گاؤں ہیں، ان میں سے گیارہ گاؤں کی نسبت اس نے معاہدہ پورا کرنے سے انکار کر دیا اور باقی مواضع پر (24162) روپے محصول دینا منظور کر لیا، اس مالگزاری میں بھی تعلقہ تھٹکی کی طرح کمی کی گئی اور 1882ء میں مسٹر روز کی سفارش پر اس کی جاگیر بحال رہی کیونکہ اس کا انتظام تسلی بخش تھا اور گاؤں کی پنچایتیں خوش تھیں، لیکن ساتھ ہی یہ بھی حکم ہوا کہ زیر قاعدہ 17 ایکٹ 1882ء اس کا بندوبست موضع وار کیا جائے، جس کو مسٹر ٹرنر نے مکمل کیا اور اس پر عملدرآمد 1883ء میں ہوا لیکن چونکہ رانی دھن کنوار اس کا بخوبی انتظام نہیں کر سکتی تھی، ایک جدید معاہدہ کیا گیا جس کی رو سے رانی دھن کنوار بالاشتراک معاملہ[1] زمین کی ذمہ دار ہوئی اور اس کے عوض نقدی منافع کا نصف دیا جانا منظور کیا گیا، یہ عجیب معاہدہ رانی دھن کنوار کی موت کے بعد تک قائم رہا لیکن اب تک بندوبست کے کاغذات نامکمل تھے، کیونکہ نہ تو کوئی معاملہ زمین کی باقاعدہ تشخیص کی گئی تھی اور نہ رانی کے حقوق کا فیصلہ کیا گیا تھا، 1836ء میں مسٹر تھارنٹن نے جو بندوبست کی

---

[1] معاملۂ زمین ایک اصطلاحی لفظ ہے، جو قانونِ مال میں استعمال ہوتا ہے، مراد اس سے وہ روپیہ یا جنس ہے جو سرکار مالکان یا موروثیان سے وصول کرتی ہے۔

Marfat.com

نظر ثانی کرنے پر مقرر ہوا تھا، 14 مواضعات کی ملکیت اور 4 مواضعات میں دس فیصدی حق مالکانہ کا فیصلہ بحق رانی صادر کیا اور باقی تمام معاہدات دیہات کے قابضان زمین سے واپس کرا دیئے۔

بلیدھ

تیسرا تعلقہ بدن سنگھ کا حصہ بلیدھ کہلاتا ہے، اس میں 24 گاؤں تھے، بدن سنگھ نے ان میں سے 20 کا معاملہ زمین دینا منظور کیا، مگر وہ معاہدہ کو پورا نہ کر سکا اور 1819ء میں تعلقہ کے متعلق مالکان دہ سے براہِ راست معاہدہ کیا گیا، صرف بلیدھ جہاں راجہ کی سکونت تھی اس معاہدہ سے خارج سمجھا گیا۔

چھوٹے تعلقے

دوسرے پانچ تعلقے جو خاندان کی مختلف شاخوں میں تقسیم کئے گئے، ان کی بھی تاریخ تقریباً وہی ہے، وکنھ واقع پرگنہ بھگوان پور میں 24 مواضع تھے۔ ان کی نسبت معاملہ زمین کا معاہدہ کورا سنگھ اور اس کے بعد 1819ء میں اس کے لڑکے ریجا سنگھ سے کیا گیا، موخر الذکر نے 1824ء میں ایک فتنہ کھڑا کیا، جس کی بابت ضلع کی تاریخ دیکھنی چاہیے وہ وکنھ کے حملہ میں مارا گیا اور اس کی جاگیر مالکان دیہہ کو دے دی گئی۔

تعلقہ وادری

وادلی کا تعلقہ بھی بھگوان پور میں ہے، اس میں 32 مواضع اور دو بستیاں ہیں، اس کا معاہدہ تشخیص[1] گلاب سنگھ کے ساتھ ہوا جس کا بیٹا 1819ء میں معاہدہ میں شامل تھا، لیکن بعد میں معاملہ ادا نہ کر سکا جس کی وجہ سے دوسرے سال موضع وار بندوبست کیا گیا۔

---

[1] تشخیص ایک اصطلاحی لفظ ہے۔ سرکاری حصہ کی بروئی آمدنی چند سال نسبت قائم کرنا۔

Marfat.com

تلہڑی

علاقہ تلہڑی رانی دیا کنوار بیوہ تخت سنگھ کے قبضہ میں تھا اور اس میں 24 گاؤن تھے اور دو بستیاں ناگل اور دیو بند کے پرگنہ میں تھیں، ان کے واسطے رانی نے 16941 روپئے پر 1818ء میں عارضی معاہدہ کیا، جو دوسرے سال کم کر کے 15000 روپئے کر دیا گیا، اس نے انتظام ایک کاشتکار کے سپرد کیا، جس کی دست درازیوں کی شکایت کو سن کر مسٹر روز نے 1882ء میں معاہدہ کو منسوخ کر کے مالکان کے ساتھ براہِ راست معاہدہ کیا، تلہڑی کا علاقہ تا حیات رانی کے پاس رہا اور ساتھ ہی اس کے سات گاؤں میں 5 فیصدی مالکانہ کا حق بھی قائم کیا گیا۔

تعلقہ جٹول

واقع پرگنہ ناگل میں 45 مواضع اور 13 بستیاں شامل تھیں جو کورا سنگھ کے قبضہ میں تھیں، مگر اس نے معاہدہ سے انکار کیا اور پھر زمینداروں سے براہِ راست معاہدہ کرنا پڑا، ایسا ہی حال چاندیری کا ہوا، جس میں 42 مواضع اور دو بستیاں واقعہ پرگنہ ہاردار ہیں جس پر بساون سنگھ قابض و متصرف تھا۔

ہربنس سنگھ کا زمانہ

یہ امر تو ہر طرح سے واضح ہے کہ جب ہربنس سنگھ قابض ہوا تو لندھورا اور پرتھچھت گڑھ کی جاگیروں میں بہت کچھ کمی واقع ہو چکی تھی، وہ 1815ء میں ایک نابالغ بیٹا، رگھبیر سنگھ چھوڑ کر مر گیا اور اس کی جائیداد کورٹ آف وارڈس کے سپرد کی گئی یہ جاگیر 38 مواضع پر مشتمل اور اس کی آمدنی 26000 روپئے تھی، لیکن غدر 1857ء میں راجہ کی وفاداری کی وجہ سے 11 مواضع جدید عطا کئے گئے اور ان کے علاوہ 2 گاؤں راجہ نے خرید کئے، جملہ 13 گاؤں کا اضافہ ہو گیا۔

Marfat.com

جاگیر 1867ء میں واگزار ہوئی، دوسرے سال اپریل میں رگھبیر سنگھ مشکوک حالات میں مر گیا اور اس کے چند دن بعد اس کا لڑکا جگت پرکاش بھی راہی ملک عدم ہوا، جاگیر کا انتظام کمال کنوار رگھبیر سنگھ کی والدہ، اور دھرم کنوار اس کی بیوہ کے ہاتھوں میں آیا، موخرہ الذکر ہوشیار رانی تھی، قابض ہو کر کارندوں کے ذریعہ جاگیر کا انتظام کرتی رہی، مواضع کی زیادہ تعداد کاشتکاروں کے پاس مستاجری پر تھی، اپنے خاوند کی وفات پر اس نے دلیپ سنگھ کو جو رگھبیر سنگھ کی والدہ کا رشتہ دار تھا متبنیٰ کیا، لیکن چونکہ وہ دوسری گوت سے تھا، برادری نے اعتراض کیا اس لئے تنبنیت منسوخ کر کے دلیپ سنگھ کو بطور معاوضہ کچھ نقدی دے دی۔ 1874ء میں ایک شخص نے جو اپنے آپ کو رگھبیر سنگھ ظاہر کرتا تھا، بہت تشویش پیدا کی وہ کہتا تھا کہ اس کو زہر دیا گیا تھا اور وہ نامکمل طور پر جلایا گیا تھا، اس لئے وہ بچ گیا، تحقیقات سے وہ جھوٹا ثابت ہوا اور قید کیا گیا، اس کے بعد رانی نے بلونت سنگھ کو متبنی کیا مگر بعد میں منسوخ کر دیا جس پر مقدمہ بازی شروع ہوئی، ہائی کورٹ نے تبنیت کو بحال رکھا، اس ضلع میں اس وقت اس خاندان کی جائیداد 5 گاؤں پر مشتمل ہے ان کے علاوہ 24 دیگر مواضع کے حصص بھی اس میں شامل ہیں، جو پرگنہ گنگوہ کے سوا تمام پرگنوں میں واقع ہیں، ان تمام دیہات و حصص کا رقبہ 139535 ایکڑ اور معاملہ زمین 37709 روپیہ ہے، پرگنہ منگلور میں 14 گاؤں اور 16 حصے راول پور میں 6 گاؤں اور 5 حصے فیض آباد میں 17 گاؤں اور 5 حصے، دیوبند میں 3 مواضع اور دو حصے، ناگل میں 4 گاؤں، سلطان پور میں ایک گاؤں، رام پور میں ایک گاؤں اور 2 حصے رڑکی میں 6 حصے بھگوان پور میں ایک حصہ اور اس کے علاوہ سہارنپور، ہاروار، ناگور، سردھنہ میں بھی چند مواضع و حصص ہیں، ان ریاستوں میں حسب ذیل آمدنی کے رقبے بھی شامل ہیں۔

Marfat.com

نام ضلع	آمدنی زمین
میرٹھ	421122
بجنور	10823
مظفر نگر	7943
بلند شہر	2060

یہ تعداد و حالات ہم نے گزیٹیر وغیرہ سے اخذ کئے ہیں، ممکن ہے کہ زمانۂ حال میں اس میں تغیر و تبدل ہوا ہو۔ اس وقت لندھورا کے رئیس اعظم لفٹنٹ راجہ بلونت سنگھ بہادر ہیں جو قابل اور معاملہ فہم رئیس ہیں۔ جنگ عظیم کی خدمات کے صلہ میں گورنمنٹ نے عطائے جاگیر وغیرہ سندات سے راجہ موصوف کا اعتراف کیا ہے۔ راجہ بذاتہ شریف اور خیر خواہ قوم ہے۔ ان کے علاوہ اس ضلع میں چند ایک قابل ہستیاں گوجر قوم کی مشہور ہیں جو اپنی قوم کی ترقی و اصلاح رسوم و علم و تہذیب و تمدن و اقتصاد میں پُر جوش و سرگرم کوشش کر رہی ہیں۔ قومی رسائل شائع کئے جاتے ہیں، قومی انجمنیں قائم ہیں۔ سالانہ جلسے منعقد ہوتے ہیں جس میں ہزاروں مقتدر و معزز قوم کے افراد جمع ہو کر قوم کی ترقی کی تجاویز سوچتے ہیں۔ ان میں سے اسمائے ذیل قابلِ ذکر ہیں۔

(۱) چوہدری قدم سنگھ ورما زمیندار گنگوہ۔
(۲) چوہدری منگت سنگھ وکیل سابق ممبر کونسل یوپی رئیس دودھلا۔
(۳) چوہدری ہربنس سنگھ مختار عدالتہائے رڑکی، رئیس قادر پور
(۴) چوہدری تگل سنگھ مختار عدالتہائے مال و فوجداری۔
(۵) چوہدری ملتان سنگھ ماسٹر ہائی سکول مظفر نگر۔
(۶) بابو دیارام ساکن ابدی پور حال ماسٹر اسکول کرانہ، ضلع مظفر گڑھ۔
(۷) چوہدری صورت سنگھ سکریٹری ڈسٹرکٹ بورڈ۔

Marfat.com

(۸) چوہدری آسارام مختار عدالت و آنریزی اسسٹنٹ کلکٹر درجۂ اول رئیس سدھولی ہریا۔

(۹) چوہدری سنگت سنگھ ایم اے، ایل ایل بی، رئیس دودھلا۔

ان صاحبان کے علاوہ اور متعدد گوجر تعلیم یافتہ ہیں جن کی فہرست طویل ہے۔ ان میں سے مشہور معزز افراد جن کی اطلاع ہمیں ملی ہے حسب ذیل ہیں۔

چوہدری ہربنس وکیل رئیس قادر پور۔

چوہدری دولت رام مختار عدالت جندھیری۔

چوہدری چھتر سنگھ مختار عدالت منڈکھیڑا۔

چوہدری دھیرج سنگھ عدالت منڈالہ۔

ریاست سمتھر

یہ کٹھانہ گوجر راجاؤں کی ریاست ہے، جو ملک متوسط علاقہ بندھیل کھنڈ میں واقع ہے۔ جس کے شمال و مشرق میں ضلع جالون اور مغرب میں ضلع جھانسی اور ریاست گوالیار ہے، یہ اپنا شجرۂ نسب تنور راجپوت خاندان سے ملاتے ہیں۔

سمتھر ایک خوبصورت بارونق شہر ہے۔ جو، جی، ای، پی، ریلوے کی شاخ کے (جو کانپور سے جھانسی کو جاتی ہے) موٹھ اسٹیشن سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے۔

ان کی خاندانی تاریخ یہ ہے کہ قبل از مسیح 450 سال ملک گجرات کاٹھیاوار پر راجہ دیوست حکمران تھا۔ یہ بہت بہادر اور اولوالعزم راجہ تھا۔ جس نے بزور شمشیر اپنی سلطنت کو دور تک وسعت دی۔ اس خاندان میں مشہور فاتح بہادر حسب ذیل راجے ہوئے ہیں۔

راجہ کڑے رائے

اس راجہ کی بہادری کی دھاک دور تک پہنچ چکی تھی۔ عاقبت اندیش اور

Marfat.com

زمانہ شناس تھا۔ جب سکندر اعظم نے پنجاب پر حملہ کیا تو اس نے سکندر اعظم کے ساتھ مفید شرائط پر معاہدہ کر لیا اور سکندر کا معاون و مددگار ہو گیا، سکندر اعظم نے اس کو اپنے مفتوحہ ملک میں سے ایک بڑا حصہ اس کی جان نثاری کے صلہ میں عطا کیا۔ رفتہ رفتہ لاہور تک اس خاندان کی سلطنت کا دائرہ وسیع ہو گیا۔

راجہ چندر پال

راجہ چندر پال سلطان سبکتگین کا ہم عصر تھا، سلطان سبکتگین اور اس کے درمیان سخت جنگ ہوئی ، دونوں طرف کے بہت سے سپاہی اس جنگ میں کام آئے، راجہ نہایت استحکام و استقلال سے غزنوی عساکر کے سامنے سدروئیں کی طرح کھڑا رہا، سلطان اس پر غالب نہ آ سکا۔ مایوس ہو کر اس کا معابلہ چھوڑ دیا اور واپس چلا گیا۔

راجہ رتن پال

یہ راجہ اپنی آبائی شجاعت و بلند حوصلگی کی وجہ سے اپنے زمانہ میں ممتاز تھا۔ اس کا کوئی تاریخی کارنامہ اس کے سوا نہیں ملا کہ اس نے ملک موروثی کو بحال رکھا اور اندرونِ ملک میں مختلف قسم کی اصلاحیں کیں اور حدود ملک کو مضبوط کیا۔

راجہ جیپال

یہ مشہور راجہ اسی خاندان کا چشم و چراغ، غیور اور جانباز سپاہی تھا۔ جنگ میں خود شامل ہو کر فوج کے آگے آگے رہتا تھا۔ اس کی لڑائی سلطان محمود غزنوی کے ساتھ ہوئی۔ جس میں یہ باوجود دوسرے راجاؤں کی امداد کے ناکامیاب رہا۔ لیکن اس نے جنگ میں جو شجاعت کے جوہر دکھلائے وہ یادگار زمانہ ہیں۔

Marfat.com

راجہ مادھوسنگھ

اس کے زمانہ میں اس خاندان کی حکومت کی وسعت محدود ہو گئی اور صرف ڈیوئی اور اس کے آس پاس کے رقبہ پر اس کا قبضہ ہو گیا۔ اس نے بہت کوشش کی کہ جو ملک اس خاندان کے تصرف سے نکل گیا پھر ہاتھ آئے مگر قسمت اور وقت نے یاوری نہ کی۔

راجہ کمبود سنگھ

معلوم ہوتا ہے کہ اس کے عہد میں اس خاندان کی حکومت پر اور زیادہ زوال آ گیا مگر چونکہ حوصلہ مند اور بہادر تھا۔ اکبر بادشاہ کی فوج کا افسر ہو گیا۔ فتوحات کے صلہ میں بست ہزاری کے منصب پر فائز کیا گیا اور خطاب مہاراجگی سے مفتخر ہوا۔

راجہ چندر بھان سنگھ

اس راجہ کی نسبت اس کے سوا اور کوئی تاریخی واقعہ نہیں ملتا کہ جہانگیر بادشاہ نے جیسا کہ دوسرے راجاؤں سے رشتہ کیا تھا۔ اس سے بھی رشتہ طلب کیا، مگر اس غیرت مند راجہ نے ان توقعات پر جو اس کو بادشاہ سے تھیں۔ لات مار کر انکار کر دیا اور جان دینے کے لئے تیار ہو گیا۔ بادشاہ چاہتا تھا کہ اس کو گرفتار کرے مگر یہ اپنی تدبیر اور بہادری سے اس کے پھندے سے نکل گیا اور ایرچھا کا پی گرنج، بھانڈیر وغیرہ علاقوں پر قابض ہو کر سمتھر کو اپنا صدر مقام قرار دیا۔

راجہ پرتھبان

یہ بہت با تدبیر و عقلمند راجہ تھا مگر فوجی طاقت کے کمزور ہونے کی وجہ سے ملک کی حفاظت نہ کر سکا۔ شاہانِ دہلی نے اس کا بہت سا علاقہ لے لیا اور یہ

Marfat.com

برائے نام راجہ رہ گیا۔

راجہ دیارام

اس راجہ نے عنانِ حکومت ہاتھ میں لیتے ہی اپنی حکومت کو بڑھایا اور اپنے ملک کے حدود کو مستحکم کیا اور اپنی طاقت کو از سرِ نو قائم کیا۔

راجہ پرسرام سنگھ

اس راجہ کے تین فرزند تھے ۔ راجہ تو نے شاہ ، راجہ صورت سنگھ، راجہ بھوپال۔ راجہ تونے شاہ دور اندیش اور زمانہ شناس خردمند راجہ تھا۔ اس نے 1725ء سے 1770ء تک حکومت کی۔ 1733ء میں مہاراج دیتا کی وفات پر ریاست کی مسند نشینی کی وراثت کا تنازع ہوا۔ راجہ تونے شاہ نے مہاراجہ اندر سنگھ کو امداد دی۔ جس سے وہ کامیاب ہوا۔ اس نے پانچ گاؤں بصلہ خدمات راجہ تونے شاہ کو دیئے راجہ تونے شاہ کے دو لڑکے تھے۔ راجہ بش سنگھ اور راجہ دیوی سنگھ جو یکے بعد دیگرے مسند نشین ہوئے۔

مؤلف: گزیٹر میں لکھا ہے کہ تونے شاہ کے بعد بدن سنگھ اور اس کے بعد اس کا لڑکا دیوی سنگھ راجہ ہوا۔ یہ صریحاً غلط ہے کیونکہ ہم تاریخ کے ایسے زمانہ میں پہنچ گئے ہیں جو بہت روشن ہے۔ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ بدن سنگھ کوئی راجہ نہیں ہوا۔ غالباً غلطی سے بجائے بشن سنگھ کے بدن سنگھ لکھا گیا ہے اور دیوی سنگھ بش سنگھ کا بھائی تھا نہ کہ بیٹا۔

راجہ رنجیت سنگھ

دیوی سنگھ کے بعد راجہ رنجیت سنگھ مسند نشین ہوا۔ اس کے زمانہ میں مرہٹوں کا دور دورہ تھا اور ان کے طوفان محشر انگیز حملے ہر طرف سے جاری تھے اور ان کی تاخت و تاراج سے لوگ کانپ اُٹھے تھے۔

Marfat.com

راجہ رنجیت سنگھ اپنی عقلمندی سے اس اصول پر عمل پیرا ہوا۔

ع زمانہ باتو نہ سازو تو باز مانہ بساز

مرہٹوں کا معاون ہو گیا۔ مرہٹوں نے اس کی خدمت کا اعتراف کرتے ہوئے، اس کو وسیع علاقہ پر مستقل حکمران مقرر کر دیا۔

ریاست سمتھر کی حد بندی

1817ء میں سرکار انگریز کے مقبوضات اور ریاست سمتھر کی حد بندی ہوئی اور راجہ کو جیسا کہ مرہٹوں کی حکومت میں آزاد ممتاز راجہ سمجھا گیا تھا مختار تسلیم کیا گیا۔ 1827ء میں راجہ راہی ملک بقا ہوا اور اس کا بیٹا ہندو پت حکمران ہوا۔

راجہ ہندو پت

یہ برائے نام راجہ تھا۔ ریاست کے نظم و نسق کی باگ کلیۃً رانی کے ہاتھ میں تھی اور وہی ہر طرح کا انتظام کرتی تھی۔ رانی تھی تو عورت، مگر عقل و تدبیر اور بہادری میں مردوں سے بڑھ کر تھی۔ اس نے اپنے زمانہ میں نہایت شائستگی سے ریاست کا کام چلایا۔

ہز ہائنس راجہ چتر سنگھ

1864ء میں گورنمنٹ نے راجہ چتر سنگھ کا ولی عہد ہونا تسلیم کیا اور راجہ ہندو پت 1890ء میں دنیا سے رخصت ہوا، راجہ چتر سنگھ پہلے ہی سے زمانہ ولی عہدی میں ریاست کے انتظام میں حصہ لیتا تھا۔ مسند نشین ہو کر ریاست کے انتظام کو بہترین صورت میں انجام دینے لگا۔ اس نے شہر سمتھر کو عمارت اور تجارت وغیرہ کے لحاظ سے ہر طرح کی ترقی دی۔ گورنمنٹ نے جیسا کہ دوسری ریاستوں سے نمک کے بارہ میں معاہدہ کیا تھا۔ 1879ء میں 1450 روپیہ سالانہ پر معاہدہ کیا یعنی گورنمنٹ ریاست کو بجائے آمدنی نمک کے سالانہ یہ رقم دیا کرے

Marfat.com

گی اور ریاست میں نمک کا نکالنا بند کیا گیا اور بجائے اس کے گورنمنٹ کا نمک فروخت ہونے لگا۔ یہ امر عام انتظام کے ماتحت تھا۔ ریاست نے گورنمنٹ کی طرح طرح کی خدمت انجام دی ہے۔ اس نے 1682ء میں بیتواندی اور 1884ء میں ریلوے کے لئے گورنمنٹ کو مفت زمین عطا کی جو بہت وسیع رقبہ ہے۔ ہز ہائنس مہاراجہ چتر سنگھ 1896ء میں مر گیا اور اس کی جگہ ہز ہائنس مہاراج بیر سنگھ جو دیو کے سی، آئی، ای حکمران ہوئے۔

ہز ہائنس ایک خاص قابلیت کے حکمران ہیں، عالی دماغ، معاملہ فہم فرمانروا ہونے کی وجہ سے ریاست کے جزو وکل معاملات کو بہ نفس نفیس ملاحظہ کرتے ہیں اور ریاست ہر ایک پہلو سے ہر ایک شعبہ میں ترقی کر رہی ہے۔

مردم شماری

اس ریاست کی مردم شماری 1921ء میں 33472 نفوس پر مشتمل تھی۔ جس میں گوجروں کی تعداد دو ہزار کے قریب ہے جو اکثر کاشت کرتے ہیں اور اچھے چال چلن کے ہیں۔ معاملہ زمین فصل پختہ پر پانچ روپیہ فی ایکڑ لیا جاتا ہے۔ ہر قسم کی آمدنی کی تعداد چھ لاکھ روپیہ سالانہ ہے۔

ایک رسالہ دو سو سوار کا اور ایک پلٹن پانسو نفر کی اور ایک توپخانہ چھ توپوں کا ریاست کے انتظام کے لئے مقرر ہے۔

علاقے

ریاست چار علاقوں شمشیر گڈھ، امر گڑھ، لوہار گڑھ، مہاراج گنج پر منقسم ہے۔ ہر ایک علاقہ میں ایک ریونیو آفیسر رہتا ہے۔ جو محصول زمین وصول کرتا اور دیگر فرائض عدالت وغیرہ انجام دیتا ہے۔ یہ ریاست ہند کی قدیم بادشاہی کی شان وشوکت کی ایک مثال ہے۔ رفاہ عام کے لئے شفاخانے اور اسکول موجود ہیں۔

Marfat.com

اس ریاست نے یورپ کی جنگ عظیم کے وقت گورنمنٹ کی ہر قسم کی خدمت انجام دی ہے جس کا اعتراف گورنمنٹ نے ایک سے زیادہ دفعہ کیا۔

(ش)

شولا پور

بیان کیا جاتا ہے کہ گجرات کے اکثر شرواک وانس گوجر پچھلے سو سال کے عرصہ میں اس ضلع میں آباد ہوئے، اس وقت وہ تمام ضلع میں پھیلے ہوئے ہیں اور ان کی تعداد مقامی ہندو ساہوکاروں سے تین گنا سے بھی زیادہ ہے۔ ان میں سے اکثر کا مذہب جین یا شرواک ہے، عام طور پر وہ اپنے بال بچوں کو ہمراہ لے کر سرسبز مقامات پر آباد ہو جاتے ہیں اور اس مقام کو اس وقت چھوڑتے ہیں جب ملک کا ٹھیاوار میں کسی جینی مقدس مقام (پوتر استھان کی جاترا کے لئے جانا ہوتا ہے روپیہ کے لین دین اور تجارت میں گوجر وانس ماڑواڑی وانس کی طرح نہیں کہ بھیک مانگ کر سرمایہ جمع کریں بلکہ وہ تھوڑے سے ذاتی سرمایہ سے کام شروع کرتے ہیں۔ جسے وہ چھوٹے چھوٹے دکانداروں کو دے دیتے ہیں اور جب اس طریق سے وہ ایک معقول رقم جمع کر لیتے ہیں تو وسیع پیمانے پر تجارت شروع کر دیتے ہیں، پھر خوبی یہ ہے کہ یہ ہم پیشہ مارواڑیوں کی نسبت زیادہ نرم طبیعت بردبار اور خوش اخلاق ہوتے ہیں، جس سے ان کی ہر دلعزیزی اور عام شہرت بڑھتی جاتی ہے، شولا پور اور دوسرے بڑے بڑے قصبات میں ان کا لین دین مزارعین سے بالکل نہیں ہے، بلکہ اپنے اصول کے مطابق یا تو مکان یا زمین رہن رکھ کر یا اقرارنامہ یا ضمانت لے کر روپیہ قرض دیتے ہیں اور شرح سود و روپیہ سکیڑا ماہوار سے زیادہ نہیں ہوتی۔ گاؤں کے ساہوکار گوجر مزارع اور زمیندار ہر ایک سے لین دین کرتے ہیں، بالعموم دیہات میں معمولی چیزوں کی دکان کھول لیتے ہیں اور حسب ضرورت گاؤں کو نقد یا جنس قرض دیتے ہیں، تمام گوجر بالعموم اور

Marfat.com

دیہات میں رہنے والے گوجر بالخصوص جہاں کہیں طویل مدت تک بودوباش رکھتے ہیں، وہاں کے بسنے والوں کے اوضاع واطوار، خوبو اور لباس اختیار کر لیتے ہیں، بلکہ یہاں تک کہ ان کی پگڑیوں کی بندش بھی شولا پوری فیشن کی ہوتی ہے، ان کا لباس اگرچہ خوبصورت ہوتا ہے مگر زیادہ قیمتی نہیں ہوتا۔ زیور پہننے کا ان کو بہت شوق ہوتا ہے۔ مگر ان کی عورتیں زیادہ تر طمع کا سنہرا زیور پہنتی ہیں جس کی کچھ قیمت نہیں ہوتی۔ مستورات میں چونکہ کلائی اور بازو کھلا رہنے کا رواج نہیں ہے۔ اس لئے زیور پر کچھ زیادہ روپیہ صرف نہیں ہوتا۔ قوم لنگاہ کی طرح یہ بھی لوہے کی تپائی پر تھال رکھ کر کھانا کھاتے ہیں، ذات برداری کی عام دعوت کا بڑا رواج ہے، ہر ماتم پر کم از کم ایک دعوت ضرور دی جاتی ہے، شادی اور دیگر مذہبی تقریبوں پر دل کھول کر روپیہ اڑاتے ہیں، رشتے ناتے باہم بلا لحاظ غریب و امیر کر لیتے ہیں۔ صرف شرافت کا لحاظ ہوتا ہے اور بالعموم مالدار ہوتے ہیں، خیراتی کاموں کے لئے بڑی بڑی رقمیں جمع کر لیتے ہیں، وہ اپنے مال اور مواشی کی خدمت و تربیت میں خاص شہرت رکھتے ہیں۔ جہاں ان کی آبادی زیادہ ہوتی ہے وہاں وہ اپنے لئے علیحدہ مندر بناتے ہیں، چنانچہ شولا پور میں ان کے دو مندر یارس ناتھ جی کے ہیں، علاوہ اس کے گوجروں نے رفاہ عام کے لئے کنوؤں اور دھرم سالوں کی تعمیر میں بھی نام پیدا کیا ہے، ان کے مذہبی پیشواؤں یعنی گرو بڑی وافر آمدنی رکھتے ہیں، جس کی بدولت ان کے سینکڑوں چیلے بڑی شان وشوکت سے رہتے ہیں۔

شملہ

شملہ کے علاقہ کا مزروعہ حصہ زیادہ تر گوجروں کے قبضہ میں ہے، یہ لوگ اچھے کاشتکار ہیں اور ان کے اخلاق عام طور پر اچھے ہیں، شکل و شباہت میں خاص امتیاز رکھتے ہیں، مواشی اور گھی اور دودھ کی تجارت کرتے ہیں، بالعموم مسلمان ہیں اور بعض قبائل ہندو بھی ہیں، مسلمانوں اور ہندوؤں کے رسوم شادی مختلف ہیں،

Marfat.com

ان کے گوت بالعموم وہی ہیں، جو علاقہ پنجاب میں ہیں، تعلیم ان میں بالکل نہیں ہے یہ ایسے محنتی ہیں کہ پہاڑوں کی ڈھلوان زمینوں کو بھی ہموار کر کے زراعت کے قابل کر لیتے ہیں۔

ضلع شاہجہان پور

گوجروں کی تعداد تقریباً پانچ ہزار ہے اور یہ اچھے کاشتکار ہیں اور زیادہ تر جلال آباد میں رہتے ہیں۔

ضلع شاہ پور (سرگودھا)

ابتداء میں تو ضلع شاہ پور میں گوجروں کی کوئی آبادی نہیں تھی، جس وقت سے اس ضلع میں نہر سے آبپاشی ہونے لگی ہے، مختلف موضعوں میں بطور آباد کار گوجر آباد ہو گئے ہیں، بوجہ نو آباد کار ہونے کے ضلع شاہ پور میں ان کا کچھ زیادہ اقتدار نہیں ہے، ان کی کل تعداد تقریباً 3175 ہے۔ جس میں سے 128 ہندو اور 7 سکھ، باقی مسلمان گوجر ہیں، یہاں کے گوجر آباد کار نہایت محنتی اور چال چلن کے اچھے ہیں، مگر قدیم باشندگان شاہ پور کی ایذاء رسانی سے بعض بعض مواضع میں پریشان حال ہیں، اب اس ضلع کا نام سرگودھا ہے۔

(ع)

ضلع علی گڈھ

اس ضلع میں گوجروں کی تعداد کچھ زیادہ نہیں ہے، پانچ چھ ہزار کے درمیان ہو گی۔ اکثر گوجر اپنے آپ کو راجپوت لکھواتے ہیں۔ اس لئے تعداد کم ہو گئی ہے۔ ضلع کے جنوبی حصہ میں بود و باش رکھتے ہیں اور کھیتی باڑی کا کام پوری تندہی سے کرتے ہیں۔ مگر دولت علم سے محروم ہیں، چونکہ ان کی تعداد کم ہے۔ اس لئے چند کس کے سوائے ان کی مقامی حیثیت زیادہ نہیں۔ بالعموم ان کے

Marfat.com

اخلاق اچھے ہیں، مسلمان گوجروں کا ایک مشہور معزز خاندان اس ضلع میں ہے۔

اٹھارہویں صدی عیسوی کے اخیر میں زنجبہ بہادر سنگھ گوجر والی گھاسیڑہ اس علاقہ میں بڑا زبردست راجہ تھا۔ جونواب فتح علی خان کے ساتھ مل کر اسد خان سپہ سالار محمد شاہ بادشاہ دہلی سے لڑتا رہا اور فوج شاہی کو شکست فاش دی۔ اسد خان اس لڑائی میں مارا گیا مگر آخر شاہی فوج اور دیگر ماتحت راجاؤں نے قلعہ گھاسیڑہ کا محاضرہ کر کے بہادر سنگھ کو قتل کیا اس کے بعد اس کا بیٹا فتح سنگھ اپنے علاقہ پر کامیاب حکمران رہا۔

(ف)

ضلع فیروز پور

ضلع فیروز پور کے علاقہ بیٹ میں بہت گوجر آباد ہیں۔ کھٹانہ گوجر اپنے آپ کو پنوار راجپوت کہتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ وہ ہندوستان کے جنوبی حصہ دھارانگری کی طرف سے نہ آئے، پہلے وہ رانیہ واقعہ سرسہ کے قرب و جوار میں آ کر آباد ہوئے اور وہاں سے قصور کی طرف چلے آئے تھے، یہاں سے کوچ کر کے 1918ء کے وسط میں ماکھو کے قرب و جوار میں آباد ہو گئے، مگر وہاں کے باشندوں سے لڑتے بھڑتے، دھرم کوٹ کے نواحی میں مجتمعاً مستقل سکونت اختیار کر لی، جہاں اب وہ صاحب اقتدار زمیندار کی حیثیت سے رہتے ہیں۔ پہلے کی بہ نسبت اب ان کی حالات و عادات میں بہت کچھ اصلاح ہو گئی ہے اور یہ اب اچھے کاشتکار ہوتے جاتے ہیں، فطرۃً ذہین اور چست ہیں اور اپنے معاملات کو خوب سمجھتے ہیں مگر تعلیم سے بالکل بے بہرہ ہیں، ان میں سے جو تعلیم شروع کرتا ہے، وہ بالعموم کامیاب ہو جاتا ہے، پہلے زمانہ میں ایک ڈپٹی کمشنر نے ان کی اصلاح کے لئے ان ہی میں سے ایک پولیس افسر مقرر کیا تھا۔ جس کے تقرر سے بہت کچھ فائدہ ہوا اور اس نے ضلع کا دورہ کر کے اپنی قوم کی بہت کچھ اصلاح کی۔

Marfat.com

اب تک ان میں ہندو رسم و رواج کی تقلید پائی جاتی ہے، ان کی شادی میں برہمن شامل ہوتا ہے، جہاں تک ممکن ہو اپنی گوت میں شادی نہیں کرتے اور بیوہ کے نکاح ثانی کو باعثِ ہتک سمجھتے ہیں، جو لوگ علاوہ تحصیل دہرم کوٹ کے دیگر حصوں میں بھی کم و بیش پائے جاتے ہیں۔

اس ضلع میں زیادہ تر گوجر کولی چیچی، کسانہ، چوہان، گورسی گوت کے ہیں، یہ فطرۃً بہادر، جفاکش، محنتی، ذہین ہوتے ہیں۔

(ک)

ضلع کانگڑہ

کانگڑہ کے ضلع میں دو قسم کے گوجر ہیں۔ ایک آبادی میں رہنے والے جو زمینوں اور مکانوں کے مالک ہیں۔ وہ اپنے مواشی کو گردونواح کے علاقوں میں چراتے ہیں۔ دوسرے پہاڑ اور جنگل میں رہنے والے ان کے پاس بالعموم کوئی زمین نہیں، یہ اپنے اپنے ریوڑوں کو لے کر جہاں سرسبز چراگاہ مل گئی چلے جاتے ہیں۔ موسم گرما میں پہاڑ کی بلندی پر اور موسم سرما میں پہاڑ کے دامن میں جھونپڑیاں بنا کر رہتے ہیں۔ ان کے بعض گروہ رہلو پہاڑ پر چلے جاتے ہیں اور بعض علاقہ چمبا کی پہاڑیوں پر اپنے مواشی لے جاتے ہیں اور موسمِ خزاں میں نور پور کے علاقہ میں اتر آتے ہیں۔ کانگڑہ کے دوسرے حصوں میں گوجر کم پائے جاتے ہیں، گاہے گاہے کُلو سے منڈی کو بطور راہگیر جاتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

ان کے پاس بھینسوں کی اچھی خاصی تعداد ہوتی ہے۔ یہ مختلف شرح سے مالکان زمین کو ترنی (محصول) ادا کرتے ہیں، بعض جگہ یہ دستور ہے کہ دو دھاری جانور پر جنسی شرح ترنی لیتے ہیں مثلاً ایک موسم کا گھی دو سیر سے پانچ سیر تک کم و بیش جانور کی حیثیت کے مطابق وصول کیا جاتا ہے اور دوسرے جانور معاف ہوتے ہیں اور بعض مقامات پر نقدی شرح مقرر ہے، بھنس کا ایک روپیہ دو سالہ

Marfat.com

پڑوا[1] کے آٹھ آنے۔

بعض ریاستیں جولائی اگست میں مواشی کی چرائی بند کر دیتی ہیں تا کہ موسم برسات میں گھاس اچھی طرح نشوونما پا جائے، بعض ریاستیں گوجروں کو مستقل طور پر چراگاہیں اس شرط پر کہ وہ وقت مقررہ پر قسط ادا کرتے رہیں اور اپنی اپنی حدودِ مقررہ کے اندر مواشی چراتے رہیں دے دیتی ہین ایسے رقبوں کو یہ لوگ سوانہ کہتے ہیں۔ اس سوانہ (حدود) پر ان کا حق موروثی سمجھا جاتا ہے کیونکہ چرائی کا پٹہ نسلاً بعد نسل بحال و برقرار رہتا ہے۔

خانہ بدوش گوجر جونور پور کے علاقہ میں رہتے ہیں، ان کو کوئی حق مستقل زمین کے چرانے کا نہیں ہوتا۔ ان کا مقدم یا سرگروہ جو ریاست جنپہ کے حکام کے نزدیک معتمد علیہ ہوتا ہے، وہی چرائی کی سندات حاصل کرتا ہے اور لوگوں کی نگرانی رکھتا ہے۔

پہاڑی گوجر کاہل اور سست ہوتے ہیں اور چوری بھی کرتے ہیں۔ ان کی معاش کا دارومدار زیادہ تر گھی اور دودھ پر ہوتا ہے۔ یا مواشی فروخت کرتے ہیں۔ انہیں زراعت وغیرہ سے کوئی[2] سروکار نہیں ہے۔ میدانی گوجر باہمت، محنتی اور شریف ہیں۔ چوری کو بُرا سمجھتے ہیں۔ گوجر ایک بہادر جوانمرد قوم ہے اور اس کے نوجوان خوبصورت، قوی اور بلند بالا ہوتے ہیں۔ ان کی شکل و شباہت اور ڈیل ڈول خوشنما ہوتا ہے۔ اگرچہ گوجر ہر ایک علاقہ میں کم و بیش پائے جاتے ہیں مگر جوالا مکھی، تیرا، نداؤں میں بکثرت آباد ہیں۔ ان میں سے اکثر مسلمان ہیں۔ ہندو گوجر بالخصوص ریاست منڈی کی حدود میں رہتے ہیں لیکن مسلمانوں کے مقابلہ میں بہت کم ہیں، ان کے گوت اکثر وہی ہیں جو پنجاب میں مشہور ہیں۔

---

[1] پڑو بھینس کا بچہ پڑیا بھینس کی بچی۔

[2] اب تو زراعت کی طرف پورے طور سے مائل ہیں اور چوری سے مجتنب ہیں۔ (مؤلف)

Marfat.com

ریاست کشمیر

کشمیر کے گوجروں کی مالی حالت اچھی نہیں ہے، وہ خاموش و بے ضرر اور امن پسند ہیں۔ ان کو بھی ملکی و قومی حالات کے موافق مواقع رکھنے کا شوق ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم قحط کے زمانہ میں گجرات سے جا کر کشمیر کے پہاڑوں میں سکونت پذیر ہوئے۔ ان کے تمدنی حالات پونچھ کے گوجروں کی طرح ہیں، محنتی کاشتکار ہیں۔ کشمیر کے گوجر محنت و مزدوری کے لئے مقابلۃً بہت کم پنجاب کے اضلاع میں آئے ہیں۔ اسی وجہ سے ان کی زبان (گوجری) غیر فصیح ہے۔ البتہ ان کا لب و لہجہ پونچھ کے گوجروں کی طرح دلکش ہے، ان کی زبان میں کشمیری زبان کے الفاظ مخلوط ہیں۔ تعلیم ان میں بالکل نہیں ہے اور ان میں سے معدودے چند حکام ریاست کی بارگاہ میں رسوخ رکھتے ہیں کشمیر اور پونچھ کے گوجر بمقابلہ پنجاب کے گوجروں کے زیادہ ذہین نہیں ہیں یہ حالات ہم نے وادی کشمیر کے لکھے ہیں، لیکن میدان کے رہنے والے گوجر جو ریاست جموں و کشمیر میں رہتے ہیں۔ بعض اضلاع علاقہ سرکار انگریزی کے قریب ہونے کے باعث زیادہ شایستہ ہیں اور ان کی رشتہ داریاں و تعلقات بھی پنجاب کے گوجروں سے ہیں، وہ لباس بھی اچھا پہنتے ہیں اور رسم و رواج و تمدن میں بہت کچھ گجرات و جہلم وغیرہ کے گوجروں سے مشابہ ہیں، ان میں ترقی و حصول حقوق کا بہت کچھ احساس ہے۔ ان میں سے بعض سرکار انگریزی میں ملازم ہیں مگر ریاست کی ملازمتوں میں ان کو بہت کم حصہ ملا ہے۔

ان گوجروں میں بعض بعض مذہبی پیشوا بھی ہیں اور بڑے بڑے وسیع رقبوں کے مالک ہیں، مگر چونکہ انہوں نے تحصیل علم میں کچھ زیادہ حصہ نہیں لیا ہے۔ اس لئے دینی و دنیاوی ترقی کچھ زیادہ حاصل نہیں کر سکے اور یہ ایک واقعہ ہے کہ بوجہ عدم استطاعت وہ تعلیم کی منزل کو آسانی سے طے نہیں کر سکے۔

Marfat.com

ریاست نے ان کی تعلیم کا کوئی خاص انتظام نہیں کیا جس قدر ترقی انہوں نے تمدن میں کی ہے، وہ اس وجہ سے ہے کہ ان کے تعلقات، اضلاع گجرات، سیالکوٹ، جہلم، راولپنڈی سے ہیں، جموں علاقہ کے گوجر بمقابلہ کشمیر کے گوجروں کے ترقی کی شاہراہ پر چلنے کی ہوس رکھتے ہیں۔ مگر عملی طور پر کچھ نہیں کرتے۔ ان کے گوت وہی ہیں جو اضلاع پنجاب میں پائے جاتے ہیں، مذہبی آزادی جیسا کہ پنجاب کے گوجروں کو حاصل ہے، کشمیر کے گوجروں کو حاصل نہیں ہے، پنجاب کے ممتاز گوجروں نے کبھی کوشش نہیں کی کہ وہ اپنے غریب بھائیوں کی دستگیری کریں جو ان کے ساتھ ساتھ آباد ہیں، حالانکہ پنجاب میں کشمیری شرفاً (جو کسی زمانہ میں کشمیر کو چھوڑ کر پنجاب میں چلے آئے) اپنے غریب کشمیری بھائیوں سے ہمدردی رکھتے ہیں، ان کا اخبار جاری ہے، وہ سالانہ جلسے کرتے اور اپنے اور ان کے لئے تجاویز پیش کرتے اور ان کی ہر طرح سے مدد کرتے اور حکومت کشمیر کو ان کے حقوق کی طرف توجہ دلاتے ہیں جس سے ان کو بہت کچھ فائدہ پہنچنے کی امید ہے قاعدہ ہے کہ جو دروازہ پر دستک دیتا ہے۔ اسی کے لئے دروازہ کھولا جاتا ہے۔ یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ پنجاب و ہند کے گوجروں میں جب سے کہ ان کی سلطنت جاتی رہی ہے کوئی شخص ایسا پیدا نہیں ہوا جو قوم کو جگائے یا قوم کی وکالت کرے ہر ایک ذاتی جلب منفعت کی فکر میں ہے۔

بروئی امپیریل گزٹ انڈیا جلد 15 ص 101 کشمیر کی مردم شماری گوجر (125650) اور جموں کی (151700) ہے۔

ریاست کشن گڈھ

اس ریاست میں قدیم زمانے سے گوجر آباد ہیں اور کاشتکاری ہی کرتے ہیں۔ عام طور پر ان کی مالی حالت اچھی نہیں ہے۔ ان کی تعداد 6100 تک کے قریب ہے۔ (جلد 15 صفحہ 313، امپیریل گزیٹیر آف انڈیا)

Marfat.com

ریاست کوئٹہ

اس ریاست میں گوجر کاشتکار محنتی قوم ہے، عام طور پر ان کی مالی حالت متوسط درجہ کی ہے ان میں کوئی خاص امتیاز نہیں ہے۔ ان کی تعداد (35000) ہے۔ (جلد 14 ص 616، امپیریل گزیٹیر آف انڈیا)

ریاست کرولی

اس ریاست میں گوجروں کی تعداد (16000) ہے۔ یہ محنتی کاشتکار اور مزدوری پیشہ ہیں۔ (جلد 15 ص 28 امپیریل گزیٹیر آف انڈیا)

ضلع کرنال

کرنال کے ضلع میں گوجروں کی تعداد خاصی ہے۔ پہلے زمانہ میں مقامی حالات کے اثر سے راجپوت اور گوجر مواشی چراتے اور زراعت سے جی چراتے تھے۔ بعض شوریدہ سر افراد میں چوری کی عادت پائی جاتی ہے۔ یہ بُری عادت باہمی مخاصمات کی وجہ سے ہے کیونکہ اب زمانہ تیر و تفنگ کی جنگ کا نہیں رہا ہے۔ مخالف سے انتقام لینے کا یہی طریقہ باقی رہ گیا ہے کہ اس کا مال چرایا جائے لیکن بایں ہمہ دونوں قوموں کی عادات میں بہت کچھ اصلاح ہو گئی ہے اور زراعت سے ان کو روز بروز دلچسپی ہوتی جاتی ہے، اس زمانہ میں گوجر کھادر اور کرنال کے اکثر دیہات میں آرائیوں کی طرح محنتی ہو گئے ہیں مگر وہ اپنی طاقت و سامان و تعداد کے مطابق جیسا کہ چاہیے۔ زراعت کو اعلیٰ معیار پر نہیں پہنچا سکے گوجر اور راجپوتوں میں یہ قومی غیرت موجود ہے کہ وہ کسی غیر قوم کو اپنے گاؤں میں حقوق ملکیت دینے کے سخت مخالف ہیں۔ اس ضلع کے اکثر دیہات میں گوجر اور راجپوت باہم اس طرح رہتے ہیں کہ گویا ایک ہی باپ کے بیٹے معلوم ہوتے ہیں اور ان کے دیہات اور بستیاں ملحق اور متصل ہیں اور ان کے تعلقات بالعموم

Marfat.com

مخلصانہ ہیں۔ خصوصاً بانگر کے علاقہ میں ان کا زمین پر اس طرح قبضہ ہے جس طرح کہ ایک ہی مورث کی اولاد کا ہوتا ہے اور یہ نئی بات ہے کہ کھادر کے علاقہ میں گوجروں نے افغانوں کے کئی دیہات کی ملکیت حاصل کر لی ہے ان کے مشہور گوت حسب ذیل ہیں۔

اول: راول یہ راجپوت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ وہ راجہ دھند پال کی نسل سے ہیں۔ جو پنجاب کا راجہ گزرا ہے اور بعض راول ضلع کرنال کے کہتے ہیں کہ ان کا مورث کھوکھر تھا۔ 1918ء کے بندوبست میں کرنال کے مہتمم بندوبست نے اس روایت کو زیادہ صحیح تسلیم کیا ہے۔ پہلے یہ لوگ رانا کھیڑہ میں جس کو اب راجپورہ کہتے ہیں، آباد ہوئے تھے۔ وہاں سے کھری اور کوہند کا رُخ کیا، جہاں انہوں نے بارہ گاؤں پر قبضہ کر لیا۔ باپاٹلی بھی انہیں کے قبضے میں تھا۔ آخر وہاں سے چل کر علاقہ جو جگ پور میں مقیم ہوئے۔

دوئم: چوکر یہ لوگ متھرا کے علاقہ سے موضع بالی قطب پور کے راستہ سے آئے۔ ان کے قبضہ میں چوبیس گاؤں تھے۔ جن کا وسطی یا صدر مقام نامندہ تھا یہ کرنال کے بہت قدیم باشندے ہیں یہ بھی چندر بنسی راجپوت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ یہ اپنی ملکیت کا بڑا حصہ جاٹوں کے ہاتھ میں منتقل کر چکے ہیں۔

سوم: چامیاں ان کا دعوی ہے کہ ہم تنور راجپوت ہیں اور چامیاں ایک مقام ہے، جہاں ان کے مورث رہتے تھے۔ اس لئے اس نام سے مشہور ہو گئے۔ دراصل یہ دہلی سے آئے تھے اور نین سور سوتانہ اور دیگر قرب و جوار کے دیہات میں سکونت پذیر ہوئے۔

مؤلف: غالباً جب شیر شاہ نے دہلی کے گوجروں اور جاٹوں پر تشدد کیا تھا۔ اس وقت وہ اپنا وطن مالوف چھوڑ کر کرنال کے اس علاقہ میں آئے تھے، جو اس وقت

Marfat.com

غیر آباد تھا۔

چہارم: کالسان پنجاب میں ان کو کالس کہتے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ ہم رانا ہردائی کی اولاد سے ہیں۔

مؤلف: رانا دراصل گوجر ہیں لیکن رانا ہردائی راجہ کا نام تاریخوں میں بہت تلاش کیا۔ نہیں ملا ممکن ہے کوئی معمولی درجہ کا راجہ یا رئیس رہا ہو۔ وہ کہتے ہیں کہ رانا ہردائی کے مفتوحہ علاقے اب بھی ان کے بھائی بندوں کے قبضہ میں ہیں، جہاں وہ ممتاز ذی حیثیت زمیندار ہیں، ان کے علاوہ اور شاخیں چھروال، پسوال، بھووال، کرہوات، گنگ، کھٹانہ، بھونکل، کھاری، گورسی وغیرہ ہیں۔ جو مختلف اوقات میں دہلی، میرٹھ، لتھیل، جھجر وغیرہ سے آ کر اس ضلع میں آباد ہوئے۔

(گ)

ضلع گجرات پنجاب

چونکہ شہر گجرات قوم کے نام پر ہے اور تاریخوں میں کثرت سے اس کا ذکر آتا ہے۔ اس لئے ہم مناسب بلکہ ضروری سمجھتے ہیں کہ اس شہر کے حالات مفصل لکھے جائیں جس سے گوجر قوم کے حالات پر بھی روشنی پڑے گی۔ یہ ٹیلہ جہاں موجودہ شہر گجرات آباد ہے۔ بہت قدیم ہے اور خدا جانے زمانہ کے حوادث نے کتنی دفعہ اس کو تہ و بالا کیا ہے اور کس قدر قومیں اس میں پیوند زمین ہو چکی ہیں۔ لیکن تاریخ کے نقوش میں اور روایات کی زبان سے جو کچھ ہم دیکھتے اور سنتے ہیں یہ ہے کہ ملک پنجاب جس میں یہ شہر واقع ہے کسی زمانہ میں تاک دیس ،یا گوجر دیس کے نام سے مشہور تھا اور اس پر ایک شجاع اور با اقبال راجہ جے دھرتھ کے جاہ و حشمت کا پھریرا اڑتا تھا، بعض مورخین اس راجہ کو سری کشن کے خاندان کا چشم و چراغ سمجھتے ہیں اور بعض مورخین کسی دوسرے خاندان کا قرۃ العین خیال کرتے ہیں۔ بہر صورت یہ بہت باعظمت راجہ تھا۔ جب طوفان قیامت خیز نے

Marfat.com

پنجاب کے ایک بڑے حصہ کو غرقاب کر دیا جس سے شہر کے شہر اور گاؤں کے گاؤں نذرِ سیلاب اور ہزاروں انسان تباہ اور لاکھوں مواشی ہلاک ہو گئے تو اس سر زمین پر جو سرسبزی و شادابی کی چادر بچھی تھی وہ دفعتہً پانی کی نیلگوں چادر سے تبدیل ہوگئی، کئی سال تک پنجاب کا زرخیز خطہ عالم آب رہا۔ لوگ تضرع وزاری سے زبان حال سے یاارض ابلعی ماء ک وباسماء اقلعی پڑھتے تھے۔ پانی گھٹنے پر راجہ گویال ولد راجہ پورچندوائی قنوج کی توجہ اس علاقہ کی آبادی کی طرف مبذول ہوئی اور دریائے جہلم کے بائیں کنارے جس کو علاقہ کریالی کہتے ہیں۔ ایک وسیع شہر کی داغ بیل ڈالی گئی، اب یہ کھنڈر پانی کوٹی کے نام سے مشہور ہے، زمانہ کے انقلاب نے اگرچہ اس شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی مگر اس کا نام نہیں مٹا سکا یہ شہر بہت وسیع تھا جس کی وسعت اس کی بنیادوں کے آثار سے جو عرض و طول میں بہت دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ ثابت ہوتی ہے اس کے کھنڈروں سے چھوٹی بڑی اینٹیں اس وقت تک نکل رہی ہیں اور اس ویرانہ سرزمین سے بارش کے وقت اس قسم کے سکے نکلتے ہیں جو سکندر وغیرہ کے عہد میں رائج تھے اور جن کی نسبت مختلف تواریخ و رسائل میں تحقیق ہو چکی ہے۔ جب فاتح آفاق سکندر یونانی کا لشکر پنجاب پر حملہ آور ہوا۔ اس وقت یہ شہر جس کے کاخ ہائے بلند دور سے نظر آتے تھے، رونق و خوشنمائی کا ایک دلکش منظر پیش کرتا تھا۔ اسی سرزمین پر سکندر کی شمشیر خار شگاف نے قسمت آزمائی کی اس وقت راجہ پورپال پسر بچن پال کے اقبال کا آفتاب ڈھل چکا تھا۔ اس جنگ میں اس نے جان توڑ کر مقابلہ کیا مگر بخت برگشتہ نے مساعدت نہ کی راجہ پورپال کے ساتھ سینکڑوں تیغ زن پیل افگن جاں نثار پیوند خاک ہوئے۔ راجہ پورپال کا برادر زادہ نانک پال مع بقیۃ السیف فوج کے کوہستان وانگلی میں مارا مارا پھرتا رہا، کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ ان برباد شدہ کھنڈروں کے متصل پہاڑیوں سے بڑے بڑے قد و قامت کی ہڈیاں برآمد ہوئی تھیں جن کی نسبت مختلف قیاسات تھے، بعض مبصرین ان کو حیوانوں کی ہڈیاں

Marfat.com

کہتے تھے اور بعض محققین انسانوں کی یہ متحجر ہڈیاں اب بھی کئی جگہوں سے برآمد ہوتی ہیں۔ ہم نے خود بھی ایک ہڈی دیکھی ہے جو انسان کی پنڈلی سے مشابہ تھی، مگر لمبائی اور موٹائی میں انسان کی ہڈی سے بہت بڑی تھی، جو شخص اس کو دیکھتا تھا کہتا تھا کہ اس میں شک نہیں ہے کہ یہ پنڈلی کی ہڈی ہے ایک آدمی کا سر بھی خانقاہ پیر جعفر متصل بیسہ میں برآمد ہوا جو بہت بڑا تھا ہمارے دوست مسٹر سی کنگ ڈپٹی کمشنر جو بہت بڑے فاضل ہیں ان کی رائے ہے کہ یہ دس ہزار سال کی ہڈی ہے۔ صاحب موصوف چونکہ ہر ایک علم میں وسیع مطالعہ رکھتے ہیں ممکن ہے ان کا خیال صحیح ہو انہوں نے اس ہڈی کو غالباً کسی سوسائٹی میں بھیجا ہے۔

جب سکندر فتح ونصرت کے بعد اپنے وطن کو واپس ہوا تو راجہ بجے سنگھ جو راجہ پورپال کا نواسہ اور کوہستان جموں میں ایک چھوٹی سی ریاست پر حکمران تھا۔ اس علاقہ پر تسلط ہوگیا اور کوہ شوالک سے اپنے ماموں راجہ ملک پال کو بلوا کر اس علاقہ کا حاکم مقرر کر دیا۔ راجہ پورپال نے جس سرزمین پر اپنا سر دیا تھا وہاں اس کے جانشینوں نے ایک بلند مینار بطور یادگار تعمیر کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ مینار سکندر کی فتح ونصرت کا نشان تھا۔ اب اس کے آثار مٹ چکے ہیں۔ اگرچہ ہمیں پاٹی کوٹی کے حیرت افزا کھنڈروں اور سکندر کے محشر انگیز محابات کے تذکروں نے موضوع تاریخ سے ہٹا کر کچھ دیر کے لئے اپنی طرف متوجہ کر لیا ہے۔ لیکن اس تذکرہ کا بھی شہر گجرات کے ساتھ ایک قسم کا تعلق ہے کیونکہ یہ اسی سرزمین میں واقع ہے جو دریائے جہلم اور چناب کے درمیان ہے۔ آمدم برسر مطلب اس ٹیلہ پر جہاں اب شہر گجرات آباد ہے۔ راجہ بچن پال نے ایک مختصر گاؤں آباد کیا تھا جس کا نام اودھانگری تھا۔ لیکن اودھانگری کے ساتھ حادثات زمانہ نے وہی سلوک کیا، جو پاٹی کوٹی سے کیا تھا، اب یہ حسرت ویاس کا تو وہ خاک ہے جس کی خاک کا ذرہ ذرہ اپنے بانیوں کے جاہ وجلال کا مرثیہ خوان ہے، راجہ چندر گپت جو کلا چند کے نام سے مشہور تھا اس ٹیلہ کو منحوس سمجھ کر موجودہ شہر گجرات کے قریب

Marfat.com

پرستارہ شناسوں اور مالوں کی ہدایت سے ایک وسیع شہر کلا چور آباد کیا جواب تک مشہور ہے مگر حوادث سے اب اس کی حیثیت ایک معمولی گاؤں کی رہ گئی ہے۔ اگر چہ اس وقت یہ کسی شمار قطار میں نہیں ہے تا ہم اس شہر کی آس پاس کی آبادی سے اس کی شاندار وسعت کی کافی شہادت ملتی ہے۔ راجہ چندر گپت کی دوسری یا تیسری پشت میں زمانہ کے حوادث نے اس خاندان کی حکومت کا تختہ الٹ دیا اور راجہ سالباہن کو جس کا سمت یا سن سالباہن رائج ہے۔ اس ملک کی زمامِ حکومت سپرد کی، راجہ سالباہن نے۔

ع ہر کہ آمد عمارتِ نو ساخت

کے اصول پر ایک پر فضا مسطح سرزمین پر سیالکوٹ کا شہر اپنے نام پر آباد کر کے اس کو راجدھانی کا فخر بخشا اس کے خاندان سے رانی کو رجان مشہور بہ کوراں نے جو راجہ مہندر سین پسر راجہ رسالو کی رانی تھی اور شجاعت و انتظام مملکت میں راجاؤں پر سبقت لے گئی تھی اودھانگری کے بے چراغ ٹیلہ پر شمع آبادی روشن کی اور اس کو از سر نو آباد کر کے کورجان نگری نام رکھا، جو کچھ زمانہ تک کوراں نگری کے نام سے مشہور رہا، سلطان محمود غزنوی کے بے پناہ حملوں نے جس طرح کئی اور شہر برباد و ویران کئے۔ اسی فہرست میں کوران نگری کا نام بھی درج تھا چونکہ بدقسمتی سے یہ شہر حملہ آور بادشاہوں اور مہاجر بہادروں کے شاہراہ پر واقع تھا۔ جو حملہ آور آتا اس کو ٹھکراتا اور پامال کرتا۔ باشندگان قدیم نے تنگ آ کر یہاں سے کوچ کیا اور گردونواح کے علاقہ میں جہاں امن ملا سکونت اختیار کی۔

ما آزمودہ ایم دریں شہر بخت خویش
بیرون کشیدہ باید ازیں شہر رخت خویش

غیر آباد ہونے کی وجہ سے عرصۂ دراز تک یہ علاقہ درندوں اور وحشی جانوروں کا جولانگاہ رہا اور چونکہ اس کے دونوں طرف جاٹ اور گوجر قومیں آباد تھیں، ان کو خوش قسمتی سے یہ سرسبز و شاداب اور وسیع چراگاہ مل گئی۔ اگر چہ اس کی

Marfat.com

وسعت اس قدر تھی کہ دونوں قوموں کے مواشی نے باوجود کثرت کے اس چراگاہ کی تنگی کی کبھی شکایت نہیں کی مگر جاٹ اور گوجر فطری شجاعت وشہامت کے بل پر مصداق ''وہ درویش بگلیمے نجسپند و دو بادشاہ با قلیمے نگنجند'' ایک دوسرے کے عمل دخل کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اس لئے یہ چراگاہ رفتہ رفتہ ان کی بزدگاہ بن گئی، ایک دوسرے کے مواشی کو حملہ کر کے لوٹنے لگے اور ایک دوسرے کو نکالنے کے در پے ہوئے، وہ اس امر سے بے خبر تھے اور شاید اب بھی بے خبر ہیں کہ دونوں ہم نسل اور ایک ہی ماں باپ کی اولاد میں ہیں، دونوں قوموں کے تنازعات وخصوصیات شہنشاہ اکبر کے دربار تک پہنچے۔ بندگان درگاہ جہاں پناہ روزمرہ کے قضیوں کے انفصال سے تنگ آ گئے تھے، کشمیر کو جاتے ہوئے یہ انتظام فرما گئے کہ کوران نگری کے ٹیلے پر جو اس وقت 80 فٹ سے زیادہ بلند تھا، ایک روئیں حصار بنایا جائے، اس ضلع میں ایک قصہ مشہور ہے جو بالکل وضعی اور نا قابل قبول ہے۔

قصہ یہ ہے کہ گوجروں اور جاٹوں میں تنازع پیدا ہو گیا، گوجر چاہتے تھے کہ اس شہر کا نام گوجروالہ اور جاٹ چاہتے تھے کہ جاٹ والہ ہو۔ اکبر بادشاہ نے یہ حکم دیا کہ جو شخص سوا لاکھ روپیہ پہلے نذرانہ پیش کرے۔ اسی قوم کے نام پر اس شہر کا نام رکھا جائے، اس حکم کے جاری ہونے پر جاٹ قوم تو اس قاعدے پر چلی کہ علاقہ کے تمام کنویں شمار کر کے ان پر سوا لاکھ روپیہ تقسیم کر دیا جائے، ادھر گوجروں میں مسمیٰ آدم نے جو اپنے دادا کی بیشمار دولت کا مالک تھا کہا کہ روپیہ کی تقسیم پھر ہو جائے گی، میرے پاس روپیوں کے کئی گھڑے مدفون ہیں، روپیہ جلد داخل کر دیا جائے۔ اس نے روپیوں کے متعدد گھڑے زمین سے نکال کر پیش کئے جب قوم گوجر کے چوہدری روپیہ شمار کرنے لگے۔ تو اس نے کہا کہ میں شمار نہیں جانتا اور نہ مجھے معلوم ہے کہ سوا لاکھ کس قدر ہوتا ہے۔ توپہ (لکڑی کا پیمانہ ہے، جس سے غلہ ناپا جاتا ہے، گجرات میں آج کل ٹوپہ دو سیر کا رائج ہے) سے روپیہ کا اندازہ کر لو، اتنے ہی ٹوپے مجھ کو واپس دے دینا، ہر چند اس کو سمجھایا گیا کہ اس

Marfat.com

طرح صحیح حساب نہیں ہوسکتا، اس نے نہ مانا، وہ کہتا تھا کہ میرا حساب سیدھا ہے، جس قدر مجھ سے روپیوں کے ٹوپے برادری قرض لے اسی قدر فراہم کر کے مجھ کو ادا کر دے، میں تو 20 تک بھی شمار کرنا نہیں جانتا۔ آخر اس کی تسلی کے لئے ٹوپہ بھر کر روپیہ لیا گیا اور پھر شمار کیا گیا۔ اس وقت سے اس قوم کا گوت ٹوپ ہو گیا ہے، جاٹوں نے ابھی اپنے علاقہ کے چند ہی گاؤں کے کوئیں شمار کئے تھے کہ گوجروں نے بسم اللہ کر کے روپیہ داخل کر دیا اور خوشی خوشی شہر گجرات کی داغ بیل اپنے نام پر ڈالی۔

واقعات کی بنا پر یہ سب فضول باتیں ہیں، نہ اس وقت کسی کے پاس اس قدر روپیہ تھا اور نہ کسی نے روپیہ دیا۔ اصل بات یہ ہے کہ اس وقت علاقہ غیر آباد تھا۔ اکبر بادشاہ نے غیر آباد بستیوں کے لئے نذرانہ مقرر کر دیا تھا، جیسا کہ اسناد سے معلوم ہوا ہے۔ سیدھی اور صاف بات یہ ہے کہ اس علاقہ کو گوجر دیس کہتے تھے، اس کی مناسبت سے اس کا نام گجرات ہوا، آدم ٹوپہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے، جو پتے گجرات کے مقرر ہوئے تھے، وہ ٹوپوں پر منقسم تھے، ہر توپ کا چودھری مقرر تھا آدم نام بھی ایک توپہ کا چودھری تھا اس لئے آدم توپہ مشہور ہوا۔

تعلیم یافتہ جاٹ گجرات کی وجہ تسمیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ شہر دو قوموں کے نام سے مرکب ہے۔ ابتدائی نام گوجر جاٹ تھا۔ کثرت استعمال سے جاٹ کا جیم حذف ہو گیا اور ٹ، ت سے بدل گئی جب اس ملک پر گوجر حکمران ہوئے تو گجرات ہوا۔ ملاحظہ ہو تاریخ گجرات کاٹھیا وار اسی گجرات کے لحاظ سے اس علاقہ واقعہ پنجاب کا نام بھی گجرات ہوا، غرض بادشاہ کے حکم سے گوجر اور جاٹ کے تعلقے علیحدہ علیحدہ کر دیئے گئے اور حدِ فاصل شرقی ندی توی اور جنوبی دریائے چناب اور شمالی دریائے جہلم غربی مقررہ مواضع کی حدود پر تعلقوں کی حد مقرر کی گئی تھی[1] کیونکہ یہاں کوئی ..... نشان نہیں تھا مگر بعد میں بہت کچھ حدود کا اختلاط

---

[1] ان حدود کی تفصیل تقریبی سے جو مجمل اطلاع کے لئے کافی ہے۔

Marfat.com

ہو گیا ہے، گوجروں کے تعلقہ کا نام گجرات اور جاٹوں کے علاقہ کو ہیرات سے موسوم کیا گیا۔ مرزا اعظم بیگ افسر بندوبست نے ہیرات کی یہ توجیہ کی ہے کہ ہیرا ہرن کو کہتے ہیں چونکہ جاٹوں کے علاقہ میں ہرن بہت تھے، اس لئے ہیرات نام رکھا گیا لیکن یہ توجیہ معقول نہیں ہے۔

اس وقت اہیر قوم اس علاقہ میں کافی تعداد میں آباد تھی۔ ان کے نام پر یہ علاقہ مشہور تھا۔ چنانچہ اب بھی بعض بعض علاقوں میں اہیر موجود ہیں، یہ حسن اتفاق ہے کہ گوجر اہیر اور جاٹ ایک جگہ آباد ہو گئے ہیں، ہرن کی توجیہ اس لئے بھی نامعقول ہے کہ ہرن اس وقت ہر علاقہ میں یکساں پائے جاتے تھے۔ خصوصاً شہر گجرات کے قریب تر جنگلوں میں بکثرت تھے، نیز یہ کیسی فضول بات ہے کہ انسانوں اور حیوانوں کے اعتبار سے پتے تقسیم کئے جائیں، اب جاٹوں کے تعلقہ کو جٹاتر اور گوجروں کے علاقہ کو گوجری کہتے ہیں۔ جو قوموں کے نام سے موسوم ہیں۔ اس ضلع کو نولکھا گجرات بھی کہتے ہیں کیونکہ کسی زمانہ میں اس کی مالگزاری نولاکھ تھی، اس ضلع کی وسعت زمانہ سابق میں دور تک تھی، جس میں جہلم، گجرات اور سیالکوٹ گوجرانوالہ کے حصہ شامل تھے۔ عرصہ دراز تک نادر شاہ اور اس کے جانشینوں کے حملوں کا یہ شہر آماجگاہ رہا۔ اس زمانہ میں لوگ اپنی بستیوں کو روز روز کی تاخت و تاراج کے باعث چھوڑ کر کہیں سے کہیں چلے گئے۔ سردار گوجر سنگھ جب اس شہر کی آبادی کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے بہت کچھ ترمیم کی قلعہ کے اندر تو ہندوؤں اور سکھوں کو بسایا اور قلعہ کے ارد گرد گوجروں اور جاٹوں کو آباد کیا تا کہ یہ مسلمان قومیں بیرونی حملوں کا مقابلہ کریں۔ اس وقت شہر گجرات کی آبادی کچھ بڑھ گئی ہے اور لوگ ملحق قصبوں سے آ کر آباد ہو گئے ہیں اور نانواں، ابلیہ سلیمان، جلوموتری، کانیانوالی، سیومندوال، وفتح پور کی بستیاں جواب بے چراغ ہیں کسی زمانہ میں آباد تھیں۔ 1866ء میں یہ ملک پنجاب کے مشہور با اقبال مہاراجہ رنجیت سنگھ کے قبضہ میں تھا۔ گجرات شہر میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کی بارہ دری اور راجہ گلاب

Marfat.com

سنگھ کی حویلی جو 1894ء بکرمی میں تعمیر ہوئی، مشہور ہیں گجرات اس حیثیت سے ایک مہتمم بالشان شہر ہے کہ ہر زمانہ میں بادشاہوں کا نبردگاہ رہا ہے، سکندر سے لے کر آج تک تمام فاتحین اس کی تسخیر سے فتح ہند کی فال لیتے رہے ہیں۔ انگریزوں اور سکھوں کی جنگ کے فیصلہ کرنے کا فخر بھی اسی شہر کو حاصل ہے۔ چیلیانوالہ واقع ضلع گجرات میں انگریزوں کی فتح مندی کا مینار آسمان کو جنگ کے واقعات سنا رہا ہے۔ گجرات کی آبادی کی تاریخ کا فقط ایک مصرعہ مشہور ہے جس کو ہم نے تضمین کر کے مکمل کر دیا ہے۔ مقام افسوس تھا کہ چوہان شاعر اپنے شہر کے تاریخی مصرعہ کی تضمین نہ کرتا۔

قطعہ تاریخِ گجرات

تاریخ گوا کہ قوم گوجر — پابر سر تختِ ہند نہاد
این قوم بحشمت و شہامت — ممتاز و معظم است زا جداد
قومیکہ نشانِ نصرت او — پرچم بسر[1] ہمالہ بکشاد
قومیکہ ملناب خیمہ اش را — از جرم ثوابت است اوتاد
قوم کے بشوکت و شجاعت — ہر خطہ ہند کرد منقاد
قومیکہ شکست سرکشاں را — باپنجۂ آہنی فولاد
قومیکہ بہر مصافِ اعداء — در روز وغا چوکوہ استاد
قومیکہ نہاد بر فلک تخت — اکنوں زفلک بخاک افتاد
ہیہات زگردش زمانہ — اجداد، عزیز و خوار اولاد
مایوس مشوکہ مدو جزر است — دربحر جہانِ کون و ایجاد
برخیز! کہ موسم بہار است — بگزشت زمانِ صرصر وباد
تا کے بغمِ زوالِ دولت؟ — برخیز بعزم کارِ اِمجاد

---

[1] ہمالہ مشہور پہاڑ۔

Marfat.com

ازبازوئے ہمت خدا داد دل ہائے فسردہ رابدہ داد
افسانہ نوشتہ ام کہ شاید آبائے کرام راکنی یاد
این غفلت وآرزوئے رفعت یکجا نشوند جمیع اضداد
ازشانِ رفیع تو بعید است از غیر کنی سوال امداد
اے دست بسینہ! حلقہ درگوش زیں ذلت وننگ باش آزاد
ایں کاخ ومحلِ شہر گجرات از عزت وجاہِ تو دہد یاد
وقتے ز حوادث زمانہ ایں شہر شدہ خراب و برباد
اکبر چودریں دیار آمد از آمدِ اوجہان شدہ شاد
ویدش چوخراب وتودۂ خاک ''آباد کنیہ'' کردار شاد
در رونق و شان بحکم اکبر گجرات شدہ چو اکبر[2] آباد
تاریخ بنائے شہر گجرات گجرات بسعی اکبر آباد

شہر گجرات کے بعد اب ہم عام حالات ضلع گجرات کے لکھتے ہیں۔

ضلع گجرات! دو دریاؤں چناب اور جہلم کے درمیان واقع ہے، اس کے حدود ریاست جموں، ضلع گوجرانوالہ، جہلم، سیالکوٹ، شاہ پور سے ملتے ہیں۔

اس ضلع میں گوجر، جاٹ، مغل، چت وغیرہ آباد ہیں۔ گوجروں کی آبادی بمقابلہ دوسری قوموں کے 1/13 حصہ ہے۔ زیادہ تر گوجروں کی آبادی تحصیل کھاریاں اور گجرات میں ہے۔ پھالیہ میں ان کے چند مواضع ہیں اور بعض دیہات تو سالم گوجروں کی ملکیت ہیں اور بعض میں وہ تھوڑی زمین کے مالک ہیں۔

ضلع گجرات میں ایک پہاڑی جس کا نام پبی ہے اور اس کا طول تقریباً 25 میل ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ جنوبی طرف اکثر گوجر آباد ہیں۔

ہم نے یہ تحدید سرسری اور عام حیثیت کے لحاظ سے کی ہے ورنہ اس وقت بہت کچھ اختلاط ہو گیا ہے۔ جاٹوں کے گاؤں میں گوجر اور گوجروں کے

---

[2] آگرہ کا نام اکبرآباد ہے۔

Marfat.com

موضع میں جاٹ آباد ہو گئے ہیں ۔ زمانہ میں ایسا تغیر تبدل ہوتا رہتا ہے چنانچہ چند گاؤں جاٹوں کے گوت پر مشہور ہیں اور وہ سالم کے سالم گوجروں کے قبضہ میں ہیں۔

بالعموم گوجر اور جاٹ کے رسم و رواج اور شکل و شباہت ایک ہی سے ہیں، گوجروں کے اکثر گوت اس ضلع میں پائے جاتے ہیں، چوہان کھٹانہ، گورسی، کولی، چیچی، کسانہ، برہ، سود، بھنڈ، فتالی، پرگڑ، بھوجہ، مکڑ، چانتے، پڈانہ، کالس، بھملہ، برکٹ، ٹھیکریہ، چھاوڑی، کھیلے، گپگی، اوانہ، بھوجہ، ببانیاں، بارو، بوکن، بجاڑ، بجوان، بانٹھ، باہروال، بھلوٹ، بھلسیر، پوڑ، پسوال، پھامبڑہ، ٹوپہ، ٹھلہ، جنگل، جھیندڑ، چھالے، چھوکر، چھاوڑی، وہڑ، دہر، دھکڑ، دھوچک، ڈوگہ، ڈوہے، ڈھو، ڈھینڈہ، لائٹے، سانگو، ہیر، سنگرانہ، گاہدری، کھاری، گجگاہیہ، لودی، لمبور، مراڑی، لوہسر، مہلو، مہیسی، نون، ہنکلہ، موٹہ، تاس، کٹاریہ وغیرہ وغیرہ۔

یہ ضلع قدیم زمانہ سے آباد چلا آتا تھا، مگر ایک دفعہ بوجہ سیلاب اور دوسری بار بوجہ قحط شدید اس ضلع کے اکثر باشندے پہاڑی مقامات کی طرف ہجرت کر گئے اور اس کا ایک بڑا حصہ غیر آباد ہو گیا۔ اس وقت بھی اس ضلع میں کئی ٹیلے موجود ہیں۔ جن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بڑے بڑے گاؤں تھے۔ ہم نے خود دیکھا ہے کہ پبی پہاڑ میں بھی آبادی تھی، پبی کے دامن میں ایک بڑے گاؤں کے نشان پائے جاتے ہیں جس کو تیلیا ہیل کہتے ہیں۔

اکبر بادشاہ جب اس ملک پر قابض ہوا تو اس ضلع کی آبادی کی طرف خاص توجہ کی۔ غیر آباد بستیوں میں جاٹ گوجر وغیرہ قوموں کو آباد کیا۔ عام طور پر موجودہ دیہات اکبر بادشاہ کے آباد کردہ ہیں۔ یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ اکبر کے وقت میں اس ضلع کے غربی حدود کیا تھے۔ دوسرے حدود یعنی دریائے جہلم اور چناب تو مستقل ہیں مگر جب اس کی مالگزاری نو لاکھ تھی تو اس ضلع کی وسعت بہت زیادہ ہو گی۔ اس ضلع کے گوجروں کے اخلاق و عادات عام طور پر پسندیدہ

Marfat.com

ہیں۔ یہ متواضع مہمان نواز شجاع، محنتی اور ذہین ہیں۔ اس زمانہ میں بالعموم تقسیم در تقسیم کی وجہ سے تھوڑی تھوڑی زمین ان کے پاس رہ گئی ہے جس کو اچھی طرح محنت سے کاشت کر کے یہ معاش پیدا کرتے ہیں۔

کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ گوجروں میں حافظ قرآن کریم اور عالم بکثرت تھے۔ اب روز بروز دینی تعلیم میں تنزل ہوتا جاتا ہے، پہلے جابجا قرآن شریف کے مدرسے تھے، اب لوگ زیادہ تر مروجہ تعلیم کی طرف متوجہ ہو گئے ہیں۔ اس لئے قرآن شریف کے مدارس بہت کم رہ گئے ہیں بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ شاذونادر کسی جگہ مدرسہ تعلیم القرآن ہو گا۔

گوجروں میں بہت سے اہل اللہ ہوئے ہیں جن کے مزارات پر اب تک لوگ جا کر دعا مانگتے ہیں۔ حافظ سعد اللہ علیہ الرحمہ (ڈھلیان) و حافظ فتح اللہ علیہ الرحمہ (ٹھنڈ الہ) و حضرت شاہ حسین کولی علیہ الرحمہ (کولیاں حسین) و پیر شیر غازی مرحوم (چکوڑی شیر غازی) و حضرت فتح اللہ و حضرت محمود، و حضرت حسین علیہم الرحمۃ (حاصلانوالہ)، و میاں نور جمال علیہ الرحمہ (موضع جمال) و حضرت مولانا قبلہ مولوی محمد عالم صاحب علیہ الرحمہ، کھوڑی والد و پیر مرشد مؤلف۔

گوجروں کی مشہور درس گاہیں کھوڑی، و عمر چک، و ملکہ ڈوگہ، گنجہ میں ہیں۔ کھوڑی میں حضرت قبلہ مولانا مولوی محمد عالم و مولوی غلام غوث علیہما الرحمہ، وعمر چک میں حضرت مولوی صدر الدین، مولوی شیخ عبداللہ و مولوی امان اللہ علیہم الرحمہ، ملکہ میں مولوی صدر الدین رحمتہ اللہ علیہ موضع مواتہ میں حافظ ہست مغفور اور گنجہ میں مولوی حافظ محمود مرحوم، یہ تمام بزرگ جامع علوم تفاسیر و احادیث و اصول فقہ و جمیع علوم عقلیہ و نقلیہ تھے اور الٰہیات و فلکیات و ما بعد الطبیعیات کی بھی تعلیم دیتے تھے، ان کے سیکڑوں منتہی فاضل شاگرد ہیں۔

قرآن شریف کی قرأت کا مشہور مدرسہ موضع جنڈ میں ہے، جس کے اول مدرس قاری علم الدین مرحوم تھے۔ ان کے علاوہ حافظ محمد صاحب مرحوم

Marfat.com

(حاصلانوالہ) مولوی امام الدین صاحب مغفور (برنالی) مولوی ابراہیم صاحب (چنن) مولوی سلطان احمد صاحب (گنجہ) مولوی حافظ محبوب عالم صاحب (میانہ چک) مولوی عبدالکریم صاحب (پوڑانوالہ) مولوی فیض اللہ صاحب (چھپر) علیہم الرحمۃ بڑے فاضل گزرے ہیں۔ یہ وہ بلند ہستیاں تھیں جو علم و فضل کے دریا بہا کر جوار رحمت میں چلی گئیں۔

گوجروں اور جاٹوں میں سے جو بزرگ عالم یا صوفی یا اہل اللہ ہوئے۔ ان کی اولاد میاں کہلاتی ہے۔ میاں کے معنی صاحب ہیں اور دوسرے گوجر چودھری کہلاتے ہیں، مگر چونکہ یہ ایک ہی قوم ہے، اس لئے ان کا آپس میں رشتہ ناتہ ہوتا ہے۔ البتہ بعض حالتوں میں دولت مند ناوار کو رشتہ نہیں دیتا۔ ان میں باہم کسی قسم کا فرق نہیں ہے، اگرچہ بظاہر بعض گوت دوسرے گوتوں پر اپنی فوقیت ظاہر کرتے ہیں مگر عملی طور پر باہمی رشتہ داری کی وجہ سے کوئی امتیازی فرق نہیں ہے اور ان کی رشتہ داری کا سلسلہ اس قدر وسیع ہے کہ اگر ہم اعلیٰ گوت کی رشتہ داری کے سلسلہ کو پھیلائیں تو وہ ادنیٰ گوت تک پہنچ جاتے ہیں اور اگر ادنیٰ گوت کے سلسلۂ رشتہ داری کو دیکھیں تو اعلیٰ گوت تک منتہی ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ کسی خاص خاندان پر کوئی امتیاز و اعزاز ذاتی حاصل ہے۔ اس زمانہ میں گوجروں کا رشتہ بالعموم یا تو قریب تر برادری میں ہوتا ہے یا دوسرے گوت میں جو ذی حیثیت اور مرفہ الحال ہو۔

جاٹوں اور گوجروں میں مطلقاً رشتہ داری نہیں ہوتی بلکہ اس کو عیب سمجھا جاتا ہے لیکن تعلیم یافتہ طبقہ بُرا نہیں سمجھتا یہ لوگ مال و دولت و قومیت کے بجائے شخصی قابلیت اور شرافت کو دیکھتے ہیں۔

چنانچہ حال ہی میں ایک فاضل رانجھا جٹ نے ایک عالم گوجر کو اور ایک معزز فاضل و رئیس وڑائچ جٹ نے ایک دوسرے شریف و معزز خاندان ملک میں بیٹی کا رشتہ دیا ہے۔ یہ دو مثالیں نہایت ہی مبارک اور قابل تقلید ہیں۔ اگر تعلیم کی

Marfat.com

کثرت ہوئی تو جاٹ اور گوجر رشتہ داری کے اعتماد میں منسلک ہو جائیں گے۔

یہ تفریق صرف جہالت کی سبب سے ہے اور ہمارے نزدیک رشتہ میں صرف دولت و مال کو مدنظر رکھنا اور ذاتی قابلیت وشرافت کا لحاظ نہ کرنا۔ پسندیدہ پالیسی نہیں ہے، بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ ایسی رشتہ داریوں کا حشر بہت بُرا ہوا ہے۔

نیز عام طور پر جاٹوں اور گوجروں کو اب تک یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ ایک ہی نسل کی یادگار ہیں، رفتہ رفتہ جہالت دور ہوتی جا رہی ہے۔ ایک نقص یہ بھی ہے کہ یہاں کے گوجر رشتہ داری کے تعلقات کو اسی ضلع تک محدود رکھتے ہیں۔ اگر رشتہ داری کا تعلق اپنی قوم تک، بھی محدود رکھا جائے تو بھی دور دور کے اضلاع تک اس کی وسعت ہوتی جائے مثلاً کاغان یا پونچھ، کشمیر یا پنجاب یا دیگر اضلاع کے گوجروں کی آپس میں رشتہ داری ہو تو اس میں بہت سے فوائد ہیں، ایک تو خون کا تبادلہ ہوتا ہے۔ دوسرے تعرف وقرابت کا دائرہ وسیع ہو جاتا ہے، بعض ہندو جو اپنے گوت میں شادی نہیں کرتے اس میں ایک طبی حکمت ہے۔ جس قدر قریبی رشتہ داروں میں شادی کی جائے اسی قدر اولاد کمزور پیدا ہوتی ہے۔ اگر دوسری نسل یا اپنی نسل کے بعید ترین قبائل میں شادی کی جائے تو لامحالہ اولاد توانا اور طاقتور پیدا ہوگی اور یہ ایسے بدیہی مسائل ہیں جو ہر ایک کی سمجھ میں آسکتے ہیں، جب ایک ملک کی آب و ہوا کا اثر انسان کی جسمانی حالت کو تبدیل کر دیتا ہے تو خون کا تبادلہ بہرحال جسم و تشخص کو بدل دے گا۔

عربی کا ایک شعر ہے جس میں ایک بہادر اپنی شجاعت کی تعریف میں منجملہ اور اوصاف کے یہ وصف بھی بیان کرتا ہے کہ میں وہ بہادر ہوں کہ میری ماں میرے باپ کے چچا کی بیٹی نہیں ہے۔

اس میں یہ حکمت ہے کہ اگر بھائی بھائی یا بہن بھائی کی اولاد کا سلسلہ ازواج باہم چند پشت تک چلتا رہے تو اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ آئندہ نسلیں

Marfat.com

کمزور ہو جائیں گی کیونکہ بار بار ایک ہی خون سے اولاد پیدا کرنا جسمانی و ذہنی ترقی کے منافی ہے۔ آپ نہیں دیکھتے کہ کمزور زمین کا پودا جب اچھی زمین میں لگایا جاتا ہے تو اچھا پھل دیتا ہے۔ بالعموم لوگ قرابت کرتے وقت جائیداد اور عہدہ وغیرہ کا لحاظ رکھتے ہیں یعنی جہاں قرابت ہوگی وہ کتنی جائیداد رکھتا ہے۔ کیا عہدہ ہے؟ کیا منصب؟ یہ غلط خیال ہے بلکہ دیکھنا یہ چاہیے کہ جس لڑکے لڑکی کا ازواج ہوتا ہے ان کی جسمانی صحت، ذاتی شرافت اور علمی قابلیت کیسی ہے۔ پنجاب میں ایک معزز خاندان ہے ان کے بزرگوں کا یہ خیال تھا کہ بہت قریبی اعزہ سے قرابت کرنی چاہیے۔ غیروں سے خواہ وہ اپنی ہی قوم کے ہوں سلسلۂ قرابت قائم کرنا مناسب نہیں ہے۔ لیکن آج ہم ان کی اولاد کو دیکھتے ہیں کہ اس کا جسم کمزور اور دماغ مختل ہے۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ ادنیٰ قوموں میں رشتہ داری کی جائے بلکہ ہمارا یہ مطلب ہے کہ دوسری قوموں سے بھی جو خاندانی لحاظ سے مساوی یا اعلیٰ ہوں رشتہ داری کے تعلقات پیدا کئے جائیں اور یہ مدنظر رکھا جائے کہ آئندہ نسلیں قومی اور توانا پیدا ہوں۔

ناظرین یہ خیال نہ کریں کہ ہم تاریخی حالات لکھتے لکھتے اور بحثیں چھیڑ دیتے ہیں۔ ہمارے فرائض میں یہ امر بھی داخل ہے کہ ہم تاریخی واقعات کے ساتھ ساتھ ان امور کا بھی ذکر کرتے جائیں جو قوم کی آئندہ ترقی و تنظیم کے لئے مفید ہوں۔

آمدم برسر مطلب! اکبر بادشاہ کے ناظموں نے جب غیر آباد ٹیلوں کو آباد کیا تو اس ضلع کے[1] پتے (تعلقے) مقرر کر دیئے کھٹانوں کے چار پتے اور چیچی چوہان کا ایک ایک پتہ اور ایک پتہ عالمگیری گوجر کا مابعد میں اضافہ ہوا تھا۔ کل

---

[1] پتہ ایسا ہی تھا جیسا اس زمانہ میں حلقہ ذیلداری، پتہ داروں کے بالعموم وہی فرائض تھے، جو ذیلداروں کے ہیں یعنی وصولی معاملہ زمین وغیرہ تعمیل احکام سرکار۔

Marfat.com

سات پتے گوجروں کے تھے۔ جاٹوں کے چھ اور ہندوؤں کا ایک تپہ تھا۔ اس طرح کل چودہ تپے قرار دیئے گئے تھے جن کی تشریح نقشہ ذیل میں کی جاتی ہے۔

ضلع گجرات کے تپے یعنی تعلقے

نمبر شمار	نام قوم	نام تپہ	تعداد توپ	نام چودھری جو مقرر تھا
1	گوجر	آ کیا	5	چوہدری کلیم اللہ خان ساکن گجرات
2	گوجر	بالا	3	چوہدری ولی داد خان ساکن ڈنگہ
3	گوجر	گندو	6	چوہدری فتح محمد خان ساکن خواص پور
4	گوجر	بانڈو	3	چوہدری احمد خان ساکن گھریرہ جھنڈا ساکن پسوال
5	گوجر	چیچی	1	چوہدری نور محمد خان ساکن ٹھمکہ
6	گوجر	چوہان	1	چوہدری بہاء الدین خان ساکن جید پور
7	گوجر	عالمگیر گوجراں	1	چوہدری سرخرو خان ساکن گلیانہ و پیر محمد خان ساکن باہروال
8	جاٹ	جیو وڑائچ	18	چوہدری جوہر محمد خان ساکن رڑیالہ
9	جاٹ	ابو وڑائچ	11	لشکری بیگ ساکن سوک احمد و محمود ساکنان شادیوال
10	جاٹ	شاہ پور مصطفےٰ	12	مصطفےٰ ساکن شاہ پور
11	جاٹ	عالمگیر پور جٹاں	2	چوہدری گوہر خان ساکن ماڑی

Marfat.com

12	برہمن اور کھوکھر	ہیلان ضلع بار	3	مہتہ جے چند برہمن ساکن ہیلان اور فتح اللہ خان کھوکھر
13	جاٹ	میر خانپور چوچک	1	ان دونوں چوہدریوں کا نام معلوم نہیں
14	جاٹ	میر خانپور گوندل	1	// //

ہر ایک تپہ میں بڑے چودہری کے ماتحت چھوٹے چودھری ہوتے تھے جن کو توپ کہا جاتا تھا۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کھاتا، کھتونی، جمیندی مال میں درج ہے۔ دیکھو تاریخ مرزا اعظم بیگ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر، موجودہ حکومت سرکار انگریزی میں اب ان پتوں پہ کوئی عملدر آمد نہیں، گجرات کی وجہ تسمیہ چونکہ گوجر وسط ایشیا سے آکر ابتداء اس ملک میں آباد ہوئے تھے۔ اس لئے اس ملک کا نام پہلے گوجر دیس ہوا۔ پھر اس کو تک دیس کہنے لگے کیونکہ تک بھی گوجر کی شاخ ہے پھر گجرات کاٹھیاوار کی طرح گجرات مشہور ہوا یعنی گوجروں کی جائے رہائش، ضلع گجرات اور دیگر اضلاع کے گوجروں میں وہ گوجر بھی شامل ہیں۔ جو کاٹھیاوار اور راجپوتانہ سے واپس آئے اور یہاں سے ایک جماعت بوجہ قحط سالی، پہاڑی علاقوں میں چل گئی، چنانچہ ہم نے پونچھ اور کشمیر کے گوجروں سے دریافت کیا ہے۔ وہ ضلع گجرات پنجاب کے بہت سے مواضع کے نام لیتے ہیں کہ ہمارے بزرگ وہاں سے پونچھ یا کشمیر میں آئے تھے۔ کاغان کے گوجروں سے گفتگو ہوئی، وہ کہتے ہیں کہ ہم ضلع ہزارہ سے آئے ہیں۔ اسی طرح حسب اقتضائے وقت و حالات ان کا انتقال مکانی یعنی اقدام درجعتہ قہقری ہوتی رہی۔ اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے ادھر پھرتے رہے اور ایسا ہی ہر ایک قوم کا حال ہے۔

Marfat.com

یہ نتیجہ ہم نے تاریخوں سے صحت و اطمینان کے بعد اخذ کیا ہے کہ گوجر وسط ایشیاء سے مختلف اوقات میں وارد پنجاب ہوئے اور پھر بڑھتے بڑھتے راجپوتانہ اور گجرات کاٹھیاوار تک پھیل گئے۔ اجین، متھرا، گوالیار، گجرات دکن، قنوج عرصہ تک ان کا مرکز رہا۔ موجودہ گوجری زبان اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ سب کبھی راجپوتانہ میں اکٹھے رہتے تھے۔

مؤلف: گجرات کے مشہور اشخاص کا تذکرہ ہم نے جلد دوم میں کیا ہے۔

ضلع گورگاؤں

گوجر پانچوں تحصیلوں میں کم وبیش آباد ہیں۔

جو پہاڑ ضلع دہلی اور ضلع گورگاؤں کی حد فاصل ہے۔ اس کے دامن میں مجتمعاً ان کی آبادی ہے اور تحصیل پلول میں ان کے بڑے بڑے محال واقع ہیں۔ یہ جسمانی ساخت کے لحاظ سے مضبوط اور قد آور ہوتے ہیں، بمقابلہ کاشتکاری کے جانوروں پر زیادہ محبت رکھتے ہیں مگر بعض بعض مواضع میں وہ نہایت ہی جفاکش کاشتکار ہیں۔ ان کی عادات و خصائل میں روز افزوں اصلاح ہو رہی ہے۔ جو فوج میں لازم ہیں وہ اچھے سپاہی ثابت ہوئے ہیں۔

قانونی بندوبست میں ان کو سخت نقصان پہنچا۔ انہوں نے اپنے مواشی کے لئے وسیع چراگاہیں محفوظ رکھی تھیں اور بقدر ضرورت کھیتی کرنے لگے تھے۔ اس وجہ سے ان پر زمین کا محصول بہت بھاری لگایا گیا۔ جس کو وہ ادا نہ کر سکے اور ان کے حقوق ملکیت ضبط کر لئے گئے۔ اس وقت سے ان کی مالی حالت ابتر اور زمیندارانہ اقتدار کم ہو گیا ہے۔

یہ قوم ابتداء سے مواشی کے ساتھ زیادہ محبت رکھتی ہے اور یہاں تک ان کو مواشی کا شوق ہے کہ سبز چارہ کے کھیت کے کھیت اپنے جانوروں کو کھلا دیتے ہیں، کھیت کیا اپنے منہ کے نوالے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔

Marfat.com

مؤلف: اگر یہ حالت تھی تو گورنمنٹ کو چاہیے تھا کہ وہ چراگاہوں پر ہلکا محصول لگاتی تا کہ یہ لوگ ہمیشہ کے لئے برباد نہ ہو جاتے۔ (حالانکہ بہت سے اضلاع میں چراگاہ پر ہلکا محصول لگایا ہے) اس ضبطی زمین سے متعدد خاندان تباہ ہو گئے ہیں۔ حالانکہ ان کے بچاؤ کے لئے مختلف صورتیں ہو سکتی تھیں اور یہ امر بعض اضلاع کے بندوبست کی رپورٹوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ بنجر زمین رفتہ رفتہ آباد ہوتی ہے اور اگر اس قوم نے مزروعہ رقبوں کو دوران بندوبست میں سنگین محصول سے بچنے کے لئے غیر آباد کر دیا تھا۔ تو اس بارہ میں بہترین تجویز یہ ہو سکتی تھی کہ گوجروں کے دیہات کی جمع غیر مستقل کر دی جاتی، چند ہی سال میں امر واضح ہو جاتا کہ رقبہ مزروعہ کو غیر مزروعہ حالت میں تبدیل کرنا تشخیص محصول سے بچنے کے لئے تھا۔ یا اس کے کچھ اور اسباب ہیں ہر ایک ضلع کے بندوبست کی رپورٹ سے یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ بڑے بڑے وسیع مزروعات خاص حالات کی وجہ سے غیر مزروعہ ہو گئے۔ بہرحال پنجاب کے بندوبستوں کا بھوت بار بار زمینداروں پر سوار ہوتا ہے اور تشخیص کی جونک ہر بندوبست میں ان کا باقی ماندہ خون چوس لیتی ہے۔

ایک یہ صورت بھی ہو سکتی تھی کہ مواشی پر کچھ محصول لگایا جاتا مگر ملکیت ضبط نہ کی جاتی۔

افسران بندوبست کی ناواقفیت کی وجہ سے اکثر اضلاع کے زمینداروں کو نقصان پہنچا لیکن کیا کیا جائے، گورنمنٹ نے یہ فرض کر لیا تھا کہ افسران بندوبست کام سے واقف ہیں اور ان کی تجویزیں مقامی حالات پر مبنی ہیں۔ اگر اکبر بادشاہ کی تشخیص سے مقابلہ کیا جائے، تو گورنمنٹ کا معاملۂ زمین بہت سنگین ثابت ہوتا ہے گورگاؤں کے گوجر عام طور پر بہت محنتی کاشتکار اور باہمت ہیں اور ہر نوع سے ترقی کر رہے ہیں۔

Marfat.com

ضلع گورداسپور

تحصیل شکر گڑھ کے شمالی حصہ اور بیاس کی وادی میں گوجر بکثرت آباد ہیں۔ یہ اچھے کاشتکار اور محنتی ہیں۔ ان میں سے بعض باہمت چناب وغیرہ آبادیوں میں چلے گئے ہیں اور سرکار سے زمین حاصل کر کے بہت آسودہ ہو گئے ہیں۔ اس ضلع کے گوجر بالعموم آسودہ حال ہیں اور اخلاق و عادات کے لحاظ سے بہتر ہیں۔

بہڑاری کے گوجر کہتے ہیں کہ وہ دہلی کے علاقہ سے آئے اور بادشاں دہلی کے عہد میں مسلمان ہوئے اور اکبر بادشاہ نے ان کو بہڑاری کا علاقہ تعہد پر عنایت کیا، جس کو انہوں نے بہت جلد بنجر شگافی کر کے آباد کر لیا اور ملکیت کی سند حاصل کی یہاں کہ گوجروں کے گوت چیچی، کھٹانہ، پسوال، چوہان، مہلو، گورسی، کولی وغیرہ بالعموم وہی ہیں جو ضلع گجرات میں پائے جاتے ہیں۔ اس ضلع کے بعض خاندانوں نے دینی اور دنیاوی ترقی حاصل کی ہے۔ شادی میں ان کی رسوم خلاف شرع ہوتی ہیں اور ان میں ہندوؤں کی تقلید کی جاتی ہے۔ بعض خاندانوں میں کچھ کچھ رسوم کی اصلاح ہو گئی ہے۔ مگر بہت کم گوجر اس ضلع میں اچھی حیثیت رکھتے ہیں۔ عام طور پر خوبصورت بلند بالا، قوی، ہیکل اور ذہین ہیں مگر تعلیم میں بہت پیچھے ہیں۔ البتہ اس زمانہ میں چند خاندانوں کے افق سے بعض علمی ستارے طلوع ہوئے ہیں۔ موضع مینگڑی کا گوجر خاندان قومی ہمدردی اور عالی ہمتی کی وجہ سے مشہور ہے۔ ان کے سربرآوردہ ارکان، رنگون، پیگو وغیرہ مقامات برہما میں جنرل کنٹریکٹر ہیں۔ ان کی عالی ہمتی کا یہ بڑا ثبوت ہے کہ انہوں نے خاص مینگڑی میں اسلامیہ ہائی سکول قائم کیا ہے۔ چوہدری خان بہادر ولی محمد خان کونسل برہما کے ممبر رہ چکے ہیں۔ چوہدری عبدالروف قوم کی تعلیم کا حامی و معاون ہے۔ چوہدری خان بہادر، محمد ابراہیم خان، و چوہدری عبدالعزیز کنٹریکٹر رنگون شرافت و ہمت کی ایک

Marfat.com

مثال ہیں۔

اس ضلع کے سب گوتوں کا آپس میں رشتہ ناتہ ہوتا ہے ۔ کسی کو کسی پر ترجیح نہیں ہے اور کہیں کہیں مالی حیثیت یا قرابت کا بھی لحاظ رکھا جاتا ہے۔

ضلع گوجرانوالہ

ضلع گوجرانوالہ اگرچہ گوجروں کے نام سے مشہور ہے مگر اس وقت اس ضلع میں گوجر بہت کم ہیں۔ کل آبادی تین ہزار سات سو کے قریب ہے۔ اس ضلع میں گوجروں کا مشہور خاندان کوٹ قاضی میں رہتا ہے ۔ دراصل یہ خاندان مراڑیاں ضلع گجرات سے جا کر ضلع گوجرانوالہ میں سکونت پذیر ہوا اور اپنے نام پر دو گاؤں کوٹ قاضی کے نام سے آباد کئے۔ یہ خاندان قدیم زمانہ سے علم و فضل سے بہرہ ور چلا آتا ہے۔ اس خاندان کے جد اعلیٰ قاضی محمد جان تھے۔ جن کو محمد شاہ بادشاہ کی بارگاہ سے سند قضاء عطا ہوئی ۔ اس وجہ سے یہ خاندان اب تک قاضی کے لقب سے مشہور ہے۔ اس خاندان میں قاضی سید محمد مشہور تھے جن کے فرزند قاضی محمد اسحاق ایم اے، مولوی فاضل منشی فاضل انسپکٹر مدارس ہیں ۔ چونکہ اس ضلع میں گوجروں کی تعداد کم ہے۔ اس لئے یہاں گوجروں کا کچھ زیادہ اقتدار نہیں ہے۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ جہاں گوجرانوالہ شہر آباد ہے وہاں ایک چوہدری گوجر کا کنواں تھا جس کے ساتھ مواشی کی ایک وسیع چراگاہ تھی ۔اس وجہ سے اس کنویں کا نام گوجرانوالہ ہو گیا۔ اس ضلع میں جاٹ اور سکھوں وغیرہ کا اقتدار زیادہ ہے کیونکہ کسی زمانہ میں گوجرانوالہ سکھوں کی حکومت کا مرکزی مقام تھا۔

اس ضلع میں گوجر متفرق طور پر آباد ہیں اور جس قدر ہیں، نہایت صلاح اندیش، شریف اور آسودہ حال ہیں۔ ان کی رشتہ داری بالعموم ضلع گجرات کے گوجروں سے ہے۔

Marfat.com

ریاست گوالیار

ریاست کشمیر کی طرح اس ریاست میں بھی گوجروں کی کثرت ہے اور یہ مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ابتداء میں تو بڑے بڑے سردار جاگیردار اور تعلقہ وار تھے مگر اب ان کی جائیدادیں محدود ہوگئی ہیں۔ بعض لوگ ریاست گوالیار سے خاص رعایات و امتیازات سے ممتاز ہیں۔ گوجروں کے بعض خاندان کے سرکردہ راو سردار دیوان، چوہدری کہلاتے ہیں اور اپنے شجرہائے نسب راجپوتوں سے ملاتے ہیں مگر ان کے گوت گوجروں کے گوت سے ملتے ہیں، ان میں سے بعض خانداں وسیع رقبوں کے مالک ہیں۔

عام طور پر گوجر محنتی کاشتکار ہیں مگر تعلیم میں بہت پیچھے ہیں، ریاست نے کوئی خاص انتظام ان کی تعلیم کا ابھی نہیں کیا ہے۔ ان کی تعداد (100700) ہے۔ (از امپیریل گزٹ انڈیا جلد 11 ص 428) ان میں سردار لچھمن سنگھ ورما پسوال رئیس موکڑی، ضلع اوجین وسیع رقبے کا مالک ہے۔ قومی کاموں میں دلچسپی لینے کی وجہ سے بہت مشہور ہے اور ترقی و اصلاح قوم کا شیدا ہے اور بری رسموں کے دور کرنے میں سرگرم رہتا ہے۔ اپنی زمینداری کا انتظام بہترین صورت میں کرتا ہے وہ آسودہ حال اور عالی ہمت ہے۔

ضلع لودھانہ

کچھ گوجر تو اس ضلع کے قدیم باشندے ہیں اور کچھ قحط کے وقت گجرات کاٹھیاوار، یا راجپوتانہ سے آئے تھے، بعض کہتے ہیں کہ ہم گجرات پنجاب سے آئے۔

جب پہلے پہل اس ضلع میں وارد ہوئے تو ان کی معاش کا انحصار مواشی کی پرورش پر تھا۔ اس لئے جہاں ان کو لہلہاتی ہوئی سبز چراگاہیں مل گئیں وہیں اقامت گزیں ہو گئے اور رفتہ رفتہ زراعت کی طرف متوجہ ہوئے۔

Marfat.com

سردار سدار سنگھ کے بیٹ میں جہاں ان کو کاشت اور چراگاہ کے لئے دونوں قسم کی وسیع زمین بارانی اور دریائی مل گئی تھی، مستقل کاشتکار ہو گئے۔ بعد ازاں اس ضلع کے متفرق مقامات میں پھیل گئے۔ اس زمانہ میں یہاں کے گوجر بہترین کاشتکار سمجھے جاتے ہیں۔ ان کے عادات و خصائل عام طور پر اچھے ہیں۔ ان میں بعض اشخاص تعلیم یافتہ اور مصلح قوم بھی ہیں، مگر عام طور پر تعلیم اور کفایت شعاری کے برکات سے محروم ہیں اب تک ان میں ہندوؤں کی رسمیں موجود ہیں اور شرعی احکام سے باشتنائے چند ناواقف ہیں لیکن یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ وہ شاہراہ ترقی پر چل رہے ہیں۔

بالعموم اس ضلع میں گورسی چیچی کالس، پسوال، چوہان گوت کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ عام طور پر یہ محنتی و جری و عالی ہمت ہوتے ہیں۔

ضلع لاہور

ضلع لاہور کے سب گوجر مسلمان ہیں جو دیہات میں رہتے ہیں۔ وہ اچھے کاشتکار ہیں اور محنت سے کام کرتے ہیں۔ آسودہ حال اور سمجھدار ہیں۔ یہ زراعت کے علاوہ مواشی بھی رکھتے ہیں کیونکہ مواشی زراعت کا ایک جزو اعظم ہیں۔ نیز مواشی کی فروخت یا منافع سے کاشتکاری کی مالی حالت میں اضافہ ہوتا ہے اور قرض کے ادا کرنے میں مواشی سے بہت امداد ملتی ہے کیونکہ وہ قرض خواہ کو زیادہ قیمت پر دیئے جاتے ہیں۔ مواشی کی ہر وقت مانگ رہتی ہے۔ خواہ کسی قسم اور کسی عمر کے ہوں جو گوجر شہر میں رہتے ہیں ان کی معاش کا مدار دودھ اور دہی کی فروخت پر ہے۔ یہ بہت آسودہ حال ہیں۔ ان کے پاس عمدہ سے عمدہ گائیں اور بھینسیں ہوتی ہیں۔ یہ باوجود شہر میں رہنے کے سادہ لباس اور کفایت شعار ہوتے ہیں۔ ان کے گوت بالعموم وہی ہیں جو ضلع گجرات میں مشہور ہیں لاہور کے گوجر مذہب سے خاص دلچسپی رکھتے ہیں اور اسراف کو بُرا سمجھتے ہیں۔

Marfat.com

لاہور کے خاندانِ گوجر میں کئی عالم اور شاعر ہوئے ہیں۔ شاہ آفرین لاہور کا مشہور شاعر بادشاہوں کے دربار کی شمع دل افروز تھا اور لاہور کے امراء میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ اس کا دیوان اور دو مثنویاں اس کی نازک خیالی کی شاہد ہیں، ایران کے شاعروں نے اس کے دیوان کو دیکھ کر یہ گمان کیا تھا کہ یہ کسی ایرانی شاعر کا کلام ہے۔

علامہ غلام علی آزاد خزانۂ عامرہ میں لکھتے ہیں۔

شاہ آفرین نام او فقیر اللہ است شاعرے بود معنی آفرین و شایستہ ہزار آفرین، مولد و منشاے اولاہور اصلش از قبیلہ جویۂ بروزن پویہ کہ شعبۂ است از قوم گوجر بضم کاف فارسی داؤد معروف و فتح جیم وسکون را از اشعاراو است۔

قسمہ

بعریان یتیمے تمنا نورد　　کہ عید آمد و جامہ گلگوں نکرد

ترجمہ: ”مجھے اس آرزو مند برہنہ یتیم کی قسم ہے جس کو عید کے موقعہ پر بھی رنگین کپڑے نصیب نہ ہوئے“

نیا مضمون ہے، شاہ آفریں ایک یتیم کی قسم کھاتا ہے جو عید کے دن دوسرے لڑکوں کے مختلف رنگ کے کپڑوں کو دیکھ کر اندوہگیں ہے کہ کاش اس کا باپ زندہ ہوتا تو وہ بھی اسے آج رنگین اور قیمتی لباس پہناتا اور دہ دوسرے لڑکوں کے ساتھ عید مناتا۔

چونکہ دنیا میں کوئی ایسے یتیم سے زیادہ حسرت زدہ نہیں ہوسکتا۔ اس لئے وہ قسم کھائے جانے کے لائق ہے۔ قسم اس کی کھائی جاتی ہے جو انسان کے نزدیک معظم و متبرک اور عزیز ہوتا ہے۔

مسکین نوازی

بقدر تاب و طاقت مگزر از تسکین محتاجاں
نداری قوتِ دستِ کرم دستِ دعا بکشا

Marfat.com

ترجمہ: جہاں تک تجھ کو توفیق ہو محتاجوں کی امداد کر، اگر تجھ میں دینے کی طاقت نہیں ہے تو ان کے لئے دعا ہی کیا کر دست کرم اور دستِ دعا میں عجیب مناسبت ہے۔

تجرد (گوشہ نشینی)

تجرد حجتِ قاطع بود صاحب کمالے را
قبائے بیضہ برتن میدرد مرغے کہ کامل شد

ترجمہ: جو کامل ''ولی اللہ'' لوگ دنیا سے قطع تعلق کرتے ہیں۔ تو ایسا کرنا ان کے کمال پر ایک قطعی دلیل ہے یعنی ان کا خلق خدا سے الگ ہو جانا، اس امر کا ثبوت ہے کہ وہ کامل ہیں۔

شاعر اس کا ثبوت دوسرے مصرعہ میں پیش کرتا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب انڈے میں بچہ مکمل ہو جاتا ہے تو وہ قبائے بیضہ (انڈے کے چھلکے) کو پھاڑ (توڑ) دیتا ہے لیکن جب تک وہ کامل نہیں ہوتا چھلکے کے اندر مقید رہتا ہے۔ اس لئے جو مدعیانِ معرفت دنیاوی علائق سے علیحدہ نہیں ہیں۔ وہ ابھی تک کامل نہیں ہوئے۔

جذبِ محبت

ہستِ کارِ عاشقاں بعد از فنا ہم جذبِ دوست
تشنگی بسیار دارد آن کہ ماہی می خورد

ترجمہ: عاشقانِ صادق مرنے کے بعد بھی معشوق کو اپنی طرف کھینچتے ہیں، جو شخص مچھلی کھاتا ہے۔ اس کو پیاس زیادہ لگتی ہے، وجہ یہ ہے کہ پانی مچھلی کا معشوق ہے۔ اگرچہ مچھلی فنا ہو گئی ہے مگر پھر بھی پانی کی طلبگار ہے اور پانی کو جذب کرتی ہے۔

مؤلف: عجیب مضمون ہے اور دور کی تلاش ہے۔

Marfat.com

خداشناس کی عزت

مردِ حق محکومِ ناداں گر شود بے قدر نیست
عزتِ مصحف زدست اندازِ طفلان کم نشد

ترجمہ: اگر خدائے تعالیٰ کا کوئی معزز بندہ کسی ناقدر شناس، بیوقوف کا ماتحت یا محکوم ہو جائے تو اس کی حقیقی قدر و منزلت میں کمی نہیں آتی۔ لڑکے جو بعض اوقات قرآن مجید کو غفلت میں گرادیا کرتے ہیں تو اس سے قرآن شریف کی عظمت میں کچھ فرق نہیں آتا۔

کمینوں کی صحبت

ذلت بود نتیجہ آمیزش خسیس
برگرومی زنند، نمد چوب می خورد

ترجمہ: کمینوں کی صحبت کا نتیجہ ذلت ہے۔ (آپ نہیں دیکھتے) کہ لوگ مارتے تو دھول کو ہیں مگر سونٹا نمدہ پر پڑتا ہے۔ جو نمدہ فرش پر پڑا ہوتا ہے، وہ دھول کو زیادہ جذب کرتا ہے، اس لئے لوگ جب دھول نکالنا چاہتے ہیں، تو نمدے پر سونٹے مارتے ہیں، حالانکہ ان کا مقصد نمدے کو مارنا نہیں ہوتا بلکہ صرف گرد جھاڑنا مقصد ہوتا ہے۔

نتیجہ: نمدے نے خسیس دھول کی صحبت اختیار کی تو سونٹے کھائے اور ذلیل ہوا۔

افتادگی و عجز

زپان افتادگان باشد مدد گم کردہ راہان را
کہ از نقشِ قدم گرد و سراغِ کارواں پیدا

ترجمہ: جو لوگ راہ بھول جاتے ہیں ان کی امداد پا افتادہ (عاجز لوگ) کرتے ہیں، جو شخص قافلے سے پیچھے رہ جاتا ہے، تو قافلے کا نقشِ قدم اس کی رہنمائی کرتا ہے کہ قافلہ اس راستے سے جا رہا ہے۔ نقش قدم کو عاجز پا افتادہ سے تشبیہ دینا ایک نئی تشبیہ ہے اور اعلیٰ درجہ کا مضمون ہے۔

Marfat.com

مؤلف: صائب کا ایک شعر بھی تقریباً اسی مضمون کا ہے مگر اس کا ایک اور پہلو ہے۔

دوست دشمن می شود صائب بوقتِ ماندگی
خونِ زخم آہوان رہ مے دہد صیاد را

ریاست لَس بیلہ

گوجر! ریاست لس بیلہ میں قدیم الایام سے آباد ہیں۔ جب مہلب سپہ سالار 64 ہجری میں سندھ پر حملہ آور ہوا تو اس کے مقابلہ میں زیادہ تر یہی قوم گوجر نبرد آزما تھی، تاریخ سندھ میں ہے، ''لشکر ظفر پیکر اسلام استیصال گوجر کردہ، لس بیلہ رابہ قوم برہ سپرد'' موجودہ وقت میں قوم گوجر کے افراد ہب ندی تعلقہ ریاست میں جو کراچی سے 20 میل پر واقع ہے، کاشتکاری کرتے ہیں، ان کے نمائندے انہی کی قوم سے منتخب ہوتے ہیں لیکن ان کا سردار قوم شیخ سے مقرر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ موجودہ زمانہ میں ان کا سردار مینگہ جان خلف سردار جمن خان ہے اور ان کے چوہدری ساون ولد بکھر، سورما ولد ملنگ، نوشو اور جنگلی پسران بشام ہیں۔

مورخ سندھ یعنی مصنف تاریخ تحفۃ الکرام لکھتا ہے کہ جس وقت محمد بن قاسم سپہ سالار عرب نے ملک سندھ پر چڑھائی کی تھی، اس زمانہ میں لس بیلہ کے دارالخلافہ ارمن بیلہ پر گوجر حکمران تھے اس کے الفاظ یہ ہیں۔

''فی الجملہ محمد بن قاسم این بیلہ را از قوم گوجر بدست آوردہ سوئے دیول بشتافت، این دارالخلافہ ریاست لس بیلہ بود''۔

ترجمہ: حاصل کلام یہ ہے کہ محمد بن قاسم اس بیلہ کو قوم گوجر سے فتح کر کے شہر دیول کی طرف چلا گیا اس وقت ارمن بیلہ، ریاست لس بیلہ کا دارالسلطنت تھا۔

محمد بن قاسم کی آمد اس ملک میں 52 ہجری میں ہوئی ہے، جس سے ثابت ہوا کہ ملک سندھ میں عربوں کے حملے سے بہت پہلے گوجر موجود تھے۔ اس وقت قوم گوجر کی مادری بان بلوچی ہے، مگر زبان لاسی سندھی بھی گھروں میں

Marfat.com

بولتے ہیں، شکل و شباہت اور لباس میں قوم لاسہ سے ملتے جلتے ہیں، ان کا مذہب اسلام ہے، ختنہ، نکاح، تجہیز و تکفین سب رسوم عام مسلمانوں کی طرح ادا کرتے ہیں، لیکن یہ عجیب بات ہے کہ یہ لوگ مذہب ذکری کے مقلد ہیں، یہ نماز نہیں پڑھتے اس کی بجائے بالعموم شام کو ہر روز اور بالخصوص جمعہ کی رات کو مسجد میں یا اپنے گھروں میں حلقہ باندھ کر ذکر کرتے ہیں۔

عربوں کی حکومت ملک لس بیلہ اور سندھ پر کچھ عرصہ تک قائم رہی، خلیفہ ولید بن عبدالملک (بنو امیہ) کے عہد میں بغداد کا گورنر حجاج بن یوسف تھا۔ اس حساب سے معلوم ہوتا ہے کہ ساڑھے بارہ سو برس سے پہلے گوجر بحیثیت حکمران وفرمان روا اس شہر ارمن بیلہ پر قابض تھے، ممکن ہے کہ لس بیلہ کے دوسرے باشندوں کی طرح گوجر بھی زمانہ قدیم میں اس ملک میں آئے ہوں یا پانچویں صدی عیسوی میں راجپوتانہ سے کوچ کر کے اس ملک میں پھیل گئے ہوں چونکہ زمانہ بہت گزر گیا ہے اور کسی مورخ نے اس جرگہ (گروہ) کے حالات قلمبند نہیں کئے۔ اس لئے تفصیل نہیں مل سکتی اور یہ بھی ممکن ہے کہ موجودہ قوم گوجر اس قوم گوجر کی اولاد ہو جس نے مذہب اسلام اختیار کر لیا تھا۔ اس لئے ان کے بزرگ کو شیخ کہا گیا ہے، گوجر اس وقت بھی بالعموم خاندان شیخ کی رسومات ادا کرتے ہیں، مگر خاص خاص رسموں میں قوم شیخ سے علیحدہ ہیں، ذکری مذہب کی تشریح ذیل میں کی جاتی ہے۔

مذہب ذکری

مذہب ذکری 300 برس سے رائج ہے۔ اس مذہب کے لوگ زیادہ تر مکران کے ساحلِ سمندر سے لے کر کراچی تک سمندر کے کنارے کنارے پھیلے ہوئے ہیں۔ وہ اپنے پیر اور پیشوا کو ملا کے خطاب سے پکارتے ہیں۔ ذکریوں کے ملا قرآن شریف تو پڑھتے ہیں مگر قرآن شریف کے ترجمے اور تفسیر و حدیث

Marfat.com

سے بالکل محروم ہیں۔ ان کے نام بالعموم اسلامی ہوتے ہیں اور ختنہ بھی اسلامی طریق پر کرتے ہیں، نماز ان کے نزدیک ایک فضول عمل ہے۔ ان کا ملا پہلے ذکر شروع کرتا ہے اس کے اتباع میں یہ لوگ بھی ذکر کرنا شروع کرتے ہیں۔ ان کا اعتقاد ہے کہ 1000 ہجری کے خاتمہ پر امام مہدی آخر الزمان پیدا ہو چکے ہیں۔ جنہوں نے نماز کا حکم منسوخ کر دیا اور صرف شام کے وقت ذکر کرنا فرض ہے۔ اس کی دلیل اس آیت سے دیتے ہیں۔ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ○ ان کے ذکر وکلمہ میں مہدی کا نام آتا ہے چنانچہ کلمہ میں بجائے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مہدی رسول اللہ کہتے ہیں، ذکریوں کے مذہب کا یہ کلمہ ہے۔ لا الہ الا اللہ مہدی رسول اللہ اور کبھی یہ ورد بھی کرتے ہیں، حسبی ربی جل اللہ ط ماشاء قلبی غیر اللہ ط نور محمد ط صلی اللہ لا الہ الا الہ اھدی مھدی رسول اللہ۔

پہلے الفاظ ایک جماعت شروع کرتی ہے اور پھر دوسری جماعت دوسرے الفاظ کہتی ہے اور ذکر کے وقت کوہِ مراد کی طرف منہ کرتے ہیں اور اس کو کعبہ سمجھتے ہیں۔

جہاں بڑی بڑی بستیاں ہیں وہاں ذکری ایک خاص عبادتگاہ بنا کر اس میں ذکر کرتے ہیں اور اس کو ذکرانہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں اس کی عزت و تعظیم مسجد کی طرح کی جاتی ہے اور اگر کسی کو حلف دینا ہو تو ذکرانہ میں لے جا کر حلف دیتے ہیں۔

کوہِ مراد

مذہب ذکری کی زیارتگاہ کوہِ مراد ہے۔ جو کیچ مکران کے علاقہ میں ایک پہاڑی ہے، وہاں یہ لوگ موسمِ گرما میں ہر سال میلا لگاتے ہیں اور جمع ہو کر ذکر کرتے ہیں اور زن و مرد باہم حلقہ باندھ کر رقص کرتے ہیں۔ اس زیارت و ذکر کا

Marfat.com

ثواب حج کے برابر سمجھا جاتا ہے۔

مذہب ذکری کے پیرو

اس مذہب کے نہ صرف گوجر پیرو ہیں بلکہ اس میں دوسری قومیں سنگر، ساجدی، ڈگارزی، بزنجہ، بھٹی بھی شامل ہیں ممکن ہے کہ مندرجہ بالا قوموں میں بھی گوجر ہوں۔ ان کے ملا اور پیشوا ہر سال آ کر ان سے عشر (آمدنی کا دسواں حصہ) وصول کرتے ہیں، یہ اپنے ملاؤں کے بہت معتقد ہوتے ہیں، ان کے مشہور ملا جو علاقہ مکران اور اومارہ میں سکونت رکھتے ہیں، ملا خداداد، ملا شیر محمد، ملا عیسیٰ، ملا داد کریم، ملا کمال وغیرہ ہیں، ان ملاؤں کی نسبت روایت ہے کہ یہ مرید کے لئے بہشت کے محافظوں کے نام حکم لکھ دیتے ہیں اور وہ حکم مردہ کے ساتھ قبر میں رکھا جاتا ہے۔ ان کا اعتقاد ہے کہ اس حکم کے ذریعہ مردہ کو بہشت میں جگہ ملے گی اور یہ حکم ملاؤں کو کافی نذرانہ دے کر حاصل کیا جاتا ہے۔ ان کے متعلق ایک نظم ہمیں موصول ہوئی ہے۔ اگرچہ یہ نظم فصیح نہیں ہے مگر ہم وزیر اعظم لس بیلہ کے ممنون ہیں کہ انہوں نے یہ نظم ارسال فرمائی چونکہ اس میں واقعات تاریخی ہیں ہم اس کو بہت قیمتی سمجھتے ہیں۔

ع ''لفظ بگزار و سوئے معنی رو''

در بیانِ مذہب ذکریاں باشندگانِ او مارہ بندر ریاست لس بیلہ

گرد ہے بہ او مارہ از ذکریاں بچاہِ ضلالت فتادہ عیاں
بردعی[1] و گوجر بزنجہ دگر زدین نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر یکے بے خبر
ہمہ جمع آیند در وقت شام ازیشان یکے پشیر و شد امام

---

[1] ہر سہ نام قوم۔

Marfat.com

عبادات شان شد برقص دادا　　مددکن برائے خدا مہریا
نگویند تکبیر حق از زبان　　حرام است درشرع مذبوح شان
روایات این قوم بشنیدہ ام　　بسے مجلس عقد شان دیدہ ام
بہنگام عقد ایں کسان بادرا　　بمشکیزۂ پر کنند از فضا
بخواند بران پوست مُلا کلام　　سر انجام شدکار او بالتمام
کلامیکہ ملا بریں پوست خواند　　مریدے ور ابرد برزن فشاند
چگونہ رواشد نکاح چنیں　　نہ ایجاب باشد باحکام دیں
تواریخ دنیا بخوانی اگر　　نہ بینی بہ دنیا چنیں دین دگر
شدہ درد شان اہدیا مہدیا　　زن و مرد جملہ شدہ بے حیا

مطلب اس کا یہ ہے کہ زن و مرد اکٹھے ہو کر اہدیا مہدیا کا ذکر کرتے ہیں جو صحیح ابدنا مہدی ہے یعنی اے مہدی ہم کو راہِ راست دکھا۔

نکاح کے وقت مشکیزہ میں ہوا بھر کر اس کا منہ باندھ دیتے ہیں، مشکیزہ پر نکاح خوان کچھ پڑھتا ہے اس کے بعد ایک شخص اس مشکیزہ کو لے جا کر عورت کے سر پر کھول دیتا ہے۔ مشکیزہ کی ہوا جب عورت کے لگتی ہے، تو نکاح کی رسم مکمل ہو جاتی ہے ایسا نکاح جس میں نہ ایجاب ہو نہ قبول شرعاً جائز نہیں ہے۔

بعض برائے نام ترقی یافتہ مسلمان قوموں میں بھی ایجاب و قبول جیسا کہ چاہیے عمل میں نہیں آتا، لڑکی کا باپ اس امر کو عیب سمجھتا ہے کہ اس کی لڑکی کا نام بھری مجلس میں لیا جائے، نکاح خوان کو حکم ہوتا ہے کہ وہ چپکے سے دولہا کے کان میں لڑکی کا نام کہہ دے اور دوسرا کوئی نہ سنے۔ لوگوں کی رہنمائی کے لئے ایک مختصر رسالہ (النکاح) تالیف کر کے انجمن اسلامیہ بھاولپور کے نذر کیا ہے، جس کی آمدنی سے انجمن کو کافی امداد پہنچتی ہے۔

Marfat.com

ریاست مالیر کوٹلہ

اس ریاست میں گوجروں کی تعداد کم ہے۔ یہ لوگ وقتاً فوقتاً مختلف مقامات سے آئے اور نواب صاحبان مالیر کوٹلہ کے ظلِ عافیت میں پناہ گزین ہوئے، مالیر کوٹلہ میں حسب ذیل گوت ہیں۔

لتالا، جس خاندان سے بخشی بدر الدین ہے، لتالا مدنی پور سے آئے، جہان وہ اچھی تعداد اراضی کے مالک تھے، ان کے ساتھ ہی پسوال ان کی رشتہ داری کی وجہ سے یہاں چلے آئے۔

نواب صاحبان نے ان کو ان کی قابلیت و استعداد کے موافق ملازمت و زمین دی۔

بھوملہ گوجر رائکوٹ سے آئے اور ریاست کی ملازمت اختیار کی۔

بجاڑ گوجر مقام جھولان ریاست نابہ سے آئے۔

اس ریاست میں جو افراد گوجر ہیں ان میں سے کچھ زراعت پیشہ ہیں کچھ جانور پالتے ہیں اور کچھ محکمہ فوج وغیرہ میں ملازم ہیں۔

میاں محمد عارف گوجر ہی تھا، جو بحکم نواب اسد اللہ خان عرش آشیانی مع اپنے چند جانباز رشتہ داروں کے موضع رڑکی کے زمیندار (جنہوں نے معاملہ ادا کرنے سے انکار کر دیا تھا) کی سرکوبی کے لئے گیا، محمد عارف اس معرکہ میں شہید ہوا، لیکن اس کے ہم قوم عہدہ داروں نے رڑ کی کے زمینداروں کو گرفتار کر کے حاضر دربار کیا اور رڑ کی کے زمیندار معاملۂ زمین ادا کر کے معافی کے خواستگار ہوئے، نواب صاحب نے اس خدمت کے صلہ میں میاں محمد عارف کی اولاد کو معافی عنایت کی جس سے اب تک ان کی اولاد مستفید ہو رہی ہے۔

Marfat.com

ضلع مظفر نگر

اس ضلع میں سب سے بڑی زمیندار رانی دھرم کمار راجہ رگھبیر سنگھ والی لندھورا کی بیوہ تھی، وہ بارہ گاؤں کی جاگیر کی مالک تھی اور سات ہزار سے کچھ اوپر مالگذاری دیتی تھی، بارہ گاؤں میں سے پانچ علاقہ گردھان پور میں اور تین تین دیوپچھپر اور بھومار سمبلیر میں ہیں اور ایک بھوکاریری میں کادیانہ کے گوجر فضول خرچی سے اپنی ملکیت ضائع کر چکے ہیں اور قرضوں سے ان کی زمین نبیوں کے ہاتھ چلی گئی ہے، جنتھ کی تباہی کے بعد سادات کے پاؤں اکھڑ گئے اور ان کے دیہات لندھورا اور بھومار پر گوجر قابض ہو گئے۔

گوجر اس ضلع میں بااثر اور مقتدر باہمت قوم ہے۔ جاٹوں کی طرح یہ بھی اپنے آپ کو راجپوت نسل سے بیان کرتے ہیں۔ ان کی بڑی شاخ کلسان ہے جس کو پنجاب میں کالس کہتے ہیں؛ ان کا مرکز جمنا کے کنارے کا غیر آباد علاقہ ہے، لیکن ضلع کے دوسرے حصوں نشیبی اور کھادر میں بھی وسیع رقبہ کے مالک ہیں، گوجر زراعت کے بجائے مواشی کی پرورش میں زیادہ دلچسپی لیتے ہیں، مگر جب کھیتی کا کام کرتے ہیں۔ تو پوری محنت وتن دہی سے مصروف ہو جاتے ہیں، وہ اس ضلع کے معزز زمینداروں میں شمار کئے جاتے ہیں، قانونی بندوبست کے زمانہ میں جو مسٹر ملر کے زیر اہتمام ہوا ان کے قبضہ میں 196549 ایکڑ زمین تھی۔ جو نصف تحصیل کیرانہ اور باقی گردھانپور اور کاندلہ کے علاقہ میں ہے، راجہ رام دیال والی لندھورا کے عہد میں اس ضلع میں گوجر سب سے بڑے زمیندار تھے لیکن اس کی وفات کے بعد ان کی زمین اصل مالکوں کے قبضہ میں چل گئی، اس ضلع میں ایک مشہور زمیندار راؤ صاحب پردھان ہیرا سنگھ رئیس میسونہ تھا، جس کی کوشش سے گوجر مہاسبھا قائم ہوئی۔ اس کے انتقال پر اس کا بھائی پردھان لال سنگھ، اس کا بہترین جانشین ہے۔ میسونہ ایک ایسا علاقہ ہے جس سے گوجروں کی عظمت ظاہر

Marfat.com

ہوتی ہے، اس زمینداری کی آمدنی کئی ہزار ہے، جس کی وجہ سے یہ خاندان یوماً فیوماً اپنی جائیداد کی توسیع کر رہا ہے۔ ان کی اقتصادی حالت ان کی دانشمندی کی دلیل ہے۔

پردھان لال سنگھ کے تین فرزند ہیں جن میں سے پردھان پچھمن سنگھ تعلیم یافتہ اپنی زمینداری کا سنجیدہ منتظم ہے۔

اس ضلع میں ایک اور مشہور خاندان کھٹانہ گوجروں کا ہے، جو قدیم سے مانڈلہ کا کئی پشتوں سے رئیس چلا آتا ہے۔ یہ اپنے آپ کو راجہ اننگ پال کی اولاد سے ظاہر کرتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ کسی زمانہ میں ان کا ایک بزرگ مقام آ کیا ضلع میرٹھ سے یہاں آ کر آباد ہوا۔

رفتہ رفتہ اپنی جائیداد کی توسیع کی ، چوہدری ہرجس سنگھ اس خاندان کا سرآوردہ ہے جس کے دولڑکے چوہدری بش سنگھ اور چوہدری سلطان سنگھ ہیں۔

اس ضلع میں مسلمان گوجروں کی تعداد سولہ ہزار سے متجاوز ہے۔ وہ نیک چلن ، محنتی کاشتکار ہیں مگر شادی بیاہ کی رسموں میں وہ اپنے ہندو بھائیوں سے بہت کم اختلاف رکھتے ہیں۔ ان میں سے بعض فوج میں بھی ملازم ہیں ، وہ اچھے سپاہی ثابت ہوئے ہیں ، یہ قوم فطرۃً بہت ذہین اور دلاور ہے ، مگر علم کی نعمت سے بے بہرہ ہے۔ اس ضلع میں اس قوم کی تعلیم کی سخت ضرورت ہے اور ان کی فضول خرچی کا انسداد لازمی ہے، ضلع میں گوجروں کی تعداد (31000) ہے۔

(امپیریل گزٹ انڈیا، جلد 18 ص 88)

ضلع مظفر گڑھ پنجاب

ضلع مظفر گڑھ میں گوجروں کی بہت کم آبادی ہے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ یہاں گوجر آباد ہی نہیں ہیں ۔ کل تعداد 202 ہے۔ انگریزی تاریخوں میں لکھا ہے کہ ضلع مظفر گڑھ میں ایک قصبہ گجرات ہے، اس میں شک نہیں ہے کہ اس نام

Marfat.com

کا ایک موضع اس ضلع میں پایا جاتا ہے، مگر دراصل یہ نام اس وجہ سے مشہور ہو گیا ہے کہ تحصیل کوٹ ادھو میں محمود کوٹ اور غازی گھاٹ کے درمیان مستقل طور پر چند سال تک دریائے سندھ کے کنارے پر ایک ہی جگہ تین گزر کشتیوں کے تھے، جن کو لوگ گزرات کہتے ہیں یعنی عبور دریا کے تین گھاٹ ز، ج سے بدل گئی۔ گجرات ہو گیا ورنہ اس جگہ گوجر کبھی آباد نہیں ہوئے البتہ تحصیل مظفر گڑھ میں ایک چھوٹا سا موضع گوجر والہ موجود ہے جو کسی زمانہ میں قوم گوجر نے آباد کیا تھا۔ اس موضع میں ایک کنواں اب تک سرکاری دفتر میں گوجر والہ کے نام سے مشہور ہے مگر یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ موضع کب آباد ہوا، بندوبست کی جمعبندی جو 1880ء میں مرتب ہوئی تھی، بحیثیت مالک یا قابض کسی گوجر کا نام پایا نہیں جاتا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ 1880ء سے پہلے کسی زمانہ میں کوئی گوجر آباد ہو گا۔ اس میں شک نہیں ہے کہ نواب محمود خان گوجر، زمانہ سابق میں ضلع مظفر گڑھ کے ایک حصہ پر حاکم رہا ہے۔ اس نے اس علاقہ کی آبادی میں بہت کوشش کی تھی جس کی وجہ سے مظفر گڑھ کے قدیم جغرافیہ میں اس کا ذکر ہوتا رہا۔ اس ضلع میں گوجروں کی کوئی مستقل آبادی نہیں ہے۔ متفرق طور پر دیہات میں چند گوجر رہتے ہیں۔

ضلع مراد آباد

گوجر ایک بیرونی قوم ہے، معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ زمانہ قریب ہی میں یہاں آ کر آباد ہوئے ہیں۔ گذشتہ مردم شماری میں ان کی آبادی 12844 تھی۔ ان کی کثرت حسن پور اور امروہہ میں ہے، پہلے تو یہ اچھے کاشتکار نہیں تھے مگر اب اچھے کاشتکار ہیں۔

ضلع متھرا

ضلع متھرا میں گوجروں کی آبادی 32000 ہے، ان کی کثرت تحصیل

Marfat.com

متھرا اور مہابانی میں ہے، ایام غدر میں علانیۃً باغی ہو کر ہر جگہ برسر پیکار ہو گئے تھے۔ آخر شیر گڑھ کے قریب مغلوب ہوئے، بغاوت کی وجہ سے ان کے بہت سے گاؤں ضبط ہو کر راجہ گوبند سنگھ کو دیئے گئے تھے، جس کی وجہ سے اکثر گوجروں کے گروہ دوسرے علاقہ میں چلے گئے، کچھ عرصہ کے بعد بعض گروہ واپس آ گئے، مگر زمینوں کو واپس نہ لے سکے، یہ محنتی کاشتکار اور بہادر ہیں، ان کے گوت اکثر وہی ہیں جو پنجاب میں ہیں۔

ضلع میانوالی

میانوالی میں کل تعداد گوجروں کی 47 ہے، جس میں سے 23 ہندو اور 24 مسلمان ہیں۔ جو متفرق جگہوں میں آباد و ملازم ہیں لیکن ان کا قیام عارضی ہے۔

ضلع ملتان

ضلع ملتان میں گوجر بہت کم ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ یہ دوسری ذاتوں میں مدغم ہو گئے، مثلاً لنگاہ اور جو یہ جو گوجروں کی شاخیں ہیں، وہ اپنے آپ کو راجپوت کہتے ہیں، اس وقت کل تعداد گوجروں کی 1302 سے متجاوز نہیں ہے۔ جس میں سے 266 ہندو ہیں، باقی مسلمان کسی زمانہ میں یہاں گوجروں کی بڑی آبادی تھی۔

ضلع میرٹھ

ویسے تو گوجروں کی بہت بڑی تعداد تمام قسمت میرٹھ میں پائی جاتی ہے لیکن خاص ضلع میرٹھ میں جہاں کہ وہ قسمت کے تمام حصوں سے زیادہ تعداد میں آباد ہیں۔ ان کا خاص اثر ہے، مردم شماری میں ان کی تعداد تقریباً 58000 تھی۔ وہ زیادہ تر جمنا اور گنگا کی کھادر زمینوں میں اٹھارہویں صدی کے دوسرے نصف اور انیسویں صدی کے شروع میں آباد تھے اور اس ضلع میں ان کے چند طاقتور سردار گزرے ہیں۔ اگرچہ ان کے مقبوضات سرکار انگریزی نے بہت کچھ

Marfat.com

ضبط کر لئے لیکن اب بھی وہ بہت سی زمینوں کے مالک ہیں۔ ان کی املاک کا بڑا حصہ تحصیل میوانہ میں واقع ہے، مگر غازی آباد اور باغپت کے جنوب میں بھی ان کی چند بستیاں ہیں، نیز وہ میرٹھ، باپڑ اور سردھنہ میں بھی کاشت کرتے ہیں، جس میں سے نصف سے زائد رقبہ پر وہ موروثی قرار دیئے گئے ہیں جاگیروں کے متعلق لندھورا کے سردار گوجروں کے موروثی حقوق خاص طور پر مسلم و قائم ہیں۔

خصائل

گوجر اپنے خصائل میں نہایت شاندار ہیں، شروع میں وہ خانہ بدوش تھے، گذشتہ سالوں میں نہروں کے اجراء کی وجہ سے بہت کچھ قابل تعریف کاشتکار ہو گئے ہیں۔ ذرائع کاشتکاری کی ترقی روز افزوں ہے ان کے اخلاق و عادات میں بھی نمایاں ترقی ہوگئی ہے۔ مسٹر کیلن لکھتا ہے کہ گوجر حالات اور اوقات کے تابع ہوتے ہیں۔ اگر ان کو نہروں کی آبپاشی میسر ہو تو اپنی زمینوں کی کاشت میں جاٹوں کی طرح کام کریں گے اور اگر ان کو لوئی کھادر جیسے علاقہ میں بھیج دیا جائے، تو محصول زمین مواشی فروخت کر کے ادا کریں گے۔ میرا خیال ہے کہ اب تک گوجروں پر بہ نسبت دوسری اقوام کے ملبہ[1] یعنی متفرق خرچ کا بوجھ بہت زیادہ ہے کیونکہ پولیس کے اخراجات ان کو اٹھانے پڑتے ہیں، تاہم مجموعی طور پر پہلے کی نسبت وہ زمین کی کاشت پر زیادہ تر متوجہ ہیں۔

مقتدر خاندان

اس ضلع میں نسبتہً زمین کا مالک گوجروں کا معزز خاندان لندھورا ہے۔ جس کا ذکر سہارنپور کے گزیٹیر میں کیا گیا ہے اور وہی ان کا زمانہ قدیم سے وطن ہے، اس ضلع کے معزز گوجر پرچھت گڑھ والے ہیں، جو اٹھارہویں صدی کے

---

[1] ملبہ وہ رقم ہے جو محصول زمین کی نسبت سے اس غرض سے وصول کی جاتی ہے کہ گاؤں کے متفرق اخراجات پر خرچ کی جائے۔

Marfat.com

اخیر پر آشوب زمانہ میں مقتدر ہو گئے تھے۔ اس خاندان کا بانی راؤ جیت سنگھ ایک سرکش گروہ کا سردار تھا۔ وہ رہیل کھنڈ کو جانے والے تمام راستوں پر قابض تھا اور اس نے لوگوں سے روپیہ وصول کرنے کا ناجائز متشددانہ طریقہ اختیار کیا تھا، اگرچہ اس کی دست درازیوں کا علم دربار دہلی کو بھی تھا، لیکن اس سے کوئی باز پرس نہیں کرتا تھا، جب اس نے پرتاب سنگھ صوبہ دار دکن (جو احمد شاہ کا مقرب تھا) کے ایک سردار کو مار ڈالا، تو پرتاب سنگھ نے فوج لے کر گوجروں پر حملہ کیا مگر شکست فاش کھا کر بھاگ گیا اور تعاقب کر کے مارا گیا۔ پھر کنور علی خان کوتوال دہلی نے اپنی بہادری کے زعم پر راؤ جیت سنگھ کے مقابلہ میں قسمت آزمائی کرنی چاہی مگر اس کا حشر بھی وہی ہوا، جو پرتاب سنگھ کا ہوا تھا۔ اکبر بادشاہ ثانی دہلی نے راو جیت سنگھ اور دوسرے گوجر سرداروں کو غارت گری سے روکنے کیلئے یہ تدبیر کی کہ درگئی سنگھ کو داوری اور اس کے آس پاس کا علاقہ اور ماگنی رام کھسیر کے جاٹ سردار کو سیانہ پٹھ اور فریدہ کا تعلقہ عطا کیا۔ راؤ جیت سنگھ کو جو سب سے زبردست تھا۔ اس ضلع کے مشرقی پرگنوں پر حکمران کیا لیکن وہ چند سال انصاف و معدلت سے حکومت کر کے راہی ملک عدم ہوا۔ اس کے بعد اس کا بھتیجا نائن سنگھ اس وجہ سے کہ راؤ جیت سنگھ کا کوئی ولی عہد نہیں تھا۔ مسند نشین ہوا اس کو پیروں نامی علی گڑھ کے مرہٹہ حاکم نے تین سو سے زیادہ گاؤں بطور جاگیر عطا کئے، جب انگریزوں نے اس علاقہ کو فتح کیا تو نائن سنگھ کی جاگیر کو مرہٹوں کے اسناد عطیات پیش کرنے پر بحال و برقرار رکھا گیا۔ لیکن بعد میں یہ جاگیر تاحیات کی شرط سے مشروط کی گئی، نائن سنگھ نے اپنی قابلیت سے پہلے تو پرچھت گڑھ پر قبضہ کیا اور پھر ماہوما پر اپنے قدم جما لئے۔

لہ مقرری ایک قسم کا حق ہے جو مقرری دار کو حاصل ہوتا ہے ایکٹ مال میں اس کی تشریح ہے۔

Marfat.com

پرتھوی گڑھ

نائن سنگھ 1818ء میں مرا، اور نتھا سنگھ اس کا بیٹا اس کا وارث ہوا۔ اس نے تمام وسیع علاقہ کی نسبت تو اپنے باپ کے حقوق تقرری[1] کا دعویٰ نہیں کیا، لیکن اس نے ان میں سے 183 گاؤں کی ملکیت اور صرف 35 گاؤں کی مقرری کا دعویٰ کیا، جو زیادہ زرخیز اور سیر حاصل تھے، ان سندات اور احکام کے موافق جو اس نے پیش کئے اس کے حقوق تسلیم کئے گئے لیکن بدقسمتی سے سندیں پیش کرتے وقت پیداوار کے مختلف حقوق اور لگان[1] کی جیسا کہ قاعدہ ہے۔ تفصیل نہیں دی گئی جس کی وجہ سے یہ مقدمہ از سرنو پیش ہوا۔ حکومت نے قرار دیا کہ ان سندات سے چونتھا سنگھ نے پیش کی ہیں جاگیرداروں کو موروثی حقوق نہیں مل سکتے، مزید برآن کچھ ایسی شرطین عائد کی گئیں، جن سے اس کو دائمی نقصان پہنچتا تھا یعنی ان شرائط کے رو سے وہ کاشتکارون اور مالگذارون کے حقوق میں دست اندازی نہیں کر سکتا تھا۔ سندات مذکورہ اس کو احمد شاہ کے پر آشوب زمانہ میں عطا ہوئی تھیں اور بادشاہ کے زمانہ حکومت میں ان پر عملدرآمد بحق نتھا سنگھ ہو چکا تھا، جس کی زیادہ تشریح ضروری نہیں نتھا سنگھ کے مالگذاری وصول کرنے کا طریقہ قابل اعتراض تھا۔ اس لئے یہ فیصلہ کیا گیا کہ 35-1/2 گاؤں کے ماسوا جو اس کو مقرری پر دیئے گئے ہیں۔ دوسرے دیہات میں اس کو صرف 5 فیصدی مالکانہ دیا جائے، نتھا سنگھ 15 اگست 1833ء کو مر گیا اور تمام گاؤں جو اس کے قبضے میں تھے۔ حکومت نے ضبط کر لئے حکومت نے شرائط عطیات کی غلط فہمی سے بدستور نتھا سنگھ کی بیوہ گان کو حقوق مقرری اور 5 فیصدی مالکانہ دیا، یہاں تک کہ 1836ء میں مسٹر ایچ این الیٹ نے ضلع کا بندوبست شروع کیا اور اس نے بہ دلائل ثابت کیا کہ سندات مستند نہیں ہیں۔ بلکہ نتھا سنگھ کے حقوق کو ثابت کرنے والی تمام دستاویزیں اگرچہ

---

[1] لگان محصول زمین۔

Marfat.com

عدلت ہائے دیوانی نے منظور کر لی ہیں لیکن یہ فی الحقیقت جعلی ہیں جس وقت یہ علاقہ فتح ہوا تھا۔ تو 274 گاؤں پر 50 ہزار روپیہ سالانہ بطور حقوق مقرری مقرر ہوا تھا۔ جو بعد ترمیم 1818ء سے 1823ء تک روپیہ بطور قواعد مالگذاری قائم کیا گیا۔ 1836ء میں مندرجہ بالا مواضع میں سے 136 موضعوں کے اصل مالک موجود تھے، جن میں سے 20 گاؤں کے مالک نائن سنگھ کے رشتہ دار تھے، باقی مواضع میں حقوق ملکیت متنازع فیہ تھے، نتھا سنگھ کی ایک لڑکی لاڈ کنوار تھی جو لندھورا خاندان کے خوشحال سنگھ کے ساتھ بیاہی گئی تھی، جس سے سہارنپور اور میرٹھ کے خاندان کے تعلقات از سر نو قائم ہو گئے تھے۔ کچھ مدت تک یہ جاگیریں رانی دہن کنور والدہ خوشحال سنگھ کے زیر اہتمام رہیں، جب وہ 1829ء میں مرگئی تو اس کے مرنے کے بعد یہ جاگیریں رانی لال کنوار کے قبضہ میں آئیں رانی لال کنوار 1849ء میں مرگئی اور اس کے بعد اس کا وارث ہربنس سنگھ ہوا اور ہربنس سنگھ کے مرنے پر رگھبیر سنگھ وارث قرار پایا، چونکہ یہ اس وقت نابالغ تھا جاگیر زیر اہتمام کورٹ آف واڑوس کی گئی، جو 1867ء میں واگذار ہوئی، اپریل 1868ء میں رگھبیر سنگھ مر گیا اور جگت پرکاش اس کا لڑکا وارث ہوا۔ مگر وہ بھی تھوڑے عرصہ کے اندر مر گیا اس کی جائیداد کمال کنوار والدۂ رگھبیر سنگھ اور دھرم کنوار اس کی بیوہ کے قبضہ میں آئی اور 1897ء میں کمال کنوار کی موت پر رانی دھرم کنوار تمام جائیداد کی وارث ہوئی۔

(ن)

ضلع نیمار

ضلع نیمار کے گوجر اچھے کاشتکار ہیں، زمینوں کی آبپاشی کر کے ایک سال میں دو فصلیں بوتے ہیں اور بالعموم آسودہ حال اور مالدار ہیں۔ ان کے باہمی اتحاد و کفایت شعاری کی یہ روشن دلیل ہے کہ وہ آپس ہی میں قرض کا لین دین

Marfat.com

کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں سے قرض نہیں لیتے۔ ان میں سے کرمی گوت کے لوگوں کے مکانات عمدہ ہوتے ہیں جن میں وہ جانور باندھتے ہیں کپٹن فریستھ لکھتا ہے کہ گوجروں کی برات کا عجیب نظارہ ہوتا ہے۔ ان کی رتھیں نہایت خوبصورت اور آراستہ ہوتی ہیں۔ ان میں خوشنما قیمتی اعلیٰ درجے کے بیل جوتے جاتے ہیں، ایک دوسرے کے مقابلہ میں ڈھلوان پر نہایت تیزی سے دوڑاتے ہیں۔ اکثر بیل اس دوڑ میں گر کر مر جاتے ہیں کامیاب اپنی سبقت پر فخر کرتا ہے اس ضلع کی مردم شماری بروئے گزیٹیر آف انڈیا جلد 19 ص 110 (2000ء) ہے۔

(ہ)

ضلع ہوشیاپور

یہ علاقہ ابتداء میں گوجر دیس یا تکدیس کے نام سے مشہور تھا کسی زمانہ میں اس ضلع میں گوجروں کی آبادی گجرات کی آبادی سے کم نہیں تھی۔ اب بھی کافی تعداد گوجروں کی اس ضلع میں آباد ہے ابتدا میں یہ نشیبی حصوں میں جہاں سرسبز چراگاہیں ملتی تھیں۔ آباد ہو گئے تھے مگر اب مختلف دیہات میں رہتے ہیں بعض گاؤں تو ان کی سالم ملکیت ہیں اور بعض میں دوسری قوموں کے ساتھ پتی دار یا حصہ دار ہیں۔ ان کے نوجوان خوبصورت اور اچھے اخلاق کے ہیں۔ زراعت کا کام بھی محنت سے کرتے ہیں اور اس ضلع کے گوجر زمانہ کے حالات کی رفتار کے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں اور بعض خاندانوں نے علم اور دولت دونوں میں نام پیدا کیا ہے۔ اس ضلع میں گوجروں کی تعداد اٹھاون ہزار سے کم نہیں ہے جن میں تقریباً 25000 ہندو اور 500 سکھ اور باقی مسلمان ہیں۔ بیاہ شادی کی بہت سی رسمیں مشترک ہیں۔ مسلمانوں میں کفایت شعاری کی بجائے اسراف بہت ہے۔ ان کے گوت چیچی، کھٹانہ، چوہان، کولی، گورسی وغیرہ وہی ہیں جن کی تشریح ضلع گجرات کے بیان میں کی گئی ہے۔

Marfat.com

ضلع ہوشنگ آباد صوبہائے متوسط

اس ضلع میں گوجر محنتی کاشتکار ہیں اور مختلف اطراف ضلع میں پائے جاتے ہیں۔ ان کی تعداد 22000 ہے۔

(جلد 13 صفحہ 341 امپیریل گزٹ آف انڈیا)

Marfat.com

باب شانزدہم:

مختلف تاریخوں کے انتخابات

ان انتخابات سے ہمارے اکثر واقعاتِ تاریخی کی تائید ہوتی ہے اور ہم نے اُن پر ضروری نوٹ بھی لکھے ہیں۔

از: بمبئی گزیٹیر جلد اول حصہ اول صفحہ 526-527

بلہارا بادشاہ جزر یعنی گرجر ہوا ہے یہ امر واقعی ہے کہ انہلو اڑہ[1] کا نام اب تک عرب کی تاریخوں کے بعد عظیم الشان بادشاہ میں ثبت ہے اس پر چاپہ یا چادرہ خاندان نے 720ء سے 956ء تک اور سولنگی یا چا کولیہ نے 961ء سے 1242ء تک اور اس کے بعد خاندان واگھیلا (گھیلہ) نے کچھ عرصہ تک حکمرانی کی۔ اگر عربی کی تاریخیں ان خاندانوں کی حکومت کا تذکرہ نہ کرتیں تو شاید ان کے نام صفحات تاریخ پر نہ آتے۔

عرب کا ایک تاجر سلیمان نامی 851ء میں تجارت کے لئے اس ملک میں آیا، اس نے چند بادشاہوں کا ذکر اپنے تذکرہ میں لکھا ہے کہ بلہارا بادشاہ عربوں سے محبت کرتا ہے بخلاف اس کے جزر (گوجر) بادشاہ ان کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

سلیمان کو شاید یہ معلوم نہ ہوگا کہ بادشاہ گوجر کو عربوں سے کیوں نفرت تھی، اس کی یہ وجہ ہے کہ جب عرب سندھ میں آئے، تو انہوں نے گوجر بادشاہ کی سلطنت پر چھاپے مارنے شروع کئے اور یہ قدرتی بات تھی کہ وہ ان سے نفرت کرتا۔

اور اس کو یہ خیال بھی نہ آیا ہوگا کہ بلھارا کیوں عربوں سے محبت رکھتا ہے جس کی وجہ یہ تھی کہ بلہارا اور گوجروں میں ہمیشہ جنگ رہتی تھی، سیاسی طور پر

---

[1] انہلوارہ، انہلواڑہ، مشہور شہر کاٹھیاوار کا تھا۔ اس پر مدت تک گوجر حکمران رہے اس کی تشریح کسی جگہ ہو چکی ہے۔

Marfat.com

بلہارا نے جو مشہور بہادر تھا، عربوں سے اس لئے اتحاد پیدا کیا تا کہ وہ وقت پر اس کی امداد کریں۔

سلیمان تاجر کے خیال میں عظمت و شوکت کے لحاظ سے بلہارا بادشاہ کے بعد گوجر بادشاہ کا رتبہ ہے جو کہ ایک خاکنائے پر رہتا ہے، تمام ہندوستان کے بادشاہوں سے بادشاہ جزر کی فوج بہت عمدہ ہے اور اس کا رسالہ نہایت اعلیٰ ہے، عربوں کے ساتھ اس کی ان بن رہتی ہے اور اس کے پاس گھوڑے اور اونٹ کثرت سے ہیں، اس کے ملک میں سونے چاندی کے سکوں کا لین دین ہوتا ہے اور اس ملک میں سونے چاندی کی کانیں ہیں، گوجر بادشاہ بلہارا اور تفک[1] یعنی پنجاب کے بادشاہوں کے ساتھ برسر پرخاش رہتا ہے۔

گوجروں کے دارالخلافہ بھنمال کے حالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ لسان الارض جس سے سلیمان کی مراد کاٹھیاوار گجرات ہے۔ اس کی مملکت کی وسعت کے متعلق قیاس نامکمل ہے دسویں صدی مسیح 916ء میں سلیمان گماشتہ ابوزید کا بیان ہے کہ قنوج ایک وسیع مملکت ہے۔ جس پر گوجر بادشاہ حکمران تھا۔ اس کے بیان کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ دستا راجہ گوجر نے بنگال پر پے در پے کامیاب حملے کئے۔

ابن خور دادبہ 912ء میں گوجر بادشاہ کو ہندوستان کے بادشاہوں میں درجۂ چہارم پر خیال کرتا ہے، وہ لکھتا ہے کہ اس کی مملکت میں تتاری (تاتری) سکہ رائج تھا اور بادشاہ قفن کو بلہارا سے دوسرے درجہ پر تصور کرتا ہے۔

المسعودی بیان کرتا ہے کہ 934ء میں بلہارا بادشاہ کی حد بادشاہ گوجر (جو بہت خزانوں، گھوڑوں اور اونٹوں کا مالک ہے) کے ملک سے ملتی ہے اور اس کی سرحد پر گوجر بادشاہ کے حملے جاری رہتے ہیں۔

اور گوجر بادشاہ کی نسبت لکھتا ہے کہ اس کا ملک ایک طرف تفن (ملک

---

[1] تفک:۔ دراصل تانک ہے۔ نون کا سر موٹا ہو گیا اس کو (ف) سمجھا گیا، مسلمہ امر ہے کہ پنجاب پر تانک بادشاہوں کی حکومت تھی۔

Marfat.com

پنجاب) اور دوسری طرف رہمی یعنی برہما اور سماٹرا تک پھیلا ہوا ہے اور تفن[1] کے بادشاہ کی نسبت لکھتا ہے کہ کشمیر بھی اس کی مملکت میں شامل ہے اس کی فوج کچھ زیادہ نہیں ہے، وہ بھی صلح جو اور امن پسند ہے مسلمانوں کے ساتھ اچھا سلوک رکھتا ہے۔

ابن حوقل

یہ مورخ 927ء اور 928ء کے حالات بطور مشاہدہ لکھتا ہے کہ بہت سی سلطنتیں[2] سہارا وغیرہ کانکن کے شمال بلہارا کے ملک میں کھمبائت اور چسیمور کے درمیان واقع تھیں۔

البیرونی

یہ مورخ بجائے خزر (گوجر) کے لفظ گجرات کا استعمال کرتا ہے[3] اور کاکن اور ٹانا کو گجرات کے جنوب میں ظاہر کرتا ہے، اس کے زمانہ میں گجرات کا دارالخلافہ نرائن تھا (اب بھی نرائن پورہ، ریاست جیپور میں موجود ہے، مگر اس کے باشندے اس کو چھوڑ کر دوسرے شہروں میں چلے گئے ہیں)۔

الادریسی

گیارہویں صدی عیسوی کے اخیر میں دسویں صدی عیسوی کے حالات بیان کرتا ہے کہ تفن ایک چھوٹی سی سلطنت ہے جو کاکن یعنی راشترکوٹ سے درجہ دویم پر ہے اور گوجر بادشاہ درجہ چہارم[4] پر ہے بادشاہ گوجر کے ایک طرف تفک یعنی پنجاب کا ملک بتاتا ہے جہاں نہایت گورے[5] زنگ کی خوبصورت عورتیں ہیں اور بادشاہِ تفن عربوں سے اچھا سلوک کرتا ہے۔

---

[1] یہ بھی تانک کا بگڑا ہوا ہے ک کو کسی عرب نے ق کر دیا اور پھر قاف کا سر بریک ہو کرن بن گیا، تفک، طفن، طفق تاکہ، تک، تانک، تاس ایک ہی لفظ ہے۔

[2] سہارا، کمبیا، ہیمور، یہ سب گوجروں کی ریاستیں تھیں۔

[3] اسم المکین بالمکان واسم المکان بالمکین، عربوں میں اکثر رائج ہے۔

[4] عرب مؤرخین نے جو ان بادشاہوں کے مدارج مقرر کئے ہیں، سرسری ہیں وہ کسی تحقیقات پر مبنی نہیں ہیں

[5] اس سے مراد پنجاب کے اضلاع شمالی اور کشمیر کی عورتیں ہیں۔

Marfat.com

انتخاب از تاریخ راج ترگنی

راجہ شنکر ورمن والی کشمیر اور راجہ الکھان (گوجر) کی جنگ

راجہ شنکر ورمن 883ء سے 902ء تک کشمیر وغیرہ ممالک پر نہایت شان وشوکت سے حکمران رہا، یہ بڑا مقتدر راجہ تھا اور گردونواح کے راجاؤں پر اس کا رعب و داب بہت چھایا ہوا تھا۔ راجے مہاراجے اس کے سطوت و دبدبہ سے کانپتے تھے اور اس کو موت کا دیوتا کہتے تھے، یہ جیسا بہادر تھا ویسا ہی خوبصورت تھا چنانچہ اس کی خوبصورتی کے تذکرے آج تک قصوں اور کہانیوں میں بیان کئے جاتے ہیں۔ اس کے زمانہ میں گجرات پر جس کو تک ویش کہتے تھے۔ ال خان گوجر راجہ (لکھان) حکمران تھا۔ جو اپنی فوجی طاقت سے تمام راجاؤں پر غالب تھا اور اس کی شوکت وعظمت کی شہرت دور دور تک پہنچ گئی تھی۔

راجہ شنکر ورمن کے دل میں ال خان کی روز افزوں ترقی دولت وتوسیع مملکت کا حسد شعلہ زن ہوا چنانچہ نہایت اہتمام وانتظام سے اپنے ماتحت راجاؤں کو اپنا معین و مددگار بنا کر نو لاکھ[1] پیادہ فوج اور تین سو ہاتھی اور ایک لاکھ سوار لے کر دفعتہً گجرات پر حملہ آور ہوا۔ ال خان نے بھی نہایت شجاعت سے مقابلہ کیا۔ اگرچہ ال خان کے مددگار وحلیف مشہور ومعروف راجہ للیہ نے بھی اس کی امداد کی

---

[1] راجہ شنکر ورمن کا نولاکھ فوج سے حملہ کرنا صریحاً مبالغہ ہے تاریخوں میں الکھان کے نام سے تلفظ میں مورخین نے بہت غلطیاں کیں کوئی اس کو انحان لکھتا ہے کوئی الہ خان، کوئی علی خان، کوئی الل خان جس نے تاریخوں پر پورا پورا عبور کیا ہو وہ فوراً سمجھ سکتا ہے کہ یہ نام الکھان ہے چنانچہ اس نام کے اور راجے بھی ہوئے ہیں۔ اس مضمون سے مندرجہ ذیل نتائج پیدا ہوتے ہیں۔

(۱) لکھان زبردست گوجر راجہ تھا۔ (۲) تک اور تانک قوم گوجر ہے۔

(۳) کسی زمانہ میں گجرات پنجاب کا نام جس میں کئی اضلاع شامل تھے، تک دیش تھا، زمانہ کے ساتھ نام بھی بدلتے رہتے ہیں تاک تاس گوجروں کا مشہور گوت ہے۔ (مؤلف)

Marfat.com

مگر وہ بھی اس کو بچا نہ سکا۔ جب الخان نے دیکھا کہ اس قدر لشکر کے مقابلہ میں جو سیلاب کی طرح جوش زن ہے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا تو آخر کار اس نے اس کے سوا چارہ نہ دیکھا کہ اس کو ملک کا ایک حصہ دے کر مخلصی پائے، چنانچہ تک دیش، راجہ شنکر ودمن کے حوالہ کیا اور اپنی جان بچائی۔ یہ ایسی مثال تھی جیسے کوئی اپنی انگلی کٹوا کر اپنی جان بچائے۔ اس کے بعد وہ ترگت (ملک کانگڑہ) پر حملہ آور ہوا۔ راجہ پرتھوی چندر نے جب دیکھا کہ شنکر ورمن کا سیلاب روان لشکر رُک نہیں سکتا تو اس نے اپنے بیٹے بھون چندر کو بطور یرغمال راجہ کے پاس بھیج کر اظہار اطاعت کیا، جب بھون چندر راجہ کی آستان بوسی اور اقرار و فاداری کے لئے اس کے لشکر گاہ کی طرف روانہ ہوا تو راستہ میں اس کو یہ اندیشہ دامنگیر ہوا کہ مبادا اس کی درخواست منظور نہ ہو۔ اور وہ قید کیا جائے اسی لئے واپس چلا آیا اور کسی طرف بھاگ گیا۔ اس زمانہ میں راجہ بھون نے خاندان ٹھیکہ کی ریاست کو دبا لیا تھا۔ اس کا سردار شنکر ورمن کی پناہ میں چلا گیا اور اس کی فوج کا سپہ سالار ہو گیا، شنکر ورمن نے راجہ بھوج سے خاندان ٹھیکہ کو ان کی ریاست واپس دلائی، بعد ازاں راجہ للیہ پر حملہ آور ہوا راجہ للیہ دو خونخوار زبردست ڈرآور اور ترشک قوموں (جن کو بوجہ شجاعت اور تہور شیر اور سور سے تشبیہ دی جاتی تھی) کے درمیان حکمران تھا اور اس کا ملک ان دونوں قوموں کے درمیان اس طرح واقع تھا۔ جس طرح ہمالیہ اور بندیا چل کے درمیان آریہ ورت واقع ہے۔ یہ راجہ شمالی راجاؤں میں ایسا ممتاز تھا۔ جیسے سورج ستاروں میں ممتاز ہوتا ہے۔ اس کے پاس گردو نواح کے راجے مصیبت کے وقت پناہ گزیں ہوتے تھے اور یہ ان کی ہر طرح امداد کرتا تھا۔ ہر چند شنکر ورمن نے اس کی پائمالی کے لئے زور لگایا مگر وہ اس پر قابو نہ پا سکا۔ راجہ للیہ نے باوجود شنکر ورمن کی زبردست طاقت کے اس کے آگے سر تسلیم خم نہ کیا۔

Marfat.com

شرح متعلق مضمون راجہ شنکر ورمن مندرجہ راج ترگنی

گوجر کا لفظ آج تک شہر گجرات کی صورت میں موجود ہے، جو پنجاب میں چناب کے مغربی ساحل پر قریباً پانچ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اس کی اطلاع نہ صرف ایک قدیم مورخ نے دی ہے بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر ولسن اور مسٹر لاسن کو یہ امر پہلے سے معلوم تھا چنانچہ اول الذکر نے اس کا حوالہ اپنی کتاب ہسٹری کے صفحہ 65 میں اور آخر الذکر نے کتاب انڈش آلٹرتھمس کنڈ کی جلد 3 صفحات 502 و 1027 میں دیا ہے۔ جدید شہر کا نام وسیع معنوں میں اس علاقے کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ جس میں دوآبہ چج کا بالائی حصہ (جو بھمبر کے پہاڑوں کے دامن میں واقع ہے) شامل ہے۔ کشمیر میں یہ نام بالعموم علاقہ گجرات پر استعمال ہوتا ہے اس سرزمین پر جو تاریخی واقعات ظہور پذیر ہوئے۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ گوجرات کے معنی زیادہ وسیع لئے گئے ہیں اور کسی خاص شہر اور ملک پر اس کا اطلاق نہیں ہوا بلکہ جس ملک پر گورجر کی حکومت تھی اس کو گجرات کہا جاتا تھا چنانچہ کلن نے تک دیس کو بھی سلطنت گورجر کا ہی حصہ قرار دیا ہے۔ جو بقول ہیون سانگ چناب کے مشرق کی طرف واقع تھا۔ اس کی تشریح صرف اسی قدر کافی ہے کہ زمانہ قدیم میں بہت سی ہندی سلطنتوں کے نام ان کے دارالخلافتوں کے نام پر مشہور تھے جیسا کہ لاہور کا نام رنجیب سنگھ کے عہد میں سارے پنجاب کے لئے استعمال ہوا کرتا تھا۔ گجرات کی قدیم تاریخ کے بعض حالات کے متعلق دیکھو، کنگھم کے جغرافیہ قدیم کا صفحہ 179 کانگڑہ کے پہاڑ علاقہ ترگرت کے متعلق اسی کتاب کا نوٹ نمبر 153 ملاحظہ ہو۔ اس موقع پر مؤرخ نے ترگوت کی تشریح کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ اس سے مراد نگر کوٹ ہے۔ جس کا جدید نام کوٹ کانگڑہ ہے۔ جو ضلع کانگڑہ کا صدر مقام ہے، کوٹ

Marfat.com

کانگڑہ اور اس کے مشہور پرانے قلعہ کے لئے نگر کوٹ کے نام کا استعمال محمود غزنوی، کے زمانہ سے ہوتا چلا آیا ہے، دیکھو البیرونی کی تاریخ متعلق ہند فصل 2 صفحہ 11 مسٹر کنگھم کی کتاب آرکیو لاجیکل سروے رپورٹ جلد 5 ص 155، مسٹر کنگھم جو اپنی کتاب کانیز آف مڈیول انڈیا کے صفحہ 100 پر راجگان کانگڑہ کے ورثہ کے شجرہ ہائے نسب کا ذکر کرتا ہے۔ اس میں اس نے پرتھوئی چند اور بھوم چند کے نام کہیں نہیں لکھے تاہم وہ ہمیں اس بات کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ لفظ چند جو ان ناموں کے اخیر میں پایا جاتا ہے۔ وہ خاندان کے تمام راجاؤں کے نام کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے چنانچہ چودھویں صدی سے لے کر سکھوں کے عہد تک جس قدر سندات عطیات ان راجاؤں کی ملتی ہیں۔ چند کا خطاب ان کا جزو ہے۔ اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے ناموں کا استعمال نہایت قدیم زمانہ سے چلا آتا ہے۔ بظاہر اس کی وجہ وہ روایت ہے جو کانگڑہ کے کٹوچھ راجاؤں کو چندر بنسی خاندان سے ملاتی ہے۔ اس خاندان کے ایک ماہ بعد کے راجہ اندر چندر کے متعلق دیکھو، ترنگ، شلوک، 150 کلہن کے الفاظ سے یہ بات واضح نہیں ہوتی کہ شنکر ورمن کی مہم ترگت تک پہنچی تھی یا نہیں مگر مسٹر لاسن نے اپنی کتاب انڈش آلٹرتھمس کند جلد 3 صفحہ 1027 میں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ترگت بھی اس مہم میں داخل تھا۔ کلہن نے راجہ کا جو راستہ بہمیر سے گجرات اور گجرات سے بالائی سندھ کے مغرب کو فرض کیا ہے کانگڑہ اس کے مشرق بعید میں رہ جاتا ہے نیز مسٹر ولس نے اپنی کتاب ہسٹری کے صفحہ 65 پر ال خان کے عجیب نام کی طرف توجہ دلائی ہے جو بظاہر ایک عجیب قسم کا اسلامی نام معلوم ہوتا ہے۔ اس بارہ میں یہ جتلا دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ منشی محمد الدین فوق[1] لاہوری نے اپنی تاریخ کشمیر میں گجرات کے اس حاکم کا نام علی خان لکھا ہے۔ اس صورت میں ہم خیال کر سکتے

---

[1] خرق نے جو اس بادشاہ کا نام علی خان لکھا ہے۔ غلط ہے اور مسٹر ولسن کا حاشیہ بھی غلط ہے۔ بناء الفاسد علی الفاسد (مؤلف)

Marfat.com

ہیں کہ شاید اس زمانہ میں عارضی طور پر ملتان کی اسلامی سلطنت شمال کی جانب بھی پھیل چکی تھی کیونکہ دسویں صدی کے ابتدائی سالوں میں اس سلطنت کی خوشحالی کے متعلق بہت سے عرب مورخین نے تصدیق کی ہے دیکھو مسٹر رینارڈ کی کتاب میمائر صفحہ 212 لیکن ہمارے نزدیک واقعات اس روایت کی تائید نہیں کرتے جیسا آگے چل کر معلوم ہوتا ہے کہ ال خان او بھانڈ کے للیہ شاہی پر تمام تر دارومدار رکھتا تھا، کابل کے خاندان شاہی کی ہندو نسل جس کا غالباً للیہ شاہ بانی تھا اور جو محمود غزنوی کے زمانہ تک تمام شمالی پنجاب پر قبضہ رکھتا تھا۔ اس کے حالات کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں مسلمانوں کی ترقی حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا کیونکہ ہر طرف ہر طرح سے ان کی مخالفت کی جاتی تھی۔

تک دیس کا ذکر صرف ایک بار آگے چل کر ترنگ (7) شلوک 9 تک دشیا (تک دیس) کے نام سے آتا ہے اور ترنگ (7) کے شلوک 1207, 1064, 1001, 520 میں تک کا لفظ خاص خاص اشخاص کے ناموں کے متعلق بھی استعمال ہوا ہے۔ کنگھم صاحب نے بجا طور پر (تک) کے نام کو سلطنت تاسیہ[1] سے منسوب کیا ہ ے۔ جہاں پر ہون سانگ راجپوری یا راجوری کے جنوب مشرق کی طرف سیاحت کرتا ہوا پہنچا تھا۔ دیکھو جغرافیہ قدیم صفحہ 148 وسیو کی جلد 1 ص 165 تاسیا کی سلطنت کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ وہ مشرق کی طرف بیاس اور مغرب کی طرف دریائے سندھ تک پھیلی ہوئی تھی اس کا دارالخلافہ قدیم شہر (شی کی لو) کے قریب واقع تھا۔ آخر الذکر مقام بلاشبہ قدیم شہر شاکل (سیالکوٹ) تھا جو برہمنوں اور بدھوں کی روایات میں اکثر مقامات پر مذکور ہے۔ دیکھو دی ڈی سیٹ مارٹن صاحب کی کتاب میمار صفحہ 77 مہا بھارت میں شاکل کی نسبت ذکر کرتا ہے کہ وہ مدر یا باہکا قوموں کا دارالسلطنت تھا، جو جدید پنجاب

---

[1] یہ نظریہ بالکل ثابت ہوگیا ہے کہ گوجروں کے گوتوں میں تک اور تاس اب تک موجود ہیں۔ ریاست جموں کے بعض گوجر مجھے ملے۔ انہوں نے اپنا گوت ٹاچ بتایا یہ لفظ نانک کا بگڑا ہوا ہے۔ (مؤلف)

Marfat.com

میں آباد تھیں، دیکھو مسٹر لاسن کی کتاب انڈشن الٹر تھمس کنڈ جلد 1 ص 86 اور ہیم چند کی مترادف الفاظ کی لغات میں جس کا نام رابھی وہاں چنتامی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ (تک[1]) اور باہک دونوں ایک ہی قوم کے آدمی تھے، دیکھو بوٹلنگ ریو کا ایڈیشن کتاب مذکور شلوک نمبر 959 مذکور۔

خلاصہ

امپیریل گزیٹیر انڈیا بمبئی پریزیڈنسی جلد اول صفحہ 16

اس کے بعد تقریباً ڈیڑھ صدی تک بالکل کوئی پتہ نہیں چلتا۔ البتہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ کشترپ کے خاندان کا ایک گروہ تھوڑے تھوڑے عرصہ تک یکے بعد دیگرے حکومت کرتا رہا حتی کہ 390 میں مگدھ کے گپتاؤں نے ان کو مغلوب کیا لیکن وہ بھی 460ء تک بصد مشکل اس علاقہ پر قابض رہ سکے وکن اور کوکن میں ہمیں چند چھوٹی چھوٹی سلطنتوں کا پتہ ملتا ہے جن کی بناء شمالی اقوام نے رکھی، پانچویں صدی کے دوسرے نصف میں وسط ایشیا سے چند گروہ سفید ہنون کی ماتحتی میں شمال مغرب سے ہندوستان میں داخل ہو کر نربدا تک تمام ملک میں پھیل گئے، کاٹھیاوار میں ولبھیوں نے گپتا (گپت) خاندان کے کھنڈروں پر ڈیرے ڈالے اور جنوب میں ترائی گوتوں نے ایک وسیع مگر ناپائیدار سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ ترائے کوتے اور جبل پور کے گردونواح کے رہنے والے کل چری ایک ہی ہیں یا کم از کم کسی قسم کا باہمی تعلق و واسطہ رکھتے ہیں۔ 500ء کے بعد نئے حملہ آور ہندی قوموں میں مل گئے اور برہمنی مذہب بدھ مذہب پر غالب آ گیا، شمالی کونکن پر بمبئی کے نزدیک پوریا (پوری) کے موریا حکومت کرتے تھے اور جنوبی دکن چلکیا اور ترا کوتوں کا نبرد گاہ تھا۔ 600ء کے قریب ایک اور طاقتور اور بہادر گوجروں کا

---

[1] تک اور باہک ایک قوم نہیں ہے۔ الگ الگ ہیں ممکن ہے کہ یہ سیاسی اغراض سے متحد ہو گئی ہوں۔ تاش، تک، تکش، تکشک اور تکیک ایک ہی ہیں، جس کا ذکر تاریخ میں ایک سے زیادہ دفعہ آیا ہے۔ (مؤلف)

Marfat.com

خاندان گجرات پر متصرف ہو گیا۔ یہ قوم غالباً 452ء میں سفید ہنون کے ساتھ ہندوستان میں داخل ہوئی اور صوبہ پنجاب اور راجپوتانہ کو پائمال کرتی ہوئی۔ کوہِ آبو کے نزدیک بھینمال پر حکمران ہو گئی اور 600ء کے قریب انہوں نے شمال مشرق میں کاٹھیاوار کو تاراج کیا اور ولھبیوں کو مطیع کر کے بھروچ میں ایک حکومت قائم کی۔ 585ء سے 740ء تک انہوں نے بہت جلدی ہندوستانی تہذیب حاصل کر لی۔ بعض مورخوں کے خیال کے مطابق یہ لوگ مشہور موجودہ زمانہ کے راجپوتوں کے آباؤ اجداد تھے تاریخوں سے ثابت ہے کہ 606ء سے 648 کے درمیانی عرصہ میں قنوج کا ہرشادردھنا (ہرش دردن) راجہ سلطنت گپتا کو دوبارہ ہر طرح سے عروج پر پہنچا چکا تھا۔ لیکن اس کی موت پر جو گڑ بڑ واقع ہوئی۔ اس نے پھر بھنیمال کے گوجروں کو موقع دیا اور اس کے بعد بہت جلد گجرات کی قسمت کا فیصلہ ہو گیا۔ اسی اثنا میں چلکیا دکن میں تراکوت اور راشترکوت کے ساتھ لڑائی میں کامیاب ہو گئے اور ساحل کی تمام چھوٹی چھوٹی سلطنتوں کو جذب کر گئے، ساتویں صدی میں جو ان کے عروج کا زمانہ تھا، ان کے خاندان کی ایک بڑی شاخ دکن اور کونکن پر اور دوسری شاخ شمال میں نواسیری پر فرمان روا تھی اور تیسری ایک چھوٹی شاخ اس وقت دلنگی پر حکمران تھی۔ چلکیا وشنو اور شیوگی پوجا کرتے تھے اور ان کے بالمقابل جنوبی دکن میں جین مذہب رائج تھا، بدھ کے بڑے بڑے مندر ایلور، اجنٹا اور شمالی صوبوں میں متعدد مقامات پر پائے جاتے تھے۔ 640 عیسوی میں عربوں نے جب ایران کو فتح کر لیا تو بیرونی تجارت بند ہو گئی۔

آٹھویں صدی میں مسلمان ہندوستان کی سیاسیات میں داخل ہوئے تو 711ء میں چلکیا خاندان کا زوال شروع ہوا۔

مسلمانوں نے گجرات پر حملہ کر کے ولبھیوں کے مشہور شہر ولبھے کو 770ء میں تباہ کیا مگر ان کے فتوحات سندھ تک محدود تھے۔ چودوں[1] نے جو غالباً

---

[1] مؤلف: چودے جن کو چاب بھی کہتے ہیں گوجر ہیں۔ دیکھو بمبئی گزیٹیر

Marfat.com

گوجر راجپوت تھے۔ مسلمانوں کے ان حملوں سے فائدہ اٹھا کر بھینمال کے گوجروں کی امداد سے جن کی حکومت راجپوتانہ اور مالوہ تک پھیل کر بنگال کوڈرا چکے تھے۔ سب سے پہلے انہلواڑہ میں حکومت کی بنیاد ڈالی مگر گوجروں کی سلطنت جلد ہی چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم ہونے لگی، مثلاً اجمیر پر چوہان دھار پر مرنے انہلواڑہ پر چودے وغیرہ علیحدہ علیحدہ خودمختار حکمران ہو گئے، گجرات کے حکمران گوجر علم و ادب کے حامی اور جین مذہب کے معتقد و مقلد تھے، دریائے ماہی کے جنوبی علاقہ میں بھی حکومتوں میں بہت کچھ تغیر و تبدل ہوا، راشترکوتوں نے آخرکار اپنے پرانے دشمن چلکیوں پر فیصلہ کن حملہ کیا اور ان کو میسور میں محصور کر کے شولاپور کے جنوب مشرق میں ایک نئی سلطنت قائم کی، یہ سلطنت پہلے کی طرح وسیع تو نہ تھی کیونکہ اس میں ونگی شامل نہ تھا، مگر نربدا کے جنوبی کنارے پر کسی دوسری شمالی طاقت کی مدافعت کے لئے کافی تھی۔

دو صدیوں تک راشترکوتوں اور گوجروں کی سلطنتیں ملی جلی رہیں، 750ء و 950ء کے درمیان عرصہ میں ان میں سے کوئی بھی ایک دوسرے پر وست اندازی نہیں کر سکتے تھے جس کی وجہ یہ تھی کہ راشترکوتوں کی اصل قوم اور ان کی ایک شاخ (جو گجرات میں حکمران تھی) کے درمیان نفاق و شقاق تھا، راشترکوت اپنی حدود پر لڑتے رہے اور جنوب کی طرف چلکیا کے حملوں کو روکتے رہے لیکن گوبند سوم کی حکومت کے بعد انہوں نے کوئی بڑی فتح حاصل نہ کی وہ عام طور پر شیو کی پوجا کرتے تھے لیکن اموگا ورشا (اموگ ورش) جین مذہب کا خادم و مقلد تھا اس سلطنت کی شان و شوکت نے عربوں پر (جو ان کے بادشاہ کو بلہارا کہتے تھے) بہت کچھ رعب ڈالا، مگر مقامی افسر جن کے ساتھ عربوں کا میل جول تھا وہ پوری کے چول اور تھانے کے سلہاڑے تھے۔ جن میں سے اموگا ورشا اول کے عہد میں کونکن کے گورنر بنائے جاتے تھے۔

اس خاندان کی دوسری شاخ جنوبی ساحل پر حکمران تھی جن کی خلیج فارس

Marfat.com

کے ساتھ تجارت شروع ہوئی، اس سبب سے ان کے پاس بہت سے پارسی پناہ گزیں تھے جن کی وہاں کے سردار تواضع و مدارت کرتے تھے کیونکہ وہ سردار شو اور بدھ دونوں کی یکساں عزت کرتے تھے، لیکن تجارت شروع ہوتے ہی بحری غارتگری شروع ہوگئی جس میں مغربی کاٹھیاوار کے ملاحوں نے بہت حصہ لیا۔ 941ء یا 961ء میں انہلواڑہ کی سلطنت کومول راجہ سولنگی نے فتح کیا۔ وہ ایک گوجر شہزادہ تھا جس کا باپ غالباً شمالی راجپوتانہ میں کسی جگہ حکمران تھا۔ 973ء میں ایک اور محشر خیز ہنگامہ و جہاں سوز فتنہ برپا ہوا۔ ایک بہادر شہزادہ نے جس کا خاندان چلکیا سے کوئی تعلق تھا، راشترکوتوں کو برطرف کر کے ایک نئی چلکیا سلطنت قائم کی جس کا دارالسلطنت کلیانی تھا اس کے ماتحت بارپ نے جنوبی گجرات میں ایک ماتحت ریاست کی بنیاد ڈالی مگر جنوب میں اب تک سلہارے بدستور ساحل پر حکومت کرتے رہے۔

امپیریل گزیٹیر جلد اول صفحہ 201

گجرات (کاٹھیاوار) کا نام مشہور قوم گوجر سے مشتق ہے، اب وہ صوبہ میں پہلا سا اقتدار نہیں رکھتے، بعض کے نزدیک گوجر وسط ایشیا سے آئے، چھٹی صدی سے پہلے ہندوستان میں ان کا کوئی نام و نشان نہیں ملتا، ابتداء میں وہ راجپوتانہ میں طاقتور ہوئے اس کے بعد بھڑوچ میں اپنی شان و شوکت کا سکہ بٹھایا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ پانچویں صدی کے آخر میں سفید ہُن کے ساتھ ہندوستان میں داخل ہوئے، چینی سیاح ہیون سانگ بھی بھروچ کا ذکر کرتا ہے اور گوجروں کی اس سلطنت کو جو شمال میں تھی کیوچیلو اور اس کی راجدھانی کو پیلومولو کہتا ہے، یہ ریاست جودھپور کے قریب ہے، اپنی اصلی شکل میں گجراترا جو گجرات کا اصلی نام ہے، پرانے زمانے کے کتبوں میں نویں صدی میں اجمیر اور سانبھر جیل کے شمال کے ملک کو کہتے ہیں مگر دسویں صدی میں گجرات سے مراد انہلواڑہ

Marfat.com

کی سولنگی سلطنت ہے، مسلمانوں کے وقت یہ نام اس صوبہ کا تھا جو پہلے انوادہ اور پھر احمد آباد کے ماتحت رہا۔

(مؤلف):۔ اس اقتباس سے کئی نتیجے نکلتے ہیں۔

(۱) راجپوت اور گوجر الگ الگ نہیں ہیں، موجودہ زمانہ کے راجپوت دراصل گوجر ہیں۔

(۲) راشترکوٹ اور ولبھی ایک ہیں عرب ولبھی راجاؤں کو ملہارا کہتے تھے، اگر یہ قیاس کیا جائے کہ ملہارا ولبھی رائے کا بگڑا ہوا لفظ ہے تو کچھ مضائقہ نہ ہوگا۔

(۳) چودہ خاندانِ گوجر۔

(۴) گوجروں پر اس وجہ سے زوال آیا کہ ان کی وسیع سلطنت چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہوگئی۔

(۵) بھروچ اور انہلواڑہ زمانہ تک گوجرون کے دارالسلطنت رہی ہیں، راجپوتانہ گوجروں کے زیرِ حکومت تھا۔

(۶) اور یہ بھی اس اقتباس سے مستفاد ہوتا ہے کہ گوجروں کے مختلف گروہ مختلف ناموں سے مختلف اوقات میں آئے۔

(۷) گوجر اور سفید ہن ایک وقت مین آئے، سفید ہن کوئی قوم نہیں ہے، یہ ایک وصفی نام ہے، ہن اس شخص کو کہتے ہیں جو باہر سے آئے جیسے ولایتی، تو یہ قیاس کیوں غلط ہوسکتا ہے، کہ گوجروں میں سے ایک گروہ کو بوجہ ان کی رنگت کے ہن کہتے تھے۔

انتخاب آئینِ اکبری

اکبر بادشاہ نے گجرات دکن کے مختلف قلعوں اور مقامات پر کولی قوم (گوجر) کے بہادروں کو متعین کیا تھا، جس کی تفصیل یہ ہے۔

Marfat.com

جھالا بارھا: یہ پختہ قلعہ تھا، یہاں دوسو سوار اور دس ہزار پیادہ کولی محافظ تھے۔

کرنج: یہ چونا اور پتھر کا مستحکم قلعہ تھا یہاں ایک سو سوار اور پانچ سو پیادہ سوار کولی نگہبان تھے۔

مشدہ: اس مقام پر 50 سوار اور پانچ سو پیادہ کولی رہتے تھے۔

موراسہ: یہ پختہ اینٹوں کا قلعہ تھا یہاں ایک سوسوار اور دوسو پیادہ کولی رہتے تھے۔

ہرسوڑ: اس مقام پر بیس سوار اور ایک سو پیادہ کولی مقرر تھے۔

پتن: اس جگہ دو قلعے تھے جن پر ایک سو پچاس سوار اور دو ہزار پیادہ کولی رہتے تھے۔

بیجا پور: اس مقام پر دوسوسوار اور پانسو پیادہ کولی نگران تھے۔

پالھن پور: اس جگہ پچاس سوار اور پانسو پیادہ کولی رہتے تھے۔

بڈنگر: یہ پتھر کا بلند قلعہ تھا اس قلعہ کی حفاظت پالھن پور کی فوج کرتی تھی۔

تھرواره: یہاں اینٹوں کا قلعہ تھا اس میں پچاس سوار اور ایک ہزار پیادہ کولی مقیم تھے۔

رادھن: یہاں اینٹوں کا قلعہ تھا جس میں سوسوار اور دوسو پیادہ کولی محافظ تھے۔

سمی: اس جگہ ہندوؤں کا مندر تھا۔ اس کی حفاظت کے لئے بیس سوار اور سو پیادہ کولی مقرر تھے۔

کارکرنجی: اس کی حفاظت بھی کولیوں کے ذمہ تھی۔

مونچپو: اس مقام کی نگہبانی کیلئے پچیس سوار اور ایک سو پیادہ کولی مقرر تھے۔

موردارہ: اس جگہ دوسو پیادہ کولی متعین تھے۔

دیسہ: یہاں پختہ قلعہ ہے جس پر 50 سوار اور دوسو پیادہ کولی نگرانی تھے۔

مؤلف: اس فہرست سے معلوم ہوتا ہے کہ اکبر بادشاہ کے وقت کولی گوجروں کا کس قدر اقتدار تھا۔ کولی بہادروں کے لئے اس خدمت کے صلہ میں جاگیریں

Marfat.com

مقرر تھیں اور نیز ثابت ہوتا ہے کہ گوجر ابتداء سے قابلِ اعتماد سپاہی ہیں۔

گجرات کی تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کولی قوم ایسی زبردست قوم تھی کہ جب تک بادشاہانِ گجرات ان کو پیش بہا جاگیریں عطا نہ کرتے۔ امن و اطمینان سے حکومت نہیں کر سکتے تھے۔

❀❀❀

Marfat.com

انتخاب از آئین اکبری
مختلف صوبوں میں گوجروں کی آبادی

سرکار اجمیر

اس صوبہ میں زیادہ تر کچھواہیہ چوہان (گوجر) اور افغان تھے۔ بڑی تعداد چوہان (گوجروں) کی تھی۔ اس صوبہ میں شاہی افواج کی تعداد سولہ ہزار سوار، اسی ہزار پیادہ تھی اور اس میں حسب ذیل قلعے تھے۔ اجمیر، انبیر، سانبر، سردار، ہرسور، اکثر قلعوں میں چوہان (گوجر) اور کچھواہیہ محافظ تھے۔

سرکار چتور

اس صوبہ میں زیادہ تر سود (گوجر) آباد تھے۔ فوج بائیس ہزار سوار اور بیاسی ہزار پیادہ پر مشتمل تھی اور حسب ذیل قلعے تھے۔ پھولیا، ساندری، سانڈل گرہ

سرکار رنتھبور

اس علاقہ میں زیادہ (گوجر) ہاڈا تھے۔[1] فوج کی تعداد نو ہزار سوار اور پچیس ہزار پیادہ تھی۔ اس میں حسب ذیل قلعے تھے۔ پولی، بوندی، کوئٹہ، کھندار، کرور۔

مؤلف: ہاڈا اور چودہ گوجر ہیں۔

سرکار جودھپور

اس علاقہ میں مختلف قومیں تھیں جس میں گوجر بھی آباد تھے اور فوج میں ملازم تھے اور اس میں حسب ذیل قلعے تھے، آسوپ، پھولودہی، پودھ، بہادران،

---

[1] یہ ہاڈا وہی ہیں جن کو ہم نے کھربڈ لکھا ہے جو اپنے آپ کو راجپوت کہتے ہیں۔

Marfat.com

جتیارن، دونارا، سوجھت، سانل میر، سیوانا۔

سرکار سروہی

اس علاقہ میں گھلوٹ (گوجر) اور افغان رہتے تھے۔فوج کی تعداد آٹھ ہزار سوار اور اڑتیس ہزار پیادہ تھی۔ جوفوج میں ملازم تھے اور اس علاقہ میں حسب ذیل قلعے تھے۔ سروہی، بانسواڑہ، جاوڑ۔

سرکار ناگور

اس علاقہ میں مختلف قومیں آباد تھیں۔ کچھواہیہ (گوجر) کی بہت بڑی تعداد فوج میں ملازم تھی اور اس علاقہہ میں حسب ذیل قلعے تھے۔ خارج کھٹو، دیندوانہ، فتح پور، جھنجھوں، میرتھ، ناگور۔

سرکار دہلی

مختلف اقوام کا مرکز تھا جس میں گوجر بہت بڑی تعداد میں آباد تھے۔ فوج کی تعداد دو ہزار سوار اور چوبیس ہزار پیادہ تھے۔ خصوصاً پانی پت، تل پت، باغ پت، پلول، ونگور، سکندر آباد، شکر پور، کرنال، کاندھلہ، چہارسہ، سیتھ، حویلی قدیم، حویلی جدید، جھور، کاسنہ وغیرہ میں گوجروں کی آبادی بہت زیادہ تھی۔

سرکار بدایوں

اس علاقہ میں بمقام جانوں زیادہ تر گوجر چوہان آباد تھے۔

سرکار سنبھل

اس علاقہ میں چوپلہ، جڈوار، کابر، لکھنور، ہنجھولہ، نیودھنہ، نروالی کے مقامات پر گوجر آباد تھے۔

Marfat.com

سرکار سہارنپور

اس علاقہ میں انبیٹھ ، دیوبند، کیرانہ، گنگوہ، منگور میں گوجر آباد تھے۔

سرکار ریواری

اہرونی، فتح آباد، گوجروں کے مشہور مقامات ہیں۔

سرکار سرہند

ساڈھورہ ، سلطان پور، شاہ آباد، مصطفٰے آباد، وغیرہ قصبات میں گوجر آباد ہیں۔

دوابہ باری

گوجران برہی، منگیری، یہ مشہور قصبے گوجروں کی آبادی کے ہیں۔

مؤلف: اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ گوجر تمام ملک میں پھیلے ہوئے تھے اور قدیم زمیندار اور سپاہی ہیں اور یہ قوم زراعت و سپاہگری دونوں وصفوں میں ممتاز تھی۔

Marfat.com

ماخوذ

از ٹرائبز اینڈ کاسٹز سنٹرل پراونسز جلد سوم

علم تاریخ کی رو سے گوجر ایک نہایت پرشوکت قوم ہے، جن کے نام پر ضلع گجرات اور گوجرانوالہ ہے اور انہیں کے نام پر جزیرہ نمائے گجرات (واقع دکن) اور گوجر گڈہ (واقعہ گوالیار) مشہور ہیں۔

مؤلف: ''اس طرح کی کئی بستیاں اور قصبے گوجروں کے نام پر ہیں جس کی تشریح ہم نے کسی اور جگہ کی ہے''۔

صوبجات متوسطہ میں گوجروں کی تعداد ذکور 1911ء میں 56000 تھی جن میں سے زیادہ تر اضلاع ہوشنگ آباد اور نیمار کے باشندے ہیں۔ بالعموم یہ لوگ وادی نربدا میں آباد ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ وہ گوالیار سے سولہویں صدی میں ہجرت کر کے وادی نربدا میں پہنچے لیکن نیمار کے گوجروں کی ایک جماعت کہتی ہے کہ ہم کسی زمانہ میں گجرات دکن سے آئے تھے۔ جنرل کنگھم کی رائے ہے کہ گوجر یوچی یا ٹوچاری یعنی انڈوستھین فرقہ سے ہیں جنہوں نے پہلی صدی مسیح میں ہندوستان پر حملہ کیا کڈ فائسس اول اور اس کے جانشین بادشاہاں یوچی نسل سے ہیں جن کو کشاں[1] کہا جاتا ہے۔ ان کی سلطنت 45ء سے 225ء تک شمال مغربی ہندوستان میں گجرات تک وسیع تھی۔ مسٹر اے سمتھ اس رائے کی تردید کرتا ہے۔ اس کی رائے میں گوجر سفید ہن ہیں جنہوں نے پانچویں چھٹی صدی میں ہندوستان پر حملہ کیا ان امور کی نسبت ایک اور صریح اور مصدقہ شہادت ملتی ہے کہ

---

[1] کشان وہی گوجر ہیں جن کو پنجاب وغیرہ میں کسانہ کہا جاتا ہے اور ان کا دعویٰ ہے کہ اصل گوجر ہم ہی ہیں اور ہماری سلطنت مدت تک مختلف ممالک پر رہی ہے۔ اب بھی اس قوم میں بہادری پائی جاتی ہے۔ (مؤلف)

Marfat.com

تین مختلف گروہ مختلف اوقات میں وارد ہند ہوئے اول قوم ساکا جنہوں نے دوسو سال قبل مسیح ہندوستان پر حملہ کیا۔ دوم یوچی یا کشان جو پہلی صدی عیسوی میں شمالی کوہستان کے دروں سے نکل کر شمالی حصہ پنجاب میں پھیل گئی۔ سوم ایک اور قوم پانچویں یا چھٹی صدی مسیح کے درمیان آئی اور پنجاب پر مسلط ہوگئی اور اس قوم کا زیادہ عنصر گرجروں کا گروہ تھا۔ جواب بھی ہندوستان میں بہ لفظ گوجر موجود ہے۔ قرون وسطیٰ میں گوجروں کی شاندار سلطنتوں کی نسبت کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہا۔ ان کی ایک عظیم الشان سلطنت بھروچ اور راجپوتانہ میں تھی لیکن یہ امر ابھی ابھی منکشف ہوا ہے کہ راجہ بھوج اور قنوج کے بادشاہان پرشکوہ جونویں دسویں اور گیارہویں صدی میں زینت آرائے سریر تھے۔ فی الحقیقت گوجر تھے اور یہ حقیقت ایک مدت تک اس وجہ سے تاریکی میں رہی کہ سن و تاریخ کے سمجھنے میں مغالطہ رہا اب یہ واقعہ روز روشن کی طرح آشکارا ہو گیا ہے کہ راجہ بھوج جس کی فرمانروائی 840ء سے 890ء تک تھی۔ اس کے اجداد پرتھار گوجر تھے۔

مؤلف: اسی سے ثابت ہوگیا کہ پرتھار قوم گوجر کی شاخ ہے۔

سرجے کیمل کی رائے ہے کہ گوجر اور وسط ایشیا کے خزر ایک ہی ہیں اور وہ ہندوستان میں پانچویں صدی کے ربع آخر یا چھٹی صدی کے ابتداء میں وارد ہوئے اور گوجر اس گروہ عظیم میں سے ہیں جن کو جون اور ادرس، ایتھلائس اور پیٹاس یا سفید ہیں کہتے ہیں۔

مؤلف: جون سے جنجوعہ کا لفظ یاد آتا ہے جو ترک کا ایک قبیلہ ہے۔

بحیرۂ خزر گوجروں کے نام پر ہے جس کے کنارے پر یہ لوگ آباد تھے لفظ جزر مندرجہ ذیل الفاظ میں ظاہر ہوتا ہے۔

چین میں گوسہ، روس میں کھوالیس، یا خوالیس، یا خوالیسیر رومیوں میں، چوزر، یا چزر، آرمینیوں میں خزر۔

اہل عرب میں جزر بحیرۂ آزاف میں گزروکزر اور قوم خزر سے جو لوگ

Marfat.com

یہودی ہیں ان کو گائسر کہا جاتا ہے اور کوہ قاف میں گوسر کے نام سے مشہور ہیں۔

مؤلف: ''دیکھو ان میں سے کئی الفاظ گوجر کے تلفظ سے ملتے جلتے ہیں جن سے ان الفاظ کا تعلق گوجر سے بلاشک وشبہ ثابت ہے، ہم نے کسی اور جگہ اس کی تشریح کی ہے''۔

اور سر جے کیمل کی یہ بھی رائے ہے کہ سیسودیا یا گھلوٹ جو راجپوتوں کا مشہور فرقہ ہے۔ دراصل گوجر کی نسل سے ہیں اور ایسا ہی پریہار[1]، چوہان، چالوکیہ، یاسولنگی، یاناگر برہمن کنبے، بڈگوجر (مشہور راجپوت) فی الحقیقت گوجروں کی شاخیں ہیں۔ اجمیر میں یہ عام مقولہ ہے کہ اگرچہ تمام راجپوت نہیں ہیں لیکن کوئی راجپوت بہادر اور جنگ جو نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ اس نے گوجر عورت کا دودھ نہ پیا ہو۔ مثل مشہور ہے کہ گوجری اور شیرنی کا دودھ یکساں شجاعت پیدا کرتا ہے۔ وہ راجپوت جس نے کسی گوجر عورت کا دودھ نہ پیا ہو، بہادر نہیں ہو سکتا۔

مؤلف: ''ہماری رائے میں امثال اور کہاوتیں اگرچہ دلیل وحجت کا رتبہ نہیں رکھتیں لیکن اس سے کم از کم رائے عامہ کا مفہوم تو ظاہر ہوتا ہے۔ ہندوستان میں یہ خیال بہت راسخ ہے کہ دودھ کی تاثیر ہوتی ہے۔ اخلاق کی کتابوں میں بھی اس کا تذکرہ ہے۔ اس ملئے ہم اس خیال سے یہ استدلال بھی کر سکتے ہیں کہ گوجروں میں شجاعت وشرافت کے جوہر فطرتی ہیں اور راجپوت گوجروں کی نسل سے ہیں اور یہ بھی اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ راجپوتوں اور گوجروں میں رشتہ وقرابت کے تعلقات ہیں''۔

خزر کے دو عنصر ہیں، ایک خوبصورت اور دوسرے بدشکل کا راجو پنجاب میں کالا ہو گیا۔ مؤرخین بائیزنیٹہ کی رائے کے موافق کزر خوبصورت تھے اور کارا پست قامت بدشکل جیسا کہ (خط استواء کے قریب تر رہنے والے اشخاص)

---

[1] پریہار، پرھیر، پرنی ہار، پرتھیار، یہ ایک ہی قوم ہے۔ (مؤلف)

Marfat.com

کاراخزر دامن کوہستان کے خانہ بدوش ہیں جو فوجوں کے ٹرانسپورٹ میں بھرتی کئے جاتے ہیں۔ سفید خزر یا ہن خوش وضع خوبصورت جن کا رنگ سفید اور بال سیاہ تھے۔ یہ وہی قوم ہے جو مسیح کی ولادت سے پیشتر کسپین کے نواح میں آباد تھی۔

مؤلف: ''عام قیاس یہ ہے کہ جب گوجر وسط ایشیا سے آئے تو وہ ایک ہی قوم تھے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ان کی شکل و شباہت یکساں ہو اشکال کا مختلف ہونا بالعموم اس وجہ سے ہوتا ہے کہ ملکوں کی مختلف آب و ہوا انسان کی رنگت اور قد و قامت پر اثر ڈالتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کاراخزر زمانہ قدیم میں آریوں یا ان سے پہلے آئے تھے جن کا قد و قامت و رنگ اس وجہ سے تبدیل ہو گیا تھا کہ وہ عرصہ مدید تک ہندوستان میں آباد رہے''۔

ہن کی خوبصورتی اور بدصورتی کا ثبوت مارواڑ کی ضرب المثل سے ہوتا ہے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ وہ ایسا خوبصورت ہے جیسا کہ ہن اور گجرات میں کسی شخص کی تحقیر و اہانت کے موقع پر کہتے ہیں کہ وہ ایسا زرد ہے کوتاہ قامت ہے جیسے ہن کی داڑھی۔

انتخابات از بمبئی گزیٹیر جلد 12 صفحہ 62 سے 68 تک

خاندیس کے گوجر

خاندیس میں ہندو گوجر بکثرت پائے جاتے ہیں۔[1] مردم شماری کی تعداد میں بمقابلہ دیگر قوموں کے 13 و 14 کی نسبت ان کو حاصل ہے ان کی تعداد 390615 ہے اور یہ کئی قبائل میں منقسم ہیں جن کی تفصیل مع تعداد مردم شماری درج کی جاتی ہے۔

---

[1] معلوم نہیں یہ کس سال کی مردم شماری ہے۔ (مؤلف)

Marfat.com

(۱)	کنبے	344592	(۲)	مالی	41766
(۳)	ہُتکرا	1580	(۴)	الکاری	1006
(۵)	بنکرا	806	(۶)	بھراوی	547
(۷)	باہر	64	(۸)	لودھی	247

کنبے جو بڑا قبیلہ ہے اُس کی دونوع ہیں۔ ایک اصلی باشندے دوسرے کنبے گوجر جو بعد میں آ کر آباد ہوئے، گوجر کنبے آٹھ جماعتوں میں منقسم ہیں۔

(۱) ریوا جن کا ابتدائی نام لیوا ہے۔ (۲) ڈورے

(۳) ڈالے (۴) گرس (۵) کدوا (۶) انالا

(۷) لونداری یا لوندھاری (۸) کھاپڑ

ڈالے دریا سے تاپتی کی وادی، شاہ آوا، تلوڈا، روار میں (جوہر ہان پور کی جانب ہے) آباد ہیں۔ جامر کے دلیس مکھی، گری گوجر کے نام سے مشہور ہیں۔ مگر وہ کہتے ہیں کہ ہم رُیوا گوجر کی نسل سے ہین اور ان کی ہمسری کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اتالا اور ڈالے تعداد میں بہت قلیل ہیں۔ لونداری دراصل بڈ گوجر ہیں کھاپڑ بمقابلہ دوسرے قبائل کے کم درجہ سمجھے جاتے ہیں۔ خاندیس کے زراعت کار گوجروں میں سے مہتم بالشان ریوے اور ڈورے ہیں۔ ریوے گوجر، ڈھلیا، آئلز، ساور، راور اور نشاہ آدا میں آباد ہیں۔ ڈورے جو ایک بڑی جماعت ہے چویدا، رانڈول، نصیر آباد اور مغربی حصے میں رہتے ہیں۔ان کے مراسیوں کی روایات سے وہ راجہ لیوا اور ان کے چار شہزادوں امری گنت، جمادی گنت، میدی گنت، سوراوی گنت کی نسل سے ہیں اور وہ نتھمبور (مشہور تاریخی مقام ہے) سے کسی گذشتہ زمانہ میں اس ملک میں آئے تھے۔ پہلے وہ جونا گڈھ واقع کاٹھیاوار میں وارد ہوئے اور پھر کچھ مدت کے بعد احمد آباد میں آ کر پانچ چھ پشت تک آباد رہے۔ بعد ازاں احمد آباد کو چھوڑ کر پاوا گڈہ میں متوطن ہوئے، وہاں بھی یہ نہ ٹھہر سکے اور چمپانیر کے نواح میں اقامت پذیر ہوئے اور ایک بڑا شہر اور عالیشان قلعہ

Marfat.com

جس کے 60 گاؤں تھے۔ آباد و تعمیر کیا مگر راجہ چھپی نے ان سے وہ قلعہ چھین لیا اور وہ نربدا کی وادی نیل گڑھ جہاں بھلارویا وبارسی تدوی حکمران تھا۔ چلے آئے اور پھر نیلگڑہ کو چھوڑ کر نیمر اور کرگنڈ میں عرصہ تک آباد رہے اور وہاں سے دو ہزار رتھوں کے ساتھ خاندیس میں داخل ہوئے اور پھر دو گروہ ہو کر ایک پہاڑیوں کے پار پھالز پہنچا اور دوسرا اسیر گڑھ واقع وادی تاپتی میں جاگزیں ہوا اور یہ ہجرت گیارہویں صدی میں واقع ہوئی۔

ریوا گوجروں کے گیارہ گوت اور 360 قبائل ہیں جن میں سے صرف 36 خاندیس میں پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے امبک، اتری، بہارووج، کارگیہ، گوتم، جامد گیتہ کاشیاپ، گوشک، کوشلیہ پریاگ، واشستھ اخلاق واوصاف میں اعلیٰ ہیں اور مطلقاً گوشت وشراب کا استعمال نہیں کرتے اور اپنے قومی برہمن کے سوا کسی اور کا کھانا نہیں کھاتے اور 33 دیوتاؤں کی پرستش کرتے ہیں، جن میں سے ان کی بڑی پرستش گاہ جوالامکھی ہے سال میں تین مذہبی رسوم ادا کرتے ہیں۔

اول: ماہ چیت کی آٹھویں تاریخ کو اپنی دیوی کے آگے سات قطاریں روٹیوں کی رکھتے ہیں ہر قطار میں 35 روٹیاں ہوتی ہیں۔ سال گذشتہ کا ناریل اٹھا لیتے ہیں اور اس کی جگہ تازہ ناریل چڑھاتے ہیں۔

دوم: ماہ ساون (جولائی، اگست) کی پندرہویں تاریخ کو دال اور چاول پکا کر اپنی دیوی کی نذر کرتے ہیں۔

سوم: ماہ ماگھ (جنوری، فروری) کی تیسری تاریخ کو ادا ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ان کا ایک اور طریق پرستش عامہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے لڑکے ناریل کے دو ٹکڑے لے کر خاندان کے چوہدری کے گھر جاتے ہیں اور ناریلوں کی پرستش کر کے آپس میں بانٹ لیتے ہیں جس کو متبرک سمجھا جاتا ہے۔

Marfat.com

ڈھورے گوجر

ڈھورے گوجر راجپوت کہلاتے ہیں ان کی 41 شاخیں ہیں۔ چوپدا کے دیش مکھیہ خاندیس میں اچھے خاندانوں میں شمار ہوتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو کشیاپرشی فرقہ سے ظاہر کرتے ہیں اور دورمتا دیوتا کی پرستش کرتے ہیں۔ وہ پہلے کوہ آبو کے دامن میں پھیلے اور پھر وہاں سے اجین، بھروح، قلعہ دبوٹی (واقع برودہ) میں بالترتیب اپنی جائے سکونت تبدیل کرتے رہے۔ 1484ء میں پاواگڈہ کی فتح کرنے کے بعد تورنمل میں متمکن ہوئے جو خاندیس کے جنوب مغرب میں ایک پہاڑی ہے۔ اس خاندان کے چھ وت ہیں۔

(۱) سلطان پوریہ (۲) بھسلے (۳) ونہور (۴) شیر پور
(۵) شادا (۶) گولم سنگھ

ٹرمنجی ولد جیوا جی کو شاہجہاں نے علاقہ چوپدا کا دیش مکھی (مقدم) مقرر کیا۔ اس وقت تک اس دیش کا موکھی ٹرمنجی کی اولاد سے ہوتا ہے۔ یہ گوشت کھانے اور شراب پینے سے پرہیز نہیں کرتے اور ریوا گوجروں کے ہاتھ سے کھاپی لیتے ہیں اور اپنی ذاتی شجاعت کی وجہ سے ننگی شمشیر کی پوجا کرتے ہیں اور اسی طرح دیوتا سمیج مت کی جو صندل کے درخت کے ساتھ رکھا جاتا ہے پرستش کرتے ہیں۔ کدو گوجر جو سونگر اور برہان پور اور نیمر میں آباد ہیں ان کی رسمیں وہی ہیں۔ جو گجرات کے کدوا کی ہیں ان کی شادیاں ایک خاص سال میں ہوتی ہیں جس کا دورہ ہر بارہ سال کے بعد آتا ہے۔ مگر اس سال میں شادیوں کی اس قدر کثرت ہوتی ہے کہ ایک ایک مہینے کی لڑکیوں کی شادیاں ہو جاتی ہیں۔ ان کی پرستش گاہیں کامدہ اور اوجا میں ہیں جو دیس نگر سے چودہ میل اور احمد آباد سے ساٹھ میل جانب شمال ہیں۔

Marfat.com

ریور گوجر

آنی پور میں جو علاقہ ریور میں واقعہ ہے۔ ریور گوجروں کے کئی قبائل آباد ہیں ۔ چلوترا خاندان کے گوجر وشیشت فرقہ سے ہیں۔ ان کی اپنی پنچایت ہے جس میں وہ اپنے چھوٹے بڑے مقدمات کا فیصلہ کرتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ منتخب شدہ پنچایت کے ارکان مقدمہ کی اصلیت کو پہنچ جاتے ہیں اور واقعات پر فیصلہ صادر کرتے ہیں ۔ پنچایت میں کوئی شخص یہ جرأت نہیں کر سکتا کہ جھوٹ بولے ان کے ممبروں کے فیصلوں پر کبھی کسی فریق نے اعتراض نہیں کیا۔

مؤلف: افسوس ہے کہ پنجاب کے لوگ آپس میں فیصلہ نہیں کرتے اور عدالتوں میں لاکھوں روپیہ مقدمات پر خرچ کرتے ہیں اور جھوٹی شہادت اور جعلی سندات کو پیش کر کے اپنا کام نکالنا چاہتے ہیں اور لوگوں کی جیبوں کو پُر کرتے ہیں۔ ہمارا یہ اندازہ تقریباً صحیح ہے کہ پنجاب کے لوگوں کا 1/10 حصہ آمدنی رشوت و مقدمات کے مصارف میں خرچ ہوتا ہے اور یہ روپیہ سود پر لے کر دیا جاتا ہے۔

اگر پنچایتیں منعقد ہو جائیں تو عدالتوں کا خرچ بالکل کم ہو جاتا ہے اور لوگوں کے مقدمات زیادہ انصاف و معدلت سے طے ہو سکتے ہیں۔ اگر اسی طرح قانون کی وسعت رہی اور مقدمات کا سلسلہ جاری رہا تو ایک دن اس ملک کا خاتمہ ہو جائے گا۔

ہم نے گورنمنٹ کی منظوری سے پچاس پنچایتیں قائم کی ہیں جو اچھا کام کر رہی ہیں۔ اس معاملہ میں ایک مشکل یہ ہے کہ جو امید وار قواعد انتخاب کے رو سے ممبر نہیں ہو سکتا وہ پنچایت کے توڑنے کی کوشش کرتا ہے ۔ تاہم ہم نے بہت کامیابی حاصل کی اور گورنمنٹ نے بار ہا ضلع گجرات کی پنچایتوں کے کام کی تعریف کی اور ہماری خدمات کا اعتراف کیا۔

ان اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ گوجروں کے گوتوں کا کس قدر وسیع دائرہ ہے اور ان کی اکثر رسوم آریوں کی قدیم رسموں سے ملتی جلتی ہیں اور گوجر متعدد قبائل پر منقسم ہیں اور ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں پائے جاتے ہیں۔

Marfat.com

مسٹر ڈی۔ آر۔ پھنڈارکر۔ ایم۔ اے
کا خلاصۂ مضمون

جس کو اس نے گوجر خاندان وغیرہ کی نسبت بمبئی یونیورسٹی کے ہال میں طلبہ اور پروفیسروں کے سامنے پڑھا تھا جس کا خلاصہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

گوجر خاندان

گجرات کی وجہ تسمیہ:

گجرات بمبئی پریزیڈنسی کا مشہور حصہ عام طور پر گرجر استرا یعنی گوجروں کا ملک کہلاتا ہے۔ کچھ بھی ہو بہر صورت اس ملک کا نام گوجروں کی نسبت سے ہے۔ جو اس میں آباد و حکمران ہوئے۔ پرانے زمانہ میں یہ لاٹ کے نام سے مشہور تھا۔

گجرات کے حدود:

بہت سے محققین کی رائے ہے کہ لاٹ جنوبی حصہ گجرات کو کہتے ہیں۔ نہ کہ شمالی حصہ کو مگر اس میں شک نہیں کہ لاٹ میں شمال حصہ گجرات بھی شامل تھا۔ کھمبایت کا کتبہ جو راشترکوٹ کے راجہ گوبند چہارم کا فرمان ہے، کہیتاک منڈل کو لاٹ دیس کا ایک حصہ ظاہر کرتا ہے، چونکہ کہیتاک (کہیتک) بلاشبہ موجودہ کائرہ ہے۔

مؤلف: کیا کھیتک کھیڑا نہیں ہے جو ضلع ہے۔

لہٰذا ہم لاٹ کے حدود کو کائرہ کے شمال تک لے جا سکتے ہیں، گوالیار کا ایک کتبہ جس کو ڈاکٹر ہٹش نے شائع کیا۔ اس میں رام دیو والی قنوج کے سپہ سالار کا انند پور سے لاٹ میں آنے کا ذکر ہے۔ انند پور موجودہ وڈنگر ہے لہٰذا ہم یہ

Marfat.com

کہہ سکتے ہیں کہ ماہی کے شمال تک کا علاقہ ملک لاٹ میں شامل تھا۔

گوجروں کی سلطنت کے حدود:

اب اس امر کی تحقیق مطلوب ہے کہ گرجر کی سلطنت کے (جس کا ذکر دسویں صدی کے وسط میں بعض کتبوں میں آیا ہے) کیا حدود تھے۔ یہ ظاہر ہے کہ گجرات کو پہلے لاٹ کہتے تھے، جب گوجروں کا اس علاقہ پر تسلط ہوا تو لاٹ کا نام گجرات ہو گیا کم از کم تین کتبوں میں گرجراتر اس صوبہ کا نام لکھا گیا ہے۔

راجہ کنک کا کتبہ:

ککک[1] پرتیہار راجہ کا کتبہ واقعہ ماروماد (مارواڑ) تمانی (سروانی) پاری آنکا، آجا اور گجرات کو اس راجہ کے زیرنگین ظاہر کرتا ہے۔

راجہ بھوج کا کتبہ:

راجہ بھوج دیو کا کتبہ جو دولت پور کے متعلق ہے، وندوانک[2] کو گرجراسر میں شامل کرتا ہے۔ یہ ایک سند عطاء جاگیر ہے، جس میں سوگرام گاؤں وہاں کے بادشاہ نے جاگیر کے طور پر عطا کیا تھا۔ سوگرام آج کل کا گاؤں سوا ہے جہاں سے یہ کتبہ ملا ہے اور وندوانک کا نام اب تک وید وان کے تلفظ سے شمال مشرقی حصہ ریاست جودھپور میں مستعمل ہے۔

ڈاکٹر کلہارن جس نے اس فرمان کو شائع کیا۔ اپنی کتاب کے ایک حاشیہ میں اس کی اصلیت پر روشنی ڈالتا ہے۔ جس میں گرجراتر منڈل (صوبہ گجرات) کو اکٹھا لکھتا ہے اور قصبہ منگلانہ کو اس میں شامل کرتا ہے۔ فاضل ڈاکٹر

---

[1] ککوک کو مختلف طریق سے لکھا ہوا دیکھا ہے۔ ککوک، ککوکا، کاکوکا، کک۔

[2] وندوانک کو کبھی دندوانکا، کبھی دندوانتک لکھتے ہیں۔ انگریزی میں جو ہندی ناموں کے بعد A لکھا جاتا ہے اس سے یہ تبدیلی واقع ہوتی ہے۔

Marfat.com

منگلانہ کو ماگ لونہ بتاتا ہے۔ جو دیدوان کے شمال مشرق میں 28 میل پر واقع ہے پس گرجراتر راجپوتانہ میں ایک صوبہ تھا اور جیسا کہ دولت پور اور کالنجر کے کتبوں سے پتہ چلتا ہے۔ یہ صوبہ دیدوان اور سوا اور منگلانہ کے گرد تھا، نام گرجراتر خود اپنی شرح آپ ہے، جو ظاہر کرتا ہے کہ اس صوبہ میں گرجر آباد و فرمان روا تھے اور یہ علاقہ انُ کے نام پر مشہور ہوا جیسا کہ سک ستھانہ اور اہیر وارہ یا ہیروار ساکون اور اہیرون کے نام پر ہے۔ پس ثابت ہوا کہ دسویں صدی کے وسط میں گرجر راجپوتانہ کے ایک حصہ میں جو ان کے نام پر گرجراتر کہلاتا تھا آباد تھے یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ گوجروں کی طاقت یہیں تک محدود تھی چینی سیاح ہیون سانگ 640ء میں کیوچیلو یعنی گوجروں کی حکومت کو ملک وبھی کے 300 میل شمال کی طرف بتاتا ہے کیوچیلو سے مراد گوجر کی سلطنت ہے اور چونکہ ہیون سانگ علاقہ جات سوراشتر وانند پور اور یوجایانی، سندھو اور ملا استھان پور کو کیوچیلو کے گرد بتاتا ہے۔ اس لئے کیوچیلو بہرحالت وسط وشمالی راجپوتانہ ہے۔ علاوہ ازیں ہیون سانگ کے خیال کے مطابق چونکہ ملک کیوچیلو 5000 لی[1] یعنی تقریباً 834 میل کے دائرہ میں تھا۔ یہ صرف گوجروں کا چھوٹا سا ملک نہیں ہو سکتا۔ اس طرح راجپوتانہ کے ایک بڑے حصہ پر گوجروں کی حکومت ثابت ہوتی ہے۔ پھر پنج تترا میں ایک ٹھاکر کی کہانی مشہور ہے جو ایک گرجر کے گاؤں میں اونٹ تلاش کرنے گیا تھا چونکہ راجپوتانہ میں اب بھی اونٹ پائے جاتے ہیں۔ ہمارا نتیجہ پنج تترا سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ پنج تترا بھی گوجر سلطنت میں شامل تھا۔

ڈاکٹر کلہارن نے راجہ متھان دیو جو گوجر خاندان پرتھار (پرتیہار سے تھا)

---

[1] لی مسافت کا ایک اندازہ ہے جیسے میل، کروہ، فرسنگ، فرلانگ وغیرہ۔

[2] یہ نام مختلف تاریخوں میں مختلف صورت سے ہے ہمارے خیال میں گھرتپک درست ہے۔

Marfat.com

کے پتھر کے کتبہ کو جس کا سن 960 سے شائع کیا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا دارالحکومت راج پور یاراجی پور تھا۔ جو موجودہ راجور واقع الور ریاست ہے۔ جہاں سے کہ یہ پتھر دستیاب ہوا اس فرمان میں جو بطور سند جاگیر ہے۔ گھر تپک[۲] کے گاؤں اور اس کے متعلقہ کھیتوں کا ذکر ہے، جو بطور عطیہ دیئے گئے تھے۔ ان کھیتوں کو گوجر بوتے کاٹتے تھے۔

مؤلف: اس سے ظاہر ہے کہ متھان دیو، پرتہار خاندان کا گوجر راجہ تھا اور اس علاقہ پر (جہاں اب الور کی ریاست ہے) حکمران تھا اور اس میں گوجر آباد کار اور زراعت پیشہ تھے۔

راجہ کک کا کٹھیال کا کتبہ:

راجہ کک یا ککوک کا کھٹیال کا کتبہ ماروماؤ (مارواڑ) تمانی، باری، آنکا آجاء اور گجرات اس راجہ کے قبضہ میں ظاہر کرتا ہے۔ چونکہ یہ پرتیہار کے راجے، گوجر تھے اس لئے راجپوتانہ کا نہ صرف تھوڑا سا علاقہ گرجراتر تھا، بلکہ بہت سا حصہ گوجروں کے زیر حکومت تھا۔

اس امر کی بھی شہادت ملتی ہے کہ گوجروں کی حکومت نہ صرف راجپوتانہ پر تھی، بلکہ اس کے باہر بھی دور تک پھیلی ہوئی تھی اور اس میں تو شک نہیں ہے کہ کم سے کم راجپوتانہ تو بہر صورت گوجروں کے زیر نگین تھا۔

مؤلف: مسٹر بھنڈاکر نے ایسے قیاسات سے گجرات کے حدود کی وسعت ثابت کی ہے جو سریع الفہم نہیں ہم نے بدیہی اور مسلمہ روایات سے اس تاریخ میں ثابت کر دیا ہے کہ کل راجپوتانہ اور موجودہ صوبہ گجرات ساحل سمندر تک گوجروں کے زیر حکومت تھا، اگر ہم غور سے تاریخوں کو پڑھیں تو ثابت ہوتا ہے کہ سمندر کے کنارے سے لے کر بحیرہ خزر تک مختلف اوقات میں ان کے قبضہ میں تھا۔

Marfat.com

راشترکوتوں اور گوجروں کی جنگ:

راشترکوت ہمیشہ گوجروں سے لڑتے رہتے تھے۔ ردھان پور کے فرمان میں ایک فخریہ فقرہ درج ہے کہ گو بندوں سے ڈر کر گوجر خدا جانے کہاں بھاگ گئے تا کہ وہ خواب میں بھی لڑائی کا منہ نہ دیکھیں۔ اموگھ ورش اول (راجہ راشترکوت) کا ایک تانبے کا کتبہ جواب تک شائع نہیں ہوا۔ ظاہر کرتا ہے کہ اس نے گوجروں کے مہاراج کو شکست دی۔ اندرسوم کا کتبہ نوساری کرشنا دویم کا گوجر مہاراج کی لڑائی کو بادوباراں کے طوفان سے تشبیہہ دیتا ہے کہ شناسوم کے دھولی اور کرہاڈ کے فرمان سے ظاہر ہوتا ہے کہ راشترکوت کے اس راجہ کی فتوحات سے گوجر مہاراج کے دل سے کالنجر اور چھترکوٹ کے فتح کرنے کی امید کا خاتمہ ہو گیا تھا، ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارے یہ نتائج ہر طرح سے صحیح ہیں اگر کوئی انکار یا شک کرے تو ہم اس سے پوچھتے ہیں کہ راشترکوتوں کے ذکر میں گوجر راجاؤں کی نسبت جو اشارات دسویں صدی سے پہلے کے ہیں۔ وہ کس کی طرف راجع ہیں۔ بہرحال تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ اشارات و تلمیحات گوجر راجاؤں کی طرف راجع ہیں۔ آثار قدیمہ کے بعض محققین کا خیال ہے کہ یہ تلمیحات انہل وادہ کے چاودہ راجوں کی نسبت ہیں۔

چلکیا راجہ پلکیس کا جان ساری کا فرمان مورخہ 738ء ظاہر کرتا ہے کہ چاودہ یا چاوت اور گوجر ان لوگوں سے ہیں، جن کے علاقوں پر تاجیک فوج نے حملہ کیا تھا۔ اس طرح چاوت یا چاودہ اور گوجر حکومتیں ایک دوسرے سے علیحدہ ثابت ہوتی ہیں۔ راشترکوت کا فرمان راشترکوتوں اور گوجروں کے تذکرے اس طرز سے بیان کرتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے تلے ہوئے دشمن تھے۔ گوجر جو نہایت سختی سے راشترکوتوں کا مقابلہ کرتے تھے۔ ضرور ہے کہ یہ گوجر خاندان کے

Marfat.com

عظیم الشان راجے ہوں گے جو وسیع علاقہ پر حکمران تھے کیونکہ انہلوادہ کے چودے کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتے تھے۔ اس خاندان کا اب تک کوئی کتبہ نہیں ملا اور نہ ہی ان کی حکومت وسیع معلوم ہوتی ہے۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ راشتر کوتوں کے زمانہ میں لاٹ کے حدود و ڈنگر کے شمال تک تھے۔ وڈنگر انہلوادہ (دارالحکومت چاودہ) کے مشرق میں ہے۔ اس لئے چاوڈون کا علاقہ وسیع نہیں تھا اور نیز یہ مفہوم ہوتا ہے کہ ان کی ریاست خودمختار نہیں تھی، بلکہ کسی کے ماتحت تھی۔ اس واسطے چاود سے وہ گوجر نہیں ہو سکتے تھے۔ جنہوں نے راشتر کوتوں کا اس شدومد سے مقابلہ کیا تھا

مؤلف: ''چودے گوجروں کی ایک شاخ ہے۔ اگرچہ ان کی سلطنت کچھ زیادہ وسیع نہیں تھی۔ مگر ترکوں کی طرح دلیر اور باغیرت تھے یہ کلیہ قاعدہ نہیں ہے کہ بڑی سلطنت کا مقابلہ بڑی سلطنت کرتی ہے بعض اوقات چھوٹی سلطنت بڑی سلطنت کو شکست دیتی ہے''۔

بھنمال کی گوجر سلطنت:

ایک بیان یہ بھی ہے کہ راشتر کوتوں کے گوجروں کے تلمیحات ایک خاندان کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو کہ بھینمال[1] پر حکمران تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہیون یعنی گوجروں کی حکومت کا دارالملک پیلومولو بتاتا ہے جو کہ بھینمال ہے۔ اگرچہ یہ امر مختلف فیہ ہے کیونکہ بہت عرصہ تک مورخین پیلومولو سے بلمیر واقع ریاست جیسلمیر مراد لیتے رہے۔ ڈاکٹر واٹسن نے سب سے پہلے اس کو بھنمال بتایا لیکن پیلومولو کو بھنمال بتانا بھی تسلی بخش نہیں کیونکہ ہیون سانگ کہتا ہے کہ کیوچیلو (گوجروں کا ملک) ولبھی کے 300 میل شمال کو واقع تھا۔ اس کا مطلب

---

[1] بھینمال کا نام مختلف طور پر لکھا جاتا ہے۔ بھنمال اور بھینمال (مؤلف)

Marfat.com

یہ ہے کہ حکومتوں کے دارالخلافت میں 300 میل کا فاصلہ تھا نہ یہ کہ حکومتوں کے حدود میں 300 میل کا فاصلہ تھا اور ان کے درمیان کوئی اور حکومت تھی لیکن یہ تحقیق شدہ امر ہے کہ ولبھی اور بھنمال کے درمیان فاصلہ مشکل سے 215 میل ہے جو کہ 300 سے بہت کم ہے۔

مؤلف: یہ بڑا فرق نہیں ہے کیونکہ یہ فاصلہ نظری طور پر بیان کیا گیا ہے۔

یہ امر بھی مشتبہ ہے کہ شہر بھنمال ہیون سانگ کے زمانہ میں تھا کیونکہ تمام کتبے جو اس کے قرب و جوار سے برآمد ہوئے۔ اس کا نام سریمال بتاتے ہیں نہ کہ بھنمال۔ نیز بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ سریمال پہلا اور بھنمال دوسرا نام تھا، ڈاکٹر بوہلر کہتا ہے کہ برہما گپتا (برہم گپت) نامی نجومی 628ء میں اپنے آپ کو بھنمال کا کاچاریا کہتا ہے۔ اگر ڈاکٹر بوہر کا قول سچ مانا جائے تو بھنمال ہیون سانگ کے زمانہ میں تھا لیکن اگر دلائل کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ برہما گپتا اپنے آپ کو بھنمال کا کارچاریا نہیں کہتا تھا بلکہ لوگ اس کو بھنمال کا کاچاریا کہتے تھے۔ یہ امر بھی تحقیقی نہیں کہ اس کا وطن بھنمال تھا کیونکہ بعض روایات کی رو سے اس کا وطن روانگر تھا۔ پس ان بیانات سے کون بیان راجح ہے؟ اور راشٹر کوٹوں کے تذکروں میں، گوجروں کی تلمیحات کس خاندان کی طرف اشارہ کرتی ہیں؟ ہماری رائے میں یہ امر تحقیق شدہ ہے کہ یہ تلمیحات خاندان گوجر ماہودایہ (قنوج) کی طرف اشارہ کرتی ہیں جس کے قبضہ میں بھونہ وغیرہ بڑے بڑے شہر تھے۔

ہڈال کا کتبہ:

ہڈال کا تانبے کا کتبہ بیان کرتا ہے کہ چاپ[1] راجہ ردھان پور نے ایک

---

[1] چاپ، چانپ، چودہ، چاوت ایک ہیں۔ (مؤلف)

Marfat.com

فرمان اس مضمون کا جاری کیا، ''حکومت کرتا ہوں بطفیل برکت قدم راجہ ادھیراج پریشری سری ماہی پال کے الیٰ آخرہ'' اس کتبہ کی تاریخ 914ء ہے۔ ڈاکٹر بہلر جس نے اس فرمان کو شائع کیا، کہتا ہے کہ یہ ادھیراج ماہی پال ایک چود اسام راجہ تھا اور پنڈت بھگوان لال اندر جی بھی اس سے متفق ہیں لیکن مسٹر اے۔ ایم۔ ٹی جیکن نے سب سے پہلے یہ معلوم کیا کہ یہ ماہی پال راجہ ماہی پال گوجر ہے جس کا ذکر کنارا سی شاعر پانپانے نے کیا ہے اور اس کو چلکیا بادشاہ تارسینھا نے شکست دی تھی جو اس کے مربی اری کیسرن ثانی کا باپ تھا۔ اول تو یہاں ناموں کا تطابق ہے۔ دوسرا ماہی پال اور تارسینھا کی تاریخیں ملتی ہیں ۔ اری کیسرن ثانی والد تارسینھا اور اندرسوم والد گوبند چہارم ہمعصر معلوم ہوتے ہیں ۔ اندرسوم کی تاریخ 915ء لغایت 917ء ہے۔ لہٰذا یہ نامناسب نہ ہوگا اگر یہ کہا جائے کہ تارسینھا 915ء میں ہوا اور ہڈالا کا فرمان جس میں ماہی پال کا ذکر ہے، اس کی تاریخ 914ء ہے۔ اس طرح تارسینھا اور ماہی پال کی نہ صرف ناموں میں بلکہ تاریخوں میں بھی مطابقت ہے۔ اس لئے ڈاکٹر جے کسن کا بیان صحیح معلوم ہوتا ہے۔ راجا تارسنبھا مطلق العنان مقتدر راجہ تھا اور اس کی تاریخ 914ء ہڈالا کے فرمان سے ملتی ہے۔ اس نام کا مطلق العنان بادشاہ جو اس وقت حکمران تھا ماہودایہ (قنوج) خاندان کا ماہی پال تھا کیونکہ اس کتبہ کی تاریخ 917ء ہے۔ یہاں بھی نام اور تاریخیں ملتی ہیں، لہٰذا نتیجہ یہ ہوا کہ ہنڈال کے فرمان کا ماہی پال اور گوجر راجہ ماہی پال اور ماہودایہ خاندان کا ماہی پال تینوں ایک ہی ہیں۔ آگے چل کر ہم دیکھتے ہیں کہ تارسینھا جس نے ماہی پال کو شکست دی بحیثیت ایک سردار کے علاقہ چول کا حکمران تھا۔ چول کا ملک ضلع دھاوڑا سے ملتا جلتا ہے حالانکہ ماہودایہ کا ماہی پال جس کو اس نے شکست دی۔ شمال کے وسیع علاقہ پر مطلق العنان راجہ تھا علاوہ

Marfat.com

ازیں پانپا کہتا ہے کہ ماہی پال نے جب شکست کھائی تارسینھا نے اس کا گنگا تک تعاقب کیا جہاں وہ گھوڑے نہلا رہا تھا مگر یہ واقعہ خلاف قیاس ہے کہ تارسینھا ایک معمولی سردار شمال میں ماہودایہ (قنوج) پر حملہ کر کے وہاں کے طاقتور راجہ کو شکست دے کر گنگا تک اس کا تعاقب کرے۔ یہ تمام باتیں گوبندا چہارم کے کنمبے کے کتبے سے رد ہو جاتی ہیں ہم نے اپنے ایک مضمون میں ثابت کیا ہے کہ راجہ اندر سوم (راشترکوت) کے پیشرو نے شمال مشرقی علاقہ کو تاخت تاراج کیا اور ماہودایہ (قنوج) پر حملہ کر کے اس کے حاکم ماہی پال کو نکال دیا۔ تارسینھا جو اس کا ایک سردار تھا اس کے ساتھ شمال کی فتوحات میں گیا ہو گا اور یہ گوبند سوم ہی ہو گا جس نے ماہی پال کو گنگا تک بھگا دیا جہاں سے وہ پال خاندان کے دھرمپال کے پاس پناہ گزیں ہوا۔ پانپا نے یہ تمام باتیں تارسینھا کی طرف منسوب کر دی کیونکہ اس وجہ سے کہ وہ اری کیسرن کے بیٹے تارسینھا کا پروردہ نعمت تھا اس کی تعریف و توصیف کرنا اس پر واجب تھی۔ اس طرح ثابت ہوا کہ گوبندا نے جس کو شکست دی وہ گوجر راجہ تھا اور راشترکوت کے تذکروں میں گوجروں کے تلمیحات ماہودایہ خاندان کی طرف راجع ہیں جس خاندان سے کہ ماہی پال تھا۔ راشترکوت، راجہ گوبند کے وانی اور رادھا ان پور کے کتبوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ گوبند کے باپ دھرو نے وتسا راجہ[1] کو مارو کے جنگل کی طرف بھگا دیا اور اس سے گود راجہ کے دوشاہی چھتر چھین لئے، گجرات کے راشترکوت راجہ کرک کا بڑودہ کا فرمان بیان کرتا ہے کہ گوبندا سوم نے گوجروں کے سردار کو جو گوداوڑ والگا کے سرداروں کو فتح کر کے غرور و نخوت سے اکڑا ہوا تھا، شکست دی۔

---

[1] تمام تاریخوں میں وتسا راجہ لکھا ہوا ہے۔ ہم نے بھی وتسا راجہ لکھا ہے۔ اصل وتسراج ہے واو تاہین را مفتوح اور جیم بھی مفتوح یہ تلفظ صحیح ہے۔

Marfat.com

وتسارا جہ کی نسبت تحقیقات:

مسٹر اے ایم جیکسن کی طرح دانی، ردھان پور اور بڑودہ کے فرامین جاگیر کے مقابلہ کرنے سے ہم یقیناً اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ وتسا راجہ (وتسراج) جس کو دھروے نے شکست دی ایک گوجر راجہ تھا جین سین کے ہری ومسا کے کتبہ مورخہ 783ء و 784ء سے ظاہر ہوتا ہے کہ وتسراج علاقہ مغرب اور سری ولبھ علاقہ جنوب میں حکمران تھے ہم خواہ ڈاکٹر بھنڈارکر اور پروفیسر ہانک کی تقلید میں سری ولبھ گوبند دوم کا دوسرا نام سمجھیں یا ڈاکٹر فلیٹ کے اتباع میں گوبند دوم کے بھائی دھروکو فرض کریں ۔ دونوں صورتوں میں جین ہری وامسا کا وتسارا جہ گرجر وہی وتسا راجہ ثابت ہوتا ہے جس نے دھروسے شکست کھائی۔ اس طرح ہمیں گرجر مہاراج وتسراج کی صحیح طور پر تاریخ 783ء اور 784ء حاصل ہوتی ہے۔ اس رسالہ کے ایک مضمون میں ہم نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ راجگان رام بھدر ور مہاراج بھوج اور مہندر پال اور سیادونی کے ماہی پال یہ سب ایک ہیں۔

پیہوا وغیرہ کے کتبے:

پیہوا، آسنی اور گوالیار کے پتھر کے کتبے اور دولت پور کا کتبہ اور بنگال، یشیانک سوسائٹی کے تانبے کے کتبے ایک ہی ہیں کیونکہ راجہ بھوج کا شجرہ نسب جو دولت پور کے کتبہ میں درج ہے وہ بالکل مطابق ہے اس نسب نامہ کے جو گوالیار اور سیادونی کے کتبوں میں درج ہے۔ پس ان کے ایک ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ اسی مضمون میں ہم نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ کتبوں[1] کی تاریخیں 900ء و

---

[1] اسی انکشاف نے گوجروں کی تاریخ کو اوج عزت پر پہنچایا، عرصہ دراز تک ان کی تاریخ تاریکی میں تھی اور اسی انکشاف سے ان کی مفتوحات کے متعلق معلومات حاصل ہوئیں۔

Marfat.com

955ء و 988ء ہیں نہ کہ 100ء و 155ء و 188ء جیسا کہ ڈاکٹر فلیٹ اور کلہاران نے سمجھا ہے یعنی ہندسہ 9 کو فلیٹ و کلہارن نے ایک سمجھا اس لئے یہ تفاوت پیدا ہوا اور یہ تاریخیں بکرمی سمت کے مطابق ہیں۔ اس وجہ سے دولت پور کے کتبے سے بھوج کی تاریخ سمت 900 بکرمی یعنی 844ء مطابق ہوتی ہے۔ اس کے ابتدائی عہد حکومت کی تاریخ سے کیونکہ بھوج کے شجرۂ نسب میں وتسارا جہ کا نام تین پشت کے مابعد آتا ہے۔ بھوج کی ابتدائی تاریخ 844ء ہے۔ اگر ہر ایک پشت کے لئے 25 سال فرض کئے جائیں۔ تو وتسارا جہ کی حکومت کا زمانہ 769ء سے 794ء تک سمجھا جا سکتا ہے۔ راجہ وتسا کے واقعات حکومت سے ثابت ہے کہ وہ 783ء میں موجود تھا اور یہی تاریخ جین ہری و امسا کے کتبے کی ہے۔ اس طریق سے نہ صرف یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ وتسارا جہ راجہ بھوج کی نسل سے تھا۔ جو ماہودا یہ خاندان سے تعلق رکھتا ہے بلکہ وتسارا جہ کا زمانہ بھی معلوم ہو سکتا ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ماہودایہ کا خاندان جس سے وتسارا جہ اور ماہی پال تھے۔ گوجر خاندان تھا اور راشتر کوتوں کی تاریخوں میں جو گوجر راجاؤں کا ضمناً ذکر آتا ہے۔ وہ اسی خاندان کے افراد کا ذکر ہے چونکہ اس خاندان کا دارالسلطنت ماہو دایہ (قنوج) تھا۔ اس لئے قنوج پر گوجروں کا شاہانہ اقتدار ثابت ہوتا ہے اور اس نتیجہ کی ایک اور امر سے بھی تائید ہوتی ہے کہ 916ء کے قریب ابوزید جو سلیمان عربی تاجر کا گماشتہ یا سکریٹری تھا۔ قنوج کو گوجروں کی وسیع سلطنت کا دارالخلافہ ظاہر کرتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ گوجر ایک وسیع سلطنت پر حکمران تھے۔

عرب سیاحوں کی روایات:

قنوج کے بادشاہ جو دسویں صدی میں گزرے ہیں، ابوزید کی روایت

Marfat.com

ہے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ماہودا یہ خاندان کے گوجر تھے اور یہی بات اور ذرائع سے ثابت کی گئی ہے۔ مزید برآں عرب سیاح مسعود نامی جو 934ء میں آیا ہے، لکھتا تھا کہ ملہاروں (راشترکوتوں کا ملک جنوب یا جنوب مغرب میں کنکر (کوکن) سے شمال کی طرف بادشاہ جزر کی حدود تک پھیلا ہوا تھا) گوجر بادشاہ کے پاس بہت بڑا لشکر اور اونٹوں کا رسالہ تھا۔

دوسری جگہ مسعود لکھتا ہے کہ شاہ قنوج کا ملک قریباً اکیسویں مربع فرسنگ سندھی تھا (ایک فرسنگ سندھی برابر ہے، آٹھ میل کے) اس بادشاہ کی فوج کے چار حصے تھے۔ ایک حصہ جنوب کی طرف بلہارا بادشاہ منکیر[1] (مانیا کھیت) سے برسرِ پیکار رہتا تھا۔ اس سے یہ نتیجہ پیدا کیا جا سکتا ہے کہ راشترکوتوں کی سلطنت، قنوج کی سلطنت کے جنوب میں واقع تھی، مسعود نے ایک جگہ تصریح کی ہے کہ کونکن مقبوضہ راجگان راشترکوت گوجر کی سلطنت کے جنوب میں تھا۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ سلطنت قنوج اور جزر (گوجر) سے مسعود کی مراد ایک ہی چیز ہے، قنوج کا گوجروں کا دارالسلطنت ہونا بہر نوع ثابت ہے۔ پس اس میں اب کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہے کہ گوجروں اور راشترکوتوں کی سلطنتیں باہم متصل تھیں اور یہ باہم جنگ و جدل کرتے رہتے تھے، لاٹ کا ملک گووند سوم کے عہد میں راشترکوتوں کے پاس تھا اور ان کے وقت میں لاٹ کی حدود جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے شمالاً و دنگر تک پھیلی ہوئی تھیں۔ یہ بھی مذکور ہو چکا ہے کہ راجپوتانہ گوجروں کا ملک تھا اور

---

[1] ناموں کا نقل در نقل میں بہت کچھ تغیر و تبدل ہو جاتا ہے۔ دراصل نام مانیا کھیت تھا۔ عرب مورخین نے جب اس کو لکھا تو یقیناً مانیا کھیت لکھا ہوگا۔ پھر نقل در نقل میں ت کی ر ہو گئی اور ہندی ہ اُڑ گئی۔ اسی طرح جو نام عربوں نے لکھے وہ کچھ کا کچھ ہو گیا۔ آجکل یہ شہر مالکھیر کے نام سے مشہور ہے۔ جو نواب نظام الملک کی قلمرو میں موجود ہے۔ یا عرب مورخ نے اس کو مالکھیر لکھا ہے، لام کا نون بن گیا اور ہ ہندی حذف ہو گئی، مانکیر ہو گیا۔ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ ناموں میں کس قدر تغیر و تبدل ہوتا ہے۔

Marfat.com

ماہی پال کے زمانہ میں کاٹھیاوار پر بھی گوجروں کا سکہ جاری تھا، جیسا کہ ہڈال کی جاگیر کے فرمان سے منکشف ہوتا ہے کہ چانپ حاکم روھان پور شہزادہ ماہی پال کو اپنا سردار مانتا ہے پس اس میں کوئی شک و شبہ نہیں رہتا کہ گوجر اور راشتر کوت ہمسائے تھے اور یہ بالکل معمولی بات ہے جیسا کہ مسعود کہتا ہے کہ وہ ہمیشہ ایک دوسرے سے برسرِ پیکار رہتے تھے، راشتر کوتوں کی تاریخ سے ثابت ہے کہ گوند سوم اور موگھ ورش اول کرشنا دوم اور کرشنا سوم نے اپنے اپنے عہد میں شاہانِ گرجر کو شکست دی اور نیز وتساراجہ اور ماہی پال جن کو دھرو اور اندر سوم نے شکست دی وہ بھی گوجر تھے پس تمام شہادتوں سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ راشتر کوتوں کے تلمیحات اسی خاندان کے متعلق ہیں، جس کے افراد وتساراجہ اور ماہی پال تھے۔ ان قیاسات سے اب کیا شک باقی رہا کہ بھوج کے زمانہ سے اس خاندان کا دارالحکومت ماہودایہ یعنی قنوج تھا لیکن یہ امر کہ وتساراجہ کے عہد میں بھی دارالحکومت قنوج تھا، یقینی طور پر ثابت نہیں لیکن رادھانی اور وانی کے کتبے میں وتساراجہ کا جو ذکر بدین الفاظ ہے، وتساراجہ اس وجہ سے کہ گاد[1] راجہ کی شاہی جائیداد کو اس سے بہت آسانی سے چھین لیا۔ غرور و تکبر کی مستی میں سرگراں تھا۔ اس سے اگر یہی سمجھا جائے کہ وتسراج کی حکومت راجپوتانہ تک ہی محدود تھی تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ وہ راجہ گاد کے دور دراز علاقہ کو چھین لیتا اگر یہ مان لیا جائے کہ اس کا بھوج مہندر پال وغیرہ کے مقبوضہ ممالک پر اثر تھا تو یہ قرین قیاس ہو سکتا ہے کہ اس نے گاد کو فتح کر لیا ہو۔ اگر ہم بعض روایات کے رو سے تسلیم کریں کہ اس گوجر خاندان کا بھوج سے پہلے 844ء سے 882ء تک دارالحکومت قنوج تھا

---

[1] کہیں گاد ہے کہیں گود ہے۔ دونوں درست ہیں۔ (مؤلف)

Marfat.com

تو 100 سال کا وہ عرصہ جو اس بادشاہ اور یا سوروما[1]، بھا گوبھوتی، واکپتی کے مربی (جن کو ہم بالیقین جانتے ہیں کہ 744ء مین قنوج پر حکمران تھے) کے درمیان تھا، مدغم ہو جاتا ہے کیونکہ دیو سکاتی اس خاندان کا پہلا راجہ اور وتسارا جہ کا باپ 769ء سے 794ء تک حکمران رہے، جب کہ یاسوورمان زندہ تھا۔ کافی وجوہات کی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ شروع سے اس خاندان کا دارالحکومت قنوج رہا ہے۔

گوجر، جاٹ، اہیر کا ایک نسب سے ہونا:

جو فرق ان میں پایا جاتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہند میں مختلف وقتوں میں داخل ہوئے اور مختلف جگہوں میں آباد ہوئے۔ ان میں سے اہیر سب سے پہلے آنے والے معلوم ہوتے ہیں۔ سمندر گپت کا ستوتی کتبہ اہیروں کو ایک قوم سے تعبیر کرتا ہے، تیسری صدی کے ایک غار کے ناسک کتبہ میں ایک اہیر شہزادہ کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ ایک تیسرا کتبہ مورخہ 181ء کشترپ رائے سینا کے عہد کا جو گونڈا میں پایا گیا۔ اس کے جرنیل روڈر بھوتی کا ذکر کرتے ہوئے اس کو اہیر کہتا ہے۔ پس اہیر دوسری صدی کے شروع میں آباد ہو چکے تھے۔ ان کی تاریخ قدیمہ مس گوجر کا ذکر نہیں پایا جاتا اور یہ ذکر ہو چکا ہے کہ ہیون سانگ نے 640ء میں گرجروں کی سلطنت کا ذکر کیا ہے اور آٹھولا کے کتبے مورخہ (634ء) میں چلکیا شہزادہ پلکیس ثانی نے گوجروں کو شکست دی اور بان نے اپنی کتاب ہر شاچترا میں لکھا ہے کہ وردھن نے پرابھاکو (585ء) میں شکست دی (585ء)

---

[1] بعض تاریخوں میں باسو بائے موحدہ سے اور بعض میں یائے تحتانی مشاہ یا سو لکھا ہے یا سویائے مشاہ سے درست ہے۔ (مؤلف)

[2] یہ کیا منطق ہے کہ جو قوم کسی زمانہ میں برسر حکومت ہو، اس کے متعلق یہ نظریہ قائم کیا جائے کہ وہ ہندوستان میں اسی زمانہ میں آئے کیونکہ یہ امکان ہے کہ پہلے زمانہ میں گوجر کمزور ہوں اور رفتہ رفتہ راجے ہو گئے ہوں۔ (مؤلف)

Marfat.com

سے پہلے کا کوئی حوالہ گوجروں کا نہیں ملتا پس یہ خیال کیا جاتا ہے کہ چھٹی[2] صدی کے شروع میں وہ داخل ہوئے ، ہماری رائے میں جاٹ سب سے اخیر میں داخل ہوئے کیونکہ نہ تو ان کا کسی کتبہ[1] میں ذکر ہے اور نہ وہ کہیں طاقتور ہے جیسا کہ گوجر اور اہیر اسلامی فتوحات سے پہلے طاقتور تھے، ان اقوام کے متعلق قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ یہ پنجاب میں شمال مغربی طرف سے داخل ہوئے اور مشرق و جنوب کی طرف بڑھتے ہوئے ان مقامات پر آباد ہوئے جو ان کے نام سے مشہور ہیں۔

اہیر خاندان:

اہیر مشرق میں بنگال تک کثرت سے آباد ہیں اور شمالی مغربی صوبوں میں ضلع مرزا پور میں اہیروں کا ایک علاقہ ان کے نام پر ہے۔ جنوب میں یہ دکن تک پھیلے ہوئے ہیں اور چونکہ ناسک کے کتبہ میں بھی ان کا ذکر آیا ہے اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ مہاراشٹر پر بھی وہ حکمران رہے ہیں۔ علاوہ ازیں جھانسی کے جنوب میں اہیر وارہ نامی صوبہ کا ہونا ظاہر کرتا ہے کہ وہ وسط ہند میں بھی صاحب اقتدار تھے، اگرچہ دہلی اور گورگاؤں کے علاوہ دیگر اضلاع پنجاب میں اہیر بہت کم پائے جاتے ہیں لیکن مہا بھارت کے سو سالہ پروا میں لکھا ہے کہ جب ارجن ، کرشن اور بلارما کی نعش جلا کر یادیو کی بیوگان اور خزانہ کے صندوق دوارکا سے متھرا جا رہے تھے تو اہیروں نے پہچانا ویسا (پنجاب دیس) میں اس پر ڈاکہ مارا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شروع سن عیسوی میں اہیر موجود تھے۔

گجرات اور راجپوتانہ کے نام:

اس خیال کو کبھی دل میں نہ لایا جائے کہ جب چلکیا کے عہد میں گجرات کا شمالی حصہ گرجروں کے نام سے مشہور ہوا تو راجپوتانہ جس کو گوجر دیس کہتے تھے

---

[1] یہ غلط ہے جاٹوں کے متعدد کتبے ہیں اور بلاشک وشبہ وہ حکمران رہے ہیں۔ (مؤلف)

Marfat.com

اس کا نام کچھ اور ہو گیا تھا بلکہ جیسا کہ گجرات کا شمالی گجرات یعنی گوجر دیس نام تھا۔ ایسے ہی راجپوتانہ گوجر دیس کہلاتا تھا۔ کتبہ آبو مورخہ 1342 بکرمی میں سمارا سیمھا کو جس کی حکومت کا یہ کتبہ ہے۔ کو جو ماہی گوجر بحر عمیق میں غرق تھا منجدھار سے نکالنے کا ذکر کرتا ہے۔ یہاں گوجر ماہی سے مراد میدپات (میوار) ہے، جس پر سمار سیمھا حکمران تھا۔ اس طرح البیرونی (1031,970) کے فیما بین زمانہ کا حال لکھتا ہے کہ قنوج کے جنوب مشرق میں گجرات تھا۔ جس کا دارالسلطنت ناران (نارائن) تھا جو کہ جے پور کے قریب تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ البیرونی سے لے کر سمار سیمھا کے وقت تک راجپوتانہ کا ایک حصہ گرجروں کے نام سے مشہور تھا۔ اب اگر چند الفاظ میں گرجروں کی نسل کی نسبت بحث کی جائے تو یہ تذکرہ بے محل نہ ہوگا۔

گوجروں کا حسب ونسب:

جنرل کنگھم ان کو ٹوچری یعنی یوچی یا کشان بتاتا ہے۔ اس بارہ میں اس کی دلیل یہ ہے کہ جاٹ جس کو وہ ستھرالو کے زانتھی اور پلینی اور ٹولیمی کے لباتی ظاہر کرتا ہے۔ ان کے علاوہ پنجاب اور شمال مغربی صوبوں کے بے شمار مہاجرین سے صرف گوجروں کی ایک نسل ہے۔ جو سن عیسوی کی ابتدائی صدیوں میں طاقتور رہی ہے تاہم یہ امر کہ سریمال کے برہمن اور راجپوتانہ کے بہت سے سردار آج تک اپنے آپ کو کنک یا کنک سین (جسے عام طور پر کاشکا (کنشک) کہتے ہیں) کی اصل سے بتاتے ہیں۔ اس کے خیال کی تائید کرتا ہے مگر ہمیں کنک سین کی کہانیوں کو زیادہ وقعت نہیں دینی چاہیے کیونکہ کابل کے ترک[1] جو یقیناً چھٹی صدی کے اخیر حصہ سے زیادہ عمر نہ رکھتے تھے اس عہد میں کنشک کو اپنا جد مانتے تھے۔

---

[1] طبقات الامم میں جزر یعنی ترک کا ایک قبیلہ قرار دیا گیا ہے اور ترکون کو تیمین بھی کہہ سکتے ہیں۔

Marfat.com

مسٹر جے ایس نیفیلڈ ایک اور نظریہ پیش کرتا ہے یعنی یہ کہ چرواہی اقوام مثلاً اہیر، گوجر، جاٹ، ٹکاری، زرعی مدارج تمدن کے درمیان ایک کڑی ہیں اور یہ کہلفظ گوجر خاص کر سنسکرت کا لفظ گوچرا ہے۔ اس واسطے وہ کسی اور شاخ سے نہیں ملتے۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ اول لفظ گوچرا سنسکرت میں چرواہے کو نہیں کہتے، دوسرے یہ کہ غیر ملکی جو ہندو مت کے شاہی خاندانوں میں شامل ہو گئے تھے۔ وہ اپنے ناموں کو اپنے کارناموں پر رکھتے تھے اور یہ عادت اس قدر مشہور ہے کہ ثبوت کی ضرورت نہیں یہ مسلم ہے کہ خالص آرین گوالے یعنی چرواہے ہیں جیسا کہ مہا بھارت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مستقل عادات[1] کے لوگ تھے، چرواہہ اقوام مثلاً اہیر گوجر اور جاٹ نے اب تک بہت حد تک اپنی خانہ بدوشانہ عادات کو قائم رکھا ہے۔ اس سے وہ آئین نسل کے سیتھین معلوم ہوتے ہیں۔

خاندان اگنی کل:

چلیا (سولنگی) کے ساتھ پرمرا (پرمار) چاہمان (چوہان) اور پرتیہار (پریہار) کا بھی ذکر کیا جاتا ہے کیونکہ یہ تمام اگنی کل ہیں کرنل ٹاوان کی اصل کے متعلق اگنی کل ہونے کی ایک روایت بیان کرتا ہے کوہِ آبو پر جب برہمن عبادت میں مشغول ہوئے تو بھوت (مقامی باشندے) ان کو طرح طرح کی تکلیف دیتے تھے اور تنگ کرتے تھے، کبھی ان کی عبادتگاہ میں ناپاک چیزیں ڈالتے کبھی ان کی توجہ کو عبادت سے ہٹا دیتے۔ پس انہوں نے اگنی کنڈ پر زیر صدارت وستھا اکٹھے ہو کر مہادیو سے دعا کی اس قربانی کی آگ کے گڑھے سے ایک شخص نمودار ہوا جس کو برہمنوں نے دروازہ کا محافظ بنایا اور اسی وجہ سے اس کا نام پرتھی ہارا جس کا مخفف پریہار ہے رکھا۔ پھر ایک دوسرا شخص نمودار ہوا اور ہاتھ

---

[1] زمانہ گزر گیا عادات بدل گئیں ابھی تک تاریخ کی بنیاد عادات پر رکھی جاتی ہے۔ (مؤلف)

Marfat.com

کی ہتھیلی (چلکا) کی طرح ہونے کے سبب چلکیا پکارا گیا۔ پھر تیسرا نمودار ہوا اور اس کا نام پرمرا ہوا۔ پھر چوتھا ظاہر ہوا جس کے چار بازو تھے، اسی وجہ سے اس کو چاہا مانہ کہا گیا چونکہ ان کی اصل اگنی کنڈ تھی، اس لئے وہ تمام ایک ہی نسل کے ہیں اور چونکہ چلکیا گرجر ہیں، اس لئے مناسب ہے کہ باقی تمام کو بھی گرجر نسل سے کہا جائے۔ کم از کم پرتھی ہاروں کے بارہ میں تو کوئی شک نہیں ہے ہم دیکھ چکے ہیں کہ راجور کے پتھر کے کتبے میں متھان دیو کو گرجر پریہار کہا گیا ہے۔ پس بلاشک وشبہہ پریہار گرجر نسل سے ہیں۔

پرمار تین وجوہ سے گرجر ہیں۔ اول یہ کہ فیروز پور کے گرجروں کی روایت ہے کہ وہ جنوب سے دھارنگر سے آئے تھے۔ چونکہ دھارنگر شروع سے پرآمروں کی جگہ رہی ہے۔ اس لئے یہ بھی پرامروں کے گرجر ہونے کی دلیل ہو سکتی ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ کہ چودے گرجر پرامروں کی ایک شاخ ہیں۔ تیسری یہ کہ گرجروں کا ایک گوت پرامر ہے۔

اس ملک کا نام کب گجرات ہوا؟

ہم دیکھتے ہیں کہ گجرات گرجراتر کی بدل ہوئی موجودہ صورت ہے اور یہ کہ اس ملک کا نام گجرات چلکیا کے عہد حکومت سے مشہور ہوا ہے لیکن یہ تو ہم ابتداء میں ثابت کر چکے ہیں کہ صرف شمالی حصہ موجودہ گجرات کا گرجر اویس یا گرجراترا کہلاتا ہے نہ کہ جنوبی اور شمالی حصہ پر بالاشتمال گجرات کے نام کا اطلاق ہوتا تھا بلکہ چلکیا کے زمانہ میں جنوبی حصہ کو لاٹ کہتے تھے لیکن پیشتر اس کے یہ ماہودایہ، (قنوج) کا خاندان طاقتور ہوا اور بھی گرجر راجے اور مہاراجے تھے۔ ہم بیان کر چکے ہیں کہ ہیون ساتگ وسط راجپوتانہ کے شمالی حصوں کو گرجروں کی سلطنت ظاہر کرتا ہے۔ جس کا دارالملک پیلومولو تھا۔ آٹھول کا کتبہ 634ء بیان

Marfat.com

کرتا ہے کہ چلکیا بادشاہ پلکیس نے گوجروں کو شکست دی، ہرشا چرتا میں بیان کیا گیا ہے کہ پربھاکر وردہن گوجر بادشاہ تھا اور گوجر راجپوتانہ کے بہت سے حصہ میں آباد اور حکمران تھے۔ البتہ اس امر میں اختلاف ہے کہ ان کا دارالخلافہ بقول ہیون سانگ پیلومولو یا کوئی اور مقام تھا اس کے متعلق کوئی ناطق شہادت یا مستند دلیل اب تک نہیں ملی کیونکہ کوئی مکمل تاریخ خاندان گوجر کی نہیں لکھی گئی۔ اس میں کسی قسم کا شک نہیں ہے کہ موجودہ صوبہ گجرات گرجروں کے نام پر بلفظ گجرات مشہور ہوا ہے اس امر سے ہم بے خبر نہیں ہیں کہ راشترکوت بادشاہ گووند سوم کے زمانہ تک یہ ملک بلفظ لاٹ مشہور تھا گووند چہارم کے تھوڑے عرصہ کے بعد جب راشترکوتوں کی حکومت لاٹ پر چلکیا خاندان قابض ہو گیا تو لفظ لاٹ متروک ہو کر گجرات مشہور ہو گیا۔ 1140ء کا دوباد کا کتبہ چلکیا بادشاہ جایاس مہا کو حاکم گرجرا منڈل کہتا ہے۔ سومنات، پٹن، پاراسیستی کا کتبہ 1168ء چلکیا کے بادشاہ کمار پال کو گوجر منڈل لکھتا ہے۔ علاوہ ازیں چلکیا تاریخون میں کئی جگہ گجرات کو گوجروں کے نام سے منسوب کیا گیا ہے اور دسیاپال اور تیج پال کے گرنار کے کتبوں میں گرجر منڈل میں دھاوا لکا اور دوسرے قصبے بھی شامل کئے گئے ہیں۔ جین مت کی ایک کتاب میں بھی اس صوبہ کو گرجر دیس لکھا ہے اور اس میں گپتا دوانجی بھی شامل کیا گیا ہے۔

ایک اور امر قابل ذکر ہے کہ اہیر اور گوجر کس طرح دوسری ہندو قوموں میں کھپتے جا رہے ہیں جس طرح ملک خاندیس میں اہیر متعدد جماعتوں میں تقسیم ہو گئے ہیں مثلاً خاص اہیر، اہیر سنار، اہیر برہمن، اہیر جولاہے، اہیر پوجاری (مندر کے خادم) اہیر کولی، اہیر ماہی گیر۔

اسی طرح گجرات میں گوجر کئی شعبوں میں تقسیم ہو گئے ہیں۔ گوجر کمپئے

Marfat.com

(کاشتکار) گوجرج بانئے (تاجر) گوجر سنار، گوجر معمار، گوجر بڑھئے وغیرہ وغیرہ۔

جب کوئی نئی قوم آباد ہوتی ہے تو اس کے افراد مختلف پیشے شروع کر دیتے ہیں اور انہی کے نام پر پکارے جاتے ہیں۔ پھر جیسا کہ قانونِ قدرت ہے وہ اپنی اصل بھی اپنے ہم پیشوں سے ملا لیتے ہیں اور اصل قومی نام ان کے پیشہ کے سامنے بے فروغ ہو جاتا ہے۔ اور اصل قوم دوسری پیشہ ور قوم میں مل جاتی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ گجرات سے جب گوجروں کی حکومت جاتی رہی تو شاہی خاندان کے ارکان راجپوتوں میں شامل ہو گئے۔ دستکار لوگوں کو حسب و نسب بدلنے کی ضرورت نہ تھی۔ ان کا پیشہ ان کی ذات ہو گیا یہی وجہ ہے کہ گجرات میں گوجروں کی تعداد نسبتاً بہت کم ہے، صرف بعض بعض دستکار جماعتیں گوجر کہلاتی ہیں۔

مؤلف: ''پنجاب میں بھی ایسا ہی ہے کہ گوجر وغیرہ دستکار اپنے پیشہ کے رو سے مشہور ہیں اور ان کے گوت گوجروں کے گوت ہیں، مغل، جاٹ، گوجر ہر ایک قوم میں دستکار ہیں۔ جب ان کی قومیت دریافت کی جائے تو وہ اپنی قوم مغل، جاٹ، گوجر بتلاتے ہیں۔ ایسا ہی خانہ بدوش لوگ اچھی اچھی قوم کے افراد ہیں''

Marfat.com

ماخوذ

ازگزیٹیر ضلع گجرات پنجاب 92-1893 دوسرا ایڈیشن ص 69

تیسری فصل

اقوام ضلع گجرات

گوجر مردم شماری ضلع گجرات 1891ء کے رو سے کل آبادی کا تقریباً 1/14 حصہ ہیں۔ یہ تمام مسلمان اور ان کے 463 دیہات ہیں جو تحصیل ہائے گجرات اور کھاریاں میں واقع ہیں۔

مؤلف: ''کچھ گاؤں گوجروں کے تحصیل پھالیہ میں بھی ہیں''۔

ان کی آبادی بالعموم پہی پہاڑ کے ساتھ ساتھ جنوب کی طرف کچھ دور تک چلی گئی ہے جس کی حد جاٹوں کی بستیوں سے مل جاتی ہے۔ یہ قوم قریباً تمام زراعت پیشہ ہے اور ضلع کے جاٹوں کی صورت و سیرت سے بہت کچھ مشابہ ہے۔ اس کے افراد فضول خرچ اور اچھے کپڑے پہننے کے بہت شائق ہیں اور جاٹوں کی طرح مواشی اور گھوڑوں کی جائیداد کو باعث فخر خیال کرتے ہیں۔ اگر حالات ان کے موافق ہوں تو نہری کاشت پر بارانی کاشت کو ترجیح دیتے ہیں۔

ضلع گجرات کے گوجر پنجاب کی تمام قوم گوجر کے قافلہ سالار ہیں کیونکہ تمام پنجاب کے گوجر اسی ضلع کو اپنا اصلی وطن بتاتے ہیں گوجروں کی بہت سی شاخیں ہیں ہر ایک کا نام اس کے بزرگ کے نام پر ہے۔ جو اپنے زمانہ میں اتنا طاقتور تھا کہ بعد میں آنے والی نسلوں کے واسطے اپنا نام چھوڑ گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ 150 سال میں ان کی کوئی نئی شاخ پیدا نہیں ہوئی جس کی وجہ یہ ہے

Marfat.com

کہ اس عرصہ میں کوئی طاقتور بزرگ برسرکار نہیں آیا اور لوگ اس وقت تک پہلے ہی بزرگ کو عزت وتکریم کی نظروں سے دیکھتے ہیں اور اسی کے نام پر اپنے نام کو قائم رکھا ہے۔ یہ بھی اغلب ہے کہ مسلمانوں کے عہد کے بعد کوئی مسلمان زمیندار اتنا زور نہ پکڑ سکا کہ وہ اپنے آپ کو قبیلہ کا بانی بنا سکے۔ ضلع ہذا میں گوجروں کی مفصلہ ذیل شاخیں ہیں اور ان کی آبادی ہر ایک شاخ کے محاذ میں دکھلائی گئی ہے۔

نمبر	گوت یا شاخ	آبادی[1]
1	کھٹانے	21449
2	کسانے	3041
3	کالس	3460
4	گورسی	3312
5	چیچی	8092
6	دھدڑ	1921
7	پسوال	3491
8	بجاڑ	3592
9	ٹھیکریہ	3524
10	چوہان	7985
11	بانی	2189

ان میں سے باعتبار مردم شماری و وسعتِ ملکیت زمین کھٹانے زیادہ طاقتور ہیں۔ ان کے 132 دیہات ہیں۔ اس قوم کے بھانڈ (مراسی) کہتے ہیں کہ کھٹانے راجہ جے پال اور پانڈو کی اولاد ہیں۔ راجہ جے پال کی سلطنت تھانیسر سے لے کر اس ضلع (گجرات) تک پھیلی ہوئی تھی اور جب سلطان محمود سبکتگین

[1] معلوم نہیں کہ یہ کس سال کی مردم شماری ہے۔ اب تو ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ (مؤلف)

Marfat.com

1034ء میں ہند پر حملہ آور ہوا۔ تو جیپال نے اٹک کے مقام پر اس کا مقابلہ کیا۔ اس کا لڑکا انند پال یا انگ پال دو سال تک لاہور میں حکمران رہا اور بعد ازاں ہندوستان (دکن) کی طرف چلا گیا۔ انند پال کے دو لڑکے تھے اول کھٹانہ، دوم جیدیس۔ راجہ کھٹانہ واپس آ کر لاہور میں حکومت کرتا رہا اور مسلمان ہو گیا۔ ضلع ہذا کے دوسرے گوجر راجہ کھٹانہ کے باقی دو لڑکوں کی اولاد ہیں۔ سلطان محمود بادشاہ نے کھٹانہ گوجروں کو اس ضلع میں بمقام شاہ پور جو اس وقت چک دنیا کے قرب و جوار میں مٹی کا تودہ نظر آتا ہے، جاگیریں دیں کھٹانے وہاں سات پشتوں تک آباد رہے۔ اکبر کے زمانہ میں گوجروں نے ایک لاکھ پچیس ہزار روپے اس مطلب کے واسطے ادا کئے تھے کہ ان کو گجرات از سر نو آباد کرنے کی اجازت حاصل ہو جائے اس کے چار مختلف تپے بنائے گئے جن کی تفصیل ذیل میں ہے۔

نام تپہ	تعداد دیہات	نام تپہ	تعداد دیہات
آ کیا	484	کندو	84
ہانڈو	84	بالا	184

ان دیہات میں بالعموم کھٹانے رہتے ہیں۔ کھٹانوں کے بعد چیچی اور چوہان اقوام کا درجہ ہے چیچوں کے 39 اور چوہانوں کے 35 گاؤں ہیں۔

چیچی اپنے آپ کو راجپوت کہتے ہیں اور کھٹانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ چیچی ان کے بزرگ کا نام ہے جو جگد یو کا لڑکا تھا۔ پہلے پہل سلطان محمود کے لشکر میں ملازم ہوا اور مسلمان ہو کر چیچان گاؤں کا بانی بنا چوہان بھی اپنے آپ کو دہلی کے راسئے پتھورا کی اولاد بتاتے ہیں، کھٹانوں کے بعض بڑے بڑے گھرانے برادری کی حدود سے باہر شادی نہیں کرتے۔ ان کے علاوہ باقی تمام گوجر ایک دوسرے سے شادی کرتے ہیں۔ کپتان وائر فیلڈ گوجروں کی بابت لکھتا ہے کہ ''وہ میانہ قد اور امن دوست ہیں، پہلے وہ مواشی کی چوری کرتے تھے، لیکن اب دیانت

Marfat.com

دار ہو گئے ہیں اور کاشتکاری کے کام میں مصروف رہتے ہیں"۔

کپتان میکنزی جاٹوں اور گوجروں کا مقابلہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اب دونوں ایک ہی مذاق و عادت کے ہو گئے ہیں۔ لیکن جاٹ اپنے آپ کو ایک بھاری زمیندار تصور کرتا ہے اور گوجر مواشی چراتے ہیں اور پیداوار کو فروخت کر کے اپنا پیٹ پالتے ہیں اور زراعت کی طرف زیادہ مصروف رہتے ہیں ۔ ان دونوں میں اس قدر اختلاف نہیں ہے جو ہندوستان کے جاٹ اور گوجر میں پایا جاتا ہے، جاٹوں میں چوہدری عزت کا خطاب سمجھا جاتا ہے مگر گوجر مہر کے لقب سے زیادہ خوش ہوتا ہے۔

مؤلف: یہ بیان نا تمام ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھو گجرات پنجاب کے واقعات تاریخی جو اس تاریخ کا جزو ہے، اس بیان میں چار پتے آ گیا، مالا، کندو، ہانڈو ظاہر کئے گئے ہیں۔ اس میں چیچی اور چوہان وغیرہ کا تپہ ظاہر نہیں کیا گیا وجہ اس کی معلوم نہیں ہوتی۔ شاید ان کا ذکر اس لئے نہ کیا گیا ہو کہ وہ دوسری شاخ کے ہیں اور نیز ایک اور تپہ عالمگیر گوجروں کا بھی ذکر نہیں کیا گیا ۔ دراصل چھ پتے مقرر تھے چوہان چیچی کا ایک تپہ مشترکہ تھا چنانچہ نقشہ قدیم میں جو مرزا اعظم بیگ کی تاریخ کا ایک جزو ہے چیچی اور چوہان کا تپہ مشترکہ دکھلایا گیا ہے ملاحظہ ہو تاریخ گجرات مؤلفہ مرزا اعظم بیگ۔

یہ بھی غلط ہے کہ کھٹانے دوسرے شاخ میں رشتہ نہیں کرتے ، یہ واقعات محقق ہیں کہ کھٹانہ شاخ کی بالعموم تمام گوتوں کے ساتھ رشتہ داری ہے یعنی دوسری شاخوں میں رشتہ دیتے بھی ہیں اور رشتہ لیتے بھی ہیں۔ گجرات میں کوئی ایسی شاخ نہیں ہے جس نے کھٹانوں سے بلاواسطہ یا بالواسطہ رشتہ نہ لیا ہو۔ الغرض گوجروں کی کوئی ایسی شاخ نہیں ہے جو دوسری شاخ میں رشتہ نہ دیتی ہو۔ یہ الگ بات ہے کہ جس شخص کی حیثیت کچھ دن اچھی ہو گی ، اس نے مفلس کو رشتہ نہ دیا اور جس مفلس کی حالت اچھی ہو گی اس نے دولتمندوں سے رشتہ لے لیا۔ ہمارے خیال

Marfat.com

میں ایسا ہر قوم میں ہوتا ہے اس ضلع میں بہیئت مجموعی گوجروں اور جاٹوں کی اخلاقی مالی، تمدنی ، زرعی ، تعلیمی حالت یکساں ہے اور جاٹوں اور گوجروں کو زیادہ تر چوہدری کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔ اس خطاب میں سب یکساں ہیں اور مہر تو اس زمانہ میں بالکل نمبردار کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جاٹ بھی مہر کہلاتے ہیں۔

یہ بھی غلط ہے کہ تمام پنجاب کے گوجر اپنا اصلی وطن گجرات پنجاب ظاہر کرتے ہیں ۔ اس تاریخ نے اکثر ضلعوں کے گوجروں کے ابتدائی وطن کی تشریح کر دی ہے۔

یہ بھی غلط ہے کہ چیچی کھٹانوں سے تعلق رکھتے ہیں بلکہ چیچی ایک الگ مشہور قدیم شاخ ہے۔ مؤرخین نے چیچی کو کچھی (کچھوہیہ) بھی لکھا ہے۔ چیچی قوم کی کسی زمانہ میں بہت وسیع سلطنت تھی جیسا کہ ہم نے کسی اور جگہ لکھا ہے۔ چیچی قدیم حکمران ہیں اور اس علاقہ کے حاکم رہے ہیں جو بیروت کے محاذی سمندر کے اس طرف تھا کھٹانہ اور چوہان ان کے بعد حکمران ہوئے۔

یہ بھی غلط ہے کہ جو مواضع ہر ایک پتے دار کے محاذ میں دیئے گئے ہیں ان کے مالک کھٹانے ہیں۔ ان میں سے بعض ایسے مواضع ہیں کہ ان میں ایک بھی کھٹانہ نہیں ہے۔ اس ضلع میں گوجر اور جاٹ دونوں مواشی رکھتے ہیں۔ اگر مواشی نہ رکھیں تو صرف زمینداری پر ان کا گزارہ نہیں ہوسکتا۔ نہ صرف گوجر ہی بارانی کاشت کو ترجیح دیتے ہیں بلکہ جاٹ اور دوسری قومیں بھی کیونکہ نہر کی آب پاشی میں کئی طرح کی تکلیف ہے اور اب تو یہ بالکل ثابت ہو گیا ہے کہ نہر کی آب پاشی تکلیف دہ ہے جس سے حکام واقف ہیں۔

یہ بھی غلط ہے کہ دیگر گوجر کھٹانہ کے دوسرے بھائی کی اولاد سے ہیں بلکہ بالعموم علیحدہ علیحدہ خاندان سے ہیں اگرچہ اوپر جا کر مل جاتے ہیں۔

یہ بھی غلط ہے کہ کھٹانے راجہ کھٹانہ کی اولاد ہیں اس کی تشریح ہم نے کسی اور جگہ کی ہے۔

Marfat.com

ماخوذ
از
تاریخ ہند مصنفہ ونسٹ اے سمتھ اڈیشن 1913ء صفحہ 22

تیسری صدی میں اہل فارس نے ہند پر حملہ کیا۔ بعد ازاں پانچویں اور چھٹی صدی میں تند خو اقوام کے بیشمار گروہ ایشیا کے شمالی میدانوں سے ہند میں داخل ہوئے۔ باشندگانِ ہند نے ان کو ہُن کے نام سے موسوم کیا۔

اقوام ساکا کے مانند ہم وثوق سے نہیں کہہ سکتے کہ ہن خوبصورت آریا اور ترکی لوگ تھے یا کہ زرد منگولین کی اولاد تھے لیکن یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے اور اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ موجودہ راجپوت اقوام، مثل گوجر جاٹ اور کاٹھی وغیرہ یا تو ہن اور گرجرا کی اولاد ہیں یا دیگر اقوام کی جو ان کے بعد ہند میں داخل ہوئیں۔ راجپوت، جاٹ اور گوجروں کی شکل وشباہت ظاہر کرتی ہے کہ ان کے بیرونی آباؤاجداد خوبصورت اور دراز قد آرین تھے نہ کہ زرد رنگ اور کوتاہ قد منگولیں۔

مؤلف: ہم نے کسی اور جگہ بھی ایسا محاکمہ کیا ہے۔ ہُن سنسکرت کا لفظ ہے۔ اس کے معنی باہر سے آنے والا ہے، جیسا کہ ہم پٹھانوں کو ولایتی کہتے ہیں۔ ہن کوئی خاص ذات نہیں ہے تاریخوں سے ثابت ہے کہ جن کو ہندوؤں نے ہُن کہا وہ ترک ہیں اور گوجر اور جاٹ بھی ترک ہیں، کئی راجپوت ایسے ہیں جو ترک کی اولاد نہیں ہیں بلکہ وہ اور ہی نسل سے ہیں، قدیم باشندوں اور برہمنوں اور شودر (ادنیٰ قوم) سے بھی راجے ہوئے ہیں۔ راجپوت کا لفظ تو ایک عام لفظ ہے کوئی شخص جو کسی راجہ کی اولاد سے ہو۔ اس کو شہزادہ کہا جاتا ہے۔ پیرومرشد خواہ کسی قوم کے ہوں ان کی اولاد کو پیرزادہ کہا جاتا ہے ایسا ہی شیخ زادہ، نواب زادہ، نائی کے لڑکے کو نائی بچہ اور مراسی کو مراسی بچہ کہا جاتا ہے۔ یہ کلیہ قاعدہ نہیں ہے کہ ہر ایک

Marfat.com

راجپوت اعلیٰ قوم رکھتا ہو، بلکہ راجپوت ادنیٰ قوم سے بھی ہیں، یہ لفظ قوم پر منحصر نہیں ہے، حکومت پر مبنی ہے، مہاجرین کی جماعت جب کسی ملک میں آتی ہے تو چند پشتوں تک خون کا اثر بحال رہتا ہے۔ بعد میں رفتہ رفتہ متغیر ہونا شروع ہو جاتا ہے، میں نے گورکھا قوم کے لوگوں کو جو تین چار پشت سے سرحد میں مقیم ہیں دیکھا ہے۔ ان کی شکل و شباہت تبدیل ہوگئی ہے، ناک بلند اور چہرہ خوبصورت ہو گیا ہے، پٹھانوں اور کشمیریوں کی جو چند پشت سے پنجاب میں رہتے ہیں، صورت و شکل میں بہت کچھ تبدیلی واقع ہوگئی ہے، کاغان کے گوجر ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے پٹھان، جنوبی ہند کے گوجر بمصداق۔

ع "ہر چہ درکان نمک رفت نمک شد"

رنگ اور روپ میں قدیم باشندوں کے مشابہ ہو گئے ہیں۔ یہ فطرت کے خلاف ہے کہ آب و ہوا کا اثر نہ ہو۔ اجناس غلہ و خربوزہ، تربوز کو دیکھو کہ وہ دو سال تک اپنے اصلی وطن کا رنگ و ذائقہ دیتے ہیں۔ آخر میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ خوراک وغیرہ کا بھی بہت کچھ اثر ہوتا ہے۔ یہ امر صحیح ہے کہ جاٹ، گوجر مقابلۃً دوسری قوموں کے بالعموم زیادہ تر خوبصورت اور طاقتور ہوتے ہیں۔ اس کا یہ بھی سبب ہے کہ وہ دودھ اور دہی کا زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ یہ وہی دودھ ہے جس کی وجہ سے گوجر کو ادنیٰ سمجھا جاتا ہے۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ جن مہاجرین کا رنگ و شکل یہاں آ کر تبدیل ہو گیا ہے ان کو قوم سے نکال نہیں دینا چاہیے، بے شک قیافہ بھی قرابت و یگانگت کی ایک دلیل ہو سکتی ہے مگر کلیۃً نہیں ہے۔ البتہ ابتداً، قیافہ ایک قومی دلیل ہوتی ہے، جیسا کہ اگنی کل کے نوجوانوں کی شکل و شباہت سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ سب ایک ہی قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔

گوجر اور ہن تو ایک ہیں کتبوں میں دونوں کا یکجا ذکر آیا ہے۔ ہم بالوثوق کہہ سکتے ہیں کہ آریا ترک ہیں ہُن اور آریا ایک ہی نسل سے ہیں یہ زرد منگولین نہیں ہیں"۔

Marfat.com

انتخاب

از

کاسٹ اینڈ ٹرائبس آف دی پنجاب

گجرات کے ضلع کا نام شہر گجرات پر ہے۔ موجودہ قصبہ زمانہ ما بعد کا تعمیر شدہ ہے۔ جو اودی نگری کے ٹیلے پر آباد کیا گیا ہے، عام روایت یہ ہے کہ اس شہر کو راجہ جے پال نے آباد کیا تھا۔ جو سورج بنسی راجپوت گنگا کے دوآبہ سے اس ملک میں آیا تھا اور اس کو علی خان نے مغلوب کیا تھا۔ جو بلاشک تاریخی لکھان گوجر راجہ ہے۔ جس نے 883ء اور 901ء میں سنکار اورما (سنکرورمن) سے شکست کھائی تھی۔

ایک اور روایت بھی بیان کی جاتی ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ گجرات کو رانی گوراں یا گوجراں نے جو راجہ بدرسین بن راجہ رسالو والی سیالکوٹ کی رانی تھی۔ سمت 1075ء بمطابق 1018ء میں دوبارہ تعمیر کیا۔ یہ دونوں بیان اکبر کے زمانہ میں موجودہ شہر کی دوبارہ تعمیر کے متعلق متفق ہیں۔ مسٹر سٹین کی رائے ہے کہ کشمیر کے سنکارا ورما نے 883ء میں اپنی تخت نشینی کے بعد جنوب مغرب کو ایک مہم بھیجی تھی اور سب سے پہلے گوجر دیس (جسکو تک دیس بھی کہتے ہیں) پر حملہ کیا، جو یقیناً موجودہ ضلع گجرات واقع مابین چناب اور جہلم ہے۔ شروع زمانہ میں چھٹی صدی کے پچھلے حصہ میں تھانیسر کے راجہ پربکر وردھنا نے گوجر اقوام اور شمال مغرب میں ہنون کی آبادیوں پر کامیاب حملہ کیا۔ پس ظاہر ہوا کہ گوجر نسل کی ایک شاخ موجودہ گجرات میں 600ء سے قبل نہایت مضبوطی کے ساتھ آباد تھی۔ موجودہ گجرات میں ہیرات، جاٹ اور گوجر وغیرہ پر گنے شامل

Marfat.com

ہیں۔ یہ پرگنے تپتوں میں اور تپتے توپوں میں تقسیم تھے ہر ایک توپ یعنی علاقہ ایک چوہدری کے ماتحت تھا۔

مظفر گڑھ کے موجودہ ضلع میں دریائے سندھ پر بھی ایک گجرات ہے یہ ڈیرہ اسمٰعیل خان کے متوازی ایک وادی میں واقع ہے۔

مؤلف: تک دیس مختصر سلطنت نہ تھی بلکہ اس کی وسعت جنوب میں دور تک تھی، ضلع جالندھر، ہوشیار پور، سیالکوٹ، گوجرانوالہ، کانگڑا اور لاہور وغیرہ اس میں شامل تھے۔ یہ وسیع سلطنت تانک گوجر بادشاہوں کی تھی، اس کو عربی مورخین نے طانق لکھا ہے، اس وقت ہم اس کے حدود یقینی طور پر قائم نہیں کر سکتے۔ مگر تکشلا کا نام ہمارے پاس یقینی شہادت ہے کہ یہ بھی تک قوم کا آباد کردہ ہے، اس خیال سے راولپنڈی اور جہلم کا تمام علاقہ اس سلطنت کا جزو تھا، تک تانک، تکش، تاس ایک ہی لفظ ہیں۔ ضلع مظفر گڑھ میں کوئی گجرات نہیں ہے، وہ گزرات زا سے ہے، اس کے معنی وہ جگہ ہے، جہاں دریا کے عبور کے لئے کشتیاں کھڑی رکھتے ہیں، چونکہ اس جگہ تین مختلف گزرگاہ تھے۔ لہٰذا اس کو گزرات کہتے تھے ورنہ گجرات یہاں نہ کوئی قصبہ ہے، نہ گاؤں یہ سب غلط ہے جس کو اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ ضلع مظفر گڑھ میں بھی گجرات ہے۔

سر الگزنڈر کی تشریحات

سوات میں گوجروں کی ایک ہی زبان ہندی ہے جو مروجہ پشتو اور پنجابی سے بالکل مختلف ہے۔ یہاں وہ بالکل چرواہوں کی زندگی بسر کرتے ہیں اور قریباً خانہ بدوش ہیں، گرمیوں میں وہ اوپر چلے جاتے ہیں اور سردیوں میں اپنے ریوڑ لے کر نیچے آجاتے ہیں اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ گوجر صرف میدانوں میں کاشتکار ہیں اور وہاں بھی وہ زیادہ تر مواشی پالتے ہیں اور اچھے کاشتکار نہیں۔

مؤلف: ”سر الگزنڈر کو شاید یہ معلوم نہیں ہے کہ سوات کے پہاڑوں میں کاشت

Marfat.com

کے لئے زمین کم ہے اور اگر کہیں کہیں ڈھلوانوں میں کوئی قطعہ ہے، تو اس کی آبادی کے لئے بہت محنت درکار ہے اور چونکہ سردی شدید پڑتی ہے، یہ پہاڑ صرف مواشی کے لئے موسم گرما میں کارآمد ہوسکتا ہے۔ وہاں مستقل رہائش کے لئے مکان بنانے مشکل ہیں، گوجر وادی شیشی گوہ اور شغال وادی میں بہ کثرت ہیں اور یہ پنجاب گوجروں کی طرح شکل وشباہت رکھتے ہیں۔

''مختلف روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ سرحد کے تمام گوجر قحط کے زمانہ میں پنجاب اور راجپوتانہ سے ہجرت کر کے پہاڑی علاقوں میں چلے گئے تھے، لیکن صحیح طور پر گوجروں کے ان اضلاع میں آباد ہونے کی تاریخ مقرر کرنا مشکل ہے۔ البتہ تاریخ گجرات اور راجپوتانہ کی تاریخوں میں قحط اور قتل عام کا زمانہ ان کی ہجرت کی تاریخ فرض کیا جا سکتا ہے، جس کی نسبت ہم نے کسی اور جگہ اشارہ کیا ہے، چنانچہ گجرات کاٹھیاوار میں 87ء ستاسیہ کا قحط مشہور ہے''۔

جمنا اور ہوشیار پور کے تمام گوجر مسلمان ہیں۔ جالندھر کے گوجر اپنے مسلمان ہونے کا وقت اورنگ زیب کا زمانہ بتاتے ہیں جو ٹھیک معلوم ہوتا ہے۔

مؤلف: ''یہ غلط ہے، اور ہندوؤں کے خیال پر مبنی ہے کہ اورنگ زیب نے ان کو مسلمان کیا، بلکہ زیادہ تر اکبر اور اس کے ماقبل بادشاہوں کے وقت مسلمان ہوئے''۔

فیروز پور کے گوجر کہتے ہیں کہ وہ دارانگر واقع جنوبی ہندوستان سے رانیہ واقعہ علاقہ سرسہ میں آئے اور وہاں سے فیروز پور میں سکونت پذیر ہوئے۔ صوبہ کے مشرقی نصف کے تمام مسلمان کو جراب تک بہ نسبت دوسرے ہمسایوں کے ہندی رسومات رکھتے ہیں، ان کی عورتیں اب تک کرنے کی جگہ چولی اور نیلے کپڑے کی جگہ سُرخ کپڑا پہنتی ہیں، جالندھر میں گوجروں کی جوتی خاص شکل کی ہوتی ہے اوپر کا چمڑا پاؤں کے بہت کم حصہ کو ڈھانپتا ہے۔

مؤلف: ''جوتی کی وضع قطع عرصہ سے تبدیل ہو چکی ہے، جاٹوں اور گوجروں

Marfat.com

کے جوتوں کی شکل پنجاب کے شمالی اضلاع میں بھی پہلے ایسی ہی تھی"۔

یہ صاف ظاہر ہے کہ گجرات کو گوجروں سے وہی نسبت ہے، جو بھٹینر اور پھٹیانہ کو بھٹیوں سے ہے گوجر ایک طاقتور، خوش وضع جوان ہوتا ہے، جو جاٹ سے بہت ملتا جلتا ہے، اس کی جسمانی بناوٹ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ خویشاوندی اور برداری کے لحاظ سے جاٹ کی مانند ہے اور عام طور پر ایک دوسرے کے ساتھ ہی کھاتے پیتے ہیں، ایک مثل ہے کہ جاٹ، گوجر، اہیر، گولا، چاروں ایک ہی ہیں، گوجر کسی حد تک سست ہے اور اچھا کاشتکار نہیں ہے۔

مؤلف: "جاٹوں نے عرصۂ دراز سے کاشتکاری شروع کی اور گوجر بعد میں متمدن ہوئے اب زرعی حیثیت میں دونوں برابر ہیں"۔

ان کی عورتیں کھیتوں کا معمولی کام کرتی ہیں، مواشی کا شوق ان کو بہت زیادہ ہے، مسٹر میکنزی کہتا ہے کہ گوجروں میں اگرچہ پہاڑ کے باشندوں کے دو وصف ہیں۔ اول یہ کہ وہ اپنے وطن (پہاڑ) میں رہنے کے آرزومند ہیں۔ دوم وہ لوگوں کے مواشی پر متصرف ہونے کے خواہشمند رہتے ہیں لیکن یہ دوسری پہاڑی قوموں کی طرح پر جوش جنگجو اور آزادی کے خواہشمند نہیں ہیں، جس سے وہ دوسری قوموں میں ممتاز ہوں بلکہ اس کے برخلاف وہ بزدل چڑچڑے ہوتے ہیں۔

مؤلف: بعض انگریز لکھتے ہیں کہ گوجر بہادر ہیں جو بادشاہوں کا مقابلہ اور آزادی پر جان قربان کرتے ہیں مگر یہاں اس کی نسبت مخالف رائے ظاہر کی گئی ہے۔

ع از ماپرس حال درونم کی گیستم

وہ تہذیب کے ساتھ ترقی نہیں کرتا مگر عام طور پر وہ لوگ جنہوں نے دیانت داری کے فوائد کو سمجھ کر اپنی نسلی روایات کو بھلا دیا ہے۔ مستثنیٰ ہیں جمنا کے اضلاع کا گوجر اسی قسم کا ہے لیکن مغرب میں اس کے اخلاق و اوصاف پسندیدہ ہیں۔

فیجر ولسن ان کی نسبت یہ رائے پیش کرتا ہے، سادے، صابر، قانع، اور

Marfat.com

محنتی ہیں ۔ جن کی اس کے سوا اور کوئی خواہش نہیں کہ ان کو ان کے مواشی کے ساتھ امن میں رہنے دیا جائے اور بہت سے ان میں سے ہر طرح سے خوبی اخلاق سے متصف ہیں۔

تھامس کہتا ہے کہ جہلم کے ضلع کے گوجر سب سے اچھے زمیندار ہیں۔

یہ تعریف اس ضلع میں جہاں گکھڑ، اوان اور راجپوت رہتے ہیں، کچھ زیادہ نہیں ہے مگر ارائیں ان سب سے اچھے کاشتکار ہیں ۔ مزید برآں گوجر خاموش، محنتی اور سلسلۂ کوہائے نمک کے جاٹوں سے زیادہ پسندیدہ ہیں۔

مؤلف: ''یہ بندوبستیوں کی رپورٹوں کے ریمارک ہیں جیسی زمینوں کی حالت دیکھی اس پر اقوام کے اخلاق کا خاکہ کھینچ دیا۔ اس زمانہ میں ہر ایک علاقہ کے گوجر نہایت محنتی کاشتکار اور زراعت کی ترقی میں وہ دوسری قوموں سے کم نہیں ہیں، اب نو آبادیوں میں زیادہ تر ان کی تعداد ہے۔

Marfat.com

گوجروں کی نسبت مینجر اے-ایچ بنگلے کی رائے

مؤلف: ''مینجر بنگلے سپاہیانہ نقطۂ نگاہ سے اولاً گوجروں کی مختصر تاریخ و حالات لکھتا ہے۔ اس کے بعد ان کے اخلاق و عادات اور سپاہیانہ قابلیت کا ذکر کرتا ہے'' کہ

جس زمانہ میں بدھ مذہب کا عروج و زوال ہوا یعنی 242 قبل مسیح سے 500ء سال مسیح تک ہندوستان لگا تار بیرونی حملوں کا دنگل بنا رہا۔ باختر کے یونانیوں کو سیتھین قوم کی جماعتوں نے نکال دیا، سیتھین قوم کی آمد ہندوستان میں اس طرح ہوئی کہ اس کے شمشیر کش بہادر آہستہ آہستہ ججوں کے کناروں سے چل کر جنوبی افغانستان میں وارد ہوئے جو ان کے مقابلہ میں آیا اس کو دھکیلتے ہوئے درہ بولان اور کوہ سلیمان سے گزر گئے پہلی صدی کے شروع میں تو پنجاب پر قدم جمائے اور پھر بڑھتے بڑھتے اوڑیسہ تک پہنچ گئے، سیتھین قوم کی مشہور ایک شاخ قوم یوچی ہے جس کی نسل موجودہ زمانہ کے گوجر اور جاٹ ہیں، یہ قوم کابل، کشمیر اور شمالی پنجاب پر مسلط ہو گئی، جہاں اب ان کے شہر گوجرانوالہ، گجرات پائے جاتے ہیں، تیسری صدی کے اخیر تک یوچی قوم کے جان باز بہادروں نے جنوب کی طرف بڑھنا شروع کیا اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اپنے شمالی بھائیوں سے جاٹوں کی مزاحمت کی وجہ سے جدا ہو گئے، گوجر دریائے سندھ کی وادی میں کچھ عرصہ تک رہے۔ پھر سوراشٹر یعنی گجرات کاٹھیاوار میں جا نکلے اور وہاں کے اصل باشندوں (اہیروں) کو اپنا مطیع و منقاد کر لیا اور ان کے ساتھ تعلقات رشتہ داری بھی قائم کئے۔ اس طرح قوم سیتھین کے تیغ زن بہادروں نے سندھ کے کناروں سے لے کر ساحل سمندر تک اپنے قدم جما لئے اور ہر طرف پنکھے کی صورت میں شمالاً کوہستان نمک سے لے کر جنوب میں اروالی پربت اور چندیل تک اور مشرق

Marfat.com

میں دریائے جمنا تک پھیل گئے اور پنجاب اور شمال راجپوتانہ اور دوآبہ گنگا کا نصف مغربی علاقہ آباد کر لیا۔ ان ملکوں کے باشندے یقیناً زیادہ تر سیتھین نسل سے ہیں۔ ان کے بعد تھوڑے عرصے میں تورانی اور سیتھین قومیں جو سانپ کی پرستش کرتی تھیں، ہندوستان میں آ کر بدھ مذہب کی پیرو ہو گئیں۔ دسویں صدی میں انہوں نے برہمن مذہب کی تقلید کرتے ہوئے قومی حلقے میں داخل ہونے کا فخر حاصل کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ جاٹ گوجر اور راجپوت میں کوئی قومی امتیاز نہیں ہے یعنی وہ ایک ہی قوم کے افراد ہیں۔ البتہ دنیاوی اقتدار کی وجہ سے وہ درجہ میں کم و بیش ہیں جو گھرانے خوش قسمتی سے ملکی اقتدار سے مقتدر ہو گئے وہ راجپوت کہلانے لگے اور دوسرے ان سے درجہ میں کم ہو گئے جو لوگ برسر اقتدار ہوئے انہوں نے اپنے دوسرے بھائیوں میں شادی کرنے سے پہلو تہی کی جو راجہ ہو گئے انہوں نے اپنے کچھ اور ہی اصول مقرر کئے۔

اول: اپنے خاندان کی بیوگان کی شادی نہ کی جائے۔

دوم: خدمت گاری کے پیشوں سے اجتناب کیا جائے، ان دو اصولوں کی جس خاندان نے پیروی کی وہ عالی نسب سمجھا گیا اور جس خاندان نے ان اصولوں کو توڑ دیا وہ اپنی حیثیت سے گر گیا اور گوجر اور جاٹ کہلایا۔

(انتخاب از کتاب: ''گوجر، جاٹ، اہیر، مؤلفہ مسٹر مینگلے)

مؤلف:

ہندوستان میں راجپوت، جاٹ اور گوجر کے روایات مقابلۃً مختلف ہیں۔ راجپوت کہتے ہیں کہ جس راجپوت نے گوجر اور جاٹ قوم کی لڑکی سے شادی کی اس کی اولاد گوجر اور جاٹ سمجھی گئی اور جاٹ اور گوجر کہتے ہیں کہ جس گوجر اور جاٹ نے راجپوت لڑکی سے شادی کی اس کی اولاد اس راجپوت کے خاندان کی شاخ میں داخل اور اپنے خاندان سے الگ ہو گئی۔ یہ دونوں خیال جاہلانہ ہیں۔ جب

Marfat.com

گوجر جاٹ راجپوت بعض صورتوں میں ایک ہی نسل کی شاخیں ہیں یا باہمی سیاسی وتمدنی تعلقات رکھتے ہیں تو پھر ایک اصطلاحی امر سے ان کا خاندان الگ نہیں سمجھا جا سکتا۔ اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ راجپوت، جاٹ اور گوجروں کے مابین اگر کلیۃً نہیں تو بعض بعض صورتوں میں رشتہ ازدواج عمل میں آیا ہے یہ کلیۃ قائم کرنا بہت مشکل ہے کہ ایسی صورت میں نسب کس کی طرف ہونی چاہیے یعنی ماں کی طرف یا باپ کی طرف جب کہ دونوں نسباً (خواہ ان میں کتنی ہی دور کی پشتیں حائل ہوں) ایک شخص پر مل جاتے ہیں یا ان کو دیگر اغراض مجتمع کرتی ہیں، مورخین ہندو یورپ، راجپوت اور جاٹ اور گوجروں کی ان ہی روایات کے تتبع سے مختلف طور پر اپنی اپنی رائے پیش کرتے ہیں۔ کوئی مورخ، چوہان، راجپوت اور چوہان گوجر میں فرق بیان کرتا ہے کہ چوہان راجپوت بیوہ کی شادی نہیں کرتے اور چوہان گوجر بیوہ کی شادی کرتے ہیں ہم اس کا فیصلہ ناظرین پر چھوڑتے ہیں کہ یہ روایت کہاں تک معقول ہے ہمارے خیال میں عارضی امور کسی خاندان کو نہ پست کرتے ہیں نہ بلند اس قسم کے امتیازی قصے محض فضول ہیں۔

میجر مینگلے نے اپنی تاریخ میں ایک دوسرا قیاس مرتب کیا ہے وہ لکھتا ہے کہ اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ بعض جاٹ اور گوجر قوموں کے گوت اس امر پر صریحاً دلالت کرتے ہیں کہ وہ راجپوت نسل سے ہیں جیسے دھمال، باگڑی، بنوار، ویلیا، چوہان، تنور وغیرہ وغیرہ جس سے وہ یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ ان قوموں کی اصطلاحی امتیاز وتفریق اس وجہ سے ہے کہ ان کے دماغ نے اپنا شجرۂ نسب جوان کے لئے باعثِ افتخار تھا۔ فراموش کر دیا ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ سب سیتھین قوم کے قبائل ہیں جو شمال مغربی دروں سے بڑی شان وشوکت سے وارد ہندوستان ہوئے حقیقتاً یہ سب ایک ہی نسل ہیں اور اسی اصطلاحی فرق سے وہ جدا جدا خاندان ہو گئے۔ میجر مینگلے اہیروں کو گوجر اور جاٹ میں ایک عارضی فرق ظاہر کرتا ہے کہ اہیروں کا اصلی وطن کاٹھیاوار ہے اور گوجروں اور کاٹھی راجپوتوں کی نسبت لکھتا ہے

Marfat.com

کہ انہوں نے پانچویں اور آٹھویں صدی میں میں اہیروں کی زمینوں کو دبا لیا اور اس ضمن میں وہ گوجروں اور جاٹوں کی آویزش کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اٹھارویں صدی کے وسط میں چنبل گوجروں کی خودمختار ریاست تھی، وہ ہر ایک سے لڑتے تھے اور جیسا کہ وہ ہر ایک کو دق کرتے تھے۔ ایسا ہی لوگ ان کو دق کرتے تھے۔ آخر بھرت پور کے جاٹوں نے گجرات کے دیہات پر حملہ کر کے گوجروں کی ایک جماعت کو دست و پابستہ آگ کے گڑھے میں ڈال دیا۔

نتیجہ ان واقعات کا یہ ہے کہ جو قوم یا قومیں اپنی اصل بھول جاتی ہیں اور وہ اصطلاحی اختلاف میں پڑ کر اپنی تنظیم کا شیرازہ درہم برہم کر دیتی ہیں وہ غلامی کی زنجیروں میں جکڑی جاتی ہیں اور ان کے سر سے حکومت کا تاج چھین لیا جاتا ہے۔

یہ حقیقت بالکل عیاں ہے کہ گوجر ایک مستقل قوم ہے، عارضی حشمت و شوکت قومیت و ذات کو تبدیل نہیں کر سکتی۔ اگر ایک خاندان گوجر راجہ ہو جائے اور دوسرا کاشت کار تو ذات و قومیت میں دونوں برابر ہوں گے۔ اس لئے یہ نظریہ غلط ہے کہ دنیاوی اقتدار سے ذات میں فرق آجاتا ہے اس زمانہ میں بھی بعض راجے مہاراجے اپنے غریب کاشت کار بھائیوں کو بھائی کہتے ہیں اور نسب کے لحاظ سے ان کی تعظیم کرتے ہیں۔

❁❁❁

Marfat.com

خلاصہ

تاریخ اقوام پنجاب مصنفہ سر ڈنیزل ابٹسن

از صفحہ 182 تا 188 گوجر قوم نمبر 8

پنجاب کے اعلیٰ اقوام سے گوجر آٹھویں درجے پر ہیں۔ حکمران اقوام سے جاٹ راجپوت اور پٹھان اور باقی اقوام سے ارائیں، برہمن، چمار، تعداد میں ان سے زیادہ ہیں ۔ جنرل کنگھم کی رائے ہے کہ وہ مشرقی تاتار کے کوش (کشاں) یوچی یا ٹوچاری لوگ تھے۔ جن کے سردار نے اول صدی قبل مسیح میں کابل اور علاقہ پشاور فتح کیا اور اس کے لڑکے کڈفائسس نے جو پنجاب کے طبقہ نستاب (لوگوں کا شجرۂ نسب رکھنے والے مثلاً مراسی یا بھاٹ) میں مشہور و معروف ہے۔ دریائے چناب سے دریائے جمنا کے کنارے متھرا تک اپنی حکومت کا سکہ جمایا۔ وندھیاس اور اس کے جانشین کنشک نے جو بدھ مذہب کا پہلا ستھین راجہ ہے کشمیر کو سلطنت ٹوچاری سے ملحق کیا۔ یہ ٹوچاری یا کشان وہی کیس پیراہین جن کے اسوپو پارہ یا ملتان مشہور قصبات ہیں۔

غالباً تیسری صدی کے شروع میں سفید ہُن کے حملہ کی وجہ سے متحدہ یوچی قبیلہ کے آخری بادشاہ کو مغرب کی طرف واپس آنا پڑا۔ جہاں وہ اپنے لڑکے کو خود مختار صوبے کا حاکم بنا کر چھوڑ گیا اس زمانہ سے لے کر آج تک کابل کے یوچی بزرگ کے نام سے مشہور ہیں۔ تیسری صدی کے اخیر میں گوجروں کا ایک حصہ سندھ سے نیچے جنوب مغرب کی طرف بڑھنے لگا۔ مگر بہت جلد شمالی حملہ آوروں انڈوستھین نے اس کو اپنے شمالی بھائیوں سے جدا کر دیا۔ پانچویں صدی کے وسط میں جنوب مغربی راجپوتانہ میں گوجروں کی ایک سلطنت تھی وہاں سے بالا

Marfat.com

لوگوں نے ان کو احاطہ بمبئ کے علاقہ گجرات کی طرف بھگا دیا اور نویں صدی کے آخر میں الہ[1] خان بادشاہ جموں نے موجودہ گوجر دیس یعنی ضلع گجرات کو بادشاہ کشمیر کے سپرد کر دیا۔ کہتے ہیں کہ شہر گجرات اکبر کے زمانہ میں علی خان گوجر نے بسایا۔ آثار قدیمہ کی رپورٹ جلد دوم صفحات 61-86 میں جنرل کنگھم نے اس یگانگت اور مشابہت کے وجوہ باتشریح وتوضیح بیان کئے ہیں۔

ایضاً فقرہ نمبر 349 صفحہ نمبر 16

ایک ہی ذات کے لوگوں کے بہت سے گوت ہیں اور ہمارے خیال میں اصل ذات کی نسبت گوت زیادہ تر مستقل وغیر مبدل ہوتا ہے ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ مغربی پنجاب میں ذات کا امتیاز محض ایک کہانی ہے اور صرف ذات کے تمدن کی نشانی سمجھنا چاہیے، اس کے مقابلہ میں گوت ایک خاص امتیازی چیز ہے۔ ہم خیال کرتے ہیں کہ کوئی خاندان یا کسی بڑی قوم کی شاخ جب بلند یا پست ہوتی ہے تو اس کے ساتھ اس کی ذات بھی تبدیل ہو جاتی ہے مگر گوت قائم رہتا ہے اور عام طور پر ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ جدید امتیاز اس نئی ذات کا نام ہو جاتا ہے اور اسی نام سے وہ خاندان شہرت پاتا ہے۔ اس بناء پر دہلی کے وہ چوہان راجپوت جو بیوہ کی شادی کر لیتے تھے، راجپوت کہلانے کی بجائے چوہان کہلاتے ہیں

---

[1] مؤلف: ہم نے ایک سے زیادہ مرتبہ اس کتاب میں اس مضمون کو دہرایا ہے کہ اللہ خان چونکہ کوئی نام نہیں ہوسکتا تھا۔ اس لئے بعض نے علی خان فرض کیا۔ یہ دونوں درست نہیں ہیں۔ بہت تحقیق کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہ ہندو راجہ الکھان گوجر تھا۔ جو بہت بڑا مقتدر راجہ تھا۔ علی خان نامی کا اس علاقہ پر فرمان روا ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ البتہ الکھان گوجر راجہ نے قدیم زمانہ میں گجرات کو آباد کیا اور اس پر حکمران رہا اور اسی وجہ سے مابعد میں بھی موجودہ شہر گجرات نے اپنا پہلا نام تازہ کیا۔ ہاں یہ مثل مشہور ہے کہ جب دو آدمی آپس میں جھگڑتے ہیں تو ایک اپنے مدمقابل کو کہتا ہے کہ کیا تو علی خان ہے کہ مجھ کو مار ڈالے گا۔ یہ علی خان کوئی اور مقتدر شخص ہے جیسا کہ رانی خان کا سالا کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

حالانکہ ان کے ضلع کرنال کے بھائی بند جنہوں نے قوم کی رسوم کو نہیں توڑا اول درجہ کے راجپوت کہلائے۔ چوہان اور راجپوتوں کا امتیاز ایسی ہی مثالوں پر مبنی ہے جو کلی طور پر دیکھنے میں آتی ہیں جس سے لوگوں نے قدیم ذات کو بدل کر نیا نام اختیار کیا مثلاً چوہان گوجر کہتے ہیں کہ ان کا مورث اعلیٰ چوہان راجپوت تھا۔ جس نے ایک گوجر عورت کے ساتھ شادی کی تھی اور اس کی اولاد نے گوجر نام اختیار کر لیا۔ ذات کی رسم و عادت بدلنے کی وجہ سے راجپوتوں سے نیچے درجہ میں چلے گئے۔ یقیناً یہ ایسا مشاہدہ[1] ہے۔ جو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے ہم نے پہلے ہی اس امر کو ظاہر کیا ہے کہ ایک خاندان جہاں اس کی تعداد زیادہ ہے، راجپوت کہلاتا ہے اور وہی خاندان جہاں اس کی ہستی کم ہے جاٹ کہلاتا ہے لیکن یہ علیحدہ قوم کا نام ان دونوں کے ساتھ لگا رہتا ہے۔

❁❁❁

---

[1] مؤلف: بالکل نہیں مشاہدہ اس کے برخلاف ہے۔ ہم نے کسی اور جگہ مفصل لکھا ہے کہ عروج و زوال سے ذات تبدیل نہیں ہوتی اور نہ عارضی امور سے ذات میں فرق آتا ہے نہ کسی قوم کی کثرت کی وجہ سے ذات بدل سکتی ہے جو لوگ بڑے عہدوں پر فائز ہوتے ہیں یا بادشاہ بن جاتے ہیں ان کو لوگ اسی ذات سے پکارتے ہیں جو ذات کہ فی الحقیقت ان کی ہے کمینہ ذات کے لوگ جو راجے ہوئے ان کو اب تک لوگ کمینہ کہتے ہیں، یہ کیسی نامعقول بات ہے کہ بیوہ کی شادی کرنے اور ہل چلانے سے کوئی قوم اپنی قومیت سے گر جاتی ہے، جاٹوں اور مغلوں کے علاقہ میں اگر گوجروں کا ایک گھر ہے۔ تو وہ بھی گوجر کہلائے گا۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ جب سے راجپوت کا لفظ ایجاد ہوا ہے اس کی طرف لوگ دوڑنے لگے ہیں۔ کیونکہ اس لفظ میں لوگ اپنی عظمت کا اظہار سمجھتے ہیں، مورخ کے لئے یہ ایک سوال ہے کہ وہ لوگوں کی ذاتوں کو ان کے مدارج دنیاوی پر مبنی کرے یا نسب پر چوہان چوہان ہے۔ خواہ وہ بیوہ کی شادی کرے یا ہل چلائے یا مزدوری کرے ہر ایک دانشمند کا فرض ہے کہ ایسی روایتوں کو رد کر دیا کرے۔ (فافهم فتدبر)

Marfat.com

انتخاب
از
جرنل آف دی رائل ایشاٹک سوسائٹی اکتوبر
1907ء لنڈن صفحہ 951

گوجروں کے حالات

پنجاب اور صوبجات متحدہ میں گوجروں کی کئی جماعتیں تھیں اور ان کی بڑی تعداد تھی کسی زمانہ میں وہ بڑے طاقتور تھے۔ مگر اب کمزور ہو گئے ہیں۔ صوبجات متحدہ اور مشرقی پنجاب میں ریواڑی کا ایک مشہور طاقتور راجہ گوجر تھا۔ پہلے پہل ان میں دختر کشی کی عام رسم تھی اور عورتوں کی کمی دوسری ذاتوں سے پوری کرتے تھے، باوجودیکہ ان میں بیرونی خون کی آمیزش ہوگئی تھی۔ تاہم ان کی جسمانی حالت پنجاب اور صوبجات متحدہ میں قائم رہی مگر احاطہ بمبئی میں وہ صورت بدل گئی ہے ڈاکٹر ہٹس لکھتا ہے کہ پنجاب کے گوجر جاٹوں کی مانند نہایت بہادر، عمدہ خوبصورت وتنومند آدمی ہیں اور جسمانی حالت عمدہ رکھتے ہیں، کشمیر کے گوجر بلند قامت اور صوبجات متحدہ کے گوجر میانہ قد ہوتے ہیں گوجر وسیع علاقہ میں پائے جاتے ہیں۔ سندھ سے متھرا تک ہزارہ، سوات، کشمیر، گلگت میں پھیلے ہوئے ہیں اور ضلع گجرات (پنجاب) میں تو ان کی آبادی 1/7 حصہ ہے۔ سہارنپور، مظفرگڑھ، میرٹھ اور بلند شہر میں کثرت سے گوجر آباد ہیں اور شہر متھرا گوجروں کی بستیوں کی حد ہے جنوب مین نربدا کی وادی اور اضلاع ناگپور ان کا

Marfat.com

مسکن ہے جہاں وہ دسویں صدی میں آئے تھے ضلع گوجرانوالہ اور چار گجرات ان کے نام سے موسوم ہیں۔ آٹھویں صدی تک سہارنپور کا کچھ حصہ گجرات کہلاتا تھا اور اب بھی گوالیار کے شمال میں ایک علاقہ گجرات ہے۔ گوجر اضلاع پنجاب اور سہارنپور اور مظفر نگر وغیرہ کے راجپوتوں سے ملتے جلتے ہیں اور بلند شہر کے بڈ گوجر راجپوت نسل سے بتائے جاتے ہیں۔ اہیروں کے ماسوا گوجر شمال مغربی ہندوستان کی سب سے برگزیدہ قوم ہے۔ پنجاب کے گورجر دیس کے علاوہ دو اور گوجروں کی سلطنتیں چھٹی صدی میں تھیں یعنی سینمال کی سلطنت عظمیٰ اور بڑوچ کی سلطنت صغریٰ جو تھوڑے ہی عرصہ تک رہی بھینمال کی گرجر سلطنت چھٹی صدی کے نصف میں قائم ہوئی۔ 628ء میں ہندوستان کے ماہر علم نجوم برہما گپتا نے اپنی کتاب سدھانتا بھینمال کے گوجر بادشاہ کے دربار میں لکھی بھینمال اور بھڑوچ کے گرجارے جلدی ہندو ہو گئے وہ پہلے پہل ہُن کی طرح سورج کی پوجا کرتے تھے اور سورج نامی مندر کے کھنڈر سری مال کی گذشتہ عظمت کا بین ثبوت ہیں لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بھینمال کا بادشاہ بدھ مذہب کا پیرو تھا اور ہوں سانگ کے زمانہ سیاحت تک چھتری کہلاتا تھا۔ بھروچ کے بادشاہ نے بھی اس سردار کی تقلید کی۔

مؤلف: بعض مورخین نے اس متن پر حسب ذیل حاشیہ آرائی کی ہے۔

اولاً گورجاروں نے سب سے پہلے پنجاب کے عین شمال میں بستیاں قائم کیں۔ ان کی شکل و شباہت و روایات اور مروجہ اصول تقسیم جائیداد اس امر کا ثبوت ہیں کہ جنوب کے گورجارے راجپوتانہ سے آئے۔

ثانیاً گورجارے چھٹی صدی کے وسط میں ایک طاقتور قوم کی حیثیت سے نمودار ہوئے تھے اور وہ ایک وسیع علاقہ میں قدم جمائے ہوئے تھے اور انہوں نے بڑی بڑی ریاستوں کی بنیاد ڈالی، یونانی مورخین اور مہا بھارت اور دیگر مصنفین ہم کو شمال مغربی پنجاب کے قبیلوں کی پوری اطلاع پہنچاتے ہیں۔ ہاں گورجر جیسی

Marfat.com

زبردست قوم کا فوراً نمودار ہو جانا ظاہر کرتا ہے کہ وہ علاقہ غیر سے آئے تھے چونکہ یہ گور جارے شیو کی پوجا نہیں کرتے تھے اور نہ ہی بدھ مذہب رکھتے تھے۔ اس لئے ضروری ہے کہ وہ ہندوستان میں پیدا نہیں ہوئے تھے۔ یہ تو ہر طرح سے ثابت ہے کہ وہ سورج کی پوجا کرتے تھے اور گاڑی میں سوار ہوتے تھے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ وسط ایشیا سے آئے۔

ثالثاً چونکہ گور جاروں کی نہایت مشہور ریاستیں چھٹی صدی کے وسط سے شروع ہوئیں۔ اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ زیر بحث گور جارے ان سے پہلے ہند میں داخل ہوئے تھے۔ یا بالفاظ دیگر وہ قبیلہ ہن کے ہمراہ آئے تھے۔ ان کی مانند وہ سورج کی پرستش کرتے تھے جن بادشاہوں نے ہُن کا مقابلہ کیا وہ گور جاروں کے دشمن تھے لہٰذا یہ محض ایک خیال ہی نہیں بلکہ امر واقعی ہے کہ شمالی خانہ بدوش جنہوں نے براج کی صحرا نوردی کی وہ اپنے ہمراہ ایک خورد سال دیوتا لائے۔ غالباً جو خانہ بدوش متھرا میں ایک جدید دیوتا لائے وہ عیسائیت سے زیادہ آشنانہ تھے۔ صرف اس کے ابتدائی اصولوں سے واقف تھے جس وقت یہ آئے اس وقت متھرا میں بدھ مذہب رائج تھا اور وہاں ان کو کامیابی بھی حاصل ہو سکتی تھی لیکن چھٹی صدی کے شروع میں بدھ مذہب کو زوال آنا شروع ہو گیا تھا اور ہندو مذہب کو ترقی ہونے لگی۔ جدید دیوتے کا نام ہندوؤں کے کانوں میں کرشن کلان کی طرح گونجنے لگا۔ اس لئے نیا دیوتا پہلے دیوتے کی طرح خدا کا اوتار سمجھا گیا۔ بہت جلد اس نوجوان کرشن کا مذہب کثرت معتقدین و اشاعت کی وجہ سے دوسرے مذاہب پر سبقت لے گیا۔

بعض مورخین یہ بھی کہتے ہیں کہ گوجر بہت قدیم زمانہ سے ہندوستان میں مقیم تھے۔ بظاہر یہ مشکل ہے کہ وہ پانچویں چھٹویں صدی میں آ کر جلدی سے سلطنتیں قائم کر لیتے بلکہ قرین قیاس یہ نظریہ ہے کہ قدیم باشندوں میں سے ایک

Marfat.com

قوم طاقتور ہوگئی اور انہوں نے اپنا قدیمی نام گورجر مشہور کیا۔

بعض کا خیال ہے کہ گوجر آریہ خاندان کا ایک عنصر ہے اور راجپوت اور گوجر ایک ہیں۔

بہرحال ان تمام انکشافات سے کہ گوجر آریہ ہوں یا بعد میں آئے ہوں یا ہنوں کے بھائی بند ہوں۔ گوجروں کی ہر طرح سے شان و عظمت ثابت ہوتی ہے۔ یورپ کے سب مؤرخ بالاتفاق کہتے ہیں۔ راجپوت فی الجملہ ان کی اولاد ہیں۔

Marfat.com

ماخوذ

از

از تاریخ من موہن چکرورتی

ہندوؤں کی سلطنتیں عہدِ اسلام تک

658ء سے 1300ء تک

اس زمانہ میں گرجروں کی ایک بہت وسیع اور زبردست سلطنت تھی جس کا سکہ دور دور کے علاقوں پر بیٹھا ہوا تھا۔ تاریخوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زبردست قوم ساک اور ہُن کے حملوں کے وقت ہندوستان میں آئی اور شمال مغربی علاقوں پر سیلاب کی طرح پھیل گئی۔

ان کے عروج و اقبال کے نشان اب تک درخشاں و تاباں ہیں۔ پنجاب میں ضلع گجرات جس کا نام قدیم زمانہ میں گرجرانز تھا۔ ان کے نام پر مشہور ہے جنوب میں ان کی سلطنتیں بھروچ اور بھینمال تھیں (جن کا ذکر بار ہا صفحۂ تاریخ پر آچکا ہے) 941ء میں چوڑا خاندان کا ستارۂ اقبال چمکا انہوں نے انہلواڑہ (موجودہ شہر پٹنہ) پر پرچم شوکت و حشمت کو لہرایا۔

مولراج سولنگی نے اس خاندان کا استیصال کر کے سلطنت سولنگی کی بنیاد رکھی، سولنگی خاندان کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ یہ بھی گوجر خاندان کی ایک شاخ ہے۔ اس خاندان نے انہلواڑہ کو بہت ترقی دی یہاں تک کہ انہلواڑہ نہ صرف ہندوستان کا بلکہ دوسرے ملکوں کا بھی مشہور تجارت گاہ ہو گیا۔

سولنگی خاندان نے تیرہویں صدی تک نہایت کروفر سے حکمرانی کی آخر

Marfat.com

علاؤ الدین نے متواتر حملے کر کے ان کی سلطنت کی جڑ کھوکھلی کر دی اور کچھ زمانہ تک سرداروں کی حیثیت میں رہ کر نیست و نابود ہو گئے۔

زمانہ حال کی تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ گوجروں نے ہند میں بمقابلہ جنوب کے شمالی علاقہ کی تاریخ میں زیادہ حصہ لیا ہے۔ ایک زبردست گوجر راجہ ادھیراج وتسا راجہ (وتسراج) 783ء میں اجتین (دارالسلطنت) مالوہ پر فرمان روا تھا۔ اس کے پوتے بھوجراج نے جو ایک ممتاز جانباز بہادر تھا۔ دریائے گنگا عبور کر کے 840ء میں قنوج کو فتح کیا اور اس کو دارالسلطنت بنایا۔ راجہ بھوج بھی اپنے دادا وتسارا جہ کی طرح ادھیراج کے خطاب سے ممتاز تھا۔ جب سلطنت قنوج کو زوال آیا تو اس کے اجزاء پراگندہ ہو گئے اور طوائف الملو کی صورت میں جدا جدا مستقل ریاستیں قائم ہو گئیں۔ مالوہ میں پرمرے، اجمیر میں چوہان، بندھیل کھنڈ میں چندیل اس تفرق و تشتت سے گھڑوار خاندان کو موقع مل گیا۔ انہوں نے آسانی سے قنوج پر قبضہ کر لیا اور حکمران گوجر کو نکال دیا۔

گرھوار خاندان 1194ء تک قنوج پر مُسلط رہا۔ آخر کار محمد غوری نے راجہ جے چند کو چندواڑہ کے مقام پر شکست فاش دی اور تعاقب کر کے اس کا سر قلم کیا، اس شکست سے گرھوار کا ایک گروہ جنوب کے ریگستان میں چلا آیا۔ جس نے جودھپور کی ریاست کی بنیاد رکھی اور راٹھور کے نام سے مشہور ہوا۔

مؤلف: اس مضمون سے مندرجہ ذیل نتائج پیدا ہوتے ہیں۔

(۱) ہندوستان کے شمالی و جنوبی علاقوں پر گوجروں کا حکمران ہونا۔

(۲) چودا خاندان بھی گوجروں کی شاخ ہے۔

(۳) سولنگی بھی گوجر تھے۔

(۴) اقوام ساک اور ہن کے ساتھ گوجروں کا حملہ آور ہونا تو کیا؟ ہُن اور ساگ گوجروں کے قریبی اور بھائی بند نہیں ہیں۔

Marfat.com

ماخوذ

از

تاریخ ہند ٹی ڈبلیو ٹامسن صاحب ایم-اے

(اڈیشن پنجم) مطبوعہ 1912ء صفحہ 87,86

یہ صاف طور سے واضح نہیں کہ راجپوت قومیں کہاں سے پیدا ہوئیں۔ ان میں سے بعض آریہ اقوام سے ہیں جیسے کھتری اور دیگر راجپوت اقوام اغلباً ستھین جیسے ہُن اور ڈراوڑنسل سے ہیں گو بہت جلد ہی وہ برہمن تہذیب کے پیرو ہو گئے تھے۔ گوجر ان ہی طاقتور اور کثیر التعداد اقوام کے افراد سے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہندوستان میں ساکا اور ہُن کے حملوں کے وقت داخل ہوئے اور شمال اور جنوب میں ملک پر قابض ہو گئے۔ ان کی طاقت کے نشانات پنجاب میں باقی ہیں اور ایک پورا ضلع گجرات یعنی گورجر ترا آج تک ان کے نام سے نامزد ہے۔ جنوب مغرب میں ان کے دارالملک بھین مال اور بھروچ تھے اور بعد ازاں 941ء میں مولراج نے سولنگی یا چلوکیا خاندان کی بنیاد ڈالی اور چپوت کتہ یا چوڈا خاندان کو جو پٹن میں حکومت کرتا تھا نکال دیا۔ سولنگی خاندان بیان کیا جاتا ہے کہ گوجروں کی ایک شاخ ہے پٹن یعنی ان ہلود مغربی تجارت کا ایک بڑا مرکز تھا اور تیرہویں صدی کے اخیر تک بڑی ترقی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ علاؤ الدین خلجی نے تیرہویں صدی کے اخیر میں اس کو لوٹ کر بالکل تباہ کر دیا موجودہ تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ گوجروں نے اس سے بھی زیادہ شمال کی طرف اپنی فتوحات کو بڑھایا بعض مورخ اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ ایک زبردست گوجر راجہ وتسا مالوہ

Marfat.com

اجین پر تقریباً 783ء میں حکومت کرتا تھا اور اس کے پوتے بھوج نے دریائے گنگا کو عبور کیا اور تقریباً 840ء میں قنوج کو اپنا دارالحکومت بنایا۔ بعد ازاں شمال کا مہاراجہ ادھیراج بن گیا مگر بعد ازاں جب کئی راجپوت خاندان مغرب اور جنوب میں جیسے پرمار مالوہ میں، چوہان اجمیر میں اور چندیل بندھیل کھنڈ میں عروج پر ہوئے۔ تب قنوج کی سلطنت زوال پذیر ہوئی اور آخرکار برسرِ حکومت خاندان کو گھر دار خاندان کے ایک سردار نے شکست دے کر تباہ کر دیا۔ گھر دار خاندان نے قنوج پر 1194ء تک حکومت کی اور پھر ان کے آخری بادشاہ جے چند کو مسلمان بادشاہ محمد غوری نے شکست دے کر قتل کر دیا۔ بعض گہروار مغرب کے ریتلے میدانوں میں چلے گئے، جہاں انہوں نے جودھپور ریاست کی بنیاد ڈالی اور پھر ان کا نام راٹھور مشہور ہو گیا۔

دہلی کے قلعے لال کوٹ کو پہلے پہل 1040ء میں ایک رئیس انگ پال نے تعمیر کیا تھا جو قنوج کی طرف سے آیا تھا اور قنوج سے نکالے ہوئے گوجر خاندان سے تھا اس کی اولاد تنور کہلاتی تھی، یہ خاندان دہلی پر ایک صدی سے زیادہ مدت تک حکومت کرتا رہا۔ پھر قریباً 1170ء میں چونکہ دہلی کے بادشاہ کی اولاد نرینہ نہ تھی۔ اس لئے اس کی سلطنت اجمیر کے ساتھ شامل ہو گئی۔ انگ پال جو دہلی کا آخری تنور راجہ تھا اس نے اپنی لڑکی کی شادی اجمیر کے چوہان راجہ سے کر دی۔ اس شادی سے مشہور و معروف پرتھوی راج پیدا ہوا تھا جس کی وجہ سے ان دو خاندانوں اور دو سلطنتوں کا الحاق ہو گیا۔

مؤلف: بعض کتبوں میں ہُن اور گوجروں کا نام اکٹھا آتا ہے۔ چودا خاندان وہی چاپ خاندان ہے جو گوجروں کی ایک شاخ ہے اور متواتر روایت ہے کہ دہلی کا قلعہ گوجر شاہزادوں کے ہاتھ سے تعمیر ہوا۔ اب تو واضح طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ راجپوت گوجر وغیرہ بیرونی طاقتور قوموں کی یادگار ہیں۔ ہم نے ایک سے زیادہ

Marfat.com

مرتبہ اس کو بیان کیا ہے کہ راجپوت کوئی قوم نہیں ہے۔ یہ ایک وصفی نام ہے جو افراد کسی راجہ کی اولاد ہوئے وہ راجپوت کہلائے۔ یہ اصطلاح ہندوستان تک محدود نہیں ہے بلکہ دوسرے ملکوں میں بھی اس اصطلاح کا رواج ہے ملک زادہ شاہزادہ ابن الملوک، نواب زادہ عام طور پر بولا جاتا ہے اور پھر راجپوت کا لفظ ایسا وسیع ہے کہ گوجر جاٹ، اہیر وغیرہ جن کے بزرگ خوش قسمتی سے راجہ ہو گئے۔ وہ راجپوت کہلائے، یہ ایسا بدیہی مسئلہ ہے کہ اس کا انکار نہیں ہوسکتا۔ یہ عجیب منطق ہے کہ اور قوموں کے راجاؤں کی اولاد راجپوت کہلائے اور گوجر اور جاٹ راجاؤں کی اولاد راجپوت نہ ہو۔

❁❁❁

Marfat.com

موسہلینیا دارالسلطنت گوجراں

راجگان گوجر اور چندیل کے مابین 831ء میں جنگ ہوئی، مسٹر اے سمتھ بحوالہ جے-اے، ایس-بی 1881ء حصہ اول صفحہ 6 لکھتا ہے کہ آنند چندیل ایک پرہار گوجر کے راجہ کو مغلوب کر کے جیجا، کھبکتی (جس کو آج کل بندیل کھنڈ کہتے ہیں) کے جنوبی حصہ کا مالک ہو گیا۔ یہ پرہار گروہ (جس کے راجہ کو آنند چندیل نے مغلوب کیا تھا) یقیناً گوجر قوم سے تھا۔ جو چھٹی صدی عیسوی میں ہندوستان میں داخل ہوئی تھی۔ قبیلہ پرہار کا دارالحکومت نو گاؤں اور چھتر پور کے درمیان موسہلینیا کے مقام پر تھا۔ پرہار کا پشیرو گڑ واڑ قبیلہ تھا جن کے بعض راجاؤں نے قنوج میں راجدھانی کی بنیاد ڈالی۔

مؤلف: ''اس سے بھی بلاشک وشبہ گوجروں کی وسیع حکومت کا پتہ چلتا ہے، بعض کہتے ہیں کہ چندیل بھی گوجر ہیں، گوجروں کے قبائل آپس ہی میں لڑ بھڑ کر تباہ ہوتے گئے۔''

Marfat.com

ماخوذ
از
تاریخ چھتری بنس پردیپ کا

ویسے تو گوجر ہندوستان میں ہر جگہ پائے جاتے ہیں مگر جمنا کے کنارے کنارے اور گجرات پنجاب میں ان کی آبادی بہت زیادہ ہے پہلے جمنا کے اوپر کا حصہ اور اضلاع سہارنپور وغیرہ بھی گجرات (گوجروں کا ملک) کہلاتا تھا۔

آج کل بھی ان کی ریاستیں سہارنپور، لندھورا، بندھیل، کھنڈ، سمتھر میں قائم ہیں اور اچھے اچھے رئیس ٹملی، گوجر گڑھ، گوالیار، کرولی، منڈلانہ، سیسونہ، کاندلہ، کہگیس (جامون) پھپھوندہ، یلوہ، میرٹھ، گجرات پنجاب میں پائے جاتے ہیں۔ مسیح سے قریب دوصدی پیشتر ان کا راجہ ہیمون قریباً تمام ہندوستان و پنجاب پر حکمران تھا۔

یہ بھی تاریخوں سے ثابت ہے کہ گوجر چوتھی صدی مسیح میں شمالی ہندوستان ہزارہ گجرات وغیرہ علاقوں پر قابض تھے اور ان کے آباد کردہ شہر گجرات، گوجرانوالہ وغیرہ اب تک موجود ہیں۔

یوپی کے 36 ضلعوں میں گوجروں کی آبادی پائی جاتی ہے، جس ضلع میں ان کی آبادی ایک سو سے کم ہے وہ چھوڑ دیا گیا ہے جن کی تفصیل یہ ہے ڈیرہ دون، مظفر نگر، سہارنپور، میرٹھ، بلند شہر، علی گڑھ، متھرا، آگرہ، فرخ آباد میں پوری، اٹاوہ، اپیٹہ، بریلی، بجنور ہدایوں، مراد آباد، شاہجہاں پور، پیلی بھیٹ، کانپور، باندہ، جھانسی، جالوں، للت پور، مرزا پور، گورکھپور، بستی، اعظم گڑھ، گرھوال، ترائی، لکھنؤ، رائے بریلی، فیض آباد، بہرائچ، سلطانپور، پرتاب گڑھ، بارہ

Marfat.com

بنکی ان اضلاع میں گوجر قوم کی آبادی سب ملا کر تقریباً چھ لاکھ ہے۔

مؤلف: کشمیر، پونچھ، سوات، بنیر، گلگت وغیرہ شمالی علاقوں میں بمقابلہ جنوبی اضلاع ہند کے بہت زیادہ ہے۔ اگر گوجر دوسری قوموں میں نہ مل جاتے تو ان کی مردم شماری حیرت انگیز ہوتی۔ راجپوتوں اور پیشہ ور قوموں میں ان کے لاکھوں خاندان مدغم ہو گئے ہیں۔

Marfat.com

ماخوذ

از

تاریخ ہند مصنفہ وی-اے سمتھ ایڈیشن 1916ء از صفحہ 29

بعض تلمیحات سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ہندوستان پر ایرانیوں نے تیسری صدی عیسوی میں حملہ کیا ہو گا لیکن یہ ثابت ہے کہ اس کے بعد کا حملہ پانچویں اور چھٹی صدی میں ہوا۔ جب ایشیا کے جنگلوں سے تند خو لوگوں کے گروہ ایران و ہندوستان پر حملہ آور ہوئے۔ یہ تمام اپنے آپ کو ہُن کہلاتے تھے۔ یہ ایک ایسی اصطلاح ہے جو ساکہ کی طرح عام طور پر استعمال ہوتی ہے اور بلاشبہ اس میں کئی گروہ اور قومیں شامل تھیں، یورپین مصنف ہندوستانی ہنوں کو جن کو وہ سفید ہُن کہتے ہیں۔ دوسرے ہنوں سے جنہوں نے یورپ پر حملہ کیا، تمیز کرتے ہیں ساکہ کی طرح ہم وثوق سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ سفید ہُن خوبصورت لمبے آریاؤں اور ترکوں سے متعلق تھے یا چھوٹے زرد رنگ منگولوں سے لیکن اب یہ معلوم ہو چکا ہے کہ بہت سی موجودہ راجپوت نسلیں اور دوسری ذاتیں جیسے گوجر، جاٹ، کاٹھی وغیرہ وغیرہ یا تو ہنوں کی نسل سے ہیں، یا گورجر کی نسل سے یا اسی طرح کے اور گروہوں کی نسل سے جو ان کے بعد ہندوستان میں داخل ہوئے، راجپوتوں، جاٹوں، گوجروں کی شکل و شباہت اس بات کو واضح کرتی ہے کہ ان کے اجنبی آباؤ اجداد خوبصورت لمبے قد کے انسان تھے، نہ کہ زرد رنگ چھوٹی آنکھوں والے منگول نسل کے۔ (از صفحہ 90)

اکثر موجودہ راجپوت قومیں اپنا شجرۂ نسب آٹھویں یا نویں صدی تک بتاتی ہیں۔ اس کے آگے نہیں اور وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان کے برسر حکومت

Marfat.com

خاندان اس زمانہ کے قریب طاقتور ہوئے ہوں گے۔ اجنبی آباد کاروں کے گروہ جیسے ہُن ، گوجر وغیرہ جنہوں نے اپنی سکونت پانچویں چھٹی صدی میں پنجاب اور راجپوتانہ میں اختیار کر لی تھی۔ دو یا تین ہی نسلوں میں ہندو ہو گئے اور ہندو اقوام میں شمار ہونے لگے جنگ اور سلطنت چھتریوں کا کام تھا۔ جو ان کے سردار اور نزدیکی تھے جب انہوں نے ہندو دھرم قبول کیا تو چھتری کہلانے لگے اور دوسرے ان سے کم درجہ شمار ہونے لگے۔ اتنی صدیاں گزرنے کے باوجود بھی اعلیٰ راجپوت اقوام میں ستھین رسم و رواج پر عملدرآمد دیکھنے میں آتا ہے۔ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ موجودہ زمانے کے پرہی ہر (پریہار) راجپوت گورجر کی نسل سے ہیں، جو ہندوستان میں اجنبیوں میں شمار ہوتے ہیں کیونکہ وہ گذشتہ زمانے میں برسر حکومت قوم تھی، حالانکہ موجودہ گورجر جو قدیم گورجرا کی اولاد ہیں اب ایک متوسط درجے کی ذات بتاتے ہیں جو درجے میں راجپوتوں سے کم خیال کئے جاتے ہیں، یہ بات یقین کرنے کے قابل ہے کہ اور بہت سی راجپوت قومیں اجنبی اقوام کے برسر حکومت خاندانوں میں سے ہیں 880ء میں شمالی ہندوستان میں ایک نہایت طاقتور سلطنت پنجالہ یا قنوج کی تھی، جس پر راجہ بھوج پری ہر حکومت کرتا تھا جس کے گوجر آباو اجداد اور راجپوتانہ میں ایک بڑی سلطنت کے مالک تھے۔ نویں صدی کے شروع میں ان شہزادوں میں سے ایک نے قنوج پر قبضہ کر لیا اور اسے اپنے خاندانوں کا دارالسلطنت قرار دیا۔ نویں صدی کے وسط کے پچاس ساٹھ سال بعد قنوج کے بادشاہ اس قدر وسیع ملک پر حکمران تھے، جس قدر کہ راجہ ہرش کے ماتحت تھا اس میں کاٹھیاوار (سُر اشتر) شامل تھا اور ان کی سلطنت کا دائرہ مگدہ یعنی جنوبی بہار کے حدود سے لے کر ستلج تک پھیلا ہوا تھا۔

مؤلف: گوجروں کے گوتوں میں ایک گوت ہون ہے۔ جو دراصل ہُن ہے۔ سوال نسب کا ہے۔ حکومت یا دولت سے نسب میں کوئی تغیر نہیں آتا، باقی رہا حکومت و دولت کا اثر یہ تو ہر زمانہ اور قوم میں پایا جاتا ہے کہ دولت مند مفلسوں کو

Marfat.com

اپنے سے حقیر و کم درجہ خیال کرتے ہیں مگر ان کے نسب سے انکار نہیں کر سکتے۔

خاکستر اگر بر آسمان رود ہمانا خاکستر است و گوہر اگر در خلاب افتد ہمانا گوہر است۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ راجپوت گوجروں سے الگ نہیں ہیں اور نیز اس اقتباس سے ثابت ہوتا ہے کہ گوجروں کی سلطنت راجہ ہرش کی سلطنت سے کم نہ تھی۔ راجہ ہرش کی سلطنت کی وسعت بہت بڑی تھی جس کی وسعت کے حالات تاریخہائے قدیم سے معلوم ہو سکتے ہیں۔

❁❁❁

Marfat.com

سلسله التواريخ

مطبوعه فی پاریس بدار الطباعة السلطانية

1811ء من صفحة 26 الی 30 .

اخبار بلاد الهند و الصين و ملوكها

سلسلۃ التواریخ مطبوعہ مطبع سرکاری پریس 1811ء صفحہ 26 سے 30 تک ہند اور چین کے شہروں اور ان کے بادشاہوں کے حالات۔

اهل الهند والصين مجمعون على ان ملوک الدنيا المعدو دين اربعة فاول من يعدون من الاربعة ملک العرب وهو عندهم اجماع لا اختلاف بينهم فين انه ملک اعظم الملوک واكثرهم الا وابهاهم جمالا وانه ملک الدين الكبير الذى ليس فوقه شئى ثم يعد ملک لم بن نفسه بعد ملک العرب ثم ملک الروم ثم بلهرا ملک المخرمى الا ذان فاما بلهرا هذا فانه اشرف الهند وهم له مقرون بالشرف وكل ملک من ملوک الهند متفرد بملكه غير انهم مقرون لهذا فاذا اوردت رسله على سائر الملوک صلو الرسله تعظيما له هو ملک يعطى العطاء كما تعمل العرب وله الخيل والفيلة الكثيرة والمال الكثير وماله دراهم تدعى الطاطرية وزن كل درهم درهم ونصف سكة الملک وتاريخه ليس فى سنة من جملكة من كان قبله كسنة العرب من عصر النبى عليه السلام بل تاريخهم بالملوک وملوكهم يعمرون ربما ملک احدهم خمسين سنة اوتزعم اهل مملكة بلهرا انما يطول مدة ملكهم و اعمارهم فى الملک لمحبتهم للعرب وليس فى الملوک اشد حبا للعرب منه و كذالک اهل

Marfat.com

مملکتہٖ وبلھرا[1] اسم لکل ملک منھم ککسریٰ ونحرہ ولیس باسم لازم وملک بلھرا وارضہ اولھا ساحل البحر وھی بلادتدعی الکمکم متصلۃ علی الارض. الی الصین وحولہ ملوک کثیرۃ یقاتلونہ غیر انہ یظھر علیھم منھم ملک الجزر وھو کثیر الجیرش لیس احد من الھند اعدی الاسلام منہ وھو علی لسان من الارض و اموالھم کثیرۃ وابلھم و مواشیھم کثیرۃ وتیبائعون بالفضۃ التبر ویقال ان لھم معادن ولیس فی بلاد الھند امن من السرق منھا والی جانبہ ملک الطانق وھو قلیل المملکۃ ونساء ھم بیض اجمل نساء الھند وھو ملک موادع لمن حولہ لقلۃ جیشہ وھو یحب العرب کحب بلھر اویلے ھؤلاء ملک یقال لہ رھمی[2] یقاتلہ ملک الجزر ولیس لہ

---

[1] ولبھی بادشاہوں کا لقب ہے۔ بلہارا کے معنی ادھیراج ہے۔ انہی کو راشتر کوٹ کہتے ہیں۔ عربی مؤرخ نے ضرور بلہارا کے معنی دریافت کئے ہوں گے۔ اسی واسطے اس نے اس کے معنی ملک الملوک لکھے ہیں۔ مسٹر بھنڈارکر کے خیال میں یہ لفظ مرکب ہے بھلا اور را سے، را بمعنی راجہ اور بھلا بمعنی معظم ومکرم ہمارے خیال میں ولبھی رائے سے بلہارا نکلا ہے اور یہ معقول ہے۔

[2] جہاں تک تاریخوں پر ہمارا عبور ہے۔ رھمی کے لفظ سے ہمیں عربی تاریخوں نے واقف کیا ہے ہمیں غور کرنا چاہیے کہ اتنا بڑا بادشاہ جس کے لشکر میں بقول مورخین عرب پچاس ہزار ہاتھی ہوتے تھے۔ اس کا ذکر ہندوستان کی تاریخوں میں نہ ہو۔ ہمارے خیال میں یہ لفظ برھما ہے عرب مورخین نے الف کو بصورت ی لکھا برھماہ برھمی ہو گیا اور ب کا شعشہ نقل در نقل میں اُڑ گیا۔ رھمی رہ گیا اس پر ہمارے یہ دلائل ہیں۔

رہمی بادشاہوں کا ایک عام لقب ہے۔ نام ان کے جدا جدا ہیں۔ یہ برہما پر بھی صادق آتا ہے کہ برہما کے ہر ایک بادشاہ کو شاہ برہما کہتے ہیں اور نام ان کے علیحدہ علیحدہ ہیں۔ ملک رہمی کا پچاس ہزار ہاتھیوں کو لے کر نکلنا دلالت کرتا ہے کہ یہ شاہ برہما تھا کیونکہ قدیم زمانہ میں ملک برہما میں کثرت سے ہاتھی ہوتے تھے، جیسا کہ ہندوستان میں گائیں اور بھینسیں بکثرت ہوتی ہے۔

المسعودی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے ''ورھمی فی ملکہ بروبحرویلی ملکہ ملک لا بحرلہ یقال لہ ملک کامن۔'' (بقیہ اگلے صفحہ ر)

Marfat.com

شرف فی الملک وهو ایضا یقاتل ملک الجوز ورهمی هذا اکثر جیشا من ملک بلهراو من الطانق یقال انه اذا خرج الی القتال یخرج فی نحومن خمسین الف فیل ولا یخرج الا فی الشتاء لان الفیلة لاتصبر علی العطش فلیس یسعه الا الخروج فی الشتاء ویقال ان قصاری عسکره نحو من عشرة الف الی خمس عشرة الفا وفی بلاده الثیاب التی لیس لاحد مثلها یدخل الثوب منها فی حلقة خاتم رقة رأینا بعضها و الذی ینفق فی بلاده الودع وهو عین البلاد یعنی مالها وفی بلاد یعنی مالها وفی بلاده الذهب و الفضة والعودo

ترجمہ: اہل ہندوچین اس پر متفق ہیں کہ دنیا کے بادشاہ جوشمار کئے جاتے ہیں۔ (یعنی اولوالعزم بادشاہ) چار ہیں اور ان چار میں سے ایک بادشاہِ عرب ہے۔ اس میں بھی ان کا کلیۃً اتفاق ہے (کسی قسم کا) ان میں اختلاف نہیں ہے کہ بادشاہِ عرب سب بادشاہوں سے بڑا ہے اور دولت وحسن میں سب سے بڑھ کر ہے اور وہ سب سے بڑے مذہب (اسلام) کا جس سے اور کوئی چیز فائق نہیں۔ بادشاہ ہے پھر شاہِ عرب کے بعد شاہ چین اپنا درجہ شمار کرتا ہے۔ زان بعد شاہ روم اس کے بعد بلہارا چھیدے ہوئے کانوں والوں کا بادشاہ (یعنی اس کے ملک میں اکثر لوگوں کے کان چھیدے ہوئے ہوتے ہیں) لیکن یہ بلہارا (جو اس وقت حکمران ہے) شاہان ہند سے بڑا ہے، وہ سب اس کی برتری کو تسلیم کرتے ہیں، ہندوستان کا ہر ایک بادشاہ اپنی اپنی سلطنت میں بلا شرکت غیرے خود مختار ہے۔ (کسی

(بقیہ حاشیہ ص 651)

ملک کامن کا مروپ (سیام) ہے پس اس سے برہما کا ملک ثابت ہوتا ہے۔ ہمیں کسی قسم کا شک نہیں ہے کہ ملک رہمی ملک برہما ہے۔ عربی تاریخوں میں کئی ناموں کی صورت تبدیل ہوگئی ہے۔ اس کو ہر ایک شخص تسلیم کرتا ہے کہ دوسری زبان کے لفظ جب دوسرے ملک کا مؤرخ لکھتا ہے۔ تو بہت کچھ ردو بدل ہو جاتا ہے انگریزی تاریخوں کا بھی یہی حال ہے۔ (۱۲ مؤلف)

Marfat.com

دوسرے کے ماتحت نہیں) مگر وہ سب بلہارا کی عظمت کا اقرار کرتے ہیں جب اس کے سفیر دوسرے بادشاہوں کے دربار میں جاتے ہیں تو وہ اس کی عظمت و شان کی وجہ سے ان سفیروں کو کورنش بجا لاتے ہیں۔ یہ ایک بادشاہ ہے جو عرب بادشاہ کی طرح (بہت کچھ) دادو دہش کرتا ہے اس کے پاس بکثرت گھوڑے اور ہاتھی ہیں اور بہت کچھ دولت ہے اور اس کی دولت وہ درہم ہیں جن کو تاتری کہا جاتا ہے۔ ہر ایک تاتری کا وزن درہم مروجہ سے. یک نیم چند ہے۔ بادشاہ کا سکہ اور اس کا سنِ تاریخ شاہانِ شپسیان کی حکومت سے شروع نہیں ہوتا جیسا کہ عرب کا سنِ عہد حضور علیہ السلام کے زمانہ ہجرت سے شروع ہوتا ہے، بلکہ اس کی تاریخ الگ الگ ان کے بادشاہوں کے سنِ جلوس سے شروع ہوتی ہے۔ ان کے بادشاہ بڑی بڑی عمریں پاتے ہیں۔ ان کے اکثر بادشاہوں نے پچاس سال تک حکومت کی ہے اور بلہارا کی مملکت کے لوگ خیال کرتے ہیں کہ عربوں کی محبت کی وجہ سے ان کے بادشاہوں کی عمر اور زمانۂ سلطنت طویل ہوتا ہے (یعنی عرب کے لوگ نیک ہیں۔ یہ بادشاہ چونکہ ان کی تواضع و مدارات کرتے ہیں۔ اس لئے ان کی عمر اور زمانۂ حکومت میں برکت ہوتی ہے) اور اس بادشاہ (بلہارا) کے برابر کوئی دوسرا بادشاہ عربوں سے زیادہ محبت رکھنے والا نہیں ہے اور ایسا ہی (اس کی طرح) اس کی رعایا بھی عربوں سے محبت رکھتی ہے اور ان میں سے ہر ایک بادشاہ کا لقب بلہارا ہوتا ہے، جیسا کہ کسریٰ وغیرہ (کسریٰ بادشاہ عراق کا لقب ہے) اور یہ ذاتی نام نہیں ہے (یعنی نام ہر ایک بادشاہ کا الگ الگ ہے) اور بلہارا اس کا لقب ہے اور اس کے ملک اور ولایت کی حد سمندر کے کنارہ سے شروع ہوتی ہے اور یہ ولایت ہے جس کو کمکم (کوکن) کہتے ہیں۔ یہ خشکی میں مسلسل چین تک چلی جاتی ہے (یعنی سمندر کے کنارے کنارے چین تک اس کی ولایت ہے) اس کی گرداگرد بہت سے بادشاہ ہیں۔ جو اس سے لڑتے رہتے ہیں مگر یہ ان پر غالب آتا ہے منجملہ ان کے ایک گوجر بادشاہ ہے جس کے بہت لشکر ہیں۔

Marfat.com

ہندوستان میں کوئی اس سے بڑھ کر اسلام کا دشمن نہیں ہے وہ (اس ملک کی) خاکنائے پر رہتا ہے اس کے پاس مال و دولت بہت ہے اور اس کے اونٹ اور مواشی کثرت سے ہیں ۔ (اس کے ملک کے لوگ) چاندی کے بدلے سونا خریدتے ہیں کہا جاتا ہے کہ ان کی کئی کانیں ہیں اور ہندوستان کے شہروں سے کوئی شہر اس سے زیادہ چوری سے محفوظ نہیں ہیں۔ اس کی ایک طرف شاہ تانک ہے اس کی سلطنت چھوٹی ہے ان کی عورتیں گورے رنگ کی ہیں جو ہندوستان کی عورتوں میں بہت زیادہ خوبصورت ہیں، بوجہ کمی لشکر کے یہ بادشاہ ارد گرد کے بادشاہوں کے ساتھ صلح رکھتا ہے اور یہ بلہارا کی طرح عربوں کا دوست ہے اور ان بادشاہوں کے ملک کے ساتھ بادشاہ برہما کی حد ملتی ہے۔ اس سے گوجر بادشاہ لڑتا ہے اور اپنے ملک میں برہما بادشاہ کی کوئی برتری نہیں ہے (کیونکہ لوگ شاہ برہما کو ادنیٰ ذات کا خیال کرتے ہیں، یہ بھی گوجر بادشاہ کی طرح بلہارا سے لڑتا ہے، اور موجودہ بادشاہ برہما بلہارا اور تانک سے زیادہ لشکر رکھتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جب وہ جنگ کے لئے نکلتا ہے تو پچاس ہزار ہاتھی کے قریب لے کر نکلتا ہے اور وہ سوائے موسم سرما کے نہیں نکلتا کیونکہ ہاتھی زیادہ پیاس کو برداشت نہیں کر سکتے پس اُسے سوائے موسم سرما کے جنگ کے لئے کوچ کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے لشکر کے کپڑے دھونے والوں (دھوبیوں) کی تعداد دس ہزار اور پندرہ ہزار کے درمیان ہے اور اس کے ملک میں ایسے باریک اور خوبصورت کپڑے ہوتے ہیں جو دوسرے کسی ملک میں نہیں پائے جاتے۔ روئی کے کئی (نفیس) کپڑے ایسے ہیں جو انگشتری کے حلقہ میں بوجہ باریکی اور صفائی حسن داخل کئے جا سکتے ہیں۔ ہم نے بچشم خود بعض کپڑوں کو دیکھا ہے اور جس چیز کی ان شہروں میں (بطور سکہ) چلت ہوتی ہے۔ وہ کوڑی ہے اور وہی اس ملک کا مال ہے (یعنی سرمایہ دولت ہے اور اس کے شہروں میں سونا چاندی اور عود ہوتا ہے)۔

Marfat.com

ایضا سلسلة التواریخ المذکورة ص 127

(سلسلۂ تواریخ مذکورہ صفحہ 127)

وللهند عباد واهل العلم بعرفون بالبراهمة وشعراء يغشون الملوک ومنجمون وفلاسفة وكهان واهل زجر للغربان وغيرها وبها سحرة و قوم يظهرون تخائيل ويبدعون فيها وذالک بقنوج[1] خاصة وهو بلد عظيم فی حملكة الجزر.

---

[1] تاریخوں میں جا بجا قنوج کا ذکر آتا ہے اور اس کا ذکر اس جگہ ضروری ہے کہ عرصہ دراز تک یہ گوجر بادشاہوں کا دارالسلطنت رہا ہے۔ یہ بہت قدیم شہر ہے، جس کے ذکر سے مہا بھارت کو بھی فخر ہے اور اس کی ابتدا معلوم نہیں ہے۔ اس کے حوالی میں جو کھنڈر، پتھر اور اینٹوں کے ٹکڑے ہیں، وہ کچھ نہ کچھ اس کی قدامت کی ناتمام شرحیں ہیں۔

پتنجلی نے دوسری صدی قبل مسیح میں اس کو مشہور اور وسیع بارونق شہروں کی فہرست میں ظاہر کیا ہے۔ اس کے بعد حکیم بطلیموس نے اس کا نام بتایا۔ اس کے جغرافیہ کے شارحین کا یہ خیال معقول معلوم ہوتا ہے کہ قنوج گنگور اور کنوزگا کے ناموں کی یاد دلاتا ہے۔ جو بہت قدیم زمانہ کے مشہور بارونق شہر تھے اور اب وہ بدلتے بدلتے قنوج کی صورت کنذائی میں نظر آتے ہیں اس کو ماہو دایہ بھی کہتے تھے اور اس کے متعدد نام اور بھی ہیں جو توصیفی ہیں۔ قاہیان، چینی جاتری نے بھی 405ء کو اس شہر میں اس کی قدامت کی وجہ سے جانے کی تکلیف اٹھائی۔ مگر اس وقت یہ اپنی قدیم وسعت اور رونق کو کھو چکا تھا، جاتری بیان کرتا ہے کہ فرقہ فاہیان بدھ مذہب کے یہاں صرف دو خانقاہیں اور ایک ستوپ ہے۔

چونکہ یہ ایک مذہبی شہر تھا۔ شاہان گپت اس کی خانقاہوں کی خاک سے اپنی پیشانی کو منور کرتے تھے اور اعتقاد رکھتے تھے کہ اس کی خاکستر کے یمن و برکت سے ان کا آفتاب دولت نصف النہار پر پہنچ گیا۔ اس متبرک شہر سے جوان کو اعتقاد تھا۔ اس نے کشان کشان ان کو یہاں آباد کر دیا اور قنوج ان کا دارالخلافہ ہو گیا پھر کیا تھا یہ چاروں طرف بڑھنے لگا اور دور دور سے لوگ یہاں آ کر آباد ہو گئے، وزراء اور افسروں کے مکان فلک نما بن گئے، تجارت کا مرکز ہو گیا مگر ہنوز دہلی دور اس

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

(بقیہ حاشیہ صفحہ 675)

کے قدیم کھنڈروں کو جدید ترقی اپنے دامن میں نہ لے سکی تاہم اس کا قطر چند میلوں تک تھا۔ پہلے جاتری فاہیاں کے بعد جب دوسرا جاتری ہیون سانگ دو سو سال کے بعد آیا تو قنوج ایک اچھا خاصہ شہر ہو گیا تھا وہ اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے کہ اس میں سو کے قریب بدھ مذہب کی خانقاہیں ہیں جن میں دس ہزار سے زیادہ بھکشو رہتے تھے، لیکن بدھ مذہب کے پہلو بہ پہلو ہندو مذہب بھی ترقی کر رہا تھا۔ ان کے دو سو سے زیادہ مندر اور ہزاروں پجاری تھے۔ علم و فضل کا یہ حال تھا کہ متعدد سکول اور دو تین کالج تھے۔ جن میں فلسفہ اور اصول مذہب کی تعلیم دی جاتی تھی۔ بڑی بڑی جاگیریں تعلیم کے لئے وقف تھیں۔ بیرونی ممالک کے جوق جوق طلبہ یہاں تعلیم کے لئے دوڑے آتے تھے، دنیا کے فاصلوں کا یہ شہر مرکز تھا۔ علوم و فنون کے چشمے اس سرزمین سے جا بجا دنیا کو سیراب کرتے تھے اور اس کی شہر پناہ نہایت مضبوط تھی اور متعدد قلعے تھے جو حملہ آوروں کی مدافعت کے لئے تعمیر کئے گئے تھے اور پھر اس شہر کا منظر نہایت ہی دلکش تھا۔ قنوج دریائے گنگا کے مشرقی کنارے پر تھا اور چاروں طرف خوشنما باغات اور صاف و شفاف پانی کے تالابوں نے اس کی رونق کو دوبالا کر دیا تھا۔ یہاں بڑے وسیع تالاب تھے، رات کو ستاروں کے عکس سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ زمین کے اندر ایک اور آسمان ہے چونکہ قنوج مرکز تجارت تھا، اس لئے یہاں کے لوگ بہت مالدار تھے، ہر قسم کی صنعت و حرفت کا یہ شہر نمائش گاہ تھا اور پھر جب مہر بھوج اور راجہ مہندر پال گوجر راجاؤں کا یہ شہر دارالملک تھا۔ تو اس وقت قنوج فی الحقیقت اوج کا ہم معنی ہو گیا تھا، نویں دسویں کے حملوں نے اگرچہ اس کو بہت کچھ پائمال کیا مگر یہ سبزہ زار کوہستان کی طرح دنوں میں پھر اپنی پہلی حالت پر آجاتا تھا۔ گیارہویں صدی عیسوی کے ابتداء میں جب سلطان محمود غزنوی نے اس پر فوج کشی کی تو اس وقت یہ ایک عالی شان شہر تھا اور رات کے وقت دریائے گنگا کی نہریں چار میل تک اس کے چراغاں سے ہفت آسمان کی طرح روشن تھیں۔ گھنٹی بجتی تھی تو ایک شور محشر بپا ہو جاتا تھا۔ سلطان محمود کی بت شکن نظر سے یہ کب بچ سکتا۔ عذاب ناگہانی کی طرح اس پر نازل ہوا اور اس کے مندروں کو ایک آن میں مہدم کر دیا مگر شہر کی خوبصورتی اور رونق بازار نے اس کے ہاتھ کو روک دیا اور اس نے شہر کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا۔

اس کے حکمرانوں نے اس وجہ سے کہ اس شہر میں آئے دن خون وکشت کا بازار گرم رہتا ہے منحوس سمجھ کر اپنا دارالسلطنت باری کی طرف منتقل کر دیا اور دارالسلطنت کی تبدیلی سے اس کی بیرونقی بڑھنے لگی مگر گھرواڑ کے راجاؤں نے جب اس کو مسخر کیا اور اس کو اپنا دارالسلطنت بنایا تو اس کی پہلی رونق پھر تازہ ہو گئی۔

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

ترجمہ: ہندوستان میں تپسیا کرنے والے گیانی عابد عالم ہیں۔ جن کو برہمن کہتے ہیں اور شاعر ہیں جو بادشاہوں کے درباروں کو ڈھانپتے رہتے ہیں (یعنی بادشاہوں کے گردان کا جمگھٹا رہتا ہے) اور نجومی اور فلاسفر اور کاہن (غیب کی خبریں دینے والے) اور کووں وغیرہ پرندوں کو اُڑا کر فال لینے والے اور جادوگر ہیں اور ایک گروہ ہے جو لوگوں کے فی الضمیر خیالات کو ظاہر کرتا ہے اور اس میں نئی نئی باتیں اختراع کرتے ہیں (یعنی کمال کرتے ہیں) اور یہ (تمام گروہ) بالخصوص قنوج میں پائے جاتے ہیں (جو گوجر بادشاہ کی سلطنت میں ایک بڑا شہر ہے۔

فتوح البدان للبلاذری

(فتوح البلدان مصنفه بلاذری)

مات الحجاج فاتت محمد اوفاته فرجع عن الملتان الی الرود[1] والبغرور وکان قد فتحها فاعطے الناس ووجه الی البیلمان[2]

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر 676)

1194ء میں شہاب الدین نے اس پر حملہ کیا اور راجہ جے چند کو مغلوب کیا تو اس کی عظمت ہمیشہ کے لئے جاتی رہی۔ اگر کچھ باقی تھی تو شیر شاہ نے اس کا خاتمہ کر دیا۔ شیر شاہ سوری نے ہمایوں پر فتح پانے کی یادگار میں اس کے پہلو میں شہر سور کی بنیاد ڈالی مگر وہ بھی آباد نہ ہوا اب قنوج کیا ہے؟ صوبجات متحدہ کے ضلع فرخ آباد میں مسلمانوں کی ایک بستی ہے جو چند گھروں پر مشتمل ہے۔ (منتخبات تواریخ ہند) (۱۲ مؤلف)

[1] ہیونگ سانگ کی سیاحت کے وقت یہ شہر موجود تھا یہ گم شدہ دریائے مکرہ کے غربی کنارہ پر قلعہ بند وسیع شہر تھا۔ جس کے کھنڈر ابھی تک ضلع سکھر میں روڑی کے مقام سے پانچ چھ میل جنوب مشرق (شمالی عرض بلد 27-39، مشرقی طور بلد 68-59) پائے جاتے ہیں۔ اس کو 800ء میں سیف الملک نامی ایک تاجر نے ایک خوبصورت لڑکی کو عیاش راجہ کے پنجے سے چھڑانے کے لئے دریا کا رُخ بدل دیا۔ ہمارے خیال میں موجودہ شہر روڑی اس شہر کی یاد دلاتا ہے بغرور کا قائم مقام سکھر ہے۔

[2] بیلمان بھنمال ہے جو گوجروں کی مشہور سلطنت کوہ آبو کے نواح میں تھی۔

Marfat.com

جلیشا فلم یقاتلوا وعطو الطاعة وسالمه سرست[1] وهی مغزی اهل البصرة الیوم واهلها المید الذین یقطعون فی البحرo

ترجمہ: حجاج مر گیا اور محمد بن قاسم کو اس کی وفات کی اطلاع پہنچی ۔ پس وہ ملتان سے روڑ اور بغرور کی طرف لوٹا جن کو وہ فتح کر چکا تھا۔ پھر لوگوں کو عطیہ دیا اور اس نے بھنمال (دارالسلطنت گوجر) کی طرف لشکر بھیجا۔انہوں نے جنگ نہیں کی اور اس کی اطاعت قبول کی اور باشندگان سرست (سورت بندرگاہ یا شراشتر کاٹھیاوار) نے جو آج کل اہل بصرہ کی رزمگاہ ہے اس کے ساتھ مصالحت کر لی اس کے باشندے قوم میڈ ہیں جو سمندر میں ڈاکے ڈالتے ہیں۔

ایضا فتوح البدان ص 446

(فتوح البلدان ص 446)

ووجه الجنید جیشا الی ازین ووجه حبیب ابن حرة فی جیش الی ارض المالبة فاغا رواعلی ازین وغزوابهرمه فحرفوا ربضها وفتح الجنید البیلمان[2] والجزرo

ترجمہ: اور جنید نے جین کی طرف لشکر بھیجا اور حبیب بن مرۃ کو لشکر دے کر مالوہ کی طرف روانہ کیا۔ انہوں نے اجین پر چھاپا مارا اور برہمہ سے جنگ کی اور ان کی شہر پناہ کو جلا دیا۔ (مراد ان مکانوں سے ہے جو دیوار شہر پناہ کے ارد گرد تھے) جنید نے بھنمال اور ملک گوجر کو فتح کیا، بہرلمہ اصل کتاب میں یہی شکل لکھی ہوئی

---

[1] سرست بندر سورت معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ مندر قوم میڈ کا مسکن تھا جو سمندر میں چھاپہ مارتے تھے اور تجارتی کشتیوں کو لوٹتے تھے۔ اہل بصرہ اور قوم میڈ کی آپس میں جنگ ہوتی تھی اور یہ جنگ کشتیوں کی سمندر میں بریا ہوتی تھی تاریخ مرات محمدی میں کاٹھیاوار کو سوراست لکھا ہے جو سرت کے مطابق ہے۔

[2] البیلمان والجزر ۔ بیلمان نون سے دراصل بھنمال ہے اور جزر کا لفظ یا تو تخفیص بعد تعمیم ہے یا بطور بیان۔ (۱۲)

Marfat.com

ہے کوئی نقطہ نہیں ہے ہمارے خیال میں کسی راجہ کا نام ہے جو لکھنے میں مسخ ہو گیا ہے۔ مسٹر الیٹ اس کو بھنمال سمجھتا ہے مگر بھنمال کا ذکر تو آگے ہے۔

کتاب الاعلاق النفیسة الجلد السابع

ص 134 الی ص 135

(کتاب الاعلاق النفیسه جلد 7 ص 134 تا 135)

وبعده ملک من ملوک الهند یقال له بلهرا انه ملک ملوک الهند وهو فی بلاد یقال له الکمکر[1] (لفظ هندی) بلاده بلا دالساج ومنها یجلب وهو ملک واسعة المملکة کثیر الجیش ومن حوله من الملوک یصلون له ومن ورد من رسله علی هولاء الملوک الذین حوله صلواله اعظاما لصاحبه ویلے هذالملک ملوک احدهم یقال له ملک الطانق وهو قلیل المملکة کثیر المال عامر البلاد واهل مملکته سمرو فیم بیاض وجمال مستفیض وفی دقیق بلادهم جمال لیس یشارکه فی ذالک احد من الملوک ممن یلیه وبعده ملک یقال له نجابه وهو شریف فیهم وبلهرالملک یتزوج فیهم وهم السلوقیون ولا وهو شریف فیهم وبلهرالملک یتزوج فیهم وهم السلوقیون ولا یتزق جون الا فیهم لشرفهم وهذه الکلاب السلوفیة انها وقعت من بلادهم ولهم الصندل الاحمرفی بلادهم وغیاضهم ویلی هؤلاء ملک یقال له الجزر العدل فی مملکة مستفیض لوطرح الذهب فی وسط الطریق ماخافوا علیه احداياخذ من عدلهم وبلاده واسعة والعرب یرحلون الیه فی تجرتهم فیبرهم ویشتری منهم ومعاملاتهم

---

[1] بعض مورخین نے اس کو کاکن لکھا ہے۔ بعض میں کانم یا کوکن یا کمکر یہ سب الفاظ کم کم کی آواز دیتے ہیں۔ (۱۲)

Marfat.com

لهم بالذهب القطع والدراهم التی یقال لها الطاطری علیها تمثال صورة الملک و وزنهم مثقال فاذا بایعوهم قالوا للملک ابعث معنامن یخرجنا من بلادک ویحفظ مناعنا فیقول لیس فی لادی لص اخرجوا ان حدث باموالکم حدث فخذوه منی وانا الضامن لکم وهو ملک له جسم کبیر ولیس حوله ملک اشجع منه فی الحرب کثیر المکیدة وهو یقاتل بلهرا وملک الطانق ونجابه[1].

ترجمہ: اور اس کے بعد ہندوستان کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ بلہارا ہے۔ بلاشک وشبہ وہ ہندوستان کا شاہنشاہ ہے وہ ان شہروں میں رہتا ہے، جن کو کمکر کہا جاتا ہے (یہ ایک ہندی نام ہے) اس کی ولایت ساگوان (لکڑی) کی ولایت ہے اور وہاں سے (دوسرے ملکوں میں) لے جایا جاتا ہے اور یہ وسیع سلطنت اور کثیر التعداد لشکر کا مالک ہے۔ جو بادشاہ اس کے اردگرد ہیں وہ اس کی کورنش بجالاتے ہیں یہاں تک کہ اگر اس کا سفیر بھی ان کے دربار میں جاتا ہے تو اس بادشاہ کی عظمت کی خاطر سے اس کا مجرا بجالاتے (ادب کرتے) ہیں اور اس بادشاہ کے ملحق الحدود اور بھی بادشاہ ہیں ان میں سے ایک جس کو ملک تانک کہا جاتا ہے۔ اس کی سلطنت مختصر سی ہے اور یہ بہت مالدار آباد ولایت کا بادشاہ ہے اور اس کی مملکت کے باشندے (اکثر) گندم گون ہیں اور ان میں سے بعض کا گورا رنگ اور خوبصورتی مشہور ہے ولایت کے اس حصہ میں جس کی زمین نرم ہے اونٹ پائے جاتے ہیں۔ یہ ایسی خصوصیت ہے کہ ملحق الحدود بادشاہوں میں کسی کو حاصل نہیں ہے۔ اس کے بعد ایک اور بادشاہ ہے جس کو نجابہ کہا جاتا ہے یہ ان میں (بوجہ عالی نسبی کے) شریفہ ہے اور بادشاہ بلہارا اسی خاندان میں شادی کرتا ہے اور یہ سلوتی خاندان سے ہیں (سلوق یمن میں ایک شہر ہے) شاہانِ بلہارا بوجہ ان کی کی شرافت ذاتی کے انہی میں شادی کرتے ہیں اور یہ تازی کتے (جو

---

[1] بعض نسخوں میں جابہ ہے۔

Marfat.com

اس ملک میں ہیں) انہی کی ولایت سے آئے ہیں۔ ان کے شہروں اور جنگلوں میں صندل سُرخ (پیدا ہوتا ہے) اس کے ملحق اسحدود ایک اور بادشاہ ہے، جس کو گوجر بادشاہ کہا جاتا ہے۔ اس کے ملک میں عدل اسقدر عام ہے کہ اگر سونا راستہ میں ڈالا جائے تو ان کے عدل کی وجہ سے لوگوں کو یہ اندیشہ نہیں ہوتا کہ کوئی اس (سونے) کو اٹھالے گا اس کی ولایت بہت وسیع ہے۔ عرب تجارت کے لئے اس کے پاس جاتے ہیں۔ وہ ان پر احسان کرتا ہے اور ان سے مال خریدتا ہے۔ اس کی رعایا اور عرب آپس میں سونے کے ٹکڑوں اور دراہم سے (جن کو طاطری کہا جاتا ہے اور ان پر بادشاہ کی تصویر ہوتی ہے) لین دین کرتے ہیں ان کا وزن مثقال ہے جب عرب ان سے خرید وفروخت کر چکتے ہیں تو بادشاہ سے التجا کرتے ہیں کہ ہمارے ساتھ کوئی بدرقہ بھیجیں جو آپ کی سرحد تک پہنچا دے اور ہمارے مال کی حفاظت کرے، بادشاہ کہتا ہے۔ میرے ملک میں کوئی چور نہیں ہے آپ چلے جائیں۔ اگر آپ کے مال ومتاع کو کوئی حادثہ پہنچے تو آپ مجھ سے لیں میں آپ کا ضامن میں ہوں وہ (بادشاہ) بڑے تن وتوش والا ہے۔ اس کے ملحق الحدود بادشاہوں میں سے اس سے زیادہ کوئی بہادر نہیں ہے۔ وہ فنون حرب میں بڑا مدّبر پالٹیشن ہے یہ (گوجر بادشاہ) بلہارا اور بادشاہ تانک اور نجابہ سے لڑتا رہتا ہے۔

مؤلف: نجابہ جن کو مورخ نے سلوتی لکھا ہے۔ معلوم نہیں یہ یمن سے کب آئے، بعض نسخون میں جابہ ہے۔ جابہ تو چاپ ہیں، جو گوجروں کا ایک گروہ ہے، غابہ، گابہ، قوم ہے، جواب بھی ہندوستان میں موجود ہے۔

Marfat.com

البیرونی مطبوعۃ لندن 1887ء ص 98و99

(البیرونی مطبوعہ لندن 1887ء ص 99,98)

كتاب الهند

اول جد التبت وفيه يتغيرا للغة والذى والصوف ومنه الى راس العقبة العظمى عشرون فرسخا ومن قلتها ترى ارض الهند سوداء تحت ضباب والجبال التى دون العقبة كالتلال الصغيرة وارض التبت والصين حمرأ والنزول اليها يقصرعن الفرسخ ومن قنوج ايضاً فيما بين المشرق والجنوب على غرب گنگ الى مملكة ججا هوتى ثلثون فرسخا وقصبتها كو راه وفيها بينهما قلعتا گواليرو كالنجر من القلاح المذكورة والى وهال.

ہندوستان کے حالات:

ترجمہ: یہ تبت کی اولین حد ہے اسی مقام سے زبان، لباس اور لہجہ تبدیل ہوتے ہیں۔ اس سے بڑے پہاڑ (کوہ ہمالیہ) کی چوٹی تک بیس فرسنگ ہیں (یعنی 60 میل کی مسافت ہے) اس کی چوٹی سے ہند کی زمین کہر کے نیچے سیاہ نظر آتی ہے اور جو پہاڑ کوہ ہمالیہ کے دامن میں ہیں، مٹی کے چھوٹے چھوٹے تودوں کی طرح معلوم ہوتے ہیں اور تبت اور چین کی زمین سُرخ ہے اور پہاڑ سے زمین تک اُترائی (ڈھلوان) ایک میل سے کچھ کم ہے اور قنوج سے (دریائے گنگا کے غربی کنارے بسمت شرق و جنوب) ججا ہوتی واقع بندیل کھنڈ تک تیس فرسنگ (90 میل) ہیں اور اس علاقہ کا مشہور شہر کھجو[1] راہو ہے اور ان (یعنی قنوج اور ججا ہوتی) کے درمیان میں دو قلعے گوالیرو کالنجر ہیں اور یہ ملک مالوہ کی سلطنت وھال

---

[1] کھجوراہو وہ مقام جہاں راجہ یسودرمن چندیل نے ایک عالی شان مندر تعمیر کیا اور راجہ دیوپال گوجر سے وشنو کی ایک قیمتی مورتی چھین کر نصب کی یہ مقام زمانہ دراز تک گوجر راجاؤں کی پرستش گاہ رہا ہے۔

Marfat.com

(دھار) کے ان قلعوں سے ہیں، جن کا ذکر کیا گیا ہے۔

المسالک والممالک عن ابن خردادبه ص 16

(منقول از المسالک والممالک مصنفه ابن خرد ادبه صفحه 14)

ملک العراق الذی تسمیه العامة کسری وهو شاهنشاه وملک الروم الذی تسمیه العامة قیصر هو باسل وملوک الترک والتبت الخزر[1] کلهم خاقان سواء ملک الخرلخ فانهم سیمونهم جبغویه فهولا ولد افریدون ملک الهند الا کبر بلهرا. ای ملک الملوک ومن ملوک الهند جابه وملک الطانق[2] وملک الجزر وغابه ورهمی وملک قدرون.[3]

ترجمہ: عراق کا بادشاہ جس کو عام لوگ کسری کہتے ہیں (وہ شہنشاہ ہے) اور روم کا بادشاہ جس کو عام لوگ قیصر کہتے ہیں (وہ بہادر ہے) اور بادشانِ ترک وتبت اور گوجر تمام (کالقب) خاقان ہے باستثنائے بادشاہ خرلخ کے کیونکہ خرلخ کے بادشاہوں کو جبغو یہ سے نامزد کرتے ہیں اور بادشاہ چین جس کا لقب بغبور (فغفور) ہے، یہ سب فریدوں کی اولاد ہیں۔ ہند کا بڑا بادشاہ یعنی شہنشاہ بلہارا اپنے اور ہُن

---

[1] خزر، جزر گوجر ایک ہیں۔

[2] عربی تاریخوں میں طافق کے لفظ میں تصحیف ہے۔ دراصل یہ لفظ تانک ہے، ت کو ط سے اور ک کو ق سے لکھا گیا ہے اور چونکہ فا اور نون کے شعشے ملتے جلتے ہیں اور دونوں پر نقطے ہوتے ہیں۔ نقل میں ن کا ق لکھا گیا تانک گوجر قوم کا گوت ہے جس کو ٹانچ اور تاس بھی کہتے ہیں۔ ریاست جموں میں اب بھی اس گوت کے لوگ موجود ہیں اور تانک کے لفظ کو بعض مورخین نے تفک اور تفن اور طانق لکھا ہے۔ جس سے بالکل اصل لفظ کی صورت بگڑ گئی ہے۔ مسٹر لیٹ نے لکھا ہے کہ اس سے مراد کوہ نمک کا علاقہ ہے۔ یہ خیال درست ہے کیونکہ کسی زمانہ میں اس علاقہ پر شاہان تانک کی حکومت تھی۔

[3] ملک قارون، مراد کامروپ جس کو اب آسام کہتے ہیں۔ (مؤلف)

Marfat.com

کے بادشاہوں میں اور بھی بادشاہ ہیں (مثلاً) بادشاہ چاپ اور بادشاہ تانک اور بادشاہ گوجر اور گابہ اور برہما اور بادشاہ کامروپ (ملک آسام کا بادشاہ)۔

ایضاً ص 66

واعظم ملوک الهند بلهرا وتفسیره ملک الملوک و نقش خاتمه من ودک لا مرولی مع انقطاعه وینزل الکمکم بلا دالساج وبعده ملک الطانق وبعده جابه وبعده ملک الجرر وله الدراهم الطاطریة.

ترجمہ: ہندوستان کے بادشاہوں سے سب سے بڑا بلہارا ہے اور اس کے معنی شہنشاہ ہیں اس کی انگشتری میں کندہ تھا جو شخص کسی غرض یا امید سے تیرے ساتھ دوستی رکھتا ہے جب اس کی غرض پوری نہ ہوگی وہ تجھ سے فوراً پیٹھ پھیر لے گا اور وہ ساگوان کے مثل کمکم میں رہتا ہے اس کے بعد بادشاہ تانک اور اس کے بعد چاپ اور اس کے بعد بادشاہ گوجر ہے۔ جس کے درہم یعنی سکہ تاتری ہے۔

مؤلف: طاطری معرب تاتری ہے۔ یہ ہندی لفظ ہے اس سے مراد تتاری سکہ لینا اور درست نہیں ہے جیسا کہ بعض کا خیال ہے۔

مروج الذهب للمسعودی الجزء الاول ص383و 384

(مروج الذهب مصنفه مسعودی جلد اول صفحه 384,383)

ثم یلی هذا لملک عملکة رهمی وهذه مسمة للوکهم ولا عم من اسمائهم ویقاتله الجزرو ملکه متلاحم ململکته ورهمی یحارب البلهرا ایضاً من احدجهات مملکته وهو الکثر جیوشاد فیلة وخیولا من البلهری ومن ملک الجزر ومن ملک الطانق. واذا خرج

Marfat.com

فی حودبه فرسمه ان یکون فی خمسین الف فیل ولا یکون خروجه الا فی الشتاء لقلة صبر الفیل علی العطش وهلة لبثها وللکثار من الناس یغلو فی القول فی کثرة جنودة فیزعمون ان عدد القصارین والغسالین فی عسکره من عشرة الاف الی خمسة عشر الفا.

ترجمہ: پھر اس ملک سے برہمی سلطنت کی حد ملتی ہے اور یہ اس ملک کے بادشاہوں کا لقب ہے۔ جو ان کے ناموں کی نسبت عام ہے (یعنی نام ہر ایک بادشاہ کا الگ الگ ہے اور برہما سب کا لقب ہے) اور اس سے بھی گوجر بادشاہ جنگ کرتا رہتا ہے اور اس کا ملک اس کے ملک سے ملحق (پیوستہ) ہے۔ اور برہما کا راجہ بھی اپنے ملک کے حدود سے ایک حد پر اس سے لڑتا رہتا ہے اور بادشاہ برہما کے پاس بلہرا اور گوجر بادشاہ اور بادشاہ تانک سے لشکر ہاتھی اور گھوڑے زیادہ ہیں۔ اس کا دستور ہے کہ جب وہ جنگ کے لئے نکلتا ہے تو وہ پچاس ہزار ہاتھی ساتھ لے کر نکلتا ہے اور وہ موسم سرما ہی میں (جنگ کے لئے) نکل سکتا ہے کیونکہ ہاتھی پیاس کی شدت بہت کم برداشت کر سکتا ہے اور تھوڑی ہی دیر تک ٹھہر سکتا ہے مبالغہ کرنے والے لوگ اس لشکر کی کثرت کی نسبت حد سے زیادہ مبالغہ کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اس کے لشکر میں کپڑے دھونے والوں کی تعداد دو سہزار اور پندرہ ہزار کے درمیان ہے۔

ایضاً من مروج الذهب

(المسعودی مروج الذہب میں دوسری جگہ لکھتا ہے)

وتصف سکته بدء تاریخ مملکتهم فیلة الحربیة لاتحصی کثرة وتدعٰی بلاده ایضاً بلاد الکمکم ویحاربهم ملک الجزر من احدی جهات حملکته وهو ملک کثیر الخیول والابال والجنود.

Marfat.com

ترجمہ: اس کا سکہ ان کی ابتدائے قائمی سلطنت کی تاریخ کو ظاہر کرتا ہے اور بوجہ کثرت اس کے جنگی ہاتھی شمار نہیں کئے جا سکتے۔ اس کی ولایت کو بھی کمکم کہتے ہیں، بادشاہ گوجراں سے اپنی سلطنت کے حدود میں سے ایک حد پر اس سے جنگ کرتا ہے اور بادشاہ گوجر کے پاس گھوڑے اور اونٹ (مراد اس سے گھوڑوں اور اونٹوں کے رسالے ہیں اور لشکر کثرت سے ہیں)۔

مؤلف: ان اقتباسات سے ثابت ہوتا ہے کہ عرب سیاحوں کے وقت گوجر بادشاہوں کی وسیع سلطنت تھی اور وہ طاقتور بادشاہوں میں شمار ہوتے تھے۔ بھنمال اور قنوج وغیرہ ان کے صدر مقام تھے۔ پیادہ فوج اور رسالوں کی تعداد میں وہ اپنے ہم عصر بادشاہوں سے کم نہ تھے اور ہر قسم کی علمی ترقی اور اہل فن کی قدر دانی میں سب سے بڑھ کر تھے۔ ایسی ناطق شہادتوں کے ہوتے ہوئے گوجروں کی شوکت وشان کا انکار کرنا روز روشن میں آفتاب کا انکار ہے۔

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

Marfat.com

انتخاب از

رپورٹ مردم شماری 1931ء صوبہ پنجاب کے علاقہ انگریزی کی گوجر آبادی قسمت انبالہ

نمبر شمار	نام ضلع	میزان کل گوجر	سکھ گوجر	ہندو گوجر	میزان مسلم گوجر	مرد مسلم گوجر	مسلم گوجر عورتیں
1	حصار	12663	x	8285	4378	2303	2075
2	رُہتک	7873	x	5032	2841	1567	1274
3	گڑگاؤں	37572	x	37015	557	303	255
4	کرنال	31266	4	23019	8243	4738	3505
5	انبالہ	48162	1561	21141	25460	13798	11662
6	شملہ	163	x	11	152	149	3
میزان		137699	1565	94503	41631	22857	18774

Marfat.com

قسمت جالندھر

نمبر شمار	نام ضلع	میزان کل گوجر	سکھر گوجر	ہندو گوجر	میزان مسلم گوجر	مرد مسلم گوجر	مسلم گوجر عورتیں
7	کانگڑہ	10375	x	1259	9116	4960	4156
8	ہوشیار پور	94536	1442	66956	66138	34865	31273
9	جالندھر	19662	2	275	19385	10644	8741
10	لدھیانہ	35063	60	408	34595	18169	16426
11	فیروز پور	12808	2	730	12076	6740	5336
میزان		172444	1506	29638	141310	75378	65932

Marfat.com

قسمت لاہور

نمبر شمار	نام ضلع	میزان کل گوجر	سکھ گوجر	ہندو گوجر	میزان مسلم گوجر	مرد مسلم گوجر	مسلم گوجر عورتیں
12	لاہور	11479	45	1709	9725	6133	3592
13	امرتسر	6970	x	182	6788	3965	2823
14	سیالکوٹ	7787	2	124	7661	4501	3160
15	گورداسپور	58830	x	51	58779	31607	27172
16	گوجرانوالہ	3390	7	137	3248	1998	1350
17	شیخوپورہ	3329	13	711	2605	1556	1049
میزان		91787	67	2914	88806	49760	39046

Marfat.com

قسمت راولپنڈی

نمبر شمار	نام ضلع	میزان کل گوجر	سکھ گوجر	ہندو گوجر	میزان مسلم گوجر	مرد مسلم گوجر	مسلم گوجر عورتیں
18	گجرات	118938	5	349	118584	63652	54932
19	شاہ پور	3079	29	240	2810	1664	1146
20	جہلم	20526	x	33	20493	11256	9237
21	راولپنڈی	27485	66	158	27261	14719	12542
22	اٹک	13246	x	4	13242	7095	6147
23	میانوالی	52	x	11	41	24	17
میزان		183326	100	795	182431	98410	84021

Marfat.com

قسمت ملتان

نمبر شمار	نام ضلع	میزان کل گوجر	سکھ گوجر	ہندو گوجر	میزان مسلم گوجر	مرد مسلم گوجر	مسلم گوجر عورتیں
24	منٹگمری	4665	44	726	3895	2200	1695
25	لائل پور	14248	35—	958	13245	7265	5980
26	جھنگ	912	1	5	906	582	324
27	ملتان	2569	31	563	1975	1203	772
28	مظفر گڑھ	49	x	6	43	31	12
29	ڈیرہ غازیخان	4	x	x	4	4	x
میزان		22437	111	2258	20068	11285	8783

Marfat.com

انتخاب از

رپورٹ مردم شماری 1931ء ریاستہائے صوبہ پنجاب کی قوم گوجر کی آبادی

نمبر شمار	نام ریاست	میزان کل قوم گوجر	سکھ گوجر	ہندو گوجر	مسلم گوجر	مسلم گوجر مرد	مسلم گوجر عورت
1	دوجانہ	61	x	61	x	x	x
2	پٹودی	6	x	6	x	x	x
3	کاسیہ	6538	7	2683	3848	2074	1774
4	شملہ ہل مع بوشہر	116	x	x	116	55	61
5	نالہ گڑھ	9339	583	5222	3534	1948	1586
6	کنتھل	54	x	26	28	25	3
7	بھاگل	57	x	12	45	30	15

Marfat.com

8	جھبل	170	x	x	170	87	83
9	دیگر شملہ ہل ریاستہائے	817	x	762	55	30	25
10	لوہارو	85	x	83	2	1	1
11	سرمور (ناہن)	2540	x	1186	1354	761	593
12	بلاس پور	3193	x	3104	89	54	35
13	منڈی	2691	x	1548	1143	631	512
14	سکیت	272	x	162	110	60	50
15	کپورتھلہ	7197	119	175	6903	3828	3075
16	مالیرکوٹلہ	2594	1	150	2443	1311	1132
17	فریدکوٹ	1085	1	94	990	538	452
18	چنبہ	2617	x	x	2617	1340	1277

Marfat.com

19	پٹیالہ	38135	501	19365	18269	10350	7964
20	جنید	2174	14	1613	547	310	237
21	نابھ	7645	67	4017	3561	1968	1593
22	بھاولپور	979	x	72	907	529	378
میزان		88365	1293	40341	46731	25885	20846

Marfat.com

انتخاب از

رپورٹ مردم شماری 1931ء قلم روجموں وکشمیر میں مسلم گوجروں کی صوبہ وار وضلع وار آبادی

نمبر شمار	نام ضلع یا علاقہ	میزان کل گوجر آبادی	مرد	عورت	میزان کل بکروال آبادی	مرد	عورت
1	جموں	62439	33558	28881	362	216	146
2	کٹھوعہ	17936	9463	8473	109	71	38
3	اودہم پور مع بھدرواہ	24871	13057	11814	918	483	435
4	ریاسی	71725	38232	33493	2368	1280	1088
5	میرپور	26414	14027	12387	29	20	9
6	پونچھ	76647	41031	35616	12	8	4

Marfat.com

7	جاگیر چینی	578	278	300	x	x	x
8	سری نگر	29742	15605	14137	1523	797	726
9	بارہ مولا	33982	18048	15934	27	12	15
10	مظفر آباد	55349	31901	23448	1	1	x
11	لداخ	x	x	x	x	x	x
12	گلگت	644	359	285	x	x	x
13	سرحدی علاقہ	2454	1399	1055	x	x	x
	میزان کل	402781	216958	185823	5349	2888	2461

نوٹ:۔(۱) پونچھ میں اکثر گوجر مردم شماری میں اپنی ذات راٹھور لکھاتے ہیں ورنہ گوجروں کی تعداد پونچھ میں بہت زیادہ ہے۔

(۲) بکروال بالعموم گوجر ہیں ان کو گوجروں میں شمار کرنا چاہیے۔

(۳) اس تاریخ کے صفحہ 417 میں کشمیر کی مردم شماری 2565 اور (151800) درج ہے۔ وہ 1901ء کی ہے۔ (جس میں بعض

شاہکار گوجر

Marfat.com

علاقے شامل نہیں ہیں) اس سے ثابت ہے کہ بمقابلہ 1901ء کے 930ء میں ان کی تعداد میں بہت ترقی ہوئی ہے کیونکہ اب ان کی تعداد (402781) ہے جیسا کہ نقشہ ہذا سے ظاہر ہے اور اگر بکروال کی تعداد کو شامل کیا جائے تو ان کی تعداد (408130) ہے۔

(۴) لداخ میں یقیناً گوجر موجود ہیں مگر اس نقشہ میں ان کی تعداد درج نہیں ہے، ممکن ہے وہ کسی اور قوم میں مدغم ہو گئے ہیں۔

(۵) گوجر کی آبادی کشمیر و جموں میں بہ نسبت کل آبادی 1/8 حصہ ہے۔ اس لئے ان کو بموجب ان کی تعداد کے ہر ایک شعبہ میں حقوق ملنے چاہئیں اور پنجاب کے گوجروں کو ان کے ساتھ تعلقات قرابت و مولات قائم کرنے چاہئیں جس سے دونوں کو سیاسی و مالی فائدے ہوں گے۔ (مؤلف)

Marfat.com

انتخاب از مردم شماری 1931ء

نقشہ کلیہ مردم شماری بہ تفصیل قسمت وار وریاست ہائے پنجاب وجموں وکشمیر

نمبر شمار	نام قسمت	میزان کل گوجر	سکھ گوجر	ہندو گوجر	میزان مسلم گوجر	مرد مسلم گوجر	عورت مسلم گوجر
1	قسمت انبالہ	137699	1565	94503	41631	22857	18774
2	قسمت جالندھر	172444	1506	29628	141310	75378	65932
3	قسمت لاہور	91787	67	2914	88806	49760	39046
4	قسمت راولپنڈی	184326	100	795	182431	98410	84021
5	قسمت ملتان	22437	111	2258	20068	11285	8783
	میزان قسمت ہائے پنجاب	607693	3349	130098	474246	257690	216556
	میزان ریاستہائے پنجاب	88365	1293	40341	46731	25885	20846

شاہکار گوجر

Marfat.com

میزان قسمت ہائے دریاستہائے	696058	4642	170439	520977	283575	237402
تعداد گوجر آبادی جموں و کشمیر مع علاقہ ہائے	402781					
تعداد گوجر بکروال ریاست جموں وکشمیر	5349					
کل میزان گوجر آبادی و پنجاب مع ریاست کشمیرو جموں	1104188					

Marfat.com

خاتمہ

خدا کا شکر ہے کہ اکابر قوم نے اپنے حسن ظن سے جو بوجھ میرے کمزور کاندھوں پر رکھا تھا۔ آخر میں نے اس کو افتان خیزان منزل مقصود تک پہنچا دیا اور فرض قومی بجالایا۔

میری ذاتی مشاغل و دنیاوی اس قدر تھے کہ مجھے ان سے کم فرصت ملتی تھی تاہم جس قدر فرصت ملی تھی کم وبیش اس کام کی تکمیل میں صرف کرتا تھا۔ میرا راستہ بہت تنگ و تاریک تھا اور جابجا میرے پاؤں پھسلتے تھے ہر زبان کی کتابوں کا جمع کرنا اور ان کا مطالعہ اور ان سے موضوع تاریخ کے متعلقات کا جمع کرنا بہت اہم کام تھا اور پھر ان پر تنقید کرنا اور روایات کا جانچنا مشکل پر مشکل تھی۔

تاریخوں میں بعض واقعات کی نسبت اختلاف تھا اور میری یہ کوشش تھی کہ مستند روایات کو درج کروں کیونکہ جب میں کسی روایت کو درج کروں گا تو اس کی صحت کی ذمہ داری مجھ پر عائد ہوگی۔

نگفتہ نہ وارد کسے باتو کار
ولیکن چو گفتی دلیلش بیار

میں یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس میں نکتہ چینی کی گنجائش نہیں، البتہ یہ دعویٰ ہے کہ بلا سند کوئی بات نہیں لکھی۔

مجھے یہ اعتراف ہے کہ بعض امور اور تشریحات جن کو میں نے درج کیا ہے، موضوع تاریخ سے خارج ہیں لیکن ان کا اندراج بعض وجوہ سے میری رائے میں مناسب تھا اور اس کی نسبت میں نے بعض مقامات پر معذرت بھی کی ہے۔

الغرض میری تحقیقات دنیا کے علماء وفضلاء کے پیش نظر ہے میں یہ نہیں کہتا یہ آخری اور مکمل صورت تاریخ کی ہے۔ اس پر بہت کچھ اضافے ہو سکتے ہیں

Marfat.com

او یہ تاریخی امور جدید ترتیب میں لائے جا سکتے ہیں ۔ کچھ ہو، میں نے قوم کی تاریخ کی مستحکم اور سیدھی بنیاد قائم کر دی ہے جس پر میری قوم کے نوجوان اور خصوصاً میرے اپنے خاندان کے فاضل جو چشم بدور مختلف علوم اور زبانوں میں مہارت کلی رکھتے ہیں، خوشنما اور دلکش عمارتیں تعمیر کر سکتے ہیں اور بہترین اضافوں سے اس کی زینت بڑھا سکتے ہیں۔

اس کے بعد عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ دوسری جلد طبع ہو گی جس میں موجودہ زمانہ کے معززین اور ان کے بزرگوں کے حالات ہیں۔

آخر میں اپنی قوم کے نوجوانوں کو مخاطب کرتا ہوں ۔ امید ہے کہ وہ میری نظم کو نہایت شوق اور محبت سے پڑھیں گے اور اس پر عمل کریں گے ۔ یہی میری دلی آرزو ہے اور یہی اس تاریخ کی تالیف کی غرض ہے۔

Marfat.com

نظم از مؤلف

جوانانِ سعادت مند! اس کو غور سے پڑھنا
لکھا ہے میں نے عبرت کا سبق آموز افسانا
مرتب کر دیا میں نے سلف کے کارناموں کو
پراگندہ پڑے تھے طاقِ نسیاں پر یہ چند اجزا
غرض اس سے تمہارے بختِ خفتہ کو جگانا ہے
تمہاری قسمت و طالع کا ہے گردش میں سیارا
خدا کے واسطے دیکھو اور آنکھیں کھول کر دیکھو
کہ تم کیا تھے اور اب کیا ہو یہ ہے حسرت کا نظارا
سند ہر بات پر دی ہے صحیفوں اور سکوں سے
جو دیکھا لکھ دیا اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا
تم اُن اسلاف کے فرزند ہو جن کی شجاعت نے
ہزاروں سرکشوں کی گردنوں کو تھا کچل ڈالا
ہمارے یکہ تازوں نے زمین کو روند ڈالا تھا
ہماری حشمت و سطوت کا درباروں میں تھا چرچا
ہمالہ سے سمندر تک ہمارے شہسواروں نے
کیا دشت و جبل کو چند روزوں میں تہ و بالا
ہماری شوکت و اقبال پر گجرات شاہد ہے
ہماری فتح و نصرت پر گوا ہے راجپوتانا
ہمارے قافلہ کا رہ نما عزمِ مصمم تھا
نہ اٹکا وہ پہاڑوں سے نہ دریاؤں سے وہ جھجکا

Marfat.com

زمانے تک رہا قنوج کے دارالحکومت پر
ہمارا پرچم اجلال صبح و شام لہراتا
زمانہ سن چکا بھنمال کے سنگین حصاروں پر
ہمارے بخت اور اقبال کا بجتا تھا نقارا
ضعیفوں کے تھے ہم یاور غریبوں کے تھے ہم ماوا
ہماری آستاں تھی اہل دنیا کے لئے ملجا
ہمارا بچہ بچہ تیغ کے سایہ میں پلتا تھا
اور ان کا عرصۂ جنگ و جدل ہوتا تھا گہوارا
کبھی وہ شان وشوکت تھی اور اب یہ حال ہے اپنا
نہ ہمت ہے نہ ثروت ہے نہ زر ہے اور نہ کاشانا
ہماری ہمتِ مردانہ سے دنیا کو حیرت تھی
وہی پہلی سی ہمت دے ہمیں یَارَبَّنَا الْاَعْلٰی
فلک پر وار تھا اپنا عقاب رایتِ دولت
زمانہ کے حوادث نے زمین پر اس کو دے مارا
غضب ہے جن کے حملوں نے کیا تھا سر زمانہ کو
فنونِ جنگ سے کہتے ہیں ان کو لوگ بیگانا
اگر افلاس و ذلت کی یہی حالت رہی اپنی
تو ایسی زندگانی سے کہیں بہتر ہے مر جانا
اگر کرتا ہے کچھ تو وقت ہے یہ کام کرنے کا
نہ کچھ پھر فائدہ دے گا تمہیں آخر میں پچھتانا
تمہارے باپ دادا جنگ آور تھے بہادر تھے
علم کش تھے عدوکش تھے شہنشہ تھے جہاں آرا

Marfat.com

زمانہ کہہ رہا ہے تم کو ، میرے ساتھ ساتھ آؤ
جو رہ جائے گا پیچھے مجھ سے ہیں اس کو مٹا دوں گا
سنو! اس سے زیادہ بدنصیبی ہو نہیں سکتی
اگر تم نے زمانہ کی نصیحت کو نہیں مانا
تمہیں سے قوم در ماندہ کی وابستہ ہیں امیدیں
تمہارا دستِ ہمت ہے کلیدِ حل مشکلہا
بڑھی جاتی ہیں قومیں تم سے میدانِ ترقی میں
مگر تم ہو کہ غفلت سے پڑے سوتے ہو بے پروا
درِ اغیار پر جا کر نہ اپنا ہاتھ پھیلاؤ
گدائی سے کہیں ملتا ہے جاہ و منصب بالا
تم اپنی ہمتِ و عزم مصمم سے بڑھو آگے
کفیلِ جاہ و منصب ہے تمہاری ہمتِ والا
زرو عزت تو کھو بیٹھے ہو تم آپس کے جھگڑوں سے
گلے مل جاؤ آپس میں بجز اس کے نہیں چارا
تنزل کی بھی کچھ حد ہے کہ ہستی مٹ گئی اپنی
عزیزوں کی حمیت ہے نہ پاس عزت آیا
قیامت ہے کہ جن ہاتھوں میں تلواریں چمکتی تھیں
چمکتا ہے اب ان ہاتھوں میں کجلول گدایانا
نہایت کدو کاوش سے تمہارا مہرباں مالک
یہ نسخہ کیمیا کا اک تمہارے واسطے لایا
بزرگوں کی نصیحت پر عمل کرنا سعادت ہے
زمانہ کے کسی دانا نے فرمایا ہے کیا اچھا
نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوست تر دارند
جوانانِ سعادت مندر پندِ پیرِ دانا را

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

تحفۃ القادریہ

سر الاسرار

خزینۂ نعت

جہانِ اولیاء

انیس الطالبین

حدائق بخشش

قرآن حکیم کا تصورِ نبوت و ولایت

تفریح الخاطر فی مناقب الشیخ سیدنا عبد القادر

تذکرہ مجددین اسلام

اصحابِ بدر رضی اللہ عنہم

فیوض غوثِ یزدانی

ترجمہ الفتح الربانی

معجزاتِ رسول کریم ﷺ

سیرت و خطباتِ سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ

شانِ حبیب المنعم من روایات المسلم

کشف المحجوب

ایمانی کمزوریاں اور ان کا علاج

مولانا نورانی کی بارہ تقریریں

ختمِ نبوت زندہ باد

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے عقائد

نزہۃ الخاطر الفاتر فی مناقب سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی

مولانا اسماعیل اور تقویت الایمان

بزرگ

امام احمد رضا اور عشقِ مصطفےٰ

کیا آپ جانتے ہیں؟

فتوح الغیب

قادری رضوی کتب خانہ

گنج بخش روڈ لاہور 042-7213575

جلوۂ دستِ قدرت

بارہ رسائل میلاد مصطفیٰ

چشمۂ علم و حکمت

سیرت غوث اعظم

جہانِ انبیاء علیہم السلام

خطبات الٰہیہ

راہنمائے نقابت

مکاشفۃ القلوب

شانِ رسول

خطباتِ مجددیہ

خطبات نورانی

نورانی حکایات

شانِ حبیب الباری

رسائل مجدد الف ثانی

غنیۃ الطالبین

مسلمان کا عقیدہ

تواریخ حبیب الٰہ

تاریخ گوجراں

تذکرۃ الاولیاء

سفرِ آخرت اور ہماری ذمہ داریاں

Marfat.com